پارہ ۱۵
یعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون
مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جسمیں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہتسے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین و ایمان،
الموسوم بہ
مواہب الرحمن
تفسیر
المشتہر
مع جامع البیان
مصنفہ
حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیۃ ترجمہ عالمگیریہ و عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے
باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ
بمطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بحسن و خوبی چھپی
سنہ ۱۹۴۰ء

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمیں ۔ ۔
تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲۰ ر
تفسیر سورۂ یوسف۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ ر
پنجسورہ مترجم۔ باترجمۂ اُردو ۔ ۲ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۔ ر
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھئے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط ایسی عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و لیسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ہے جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ لیءے بڑا جلد۔ مجلد ۔ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدمین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو ہیں اس مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۔ ر
تحفۃ الاخیار۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی ۔ ر
ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ للعہ ر
ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ۔ ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی مینی معروف ۔ ۔
دلائل الخیرات۔ باترجمۂ فارسی ولسا ئے متبرکہ وخواص اسماء حسنے معروف ۔ ۶ ر
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحیٰ ۔ ۵۰ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمۂ اُردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۔ ر
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔ ر
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان ۔ ا ر
ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۔ ر
کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اُردو ما لا بد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴۰ ر
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ر
شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ر

سُوْرَةُ الْاِسْرَاءِ

یعنی سورۂ معراج اِسکانام سورۂ بنی اسرائیل وسورۂ سبحان بھی ہے اسمین ایک سوگیارہ آیات ہین اور وہ سورہ مکیہ ہے یعنی مکہ مین قبل ہجرت کے نازل ہوئی یہی ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابن الزبیر سے بھی یہی مروی ہے مگر تین آیات کا استثنا ہے ایک قولہ تعالی وان کادوا لیستفزونک الآیہ۔ اسکا نزول اُسوقت ہوا کہ جب بنو ثقیف کا ایلچی گروہ آیا اور جب یہودیون نے کہا کہ مدینہ مقام انبیا نہین ہے۔ دوم قولہ رب ادخلنی مدخل صدق الآیہ۔ وسوم قولہ ان ربک احاط بالناس الآیہ۔ اور مقاتل رح نے اسپر زیادہ کیا قولہ ان الذین اوتوا العلم من قبلہ الآیہ۔ اور بعض نے کہا کہ آٹھون آیتین مستثنی ہین۔ بالجملہ یہ باتین اصلی کلام مین ضروری نہین ہین۔ اور اِس سورہ مین فضیلت تامہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اسمین مذکور ہے اور بخاری نے حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت کی کہ اُنھون نے سورۂ بنی اسرائیل وسورۂ کہف وسورۂ مریم کے بارہ مین کہا کہ انھن من العتاق الاول وہن من تلادی۔ اور امام احمد رحؒ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم روزہ رکھتے جاتے یہانتک کہ ہم کہتے کہ افطار کرنا نہین چاہتے ہین اور افطار کرتے رہتے یہانتک کہ ہم کہتے کہ روزہ رکھنا نہین چاہتے اور آپ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل کو اور سورۂ زمر کو پڑھتے تھے۔ ذکرہ الامام الحافظ رح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے نام سے اللہ کے جو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ

پاک ہے وہ یعنی اللہ تعالے جو لے گیا اپنے بندے کو یعنے محمد کو رات مین مسجد الحرام (کعبہ) سے مسجد اقصی بیت المقدس کو وہ کہ برکت دی ہے ہمنے اُسکے گرد تاکہ ہم اُسکو دکھلا دین

مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

اپنی نشانیون سے وہی تو خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

واضح ہو کہ سبحان مین اختلاف ہے کہ لفظ مین عربی علم صرف کی راہ سے کیا صیغہ ہے اور بعض نے اِسکو علم بھی گمان کیا اور وجہ اسکی الذی کی جانب صفت کی نظر کرکے ہے اور علما رنے کہا کہ سبحان باب تفعیل کا مصدر بھی آتا ہے اور اسم مصدر بھی ہوتا ہے اور ہر حال مین وہ علم جنسی واسطے تنزیہ وتقدس کے ہے اور مراد اس سے اظہار پاکیزگی رب تعالی ہے ہر نقص وبرائی سے اور یہ نہین کہ پاک کرنے سے اسمین پاکیزگی ہو اور سیبویہ نے کہا کہ عامل اسمین فعل تنزیہ سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مصدر بمعنی مفعول ہو یعنی تنزیہ ہے اُسکی جو لیگیا اپنے بندے کو اور بعض نے کہا کہ یہ علم تسبیح ہے اور شیخ سیوطی نے کہا کہ مراد یہ کہ جن کلمات سے بندے سے تسبیح واقع ہوتی ہے انکا علم ہے سبالجملہ یہ لفظ کمال پاکی بدرجہ انتہا پر دلالت کرنے سے فقط اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہوگیا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ پاک ہے وہ جو لیگیا اپنے بندے کو۔ ف اسرا اول شب یا شب کی رفتار کو کہتے ہین پس قولہ تعالے لَيْلًا رات مین۔ ف بطریق تجرید یا توضیح ہے جیسے کہتے ہین کہ اپنے پاؤن سے چلا حالانکہ چلنا پاؤن ہی سے ہے یا مُنھ سے بات کہہ حالانکہ بات منھ سے ہوتی ہے اور بعض علمار نے کہا کہ اسرار کے معنے رات مین لیگیا۔ پھر لیلا سے تقلیل کا فائدہ ہے کہ اسکو نکرہ فرمایا یعنی رات کی تھوڑی مدت مین یہ واقع ہوا اور صاحب کشاف رح نے تائید مین قراءۃ بعض سلف کی پیش کی جنھون نے پڑھا کہ من اللیل یعنی رات کے جزو قلیل مین۔ زجاج رح نے اسری بمعنے سیر لیا جیسا کہ اول مین ترجمہ ہوا اور شاید یہ بسبیل تجرید ہے چنانچہ مذکور ہوا۔ بہر حال معنے یہ ہین کہ پاک ہے وہ جو لیگیا اپنے بندے کو رات مین تھوڑی ساعت مین مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصی کو۔ ف مسجد الحرام نام ہے خانہ کعبہ کی مسجد کا اور مسجد اقصی مسجد بیت المقدس ہے اور اُسکے محاذی آسمان پر

بیت المعمور ہے۔ پھر متکلمین وفقہاء ومفسرین وعلماء سب نے اجماع کیا بلکہ امت میں سے کسی فرقہ وکسی شخص نے اختلاف نہیں کیا کہ مراد عبد سے اس
مقام پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اہل علم نے کہا کہ عبودیت اعلی مقام ہے کیونکہ اگر عبد سے زیادہ کوئی نام مکرم ہوتا تو اس مقام پر فرمایا جاتا پس رسول ونبی وغیرہ
سب سے عبد اشرف ہے۔ اہل الحق یعنے اولیاء ومشائخ نے اسپر بالاتفاق تصریح کی ہے کہ الوہیت وربوبیت میں فرد فقط ذات پاک وحدہ لا الٰہ الا اللہ
لا شریک لہ ہے اور عبودیت میں فرد ذات شریف محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور بعد آپ کے تمام انبیاء ہیں پس جسکی عبودیت میں نقص سب سے کم ہے وہ
آپ کے مرتبہ کے بعد ہے اور ظاہرا وہ ابراہیم ہیں واللہ تعالے اعلم اسی طرح درجہ بدرجہ مراتب ہیں اور ہر زمانہ میں ایک ولی عبودیت میں بقدم آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ہوتا ہے وہی قطب وغوث ہوتا ہے اور باقی اولیاء دیگر انبیاء علیہم السلام کے قدم پر ہوتے ہیں وہ سب اس قطب کے تابع ہوتے ہیں بالجملہ مرتبہ
عبودیت نہایت اعلی مرتبہ ہے پھر مسجد اقصی کی تعریف فرمائی بقولہ الَّذِي بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔ جسکے گرد ہم نے برکت دی ہے۔ ف۔ اس برکت کی پوری
کیفیت علم الٰہی عزوجل میں ہے اور ظاہری برکات میں سے دنیاوی ودینی برکات ظاہر ہیں خازن رح نے کہا کہ پھلوں سے و دریاؤں ونہروں ودرختوں
سے یا انبیاء وصالحین سے اور وہ سابق میں قبلۂ انبیاء علیہم السلام تھی اور مبارک ہے کہ مزارات انبیاء وہاں ہیں اور اُسی طرف قیامت کو خلائق کا حشر
ہوگا۔ اقول حدیث میں ہے کہ مبارک ہو شام کو کہ ستر ہزار فرشتے ہر روز اسپر سایہ کرتے ہیں۔ اور اسکی برکت وتعریف میں آیات واحادیث ہیں۔ پھر واضح ہو
کہ مسجد اقصی کے گرد ان برکات کو فرمایا اور داخل میں بھی فضیلت ہے کہ اسمین نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کا ہے جیسے مدینہ کی مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
میں اسی قدر ہے اور اس سے دوچند ثواب یعنی ایک لاکھ نماز کا ثواب مسجد الحرام میں ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں بالاجماع ثابت ہے پھر اس اسراء کے
فوائد میں سے بعض پر تنبیہ فرمائی بقولہ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا تاکہ ہم اپنے بندے کو دکھلا دیں اپنی آیات میں سے چنانچہ اس رات میں بڑی بڑی آیات
دکھلائیں ولیکن قدرت وعظمت الٰہی کے سامنے یہ آیات بھی تھوڑی ہیں لہذا فرمایا کہ من آیاتنا یعنی بعض آیات دکھلا دیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ بیشک
وہی سمیع وبصیر ہے۔ ف۔ بعض نے کہا کہ ضمیر اللہ تعالے جل شانہ کی طرف ہے اور شیخ عکبری نے تبیان میں نقل کیا کہ ضمیر واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ہے اور یہ مستحسن ہے اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مدح اور گویا بیان لیاقت معراج ہے یعنی ایسے بندے کو یہ عروج دیا جسکو اپنی قدرت کاملہ
سے اس لائق فرمایا تھا کہ وہی سمیع تھا کہ سماع خطاب الٰہی کے لائق تھا اور بصیر تھا کہ آیات کو دیکھتا تھا۔ لہذا دوسرے کسی بندے کو یہ مرتبہ نہیں دیا۔ اب
یہاں مقامات ہیں اول یہ کہ معراج موصوف کب واقع ہوئی۔ دوم کہاں سے واقع ہوئی۔ سوم کس کیفیت سے واقع ہوئی مع دیگر فوائد کے جو شیخ امام ابن کثیر
وسیوطی رحمہ نے ذکر فرمائے ہیں اور جو مترجم کو توفیق دی گئی چونکہ معراج ایک شان عظیم ہے اور اسمین امتحان بھی ہے کما قال تعالے وما جعلنا الرؤيا التي اريناک
الا فتنۃ للناس یعنی نہیں کردیا ہم نے دیدار کو جو ہم نے تجھے دکھلایا مگر امتحان واسطے آدمیوں کے پس وہ لوگ تصدیق کرینگے جنکے ارواح کا نزول صراط مستقیم سے
ہو کر انکے اجسام میں ہوا اور وہ لوگ جھٹلا دینگے جنکی ارواح کا نزول راہ شیطانی سے ہوا لہذا اللہ تعالی نے دونوں کو امتحان میں ڈالا اور وہ ہر ایک بندے
کے قول وفعل کو سنتا وجانتا ہے پس اس مقام پر اہل ایمان کے واسطے احادیث وآثار توضیح کے ساتھ ذکر کردیے جاوینگے کہ انکی ارواح اپنے اپنے وطن کے
حالات سننے سے باغ باغ ہوں اور جو لوگ سیاہ قلب ومنکر ہیں اور بلا دلیل وبے وجہ انکار کرتے ہیں اُنکے اوہام وشکوک کا رد کر دیا جاوے پھر چونکہ شیخ
امام ابن کثیر وغیرہ نے بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اکثر عوام میں اسقدر قوت نہیں ہوتی کہ تفصیل بسیط کو محفوظ رکھیں لہذا پہلے مختصر طور پر لکھکر توضیح لانا مناسب
ہے۔ واضح ہو کہ امام زہری رح سے مروی ہے کہ معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرکے مدینہ جانے سے ایک سال پہلے واقع ہوئی۔ ایسا ہی عروۃ بن الزبیر
سے مروی ہے یعنی ہجرت پر جو سال ہوا اس سے پہلے سال میں ہوئی سدی رح نے کہا کہ چار مہینہ پہلے ہوئی یعنی ہجرت سے سولہ مہینے پہلے ہوئی اور عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ یعنی عمرو بن العاص رض کی روایت ہے کہ سترھوین تاریخ ماہ ربیع الاول کو ہجرت سے ایک سال پہلے واقع ہوئی۔ واضح ہو کہ ابن عبد البر نے گمان کیا

کہ ہجرت سے کئی سال پہلے واقع ہوئی اس دلیل سے کہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی اور ہجرت سے پانچ برس یا چار برس پہلے وفات پائی ہے اور
یہ مستلزم ہے کہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی ہے پس شب معراج کئی سال پہلے واقع ہوئی۔ اور جواب یہ ہے کہ نماز جس صفت سے شب معراج مین فرض
ہوئی ہے وہ احکام تھے ورنہ نماز پہلے بھی تھی جیسے طہارت تو مکہ مین تھی مع نماز کے حالانکہ نزول آیت وضوء کا مدینہ مین ہوا ہے پس خدیجہ رض کے نماز پڑھنے سے
یہ لازم نہین آتا ہے اور حضرت عائشہ رض سے صریح مروی ہے کہ حضرت خدیجہ رض نے انتقال کیا ایسے وقت مین کہ نماز فرض نہین ہوئی تھی۔ غرضکہ
اسقدر کافی ہے کہ معراج کب واقع ہوئی پس ہجرت سے سال بھر سے پہلے ربیع الاول کی سترھوین تاریخ ہوئی ہے۔ امر دوم کہ کہان سے واقع ہوئی تو قرآن مجید
مین منصوص ہے کہ مسجد حرام سے ہوئی اور حسن وقتادہ رح سے کلی ظاہر قرآن کے موافق مروی ہے کہ عین مسجد الحرام سے معراج ہوئی اور جمہور مفسرین نے کہا کہ
حضرت ام ہانی کے مکان سے واقع ہوئی ہے۔ بعض علماء نے زعم کیا کہ قرآن مین مسجد الحرام کے معنے یہ ہوے کہ مکہ سے یا حرم سے۔ اور یہ اطلاق شائع ہے
اور مترجم کہتا ہے کہ دونون قول مین کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ بات یہ ہوئی تھی کہ نماز عشاء کے بعد آپ ام ہانی رض کے مکان مین سوئے کہ جبرئیل علیہ السلام
مع جماعت کے آکر آپ کو مسجد الحرام مین لیگئے اور وہان سے معراج کو لیگئے چنانچہ حدیث مالک بن صعصعہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اس درمیان مین کہ مین مسجد الحرام مین حجر مین تھا الی آخرہ تمام حدیث معراج نقل کی۔ اور واضح ہو کہ روایات مین ام ہانی رض کے مکان سے بھی معراج مذکور ہے
مگر بات یہی ہے جو مین نے بیان کی اور اسکی تصریح بعض روایات مین موجود ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ آوینگی اور یہین سے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ راویون کے
کلام جہان باہم مختلف نظر آتے ہین وہ واقعی اپنے محل پر صحیح ہوتے ہین چونکہ دیکھنے والا اس کیفیت کو مشاہدہ نہین کرسکتا تو اسکو بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے
اور یہ بھی لازم ہو کہ یہ مقام معراج کمال عروج روح کے ساتھ کچھ سمجھ مین آسکتا ہے اسی واسطے کفار جنکے اجسام تروتازہ اور ارواح سیاہ وضعیف ہین اس
مقام کو نہین سمجھتے ہین پس اہل ایمان کو لازم ہے کہ جہانتک سمجھین اسکو شکر کے ساتھ لیوین اور جہان سمجھ مین نہ آوے اسکو ایمان کے ساتھ تسلیم کرین اور
منتظر رہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ روح پر ایک وقت مین مثل آئینہ کے کھل جائیگا بلکہ تعجب ہوگا کہ پہلے نظر بصیرت پر کیسا پردہ تھا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے
عجائب اسرار اسقدر ہین کہ کوئی انکا احاطہ نہین کرسکتا ہے۔ اور مسجد الحرام کو بحکم الٰہی آدم علیہ السلام نے بنایا اور اسکے چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ کو بنایا
جیسا کہ مواہب اللدنیہ مین ہے اور داؤد علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی عمارت مین تجدید کی ہے۔ علماء نے لکھا کہ معراج آسمان کو مکہ سے ہونے اور مسجد اقصیٰ
سے ہونے مین یہ حکمت تھی کہ شام محشر خلائق ہوگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم کردیا کہ آپ کے قدوم کے آثار وبرکت سے آپ کی امت پر
راہ آسان ہو اور یہ بھی کہ وہان مجمع انبیاء علیہم السلام ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دید ایسے انکو شرف دیا جاوے اور یہ بھی کہ لوگ آپکی نورانیت
جسم وروح سے واقف ہوکر تصدیق سے مرتبہ عروج حاصل کرین۔ اب بیان امر سوم کہ کس کیفیت سے واقع ہوئی ہے۔ اول یہ جان لینا چاہیئے کہ
احادیث وآثار مین جسقدر بیان ہے وہ نفس کیفیت کے واسطے کافی نہین ہوسکتا جیسے کوئی شخص کسی قسم کی مٹھائی کو بیان کرے تو جسنے کبھی نہ چکھی ہو صرف
بیان سے بہت کم واقف ہوگا بلکہ شاید منکر ہو جاوے حالانکہ جسنے چکھی ہے اسکے نزدیک کچھ بھی بعید نہوگا پھر بھی نفس کیفیت سے وقوف نہین ہوسکتا ہے
اب جاننا چاہیئے کہ معراج کے بارہ مین قول اول یہ کہ جسم وروح دونون کے ساتھ جاگتے مین واقع ہوئی۔ دوم یہ کہ صرف روح سے واقع ہوئی اور قول سوم
یہ کہ مکہ سے بیت المقدس تک مع جسم واقع ہوئی پھر وہان سے آسمانون پر روح سے واقع ہوئی ہے۔ اور صحیح قول اول ہے بلکہ عقائد مین یہ مسئلہ قطعی داخل ہے
کہ معراج بنابر قول اول کے بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کو واقع ہوئی حتی کہ جو اس سے انکار کرے اسکو کافر کہا گیا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اسکے خلاف بعضے
صحابہ وتابعین سے نقل کیا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ انسے روایت کرنے والے آحاد ہین اور ظاہر ہے کہ منفرد راوی کا بمقابلہ معروف مشہور قطعیات کے
اختلاف کے طور پر اعتبار نہین ہوسکتا کیونکہ اگر یہی الفاظ ہون تو بھی اسکے معنے تمام سلف وخلف کے موافق بنتے ہین پھر ہم اسکو خواہ مخواہ خلاف پر کیون

محمول کرین۔ اگر کہا جاوے کہ آیت مین تاویل بھی ہو سکتی ہو تو جواب یہ ہو کہ تاویل اپنے قاعدہ سے ہوا کرتی ہے اور بے وجہ تاویل تو تحریف کہلاتی ہے اور
قرآن مجید متواتر قطعی ہے تو روا نہین ہے کہ بے وجہ اسکی تاویل بوجہ ایک راوی کی روایت کے کیجاوے اور یہ مذکور ہو چکا کہ راوی کے الفاظ مین بحسب
موقع کلام ابہام و اجمال ہوتا ہے جس سے بظاہر خلاف مفہوم ہوتا ہے ولیکن درحقیقت اتفاق ہوتا ہے شیخ امام ابن کثیر رح نے اس مقام پر احادیث کو
بہت تفصیل سے ایراد کیا اور مترجم نے مکرر کلمات اور اسانید حذف کر کے زیادات پر اکتفا کیا ہے لہذا زیادتی کو اپنے موقع پر رکھنا چاہیئے۔ (ذکر احادیث
وارده در معراج) انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ جس رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے معراج ہوئی تو تین شخص آئے قبل اسکے
کہ آپ پر وحی کیجاوے اور آپ مسجد حرام مین خواب مین تھے پس اول نے کہا کہ وہ کون ہے دوم نے کہا کہ وہ انمین سے بہتر ہے تیسرا بولا کہ بہتر کو لے لیں پس
اس رات یہی تھا اور آپ نے انکو نہین دیکھا پھر دوسری رات مین آئے اس حال مین کہ آپ کا قلب دیکھتا تھا اور آپ کی صفت یہ تھی کہ آنکھین سوتی تھین
اور دل نہین سویا کرتا تھا اور انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے کہ انکی آنکھین سویا کرتی ہین اور دل نہین سوتے ہین پس فرشتون نے آپ سے
کچھ کلام نہ کیا یہانتک کہ آپ کو اٹھا لیگئے اور چاہ زمزم کے پاس رکھا پس جبرئیل نے بذات خود متولی ہو کر آپ کا سینہ چاک کر دیا اور اندر سے نکال کر اسکو
اپنے ہاتھ سے آب زمزم سے دھو کر پاک کر دیا پس ایک سونے کا طشت جسمین لگن سونے کی تھی لائے جسمین ایمان و حکمت بھری ہوئی تھی اس سے آپ کا سینہ
بھر دیا اور حلق کے عروق ملا کر جوڑ دیا پھر آپ کو اٹھا کر آسمان کو لیگئے (درمیان سے کیفیات و وقائع متروک کر دیے ہین) پہلے آسمان تک پہونچے تو
فرشتون نے کہا کہ کون ہے کہا کہ جبرئیل۔ بولے کہ ساتھ کون ہے کہا کہ میرے ساتھ محمد ہین بولے کہ انکے پاس بھیجا گیا تھا کہا کہ ہان۔ بولے کہ مرحبا
مبارک باد۔ آسمان والون کو آپ کے قدوم سے بہت خوشی ہوئی۔ آسمان والے یہ نہین جانتے جو اللہ تعالے کو اسکے ساتھ اہل زمین سے مقصود
ہوتا ہے جب تک آگاہ نہ کیا جاوے پس اول آسمان پر آدم کو پایا۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہین انکو سلام کیجیے آپ نے سلام کیا آدم نے
جواب سلام کے ساتھ کہا کہ مرحبا مبارک اے فرزند تو بہت ہی مبارک بیٹا ہے پھر آپ نے آسمان دنیا پر دو نہرین دیکھین رواں پوچھا کہ جبرئیل یہ نہرین کیا ہین
کہا کہ نیل و فرات ہین ان دونون کے عنصر ہین پھر روانہ ہوئے تو دوسری ایک نہر دیکھی جسپر موتی و زبرجد کا قصر تھا ہاتھ سے دیکھا تو وہ مشک اذفر ہے
پوچھا کہ جبرئیل یہ کیا ہے کہا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالے نے آپ کے واسطے رکھی ہے (اقول یعنی حوض جسمین نہر کوثر سے پانی آتا ہے) پھر لیکر دوسرے آسمان کو عروج کیا
وہان والے ملائکہ نے بھی مثل آسمان اول کے پوچھکر کھولا اور مبارکباد دی پھر تیسرے آسمان کو چڑھایا اور وہان بھی پھر چوتھے آسمان کو چڑھایا وہان بھی
پھر پانچوین پھر چھٹے پھر ساتوین پر چڑھایا ہر جگہ بعد پوچھنے کے دروازہ کھول کر مبارکباد دی اور ہر آسمان مین انبیاء بھی ملے جنکو انس رضی اللہ عنہ نے نام بنام
بتلایا تھا مگر مجھے انمین سے یہ یاد رہا کہ ادریس دوسرے آسمان پر اور ہارون چوتھے آسمان پر اور پانچوین پر ایک اور جسکا نام مجھے نہین یاد رہا اور ابراہیم ع
چھٹے آسمان پر اور موسی ع ساتوین آسمان پر تھے (مترجم کہتا ہے کہ اسمین بھی شاید سہو ہوا ہے) بالجملہ موسی علیہ السلام نے اپنے رب عز وجل کی جناب مین
کہا کہ اے رب میری نسبت گمان کیا جاتا تھا کہ تو مجھپر کسی کو بزرگ نہین فرماویگا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اوپر چڑھایا گیا جہان سوائے
اللہ تعالے عز وجل کے کوئی نہین جانتا ہے یہانتک کہ سدرۃ المنتہی آیا اور قرب ہوا حضرت جبار عز وجل کا پس نزدیکی ہوئی دنی فتدلی فکان قاب
قوسین او ادنی۔ پس اللہ تعالے نے آپ کو جو چاہا وحی فرمائی (یعنی بدون واسطہ کے) منجملہ وحی کے یہ کہ تیری امت پر پچاس نمازین شب و روز مین
ہین پھر آپ کو اتارا گیا یہان تک کہ آپ موسی علیہ السلام پر گذرے پس موسی علیہ السلام نے روک کر پوچھا کہ اے محمد آپ سے کیا عہد لیا پروردگار نے
کہا کہ یہ عہد کہ تیری امت پر پچاس نمازین رات دن مین ہین کہا کہ آپ کی امت اسکو نہین اٹھا سکیگی آپ واپس ہو کر جناب باری تعالے مین درخواست
کرین کہ آپ سے اور آپ کی امت سے تخفیف فرما دے (یہ مشیت الٰہی واسطے اظہار منزلت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تھی) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبرئیل کو دیکھا گویا اس بارہ مین مشورہ چاہتے تھے جبرئیل نے اشارہ کیا یعنی ہان اگر آپ کو منظور ہو پس اللہ تعالے عز وجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو
چڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موقع پر پہونچکر عرض کیا کہ اے رب میرے مجھے تخفیف دیجاوے کہ میری اُمت اسکو نہین اُٹھا سکتی ہے
پس دس نمازین کم کر دین پھر لوٹ کر موسی علیہ السلام تک پہونچے پھر اُنھون نے روکا پس برابر موسی علیہ السلام آپ کو پھیرے جاتے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
نے پانچ نمازین رکھین پھر لوٹنے پر موسی علیہ السلام نے روکا اور کہا کہ اے محمد واللہ مین نے بنواسرائیل کو اس سے کم پر مائل کیا مگر وہ کمزور پڑے اور چھوڑ دیا
اور آپ کی اُمت تو جسم مین بہت کمزور دل و بدن و آنکھ و کان سب مین بہت کمزور ہے آپ واپس جاوین کہ رب عز وجل تخفیف فرماوے۔ ہر بار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھتے کہ مشورہ دین اور جبرئیل اُسکو ناگوار نہ جانتے تھے پس اس بار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
چڑھائے گئے اور آپ نے عرض کیا کہ اے رب تعالے میری اُمت بہت کمزور جسم و دل و بدن و آنکھ و کان سے ہے پس حضرت رب العزۃ جل شانہ
نے فرمایا اے محمد۔ عرض کیا کہ لبیک وسعدیک فرمایا کہ میرے یہان تبدیل نہین ہے جیسا کہ مین نے تجھپر ام الکتاب مین فرض کیا ہے ہر نیکی دس گونہ
ہے پس ام الکتاب مین وہ پچاس ہین اور تجھپر پانچ ہین پس آپ واپس ہوکر موسی علیہ السلام پاس آئے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا۔ بتلایا کہ رب عز وجل نے
تخفیف فرما کر ہر نیکی کو دس گونہ کر دیا۔ موسی نے کہا کہ واللہ مین نے بنی اسرائیل کو اس سے بہت کم پر مائل کیا مگر اُنھون نے ترک کر دیا آپ واپس جاوین
کہ رب عز وجل تخفیف فرماوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے موسی واللہ مین بار بار عرض کرنے سے شرما گیا ہون تو کہا کہ اچھا اللہ تعالی کا
نام لیکر نزول کیجیے۔ آپ جاگے تو مسجد الحرام مین تھے یعنی جو وقت آپ کے نماز کا تھا اُسوقت آپ مسجد الحرام مین آگئے تھے۔ اس حدیث کو امام بخاری رح
نے روایت کیا اور امام مسلم نے بھی دوسری اسناد سے روایت کیا ہے جسمین زیادتی وکمی و تقدیم و تاخیر ہے اور امام مسلم نے کہا کہ اس کا راوی شریک
بن عبد اللہ بن ابی نمر ہے جو کہ بزرگ پرہیزگار ہے اُسنے اس حدیث کو اچھی طرح محفوظ نہین رکھا اسکی یاد مین اضطراب ہوگیا اور حافظہ بگڑ گیا ہے
جیسا کہ دوسری روایات مین انشاء اللہ تعالی آویگا۔ اقول شیخ شریک رح نے خود ہی کہدیا کہ مجھے یاد نہین رہا ہے جیسا کہ گذرا اور امام ابن کثیر رح نے کہا
کہ بعضے علماء اس حدیث کو خواب پر محمول کرتے ہین یعنی بعضے علماء کے نزدیک معراج اگرچہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوئی مگر خواب مین روحانی طور پر کئی بار ہوا
ہے پس یہ واقعہ اول مین بطور خواب کے تمہید اس معراج کی تھا جو کہ بدن و روح کے ساتھ پیچھے واقع ہوئی۔ اقول ظاہرا یہ امر کچھ بعید نہین ہے اگرچہ
شیخ رح کے نزدیک نہین ہے کیونکہ اول تو آداب حضور سے وقوف ہوا اور دوم یہ کہ دیدار آیات کبری کو اُٹھانا بھی اس جسم کے لیے مشکل ہے اگرچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تو روح سے بڑھکر تھا واللہ تعالی اعلم۔ پھر لکھا کہ امام ابو بکر بیہقی رح نے کہا کہ شریک رح کی حدیث مین بعضی باتین ایسی
زائد ہین جو اُنکے سواے کوئی ثقہ روایت نہین کرتا ہے چنانچہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ انکی حدیث مین صریح اللہ تعالی کے دیدار پر
ہے لیکن حضرت عائشہ رض و ابن مسعود و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے کلام مین صریح ہے کہ یہ نزدیکی و دیکھنا جبرئیل کے ساتھ جبرئیل کی اصلی صورت پر ہوا
ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا کما فی النجم ولقد رآہ نزلۃ اخری الآیہ بیہقی رح نے کہا کہ یہی اصح
معنی ہے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ جو بیہقی رح نے کہا یہی حق صواب ہے۔ امام احمد نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
براق میرے پاس لایا گیا وہ چوپایہ سفید ہے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا اور اپنا قدم وہان رکھتا ہے جہان اُسکی انتہائے نظر پہونچتی ہے مین اُسپر
سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور چوپایہ اس حلقہ سے باندھا جسمین انبیاء علیہم السلام باندھتے تھے پھر مین نے داخل ہو کر اُسمین دو رکعتین پڑھین پھر
باہر آیا پس جبرئیل میرے پاس ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے پس مین نے دودھ کو اختیار کیا پس جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو
پالیا۔ پھر مجھے آسمان دنیا پر چڑھایا آگے ملائکہ کا پوچھکر کھولنا اور مبارکباد دینا مثل سابق بیان ہے لیکن ہر آسمان مین پیغمبرون کا ہونا اس تفصیل سے

مذکور ہے کہ اول مین آدم اور دوم مین یحییٰ و عیسیٰ دونون پسران خالہ اور سوم مین یوسف کو دیکھا کہ حسن کا ایک شطر یعنی نصف حصہ دیے گئے ہین اور چہارم مین ادریس اور پنجم مین ہارون اور ششم مین موسیٰ تھے اور ہفتم مین ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہین اور بیت المعمور مین ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین جو پھر عود نہین کرتے ہین۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کو عروج دیا گیا دیکھا تو اُسکے پتے مثل ہاتھی کے کانون کے اور اُسکے پھل مثل قلال کے ہین پھر جب اُسکو حکم الٰہی سے ڈھانپ لیا جسنے ڈھانپ لیا تو وہ متغیر ہوگیا پس اللہ تعالیٰ کے مخلوق مین سے کوئی نہین جو اس کی خوبی بیان کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی جو فرمائی اور مجھپر فرض کین ہر روز و شب مین پچاس نمازین پھر مین اُترا یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہونچا پوچھا کہ آپ پر آپ کی اُمت پر رب العزۃ جل شانہ نے کیا فرض کیا مین نے کہا کہ رات دن مین پچاس نمازین۔ کہا کہ واپس ہو کر تخفیف کی درخواست کیجیے کہ آپ کی امت اسکو برداشت نہین کر سکتی ہے۔ (آخر تک اسی تفصیل سابق سے ہے) یہانتک کہ فرمایا کہ اے محمد یہ پانچ نمازین ہر روز و شب مین ہین بعوض ہر نماز کے دس ہین پس پچاس ہوگئین اور جو کوئی قصد کریگا نیکی کا پھر نہ کر پاویگا تو اُسکے لیے ایک نیکی لکھی جاویگی اور اگر کر پاوے تو دس نیکیان لکھی جاوینگی اور جو کوئی بدی کا قصد کریگا پھر نہ کریگا تو اُسپر بدی نہ لکھی جائیگی اور اگر اُسنے بدی کر لی تو اُسپر ایک ہی بدی لکھی جائیگی الیٰ آخر الحدیث۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح مین روایت کیا۔ اور یہ سیاق بہ نسبت حدیث شریک رح کے اصح ہے بیہقی رح نے کہا کہ اس حدیث مین دلیل ہے کہ معراج آسمانی بھی اسی رات ہوئی جس رات کہ اسرا مسجد الحرام سے تا مسجد اقصیٰ واقع ہوا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ جو بیہقی رح نے فرمایا یہی صحیح ہے اسمین کچھ شک نہین ہے یعنی معراج علیحدہ نہین ہے امام احمد نے من طریق قتادہ رح انس بن مالک رض سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اسرا ہوا آپ کے پاس براق لایا گیا اسپر ساز و سامان زین و لگام آراستہ تھا آپ نے سوار ہونا چاہا تو اُسنے شوخی کی پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ تجھے کیا سوجھی پس واللہ تجھپر کوئی بھی محمد سے بڑھکر مرتبہ کرامت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوار نہین ہوا ہے پس براق پسینہ پسینہ ہوگیا ورواہ الترمذی ایضاً۔ امام احمد نے من طریق راشد بن سعید و عبد الرحمن بن جبیر رحمہما اللہ کے انس بن مالک سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے میرے رب اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف عروج دیا گیا ہے تو مین ایک قوم کی طرف ہو کر گذرا جنکے ناخن نحاس کے تھے انسے وے اپنے منھون و سینون کو خراش کرتے تھے مین نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جو لوگون کے گوشت کھانے اور انکی آبروریزی کی غیبت مین پڑتے تھے۔ ورواہ ابو داؤد ایضاً۔ امام احمد رح نے انس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا فرمایا گیا ہے مین موسیٰ عم پر گذرا کہ وہ کھڑے اپنی قبر مین نماز پڑھتے تھے۔ ورواہ مسلم ایضاً۔ وہو اصح کما قال النسائی۔ اور اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ موصلی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کی کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ مجھے براق پر سوار کیا گیا یا کہا کہ گھوڑے پر اور مین نے اُسکو باندھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے اسکا حلیہ بیان کیجیے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کلمہ ذکر کیا پس ابو بکر الصدیق نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہین اور ابو بکر رض نے اُسکو دیکھا تھا۔ اور امام ابو بکر احمد بن عمرو البزار نے اپنی مسند مین ایک حدیث روایت کی اور اسمین ہے کہ میرے واسطے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا وہان مین نے نور اعظم اور حجاب کے پیچھے رفرف موتی و یاقوت کا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھے وحی فرمائی۔ امام بزار رح نے کہا کہ سوائے انس رض کے مین نہین جانتا کہ کسی اور نے یہ حدیث روایت کی ہو اور یہ بھی نہین جانتا کہ ابو عمران الجونی سے سوائے حارث بن عبید کے کسی نے اُسکو روایت کیا ہو اور یہ شخص اہل بصرہ مین سے مشہور پرہیزگار ہے اور اس حدیث کو بیہقی رح نے بطریق حارث بن عبید کے ابو عمران الجونی سے اسی طرح روایت کیا پھر کہا کہ اسکو حماد بن سلمہ نے ابو عمران الجونی سے اُسنے محمد بن عمیر بن عطارد سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت مین تھے کہ آپ کے پاس جبرئیل آئے اور آپ کی پشت پر چونکنے سے اشارہ کیا پس آپ کو

جمع قلہ یعنی مٹکا ۱۲

تا بنا ۱۲

براق کو وقت جانے شام کے ۱۲

ایک درخت تک لیے چلے گئے فرمایا کہ وہان دو جھولے مثل آشیانہ پرندون کے تھے پس ایک مین جبرئیل بیٹھے اور ایک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دراز ہوکر بلند ہوے یہانتک کہ افق تک پہونچے پس اگر مین اپنا ہاتھ پھیلاتا تو آسمان کو لگتا پھر ایک ذریعہ سے نور کیجانب اُترے تو جبرئیل علیہ السلام بیہوش ہوگئے گویا بالیدہ ٹکل مین پس مین نے جانا کہ اُنپر خوف مجھ سے زیادہ غالب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ نبی بادشاہ یا نبی عبد یعنی نبوت مع بادشاہت چاہیئے یا نبوت بعبودیت یعنی نبوت بشان عبودیت وکمال جنت پس جبرئیل ع نے اسی حال مین مجھسے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کیجیئے پس مین نے عرض کیا کہ اے رب بادشاہت نہین بلکہ عبد بننا چاہتا ہون۔ اقول مشکوٰۃ مین حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے نبوت بعبودیت اختیار کی پس تکیہ دیکر کبھی نہین کھاتے اور فرماتے کہ نبی عبد ہون شیخ ابن کثیر رح نے بعد اسکے لکھا کہ یہ روایت اگر صحیح ہوجاوے تو ضرور ہے کہ یہ معراج کے سواے کوئی واقعہ ہے یعنی منجملہ اسرار وکمالات کے ہے واقعہ معراج خاص نہین ہے اور ایسے وقائع تو اولیاء اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت وطفیل سے بہت واقع ہوئے ہین واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور لکھا کہ بزار رح نے کہا کہ حدثنا عمرو بن عیسیٰ حدثنا ابوبحر حدثنا شعبۃ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ کہا انس نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا۔ قال حدیث غریب۔ پھر شیخ نے اما ابن جریرؒ کی روایت انس بن مالک رضؓ کی ذکر فرمائی کہ جب جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق کو لائے تو اُسنے شوخی سے دُم کو حرکت دی پس جبرئیل نے کہا کہ ہان ٹھہر اے براق کہ واللہ اسکے مثل دوسرا تجھپر سوار نہین ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا راستہ کے کنارے ہے پوچھا کہ جبرئیل یہ کون ہے کہا کہ چلے چلیے پھر روانہ ہوئے جہانتک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر دیکھا کہ راستہ سے ہٹی ہوئی ایک چیز آپ کو بلاتی ہے کہ اے محمد آؤ۔ پھر روانہ ہوے جہانتک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر آپ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سے ایک خلق نے ملاقات کی اور بولے کہ السلام علیک اے اول۔ السلام علیک اے آخر۔ السلام علیک اے حاشر۔ جبرئیل نے کہا کہ سلام کا جواب دیجیے آپ نے دیدیا۔ پھر روانہ ہوے تو دوبارہ ایسی ہی خلق نے ملاقات کی اور ویساہی کہا پھر تیسری بار اسی طرح ملاقات ہوئی (حشر جنکے سبب کا قدم پر ہوگا) پھر آپ بیت المقدس کو پہونچے پس آپ پر پانی وشراب ودودھ کے پیالے پیش کیے گئے پس آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا تو جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت پائی اور اگر پانی لیتے تو اُمت غرق ہوتی اور اگر شراب لیتے تو آپ اور آپ کی اُمت بےعقل گمراہ ہوتی پھر آپ کے واسطے آدم علیہ السلام مع تمام انبیاء علیہم السلام کے بھیجے گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات ان سب کی امامت کی۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ وہ جو بڑھیا آپ نے راستہ کے کنارے دیکھی تو دنیا کی عمر مین سے باقی نہین رہا مگر اسقدر جتنی اس بڑھیا کی عمر رہی ہے اور وہ چیز جو آپ کو بلاتی تھی تو وہ ابلیس تھا چاہتا تھا کہ آپ اسکی طرف (یعنی بڑھائی) جھکین اور جن لوگون نے آپ کو سلام کیا تھا وے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام تھے۔ وقد رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ایضاً۔ پھر لکھا کہ دوسرے طریق سے انس بن مالک رضؓ سے امام نسائیؒ نے مجتبیٰ مین روایت کی اور نسائی کی سنن کبیر مین اسکو مین نے نہین دیکھا اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر روانہ ہوے ایک جگہ جبرئیل نے کہا کہ اُترکر نماز پڑھیے مین نے پڑھی پھر کہا کہ آپ جانتے ہین کہ کہان آپ نے نماز پڑھی یہ مقام طیبہ ہے جہان آپ ہجرت کرکے آوینگے پھر روانہ ہوے پھر کہا کہ اُترکر نماز پڑھ لیجیے اور بتلایا کہ یہ طور سینا ہے جہان موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے پھر روانہ ہوے پھر کہا کہ اترکر نماز پڑھیے اور بتلایا کہ یہ بیت لحم ہے جہان عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوے ہین پھر مین بیت المقدس مین داخل ہوا وہان میرے واسطے تمام انبیاء علیہم السلام جمع کیے گیے اور مجھے جبرئیل نے مقدم کیا پس مین نے انکو نماز پڑھائی پھر مجھکو آسمان پر چڑھایا پس مین نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام ہین آخر حدیث تک بمضمون سابق پھر شیخ نے امام ابن ابی حاتم کی اسناد سے انس بن مالک رضؓ سے روایت کی جسمین ذکر براق کے بعد اسقدر زائد ہے کہ پھر جب بیت المقدس پر پہونچا تو اس دروازہ پر آیا جسکو باب محمد کہتے ہین وہان کے پتھر مین جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے دباکر سوراخ کردیا اور براق باندھا پھر جب صحن مسجد پر پہونچے تو جبرئیل نے کہا

کہ آپ نے رب عزوجل سے چاہا تھا کہ حور العین دکھین فرمایا کہ ہان کہا کہ اس جماعت کی طرف چلیے اُنکو سلام کیا تو اُنھون نے جواب دیا مین نے پوچھا کہ
تم کون ہو بولین کہ ہم ایسے ابرار نیکو ن کی ازواج خیرات حسان ہین جو پاک ہوئے انمین میل نہین رہا اور ٹھہرے کہ انکو کوچ نہین ہے اور ہمیشگی پائی
کہ انکو موت نہین ہے پھر مین واپس ہوا تو تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ بہت لوگ جمع ہو گئے اور نماز قائم ہوئی ہم سب صف بستہ ہو کر امام کے منتظر ہوے
کہ جبرئیل نے مجھے ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا مین نے نماز پڑھائی پھر سلام کے بعد جبرئیل نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ آپ نے جانا کہ آپ نے کن لوگون کی امامت کی
بتلایا کہ آپ کے پیچھے ہر نبی نے جسکو اللہ تعالی نے مبعوث کیا ہے نماز پڑھ لی ہے پھر مجھے آسمان کو عروج دیا۔ (پھر آسمانون مین انبیاء علیہم السلام کی ملاقات
آخر تک مذکور ہے) پھر مجھے ساتوین آسمان کی پشت پر چڑھایا یہانتک کہ ایک نہر تک پہونچے جسپر موتی ویاقوت وزبرجد کے آبخورے ہین اور اُسپر
سبز پرند نہایت خوبصورت ہین مین نے جبرئیل سے کہا کہ یہ پرند خوش عیش ہین کہا کہ انکا کھانا اس سے زیادہ لذیذ ہے پھر بتلایا کہ یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالی
نے آپ کو دی ہے اسمین ظروف سونے چاندی کے تھے اور تحتہا ہے یاقوت وزمرد پر روان اور اسکا پانی دودھ سے زیادہ سپید تھا مین نے ایک
برتن سونے کا لیکر اُس سے پانی پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیرین اور مشک سے بہتر خوشبودار تھا پھر مجھے لیکر روانہ ہوا یہانتک کہ درخت تک پہونچے
وہان مجھے ایک ابر نے جسمین ہر طرح کے رنگ تھے گھیر لیا اور جبرئیل مجھے چھوڑ کر الگ ہوئے پھر مین اپنے رب عزوجل کے واسطے سجدہ مین گر پڑا
فرمایا کہ اے محمد مین نے جب آسمانون وزمین کو پیدا کیا ہے تجھپر اور تیری اُمت پر پچاس نمازین فرض کردی ہین (پھر آخر تک ظاہری صورت مین
تخفیف کا تذکرہ مثل سابق ہے) پھر جبرئیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ مین جن آسمان والون سے ملا انھون نے سب نے
مجھے مرحبا مبارکباد دی اور مجھ سے ہنسکر ملے سوائے ایک شخص کے کہ مین نے سلام کیا اُسنے جواب دیا اور مبارکباد دی مگر کچھ نہین ہنسا۔ جبرئیل نے کہا کہ
یہ مالک خازن جہنم ہے جب سے پیدا ہوا کبھی نہین ہنسا اور اگر کسی کی ملاقات سے ہنستا تو ضرور آپ ہی سے ہنستا پھر اُترکر واپس روانہ ہوے سوار ہو کر۔
پھر ہم راہ مین تھے کہ ہمارا گذر قریش کے ایک قافلہ پر ہوا جو اناج لادے لاتا تھا اُنمین سے ایک اونٹ پر دو گونین تھین ایک سیاہ اور ایک سفید۔
جب براق اس اونٹ کے برابر پہونچا تو وہ بدکا اور چکرایا اور مرگی کھا کر مُنھ کے بل گرا اور گردن ٹوٹ گئی اور آپ چلے آئے۔ پھر صبح کو آپ نے واقعہ
معراج سے آگاہ کیا جب مشرکون نے سُنا تو حضرت ابوبکر رض کے پاس آئے اور نسے بیان کیا کہ آپ کا صاحب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر
دیتا ہے کہ مین اس رات مین ایک مہینہ کی راہ گیا اور واپس آیا حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے تو سچ فرمایا اور
ہم تو اُسکو سچ مانتے ہین ایسی چیزمین جو اس سے بھی زیادہ دور ہے ہم آسمانی خبر مین اُسکی تصدیق کرتے ہین تب مشرکین نے آنحضرت صلعم سے آکر
کہا کہ اسکی نشانی کیا ہے جو تم کہتے ہو فرمایا کہ مین قریش کے ایک قافلہ پر گذرا اور وہ فلان فلان مقام پر تھے تو ہم سے ایک اونٹ بھڑکا اور چکرایا
اُسپر دو گونین ایک سپید اور ایک سیاہ لدی تھین وہ مرگا کھا کر گرا اور گردن ٹوٹی۔ پھر جب قافلہ آیا تو لوگون نے اس سے پوچھا تو انھون نے ویسا ہی
بیان کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ اسی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدّیق ہوا ہے۔ لوگون نے کہا کہ جو انبیاء آپ کے
پاس حاضر ہوے تھے بھلا اُنمین موسی وعیسی بھی تھے۔ آپ نے کہا کہ ہان تو بولے کہ ہم سے انکا حلیہ بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ موسی ایک مرد گندم گون
ہے گویا اسکو ازدعمان کے لوگون مین سے خیال کرو اور عیسی ایک مرد گدازبدن سیدھے بالون والا اُسپر سرخی چھائی ہوئی اُسکے بالون سے گویا موتی ٹپکے
پڑتے ہین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے امام احمد رح کی مسند سے وہ حدیث ذکر کی جو صحیحین مین موجود ہے اور مین اسکو ترجمہ کرتا ہون اسکے راوی نہایت درجہ کے
بزرگ وثقہ ہین اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی نے دوسرے صحابی مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے شب معراج کا حال بیان فرمایا کہ اس درمیان مین کہ مین حطیم مین تھا۔ قتادہ رح راوی تابعی نے کبھی کبھی کہا کہ حجر مین تھا کہ میرے پاس

عه حطیم و حجر ایک ہین ۱۲

ایک آنے والا آیا اُسنے اپنے تین شخصون مین سے درمیانی سے کہنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آیا اور اُسنے چاک کردیا۔ قتادہ کہتے تھے کہ یہان سے یہانتک۔ قتادہ نے کہا کہ جارود رح میرے پاس تھا مین نے پوچھا کہ کیا مطلب ہے جارود رح نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ دونون ہنسلیون کے درمیان گڑھے سے لیکر کوڑی کے اوپر تک جہان بالان ہے چاک کردیا۔ فرمایا کہ پھر میرا قلب نکالا پھر میرے پاس ایک طشت سونے کا لایا گیا جو ایمان و حکمت سے بھرا تھا پس میرا قلب دھویا گیا پھر اُسمین بھر گیا پھر بدستور اعادہ کردیا گیا پھر میرے پاس ایک چوپایہ لایا گیا جو خچر سے کم اور گدھے سے بڑا تھا سپید۔ جارود رح نے پوچھا کہ اے ابوحمزہ وہ براق تھا کہا کہ ہان۔ وہ اپنا قدم وہان رکھتا تھا جہان اسکی انتہاے نظر پڑتی تھی۔ کہا کہ پھر مین اُسپر سوار کیا گیا پھر مجھکو جبرئیل لے چلے یہانتک کہ آسمان دنیا پر پہونچے وہان دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کہ کون کہا گیا کہ جبرئیل۔ کہا گیا کہ ساتھ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ محمد۔ پوچھا گیا کہ کیا انکے پاس بھیجا گیا تھا۔ کہا کہ ہان۔ کہا گیا کہ مرحبا مبارک اسکو اچھی آمد آیا ہے پس ہمارے واسطے کھولدیا گیا جب مین اُسمین داخل ہوا تو دیکھا اُسمین آدم علیہ السلام ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہین۔ انکو سلام کیجیے مین نے سلام کیا انھون نے جواب دیا پھر کہا کہ مرحبا بفرزند صالح و نبی صالح۔ پھر صعود کیا یہانتک کہ آسمان دوم تک پہونچے کھلوانا و پوچھاجانا و مبارکباد بدستور سب آسمانون مین واقع ہوا ہے (پھر جب اسمین پہونچا تو دیکھا کہ اسمین یحیی و عیسی دونون برادران خالہ زاد مین بدستور سلام کرنا و جواب و مبارکباد برادر صالح انکی طرف سے) پھر صعود بآسمان سوم اور اُسمین یوسف علیہ السلام پھر چہارم مین ادریس اور پنجم مین ہارون اور ششم مین موسی علیہ السلام تھے اور ہر ایک نے مبارکباد دی پھر اسقدر زائد ہے کہ جب مین نے موسی علیہ السلام کے پاس سے تجاوز کیا تو وہ روئے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیون روئے کہا کہ یہ لڑکا صالح میرے بعد بھیجا گیا اسکی اُمت والے اس سے زیادہ جنت مین داخل ہونگے جسقدر میری اُمت مین سے جاوینگے۔ پھر ہفتم مین حضرت ابراہیم تھے جبرئیل نے کہا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہین انکو سلام کیجیے مین نے سلام کیا انھون نے جواب سلام دیا پھر کہا کہ مرحبا یا ابن صالح و نبی صالح۔ پھر مین بلند کیا گیا سدرۃ المنتہی کو دیکھا کہ اُسکے پھل مثل قلال ہجر کے اور پتے اُسکے مثل گوش فیل کے ہین جبرئیل نے کہا کہ یہی سدرۃ المنتہی ہے اور دیکھا کہ چار نہرین جاری ہین دو باطن مین اور دو ظاہر ہین مین نے کہا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہین کہا کہ دونون باطن نہرین جنت مین ہین اور دونون ظاہر والی نیل و فرات ہین پھر میری طرف کو بیت المعمور اُٹھایا گیا۔ قتادہ رح نے کہا کہ مجھ سے حسن بصری نے ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کو دیکھا کہ اسمین ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین پھر دوبارہ عود نہین کرتے ہین۔ پھر قتادہ رح نے حدیث انس رض کو بیان کرنا شروع کیا کہ پھر میرے پاس ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا لایا گیا پس مین نے دودھ پی لیا جبرئیل نے کہا یہی فطرت ہے جسپر آپ اور آپ کی اُمت ہے پھر مجھپر پچاس نمازین روزانہ فرض کی گئین۔ (اسکے بعد حضرت موسی علیہ السلام کا مراجعہ مذکور ہے یہانتک کہ پانچ نمازین رہین پھر بھی حضرت موسی علیہ السلام نے لوٹایا کہ اسمین بھی تخفیف چاہیے) آنحضرت نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب تعالی سے یہانتک درخواست کی کہ مین شرمندہ ہوگیا ہون اب مین راضی ہوکر تسلیم کرتا ہون پس مین روانہ ہوا پس ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ مین نے اپنا فریضہ پورا کیا اور اپنے بندون پر سے تخفیف بھی کردی۔ رواہ البخاری و مسلم من حدیث قتادہ بنحوہ۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے حضرت انس رض کی روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بروایت بخاری ذکر کی اور اسمین اتنی بات زائد ہے کہ آسمان اول مین آدم کو دیکھا اس حال سے کہ انکے دائین اسودہ ہین اور بائین اسودہ ہین جب دائین طرف دیکھتے ہین تو ہنس دیتے ہین اور بائین طرف دیکھتے ہین تو رودیتے ہین جبرئیل سے پوچھا انھون نے کہا کہ یہ سب انکی اولاد کے نسمات ہین اور دائین طرف والے جنتی ہین انکو دیکھکر ہنستے ہین اور بائین طرف والے دوزخی ہین انکو دیکھکر روتے ہین انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانون مین آدمؑ و ادریسؑ و موسیؑ و عیسیؑ و ابراہیمؑ

کہ پایا اگرچہ ٹھیک یاد نہ رہا کہ اُنکے منازل کسطرح ذکر فرمائے البتہ آسمان اول مین تو آدم علیہ السلام کو ذکر کیا ہے پھر بعد ساتوین آسمان کے امام زہری تابعی راوی نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ مجھ سے ابن عباس و ابا حبہ انصاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے تھے کہ پھر مجھے عروج دیا گیا یہانتک کہ مین ایسے مستوی پر پہونچا جہان صریف اقلام سنتا تھا۔ پھر ابن حزم و انس رضی اللہ عنہما نے فرضیت نماز و مراجعہ موسی علیہ السلام ذکر کیا۔ پھر کہا کہ پھر مین جنت مین داخل کیا گیا اُسمین موتیون کی جنابد تھے اور دیکھا کہ اسکی خاک مشک ہے۔ قال الامام ابن کثیر رح بخاری نے متعدد طرق سے حدیث معراج کو کتاب الصلوۃ و ذکر بنو اسرائیل و حج اور احادیث الانبیاء علیہم السلام مین روایت کیا اور مسلم نے اسکو کتاب الایمان مین بھی روایت کیا ہے اور امام احمد نے عبد اللہ بن شقیق کے ذریعہ سے حضرت ابو ذر رض سے روایت کی۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے امام احمد و امام مسلم کی روایات دربارۂ دیدار الٰہی عز و جل ذکر فرمائین جنمین یہ ہے کہ رایت نورا۔ مین نے نور دیکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ آخرت مین دیدار ہونا قطعی ہے اور بالفعل اس مسئلہ مین سکوت بہتر ہے۔ پھر روایت عبد اللہ ابن احمد کی اسناد سے مانند روایت امام احمد از انس بن مالک از حضرت ابو ذر رض نقل فرمائی۔ پھر روایت حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو بروایت بزار رح ذکر کیا جسکو ترمذی رح نے بھی تفسیر مین روایت کیا ہے۔ واضح ہو کہ شب معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ان معانی آیات عظمی کی طرف تھی اور اس طرف خیال نہ ہوگا کہ یہان کے پتہ یاد کر لینا چاہیے۔ امام احمد نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب مجھے اسراء ہوا بیت المقدس کا تو قریش نے جھٹلایا اور آخر اسکے نشانات پوچھنا شروع کیے حالانکہ آپ نے خیال نہ کیا تھا جیسا کہ دوسری روایات مین ہے) پس مین کعبہ کے مقام حجر مین کھڑا ہوا پس اللہ تعالی نے بیت المقدس میرے سامنے کشف کر دیا پس مین نے انکو برابر خبر دینا شروع کی اور مین اسکو دیکھتا جاتا تھا۔ رواہ البخاری و مسلم۔ بیہقی رح نے سعید بن المسیب تابعی رحمہما اللہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء بیت المقدس ہوا تو وہان آپ ابراہیم و موسی و عیسی علیہم السلام سے بھی ملے اور آپ کے پاس قدح شیر و قدح شراب لائے گئے پس آپ نے دیکھ کر قدح شیر لے لیا جبرئیل نے کہا ٹھیک کیا آپ نے فطرت پائی اور اگر شراب لیتے تو آپ کی اُمت بے عقل گمراہ ہو جاتی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو واپس آئے اور یہان خبر دی تو بہت ایسے لوگ فتنہ مین پڑ گئے جنھون نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ امام زہری رح تابعی نے بیان کیا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی کہتے تھے کہ قریش مین سے ایک گروہ نے سفر کا سامان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاوین چنانچہ جا کر اُنکے قافلہ سے (جو شام سے واپس آتا تھا) ملے اور کہا کہ آپ نے کچھ خبر سُنی کہ محمد یون کہتے ہین کہ مین ایک رات مین بیت المقدس گیا اور واپس بھی آیا۔ ابو بکر رض نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے بولے کہ ہان ہان تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ تب مین گواہی دیتا ہون کہ اگر انھون نے ایسا کہا تو سچ کہا۔ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات مین تصدیق کرتے ہو کہ ایک رات مین شام گئے اور صبح ہونے سے پہلے مکہ کو واپس آئے۔ ابو بکر نے فرمایا کہ ہان ہم تو اس سے بڑھ کر دوری مین انکی تصدیق کرتے ہین ہم تو آسمانی خبر اُنکے پاس آنے مین اُنکی تصدیق کرتے ہین۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی رح کہتے ہین کہ یہین سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق ہو گیا اور ابو سلمہ رح نے کہا کہ مین نے جابر بن عبد اللہ رض سے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب اسراء بیت المقدس کی خبر مین قریش نے میری تکذیب کی اور بیت المقدس کے حالات پوچھنے لگے تو مین حجر مین کھڑا ہوا پس اللہ تعالی نے بیت المقدس میرے سامنے ظاہر کر دیا پس برابر مین اُسکے نشانات قریش کو بتلاتا جاتا تھا اور مین اسکو دیکھتا جاتا تھا۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے روایت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی مسند امام احمد رح سے نقل کی اور اسمین اسقدر فائدہ مزید مذکور ہے کہ لوگ باتین کرتے ہین کہ براق کو بیت المقدس کے دروازہ پر جبرئیل نے اسواسطے باندھا تھا کہ بھاگ نہ جاوے اور بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی عالم الغیب والشہادۃ نے براق کو آپ کے واسطے مسخر کر دیا تھا۔

وقد رواه ابو داؤد الطیالسی والترمذی والنسائی فی التفسیر اور واضح ہو کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس مین نہین اُترے اور نہ نماز پڑھی اس دلیل سے کہ قرآن مجید کی آیات مین مذکور نہین ہے ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ دوسرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو روایت کیا ہے تو وہ مقدم ہے پھر شیخ نے روایت ابو سعید خدری سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے ذکر فرمائی بیہقی رح نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو لیلۃ الاسرا سے آگاہ فرمائیے۔ فرمایا کہ اس درمیان مین کہ مین عشا کے بعد مسجد الحرام مین سوتا تھا کہ میرے پاس آنیوالا آیا اُسنے مجھے جگایا مین نے کچھ دیکھا نہین مگر ایک چیز نظر پڑی اُسکی طرف مین نے نظر ڈالی پیچھے پیچھے مسجد سے باہر آیا (شق الصدر وغیرہ نہین ذکر فرمایا) پھر مین نے ایک چوپایہ دیکھا کہ تمھارے چوپایون مین سے زیادہ مشابہت اُسکی ان خچرون کو ہے اسکو براق کہتے ہین اور مجھ سے اگلے انبیا اسپر سوار ہوا کرتے تھے اُسکا قدم اسکے نظر کے منتہی پر پڑتا ہے مین اُسپر سوار ہوا اور چلا جاتا تھا اتنے مین میرے داہنی جانب سے ایک آواز دینے والے نے پکارا کہ اے محمد مجھپر نگاہ کر مین تم سے سوال کرتا ہون تین مرتبہ کہا۔ مگر مین نے جواب نہ دیا اور نہ ٹھہرا۔ پھر مین چلا جاتا تھا کہ میری بائین جانب سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے محمد مجھپر نگاہ کرو مین تم سے سوال کرتا ہون مگر مین نے جواب نہ دیا اور نہ ٹھہرا۔ پھر مین چلا جاتا تھا کہ مین نے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے ہاتھ کھول دیے تھے اور ہر طرح کی زینت جو اللہ تعالی نے مخلوق فرمائی ہے اسپر تھی اُسنے کہا کہ اے محمد مجھپر نگاہ کر مین تم سے سوال کرتی ہون۔ مگر مین نے اسپر التفات نہ کیا اور نہ وہان ٹھہرا یہانتک کہ بیت المقدس کو آیا اور اپنا جانور وہان اس حلقہ سے باندھا جس سے انبیا باندھا کرتے تھے پھر جبرئیل میرے پاس دو پیالہ ایک شراب کا اور ایک دودھ کا لائے مین نے دودھ پی لیا اور شراب سے انکار کیا جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت پائی پس مین نے کہا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر پس جبرئیل نے کہا کہ آپ نے اس سفر مین کیا دیکھا آپ نے داہنی پکارنیوالے کو بیان کیا تو کہا کہ یہی یہود کا بلانے والا ہے (یعنی شیطان اس صفت سے جسطرح اُسنے یہود کو گمراہ کیا) اور اگر آپ جواب دیتے یا وہان ٹھہر جاتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی [خصلت یہود ۱۲]۔ پھر بائین پکارنے والے کو بیان کیا تو جبرئیل نے کہا کہ یہ وہی نصاری کا پکارنے والا ہے اگر آپ مان جاتے تو آپ کی اُمت نصرانی ہو جاتی [خصلت نصاری ۱۲]۔ پھر اس عورت کو بیان کیا جو ہاتھ کھولے ہر زینت سے آراستہ تھی تو جبرئیل نے کہا کہ یہ دنیا ہے اگر آپ جواب دیتے یا وہان ٹھہرتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مین اور جبرئیل بیت المقدس مین داخل ہوئے ہم دونون نے دو رکعتین نماز پڑھین پھر میرے پاس وہ معراج لائی گئی جسپر ارواح بنی آدم کو عروج ہوتا ہے خلائق نے اس سے زیادہ خوبصورت معراج نہین دیکھی ہے تم نے نہین دیکھا کہ مردہ اپنی آنکھین آسمان کی طرف پھاڑے ٹکٹکی لگاتا ہے اس معراج سے بھی عجب کرتا ہے پس مین اور جبرئیل چڑھ گئے وہان مجھ سے ایک فرشتہ ملا اُسکو اسمعیل کہتے ہین اسکے سامنے ستر ہزار فرشتے ہین ہر فرشتہ کے ساتھ ایک لاکھ فرشتے کا لشکر ہے اللہ تعالی عز وجل فرماتا ہے لا یعلم جنود ربک الا ہو۔ پس جبرئیل نے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کہ کون ہے کہا کہ جبرئیل پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے کہا کہ محمد۔ پوچھا گیا کہ کیا انکے پاس بھیجا گیا تھا کہا کہ ہان پھر ناگاہ مین نے دیکھا آدم علیہ السلام کو اُسی ہیأت پر جس روز انکو اللہ تعالی نے انکی صورت پر پیدا کیا اُنکے سامنے انکی اولاد کی روحین پیش ہوتین اولاد مومنین سے کہا جاتا ہے کہ روح طیبہ و نفس طیبہ ہے اسکو علیین مین رکھو اور ارواح فجار کو کہا جاتا ہے کہ روح خبیثہ و نفس خبیثہ ہے اسکو سجین مین رکھو پس مین کچھ دور چلا وہان کچھ خوان ہین جنپر گوشت ہے مگر انکے پاس کوئی نہین ہے اور مین نے دیکھا کچھ خوان اور ہین انپر اور گوشت ہے جو سڑا بدبودار ہے وہان کچھ لوگ کھاتے ہین مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین کہا کہ آپ کی اُمت سے یہ وہ لوگ ہین کہ حرام لیتے ہین اور حلال چھوڑتے ہین پھر مین کچھ دور چلا تو مین نے کچھ قومین دیکھین جنکے مشافر [ہونٹ ۱۲] مثل اونٹ کے ہین اور اُنکے منھ کھولے جاتے ہین

اور اس بدبودار گوشت سے اُنکے مُنہ مین ڈالا جاتا ہے اور اُنکے نیچے سے نکل جاتا ہے مین نے سُنا کہ وے اللہ تعالے سے چیخکر فریاد کرتے ہین مین نے
پوچھا کہ یہ کون ہین بتلایا کہ آپ کی اُمت سے وہ لوگ ہین جو یتیمون کا مال ظلم سے کھاتے ہین یہ آگ کھاتے ہین اور عنقریب دوزخ مین پہونچینگے پھر مین
کچھ چلا کہ مین نے عورتین دیکھین جو اپنی چھاتیون سے لٹکی تھین اور اللہ تعالی سے فریاد کرتی تھین پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ آپ کی اُمت سے زنا کرنے
والیان ہین پھر مین کچھ چلا تو اقوام دیکھی جنکے پیٹ مثل کوٹھریون کے ہین جب کوئی اُٹھتا ہے مُنھ کے بل گر پڑتا ہے اور کہتا ہے الٰہی قیامت قائم نہ کیجیو
اور وے سائلہ آل فرعون پر ہین اور سائلہ آکر اُنکو روندجاتی ہے اور وے اللہ تعالی سے فریاد کرتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ یہ آپ کی
اُمت سے وہ لوگ ہین جو سود کھاتے تھے پھر مین کچھ دور چلا تو اقوام ملین جنکے پہلو سے گوشت کا ٹکڑا اُنکے منھ مین دیا جاتا ہے کہ کھاؤ جیسے اپنے
بھائیون کا گوشت کھایا کرتے تھے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ یہ ہمّاز لمّاز ہین یعنی غیبت وعیب جوئی کرنیوالے ہین۔ پھر مجھے آسمان دوم پر صعود کیا گیا
(آگے انبیاء کا تذکرہ ہے ہر ایک مع چند نفر اپنی قوم کے ولیکن دوم مین یوسفؑ وسوم مین عیسٰیؑ ویحیٰیؑ وچہارم مین ادریسؑ وپنجم مین ہارونؑ مع چند نفر اور
انکی ڈاڑھی گویا ناف تک بسبب طول کے اور جبرئیل نے کہا کہ یہ اپنی قوم کا محبوب ہارون ہے وششم مین موسیٰؑ) موسی بن عمران گندم گون بہت
بال والے اگر انپر دو قمیص ہوتین تو بال اُنکے اُنکو توڑ جاتے وہ کہتے تھے کہ لوگ کہتے ہین کہ مین اللہ تعالی کے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ نہین
ہون بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ مین نے کہا کہ یہ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ یہ موسی بن عمران تیرا بھائی ہے ان کے ساتھ بھی
چند نفر انکی قوم کے تھے مین نے اُنکو سلام کیا مجھے جواب سلام دیا پھر مجھے ساتوین آسمان کو صعود دیا گیا تو مین نے وہان ابراہیم خلیلؑ کو دیکھا کہ
بیت المعمور سے تکیہ دیے ہوئے ہین اچھے خوبصورت ہین مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم خلیل اللہ ہین انکے ساتھ بھی
انکی قوم سے چند لوگ تھے مین نے سلام کیا اُنھون نے جواب دیا پھر مین نے اپنی امت کے دو شطر دیکھے ایک شطر والون پر سپید لباس مثل کاغذ کے
اور دوسرون پر سیاہی مائل ہے پھر مین بیت المعمور مین داخل ہوا اور میرے ساتھ وہ گروہ گیا جنپر سپید لباس تھے اور دوسرا گروہ جنپر میلا لباس تھا
روکے گئے حالانکہ وہ بھی بہتری پر ہین پھر مین نے اپنے ساتھیون کے ساتھ بیت المعمور مین نماز پڑھی پھر نکلے اور بیت المعمور مین ہر روز ستر ہزار فرشتے
نماز پڑھتے ہین کہ پھر قیامت تک دوبارہ نہین آتے ہین پھر مین سدرۃ المنتہی کو بلند کیا گیا اُسکی پتیان گویا ایک اُمت کو ڈھانپ لین اور اسمین سے
ایک نہر جاری تھی جسکو سلسبیل کہتے ہین اور اس سے دو نہرین پھوٹی تھین ایک کوثر اور دوسری رحمت ہے اُسمین مین نہایا پس اللہ تعالی نے
میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے پھر مین جنت کو بلند کیا گیا پس ایک جاریہ میرے سامنے آئی مین نے پوچھا کہ تو کسکی ہے بولی کہ زید بن حارثہ کی
اور وہان انہار آب تازہ خوشگوار کی اور انہار شیر و انہار خمر لذیذ و انہار عسل مصفّی ہین اور انار اُسکے گویا ڈول چرس ہین اور وہان پرند جیسے تمھارے
شتر بختی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے نیک بندون کے واسطے وہ کچھ مہیا فرمایا ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی
کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اُسکا تصور آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی مین نے دیکھا کہ اسمین اللہ تعالی کا غضب
وزجر وعذاب ہے اگر اسمین پتھر ولوہا ڈالا جاوے تو وہ کھا جاوے پھر وہ بند کر دی گئی پھر مجھے سدرۃ المنتہی کو بلند کیا گیا جسنے ڈھانپ لیا اور
اسکے ہر پتے پر فرشتہ اُترا فرشتون مین سے۔ اور مجھپر پچاس نمازین فرض ہوئین پھر آگے مراجعت موسی علیہ السلام وتخفیف کا ذکر مثل سابق ہے)
پھر صبح کو مکہ والون کو معراج واسکے عجائب سے آگاہ کیا تو ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ تم لوگ تعجب نہین کرتے جو محمد گمان کرتا ہے کہ رات مین بیت المقدس گیا
اور واپس آیا اور ہم مین کا آدمی مہینا بھر سواری ہانکتا ہے اور مہینا بھر لوٹتا ہے یہ دو مہینہ کی راہ ہے کہ رات بھر مین طے کر لی پس انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انکو قریش کے ایک قافلہ سے آگاہ کیا جو جاتے وقت فلان فلان مقام پر تھا اور وہ بدک گیا تھا اور لوٹتے وقت وہ عقبہ کے نزدیک تھا اور قریش کو

نماز

اس قافلہ کے ہر آدمی سے واسکے اونٹ سے اور ہر ایک کے متاع سے آگاہ کیا پس ابوجہل بولا کہ یہ تو ہم کو بہت سی نشانیاں بتلاتا ہے اتنے میں انمیں سے ایک آدمی بولا کہ ٹھہرو میں بیت المقدس کو خوب جانتا ہوں اُسکی عمارت وہیأت سے اور اُسکی نزدیکی پہاڑ سے خوب واقف ہوں۔ پس اُسکے نشانات پوچھنا شروع کیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے بیت المقدس منکشف کر دیا گیا کہ میں اسکو ایسے دیکھنے لگا جیسے تم میں سے کوئی اپنی کوٹھری دیکھتا ہے تو بتلانا شروع کیا کہ اسکی عمارت ایسی ایسی ہے اور ہیأت ایسی ایسی ہے اور پہاڑ سے اُسکا قرب اسقدر ہے وہ بولا کہ یہ تو تم نے سچ کہا پس اُسنے اپنے لوگوں سے کہا کہ اس بات میں تو محمدؐ نے بالکل سچ کہا یا کوئی اسی کے مانند جملہ بیان کیا۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم والبیہقی اور شیخ نے کہا کہ اسمیں ایک راوی ابوہارون العبدی جسکا نام عمارہ بن جوین ہے ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہو ولیکن میں اسکی حدیث یہاں اسواسطے لایا ہوں کہ دوسری احادیث کے ساتھ شواہد ہیں اور نیز شیخ ابوالازہر کی کرامت کے واسطے جس سے راوی موصوف کی اس حدیث میں البتہ سالم ہونا نکلتا ہے جسکو امام بیہقی نے روایت کیا حیث قال اخبرنا الامام ابوعثمان اسمعیل بن عبدالرحمن انبانا ابونعیم احمد بن محمد بن ابراہیم البزار حدثنا ابو حامد بن بلال حدثنا ابوالازہر یزید بن ابی حکیم قال رایت فی النوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت یارسول اللہ رجل من امتک یقال لہ سفیان الثوری لاباس بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاباس بہ حدثنا عن ابی ہارون العبدی عن ابی سعید الخدری عنک لیلۃ اسری بک قلت رایت فی السماء فحدثہ بالحدیث فقال لی نعم فقلت لہ یارسول اللہ ان ناسا من امتک یحدثون عنک فی السری بعجائب فقال لی ذاک حدیث القصاص یعنی امام بیہقی نے کہا کہ ہم کو خبر دی امام ابوعثمان اسمعیل بن عبدالرحمن نے کہا ہمکو آگاہ کیا ابونعیم احمد بن محمد بن ابراہیم البزار نے کہا ہم سے حدیث بیان کی شیخ ابوحامد بن بلال نے کہا کہ ہم سے حدیث فرمائی شیخ ابوالازہر یزید بن ابی حکیم نے کہا کہ میں نے خواب میں سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر عرض کی کہ یارسول اللہ آپ کی اُمت سے ایک شخص جنکو سفیان الثوری کہتے ہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں یعنی صالح ثقہ ہے تو میں نے کہا کہ سفیان الثوری نے ہم سے حدیث نقل کی بواسطہ ابوہارون العبدی کے آپکے صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انھوں نے آپ سے اس رات کا حال کہ جسمیں آپ کو معراج ہوئی یوں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا آسمان میں پس پوری حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کی اُمت کے آپ سے معراج میں عجائب نقل کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ قصہ کہنے والوں کی باتیں ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ خواب اگرچہ شرع میں حجت نہیں رکھا گیا ہے مگر اسمیں کرامت عظیمہ شیخ ابوالازہر کی اور فائدہ عجیبہ بابت حدیث شیخ ابوہارون کے ہے۔ فافہم۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی نقل کی بروایت امام ابواسمعیل محمد بن اسمعیل الترمذی اور کہا کہ اسکو امام بیہقی نے بھی بروایت امام موصوف دو طریق سے روایت کیا پھر کہا کہ یہ اسناد صحیح ہو پھر بہت سی احادیث امام بیہقی نے متفرق شواہد روایت کیں اور کہا کہ اسکو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہو۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ اسکو امام احمد نے روایت کیا اور چند موز زائد ہیں ایک یہ کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں بلال کے پیروں کی آواز سنی جبرئیل سے پوچھا تو کہا کہ یہ آپ کا موذن بلال رضی اللہ عنہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ فلاح پائی بلال رضی اللہ عنہ نے میں نے اسکے واسطے ایسا ایسا دیکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ صحیحین میں موجود ہے کہ میں نے آواز نعال بلال رضی اللہ عنہ سنی اور یہاں آکر بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کس عمل سے تو نے یہ درجہ پایا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے تو کوئی بات نہیں معلوم سوائے اسکے کہ جب میں نے وضو کیا تو دو رکعت تحیۃ وضو پڑھی۔ اور دیکھو کہ اسکے بعد جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے تو بلال رضؓ کو مشرکوں نے گرفتار کرکے جلتی دھوپ میں لٹایا اور لوہے کی زرہ جلتی ہوئی پہنائی اور گرم تیل چھڑکا اور ایسے سخت عذاب کیے کہ اس وقت میں رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مگر کمال ایمان و نور یقین

ومعرفت اللہ تعالیٰ نے اصحاب مین اسقدر بھر دیا تھا کہ بلال باوجود نالہ وزاری کے یہی کہے جاتے تھے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کبھی کفر نہ کرونگا اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے الحمد للہ علی ذلک۔ امر دوم یہ زائد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ مین نظر ڈالی تو دیکھا کہ اسمین ایک قوم مردار کھاتی ہے پوچھا تو جبرئیل نے بیان کیا کہ یہ غیبت کرنیوالے لوگ ہین اور وہان ایک مرد کو سرخ رنگ کرنجا دیکھا۔ پوچھا تو جبرئیل نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جسنے ناقہ صالح علیہ السلام کو مارا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ مین نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین کھینچتا پھرتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو پہلے پہل ملک حجاز مین بت لایا یعنی بت پرستی پھیلائی ہے۔ امر سوم پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصی مین آئے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے دیکھا تو سب انبیاء ابتدا سے انتہا تک آپ کے پیچھے نماز مین ہین جب سلام پھیرا تو آپ کے پاس دو پیالے لائے گئے ایک داہنے سے جسمین دودھ تھا اور ایک بائین سے جسمین عسل تھا پس دودھ لیکر پیا تو جسکے ہاتھ مین تھا اُسنے کہا کہ آپ نے فطرت پائی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے پھر امام احمد رح کی اسناد سے ابن عباس سے روایت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرا بیت المقدس ہوا اور اُسی رات واپس آئے اور لوگون سے اپنی سیر اور نشانات بیت المقدس اور قریش کے قافلہ والون کا حال بیان کیا پس بہت لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے کہنے لگے کہ ہم محمد کی تصدیق نہین کر سکتے اس قول مین پس مرتد ہو کر کافر ہو گئے پھر بدر کے روز اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے ساتھ انکی گردنین مارین اور ابوجہل نے کہا کہ محمد ہمکو شجرۃ الزقوم سے ڈراتا ہے لاؤ چھوہارے و مسکہ باہم زقم کرو اور کھاؤ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات دجال کو اُسکی صورت اصلی پر آنکھ سے دیکھا کچھ خواب کا دیکھنا یہ نہین ہے۔ و رواہ النسائی قال الحافظ اسنادہ صحیح اور بیہقی نے بطریق حاکم رحمہ اللہ کے تمام اسناد سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج دی گئی مین نے موسی بن عمران کو دیکھا مرد دراز قد گھونگر والا گویا قبیلہ شنوءہ مین سے ہے اور عیسی بن مریم کو دیکھا مرد گداز بدن سپید مائل بسرخی سیدھے بالون والا اور دیکھا مالک خازن جہنم کو اور دجال کو منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھلائین فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح مین ایک طریق سے اور صحیحین مین بخاری و مسلم نے مختصر روایت کیا ہے۔ دوسرے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا ہوا تو میری طرف ایک خوشبو پاکیزہ گذری مین نے پوچھا کہ یہ کیسی خوشبو ہے کہا کہ ماشطہ بنت فرعون ہے اور اُسکی اولاد ہے یعنی فرعون کی دختر کو سنوارنیوالی جو عورت تھی یہ اُسکی و اُسکے اولاد کی خوشبو ہے پھر اُسکا یہ حال بیان کیا کہ اُسکے ہاتھ سے ایک مرتبہ کنگھی گر گئی تو اُسنے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اُٹھایا پس دختر فرعون نے کہا کہ میرے باپ کا نام۔ اسنے کہا کہ یہ میرا رب و تیرا رب و تیرے باپ کا رب ہے وہ بولی کہ کیا میرے باپ کے سوا تیرا کوئی اور رب ہے اُسنے کہا کہ میرا و تیرا و تیرے باپ کا رب اللہ تعالیٰ ہے فرعون نے اُسکو بلا کر پوچھا اُسنے کہا کہ ہان میرا و تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے پس اُسنے حکم دیا کہ کڑھائی تانبے کی گرم کی گئی اور حکم دیا کہ اسمین ڈالی جاوے وہ بولی کہ مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے بولا کہ وہ کیا ہے کہا کہ میری ہڈیان اور میری اولاد کی ہڈیان ایک ہی جگہ جمع کر دیجیو بولا کہ اچھا اسقدر تیرے حق کی رعایت منظور ہے پس اُسکے ڈالنے کے بعد حکم دیا کہ تمام اسکی اولاد ایک ایک کر کے اسکے ساتھ ڈالدی جاوے یہانتک کہ آخر مین انمین ایک دودھ پیتا بچہ رہا وہ بول اُٹھا کہ اے مان مضبوط رہ اور کچھ غمناک مت ہو کہ تو حق پر ہے۔ کہا کہ بچپن مین چار بولے ہین ایک یہی اور دوسرا گواہ یوسف اور تیسرا جریج راہب کا گواہ اور چوتھا عیسی بن مریم علیہ السلام۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد اچھی ہے کچھ مضائقہ نہین ہے پھر مسند امام احمد سے بروایت ابن عباس ذکر کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا ہوا اور صبح کو مین مکہ مین آیا تو مجھے ایک گھبراہٹ اسوجہ سے ہوئی کہ لوگ میری تکذیب کرینگے یعنی حکم قادر قاہر عزوجل یہ تھا کہ اسکو صاف بیان کر دے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو ہدایت پر رکھیگا اور کس کو مردود فرماویگا۔ پس مین مغموم ہو کر ایک طرف ہو گیا اتنے مین بدبخت ابوجہل اسطرف سے گذرا اور میرے پاس آکر ٹھٹھول سے پوچھنے لگا کہ کہو کوئی بات ہے مین نے کہا کہ ہان۔ بولا کیا ہے مین نے کہا کہ رات مجھے اسرا دیا گیا بولا کہ کہان کو مین نے کہا کہ بیت المقدس تک

بولا کہ پھر صبح کو تم ہم مین موجود ہو فرمایا کہ ہان پس اُسنے دیکھا کہ ابھی تکذیب نہ کرون قوم کو بلاؤن ایسا نہو کہ یہ انکار کرجاوین تو اُسنے قوم کو کعب ابن لوی کو آواز دی اور کہا کہ اگر قوم کو بلاؤن تو تم بیان کردگے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہان پس سب گروہ جمع ہوے یہانتک کہ مجلس بھر گئی بولا کہ قوم سے بیان کرو آپ نے فرمایا کہ رات مجھے اسرا دیا گیا بولے کہ کہان کو فرمایا کہ بیت المقدس تک تو کہنے لگے کہ پھر تم صبح کو ہمارے سامنے موجود ہو فرمایا کہ ہان تو قوم مین یا تو تالیان پیٹنے والے تھے یا اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوے تعجب سے جھٹلاتے تھے۔ پھر بولے کہ تم ہم سے مسجد بیت المقدس کی نشانیان و حلیہ بیان کرسکتے ہو اور انمین سے بعضے ایسے تھے جنھون نے اسکو خوب دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین برابر انکو حلیہ تبلاتا جاتا تھا یہانتک کہ بعض باتین بوجہ اسکے کہ مین نے اسطرف نظر نہین کی تھی ملتبس ہوئین تو اللہ تعالی نے مسجد کو میرے سامنے اٹھادیا مین اسکو دیکھتا جاتا اور جو مجھے یاد بھی نہین تھا وہ بھی بیان کرتا جاتا تھا پس قوم مین سے جاننے والے کہنے لگے کہ یہ نشانیان تو قسم اللہ تعالی کی اسنے صحیح صحیح بیان کی ہین۔ وقد رواہ النسائی والبیہقی۔ حدیث عبد اللہ ابن مسعود رضہ فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرا ہوا پس آپ سدرۃ المنتہی تک پہونچے اور وہ چھٹے آسمان مین ہے اور وہین تک منتہی ہوتا ہے جو چڑھایا جاوے حتی کہ اس سے قبض کیا جاوے اور اسی پر منتہی ہوتا ہے جسکا ہبوط اسکے اوپر سے ہو حتی کہ قبض کیا جاوے اور اللہ تعالی نے فرمایا اذ یغشی السدرۃ ما یغشی۔ کہا کہ سونے کے فراش نے ڈھانپا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئین پانچون نمازین و آیات خاتمہ سورۃ البقرۃ۔ اور مغفرت کیے گئے مقحمات یعنی کبیرہ گناہ اُس اُمتی کے لیے جو شریک نہ کرے۔ رواہ البیہقی وقد رواہ مسلم فی صحیحہ بیہقی نے کہا کہ یہ جو حضرت ابن مسعود رضہ نے بیان فرمایا حدیث معراج کا ایک ٹکڑا ہے اور بیہقی نے اسکو حضرت انس رضہ کی روایت مالک بن صعصعہ رضہ سے اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کیا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن مسعود رضہ سے معراج کی روایت اس سے زیادہ تفصیل سے بھی مروی ہے پھر شیخ نے حسن بن عرفہ کے مشہور رسالہ سے اسکو نقل کیا مگر اسمین کوئی فائدہ زائد نہین ہے سوائے اسکے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بعد مبارکباد دینے کے یہ وصیت کی کہ آج کی رات تو اپنے رب سے ملنے والا ہے اور تیری امت سب سے پچھلی اُمتون مین سے نہایت کمزور ہے اگر تجھ سے ہوسکے تو تیری سب مراد اپنی امت ہی کے واسطے ہو اور اس حدیث مین یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ایسے ایک درخت کے نیچے مع عیال و اولاد تھے کہ جس درخت کے پھل گویا چراغ تھے شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اس روایت مین بعض باتین ایسی ہین کہ راوی انکے بیان مین منفرد ہے اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آسمانون مین ملاقات کی پھر دوبارہ بیت المقدس کو اترے تو انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ تھے پھر انبیاء کے ساتھ نماز پڑھی پھر براق پر سوار ہوکر مکہ کو رجوع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر احادیث یہ ہے کہ اول مین بعض انبیاء علیہم السلام نے آپ کو سلام و مبارکباد دی پھر بیت المقدس مین بدون تعارف کے آپ نے امامت کی پھر آسمانون مین جبرئیل علیہ السلام کے تبلانے سے پہچانکر سلام ہوا پھر دوبارہ آپ کے ساتھ نزول ہوا۔ واللہ تعالی اعلم۔ اور واضح ہو کہ امر آخرت ایسے طور پر اللہ تعالی کی عجائب حکمت کاملہ کے ساتھ واقع ہے کہ دنیاوی زندگی کی حالت مین روح کو بدن مین اسکی کیفیت سے سوائے عقلی جزم کرنے کے حواس سے بہرہ کم ہوتا ہے پس عاقل سلیم القلب کو استقامت شرط ہے تاکہ وساوس شیطانی سے لغزش واقع نہو و اللہ تعالے عز و جل کی قدرت محیط ہے۔ اور اسکے عجائب بے انتہا ہین واللہ سبحانہ اعلم۔ پھر شیخ نے حضرت ابن مسعود رضہ کی روایت مسند امام احمد رح سے نقل فرمائی کہ اسرا مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم و موسی و عیسی علیہم السلام سے ملاقات فرمائی انھون نے آپس مین امر قیامت کا تذکرہ فرمایا پس انھون نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف مرجع رکھا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہین ہے پھر موسی کی طرف اور انھون نے بھی لاعلمی فرمائی پھر عیسی علیہ السلام کی طرف انھون نے فرمایا کہ مجھے بھی کچھ علم نہین سوائے اسکے کہ اللہ تعالی نے مجھ سے عہد کیا کہ دجال نکلا جانیوالا ہے اور کہا کہ میرے ساتھ دو آلہ ہونگے جب دجال مجھے دیکھیگا تو پگھلنے لگیگا جیسے رانگا گلتا ہے پس جب مجھے دیکھیگا تو اللہ تعالی اسکو ہلاک کریگا حتی کہ درخت و پتھر کہینگے کہ اے مسلم میرے نیچے ایک کافر ہے اسکو آکر قتل کردے پس اللہ تعالی سب دجال والون کو ہلاک کریگا پس لوگ اپنے ملکون و شہرون کو واپس جاوینگے۔ کہا کہ پھر اسوقت یاجوج و ماجوج نکلینگے ہر حدب سے

(حاشیہ بین السطور: مومنون کی صحیح اولاد کے بچے — یعنے نہایت قرب قیامت کے پہونچیگا)

پھاندتے جاوینگے پس لوگون کے ملک روند ڈالینگے جہان آوینگے اس چیز کو ہلاک کردینگے اور جس پانی پر گذرینگے اُسکو پی جاوینگے۔ پھر لوگ میرے پاس اُنکی شکایت کرتے ہوے آوینگے پس مین اللہ تعالی سے اُنکے حق مین بد دعا کرونگا اللہ تعالی انکو ہلاک و مردہ کردیگا حتی کہ زمین انکی بدبو سے گندہ ہوجائیگی اللہ تعالی آسمان سے مینھ نازل فرمادیگا وہ انکے بوسیدہ جسمون کو بہا کر سمندر مین پھینکیگا پس جو عہد اللہ تعالی نے مجھکو فرمایا ہے اسمین ہے کہ یہ واقعہ جسوقت اسطرح واقع ہوگا تو اسوقت قیامت کی مثال ایسی ہوگی جیسے پورے دنون کے پیٹ کی عورت کہ اسکے گھر والے نہین جانتے کہ کسوقت ناگہان دن مین یا رات مین اسکے لڑکا ہوگا۔ ورواہ ابن ماجہ۔ حدیث معراج بروایت عبد الرحمن بن قرط۔ اصل روایت قولہ تعالی تسبح لہ السموات السبع الآیہ کی تفسیر مین حضرت عبد الرحمن رح سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مین مسجد الحرام سے درمیان زمزم و مقام ابراہیم سے مسجد اقصی تک اسرار ہوا اسطرح کہ جبرئیل دائین طرف اور میکائیل بائین جانب تھے اور عروج ہوا یہانتک کہ سموات العلی کو پہونچے پھر جب آپ نے رجوع فرمایا تو بیان فرمایا کہ مین نے آسمانون کی تسبیح مع بہت سی تسبیحات کے سنی آسمان تسبیح کرتے ذو المہابۃ سے ڈرتے ہوے صاحب عظمت سے سبحان العلی الاعلی سبحانہ وتعالی یہ روایت سعید بن منصور نے سنن مین روایت کی ہے۔ حدیث متعلق معراج بروایت عمر بن الخطاب رض۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو عبید بن آدم تابعی نے بیان کیا کہ مین نے حضرت عمر رض سے سنا کہ آپ نے کعب احبار سے فرمایا کہ تیری رائے مین کس جگہ مین نماز پڑھون تو کعب نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے مشورہ لیوین تو صخرہ کے پیچھے پڑھیں تو تمام قدس آپ کے روبرو ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تونے یہودیت کی مشابہت پیدا کی ولیکن وہان پڑھونگا جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی پس بڑھکر بجانب قبلہ نماز پڑھی پھر واپس ہوکر اپنی چادر بچھائی اور وہان کا جھاڑا ہوا کوڑا اپنی چادر مین لیا اور لوگون نے جھاڑا۔ الشیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صخرہ کی نہ وہ تعظیم کی کہ اسکے روبرو نماز پڑھتے جیسا کعب رض نے اشارہ کیا تھا اور کعب احبار ایسی قوم مین سے تھے جو صخرہ کی یہانتک تعظیم کرتے کہ اُسکو اپنا قبلہ بنالیا تھا ولیکن کعب رح کو اللہ تعالی نے اپنی عنایت سے اسلام کی ہدایت دیدی تھی لیکن اُنکے اس اشارہ سے عمر رض نے انکو کہا کہ تونے یہودیت کی مشابہت کرلی یعنی یہود ۱۲ یعنی اُنکی موافقت مین ایسا خیال کیا۔ اور اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے صخرہ کی وہ اہانت نہ کی جو نصرانی کرتے تھے یہانتک کہ یہودیون کا قبلہ ہونیکی وجہ سے نصرانیون نے اسکو گھورا بنا ڈالا تھا اور اُسپر کوڑا ڈالتے تھے بلکہ قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور صخرہ کا تمام کوڑا صاف کرادیا اور اسکو اپنی چادر مین اُٹھایا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شبیہ اسکی وہ ہے جو صحیح مسلم مین مرفوع مروی ہے کہ تم لوگ قبرون پر مت بیٹھو اور انکی طرف کو نماز بھی مت پڑھو۔ مترجم کہتا ہے یعنی قبرون کی نہ اہانت کرو اور نہ بیجا طور پر تعظیم کرو۔ حدیث معراج بروایت ابوہریرہ رض یہ طویل روایت ہے اور اسمین غرابت ہے قال الامام ابو جعفر بن جریر حدثنا علی بن سہل حدثنا الحجاج حدثنا ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیۃ الریاحی عن ابی ہریرۃ او غیرہ شک ابو جعفر فی قول اللہ تعالی عز وجل سبحان الذی اسری بعبدہ الآیہ۔ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل آئے اور انکے ساتھ میکائیل تھے پس جبرئیل نے میکائیل سے کہا کہ آپ زمزم کا طشت لائیے کہ مین اُنکا قلب دھوؤن اور صدر کو شرح کردون پس آپ کا سینہ چاک کرکے اسکو تین مرتبہ دھویا اور میکائیل پے درپے تین طشت لائے پھر شرح صدر کیا پس جو کچھ اسمین غل تھا نکال ڈالا اور اسکو علم و حلم و ایمان و یقین و اسلام سے بھر دیا اور دونون مونڈھون کے درمیان ختم نبوت کی مہر کی پھر ایک گھوڑا لایا (براق) اسپر سوار کیا جسکا ہر قدم اسکے منتہا ے نظر پر پڑتا تھا پس آپ روانہ ہوے اور آپکے ساتھ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام روانہ ہوے پس آپ ایک قوم پر ہوکر گذرے جو ایک روز زراعت کرتے اور دوسرے روز کاٹتے تھے ہر بار جب کاٹتے تو ویسے ہی عود کرتی جیسی تھی آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے کہا کہ یہ لوگ اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنیوالے ہین انکی نیکیان سات سو گونہ کی گئی ہین جو خرچ کیا اُسکے لیے خلف ہے اور اللہ تعالی خیر الرازقین ہے پھر ایک قوم پر گذرے جنکے سر ایک پتھر سے مار کر کوفتہ کیے جاتے ہر بار کہ کوفتہ کیے جاتے ویسے عود کرتے جیسے تھے

اور درمیان مین کچھ دیر تاخیر نہین کیجاتی تھی آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو بیان کیا کہ یہ قوم ہے کہ جنکے سر نماز فریضہ ادا کرنے سے بوجھل ہوگئے تھے۔ پھر ایک قوم پر گذرے جنکے آگے شرمگاہ پر ایک چیتھڑا تھا اور انکے پیچھے شرمگاہ پر ایک چیتھڑا تھا اونٹ و جانورون کی طرح چلتے اور ضریع و زقوم اور رضف جہنم واسکے پتھر کھاتے تھے۔ آپ نے پوچھا تو بیان کیا کہ یہ لوگ اپنے اموال کے صدقات نہین ادا کرتے تھے اور اللہ تعالی نے انپر کچھ ظلم نہین کیا اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین فرماتا ہے۔ پھر ایک قوم پر گذر ہوا جنکے سامنے ایک دیگ مین پاکیزہ پختہ گوشت تھا اور دوسری دیگ مین ناپاک کچا تھا وہ لوگ گوشت خبیث کھانے لگے اور پختہ پاکیزہ چھوڑ دیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کی اُمت سے وہ مرد ہے کہ اسکے پاس حلال پاکیزہ عورت ہوتی ہے اسکو چھوڑ کر خبیثہ حرام عورت کے پاس جاکر رات بھر بسر کرکے صبح کردیتا ہے اور وہ عورت ہے کہ اُسکا حلال شوہر موجود ہے اُسکے پاس سے اُٹھکر مرد حرام ناپاک کے پاس جاکر رات اُسکے ساتھ صبح کردیتی ہے پھر آپ گذرے ایک لکڑی پر راستہ مین پڑی ہوئی دیکھا کہ جو چیز یا جو کپڑا اس راہ سے گذرتا ہے اسکو پھاڑ دیتی ہے پوچھا تو بتلایا کہ آپ کے امت سے یہ قوم ہین کہ راہون پر بیٹھکر راہ مارتی ہین اور پڑھی آیت ولاتقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون الآیہ۔ پھر آپ گذرے ایک شخص پر کہ اسنے بہت بڑا گٹھا جمع کیا تھا اُسکو اٹھا نہین سکتا تھا اور وہ اسپر اور زیادہ لادے جاتا تھا۔ پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ آپ کی اُمت سے یہ وہ شخص ہے کہ اسکے پاس لوگون کی امانات ہین جنکو ادا نہین کرسکتا باوجود اس کے چاہتا ہے کہ اور لادے جاوے۔ پھر ایک قوم پر گذرے جنکی زبانین اور ہونٹھ لوہے کے قینچیون سے کاٹے جاتے ہین ہر بار جب کاٹے جاتے ہین پھر ویسے ہی عود کرآتے ہین برابر یہی جاری ہے ایک دم کا فتور نہین ہوتا ہے پوچھا کہ جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو فتنہ مین وعظ کرتے ہین۔ پھر ایک پتھر کی طرف گذرے وہ چھوٹا سا تھا اُسمین سے ایک بڑا بیل نکلتا تھا وہ بیل چاہتا تھا کہ پھر جہان سے نکلا ہے اُسمین چلا جاوے مگر قابو نہین پاتا تھا پوچھا یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ شخص ہے کہ بڑا کلمہ بول گیا پھر نادم ہوا مگر واپس نہین کرسکتا ہے۔ پھر ایک وادی سے گذرے وہان ہوا پاکیزہ خوشگوار و خوشبوے مشک و آوازسنی پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ آواز جنت ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھے وہ عطا کردے جو تونے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے غرفہ واستبرق وحریر وسندس وعبقری وموتی ومرجان وچاندی وسونا واکواب وصحاف واباریق وکاس وشہد وپانی ودودھ وشراب مین بہت کثرت ہوئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے واسطے ہر مرد مسلمان وعورت مسلمہ اور ہر مرد مومن وعورت مومنہ ہے اور جو مجھپر ومیرے رسولون پر ایمان لایا اور نیک کام کیا اور میرے ساتھ کسی چیز سے شرک نہ کیا اور میرے سوائے کوئی مانند نہین بنایا وہ تیرا ہے اور جو مجھ سے ڈرا وہ بیخوف ہے اور جس نے مجھ سے مانگا مین اُسکو دیتا ہون اور جس نے میرے پاس قرض رکھا مین اُسکو عوض دیتا ہون اور جس نے مجھپر توکل کیا مین اُسکے کام کی کفایت کرتا ہون مین اللہ ہون میرے سوائے کوئی اللہ نہین ہے مین وعدہ مین خلاف نہین کرتا ہون اور مومنون نے فلاح پائی وتبارک اللہ احسن الخالقین جنت نے عرض کیا کہ اے رب مین راضی ہوئی۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری ایک وادی پر پہونچے وہان آواز ہیبتناک ناگوار اور بدبو ناپاک پائی پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ آواز جہنم ہے کہتی ہے کہ مجھے عطا کردے جو تونے وعدہ کیا ہے کہ بہت ہوگئے میرے سلاسل واغلال وسعیر وحمیم وضریع وغساق وعذاب اور میرا گہراؤ عمیق ہوا اور حرارت سخت ہوگئی پس جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے مجھے عطا کردے اللہ تعالے نے فرمایا کہ تیرے واسطے ہر مشرک مرد اور ہر مشرکہ عورت ہے اور ہر کافر مرد اور ہر کافرہ عورت اور ہر خبیث مرد اور ہر خبیثہ عورت اور ہر وہ شخص سرکش ہے جو روز قیامت پر ایمان نہین لاتا ہے جہنم نے عرض کیا کہ مین راضی ہوئی۔ کہا کہ پھر روانہ ہوکر بیت المقدس پر پہونچے اور اُترکر صخرہ سے اپنا گھوڑا باندھا اور داخل ہوکر ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھی جب نماز پوری ہوچکی تو اُنھون نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ تمھارے ساتھ کون ہین کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین بولے کہ انکے پاس تم بھیجے گئے تھے کہا کہ ہان بولے کہ حیاہ اللہ بہت اچھا بھائی اور نہایت خوب خلیفہ اور بہت اچھی آمد سے تشریف لایا ہے پھر آپ نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اُنھون نے اپنے

رب عزوجل کی تعریف شروع کی ابراہیم علیہ السلام نے کہا الحمد للہ الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکا عظیما وجعلنی امۃ قانتا یوتم دانقذنی من النار وجعلها علی بردا وسلاما یعنی تعریف سب اُسی اللہ تعالی کو ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے ملک عظیم دیا اور مجھے امت قانت کیا کہ میری اقتدا کیجاتی اور مجھے آگ سے چھڑایا اور اسکو مجھپر ٹھنڈک وسلامتی کردیا۔ پھر موسی علیہ السلام نے رب عزوجل کا شکر ادا کیا کہ حمد سب اللہ تعالی ہی کو ہے جس نے مجھ سے کلام فرمایا اور ہلاک آل فرعون ونجات بنی اسرائیل میرے ہاتھوں کر دی اور میری امت میں سے ایک قوم ایسی بنائی جو ہدایت بحق اور اسی پر عدل کرتی تھی۔ پھر داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تعریف اللہ ہی کو ہے کہ میرے واسطے بادشاہت عظیم کر دی اور مجھے زبور سکھلائی اور میرے واسطے لوہا نرم کر دیا اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو۔ اور مجھے حکمت وفصل خطاب عطا کیا۔ پھر سلیمان نے تعریف کی کہ حمد اللہ ہی کو ہے کہ جس نے میرے واسطے مسخر کیا ریاح کو اور شیاطین کو جو میرے لئے بناتے تھے جو میں چاہتا محرابیں اور نقش ونگار اور جفن وقدور اور سکھلایا مجھے پہچاننا پرندوں کے بول چال کا اور ہر چیز سے مجھے فضل دیا اور میرے لیے لشکر شیطانوں وانسانوں وپرندوں کے مسخر کر دیے اور بہت سے بندگان مومنین پر مجھے فضیلت دی اور مجھے بادشاہت عظیم دی جو میرے بعد کسی کے واسطے لائق نہیں اور میری بادشاہت پاکیزہ کر دی کہ اسمیں نجاست نہیں ہے پھر عیسی علیہ السلام نے حمد کی کہ سب تعریف اُسی اللہ تعالی کو ہے جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال آدم کی سی کر دی کہ مٹی سے پیدا کر کے اُسکو کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا اور مجھے کتاب وحکمت وتوریت وانجیل سکھلائی اور قوت دی کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا تا اُسمیں پھونکتا تو اللہ تعالی کے حکم سے پرواز کرتا۔ اور مجھے کر دیا کہ میں مادرزاد اندھے وکوڑھی کو چنگا کرتا اور مردے کو زندہ کرتا اللہ تعالی کے حکم سے اور مجھے بلند وپاک کیا اور مجھے اور میری ماں کو شیطان رجیم سے پاک رکھا ہم پر شیطان کو کوئی راہ نہیں ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی ثنا بیان فرمائی اور کہا کہ آپ سب نے رب عزوجل کی ثنا کی اور اب میں ثنا کرتا ہوں فرمایا کہ تمام کمال حمد ہے اللہ عزوجل کو جس نے مجھے بھیجا رحمۃ للعالمین اور تمام سب لوگوں کی طرف بشیر ونذیر فرما کر اور مجھ پر قرآن عظیم نازل فرمایا جسمیں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر کیا اور میری اُمت کو اُمت وسط یعنی عادل شاہد کیا اور میری ہی اُمت کو اولین[دنیا میں ۱۲] وآخرین[آخرت میں ۱۲] فرمایا اور میرا سینہ شرح فرمایا اور ہر قسم کا وزر مجھ سے دور کر دیا اور میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھی کو فاتح وخاتم فرمایا۔ ابراہیم نے یہ سنکر فرمایا کہ انھیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمپر فضیلت ہے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ راوی نے کہا کہ خاتم یعنی نبوت کے خاتم اور فاتح سے مراد قیامت کے روز شفاعت کے ساتھ کھولنے والے در جنت کے۔ پھر تین ظروف سربند آپ کے پاس لائے گئے اُسمیں سے ایک میں پانی تھا اُس سے آپ نے بہت خفیف لیکر چھوڑ دیا پھر دوسرا پیالہ دودھ کا دیا گیا اُسکو پیا یہانتک کہ سیر ہو گئے پھر تیسرا پیالہ شراب کا لایا گیا اُس سے انکار کیا کہ مجھے نہیں چاہیے میں سیر ہوں تو جبرئیل نے کہا کہ یہ عنقریب آپ کی اُمت پر حرام کیجائیگی اور اگر آپ اسمیں سے پیتے تو آپ کی اُمت سے تھوڑی آپ کی پیروی کرتے پھر آپ کو عروج دیا گیا آسمان کو اور دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کہ انکے پاس بھیجا گیا تھا کہا کہ ہاں بولے کہ حیاہ اللہ یعنی اللہ تعالی اسکو سلامت باکرامت رکھے بہت اچھا بھائی اور بہت اچھا خلیفہ ہے اور نہایت خوب آمد آیا ہے پس آپ داخل ہوے تو وہاں ایک مرد دیکھا کہ خلقت اسکی پوری ہے اسمیں سے کچھ کمی نہیں ہوئی جیسے لوگوں کی خلقت گھٹی ہے اُسکے داہنی ایک دروازہ ہے اس سے خوشبوی پاکیزہ نکلتی ہے اور اسکے بائیں ایک دروازہ ہے جس سے ہوا سے بدبو ناگوار نکلتی ہے جب داہنی طرف کے دروازہ کو دیکھتا ہے تو ہنستا اور خوش ہوتا ہے اور جب بائیں طرف والے پر نظر کرتا ہے تو رو کر غمگین ہو جاتا ہے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے بتلایا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہیں اور داہنی طرف کا دروازہ جنت کا دروازہ ہے جب انکو دیکھتے ہیں جو آپ کی اولاد میں سے جنت میں داخل ہوتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور بایاں دروازہ جہنم کا ہے جب اپنی اولاد میں سے اسکے اندر داخل ہونیوالے دیکھتے ہیں تو غمگین ہو جاتے ہیں پھر جبرئیل نے آپ کو دوسرے آسمان کو عروج کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ آیندہ ہر

آسمان والون سے استفتاح ومبارکباد مع سوال وجواب کے اور ملاقات انبیاء علیہم السلام مذکور ہے چنانچہ دوم مین یحیی وعیسی علیہما السلام تو جوان برادران خالہ زاد۔ سوم مین یوسف ؑ وچہارم مین ادریس ؑ او پنجم مین ہارون علیہ السلام اپنی قوم کے محبوب مع چند لوگ بنی اسرائیل کے جنسے باتین کرتے تھے اور ششم مین موسی علیہ السلام۔ پھر ہفتم مین ابراہیم علیہ السلام اور اسیطرح مذکور ہے کہ جب آسمان ہفتم مین داخل ہوے تو ایک مرد اشمط کو دروازہ جنت کے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھا دیکھا اور آپ کے پاس ایک قوم بیٹھی تھی جنکے چہرہ سفید تھے جیسے سفید قرطاس ہوتا ہے اور دوسری قوم تھی کہ اُنکے رنگ مین کچھ میل تھا پس جنکے رنگ مین کچھ میل تھا وہ اُٹھے اور ایک نہر مین داخل ہوکر نہائے اور نکلے تو میل سے کچھ کمی ہوگئی پھر دوسری نہر مین نہائے تو کچھ رنگ زیادہ پاک ہوگیا پھر تیسری نہر مین نہائے تو رنگ بالکل صاف مثل اُنکے ساتھیون کے ہوگیا اور اپنے ساتھیون کے ساتھ آکر بیٹھے۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو بیان کیا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہین روے زمین پر اول یہی اشمط ہوے ہین اور یہ سفید چہرہ والے لوگ وہ ہین جنھون نے اپنے ایمان کو بالکل شرک سے مخلوط نہین کیا اور یہ دوسرے لوگ جنکے رنگ مین کچھ لگاؤ ہے یہ ایسی قوم ہین کہ عمل صالح کے ساتھ دوسرے سیئہ کو ملا دیا پس توبہ کی تو اللہ تعالی نے انکی توبہ قبول کرلی اور نہرون مین سے اول نہر رحمت ہے دوم نہر نعمۃ اللہ ہے سوم انکو انکے رب نے شراب طہور پلائی پھر آپ سدرۃ المنتہی تک پہونچے آپ سے بیان کیا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے آپ کی امت سے جو آپ کی سنت پر گذرے گا اسی تک منتہی ہوگا دیکھا تو وہ ایک درخت ہے اسکی جڑ سے نہرین جاری ہین انہار من ماء غیر آسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذۃ للشاربین وانہار من عسل مصفی کما فی الآیہ۔ وہ ایسا درخت ہے کہ سوار اسکے سایہ مین ستر برس جاوے اُسکو طے نہین کرسکتا اور ایک پتا اس کا تمام اُمت کو ڈھانپ لے پھر اسکو ڈھانپ لیا نور خلاق عزوجل نے اور ڈھانپا ملائکہ نے جیسا کہ جب الرب تبارک وتعالی سے درخت پر پڑا اُسوقت مین اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے تو عرض کیا کہ اے رب تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور اُسکو ملک عظیم عطا فرمایا اور موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو سلطنت عظیم دی اور لوہا اُسکے لیے نرم کیا اور سلیمان کو سلطنت عظیم دی اور جن وانس وشیاطین اُسکے واسطے مسخر کیے اور ریاح اسکے لیے مسخر کردیے اور ملک وہ دیا کہ اُسکے بعد کسی کے واسطے لائق نہین ہے اور عیسی علیہ السلام کو توریت وانجیل سکھلائی اور ایسا کردیا کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور مردے کو تیرے حکم سے زندہ کرتا اور اُسکو مع اسکی ماں کے شیطان رجیم سے محفوظ کردیا کہ شیطان کو ان دونون پر کوئی راہ نہین ہے پس رب عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ مین نے تجھے خلیل بنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توریت مین حبیب الرحمن لکھا ہے اور مین نے تجھے تمام عالم کے واسطے بشیر ونذیر یعنی رسول کیا اور تیرے واسطے شرح صدر کردی اور وزر مرفوع کیا اور تیرا ذکر بلند کیا کہ میرے ذکر کے ساتھ ضرور ہے کہ تیرا ذکر ہو اور مین نے تیری امت کو خیر امۃ اخرجت للناس کردیا اور تیری اُمت کو امۃ وسطا کردیا اور تیری امت کو مخصوص اولین وآخرین کیا اور یہ کیا کہ تیری امت کا کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ شاہد ہون کہ تو میرا بندہ ومیرا رسول ہے اور مین نے تیری امت مین سے اقوام ایسے کردیے کہ انکے دل اُنکے قرآن ہین اور مین نے تجھے پیدائش مین سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے اور بھیجنے مین سب سے پیچھے کیا اور قیامت مین فیصلہ ہونے مین سب سے مقدم کیا اور مین نے تجھے سبع مثانی عطا کی جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہین دی گئی تھین اور مین نے تجھے خواتیم سورۂ بقرہ کو زیر عرش کے خزانہ سے عطا کیا جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہین دیا۔ اور مین نے تجھے کوثر دی اور مین نے تجھے آٹھ حصہ دیے اسلام وہجرت وجہاد وصلوۃ وصدقہ وصوم رمضان وامر بمعروف ونہی از منکر اور مین نے تجھے فاتح خاتم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے چھ باتون سے فضیلت دی مجھے عطا کیے فواتح الکلام اور خواتیم الکلام اور جوامع الحدیث اور مجھے بھیجا لوگون پر سب کے سب پر بشیر ونذیر اور ڈالدیا میرے دشمنون کے دلون مین رعب ایک مہینہ کی راہ سے اور حلال کردیے میرے واسطے غنیمت کے مال اور مجھ سے پہلے کسی کیواسطے حلال

آمن الرسول الخ ۱۲ رحمۃ اللہ ۱۲ کتابہ ۱۲

نہین ہوے تھے۔ اور کردی میرے لیے تمام زمین طہور و مسجد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور فرض فرماٰئین اللہ تعالی نے مجھ پر پچاس نمازین
پھر جب مین واپس ہوکر موسی علیہ السلام تک آیا (آخر تک مراجعت کا حال بمانند احادیث سابقہ مذکور ہے) یہانتک کہ موسی علیہ السلام نے آخر مین پوچھا کہ
آپ کو کتنی نمازون کا حکم رہا فرمایا کہ پانچ نمازون کا تو کہا کہ لوٹ کر اپنے رب سے تخفیف کی درخواست کیجیے کیونکہ آپ کی امت تمام امتون سے کمزور ہے
اور مجھے بنی اسرائیل سے سختی لاحق ہوئی آپ نے کہا کہ مین باربار اپنے رب کی طرف رجوع لایا یہانتک کہ مین شرمندہ ہوگیا ہون اب مین نہین جاؤنگا کہا گیا کہ
اے محمد جیسے تو نے پانچ نمازون پر اپنے نفس کو صابر فرمایا ہے تو وے تیرے لیے پچاس نمازون کو کافی ہونگی کیونکہ ہر ایک نیکی دس گونہ ہے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اس بشارت سے بہت خوش ہوے۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ موسیٰ تمام پیغمبرون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سختی سے ہٹ کرکے لوٹاتے تھے جب آپ
انکے پاس سے گذرتے تھے۔ وہذا الحدیث قد رواہ ابن جریر بوجہ آخر والبیہقی والحاکم وابوزرعۃ الرازی بنحوہ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مدار حدیث مزبور کا شیخ ابوجعفر
الرازی پر ہے اسکے حق مین امام ابوزرعہ نے کہا کہ اکثر وہم کرتا ہے اور دوسرون نے بھی اسکو ضعیف کہا ہے اور بعض نے اسکی توثیق کی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اسکے
حفظ مین خرابی ہے تو جس حدیث کو اسنے تنہا روایت کیا ہو اسکے موافق دوسرے ثقہ کامل الحفظ سے مروی نہو تو اسمین غور نظر لازم ہوگا اور اس روایت
کے بعضے الفاظ مین غرابت و نکارت شدیدہ ہے اور کچھ ٹکڑا اسمین خواب کی حدیث کا ہے جو صحیح بخاری مین سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے آئی ہے پس ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ اسنے یہ حدیث متفرق حدیثون معراج یا خواب وغیرہ سے جمع کردیا ہے واللہ اعلم اور امام بخاری و مسلم نے صحیحین مین ابوہریرہ رض سے روایت کیا کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو بیان کیا کہ مین موسی علیہ السلام سے ملا پھر آپ کا حلیہ بیان فرمایا مجھے خیال ہوتا ہے کہ یون کہا کہ ایک مرد دراز قد گھونگھر
والے بال گویا وہ قوم شنوءہ مین سے ہین اور فرمایا کہ مین عیسی علیہ السلام سے ملا پھر انکے حلیہ مین فرمایا کہ گدازبدن سرخی مائل گویا حمام سے برآمد ہوے ہین اور
فرمایا کہ مین ابراہیم علیہ السلام سے ملا اور انکی اولاد مین سے مین انسے زیادہ مشابہ ہون اور میرے پاس دو پیالہ لائے گئے ایک مین دودھ اور دوسرے
مین خمر شراب تھی مجھ سے کہا گیا کہ دونون مین سے ایک جسکو چاہیے لے لیجیے مین نے دودھ لیکر پی لیا تو کہا گیا کہ آپ کو فطرت کی ہدایت ہوئی یا آپ نے
فطرت پائی اور یہ کہ اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت احمق گمراہ ہوجاتی صحیح مسلم مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مین حجر کے مقام مین اس حال سے تھا کہ قریش مجھ سے شب معراج کی سیر کو پوچھتے تھے پس انھون نے بیت المقدس کی بہت سی چیزین پوچھین
جنکو مین نے محفوظ نہین رکھا تھا اس سے مجھے ایسا سخت کرب ہوا کہ اس سے پہلے ایسا کرب مجھے یاد نہین ہے پس اللہ تعالے نے بیت المقدس میرے
واسطے اسطرح بلند کردیا کہ مین اسکو دیکھتا تھا تو جو چیز انھون نے پوچھی اسی سے مین نے انکو خبر دیدی اور بیان فرمایا کہ وہان مین نے اپنے آپ کو
انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت مین دیکھا اور ناگاہ دیکھا کہ موسی علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے ہین اور دیکھا تو وہ گھونگھر والے بال کا گویا شنوءہ کی
قوم کا آدمی ہے اور دیکھا کہ عیسی کھڑے نماز پڑھتے ہین اس سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہے اور ابراہیم کو کھڑے نماز پڑھتے دیکھا زیادہ مشابہ اس سے
مین ہون پھر نماز کا وقت آیا تو مین نے ان سب کی امامت کی جب فارغ ہوا تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ مالک خازن دوزخ حاضر ہے مین متوجہ ہوا تو اسنے
پہل کرکے مجھے سلام کیا۔ ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد کے ساتھ ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مین نے دیکھا جس رات مجھے
اسراء دیا گیا جب مین ساتوین آسمان کی انتہاء پہ پہونچا تو مین نے اوپر نظر کی دیکھا کہ رعد و برق و صواعق ہین اور کہا کہ مین ایک قوم پر گذرا جنکے
پیٹ مثل کوٹھریون کے انمین سانپ بھرے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ یہ لوگ سود خوار ہین پھر جب مین
دنیا کی طرف اترا تو مین نے نیچے نظر ڈالی تو ہجوم و دھوان و آوازین معلوم ہوئین مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ یہ شیاطین ہین جو آدمیون
کی آنکھون پر ہجوم کیے رہتے ہین جس سے آدمیون کو آسمان و زمین کی قدرت مین فکر نہین نصیب ہوتی ہے اور اگر یہ نہوتا تو عجائب ملاحظہ کرتے وقد

روی ہذا الحدیث الامام احمد و ابن ماجہ ایضاً۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بیہقی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی عبدالعزیز و لیث بن ابی سلیم و سلیمان الاعمش و عطاء بن السائب سے اِن تابعین میں سے بعضے اپنی حدیث میں بعض سے زیادہ روایت کرتے ہیں ان سب نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی اور محمد بن اسحٰق نے باسناد خود ابن عباس و ابن مسعود سے اور جویبرؒ نے ضحاک بن مزاحم تابعی سے روایت کی ان سب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُم ہانی رضؓ کے گھر میں بعد عشار کے استراحت میں تھے پھر طویل حدیث بیان کی جسمیں معراج کی سیڑھی واسکے اونٹوں کی تعداد اور ملائکہ وغیرہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدرت سے وہاں انکار کیا جاوے بشرطیکہ روایت صحیح ہو اور بیہقیؒ نے کہا کہ سابق میں جو حدیث ہمنے ابوہارون عبدی کی روایت سے ذکر کی وہ کافی ہے واللہ تعالیٰ ہو الموفق اور میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو بہت سے تابعین وائمہ مفسرین نے مرسل روایت کیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حدیث عائشہ رضؓ بیہقی نے باسناد حاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانب مسجد اقصیٰ معراج ہوئی تو صبح کو آپ نے یہ حال لوگوں سے بیان فرمانا شروع کیا تو بہتیرے لوگ جو آپ پر اسلام لائے و تصدیق کر چکے تھے مرتد ہوگئے اور جاکر یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لگائی اور کہا کہ اپنے صاحب کی بات سنو گے جو گمان کرتے ہیں کہ آج کی رات انکو سیر دی گئی بیت المقدس تک تو ابوبکر رضؓ نے پوچھا کہ اور کیا اُنھوں نے ایسا کہا ہے بولے کہ ہاں ہاں تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ اگر آپ نے یہ فرمایا تو ضرور سچ فرمایا ہے وہ لوگ بولے کہ کیا تم اسمیں بھی تصدیق کرتے ہو کہ ایک رات میں وہ بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آگئے تو فرمایا کہ ارے ہاں ہاں ہم تو اس سے بڑھکر انکی تصدیق کرتے ہیں ہم تو یقین کرتے ہیں کہ آسمان سے اُنکے پاس صبح و شام خبر آتی ہے۔ اسی سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق اکبر ہوا۔ حدیث ام ھانی بنت ابیطالب۔ حضرت ام ہانی روایت کیا کرتی تھیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے ہی گھر میں سے ہوئی کہ آپ نے عشار کی نماز پڑھکر خواب فرمایا اور ہم لوگ بھی سو رہے پھر فجر سے کچھ پہلے آپ واپس تشریف لائے پھر جب آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ پڑھی تو فرمایا کہ اے ام ہانی میں نے تم سب کے ساتھ عشار کی نماز اس وادی میں پڑھی جیسا کہ تمکو معلوم ہے پھر میں بیت المقدس گیا پھر وہاں نماز پڑھی پھر میں نے اب تمھارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جیسا تو دیکھتی ہے۔ اس حدیث کو محمد بن اسحٰق نے محمد بن محمد بن السائب کلبی کے واسطہ سے روایت کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ کلبی راوی متروک ساقط ہے ولیکن یہ حدیث زیادہ بسط کے ساتھ ابویعلیٰ نے دوسری اسناد سے روایت کی اور ابوالقاسم طبرانیؒ نے بھی دوسری سند سے حضرت ام ہانی سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ میرے ہی گھر میں خواب میں تھے جب میں رات میں جاگی تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ ایسا تو نہیں ہوا کہ قریش کے کافروں میں سے کوئی بری طرح پیش آیا ہو اس خوف و تردد میں میری نیند اُچاٹ ہوگئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معراج کا حال بیان فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر میرا ہاتھ پکڑکر مجھے باہر نکالے میں نے دروازہ پر دیکھا کہ ایک چوپایہ جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا کھڑا ہے مجھے اُسپر سوار کیا پھر روانہ ہوا یہانتک کہ بیت المقدس کو پہنچا پھر مجھے ابراہیم عؑ دکھلائے گئے انکی سیرت و صورت مجھ سے مشابہ تھی اور مجھے موسیٰ علیہ السلام دکھلائے گئے مرد دراز قد خفیف گھونگھر والے بال انکی مشابہت شنوءہ کے لوگوں سے دیتا ہوں اور مجھے عیسیٰ علیہ السلام دکھلائے گئے بھاری بھرکم سپید سرخی مائل اُنکی مشابہت میں عروہ بن مسعود ثقفی کو دیکھو اور مجھے دجال دکھایا گیا اسکی آنکھ داہنی مسیح تھی مشابہت اُسکی قطن بن عبدالعزی سے ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ باہر نکلکر قریش کو آگاہ کروں پس میں نے آپ کا دامن پکڑکر عرض کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتی ہوں آپ اپنی قوم پاس جاکر بیان کرینگے تو وہی آپ کو جھٹلاوینگے اور آپ کے کلام سے منکر ہونگے مجھے خوف ہے کہ آپ پر حملہ کریں مگر آپ نے دامن اپنا جھٹکا کر میرے ہاتھ سے چھڑالیا اور باہر چلے گئے اور قریش

پاس گئے تم انکو آگاہ کیا پس جبیر بن مطعم نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے محمد اگر آپ کی ایسی شان ہوتی جیسے تم کہتے ہو تو تم یہ بات نہ کہتے جو کہتے ہو حالانکہ تم ہمارے
بیچ مین موجود ہو پھر قوم مین سے ایک دوسرا آدمی بولا کہ اے محمد بھلا تم ہمارے اونٹون کے قافلہ کے پاس سے گذرے تھے فرمایا کہ ہان واللہ فلان
فلان مقام پر تھے انکا ایک اونٹ کھو گیا تھا اُسکی تلاش مین تھے پھر پوچھا کہ بنی فلان کے قافلہ کو دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ ہان فلان فلان مقام
اُنکے پاس سے گذرا اور اُنکے ایک اونٹ سرخ کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اُنکے پاس ایک پانی کا پیالہ تھا وہ مین نے پی لیا پھر اُنھون نے پوچھا کہ ہمکو
آپ بتلایئے کہ اُنکی تعداد کسقدر تھی اور قافلہ مین کون راعی تھے فرمایا کہ مجھے اس شمار وغیرہ کی طرف کوئی توجہ نہین تھی کہ مین یہ شمار کر لیتا پھر آپ
کھڑے ہوے تو حق تعالی عزوجل کی طرف سے آپ کے ملاحظہ مین اونٹ لائے گئے تو آپ نے اُنکا شمار کیا اور جو اُنمین راعی تھے سب جان لیے پھر قریش کو
بیان کیا کہ تم نے مجھسے بنو فلان کے آدمیون کی تعداد اور اُنکے راعی پوچھے تھے تو اُنکی تعداد اسقدر ہے۔ اور اُنمین فلان فلان راعی ہین اور تم نے بنو فلان
کے آدمیون کو پوچھا تو وہ اسقدر ہین اور اُسکے راعی لوگون مین سے ابوبکر بن ابو قحافہ اور فلان وفلان تھے اور وے سب صبح کو اول وقت ثنیہ پر آجاوینگے
پس لوگ نکل کر ثنیہ پر جا بیٹھے کہ دیکھین ہم سے سچ کہا ہے یا جھوٹ پھر اتنے مین قافلہ اونٹون کا نمودار ہوا تو لوگون نے اُنسے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تمھارا
کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا اُنھون نے کہا کہ ہان۔ پھر دوسرے قافلہ سے پوچھا کہ کیا تم مین سے کوئی سرخ اونٹنی گر گئی بولے کہ ہان پھر پوچھا کہ کیا تمھارے
پیالہ مین پانی بھرا تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ مین نے ہی پانی بھر کر رکھا تھا مگر نہ معلوم کیا ہوا کہ نہ اُسکو کسی نے ہم مین سے پیا اور نہ کسی نے بہایا پھر
اُنھون نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ مانا اور تصدیق کی اُسی روز سے صدیق ہوے۔

فصل شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جب ہمکو ان تمام احادیث صحیحہ وحسنہ وبعض ضعیفہ پر واقفیت حاصل ہو گئی تو یہ بات قطعی ثابت ہو گئی جسمین کچھ بھی احتمال
نہین ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے بیت المقدس تک اسرا ہوا اور یہ کہ وہ ایک مرتبہ واقع ہوا ہے اگرچہ راویون کے بیانات باہم کم وبیش
ہین کیونکہ بیان نہ کرنا یا بھول جانا سواے انبیاء علیہم السلام کے سب لوگون سے ممکن ہے اور بعض لوگون نے بوجہ راویون کے تقدیم وتاخیر بیان کے یہ
زعم کیا کہ معراج کئی مرتبہ واقع ہوئی ہے اور بعضے متاخرین نے صریح لکھا کہ ایک مرتبہ تو مکہ سے فقط بیت المقدس تک واقع ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ سے
فقط آسمان کو واقع ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ سے بیت المقدس کو اور وہان سے آسمانون کو واقع ہوئی تھی۔ اور اس شخص نے گمان کیا کہ اس تفصیل متعدد سے
راویون کے بیانات متعدد محل پر رکھے جاوینگے اور اُسکو خود ہی پسند کر لیا ولیکن یہ بہت بعید اسوجہ سے ہے کہ سلف صالحین مین سے کسی سے یہ بات منقول
نہین کہ معراج متعدد ہوئی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس سے آگاہ فرماتے اور لوگ متعدد معراج ہونے کو نقل کرتے۔ مترجم
کہتا ہے کہ معراج جو مع جسم مبارک عروج سماوی براہ بیت المقدس کا نام ہے وہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوئی ولیکن رویاے نبوت مین بارہا عجائب آیات الٰہیہ کا
دیدار ہوا ہے اور وہ مانند دیدار چشم کے یا اس سے بڑھکر ہے ولیکن جسم شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مانند روح کے ہے اور یہ امر مرد متقی کامل پرہیزگار پر
واضح ہے بلا تردد اسپر یقین واستقامت چاہیے فاستقم۔ پھر شیخ امام ابن کثیر رح نے آیت کریمہ یعنی سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا الآیہ کی تفسیر تلخیص وتوضیح
کے ساتھ اسطرح لکھی کہ اول زمانہ معراج کب تھا تو موسی بن عقبہ نے امام زہری تابعی جلیل سے روایت کی کہ ہجرت مدینہ سے ایک سال پہلے ہوئی اور
یہی قول عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا ہے اور سدی رح نے کہا کہ سولہ مہینہ پہلے واقع ہوئی۔ دوم ام ہانی کے مکان سے سوتے مین ہوئی یا جاگتے مین
تو حق یہ ہے کہ جاگتے مین مکہ سے بیت المقدس تک بسواری براق ہوئی جب دروازہ مسجد تک پہونچے دروازہ پر براق باندھکر اندر مسجد کے دو رکعتین
تحیۃ المسجد پڑھین پھر معراج لائی گئی اور وہ مثل سیڑھی کے اوٹون دار ہے اُسپر چڑھکر آسمان دنیا کو صعود فرمایا پھر باقی ساتون آسمانون تک اور
ہر آسمان مین اسکے مقربین نے استقبال کیا اور آپ نے اُن انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی جو آسمانون مین موافق اپنے اپنے مرتبہ ودرجہ کے ہین

ف اس وجہ سے کہ وہ پانی حضرت ابوبکر [illegible] نے بھرا تھا ۱۲

ف ثنیہ بفتح [illegible]

یہانتک کہ چھٹے مین موسی علیہ السلام سے اور ساتوین مین ابراہیم علیہ السلام سے ملے اور دونون کی منزلت سے بھی بلند ہوکر ایسے مستوی پر پہونچے جہان
صریف الاقلام سنتے تھے یعنی آواز قلم قدر یعنی جو قلمہاے تقدیر سے ہونیوالا ہے اور آیات عظیمہ مین سے سدرۃ المنتہی کو دیکھا اور اُسکو بحکم الٰہی سونے کے فرش
اور طرح طرح کے رنگون والا کہ نے ڈھانپ لیا اور وہان جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر دیکھا اُنکے چھ سو بازو تھے اور سبز رفرف کو دیکھا کہ اُسنے افق کو
بند کر لیا تھا اور کعبہ زمین کے مقابل بیت المعمور کو دیکھا جو کعبہ آسمانی ہے حضرت ابراہیم عم اس سے اپنی پشت کا تکیہ دیے ہوے تھے اور اسمین ہر روز
ستر ہزار فرشتے داخل ہوکر عبادت کرتے کہ نکل کر کبھی اسمین قیامت تک عود نہین کرتے ہین اور آپ نے جنت و دوزخ کو دیکھا اور وہان اللہ تعالی نے
آپ پر پچاس نمازین فرض فرمائین پھر اپنے بندون پر لطف و رحمت فرماکر تخفیف کرکے پانچ کردین اور ثواب وہی پچاس رکھا اور اسمین نماز کی شرافت
و عظمت ظاہر ہے پھر آپ اُترکر بیت المقدس کو تشریف لائے اور آپ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام بھی اترے پھر آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کے
ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اُسوقت تک مبعوث ہوئے ہین نماز پڑھی اور احتمال ہے کہ وہ اسی روز کی نماز صبح ہو اور بعضون نے زعم کیا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر انکی امامت فرمائی ہے ولیکن کثرت روایات اسی کو مثبت ہین کہ بیت المقدس مین امامت فرمائی ہے ولیکن بعض روایات
مین ہے کہ یہ امر اول ہی جب جاتے تھے تب واقع ہوا اور ظاہر یہ ہے کہ بعد واپسی کے واقع ہوا ہے کیونکہ جب آپ آسمانون مین اُنکے منازل مین گذرے
ہین تو جبرئیل علیہ السلام سے ایک ایک کو پوچھتے جاتے تھے اور لائق بھی یہی ہے کیونکہ اول مین تو آپ جناب الٰہی عز و جل مین طلب ہوے تھے تاکہ
آپ پر مع امت کے جو مشیت قدم ہے مفروض ہو پھر بعد اسکے آپ مع اپنے برادران انبیاء علیہم السلام کے مجتمع کئے گئے تاکہ سب پر آپکی فضیلت و امامت
سے شرف و کرامت ظاہر کیجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات بھی ممکن ہے کہ اول مین تمام انبیاء علیہم السلام اقتدا مین تھے ولیکن آپ نے خاص خاص کسی کی
شناخت نہین کی جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آگاہ کیا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اسوقت تک کے تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے
پھر آسمانون مین شناخت خاص ہوئی ہے اور نماز فجر ہونا بھی اسوجہ سے مشکل ہے کہ آپ نے بعد عود کے مکہ مین لوگون کے ساتھ پڑھی پس فرض دو مرتبہ ہوا جاتا ہے
علاوہ برین آپ کے نفل بعد فجر کے لازم آتے ہین بالجملہ جیسے انبیاء علیہم السلام کا آسمان مین ہونا یا بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مسجد بیت المقدس مین مجتمع
ہونا باوجودیکہ اہل دنیا و ظاہری آنکھ والے کسی نے نہین دیکھ پایا اور عجائب آیات الٰہی جل شانہ جیسے صحیح و تحقیق ہین مگر قیاسات کو اسمین دخل نہین حالانکہ
عقل سلیم و نظر بصیرت مین کچھ بھی تردد نہین ہے اسیطرح تمام عروج و نزول کو قیاس پر بٹھانا ٹھیک نہین ہے اور خواب وغیرہ کی دیگر احادیث صحاح مین
حضرت موسی علیہ السلام کو قبر مین نماز پڑھتے دیکھنا یا طواف کعبہ کے واسطے آنا اور جیسے عیسی علیہ السلام اور دجال کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھنا سب
صحیح و تحقیق مروی ہے لیکن حواس کے قیاس کو اس ادراک کی مجال نہین ہے سواے روح کے اسیطرح احادیث معراج مین عاقل کامل کو چاہیے کہ صرف
اٹکل حواس و قیاس پر غور نہ کرے کیونکہ یہ حواس جانورون کے ساتھ مشارک ہین انمین یہ ادراک و لیاقت نہین ہے اور جسنے ایمان الیقین کے ساتھ اپنے
رب عز و جل وحدہ لاشریک کی عبادت سے ظلمات کفر و تاریکیون سے نجات پائی وہ صاف یقین و عین نظر روحی سے بغیر اٹکل کے سب صحیح و تحقیق دیکھتا ہے
پس استقامت چاہیے واللہ تعالی ہو الہادی والموفق والحمد للہ رب العالمین۔ پھر شیخ رحمہ نے لکھا کہ بعد اسکے بیت المقدس سے نکلکر براق پر سوار ہوکر تاریکی
مین مکہ واپس آئے واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔ اور رہا یہ کہ احادیث مین آپکے حضور مین بے نظیر ظرف دودھ اور شہد کے یا دودھ و خمر کے یا دودھ و پانی
کے جیسے متفرق روایات مین آئے ہین یا سب کے سب پیش کیے جانے کا وقت۔ تو ورود یہ ہے کہ بیت المقدس مین ہوا اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ
آسمان مین ہوا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہان اور وہان دونون جگہ ہوا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ضیافت مہمان کے ہے واللہ تعالی اعلم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہر
بیت المقدس مین جہانتک تعلق اس عالم امتحان کا ہے پیش ہونا اور دودھ اختیار فرمانا کرامت ہدایت عظیمہ اصابت فطرت کی تھی اور وہان کرامت

خاص تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر شیخ رح نے لکھا کہ بعضے لوگوں نے اسمین کچھ اختلاف کیا ہی کہ اسرا و معراج کا وقوع بدن مع روح ہو ولیکن علما سلف و خلف
قریب قریب سب اسی اس اعتقاد پر ہین کہ معراج روح مع بدن کے جاگتے مین واقع ہوئی اور یہ ہو سکتا ہے کہ سوتے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
معراج سے پہلے کچھ خواب دیکھے ہون کیونکہ حدیث سے ثابت ہی کہ جو خواب دیکھتے وہ مانند سپیدۂ صبح کے نمودار ہوتا تھا پھر معراج مع بدن کے دلیل صریح
یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً۔ کیونکہ تسبیح تو امر عظیم کے وقت ہوتی ہی تو اگر یہ خواب ہوتا تو اسمین کوئی بڑی بات نہین
جسپر تسبیح کہی جاوے اور کفار قریش کچھ بھی تکذیب کرنے پر آمادہ نہوتے اور آمد و رفت دو ماہہ راہ مین کچھ بھی دقت نہوتی اور بعضے لوگ جو مسلمان
ہوگئے تھے مرتد نہو جاتے اور نیز عبدہ مین عبد نام ہی روح مع جسم کا اور اسرا اسی بدن کے ساتھ ہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وماجعلنا الرؤیا التی اریناک
الا فتنۃً للناس ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رویا اس قول مین آنکھون کا دیکھنا ہی یہ خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھون دکھلایا گیا۔ کما
رواہ البخاری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما زاغ البصر وما طغیٰ۔ اور بصر اس جسم کے آلات مین سے ہی نہ روح کے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر
سوار کیے گئے اور وہ چوپایہ سپید براق ہی جسکے بدن سے انوار چمکتے ہین اور یہ سواری بدن ہی کے واسطے ہو سکتی ہی نہ روح کے لیے کیونکہ روح کو احتیاج
کسی مرکب کی نہین ہی۔ بعض نے کہا کہ معراج فقط روح سے ہوئی نہ جسم سے چنانچہ محمد بن اسحٰق نے سیرت مین روایت کی کہ معاویہ بن ابی سفیان[ع] سے
جب اسرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا جاتا تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رویا صادقہ تھا۔ اور لکھا کہ مجھ سے بعض لوگون نے جو حضرت صدیق کی
اولاد مین سے ہین بیان کیا کہ حضرت ام المومنین صدیقہ رض فرماتی تھین کہ یہان جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظرون سے گم نہین ہوا ولیکن آپ کو
روح کے ساتھ اسرا دیا گیا۔ ابن اسحٰق نے کہا حضرت ام المومنین صدیقہ کے اس قول سے انکار نہین کیا گیا ہی کیونکہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے
یہی کہا کہ قولہ تعالیٰ وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃً للناس الآیۃ کا نزول معراج ہی کے بارہ مین ہوا ہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے
حکایت فرمائی کہ۔ انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری (یعنی رویاء انبیاء کی آیت سے توجیہ کی ۱۲)۔ پھر اسی پر انھون نے عمل کیا پس حضرت صدیقہ رض نے سمجھا کہ وحی اللہ تعالیٰ کی
طرف سے انبیاء علیہم السلام کو جاگتے و سوتے دونون طرح آتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تنام عینای وقلبی یقظان یعنی میری آنکھین
سوتی ہین اور میرا دل جاگتا ہی ابن اسحٰق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ انمین سے کون بات واقع ہوئی ہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات کا معائنہ کس
حالت پر کیا ہی جاگتے ہوے یا سوتے ہوے اور یہ سب حق و صدق ہی۔ انتہی کلام ابن اسحٰق۔ اور امام ابن جریر رح نے اس قول کو نقل کرکے ابن اسحٰق پر رد و انکار
و تشنیع کی اور کہا کہ یہ خلاف ظاہر قرآن ہی اور دلائل تردید مین سے وہی بعض بیان کیے جو اوپر گذر چکے ہین واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہی کہ ظاہر
عقائد مین یہ مسئلہ ہی کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے ہین مع جسم شریف کے مکہ سے بیت المقدس تک اور وہان سے آسمانون تک اور
جہان تک اللہ تعالیٰ نے چاہا واقع ہوئی ہی۔ ولیکن جو کوئی کہ مکہ سے بیت المقدس اسرا سے منکر ہو وہ کافر ہے اور واضح ہو کہ معراج مین سلف و خلف کا
اتفاق قطعی ہے بخلاف بعض شاذ روایات کے جو حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت معاویہ سے مروی ہین کہ ایسی روایات سے یہی نہین
کہہ سکتے کہ ان دونون کا قول ہی کہ نہین ہے لہذا ایسے اختلاف کا کچھ اعتبار نہین ہو سکتا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ **فائدۂ جلیلہ** شیخ ابن کثیر رح
نے ذکر فرمایا کہ حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب دلائل النبوۃ مین بطریق محمد بن عمر الواقدی رحمہ اللہ روایت کی کہ حدثنی مالک بن ابی الرجال عن
عمرو بن عبد اللہ عن محمد بن کعب القرظی قال الحدیث بطولہ یعنی محمد بن کعب القرظی نے مرسل بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ بن
خلیفہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا پھر حضرت دحیہ کا اسکے پاس آنا اور وقائع ملاقات بیان کیے جس سے ظاہر ہوتا ہی
کہ ہرقل کی عقل بہت وافر تھی پھر ہرقل نے شام سے عرب تاجرون کو بلایا جو کوئی آیا ہو تو لوگ پکڑ کر ابو سفیان[ع] صخر بن حرب اسکے ساتھیون کو

[ع] ابو سفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے [illegible] ۱۲

لیگئے ہرقل نے اُنسے وہ باتین پوچھین وجواب دیے جو روایات صحیحین مین موجود ہین اور اس روایت مین اسقدر زیادہ ہے کہ ابوسفیان برابر
یہ کوشش کرتے تھے کہ بادشاہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی چھوٹائی وحقارت ثابت کرین اور اس روایت مین ابوسفیان نے
کہا کہ واللہ مجھے اس امر سے کوئی مانع نہ تھا کہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسی بات بہتان لگاؤن کہ بادشاہ کی نظر سے گرجاوین سوائے اس امر کے
کہ ایسا نہو کہ مین کوئی جھوٹ بولون اور وہ کھل جاوے تو وہ مجھپر مواخذہ کرے میری کوئی بات سچی نہ جانیگا تب مین نے لیلۃ الاسرا کو ذکر کیا
اور کہا کہ اے بادشاہ مین اسکی ایسی بات ذکر کرون جس سے تجھے معلوم ہوجاوے کہ اُسنے دروغ باندھا ہے بولا کہ وہ کیا بات ہے مین نے بیان کیا
کہ وہ کہتا ہے کہ ایک رات مین وہ ہماری زمین حرم مکہ سے تمھاری اس مسجد ایلیا مین آیا اور اُسی رات صبح ہونے سے پہلے وہ مکہ لوٹ گیا۔ بادشاہ کے
پاس ایلیا کا بطریق بادشاہ کے سرہانے کھڑا تھا وہ بول اُٹھا کہ مین اس رات کو پہچانتا ہون تب بادشاہ ہرقل نے اسکی طرف دیکھا اور کہا کہ تجھے
اسکا علم کیونکر ہوا اُسنے کہا کہ اے بادشاہ مین کبھی رات کو بغیر مسجد کے دروازے بند کیے نہین سوتا تھا ایک رات مین نے سب دروازے بند کردیے
سوائے ایک کے کہ اس دروازہ کو ہرچند مین نے بند کرنا چاہا وہ بند نہ ہوا تو مین نے خدام وعمال کو بلواکر حکم دیا کہ زور کرکے بند کرین ہم سب نے
زور کیا اُسکو جنبش بھی نہ ہوئی گویا ہم ایک پہاڑ پر زور کرتے ہین مین نے اُسی وقت نجارون وکاریگرون کو بلوایا انھون نے بہت غور و نظر سے
کہا کہ اس دروازہ پر معلوم ہوتا ہے کہ اوپر سے کڑا اوٹپا اوجھکا اور دیوار اُمڑی ہے یہ اسوقت ہم سے درست نہین ہوسکتا صبح کو ہم دیکھینگے کہ کہان سے
بگڑا ہے آخر مین لوٹ آیا اور ویساہی کھُلے دروازے چھوڑ دیے صبح کو مین پھر گیا تو دیکھا وہ دروازہ درست ہے اور جو پتھر زاویہ مسجد مین ہے جہان
انبیاء علیہم السلام کی سواری بندھتی تھین اُسمین سوراخ ہے اور چوپایہ بندھنے کے آثار ظاہر ہین پس اس تعجب انگیز معاملہ سے مین نے اپنے لوگون سے کہا
کہ یہ تو کسی نبی کے لیے ہوا ہوکہ دروازہ کھُلا رہے اور ضرور اُسنے ہماری اس مسجد مین نماز پڑھی ہے پھر پوری حدیث طویل نقل کی۔ فائدہ حافظ
الحدیث ابوالخطاب عمر بن دحیہ نے اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر مین حدیث اسرا کو جو انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے ذکر کرکے
اُسپر فوائد وزوائد وعمدہ کلام سے تحقیقات ذکر کرکے کہا کہ اسرا ومعراج کے بارہ مین احادیث بکثرت متواتر حضرت عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود و
ابوذر ومالک بن صعصعہ وابوہریرہ وابوسعید وابن عباس وشداد بن اوس وابی بن کعب وعبدالرحمن بن قرط وابوحبہ انصاری وابولیلی انصاری وعبداللہ
بن عمرو وجابر وحذیفہ وبریدہ وابوایوب وابوامامہ وسمرہ بن جندب وابوالحمراء وصہیب رومی وام ہانی واسماء بنت ابوبکر الصدیق
وام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہین بعض نے اسکو مطول اور بعض نے مختصر روایت کیا جیسا کہ مسانید مین آیا ہے پھر بعض روایات اگرچہ
بوجہ بعضے راویون کے شرط صحت پر نہو مگر اکثر صحیح ہین اور حدیث معراج کے صحیح ہونے پر تمام مسلمانون نے اجماع کیا ہے اور زندیق وملحدون نے
البتہ اس سے مُنھ موڑا وہ چاہتے ہین کہ اللہ تعالی کے نور کو بجھادین اور اللہ تعالی اپنے فضل سے اسکو روشن رکھیگا اگرچہ کافر لوگون کو یہ بات ناگوار ہو۔
مترجم کہتا ہے کہ یہانتک مین نے تفسیر شیخ امام ابن کثیر رح سے نقل کیا اسی قدر کافی ہے لیکن بعض فوائد دیگر تفاسیر سے بھی زائد کرتا ہون۔ ف
امام محی السنہ نے معالم مین روایت بخاری من طریق شریک بن عبداللہ از انس بن مالک رض اپنی اسناد سے اسطرح ذکر فرمائی کہ انس رض نے کہا کہ
ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے اسرا ہوا آپ کے پاس تین شخص آئے قبل اسکے کہ آپ پر وحی بھیجی جاوے اور آپ مسجد الحرام مین
سوتے تھے پس اول نے کہا کہ وہ کون ہے دوم نے کہا کہ وہ سب مین سے بہتر ہے پس سوم نے کہا کہ سب مین بہتر کو لیلو اُس رات تو یہی ہوا پھر انکو
نہ دیکھا پھر دوسری رات آئے اس حال مین کہ آپ کا قلب دیکھتا تھا اور شان یہ تھی کہ آپ کی آنکھین سویا کرتی تھین اور دل نہین سویا کرتا تھا
(پھر معراج کے حالات مین سے بعض ذکر کیے یہانتک کہ کہا) موسی علیہ السلام نے کہا کہ اے رب مجھے گمان نہ تھا کہ مجھپر ایسی رفعت کسی کو ہوگی پھر

انحضرت صلعم کو بلند کیا گیا ساتوین سے اوپر وہان کہ سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہی پھر سدرۃ المنتہی کو آئے اور نزدیک ہوا جبار رب العزۃ
پس قریب ہوا یہانتک کہ ہوا اس سے قاب قوسین یا کم پھر وحی فرمائی اپنے بندے محمد کو جو چاہا دپھر فرائض نماز اور حضرت موسی علیہ السلام کی
مراجعت و تخفیف اور نزول ذکر فرمایا یہانتک کہ کہا پس آپ جاگے اس حال مین کہ آپ مسجد الحرام مین تھے۔ امام محی السنہ نے کہا کہ امام مسلم نے
اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے اور محی السنہ نے کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ بعض علماے حدیث کا قول ہے کہ ہم نے امام بخاری و مسلم کی صحیحین
مین کوئی حدیث ایسی نہین پائی کہ جسکا محمل نہو سواے اس حدیث کے اور شاید اسمین شریک بن عبد اللہ راوی سے سہو ہوا ہے اور یہ اسوجہ سے
کہ اس حدیث مین مذکور ہی کہ معراج قبل وحی کے تھی حالانکہ اہل العلم متفق ہین کہ معراج بعد وحی کے قریب بارہ برس گذرنے کے واقع ہوئی ہی اور نیز
مذکور ہی کہ دنا فتدلی حضرت جبار رب العزۃ کے ساتھ ہوا حالانکہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رض سے مروی ہی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے محی السنہ نے کہا
کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ اعتراض صحیح نہین ہی کیونکہ یہ حدیث معراج خواب کا بیان ہی بوجہ اسکے کہ عظائم آیات دکھلانے سے پہلے خواب
مین دکھلادیا پھر جاگتے مین مشرف فرمایا چنانچہ یہ قبل وحی کیے جانے کے واقع ہوا اور نیز آخر حدیث مین ثابت ہی کہ جاگے تو آپ مسجد الحرام مین تھے پس یہ خواب ہی جیسے سال ششم
ہجرت مین فتح مکہ دکھلائی گئی پھر تحقیق اسکی آخر سال ہشتم مین واقع ہوئی مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب عمدہ ہی محی السنہ نے لکھا کہ روایت ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوکر
ذی طوی تک پہونچے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میری قوم اسکی تصدیق نہ کریگی جبرئیل نے کہا کہ آپکی تصدیق ابوبکر رض کرینگے وہ صدیق ہی ف امام نووی نے شرح مسلم مین کہا
کہ شریک رح کی روایت مین اوہام ہین جس سے علماء نے انکار کیا جیسے وحی سے پہلے معراج ہونا اور یہ غلط ہی اسکے ساتھ کوئی راوی موافق نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ محی السنہ رح کی اسناد کا
جواب صحیح ہی اور شریک سے کچھ وہم نہین ہی فافہم ف سراج المنیر مین ہی کہ زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مین بیت المقدس تک
پہونچا تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا ایک پتھر مین سوراخ ہوگیا اُس سے براق باندھا اور ایک روایت مین ہی کہ جبرئیل علیہ السلام براق لیکر انحضرت صلعم کے پاس آئے
اور کہا اے محمد سوار ہو جیے پس آپ سوار ہوے اور ساتھ جبرئیل تھے اور براق ہوا مین لیکر اڑا اور جو سماوی طے کرتا چلا پس انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیاسے ہوے تو جبرئیل دو برتن ایک شراب
اور ایک دودھ کا لائے اسوقت تک شراب حرام نہوئی تھی آپ نے دودھ کو اختیار کیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ فطرت آپ نے پائی اللہ تعالی
آپ کے ساتھ آپکی اُمت کو صواب پر رکھے اور اسی واسطے حضرت صلعم خواب مین دودھ کی تعبیر علم سے دیتے تھے جب آسمان دنیا پر پہونچے
تو دروازہ کھلوایا (آگے عروج کا تذکرہ ہے یہانتک کہ فرمایا) پھر حضرت کو لیکر سدرۃ المنتہی تک پہونچے تو جبرئیل نے کہا کہ اعمال بنی آدم یہین تک
منتہی ہوتے ہین اور یہ مقام قرار ارواح ہے پس یہ مقام اوپر سے اترنے والے اور نیچے سے چڑھنے والے کی انتہا ہی اور یہی جبرئیل علیہ السلام کا ٹھکانا ہی انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم وہان اُترے اور رفرف آیا اسمین بیٹھے اور جبرئیل علیہ السلام نے اس فرشتہ کو سپرد کیا جو رفرف کے ساتھ آیا تھا آپ نے جبرئیل سے ساتھ
رہنے کی درخواست کی جبرئیل نے کہا کہ مجھے کچھ قدرت نہین ہی اگر آگے ایک قدم بڑھاؤن تو جل جاؤن ہم مین سے ہر ایک کے واسطے ایک مقام معلوم ہے
اور اللہ تعالی نے آپکو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آیات کے دکھلانے کو بلایا ہے پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو وداع کیا اور فرشتہ رفرف کے ساتھ ہوے
پس رفرف مع فرشتہ کے جاتے تھے یہانتک کہ ایک مستوی پر بلند ہوے جہان صریف اقلام (آواز قلم ۱۲) سنتے تھے جو الواح پر جاری تھے اور جو اللہ تعالی بندوں پر جاری
فرماتا ہی لکھتے تھے اور جو ملائکہ اعمال عباد لکھتے ہین وقال تعالی انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون پھر آپکے واسطے ایک نور کی موج آئی اور فرشتہ نے تنہا چھوڑ دیا
اور رہ گیا پس آپ نے اپنے ساتھ نہ دیکھا تو جانا کہ براق و جبرئیل اسی وجہ سے رہے کہ اپنے مقام سے آگے نہین بڑھ سکے یون ہی رفرف اپنے مقام تک پہونچکر رہ گیا
پھر نور نے آپ کو سب طرف سے احاطہ کرکے اپنے اندر لے لیا اور آپ کو ایک علم عطا ہوا جو اُس سے پہلے بطور وحی کے آپ نہ جانتے تھے وفی السراج
ایضاً۔ حدیث مین حضرت موسی علیہ السلام کا قبر مین نماز پڑھنا اور تمام انبیاء کا آپ کے ساتھ پڑھنا جیسے حج کا تلبیہ کہتے آنا وغیرہ مذکور ہی حالانکہ

وہ لوگ دار آخرت مین ہین اسکے کیا معنی ہین جواب دیا کہ نماز بیت المقدس شاید اسواسطے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سب پر ظاہر ہو
اور مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہین تو سب کو اول مبعوث فرما کر جب محمد صلعم کو مبعوث فرمایا تو
سب کو آپ کی اقتدا کرنے کے لیے خاص حیات اتنی مدت کے واسطے عطا کر دی کہ انھون نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور یہ بھی صحیح ہی کہ وے سب
زندہ ہین کیونکہ شہیدون سے افضل ہین اور یہ نماز وغیرہ انپر بطریق تکلیف نہین ہے اور لکھا کہ شاید نماز بمعنی تسبیح ہو کیونکہ حدیث مین ہے کہ
اہل آخرت کو تسبیح اسی طرح الہام ہو گی جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہے ولیکن مترجم کے نزدیک حج کی تلبیہ وغیرہ مین یا موسیٰ علیہ السلام کے قیام
نماز مین یہ تاویل مناسب نہین ہے اور لکھا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے واسطے آخرت مین کچھ امور خاص کیے ہون جیسے وے دنیا مین
خاص حال پر تھے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ ہو سکتا بلکہ ضرور ہے ولیکن انکو ان اعمال کی تکلیفات دینے مین کیا معنی ہین اور ظاہر یہ ہی کہ جسطرح دنیا مین
آدمی کو کسی فعل کے کرنے مین خواہ دل سے کیسی ہی خوشی سے کرے بدن پر ایک تکلیف ہوتی ہی یہ تکلیف وہان ممکن نہین ہی کیونکہ ظہور روحی ہی اور بدن
تابع ہو کر بحکم روح ہے تو بالکل تکلیف نہین ولیکن درجات آخرت وفضل باری تعالیٰ بے انتہا رہے تو اس سے انکو درجات مین ترقی ہی واللہ اعلم۔
مترجم کہتا ہے کہ معراج تشریف آیا مسجد سے ہوئی یا حضرت ام ہانی کے گھر سے ہوئی۔ بقاعی رح نے کہا کہ دوسرا قول جمہور کا ہی یعنی ام ہانی کے گھر سے
ہوئی اور مسجد سے ہونا ظاہر قرآن ہے لقولہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یون توفیق صحیح ہی کہ ام ہانی کے
گھر سے جبرئیل علیہ السلام آپ کو مسجد مین لیگئے وہان زمزم کے پانی سے تطہیر قلب وشق صدر وآرایش کے بعد مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گئے
اور اکثر علماء نے یہ جواب دیا کہ مسجد الحرام سے مراد حرم ہے جو مسجد کے گرد ہے اور حرم مین ام ہانی کا گھر تھا ولیکن جو مترجم نے توفیق بیان کی اوفق
واصوب ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ شق صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایکبار حضرت حلیمہ سعدیہ کے وہان ہوا اور ایک مرتبہ معراج کے وقت
ہوا اور بعض روایات سے چار مرتبہ ظاہر ہوتا ہی۔ واللہ اعلم۔ **مسائل عدیدہ** جو احادیث معراج سے ثابت ہوتے ہین از انجملہ معراج مین
مذکور ہی کہ آسمان کا دروازہ کھلوانے و پوچھنے کے جواب مین کہ کون ہی کہا کہ جبرئیل معلوم ہوا کہ ادب یہ ہی کہ اجازت چاہی جب پوچھا جاوے کہ کون
ہے تو اپنا نام بتلاوے یہ نہین کہ مین ہون مترجم کہتا ہی کہ دوسری حدیث مین مصرح آیا کہ ایک نے اجازت چاہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا تو کہا کہ مین ہون آپ نے کراہت سے فرمایا کہ مین مین یعنی نام بتلانا چاہیے از انجملہ یہ کہ آسمان کے واسطے دروازے ہین پس جو شخص اس سے منکر ہو
وہ مبتدع گمراہ ہی۔ از انجملہ آدم علیہ السلام وانبیاء کا مبارکباد و مرحبا کہنا تو مستحب ہی کہ زیارت کرنے والا اگرچہ افضل ہو جسکی زیارت کرے اسکو مرحبا
وغیرہ سے خوشی کرنا چاہیئے۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض انبیاء نے بیٹا کہا اور بعض نے بھائی کہا ہی لہذا بدون قریب ناتے داری کے بھی بھائی کہنا اچھا ہے
از انجملہ نبی صالح وفرزند وبرادر صالح وغیرہ الفاظ سے تعریف مین جواز نکلا کہ اگر غرور سے امن ہو تو آدمی کی سچی تعریف منھ پر کر دے۔ از انجملہ ابراہیم علیہ السلام
اپنی پیٹھ کا تکیہ بیت المعمور سے لگائے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ سے تکیہ لگانا جائز ہے مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم آخرت مین
ہین اور وہان کے قیاس سے ایسا حکم جو عالم دنیا مین حکم سے خلاف ہو اولیٰ نہین ہے یعنی ظاہری حکم خانہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کا ہر ایک آدمی
کے لیے ادب سے خلاف اولیٰ ہے مگر یہ کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے لہذا اولیٰ یہ ہے کہ تکیہ نہ لگاوے اگرچہ جواز نکلتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ
جو احادیث مین واسطے تخفیف تعداد کے مروی ہے کہ پھر مین اپنے رب کی طرف لوٹا تو امام نووی رح نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جس مقام سے
مجھے مناجات کے واسطے شرف عطا ہوا تھا وہان لوٹا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ زمانہ ومکان سے اور طرف واشارہ سب سے پاک ہی۔ از انجملہ
یہ مسئلہ اصول کا نکلا کہ پچاس کا حکم دیا اور قبل عمل درآمد ہونے کے پانچ تک تخفیف کر دی پس جواز نسخ قبل العمل ثابت ہوا۔ از انجملہ سونے کے

طشت کا استعمال آدمیون پر بحکم تعبدی سے حرام ہے اور آخرت مین ہو گا اور معراج مین اسکا استعمال ملائکہ نے کیا ہے سوال ارواح کفار آسمان پر نہین پھر آدم علیہ السلام کیونکر غمگین ہوتے ہین تو جواب یہ ہے کہ دروازہ بائین کی طرف سے جہنم مین جانا دیکھکر غمگین ہوتے ہین اور یہ عالم آخرت مین سے ہے نہ اس آسمان سے پس سوال وارد نہین ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ غمگین ہونا بھی اس حالت ظہور ازل کا بیان ہے جسکی کیفیت فہم ظاہر بین نہین آسکتی ہے فافہم۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان کثرت سے مسائل واشارات وعجائب علوم ہین جو اکثر عوام کی فہم سے اعلیٰ ہین لہذا اس خوف سے کہ شاید وسوسہ شیطانی سے منکر ہون نہین لکھتا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ام ہانی کے گھر مین تھے تو چھت یکایک کشادہ ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام اترے پس ظاہر ہوا کہ کوئی جسم مادی مانع نہین ہوا اور جیسے آپ کا صدر شریف چاک کرکے دھویا اور پھر برابر کر دیا اور کسی طرح زخم سے آثار مادی نہ ظاہر ہوے کیونکہ حکم الٰہی جل شانہ ہر دم ہر چیز کا قیوم ہے اور ہر ایک چیز اُسکے قبضہ قدرت مین ہے۔ اور جیسے مسجد اقصیٰ کا قریب دار عقیل کے حاضر ہونا واسطے معائنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی طرح دقیق علوم ہین جنسے علماء وعقلاء کے عقول وارواح نہایت مسرور وخوش ہوتے ہین اور انکے ایمان ویقین کو ترقی ونور ملتا ہے لہذا چاہیے کہ پہلے دل کو ارکان ایمان وعقائد سے اور بدن کو اعمال شریعت سے منور کرین تب روح کی نظر حواس سے فیض حاصل ہو واللہ تعالیٰ ہو الموفق والہادی الی سبیل الرشاد۔

ف عرائس البیان مین شیخ عارف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً۔ اس آیت مین چار اشارات ہین اول اشارہ تقدیس دوم اشارہ غیرت سوم اشارہ غیب اور چہارم اشارۃ السر پس اشارہ تقدیس کلمہ سبحان ہے یعنی معراج اپنی جانب عام فہم مین خطرہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی مقام یا کسی طرف مین ہے خواہ بلندی ہو یا اور کوئی ہو کہ جب بندہ وراء الورا تک پہونچا تو اُس سے واصل ہوا یعنی یہ وہم مت کرو بلکہ پہلے سے سبحان کہکر پاکی جان لو یہ وہم نہ کرو کہ اپنے بندے کو جب ملکوت سموات پر بلند کیا تو اسکو کسی مقام پر بلند کیا یا وہ کسی مکان مین ہے کیونکہ کون ومکان اُسکے میدان قدرت مین ایک ذرہ سے بھی کم ہین تو یہ نہین دیکھتا کہ کیسے حدیث مین وارد ہے کہ کون قبضۂ قدرت الٰہی مین رائی سے کم ہے پس جو نزدیکی اور بلندی یہان فرمائی جاتی ہے وہ تشبیہ دینے والون کے اوہام سے پاک ہے جو وہم کرین کہ اسرا بوجود ثبوت کسی مکان کی طرف واسطے قرب کے تھا پس پہلے ہی سے کہنا چاہیے کہ سبحان الذی یعنی وہ پاک ہے ایسے اوہام کی تہمت سے۔ دوم اشارہ غیرت یہ ہے کہ الذی فرمایا یعنی وہ پاک جسنے اپنے بندے کو یہ اسرار عطا فرمایا اور یون نہین فرمایا کہ وہ اللہ یا وہ رحمن وانند اسکے کوئی نام پاک نہین فرمایا کیونکہ غیرت قدیم نے چاہا کہ کوئی نہین اسکی بارگاہ کبریا تک واصل ہو سکتا سوائے اسکے بندے کے اور بندہ کو بھی نام ظاہری محمد یا دوسرے نام سے نہین ذکر فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم دونون نام درمیان سے اُٹھا لیے تاکہ کوئی مطلع نہو۔ سوم اشارہ غیب قولہ اسری ہے یعنی ایک بھید تھا ایک رب عزوجل واُسکے بندے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قولہ لیلاً محل مناجات تھا پس تقدیس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ قدم کو حدوث سے فردانیت ہے اور یہ کہ جہان فضل بے علت وسبب ہے وہان اکتساب وکوشش کو دخل نہین ہے اور یہ کہ مخلوق مین سے اُسکے واسطے اختصاص خاص ہے اور یہ کہ حادث کو مجال نہین کہ قدم کے ادراک واحاطہ کو پہونچے اور یہ کہ بارگاہ عزت اپنی محدث پر ہے خواہ کوئی عارف وصف نہ کرے بلکہ وہ کسی عارف کی معرفت سے معزز ومقدس نہین بلکہ عارف نہین بلکہ عارف کو خود وصف ہے اور مبہم نام سے حقائق محبت کھلی اور ظاہر ہوا کہ صمدیت تک ادراک خلق کی مجال نہین ہے اور اشارہ غیب سے ظہور انوار ربوبیت وانوار علم مجہول ہوتے ہین اور اشارہ سری سے خطاب متشابہات وغوامض علوم مشکلہ ظاہر ہوے اور آثار قیامت کے واقعات کا اشارہ ہے۔ اسرا اپنے بندے کو محل ارادت سے بمقام محبت اور محل محبت سے بمقام معرفت اور وہان سے بمقام توحید اور وہان سے بمقام تفرید اور وہان سے بمقام فنا اور وہان سے بمقام بقا اور وہان سے بمقام اتصاف اور وہان سے بمقام اتحاد فرمایا

پس بندے مین رسوم حدوث سے اُسکا کچھ نہ رہا کیونکہ قدم کا حدوث پر استیلا ہوا فدنا فتدلّی پھر اُسمین فنا ہوا پس فنار و بقار کے درمیان بیان قاب قوسین او ادنیٰ ہوا ایک قوس ازل اور دوسرے قوس ابد پس دونون قوسین مین غیبت مین غائب ہوا پس غیب باقی رہا تو او ادنیٰ ہوا پس غیرت سے غیب الغیب بھی زائل کردیا گویا وہ فنار الفنار مین تھا پس اس سے بھی فانی کردیا پس خالی اسکا نام مع اسم اشارہ کے باقی رکھا چنانچہ فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ یعنی وہ باوجود مرتبہ اتحاد کے بوصف عبودیت ہے اور سبحان الذی یعنی منزہ ہے وہ اس بات سے کہ حوادث کا محل ہو یا وہ حوادث مین حلول فرماوے یا لاہوت کا امتزاج ناسوت سے ہو سبحانہ وہ تسبیح کے ساتھ ازلی سرمدی تھا بندہ کے ایجاد کرنے سے پہلے سبحان تھا اور عبودیت بندون کے واقع ہونے سے پہلے سبحان تھا قریب یا بعید سے پہلے سبحان تھا وہ وہی ہے کہ اپنی ذات و صفات مین مخلوق کی طرف سے قرب و بعد ہر حال سے ہمیشہ پاک ہے۔ اسرا یہان دیدار فعل و آیات سے بجانب دیدار صفات ہے اور دیدار صفات سے بجانب مشاہدۂ ذات ہے اسکو اپنے مشاہدہ جمال پر شاہد کیا پس اُسنے حق کو حق کے ساتھ دیکھا اور وہان موصوف بوصف حق ہوا پس اسکی صورت اسکی روح ہوئی اور روح اسکی عقل ہوئی اور عقل اسکا قلب ہوئی اور قلب اُسکا سر ہوا پس حق کو اپنے تمام وجود سے دیکھا کیونکہ اسکا وجود تمام و کمال عیون الحق سے ایک آنکھ ہوگیا پس حق کو بجمیع العیون دیکھا اور اُسکے خطاب کو بجمیع اسماع سنا اور جمیع قلب سے حق کو پہچانا یہانتک کہ اُسکے عیون و اسماع قلوب و ارواح و عقول سب حق مین فنا ہوگئے پس نظر خلق بحق ہوئی مگر بندہ کے واسطے اسکی نیابت مین کیونکہ عیون حدوثی عیون الحق مین فنا ہوگئین اور عیون الحق کا مرجع بجانب حق ہے پس حق نے حق کو دیکھا اور حق نے حق کو پہچانا اور حق نے حق سے سنا اور یہ حق تعالیٰ کی کمال رحمت و لطف اپنے بندے خاص پر ہے کیونکہ وہ سنتا دیکھتا ہے چنانچہ آخر حدیث مین فرمایا قولہٗ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اپنا کلام خود سنا اور اپنی ذات کو خود دیکھا وہ ازل مین سمیع بصیر تھا اور یہان اپنے بندے کے سمع و بصر سے سنتا و دیکھتا ہے شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اپنی نفس کی تسبیح فرمائی کہ پاک ہے اس سے کہ اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار کرنے مین کسی کو دخل ہو کہ ایک حرکت ایک قدم کی اسکی شرکت سے ہو۔ شیخ ابو یزید رح نے فرمایا کہ جو ظاہر کیا اُس سے پاکیزگی فرمائی اور جو مخفی ہے اُسکو کوئی نہین پہچانتا۔ ابن عطار رح نے فرمایا کہ مقام قرب و نزدیکی کی پاکیزگی فرمائی کہ کسی حال مین کسی مخلوق کی اسمین تاثیر ہو پس اسرار فرمایا بندہ کی ذات کو اور اسکی روح کو اور اسکے سر باطن کو پس نہ سر کو علم ہوا جسمین روح ہے اور نہ روح نے جانا جو سر باطن نے مشاہدہ کیا اور نہ نفس کو خبر ہے جو روح و سر کے پاس ہے اور ہر ایک واقف اپنی حد پر حق کے مشاہدہ مین ہے اس سے بلا واسطے حاصل کرتا ہے وہان شرکت باقی نہین ہے بلکہ حق عز و جل نے اپنے بندے کو تحقق دیا پس اسکو وہان مقام دیا جہان مقام نہین اور خطاب فرماکر اُسکو وحی فرمائی جو وحی فرمائی جل شانہ و عز برہانہ۔ اور نقل فرمایا کہ ایک شخص نے آکر حضرت امام جعفر بن محمد سے پوچھا کہ مجھ سے معراج کا وصف بیان فرمایئے تو فرمایا کہ کیسے مین تجھ سے ایسے مقام کا وصف کرسکتا ہون جہان جبرئیل نے باوجود اپنی عظمت مقام کے کچھ نہین سنا اور نہ طاقت پائی۔ واضح ہو کہ معراج مین ابتدار مین مسجد اقصیٰ جانے کا سبب یہ ہے کہ وہان آیات کبریٰ مین کہ انوار تجلّی کا نزول ہے ارواح انبیار و اشباح پر اور وہان قرب مین طور سینا اور ربیت اور مصیصہ ہے و مقام ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہین اور ان پہاڑون مین مواضع کشوف حق ہین اسی واسطے فرمایا کہ بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا یعنی علامات شواہد ہمارے مشاہدہ کے تاکہ آیات مین ہمارے مشاہدہ کے لیے عادت ہو اور تاکہ اُنکے مشاہدہ سے قوت حاصل کرکے آیات عظام ملکوتی کے دیدار کی قدرت ہو اور ملکوت مین عروج کے واسطے سبب ہوا تاکہ وہان انوار جبروت مشاہدہ فرماوے کیونکہ بندہ کرم نے درخواست کی تھی کہ ارنا الاشیار کما ہی ہم کو اشیار جیسے حقیقت مین ہین دکھلا دے یعنی آیات مین صفات بطور آئینہ کے دکھلا دے پس حق عز و جل نے اسکو آیات دکھلائین اور وہ عز و جل اس بات پر قادر ہے اور وہ آیات مین حلول

کرنے سے پاک ہو اسی وجہ سے سبحان الذی سے شروع فرمایا۔ اور حکمت اسمین یہ تھی کہ جب اُسکو ملکوت اعلی و ملکوت اسفل مین دیدار صفات کی قوت
ہوئی تو ذات پاک کے مشاہدہ بلا حجاب کے طاقت ہوئی اور دیدار ذات بلا کیفیت و علت ہو اور کیونکہ جب کہ دیدار صفات مین عقول متحیر ہین تو
ذات پاک مین علت وغیرہ کو کیا دخل ہو سکتا ہے پس وہان آیات و شواہد کچھ نہین ہین بلکہ اسکو اُسی سے دیکھا نہ اور کسی چیز سے اور بعض مشائخ نے کہا
کہ ابراہیم علیہ السلام کے حق مین فرمایا کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ یعنی مشاہدہ نفس آیات سے ظہور دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
حق مین فرمایا کہ لنریہ من آیاتنا یعنی اپنی آیات سے ہم اُسکو دیدار دین پس آیات سے اسکی آنکھ بند کرلی اور حق کے ساتھ مشغول کیا اور اُسنے آیات مین سے
کسی کی طرف التفات نہین فرمایا یہی اُسکے واسطے خلق عظیم تھا۔ بعضے مشائخ اس مقام پر نکتہ بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت عام تھی حتی کہ ملائکہ بھی آپ کی اُمت مین تھے ولیکن اہل زمین اپنے طور پر افعال و اقوال و اعمال مین تھے اور ملائکہ اپنے طور پر
آداب حضوری مین تھے پس اللہ تعالی نے رسول کر کے اہل زمین کی تعلیم کو بھیجا کہ انھون نے عبادت سیکھی پھر آسمان کو عروج دیا کہ ملائکہ نے آداب
سیکھے و قال تعالی مازاغ البصر وما طغی۔ نہ کسی مقام کی خواہش کی اور نہ طمع اکرام اور ہر خواہش سے تحرز کیا۔ شیخ استاد نے کہا کہ قولہ لنریہ من
آیاتنا۔ اول آیات سے پھر صفات سے پھر کشف ذات سے معرفت عطا فرمائی۔ واضح ہو کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلی کمالات سے ہے
اور کور باطن بوجہ ہجوم وساوس شیطانی کے اس سے منکر ہوگا ولیکن موسی علیہ السلام کے ظاہری معجزات مثل عصا کا اژدہا ہو جانا اور باطنی
معجزات مثل کلام الٰہی کوہ طور پر اور عطاے توریت وغیرہ ظاہر تھے اور اکثر لوگ اسکے معتقدین بھی معراج سے منکر ہوتے تھے پس آیندہ تذکرہ کیا
اور آیات الٰہی سے منکرون پر تہدید فرمائی بقولہ تعالی

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ذُرِّيَّةَ مَنْ

اور ہم نے دی موسی کو کتاب اور بنا دیا اُسکو ہادی واسطے بنی اسرائیل کے یہ کہ تم لوگ مت بناؤ میرے سواے کسی کو وکیل اے اولاد اُنکے

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝

جنکو ہم نے سوار کر دیا تھا نوح کے ساتھ وہ تھا ہمارا اچھا شکر گذار بندہ

سراج مین لایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عظیم قدرت سے سیر تھوڑی وقت مین مسجد اقصی تک مع عروج و دیدار آیات کے ذکر فرمائی تو
اُسکے پیچھے موسی علیہ السلام کی سیر مصر سے بیت المقدس تک جو زمانہ دراز مین ہوئی بیان فرمائی تاکہ دونون مین فرق ظاہر ہو اور شب معراج
مین موسی علیہ السلام کی شفقت اس اُمت پر بہت زیادہ ہوئی جو انکی مراجعت سے نمازون مین تخفیف ہوئی لہذا فرمایا وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور
دی ہم نے موسی کو کتاب یعنی توریت وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے اس کتاب کو بنا دیا یعنی اپنی عظمت سے هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ہادی واسطے بنی اسرائیل کے
یعنی اسطرح کہ توحید و احکام مین عدل کرین اور موسی و انکی قوم کو مصر سے بلاد مسجد اقصی تک سیر دی مگر ناشکری بعضے لوگون سے چالیس
سال تک درمیان مین روکے گئے وہان نہ پہونچے اور جتنے نکلے تھے سواے اہل تقوی و انبیاء کے سب اس سرزمین سے محروم مرے۔ اس سے
دونون اسرار مین فرق ظاہر ہوا جیسے قرآن مجید و توریت مین فرق ہے۔ کذا فی السراج پھر وہ کتاب بنی اسرائیل کے واسطے ہادی ہے اس
معنی مین کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا مت بناؤ میرے سواے کسی کو وکیل۔ یا اسلیے کہ تم غیر کو سواے اللہ کے وکیل نہ بناؤ یعنی اسباب
مت بناؤ کہ اپنے امور اسی کی طرف سپرد کرو بلکہ اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرو اور یہی توحید ہے کہ بولے تو اللہ تعالی کی یاد سے اور فکر کرے تو اُسی کی
پاکی اور چاہے تو اللہ تعالی ہی سے مانگے پس سب اللہ تعالی ہی کے لیے ہو جاوے یہی معراج سب سے بہتر ہے اور اتباع نبوت سے تابعدار کو بھی

وصول بمقام عروج ہو لہذا فرمایا۔ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ یعنی اے اولاد انکی جنکو ہم نے نجات دیکر نوح کے ساتھ کشتی مین رکھا تم اپنے باپ کے ساتھ مشابہ ہو۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا نوح بندہ شکور یعنی بہت شکر کرنیوالا تھا۔ اسمین ارشاد ہو کہ اے لوگو میری اس عظیم نعمت کا شکر کرو کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند رسول معظم مکرم تم پر بھیجا جسکی اتباع سے تمکو بہت اعلی معراج حاصل ہو سکتی ہو۔ واضح ہو کہ حدیث مین اور سلف سے اثر مین وارد ہے کہ کھانا و پانی ولباس وہر شان مین نوح علیہ السلام اللہ تعالی کی حمد کرتے اسیواسطے بندہ شکور فرمایا اور طبرانی نے سعد بن مسعود ثقفی سے روایت کی کہ نوح کو عبد شکور اس لیے فرمایا کہ جب کھاتے پیتے تو اللہ تعالی کی حمد کرتے تھے۔ امام احمد نے انس بن مالک رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے راضی ہوتا ہو اس بات مین کہ کچھ کھاوے یا کچھ پیے اسپر اللہ تعا کی حمد کرے۔ کذا رواہ مسلم والترمذی والنسائی۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے حکایت کی کہ نوح ہر حال مین اللہ تعا کی حمد کرتے تھے۔ حدیث شفاعت مین بھی مذکور ہو کہ یہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آوینگے کہ آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہین اور آپ کو اللہ تعالی نے عبد شکور نام کیا ہے آخر حدیث تک۔ کما رواہ البخاری۔ فی السراج المنیر۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ لوگ سب اولاد نوح سے ہین کیونکہ نوح علیہ السلام کے ساتھ آپ کے تین بیٹے سام وحام ویافث تھے سب انھین کی اولاد ہین۔ بقاعی رح نے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ جو کوئی انکی اولاد کے سوا انکے ساتھ تھا وہ مر گیا اور کوئی اولاد نہ چھوڑی اور خود نوح کی اولاد اسلیے نہ فرمایا کہ یہ اُنکی اولاد کی اولاد ہین تو یہ دوسرا احسان الٰہی ہو۔ روایت ہو کہ نوح علیہ السلام جب کھاتے پیتے تو کہتے کہ حمد ہو اللہ تعالی کو جس نے مجھ بندے کو اُسکی لذت چکھائی اور میرے جسم مین اُسکی منفعت باقی رکھی اور اُسکی ناکارہ اذیت مجھ سے نکالدی اور ایک روایت مین ہو کہ افطار کے وقت جو اسطرف سے گذرتا اگر محتاج ہوتا تو اپنا کھانا اُسکے سامنے پیش کرتے اور اپنے کھانے سے اُسکے کھانے کو پسند کرکے اُسی کو کھلاتے ف فی العرائس قولہ تعالی انہ کان عبدا شکورا۔ براہ عبودیت وہ واقعی عبد تھا کیونکہ بندگی وشکر گزاری ہی عبودیت ہو کہ تمام نعمتون کو خواہ جسمانی ہون یا روحانی ہون اپنے منعم کی راہ مین صرف کرے اور محبت کی راہ سے وہ محب تھا اور حریت کی راہ سے عاشق تھا اور حر وہ ہو جو سواے معشوق کے سب سے آزاد ہوا اور غیرت کی راہ سے منفرد بالانس تھا کیونکہ وہ سواے معشوق کے اغیار کا وجود نہین چاہتا تو نہین دیکھتا کہ طوفان کی دعا مین کہا کہ لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا یعنی روے زمین پر کافرون مین سے کوئی گھر والا مت چھوڑ اور شکر گزار اس راہ سے کہ نعمت سے منعم کو دیکھتا تھا نہ نعمت کو اور منعم کو بھی اسطرح کہ اُسکی نعمت جمال وجلال کے حق ادا کرنے سے عاجز ہے گویا اللہ تعالی نے مومنون کو آگاہ فرمایا کہ انکے باپ نوح علیہ السلام معرفت مین کیسے تھے کہ اللہ تعالی کا شکر مقام نعمت وبلا مین ادا کرتے تھے کیونکہ عارف نہین ہوتا جب تک حق کو نعمت دیکھنے مین اور بلا دیکھنے مین دونون طرح نہ دیکھے پس مقام بلا مین صبر کو مقرون برضامندی لیوے اور مقام نعمت مین شکر مقرون بصفائی لیوے اور سخاوت وتقوی کے ساتھ اسی کو اختیار کرے اور جب اس زیور سے آراستہ ہوا تو اسپر آرائش عبودیت موجود ہو قال المترجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے محامد مین اگلی کتابون مین ہو کہ اسکے ساتھی لوگ درویش ہونگے قائم بامر الٰہی اور ہر نعمت وتکلیف مین دونون حال مین اللہ کی حمد کرینگے فافہم۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ عبودیت یہ ہو کہ دو باتین چھوڑے ایک تو لذت پر سکون کرنا اور دوم حرکت پر اعتماد کرنا یعنی دنیاوی تن آسانی حاصل ہونے پر قلب کو سکون ہو جانا بندگی سے خارج ہو اور نیز حرکات اعمال وافعال پر بھروسا کرنا بندگی سے خارج ہو پس جب یہ دونون باتین تجھ سے جاتی رہین تو اسوقت مین عبودیت کا مرتبہ آیا پس اللہ تعالے کا قلیل فضل اُسکے نزدیک وہی بڑا افضل ہو اور وہ اپنی کثیر خدمت وعبادت کو نہایت حقیر دیکھیگا اور اللہ تعالے کے سوا کسی طرف التفات نہ کریگا اور ایسے بندے کو ہر چند نعمت متواتر کثرت سے پہونچے کسی حال مین منعم سے نہ روکیگی بخلاف اسکے دیکھو بنو اسرائیل کو توریت

دی اور کثرت سے نعمتین دین مگر اُنھون نے شکرگذاری چھوڑ کر نعمتون پر نظر ڈالی اور توریت کی ہدایت چھوڑی فساد مین پڑے

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

اور ہم نے آگاہ کر دیا تھا بنی اسرائیل کو کتاب مین کہ تم ضرور فساد مچاؤ گے زمین مین دو مرتبہ اور سرکشی کروگے بڑی سرکشی پھر جب آیا وعدہ

اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝

ان دونون مین سے پہلا بھیجے ہم نے تم پر اپنے مخلوق بندے لڑائی مین سخت پس داخل ہوے درمیان گھرون کے اور تھا یہ وعدہ ہو جانے والا

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ

پھر ہم نے تم کو ان پر لوٹایا اور امداد فرمائی ہم نے تمھارے مالون اور اولاد سے اور کر دیا تم کو تعداد مین بہت اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانون

لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا

کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو اپنی جانون کیلیے پھر جب پہونچا وعدہ پچھلے بار کا کہ وہ لوگ اداس کرین تمھارے منھ اور گھسین مسجد مین جیسے

دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

بیٹھے پہلے بار اور خراب کرین جس جگہ غالب ہون پوری خرابی آیا ہو رب تمھارا اسپر کہ تمکو رحم کرے اور اگر پھر وہی کروگے تو ہم پھر وہی کرینگے اور کیا ہم نے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝

دوزخ منکرون کا بندی خانہ

وقف لازم

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ اور خبر دی ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب مین یعنی توریت مین۔ واضح ہو کہ قضی بمعنی آگاہ کرنا و خبر دینا بھی آتا ہے جیسے قضینا الیہ ذلک الامر ان دابر ہؤلاء مقطوع مصبحین۔ پس کتاب سے مراد توریت ہے اور ظاہر ا توریت مین اُسکی خبر دیدینا بھی ایک کرامت تھی جس سے اور بھی زیادہ یقین بڑھ جاوے جیسے اس زمانہ مین مسلمانون کی خرابی و نصاریٰ کی کثرت و غلبہ کی خبر احادیث صحیحہ مین اول سے مروی ہے چنانچہ جس نے معلوم کیا کہ حدیث مین ہے کہ جب امت مسلمہ فساد کریگی تو اُس وقت نصاریٰ بہت کثرت سے با قوت غلبہ بادشاہ ہونگے اور اسی قسم کی احادیث کثیرہ وارد ہین حالانکہ جسوقت سے یہ احادیث مروی ہین اُسوقت نصاریٰ نہایت ذلیل و خوار تھے کہ یہ امید کچھ بھی نہ تھی بعض نے کہا کہ کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے یعنی ہم نے لوح محفوظ مین حکم دیدیا ہے ولیکن الی بنی اسرائیل کے معنی ظاہر نہین ہوتے مگر جبکہ الی بمعنی علی لیا جاوے پس اول اولی ہے کہ توریت مین بنو اسرائیل کو آگاہ کر دیا۔ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے یعنی ظلم و قتل و گناہون سے زمین مین یعنی ملک شام مین یہی امام سیوطی کا قول ہے اور بقاعی نے کہا کہ بوجہ تقدس و برکات کے گویا زمین وہی ہے اور بیضاوی نے کہا کہ مراد ملک مصر ہے ولیکن صحیح اول ہے کہ شام مین فساد کروگے مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ۔ کشاف مین کہا کہ پہلا فساد قتل زکریا علیہ السلام و حبس ارمیا جبکہ اُسنے اللہ تعالیٰ کے خشم سے ڈرایا تھا اور دوسرا فساد قتل یحیی علیہ السلام و قصد قتل عیسی علیہ السلام تھا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پہلا فساد مخالفت احکام توریت و قتل اشعیا یا ارمیا تھا اور دوسرا قتل زکریا و یحیی و قصد عیسی علیہ السلام تھا۔ معالم مین ہے کہ قتادہ رح نے کہا کہ فساد اول مخالفت احکام توریت و ارتکاب محارم ہے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ اول قتل اشعیاء و ارتکاب محارم ہے اور فساد دوم مین لکھا کہ قتل یحیی علیہ السلام و قصد عیسی علیہ السلام ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسرائیلیون کی روایات سے ان باتون کو ڈھونڈھا گیا مگر اُنکی تاریخین و اقوال مبالغہ و کذب سے مملو ہو رہی ہین جیسے سوائے اُنکے دوسری قومون کا اُسوقت حال تھا اور یہی برابر رہا یہانتک کہ زمانہ اسلام سے تاریخون کی صحت لوگون نے سیکھی اور اُسوقت کے ایک زمانہ پیچھے جب دوسری

قید کرنا ۱۲

قومون مین آدمیت شروع ہوئی تب سے اُنھون نے بھی تاریخون کا التزام کیا لیکن اول کی تاریخین یہودیون اور نصرانیون وغیرہ سب کی اسیطرح خراب حالت مین ہین بلکہ اول مین تو ہزارون وقائع درج نہین ہوتے تھے ہان کہانی کے طور پر رہتے تھے لہذا امام رازی وامام ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ ہم کو تفسیر مین ان روایات کی کچھ حاجت نہین ہو چنانچہ اس مقام پر اسکی ضرورت ہو کہ اُنھون نے دومرتبہ فساد کیا اور یہ نہایت صاف ہو پس معنی یہ کہ ہم نے بنواسرائیل کو توریت مین آگاہ کردیا کہ تم اس زمین مقدس شام مین دومرتبہ فساد کروگے۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا اور سرکشی کروگے یعنی لوگون پر ظلم وتکبر کے ساتھ بڑی سرکشی فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا پس جب آویگا دونون مرتبہ مین کا پہلا وعدہ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا تو ہم تم پر بھیجینگے اپنے کچھ بندون کو أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سخت خوف وگرفت والے ابن کثیرؒ نے کہا یعنی قوت وتعداد مین زیادہ وسامان وشوکت مین بڑھے ہوے فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا پس داخل ہونگے وسط دیار مین اور یہ وعدہ پورا کیا گیا ہو یعنی تمھارے ملکون کے مالک ہوکر اُنکے درمیان درآوینگے اور بیخوف پھرتے پھرینگے کسی سے اُنکو خوف نہوگا اور یہ وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سلف وخلف کے مفسرین یعنی صحابہ وتابعین سے انکے بارہ مین مختلف اقوال مروی ہین چنانچہ ابن عباسؓ وقتادہؒ سے روایت ہو کہ وہ جالوت جزری واسکا لشکر ہے پہلے اُنپر مسلط کیا گیا تھا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ (بجاے وزلے کذا فی السراج ۱۲) پھر ہم لوٹا وینگے تمھارے لیے دوبارہ سلطنت ودولت ان لوگون پر۔ لہذا پھر بنواسرائیل نے جہاد پر عزم کیا اور اشمویل پیغمبر سے درخواست کی کما قال تعالی اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملكا نقاتل فی سبیل الله۔ چنانچہ طالوت بادشاہ کے ہمراہ اُنپر جہاد کیا اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ تعالی نے داؤد کو حکمت وسلطنت دی اور انتظام بحال ہوا اور سرسبزی ہوئی کما قال تعالی وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ اور ہم تمھاری بڑھاور کرینگے اموال واولاد سے وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا اور تم کو تعداد مین کثیر کرینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون کی کثرت تعداد بھی رحمت الٰہی ہو لہذا حدیث مین ہو کہ لوگو تم نکاح کرو کہ مین تمھاری کثرت سے اور اُمتون پر مباہات کرونگا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون مین جہانتک صریح کفر نہو کسی کو خارج نہ کرنا چاہیے اور نہ باہم اختلاف وپھوٹ ڈالی جاوے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ سعید بن جبیر سے روایت ہو کہ وہ موصل کا بادشاہ سخاریب مع لشکر تھا اور نیز سعید ودوسرون سے روایت ہو کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر تھا۔ محی السنہ نے معالم مین کہا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ وہ بخت نصر مع لشکر تھا اور یہی اظہر ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن جریرؒ نے بسند صحیح روایت کیا کہ سعید بن المسیب جو کبار تابعین مین سے ہین فرماتے تھے کہ بخت نصر ملک شام پر غالب ہوا اور اُسنے بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور لوگون کو قتل کیا پھر دمشق مین آیا وہان دیکھا کہ مذبح مین ایک خون اُبلا کرتا ہو جب اُسپر خون پڑتا ہو جوش مارتا ہے بنواسرائیل سے پوچھا کہ یہ خون کیسا ہے اُنھون نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادون سے اسی طرح پایا ہے کہا کہ اُسنے اس خون پر ستر ہزار مسلمانون وغیرہ مین سے قتل کیے یہانتک کہ خون کا ابلنا تھم گیا۔ ہذا اسناد صحیح اور یہی مشہور ہے کہ اسنے بنواسرائیل کے علماء واشراف کو قتل کیا یہانتک کہ کوئی ایسا باقی نہ رہا جو توریت کی محافظت کرے اور اسرائیلیون مین سے ایک خلقت کثیر کو جنمین شاہزادہ وغیرہ بھی تھے گرفتار کرکے بابل لے گیا اور وہان کچھ وقائع ہوے جنکا ذکر طول ہو ولیکن اگر اُن مین سے کچھ صحت کو پہونچے تو اسکی کتابت وروایت جائز ہو۔ بالجملہ بنواسرائیل کو دوبارہ سلطنت وشوکت دی۔ إِنْ أَحْسَنتُمْ اگر تم نیکی کروگے یعنی اپنی ذات کے لیے اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے اور دوسرے لوگون پر شفقت ومہربانی سے اور ظلم وسختی دور کرنے سے تو أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ تو اپنے واسطے نیکی کروگے یعنی ہر بھلائی کا اچھا بدلہ خواہ دنیا مین ہو یا دین مین ہو تمھارے ہی واسطے ہے۔ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ اور اگر تم نے بُرائی کی تو وہ بھی تمھاری نفسون کے لیے ہے یعنی تمھاری نفسون کے اوپر اسکا وبال ہے۔ ظاہر لہا کی جگہ علیہا ہوتا کیونکہ بھلائی کے واسطے لام آتا ہے اور برائی کے واسطے علی یعنی وبال اسپر ہے ولیکن اسمین بلیغ نکتہ یہ ہے کہ نفوس پر جب دونون کا عوض ہے تو گویا آدمی نے دونون اپنے واسطے کمائے پس بجاے نیکی کے

بدی کما تا کسقدر سخت وناگوار ہے اسکو خود اندازہ کرو۔ ولیکن بنواسرائیل ایک زمانہ کے بعد پھر عیش وشہوات مین پڑے اور عہد توڑ دیا تب دوسرا وعدہ
قریب ہوا۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پھر جب دوسرے مرتبہ کا وعدہ آویگا تو آوینگے تمھارے دشمن زبردست لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ تاکہ ہمارے
زبردست قوت والے بندے غمگین کرین تمھارے مُنہون کو وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور داخل ہون مسجد مین یعنی بیت المقدس
مین جیسے پہلے مرتبہ کے فساد مین داخل ہوے۔ معالم مین کہا کہ جب دوبارہ حضرت یحیی علیہ السلام کو قتل کیا اور عیسی علیہ السلام کا قصد کیا تو اللہ تعالی
نے اُنپر فارس اور روم کے خردوس وططیوس کو مسلط کیا اُنھون نے بنواسرائیل کو قتل وگرفتار وجلاے وطن کرکے بہت بربادی کی وَلِيُتَبِّرُوْا مَا
عَلَوْا تَتْبِيْرًا اور تاکہ ہلاک وبرباد کرین وہ ملک جسپر غالب ہوے ہین خوب بربادی۔ پھر ان دونون مرتبہ کے بعد بھی رحم فرمایا باوجودیکہ بنواسرائیل نے
اپنے انبیاء کے قتل مین وعلماء وصلحاء کے قتل مین اور شرک وظلم مین حد سے تجاوز کیا تھا۔ مگر تضرع وزاری سے رحم فرمایا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ
یعنی امید کرو کہ تمھارا رب تمھاری عاجزی وزاری پر رحم کرے۔ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اور اگر تم نے پھر کفر وقتل وظلم کی طرف عود کیا تو ہم بھی عود
کرکے تم پر مسلط کرینگے اور یہ عذاب دنیاوی ہے اور عذاب آخرت علیحدہ ہوگا۔ کما قال تعالی وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا اور جہنم ہم نے
کردی ہے کافرون کے واسطے حصیر (قید خانہ) ابن عباس رض نے کہا حصیر قیدخانہ اور مجاہد نے کہا کہ اسمین محصور رہینگے اور یہی دوسرے تابعین مفسرین سے
مروی ہے اور حسن بصری رح نے کہا کہ حصیر یعنی بچھونا۔ قتادہ رح نے کہا کہ پھر بنواسرائیل نے عود کیا تو اللہ تعالی نے اُنپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب
رضی اللہ عنہم کو مسلط کیا کہ جزیہ لیتے ہین۔ بسراج مین ہو کہ قفال رح نے کہا کہ ہم نے عود کی صورت مین عذاب دنیاوی پر اسواسطے محمول کیا کہ سورۂ اعراف
مین اللہ تعالی نے بنواسرائیل کے حق مین فرمایا واذ تاذن ربک لیبعثن علیہم الی یوم القیامۃ من یسومہم سوء العذاب۔ یعنی غضب کے ساتھ اعلام فرمادیا
تیرے رب نے کہ وہ ضرور بنواسرائیل پر مسلط رکھیگا قیامت تک ایسے کو جو انکو سخت عذاب مین رکھے۔ مترجم کہتا ہے کہ انھون نے غضب پر غضب سمیٹا
پس اللہ تعالی نے اُنکو ہمیشہ کے لیے مقہور کردیا کہ ذلت ومسکنت مین پڑے ہین اُنکے واسطے نہ ملک ہے نہ سلطنت ہے۔ واضح ہو کہ جیسے توریت مین
بنواسرائیل کے دو مرتبہ فساد کرنے و خوار ہونے کو بیان فرمایا تھا اسی طرح قرآن مجید مین یہود بنواسرائیل کے حق مین فرمایا کہ ہمیشہ ذلت ومسکنت مین رہینگے
کبھی اُنکے لیے ملک وسلطنت نہوگی اور یہ کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو تحقیق ماننے والے یا نام کے نصرانی ہمیشہ یہود پر غالب رہینگے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم
ومومنین اور نصرانیون کے تمام فرقے برابر یہود پر غالب رہے اور یہ معجزہ قرآنی مشاہدہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث مین وارد ہے کہ
دجال کے ساتھ تاجدار یہودی ہونگے تو شاید یہ مراد ہے کہ اسکے ساتھی ہونے سے اُنکے لباس تاج کے ساتھ ہونگے مگر وہ کہین کے بادشاہ نہین ہونگے
اور شاید یہ مراد ہو کہ دجال کے وقت مین یہودی اسکی تابعداری مین بادشاہ ہونگے واللہ تعالی اعلم۔ واضح ہو کہ اول بخت نصر کا حملہ آور ہونا ظاہر ہے
اور امام رازی نے فساد دوم قتل یحیی علیہ السلام اور انتقام بخت نصر ذکر کرکے اعتراض کیا کہ تواریخ مین شہادت موجود ہے کہ بخت نصر کا زمانہ حضرت
عیسی ویحیی ع سے بہت پہلے تھا اور لکھا کہ معلوم یہ ہے کہ جس بادشاہ نے یہود سے انتقام لیا وہ قسطنطین بادشاہ روم تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بادشاہ نصرانی تھا
جس نے انتقام لیا اور بعداوت یہود کے سبب سے صخرہ بیت المقدس پر جو قبلہ یہود تھا کوڑا ڈلوایا یہانتک کہ زمانہ اسلام تک یہ جاری رہا چنانچہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس مین بجانب قبلہ کعبہ نماز پڑھی اور بعد اسکے اپنی چادر بچھا کر صخرہ سے کوڑا اُٹھاکر باہر پھینکا پس تمام لوگون نے اسیطرح
ایک دم مین صاف کردیا اور اسی قسطنطین واسکے ساتھی نصرانیون کی نسبت سورۂ بقرہ الٓمٓ مین ہے کہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا
اسمہ وسعی فی خرابہا الآیات۔ پھر واضح ہو کہ محی السنہ رحمہ اللہ علیہ نے قولہ تعالی وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض الآیات کی
تفسیر مین ایک حدیث طویل اس قصہ مین روایت کی اور اس حدیث کو ابن جریر رح نے بھی اپنی تفسیر مین اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے مین اول

اُسکو نقل کرکے پھر اسکے بعد شیخ ابن کثیرؒ کا کلام ذکر کرونگا۔ امام محی السنہ نے کہا کہ روایت کی سفیان بن سعید ثوری نے منصور بن المعتمر سے اسنے ربعی بن حراش سے اُسنے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بنو اسرائیل نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر فارس کا بادشاہ بخت نصر مسلط کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے سات سو برس بادشاہ رکھا تھا وہ مع فوج کے شام کو چلا اور بیت المقدس کو محاصرہ کرکے فتح کیا اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے خون پر ستر ہزار قتل کیے پھر بنو اسرائیل اور اولاد انبیاء کو قید کرلیا اور بیت المقدس میں جو زیور و آرایش تھی سب نکال لی چنانچہ ایک لاکھ ستر ہزار چھکڑے زیور و آرایش کے نکالے میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ بیت المقدس بہت عظیم تھا فرمایا کہ ہاں اسکو سلیمان بن داؤد نے سونے و چاندی و یاقوت و زبرجد سے بنایا تھا اور اسکے ستون سونے کے تھے اللہ تعالیٰ نے اُسکو یہ دیا اور شیاطین اُسکے لیے مسخر کردیے تھے کہ پلک مارتے اُسکے پاس یہ چیزیں لاتے تھے پس بخت نصر ان سب کو لیکر روانہ ہوکر بابل پہونچا پس بنو اسرائیل اسکے قبضہ میں سو برس پڑے رہے مجوسی اُنکو غلام بنائے تھے اُنمیں انبیاء بھی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُنپر رحم کیا اور بادشاہان فارس میں سے کورش نام کو جو مسلمان تھا وحی کی کہ جا کر بقایا بنی اسرائیل کو چھڑا دے پس کورش نے جاکر بنو اسرائیل مع سامان بیت المقدس کے شام میں پہونچا ئے پھر بنو اسرائیل سو برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قائم رہے پھر اُنھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا تب اللہ تعالیٰ نے پھر انطیانوس بادشاہ کو اُنپر مسلط کیا اسنے شام پر حملہ کیا اور بیت المقدس کو جلا کر لوگونکو قید کرلیا اور بنو اسرائیل کو کہا کہ اگر تمنے پھر سرکشی کی تو ہم پھر تمکو عذاب میں مبتلا کرینگے پھر اُنھوں نے حدود سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر ایک رومی بادشاہ جسکو قاقس بن استیانوس کہتے تھے مسلط کیا اُسنے خشکی و تری کی راہ سے اُنپر حملہ کیا اور سامان بیت المقدس نکالکر بیت المقدس کو جلا دیا اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ زیور بیت المقدس کی یہ صفت ہے اور اُسکو مہدی خلیفۃ اللہ پھر بیت المقدس میں واپس لاویگا اور وہ ایکہزار سات سو کشتیاں ہیں کہ بیت المقدس کے دروازہ پر لاکر ڈالی جاوینگی کہ بیت المقدس آراستہ کیا جاوے اور وہیں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کی نسبت لکھا کہ ابن جریرؒ نے اس مقام پر باسناد خود حذیفہ رضؓ سے مرفوع مطول حدیث روایت کی اور وہ حدیث لامحالہ موضوع ہے جسکو علم حدیث میں تھوڑی بھی معرفت ہو اُسکو ذرا بھی اُسکی وضع میں شک نہوگا اور پورا تعجب تو اس شیخ سے ہو کہ باوجود اسکے جلالت قدر و امامت کے اسپر کیونکر رائج ہوئی اور ہمارے شیخ الحافظ العلامۃ ابو الحجاج المزی نے تصریح کردی کہ یہ حدیث موضوع مکذوب ہو اور حاشیہ کتاب پر اُسکو لکھدیا۔ انتہی مترجما۔ پھر امام محی السنہ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق بن یسارؒ نے لکھا کہ بنو اسرائیل میں بدعتیں و گناہ بہت پھیلے اور اللہ تعالیٰ اُنسے تجاوز فرماتا اور اُنپر نیکی فرماتا تھا پھر اول آفت جو اُنپر اُنکے گناہوں کی وجہ سے ڈالی گئی وہ یوں تھی کہ اُنمیں ایک بادشاہ صدیقہ نام تھا اور اللہ تعالیٰ جب کسی کو بادشاہ کرتا تو اُسکے ساتھ ہی ایک نبی مبعوث فرماتا جو اُسکو سیدھی راہ پر رکھتا تھا اور کتاب اسپر نازل نہ ہوتی ولیکن توریت کی پیروی کرنے کا حکم دیے جاتے تھے پھر جب صدیقہ بادشاہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے شعیا بن امضیا کو نبی کیا اور یہ حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو اور یہ شعیا وہی ہیں جنھوں نے عیسیٰ و محمد علیہما السلام کی بشارت دی تھی کہ بشارت ہو اے سرزمین کہ رب آتا ہو تیرے پاس گدھے کا سوار اور اُسکے بعد اونٹ کا سوار ہو۔ بالجملہ صدیقہ بادشاہ ایک زمانہ دراز تک شام و بیت المقدس کا بادشاہ رہا جب اُسکا زمانہ قریب ہوا تو بنو اسرائیل میں نافرمانی و بدکاریاں زیادہ ہوگئیں اور کثرت سے بدعات پھیل گئیں اور اللہ تعالیٰ نے سنحاریب بادشاہ بابل کو مع لشکر کثیر کے بھیجا وہ چھ لاکھ فوج سے بیت المقدس پر آیا اور بادشاہ بیمار تھا اُسکی ٹانگ میں قرحہ تھا اس سے شعیا پیغمبر نے فرمایا کہ اے بادشاہ بنو اسرائیل تجھپر سنحاریب بادشاہ بابل چھ لاکھ جھنڈے لیکر حملہ آور ہوا ہے اور لوگوں میں اس سے ہیبت چھاگئی ہے بادشاہ اس بات سے متردد ہوا اور بولا کہ اے نبی اللہ آپکے اوپر کچھ وحی آئی کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے درمیان کیا حکم فرماویگا شعیا نے فرمایا کہ مجھکو وحی نہیں اُتری ہی

اسی درمیان مین شعیا پر الله تعالی نے وحی بھیجی کہ صدیقہ سے کہدے کہ وصیت کرے اور اپنی بادشاہت پر جسکو چاہے اپنے خاندان سے خلیفہ کرے
پس شعیا نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے الله تعالے نے وحی فرمائی ہے کہ مین تجھکو آگاہ کرون کہ تو وصیت کردے اور اپنے خاندان مین سے کسی کو
اپنا خلیفہ کردے کہ تیری موت ہے جب شعیا نے اس سے کہا تو وہ قبلہ رُخ ہوکر کھڑا ہوا اور اُسنے دو رکعتین پڑھین اور رو کر عاجزی و زاری
سے عرض کیا کہ اللھم رب الارباب یا قدوس المتقدس یا رحمن یا رحیم یا رؤف الذی لا تاخذہ سنة ولا نوم مجھے یاد دلادے میرے علم و فعل کی اور جس
اچھی طرح مین نے بنی اسرائیل پر خلافت کی اور یہ سب میری طرف سے تھا اور تو مجھ سے زیادہ میرے ظاہر و باطن کا علیم ہے اور تو الرحمن الرحیم ہے
پس الله تعالے نے اُسکی دعا پر رحم فرمایا اور وہ بندہ صالح تھا پس الله تعالے نے شعیا کو وحی فرمائی کہ صدیقہ سے کہدے کہ تیرے رب نے
تیری دعا قبول کی اور رحم فرمایا کہ اُسکی عمر مین پندرہ برس کی تاخیر کردی اور اُسکو سنحاریب اُسکے دشمن سے نجات دی پس شعیا نے اُسکو آگاہ کیا یہ
سنکر اُسکا غم و الم جاتا رہا اور وہ الله تعالے کے واسطے سجدہ مین گر پڑا کہ اے میرے الله میرے باپ دادون کے الله مین تیرا ہی سجدہ کرتا ہون
تیری ہی بڑائی اور بزرگی کرتا ہون تو ہی وہ ہے کہ بادشاہت جسکو چاہے دیوے اور جس سے چاہے چھین لیوے اور جسکو چاہے عزت دے اور
جسکو چاہے ذلت دے تیرے ہی قبضہ مین سب بہتری ہے جب اُسنے سر اٹھایا تو شعیا نے فرمایا کہ الله عز و جل وحی فرماتا ہے کہ تو اپنے آدمی سے کہہ
کہ انجیر کا پانی لاکر تیرے قرحہ مین ڈالے صبح کو تو اچھا ہو جائیگا پھر بادشاہ نے شعیا سے عرض کیا کہ رب عز و جل سے سوال کرین کہ ہمارے
اس دشمن کے ساتھ کیا حکم ہوتا ہے شعیا نے کہا کہ الله تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے تیرے دشمن سے تجھے نجات دی اور تیری کفایت کی کہ وے سب
صبح کو مر جاوینگے سوائے سنحاریب اور پانچ اسکے خاص لوگون کے جنمین ایک بخت نصر ہے جب صبح ہوئی تو شہر پناہ کے دروازہ پر ایک شخص نے آکر
خوشخبری سنائی کہ اے بادشاہ بشارت ہو کہ تیرے دشمن سنحاریب و اسکے ساتھی سب مرے پڑے ہین جب بادشاہ نکلا تو لوگون نے سنحاریب کو
تلاش کیا مگر مردون مین نہین پایا اور بادشاہ نے اُسکی تلاش مین آدمی روانہ کیے تو اسکو جنگل کے غار سے مع پانچون خواص کے پکڑ لائے اور اُنکو
مسجد جامع مین رکھا اور بادشاہ کو اطلاع دی وہ آیا اور دیکھکر الله تعالے کے واسطے طلوع آفتاب سے عصر تک سجدہ مین پڑا رہا پھر سر اٹھا کر
سنحاریب سے کہا کہ تو نے دیکھا کہ ہمارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا کیا اُسنے اپنی قوت سے اپنی قدرت سے تمکو ہلاک کردیا اور ہم تم دونون
غافل ہین سنحاریب بولا کہ مجھے تمہارے رب کی خبر اپنے ملک ہی مین نکلنے سے پہلے آگئی تھی کہ وہ تمہاری مدد کریگا اور تم پر رحم کریگا مگر مین نے کسی
راہ بتلانے والے کی بات نہ مانی اور میری کم عقلی نے مجھے اس بلا مین ڈالا۔ صدیقہ نے کہا کہ حمد ہمارے الله تعالے کے واسطے ہے جس نے ہمکو تمہارے
شر سے نجات دی جسطرح اُسنے چاہا اور ہمارے رب عز و جل نے تجھکو اور تیرے ساتھیون کو اسوجہ سے نہین باقی رکھا کہ تم الله تعالے کے نزدیک
عزیز ہو بلکہ اسواسطے کہ تم دنیا مین زیادہ بدبختی جھیلو اور یہان سے چھوٹ کر اپنے ملک والون کو خبر دو کہ ہمارے رب عز و جل نے کیسے تم کو ہلاک کیا
اور انکو خوف دلاؤ کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مین تجھکو مع تیرے ساتھیون کے قتل کر ڈالتا اور تیرا خون مع ساتھیون کے الله تعالے کے نزدیک چیچڑی
کے خون سے بھی آسان ہے اسمین اُسنے کچھ جناب الٰہی عز و جل مین بے ادبی کی تو بادشاہ نے اپنے سردار قیدخانہ کو حکم دیا اُسنے انکی گردنون مین رسی
ڈالکر ستر روز تک بیت المقدس و ایلیا کے گرد گھمایا اور ہر روز اُنکو جو کی دو روٹیان ہر آدمی کو دیتا تھا۔ سنحاریب نے اُس سے کہا کہ تیرا قتل کرنا
ہمکو اس ذلت سے اچھا ہے پس بادشاہ نے قتل کے قیدخانہ مین بھجوایا اتنے مین حضرت شعیا علیہ السلام کو الله تعالے نے وحی فرمائی کہ بادشاہ
سے کہدے کہ سنحاریب کو عزت کے ساتھ اُسکے ملک مین پہونچادے پس بادشاہ نے اطاعت کی اور اسکو عزت کے ساتھ روانہ کیا سنحاریب وہان
سے روانہ ہوکر مع ساتھیون کے بابل پہونچا اور لوگون کو واقعہ سے آگاہ کیا تو وہان کے ساحرون و کاہنون نے کہا کہ اے بادشاہ ہم نے تجھ سے پہلے

کہا تھا کہ ایسا واقعہ ہوگا مگر تو نے نہ مانا اس گروہ کے ساتھ مقابلہ نہین چاہیے تھا پس سنحاریب واسکے لوگ خوف مین رہے اور سنحاریب اُسکے بعد
سات برس تک زندہ رہا پھر مرا اور اُسنے اپنی جگہ بخت نصر اپنے پوتے کو تخت پر بٹھایا وہ اپنے دادا کے قدم بقدم قائم رہا پھر بنو اسرائیل کے بادشاہ نے
انتقال کیا اور بنی اسرائیل کی سلطنت مین بد انتظامی واقع ہوئی اور آپس مین کشت و خون ہونے لگا اور شعیا علیہ السلام زندہ تھے مگر بنو اسرائیل
اُنکی نہین سنتے تھے پس اللہ تعالے نے شعیا علیہ السلام کو وحی کی کہ تو بنو اسرائیل مین خطبہ پڑھنے کھڑا ہو تاکہ مین تیری زبان پر وحی کرون پس شعیا
کھڑے ہوے اور اللہ تعالی نے اُنکی زبان گویا فرمائی کہ اے آسمان سن لے اور اے زمین خاموش ہو کہ اللہ تعالے چاہتا ہے کہ بنو اسرائیل کے شان
حالت ۱۲
بیان فرماوے جنکو اُسنے اپنی نعمت سے پرورش کیا اور اپنے واسطے خاص کیا اور اپنی کرامت و فضل سے دوسرے بندون پر انکو برگزیدہ کیا اور وے
ایسے بکری کی طرح پھرتے تھے جسکا کوئی چرواہا نہو پھر اُسنے پھوٹ پھرنے والے کو اور گلہ سے بہک جانیوالے کو یکجا کیا اور شکستہ بیمار کا علاج کیا اور دبلے کو
موٹا کیا اور موٹے کو محفوظ رکھا جب اُسنے ایسا کیا تو اترا کر آپس مین ایک دوسرے کو سینگ مارے اور خون بہایا اور زخمی کیا یہانتک کہ انہین کوئی
ہڈی درست باقی نہ رہی کہ دوسری ٹوٹی ہڈی اُسکی طرف لگا کر باندھی جاوے پس بربادی اس اُمت بدکار کی اُنکو کچھ نہین معلوم کہ کب اُنپر وقت
آجاویگا دیکھو اونٹ کو جب اپنا وطن یاد آجاتا ہے ادھر اُدھر پھرتا ہے اور گدھے کو جب وہ چراگاہ یاد آتی ہے جہان پیٹ بھر اتھا اسی طرف رجوع
کرتا ہے بیل کو جب کھیت گھاس کا یاد آتا ہے جہان موٹا ہوا تھا لوٹتا ہے اور اس قوم کا یہ حال ہے کہ یاد بھی نہین کرتی جہان سے انکا وقت ہو حالانکہ
یہ لوگ عقل دیے گئے ہین اونٹ گدھا بیل نہین ہین اور مین اُنسے ایک مثل بیان کرتا ہون اُسکو سنین اُنسے کہدے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو ایک وقت وہ
بجھی ہوئی مردہ پڑی تھی اسمین کچھ آبادانی نہ تھی اور اُسکا پیدا کرنے والا حکیم قوی ہے اُسنے اسکو آباد ان کیا وہ نہین چاہتا کہ اُسکی زمین اُجاڑ ہوا ور
وہ سب بات پر قادر ہے یا یون کہو کہ حکیم نے ایک زمین پر ایک باغ بنایا اور چہار دیواری بنا کر اُسمین مکانات بنائے اور نہر جاری کی اور اقسام
اقسام کے درخت زیتون و انار و خرما اور انگور وغیرہ کے لگائے اور اُسپر ایک قیم صاحب رائے کو متولی کیا اور اُسکی حفاظت مین سپرد کیا جب
باغ مین اور تیاری کا وقت ہوا تو لوگون نے کہا کہ زمین خشک ہوگئی کیا یہ رائے ہے کہ اسکی دیوار منہدم کرکے نہر پاٹ دیجاوے اور درخت اُکھاڑ
دیے جاوین اور سبزی جلادی جاوے تاکہ جیسے پہلے تھی ویسی ہی ہو جاوے پس تو ان لوگون سے کہدے کہ چہار دیواری میرا دین ہے اور قصر میری
شریعت ہے اور نہر میری کتاب ہے اور قیم اسمین پیغمبر ہے اور پودے یہ لوگ خود ہین اور پودون مین جو پھل آئے ہین وہ انھین لوگون کے خبیث اعمال ہین اور
مین نے اُنپر انھین کے موافق حکم دیا جو انھون نے اپنی جانون پر چاہا ہے اور اُنکی مثال یہ ہے کہ گائے بکری ذبح کرکے میرے پاس تقرب چاہتے ہین حالانکہ
مجھے اُسکا گوشت نہین پہونچتا اور نہ مین کھاتا ہون اور تقوی سے اور جانون کا ناحق قتل ترک کرنے سے تقرب نہین چاہتے کہ مین نے ناحق قتل نفوس
حرام کیا ہے حالانکہ اُنکے ہاتھ ایسے خون سے تر ہو رہے ہین اور اُنکے کپڑے خون ناحق سے سُرخ ہو رہے ہین میرے واسطے مسجدین بنا کر خوب مضبوط کرتے ہین
اور اُسکے اندر صفائی کرتے ہین اور اپنے قلوب و اجسام کو نجس کرتے اور میل و کچیل سے بھرتے ہین مساجد کو زینت دیتے ہین اور اپنے عقول اور اخلاق کو
خراب کرتے ہین تو مجھے کون حاجت ایسے گھرون کی ہے مین کچھ وہان رہتا نہین ہون اور مسجدون کی آرائش کی کون ضرورت ہے مین کبھی وہان جاتا
نہین ہون مین نے مسجدون کے بنانے کا حکم صرف اسواسطے دیا ہے کہ اُسمین میری یاد کیجاوے اور تسبیح پڑھی جاوے۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہم نے روزہ رکھا
مگر وہ قبولیت کے واسطے نہ اُٹھایا گیا اور کہتے ہین کہ ہم نے نماز پڑھی مگر اس سے نورانیت نہ ہوئی اور کہتے ہین کہ ہم نے صدقہ دیا اس سے پاکیزگی نہ ہوئی اور
ہم نے کبوتر کی طرح نرم و حزین آواز سے دعا کی اور بھیڑیون کی طرح آواز سے روئے ہر طرح ہماری دعا و زاری قبول نہین ہوتی ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ
تو انسے دریافت کر کہ کون بات مجھکو تمہاری دعا قبول کرنے سے مانع ہو سکتی ہے کیا مین سب سے بہتر سنتا نہین ہون کیا مین سب سے زیادہ دیکھتا نہین ہون

کیا مین خوب قبول کرنے والا اور ارحم الراحمین نہین ہون مگر اُنکے روزے کیونکر قبول ہون کہ وے اپنے روزے کو دروغ باتون سے ناپاک لباس پہناتے
ہین اور اسپر حرام کھا کر قوت حاصل کرنا چاہتے ہین اور انکی نمازین کیونکر منور ہون کہ اُنکے دل ایسے لوگون کی جانب مائل و مطیع ہین جو مجھ سے لڑائی
وجھگڑا کرتے اور میری حرمات کی ہتک کرتے ہین اور انکے صدقات میرے یہان کیونکر پاکیزگی پاوینگے کہ وے غیرون کے مال پر دست درازی کرکے
صدقہ کرتے ہین اگر ثواب دیا جاوے تو اُنکو ہوگا جنکے مال چھینے گئے ہین اور اُنکی دعائین کیونکر قبول ہون کہ خالی زبان سے ہین قول و فعل موافق
نہین ہین بلکہ فعل تو اس سے بہت دور ہے دعا تو اُسی کی قبول ہوتی ہے جسکا دل پگھلے اور اپنے رب سے عاجزی کرے اور مین تو اُسی کی سنتا ہون
جو عاجز مسکین اپنے آپ کو پرہیزگاری مین رکھتا ہے اور میری رضامندی کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ مساکین راضی رہین یہ لوگ جب میرا کلام سنتے ہین
اور اُنکو پیغام پہونچایا جاتا ہے کہتے ہین کہ یہ تو بنائی ہوئی باتین ہین اوپر سے چلی آئی ہین یا جادوگرون وکاہنون کے قول ہین اور اُنکا دعوی ہے کہ ہم چاہین
تو ایسی ہی باتین بنالین اور چاہین تو جو شیاطین انکو وحی پہونچاتے ہین اس سے علم غیب پر مطلع ہوجاوین اور مین نے تو جس دن آسمانون و زمین کو
پیدا فرمایا حکم جاری و محکم کردیا ہے اور اُسکے واسطے میعاد مقرر کردی ہے کہ وہ خواہ مخواہ واقع ہوگی سو علم غیب جسکا یہ دعوی کرتے ہین اگر اسمین سچے
ہون تو مجھے بتلاوین کہ وہ کب واقع ہوگا اور کس زمانہ مین آویگا اور اگر انکو یہ قدرت ہے کہ جو چاہین لاسکتے ہین تو کہدے کہ ایسی ہی قدرت لاوین جس سے
مین نے احکام نافذ کیے ہین کیونکہ مین تو اُسکو سب دینون پر غالب کرونگا اگرچہ مشرک لوگ بُرا مانا کرین اور اگر انکو یہ قدرت ہے کہ جو چاہین ترکیب دیدین
تو وہ حکمت بنالاوین جس سے مین اس حکم کی تدبیر کرتا ہون اور مین نے آسمانون و زمین پیدا کرنے کے دن یہ حکم پورا کردیا ہے کہ نبوت کو جہلون مین اور
بادشاہت کو چرواہون مین اور عزت کو ذلیلون مین اور قوت کو ضعیفون مین اور توانگری کو فقیرون مین اور علم کو جاہلون مین اور حکمت کو بے پڑھون
مین قائم کرونگا تو ان لوگون سے دریافت کر کہ یہ کب ہوگا اور کون اس کام کے لیے قائم کیا جائیگا اور اس کام کے مددگار انصار کون ہونگے اگر جانتے ہون
تو بتلاوین۔ کہدے کہ مین اس حکم کے واسطے ایک نبی اُمی امین مبعوث کرونگا نہ وہ کسی قسم کے اندھون مین سے اور نہ کسیطرح کے گمراہون مین سے ہے اور نہ زبان کا
سخت اور نہ دل کا کڑا ہے نہ وہ بازارون مین کائون کائون کریگا اور نہ کسی طرح کے فحش سے اُسکو لوث ہوگا مین اسکو ہر طرح کے جمال سے آراستہ کرونگا اور ہر ایک
اچھی بزرگ خصلت اُسکو عطا کرونگا سکینت اُسکا لباس اور نکوئی اُسکا شعار اور تقوی اُسکے دلی خطرات اور حکمت اُسکی سمجھ اور صدق و وفا اُسکی طبیعت
اور عفو و بھلائی کی فہمایش اُسکا خُلق اور عدل اُسکی سیرت اور حق اُسکی شریعت اور ہدایت اُسکے واسطے خصوصیت و اسلام اُسکی ملت اور حمد اُسکا دین
کرونگا اور اُسکا نام محمد کے ساتھ احمد کرونگا جسکو مین ہدایت بعد ضلالت کے اور علم بعد جہالت کے اور بلند نامی بعد گمنامی کے اور شہرت بعد انجان
ہونے کے اور کثرت بعد قلت کے اور توانگری بعد مفلسی کے دونگا اور اُسی کے وسیلہ سے بندون کو تفرقہ کے بعد جمع کرونگا اور پھوٹ پڑے ہوے دلون مین
اُسی کے واسطہ سے الفت دونگا اُسکی اُمت کو سب اُمتون سے جو لوگون مین پیدا ہوئی ہین بہتر پیدا کرونگا کہ نیک کامون کا حکم کرینگے بُرے کامون سے
منع کرینگے یہ سب میری توحید کے واسطے اور مجھپر ایمان و یقین سے کرینگے کھڑے و بیٹھے رکوع و سجود سے میری نماز پڑھینگے میری راہ مین صف باندھکر
ایکسار لشکر بناکر جہاد کرینگے میری رضامندی کے واسطے اپنے گھربار و مال و اولاد کو چھوڑکر نکل جاوینگے مین اُنکو اپنی تکبیر و توحید و تسبیح و تہلیل و تحمید
و تمجید الہام کرونگا کہ ہر جگہ سفر مین اور وطن مین بیٹھے و کھڑے اور بچھونے پر اور کروٹ سے میرے واسطے تکبیر و تہلیل و تسبیح کرینگے اور بڑے بڑے بادشاہون
کے مُنہون پر میری پاکی اور بزرگی بیان کرینگے میرے واسطے اپنے مُنھ و ہاتھ پیرون کو دھووینگے اُنکی ازارین آدھی ساق تک ہونگی میرے واسطے
قربانیان اُنکی خود اُنکے خون ہین اور اُنکی انجیلین اُنکے سینون مین ہونگی راتون مین راہب ہوکر میرے واسطے عبادت کرینگے اور دنون کو شیرون
کی طرح میری راہ مین جانبازی کرینگے اور یہ سب میرا فضل ہے جسکو مین چاہون عطا کرتا ہون اور مین بہت بڑے فضل والا ہون جب اشعیاہ اپنی

وعظ سے فارغ ہوے تو لوگ اُنپر حملہ آور ہوے کہ انکو بھی قتل کر دین پس وہان سے بھاگے یہانتک کہ ایک درخت سامنے پڑا اور اُسنے اپنا جوف
خالی کر دیا یہ اُسمین گھس گئے وہان ایک کونہ اُنکے کپڑے کا باہر رہگیا تھا اُسمین سے شیطان نے بنو اسرائیل کو آمادہ کیا کہ وہ اس درخت مین ہے
ان کمبختون نے آرہ سے اس درخت کو چیر ڈالا اُسکے بیچ مین اُنکے بھی دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسکے بعد بنو اسرائیل پر اُنھین مین سے ایک شخص ناشیہ بن اموص
بادشاہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ارمیا بن خلقیا کو پیغمبر کیا اور یہ اولاد ہارون بن عمران سے تھے اور محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا کہ ارمیاؑ یہی خضر ہین اور خضر انکا
نام اسواسطے ہوا کہ ایک روز یہ ایک چٹیل زمین پر بیٹھے جب اُٹھے تو وہ سبزی سے لہلانے لگی پھر بنو اسرائیل مین محارم و بدعات و فواحش بہت بڑھ گئے
اور طرح طرح کے حرام کو حلال کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے ارمیا کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم پاس جا کہ جو مین حکم کرون اُس سے نصیحت کر اور میری نعمتین
یاد دلا اور بدکاریون سے آگاہ کر پس ارمیا نے عرض کیا کہ اے رب مین ضعیف ہون اگر تو مجھے قوت نہ دے اور عاجز ہون اگر تو مجھے غلبہ نہ دے
اور خوار ہون اگر تو مدد نہ فرماوے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے یہ نہین معلوم کہ سب امور میری مشیت سے جاری ہوتے ہین اور دل و زبان سب کی
میرے قبضہ مین ہین جدھر مین چاہتا ہون پھیرتا ہون اور مین تیرے ساتھ ہون تجھے کچھ کروہ نہین پہونچیگا پس ارمیا اپنی قوم کے درمیان کھڑے
ہوے ولیکن متحیر تھے کہ کیا کہون پس اللہ تعالیٰ نے انکو ایک بلیغ خطبہ الہام فرمایا اسمین اُنھون نے طاعت کا ثواب اور نافرمانی و گناہون کا عذاب
بیان کیا اور آخر مین کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ اُنپر ایسا سخت فتنہ مسلط کرونگا کہ جسمین حلیم آدمی متحیر ہو جاوے
اور ایسے سرکش سخت دل کو اُنپر غالب کرونگا کہ اُسکو خالی ہیبت کا لباس دیا گیا اور اُسکے سینہ سے رحمت نکال ڈالی گئی ہے اور اسکے پیچھے اتنا لشکر ہوگا کہ
سیاہ رات کا ٹکڑا معلوم ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ مین بنو اسرائیل کو ہلاک کرنا چاہتا ہون اور یافث کو مسلط کرونگا اور یافث کی اولاد
اہل بابل ہین جیسا کہ ہم نے سورۂ بقرہ مین لکھا ہے پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر بخت نصر کو بھیجا وہ چھ لاکھ جھنڈون کے ساتھ روانہ ہوا اور
ملک شام کو روندڈالا یہانتک کہ قریب تھا کہ بنو اسرائیل کو فنا کر دے اور بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور اپنے لشکر کو حکم کیا کہ ہر ایک تم مین سے اپنی
ڈھال بھر کر خاک اُسمین ڈالے پس سب نے ایسا ہی کر کے اُسکو پاٹ دیا پھر حکم دیا کہ شہرہاے بیت المقدس کے بنو اسرائیل چھوٹے بڑے سب جمع
ہون جب اکٹھا ہوے تو اُسنے اُنمین سے سات لاکھ طفل چھانٹ لیے جب اُسنے اموال غنیمت نکال کر چاہا کہ اہل لشکر مین تقسیم کرے تو اُسکے ساتھ کے
بادشاہون نے کہا کہ اے بادشاہ یہ سب غنیمت تیرے واسطے ہے مگر ان اطفال کو ہمارے درمیان تقسیم کر دے جو تو نے بنو اسرائیل مین سے چھانٹے
ہین جب اُسنے تقسیم کیا تو ہر سردار کے حصہ مین چند غلام آئے پھر باقی بنو اسرائیل کے اُسنے تین ٹکڑے کیے ایک تہائی کو ملک شام مین رہنے دیا اور
ایک تہائی قتل کیے گئے اور ایک تہائی کو قید کر کے لیگیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جو بنو اسرائیل پر اُنکے ظلم کی وجہ سے واقع ہوا اور یہی آیت مین قولہ بعثنا
علیکم عبادا لنا اولی باس شدید۔ سے بیان ہے پھر بخت نصر اپنی بادشاہت پر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا قائم رہا پھر اُسنے ایک عجیب خواب
دیکھا کہ اُسکو کوئی چیز پہونچی ہے پس اُسنے بنو اسرائیل مین سے دانیال و حنانیا و عزاریا و میشائیل کو بلایا اور یہ سب انبیاء علیہم السلام کی اولاد مین سے
تھے اور اُنسے خواب کی تعبیر پوچھی اُنھون نے کہا کہ بادشاہ ہم سے وہ خواب بیان کرے تاکہ ہم تعبیر کہین بولا کہ مجھے تو یاد نہین رہا تم ہی اسکو مع تاویل کے
لاؤ ورنہ تمھارے ہاتھ تمھارے مونڈھون سے جدا کرونگا یہ لوگ اُسکے پاس سے خوفناک نکلے اور اللہ تعالیٰ سے تضرع و زاری کی پس اللہ تعالیٰ نے
اِنکو اس خواب سے آگاہ کیا اُنھون نے جا کر بخت نصر سے کہا کہ تو نے ایک صورت دیکھی جسکے قدم و پنڈلیاں تو مٹی کی ہین اور گھٹنے و رانین تانبے کی ہین
اور پیٹ چاندی کا ہے اور سینہ سونے کا ہے اور سر و گردن اُسکی لوہے کی ہے بولا کہ ہان یہ سچ ہے کہنے لگے کہ پھر تو اسکو دیکھ رہا تھا کہ آسمان سے اُسپر ایک پتھر گرا اُسنے اس
صورت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہی تجھے بھلا دیا ہے بولا کہ تم نے سچ کہا مگر اسکی تعبیر کیا ہے کہنے لگے کہ تو نے بادشاہون کی سلطنتین دیکھین بعض کی حکومت نرم تھی

اور بعض کی خوبصورت تھی چنانچہ کچی مٹی سب سے کمزور ہے اس سے اوپر تانبا ہے پھر اس سے بہتر و خوبصورت چاندی ہے اس سے بڑھکر سونا ہے
پھر لوہا اُن سب سے سخت ہے پھر جو تونے آسمان سے پتھر گرتا دیکھا جسنے اس سب کو توڑ دیا وہ ایک پیغمبر ہوگا کہ اللہ تعالے اُسکو بھیجیگا وہ ان سب کو
درہم برہم کردیگا اور یہ کام اُسی کے تعلق ہوگا پھر اُسکے بعد بدستور ملک ہوگا۔ پھر اہل بابل نے بخت نصر سے کہا کہ اے بادشاہ ہم نے جو غلام بنواسرائیل کے
تجھ سے مانگے اور تونے ہم کو دیے تو جب سے وے ہمارے ساتھ ہوے ہین ہم اپنی عورتون کی خصلت اچھی نہین دیکھتے ہین کہ عورتون کے منھ
ہماری طرف سے پھر کر اُنکی طرف ہوگئے ہین شاید کوئی فتنہ برپا ہو پس تو اُنکو ہمارے بیچ سے نکالدے یا قتل کردے اُسنے کہا کہ تمکو اختیار ہے جسکو
منظور ہو جو غلام اُسکے پاس ہین اُنکو قتل کرے یا نہ کرے جب یہ لوگ قتل کے واسطے جمع کیے گئے تو آپس مین ایک دوسرے کو دیکھکر روئے اور
کہا کہ اے رب ہم پر رحم کر کہ اورون کے گناہون سے ہم قتل ہوتے ہین اللہ تعالے نے اُنپر رحم کا وعدہ فرمایا پس سب قتل ہوے سوائے اُن
لوگون کے جنکو بخت نصر نے قتل سے ممنوع کردیا تھا اور انھین مین سے دانیال و حنانیا و عزاریا و میشائیل تھے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا
کہ بخت نصر کو ہلاک کرے تو اُسنے ان بنواسرائیل کو جمع کرکے کہا کہ تم نے دیکھا کہ مین نے اس گھر (بیت المقدس) کے ساتھ اور وہان والون کے ساتھ
کیا کیا ہو اب تمھارا اعتقاد اس گھر کی نسبت کیونکر ہے کہنے لگے کہ وہ بیت اللہ ہو اور یہ لوگ اُسکے متولی تھے اور یہ انبیا کی اولاد ہین انھون نے
گناہ و ظلم کیے تو اللہ تعالے نے تجھکو اُنپر مسلط کیا اور رب انکا رب السموات والارض ہو وہی اُنکی بزرگی و عزت کرتا تھا جب اُنھون نے ایسے ایسے
فعل کیے تو اللہ تعالے نے اُنکو ہلاک کیا اور غیرون کو اُنپر مسلط کردیا۔ یہ بات اُسکو ناگوار ہوئی اور اُسنے موافق اپنے خیال کے چاہا کہ فلسفی مذہب کا اقرار
کرین اور گمان کیا کہ اُسنے اپنی قوت و جبروت سے یہ سب کام کیا ہے پس اُنسے کہا کہ کیا تدبیر ہے کہ مین آسمان پر پہونچکر وہان والون کو قتل کرکے
اپنی سلطنت قائم کرون کیونکہ زمین مین کوئی میرے مقابلہ کے واسطے نہین ہو انھون نے کہا کہ مخلوقات مین سے کسی کو یہ طاقت نہین ہو اُسنے کہا
کہ غور سے بتلاؤ کہ مین یہ کام کیا چاہتا ہون ورنہ تمکو قتل کرونگا پھر یہ لوگ بہت پریشان و عاجز ہوکر روئے اور جناب باری تعالے مین الحاح کیا
پس اللہ تعالی نے ایک مچھر اپنی قدرت سے بھیجا جو اُسکے نتھنون کی راہ سے چڑھکر اُسکے ام الدماغ تک پہونچکر وہان چمٹ رہا پس اُسکو قرار و سکون نہ ہوتا
جب تک ہتھوڑون سے اُسکا سر ٹھونکا نہ جاتا آخر اسیطرح مرگیا جب مرا تو اُسکے طبیبون وغیرہ نے اسکا دماغ چاک کیا تو دیکھا کہ کچھ نہین ایک مچھر اُسکے
ام الدماغ کو کاٹ رہا ہے تاکہ اللہ تعالے اپنی قدرت اپنے بندون کو دکھلاوے پھر اللہ تعالے نے بنواسرائیل کے باقی بچے ہوون کو شام مین پہونچایا وہان انھون نے
عمارت بنوائی اور بڑھے یہانتک کہ جس حال پر پہلے تھے اُس سے اچھے ہوگئے اور وے گمان کرتے ہین کہ اللہ تعالے نے ان لوگون کو دوبارہ زندہ کردیا تھا
جو قتل کیے گئے تھے بہرحال جب شام مین داخل ہوے تو اُنکے پاس کوئی عہد الٰہی نہ تھا جسپر عمل کرتے اور توریت اس فتنہ مین جل گئی تھی اور
عزیر علیہ السلام بھی انھین قیدیون مین تھے جو بابل پکڑ گئے تھے جب شام مین آئے تو رات دن بسبب توریت کے روتے اور لوگون مین سے نکلکر
پہاڑون و جنگلون مین پڑے رہتے تھے اسی حال مین تھے کہ ایک روز ایک آدمی اُنکے روبرو آیا اور کہا کہ اے عزیر تم کیون روتے ہو کہا کہ مین اللہ کے
عہد گم ہونے پر روتا ہون بغیر اسکے ہماری دنیا و آخرت کے کام درست نہین ہوسکتے ہین بولا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالے دوبارہ تمکو دیدے فرمایا کہ
ہان اُسنے کہا کہ اچھا جاکر روزہ رکھو اور نہا دھوکر کل کے روز اسی ٹھکانے آؤ عزیر وہان سے آئے اور روزہ رکھکر نہا دھوکر دوسرے دن وہین
جاکر بیٹھے اتنے مین وہ شخص آیا اُسکے پاس ایک پیالہ پانی تھا اور وہ ایک فرشتہ تھا جسکو اللہ تعالے نے بھیجا تھا اُسنے یہ پانی کا پیالہ اُنکو پلایا تو
سب توریت اُنکے سینہ مین منقش ہوگئی اور وہ غائب ہوا پس عزیر واپس ہوکر بنواسرائیل پاس آئے اور تمام توریت لکھوائی پھر اللہ تعالے نے
عزیر کو قبض کرلیا۔ مترجم کہتا ہو کہ عزیر علیہ السلام کا قصہ قولہ تعالے او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا الآیہ کے تحت مین گذرا ہو وہان سے

دیکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اسکے بعد بنواسرائیل نے بدکاریان وگناہ شروع کیے اور اللہ تعالے اُنپر برابر انبیا علیہم السلام بھیجتا تھا تو
ایک فریق کو جھٹلاتے اور ایک فریق کو قتل کر ڈالتے غرضکہ ایسی ہی بدکاریان وسخت گناہ کرتے تھے یہانتک کہ آخر مین اللہ تعالے نے اُنپر زکریا
ویحیی وعیسی علیہم السلام کو بھیجا پھر زکریا مر گئے اور کہتے ہین کہ قتل کیے گئے اور عیسی علیہ السلام کو مار ڈالنے کا قصد کیا تھا اُنکو اللہ تعالے نے اُٹھا لیا
اور یحیی علیہ السلام کو اُنھون نے قتل کر ڈالا تب اللہ تعالے نے پھر اُنپر بابل کا بادشاہ خردوس مسلط کیا وہ مع لشکر کے روانہ ہوا اور بنواسرائیل پر
غالب آیا تب اُسنے اپنے لشکر کے سردارون مین سے ایک شخص مسمی بیوزرازاذان کو بلایا اور کہا کہ مین نے اپنے پروردگار کی قسم کھائی تھی کہ اگر
کبھی بیت المقدس پر غالب ہوا تو اُنکو یہانتک قتل کرونگا کہ اُنکا خون بہکر میرے لشکر کے درمیان پہونچے پس تجھے حکم کرتا ہون کہ جا کر قتل کر
یہانتک کہ خون میرے لشکر تک پہونچے پس بیوزرازاذان بیت المقدس مین داخل ہو کر وہان کھڑا ہوا جہان بنواسرائیل قربانی کیا کرتے تھے
وہان اُسنے ایک خون دیکھا کہ جوش مارتا ہے اُسنے پوچھا کہ اے بنواسرائیل یہ خون کیسا ہے کہنے لگے کہ ہم نے ایکمرتبہ قربانی چڑھائی تھی وہ قبول نہین ہوئی
اسوجہ سے یہ خون جوش مارتا ہے اور قریب آٹھ سو برس سے سب قربانیان سوائے اسکے قبول ہوئین اُسنے کہا کہ تم لوگون نے سچ نہین کہا ہے کہنے لگے کہ
ہم لوگون سے بادشاہت ونبوت اور وحی جاتی رہی اسوجہ سے یہ قبول نہوا ولیکن بیوزرازاذان نے انہین سے سات سو ستر اشراف پکڑکر اس خون پر
قتل کر دیے مگر وہ نہ تھما پھر سات سو غلام اُسپر قتل کیے مگر نہ تھما تو اُسنے سات سو بوڑھے اور عورتین قتل کر دین تب بھی جوش مارتا رہا جب اُسنے دیکھا کہ
کسی طرح نہین تھمتا ہے تو کہا کہ اے بنی اسرائیل تم اپنا بھلا چاہتے ہو تو کیون سچ نہین کہدیتے ہو یہ خون قصاص چاہتا ہے مدت سے ہم اس سرزمین پر
خود مختار رہے ہم نے جو چاہا وہ کیا تمھاری خبرون سے معلوم ہے کہ نیکون کو مار ڈالتے تھے لہذا ابلاد و ورنہ مین تم سے کسی مرد وعورت کو زندہ نہین چھوڑونگا
سب کو اسی خون پر قتل کرونگا جب اُنھون نے دیکھا کہ قتل مین اسکی طرف سے سختی وشدت ہے تو کہا کہ خیر اگر ایسا نہوتا تو ہم نہ بتلاتے ہم مین ایک پیغمبر تھا
وہ ہمکو بہت سی باتون سے منع کرتا اور اللہ تعالے کے غضب سے ڈراتا تھا کاش ہم اُسکی پیروی کرتے تو ہمارے لیے بہتری ہوتی وہ ہم سے کہتا تھا کہ ہم پر
تم لوگ مسلط کیے جاؤگے مگر ہم نے نہ مانا اور اُسکو قتل کر ڈالا یہ اُس بیگناہ کا خون ہے بیوزرازاذان نے کہا کہ اسکا نام کیا تھا کہنے لگے کہ یحیی بن زکریا اُسکا
نام تھا اُسنے کہا کہ اب تم نے سچ کہا ہے اور اسی خون کے عوض اللہ تعالے نے تم سے یہ انتقام لیا ہے پھر اُسنے کہا کہ یہان کے دروازے بند کرو اور خردوس کے
لشکر کے جو لوگ وہان تھے اُنکو ٹال دیا اور تنہا بنی اسرائیل کے ساتھ رہگیا اور کہا کہ اے یحیی بن زکریا پروردگار میرا و تمھارا خوب جانتا ہے جو تمھارے
خون کی وجہ سے تمھاری اس قوم کو پہونچا ہے اور جسقدر قتل ہوے ہین اب اپنے رب کے حکم پر یہ خون ٹھہر جاوے قبل اسکے کہ مین انہین سے کسی کو باقی
نہ چھوڑون پس اللہ تعالے کے حکم سے وہ خون ٹھہر گیا اور بیوزرازاذان نے اُنپر سے قتل دور کر دیا اور سجدہ مین گیا اور کہا کہ مین اُسی رب پر ایمان لایا جسپر
بنواسرائیل ایمان لائے ہین اور اُسنے بنواسرائیل سے کہا کہ خردوس نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین تم لوگون کو یہانتک قتل کرون کہ تمھارا خون اُس کے
لشکر کے بیچ مین پہونچے اور مجھے یہ طاقت نہین کہ اُس سے مقابلہ کرون اُنھون نے کہا کہ پھر جو حکم ہے وہ کرو اُسنے کہا کہ خیر تم لوگ جلدی ایک
خندق کھودو اور حکم دیا کہ گھوڑے وخچر واونٹ وگائے وبکری جسقدر ہین سب لاؤ پس سب جمع کیے اُسنے ذبح کر ڈالے اور خون جاری ہوا اور آخر
کچھ بنواسرائیل بھی قتل ہوے اور جو پہلے قتل ہوے تھے اُنکی لاشین بھی وہین ڈلوادین یہانتک کہ خردوس نے یہی گمان کیا کہ یہ سب خون بنواسرائیل
ہی کا ہے یہانتک کہ خون اُسکے لشکر کے بیچ مین پہونچا جب اُسنے حکم بھیجا کہ اب قتل موقوف کرے پھر مع فوج کے بابل لوٹ گیا اور بنواسرائیل اس واقعہ
مین فنا ہو گئے یا قریب فنا ہونے کے پہونچ گئے تھے اور یہ دوسرا واقعہ اُنکے فساد کا ہے کما قال تعالی لتفسدن فی الارض مرتین پس پہلا واقعہ تو
بخت نصر و اُسکے لشکر کا تھا اور دوسرا واقعہ خردوس و اسکے لشکر کا تھا اور یہ پہلے سے بڑھا ہوا تھا پھر اسکے بعد بنواسرائیل کا جھنڈا بلند نہ ہوا اور

اُنکی بادشاہت نہ رہی بلکہ بادشاہت روم و یونان کی طرف منتقل ہوگئی لیکن بنواسرائیل کی تعداد بہت ہوگئی اور روے بیت المقدس و اُسکے
نواح مین رئیس باقی رہگئے اور تب بھی نعمت و عیش مین تھے مگر پھر اُنھون نے اسپر بھی بدعتین و بدکاریان پھیلائین تو اللہ تعالےٰ نے اُنپر روم کے
بادشاہ ططیوس بن اصطیانوس کو مسلط کیا اُسنے اُنکے ملک کو برباد کردیا اور وہان سے پریشان کر کے متفرق کردیا اور اُنپر ذلت و خواری کا داغ
ہوگیا کوئی نہین باقی جسپر ذلت و مسکنت نہ برستی ہو اگرچہ مالدار ہو اور بیت المقدس اسی طرح اجاڑ پڑا رہا یہانتک کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور
مسلمانون نے بیت المقدس کو فتح کیا اور نصرانیون کے قبضہ سے نکالا اور حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُسکو آباد کیا قتادہ رح نے فرمایا کہ
اول مرتبہ اللہ تعالےٰ نے جالوت کو بنواسرائیل پر مسلط کیا پھر رحم فرماکر اُسپر بنواسرائیل کو فتح دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا پھر ایک زمانہ کے بعد
بنواسرائیل نے بدکاریان حد سے بڑھائین تو بخت نصر کو مسلط کیا اُسنے بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور قتل و غارت کی سدی رح نے باسناد خود
بیان کیا کہ بنواسرائیل مین سے ایک شخص نے خواب مین دیکھا کہ بیت المقدس کی بربادی ایک یتیم کے ہاتھون ہوگی جو بابل کا رہنے والا ہو اُسکو
بخت نصر کہتے ہین چونکہ یہ شخص سچ بولتا تھا تو اسکا خواب سچا ہوتا تھا پس نکلکر روانہ ہوا اور بابل پہونچکر دریافت کرتا ہوا بخت نصر کے یہان
اُترا اور بخت نصر لکڑیان توڑنے گیا تھا ایک گٹھا سر پر رکھے ہوے لایا اور اتار کر بیٹھا تو اس اسرائیلی سے باتین کین اُسنے تین درم دیے جنکا کھانا
پینا و شراب خریدی پھر دوسرے روز پھر تیسرے روز بھی کیا پھر اس سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تو میرے واسطے امان نامہ لکھدے اگر تو کبھی
بادشاہ ہوجاوے. اُسنے کہا کہ تو مجھ سے مسخرہ پن کرتا ہے اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین اپنے واسطے مضبوطی کرکے تیرے پاس کچھ احسان چھوڑنا چاہتا ہون
پس اُسنے امان نامہ لکھدیا پھر اُسنے کہا کہ اگر مین حاضر ہوا اور تیرے گرد لوگ ہوے تو میری رسائی کیونکر ہوگی اُسنے کہا کہ نیزہ یا لکڑی پر بلند کرکے
مجھے دکھلا دیگا تو مین پہچان لونگا. پھر واضح ہو کہ بادشاہ بنواسرائیل کا یحییٰ علیہ السلام کی تکریم کرتا تھا اور اپنے تخت پر بٹھلاتا تھا اتفاق سے وہ
اپنی جورو کے دختر پر عاشق ہوا اور ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی لڑکی پر عاشق ہوا پس اُسنے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اُسکے ساتھ
نکاح کرنے کا سوال کیا آپ نے اس سے بالکل منع کیا یہ خبر اُسکی مان کو پہونچی تو اُسکے دل مین کینہ پیدا ہوا جسوقت بادشاہ شراب پینے بیٹھا تو اُسنے اس
لڑکی کو سرخ باریک لباس سے آراستہ کیا اور خوشبو لگاکر زیور پہنایا اور بادشاہ کے پاس بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ بادشاہ کو شراب پلانا پھر اگر وہ
کچھ خواہش کرے تو انکار کرنا اور کہنا کہ اس شرط سے کہ میری ایک بات مانے جب مان لے تو کہنا کہ یحییٰ بن زکریا کا سر اس طشت مین لایا جاوے
اُس کمبخت نے یہی کیا بادشاہ نے اقرار کیا کہ کیا چاہتی ہو اُسنے اس طشت مین حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا بادشاہ نے کہا کہ ارے کمبخت اسکے
سوا کچھ اور مانگ وہ بولی کہ مین اسکے سوا کچھ اور نہین چاہتی ہون آخر اُسنے غلبہ شہوت مین حکم دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر اس طشت مین لایا
جاوے وہ لاکر رکھا گیا تو سر بولتا تھا کہ تیری بربادی ہو یہ تجھپر کبھی حلال نہین ہے اور بار بار کہتا تھا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ مذبح مین اُنکا خون
جوش مارتا ہے اُسنے حکم دیا کہ اُسپر مٹی ڈالی جاوے مگر مٹی کو توڑ کر خون چڑھا اور اوبلتا تھا یہانتک کہ اُسپر اسقدر مٹی ڈالی گئی کہ دیوار شہر پناہ تک پہونچی
مگر وہ اسیطرح جوش مارتا رہا پھر صحابہ مین بادشاہ بابل نے ایک لشکر جرار بسرداری بخت نصر کے بنواسرائیل پر روانہ کیا جب بنواسرائیل نے سنا تو اپنے
قلعون مین بیٹھ رہے اور سامان مضبوط کیا اور بخت نصر نے ایک مدت تک اُنکا محاصرہ کیا آخر محاصرہ سے تنگ ہوکر بخت نصر نے واپسی کا قصد کیا اُسین
بنواسرائیل کی ایک بڑھیا نکلی اور اُسنے کہا کہ تو شہر فتح کرنے سے پہلے واپس جاتا ہے اُسنے کہا کہ مجھے محاصرہ مین مدت ہوگئی اور اب رسد غلہ وغیرہ سے لشکر کو
تکلیف ہوتی ہے لہذا واپس جاتا ہون اُسنے کہا کہ اگر مین تجھے شہر فتح کرادون تو جو مانگون وہ تو مجھے دیگا وہ یہ ہے کہ جہانتک مین تجھکو قتل کرنے کا حکم دون
وہانتک قتل کیجیو اور جب منع کرون تو باز رہیو اُسنے کہا کہ ہان منظور ہے بولی کہ صبح کو اپنے لشکر کے چار حصہ کرکے ہر طرف قائم کر اور ہر سردار ہاتھ اٹھاوے

کہ یا اللہ ہم لوگ یحییٰ بن زکریا کے خون کے قصاص لینے کو چاہتے ہین کہ تو یہ شہر ہم پر فتح کردے پس دیوارین گر جاوینگی انھون نے یہی کیا اور دیوارین
گر پڑین پس لشکر سب طرف سے اندر آیا اُسنے کہا کہ اُنکے قتل سے ہاتھ روکو اور بخت نصر کو لیے ہوئے یحییٰ علیہ السلام کے خون پہنچی اور کہا کہ اس خون پر
بنو اسرائیل کو قتل کر یہانتک کہ خون تھم جاوے پس اُسنے ستّر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے یہانتک کہ وہ ساکن ہوا پھر اُسنے کہا کہ اب قتل سے ہاتھ
روک لے کیونکہ جب پیغمبر قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالے کا غضب ہوتا ہے یہانتک کہ جس نے قتل کیا اور جو اُسپر راضی ہوا سب قتل کیے جاوین پھر وہ
شخص آیا جس نے امان نامہ لکھوایا تھا پس بخت نصر نے اُسکو مع اُسکے گھر والون کے امان دی اور اُسنے بیت المقدس کو اُجاڑ دیا اور اُس مین
نجاست ڈالی اور اُسکی بربادی پر رومیون نے بھی اُسکی اعانت کی اس جہت سے کہ بنو اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور بنو اسرائیل کے
بہت لوگ قید کرکے اپنے ساتھ لیگیا جنمین دانیال اور اولاد انبیاء علیہم السلام تھے اور اپنے ساتھ جالوت کا سر بھی لیگیا پھر جب بابل پہونچا تو وہان
صحابین مرچکا تھا پس بجاے اُسکے بادشاہ ہوگیا اور دانیال و لوگ ساتھی اُسکے نزدیک زیادہ عزت والے تھے پس مجوس نے حسد کرکے بادشاہ
سے کہا کہ دانیال و اُسکے ساتھی تیرے رب کی بندگی نہین کرتے اور نہ تیرا ذبیحہ کھاتے ہین اُسنے انکو ایک گڑھے مین مع ایک درندہ کے ڈال دیا
دوسرے روز دیکھا تو سب اوپر بیٹھے ہین اور درندہ بھی پاؤن پھیلائے پڑا ہے اور ایک ساتوان آدمی بیٹھا ہے اُسنے اُٹھکر اسکو ایک تھپیڑ مارا کہ وہ مسخ
ہوگیا اور سات برس اس حال سے رہا پھر اللہ تعالے نے اُسکو ہلاک کردیا۔ ایساہی وہب کی روایت ذکر کی اور امام محی السنہ نے بعد اسکے لکھا کہ جن
راویون نے یہ بیان کیا کہ بخت نصر نے بنو اسرائیل پر اُسوقت لشکر کشی کی ہے جب اُنھون نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تو اہل تواریخ کے نزدیک یہ
روایت غلط ہے بلکہ اہل تواریخ سب متفق ہین کہ بخت نصر نے اسوقت حملہ کیا ہے جب بنی اسرائیل نے شعیاء علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور بخت نصر کے
فتح کرنے سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدایش تک چارسو اکسٹھ برس کا زمانہ ہے اور جب سے بخت نصر نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا اُسوقت سے یہ
لوگ بابل مین زمانہ کیوس بن اخشورش بن اسہیا مین جو بہمن بن اسفندیار کی طرف سے بابل کا بادشاہ تھا عبادت کرتے رہے پھر بیت المقدس
تعمیر ہونے کے بعد اسکندر یونانی کے بیت المقدس پر غالب ہونے تک اٹھاسی برس کا زمانہ ہے پھر اُسکی بادشاہت سے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی
شہادت تک تین سو تریسٹھ سال ہین پھر لکھا کہ صحیح اس سب مین سے وہ ہے جو محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق مین شیخ ابن کثیر رحمہ نے
سعید بن المسیب کی روایت جوش خون کی صحیح بیان کی اور وہ زمانہ بخت نصر کا مذکور ہے تو شاید کہ خون شعیاء کا جوش ہو ولیکن اسکی کوئی روایت
نہین اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اس بارہ مین اسرائیلیون کی تواریخ و بیان سے بہت سی روایات مروی ہین اور اکثر مختلف ہین اور مین اُنکے ذکر
کرنے سے طول نہین دیتا کیونکہ اُنمین سے بعض روایات کو زندیق بدکار اہل کتاب وغیرہ نے بناکر ذکر کیا ہے اور بعضون مین احتمال ہے کہ صحیح ہون اور لکھا کہ
جو صحت کے قریب ہو اسکی روایت کرنا اور لکھنا جائز ہے ولیکن اللہ تعالے نے ہمکو ان روایات سے مستغنی رکھا ہے کوئی ضرورت ہمکو تفسیر مین انکی نہین ہے و الحمد للہ
کہ جسقدر اللہ تعالے نے کتاب مجید مین فرمایا اس سے ہمکو دوسری کتابون سے استغنا ہوگیا تو بھلا تاریخون کا کیا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالے نے یہان آگاہ فرمایا
کہ ہم نے توریت مین پہلے سے بنو اسرائیل کو مطلع کردیا تھا کہ تم دو مرتبہ اس ملک مین فساد کروگے اور جب انھون نے اول مرتبہ فساد کیا یہانتک کہ انبیاء و علماء
مین سے ایک خلق کثیر کو قتل کر ڈالا علاوہ محارم و معاصی کے تو اُنپر اُنکا ایک دشمن جنگجو مسلط کیا گیا جسنے بیدھڑک اُنکے سرون کو دھڑ سے جدا کردیا اور اُنکے
شہرون و گھرون مین داخل ہوکر اُنکو ذلیل و مقہور کردیا اور یہ دنیاوی عوض ہے اللہ تعالے بندون مین سے کسی پر ظلم نہین فرماتا ہے دوسری مرتبہ فساد کیا تو
دوسرا دشمن اُنپر مسلط ہوا اور اُسنے اول مرتبہ سے زیادہ ہلاک و برباد کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ سخت غضب اللہ تعالے کا اُس شخص پر ہے جسنے کسی نبی کو
قتل یا اُسکو کسی نبی نے قتل کیا ہو۔ واضح ہو کہ اگلے لوگون مین تاریخ کا دستور نہ تھا صرف بڑے بڑے وقائع زبانی کہانی کے طور پر زبان زد رہتے اور

آخر فراموش ہوجاتے اور اکثر واقعات بادشاہون کے واسطے قصہ گو شاعر ایسے سخت مبالغہ کے ساتھ باندھکر بیان کیا کرتے کہ اصلی بات کا پتہ ملنا دشوار ہوجاتا تھا چنانچہ قدیم تاریخین ایران وہندوستان وغیرہ کی شاہد ہین اور فرنگستان مین تو ابھی تھوڑے زمانہ تک یہی جہالت طاری رہی جب سے عرب نے تاریخ وعلوم مین کوشش کی تب سے یہ فن جاری ہوا اگرا تبک اخبارات بہت سے جھوٹی خبرون سے بھرے ہوتے ہین کہ جنکی تصدیق نہین ہوسکتی ہے اور جو شخص انصاف کے اندر سچ سے جھوٹ کی طرف جانے مین ڈرے اور پرہیز کرے وہ اسمین کچھ تامل نہین کرسکتا اسیواسطے ہر ایک خبر کی تصدیق کلام الٰہی سے کافی ہو والحمد للہ علی ذالک۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم۔ اشارہ ہو کہ اکثر بندون کے اعمال عوض کے واسطے ہوتے ہین جس سے اُنکے نفوس کو حظ ہوا اور سچی بندگی خالص جو ازل مین بحق ربوبیت الٰہی اُنپر واجب ہوئی تھی ادا نہین کرسکتے پس جس نے نجات کے واسطے عمل کیا اسنے اپنے حظ نفس کے واسطے کیا اور جس نے ثواب کے لیے کیا اپنے حظ نفس کے لیے کیا اور جسنے محبت و اُنس وغیرہ کے واسطے کیا اُسنے اپنے حظ نفس کے لیے کیا ہان جس نے ان اسباب کے سوائے عمل کیا اور کسی سبب وعوض کو دخل نہ دیا بلکہ خالص بندگی پر قیام کیا اور فنا ہوکر شرمندہ وخجل رہا اُسنے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کیا ولیکن یہ واضح رہے کہ اُسکے اعمال بھی اسی کی طرف رجوع کرتے ہین دو وجہ سے ایک یہ کہ مخلوق کی بندگی لائق بشان خالق عزوجل نہین ہے اور دوم یہ کہ اوتعالیٰ جل شانہ مخلوق کی بندگی اور مخلوق کی نافرمانی دونون سے پاکیزہ ہو کیونکہ وہ الحی القیوم ہو اسکو مطیع کی طاعت سے اُنس نہین اور عاصی کی معصیت سے کچھ وحشت نہین ہو لہذا فرمایا ان اللہ لغنی عن العالمین۔ اسمین ایک عجیب نکتہ ہو اور وہ یہ ہو کہ اگر مشاہدہ حق کا شاہد ہوا تو اپنے نفس کے لیے کچھ شہود کے حق کے لیے نہوا اور اگر بحق شہود مشاہدہ ہوا حتی کہ مشاہدہ مین فنا ہوگیا تو حق کے مشاہدہ کے اندر اپنے مشاہدہ مین فنا ہوا کیونکہ سطوات عظمت ہر شاہد کے واسطے مفنی ہو شیخ ابو سلیمان دارانی رح نے کہا کہ دنیا مین عمل کرنے والے کئی وجہ پر عمل کرتے ہین ہر ایک اُنمین سے اپنا حصہ چاہتا ہو پس جاہل تو غفلت پر عمل کرتا ہو یعنی غفلت مین جو نفس کو جانورون کے مانند بیفکری وتن پروری ہو وہی اُسکا حصہ ہو اور درحقیقت وہی اسکو اسطرح جانور کی صفت پر رکھتا ہو اور ایک عامل اپنی عادت پر عمل کرتا ہے یعنی باعث اُسکے واسطے وہی اُسکی عادت ہو کیونکہ خلاف عادت انسان کو تکلیف دیتی ہو اور ایک متوکل جو فراغت پر طاعات کرتا ہو یعنی وہی حظ توکل اُسکو باعث ہوتا ہو اور ایک زاہد ہو جسکو حلاوت زہد عمل کراتی ہو اور ایک خوف کہ جو خوف پر عمل کرتا ہو اور ایک سچا مومن جو محبت سے عمل کرتا ہو مگر ایسے لوگ تو سب تھوڑون کے تھوڑے ہین قولہ عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا امید کو بیان کیا اور رحمت کو مقدم کیا اور بیان اسمین تربیت کا ہے گویا مقام خوف سے مقام اُمید مین بلایا اور وحشت پر نظر کرنے سے روکا اور مقام تربیت مین لایا اور عذاب دیکھنے سے نظر دور کرکے رحمت کو دکھلایا ہو اور محصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت قدیم کو ہر حال مین خواہ اطاعت کرین یا معصیت کرین جاری فرماتا ہو کیونکہ وصف آلٰہی ہر وصف پر غالب ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے امر پر قادر ہو پھر بقولہ تعالیٰ ان عدتم عدنا۔ اکساب قائمہ بمشیت کو ثابت کیا حتی کہ اگر قہریات مین عود کرین تو اللہ تعالیٰ پھر اُنکو اس سے نجات دینے پر عود فرما دے کیونکہ رحمت سابق بر غضب ہو پس جسنے عالم لطف مین عود کیا وہان عود بلطف ہو پس دیدار جلال وہان بلباس لطف ہو علی ہذا بندہ نے اگر معصیت کی طرف عود کیا تو یہ اُسکا عود اپنی جبلت کی طرف ہو جو جہالت وعصیان ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے ازلی لطف وکرم پر عود فرماتا ہو کیونکہ یہ اصل قدم سے ہین اسیطرح عود ہجران کے عوض مین عود بوصال ہو اور مجاہدہ کی طرف عود کرنے سے کشف مشاہدہ ہو اور شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ اسمین بندون کو مہربانی سے راہ راست کی ہدایت ہو پس وہ گناہون کی تاریکی سے طاعات کے انوار مین لاتا ہو سو جس نے سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر سے رحمت طلب کی وہ خطاکار گنہگار ہو شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندہ اگر معصیت کی طرف عود کرتا ہو تو رحمت الٰہی اُسکے مغفرت کی طرف عود کرتی ہو اور شیخ وراق وشیخ استاد وغیرہ کے قول متقارب ہین طاعت مین آسانی وقبول ہو اور توبہ مین دوام فضل ہو۔ پھر بیان فرمایا کہ یہ قرآن اہل عرفان کو اُنکے سلوک مین سب سے بہتر راہ صواب د

طریق مستقیم دکھلاتا ہے کما قال اللہ تعالے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ وَّ اَنَّ

یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے ایسے طریقہ کی جو کہ اقوم ہے اور بشارت دیتا ہے مومنوں کو جو عمل کرتے ہین اچھے کہ بیشک اُنکے واسطے ثواب عظیم ہے اور اُنکو

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۧ

جو لوگ کہ نہین ایمان لاتے آخرت پر اُنکے لیے ہمنے مہیا ہے دکھ دینے والا عذاب

واضح ہو کہ توریت حضرت موسیٰ عم پر نازل کی اور اُسمین بنواسرائیل کو نیکی وبدی سے آگاہ فرمایا حتی کہ اُنکے دومرتبہ فساد کرنے کی بھی خبر دیدی اور ویسا ہی اُنھون نے دنیامین بدلا پایا اب تمام لوگون کو قرآن مجید کی بزرگی سے آگاہ کیا کہ اپنی دنیا وآخرت کی بہتری کے لیے اُسکا راستہ اختیار کرین پس فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہ قرآن یعنی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے یَهْدِیْ لِلَّتِیْ ہدایت کرتا ہے ایسے طریقہ کی اور بعض نے کہا کلمہ کی یعنی لا آلہ الا اللہ کی هِیَ اَقْوَمُ جو کہ نہایت اقوم ہے یعنی پورا عدل وراست ہے جس نے اس طریقہ کو اختیار کیا اُس نے سب سے بہتر عدل اختیار کیا اور اس سے دنیامین بھلائی اور آخرت مین جنت ہے۔ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور بشارت دیتا ہے مومنون کو جو اسپر ایمان لائے ہین یعنی دل مین یقین کیا ہے الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ وے مومنین جو موافق یقین کے نیک کام کرتے ہین اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا یہ بشارت کہ ان مومنون کے واسطے اجر کبیر ہے پس جنت واُسکی اعلیٰ مراتب جو قیاس سے باہر ہین سب کو شامل ہے اور دنیا کی خوبیان بھی اس مین شامل ہین۔ صالحات اعمال وہی ہین جو قرآن پر ایمان کے ساتھ اس کے موافق ہون پس جو لوگ قرآن پر ایمان لائے اور اُسی کے حکم پر نیک کام کیے وہ دنیامین سلطنت وحکومت کے لائق ہین وہی سلاطین ہونگے اور آخرت مین اُنکے لیے جنت ونعمت ہے۔ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اور بشارت دیتا ہے یعنی بدبختون کو عذاب کی خوشخبری سناتا ہے جو لوگ کہ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ نہین یقین لاتے آخرت کا۔ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ہم نے اُنکے لیے عذاب درد دینے والا مہیا کیا ہے یعنی جہنم کو۔ مترجم کہتا ہے کہ کافرون کے واسطے بشارت عذاب اُنکے جلانے کو ہے جیسے قولہ فبشرہم بعذاب الیم۔ اور یہ اس صورت مین ہے۔ وان الذین۔ داخل تحت بشارت ہو جیسا کہ شیخ ابن کثیرح کا ظاہر کلام ہے اور اگر علیحدہ ہو تو قرآن سے کافرون کا یہ بد انجام ظاہر ہوا کہ اُنکے لیے جہنم ہے۔ واضح ہو کہ قرآن کا ہادی ہونا مجاز ہے جو کوئی قرآن پر عمل کرے اُسنے راہ مستقیم پر چلنا اختیار کیا۔ اور فضائل قرآن احادیث شریف مین بھی بہت کثرت سے وارد ہین اور ایک سے ایک افضل ہین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم۔ یعنی قرآن مجید اپنے نور سے اپنے اوپر یقین لانے والون کو اللہ تعالے کی طرف مستقیم راہ دکھلاتا ہے جو اُسپر چلے ہر حال مین نیکی وبھلائی پاوے اور یہ راہ طاعت کی ہے کہ سالک کو مقام وصال وکشف جمال مین پہونچاتی ہے اور قرآن کے معانی ظاہری سے ہدایت بحقائق باطنہ ہوتی ہے اور حقائق باطنہ سے وصول بنور حقیقت ہوتا ہے اور اس نور سے وصول باصل صفت ہے اور صفت سے بذات عزوجل پس اُسکو مخفی طریقہ سے سمجھنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ قرآن کے واسطے اسمار ونعوت واوصاف ہین اور ایسے صفات ہین کہ عارف صادق کو عیون ذات وصفات دکھلاتے ہین اور اسمار ونعوت واوصاف وہی اقوم طریقہ ہین کیونکہ اپنے اوصاف سے عوام اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اور اہل قرآن اُسکی صفات کے ساتھ سالک ہین۔ اور اہل القرآن وے ہین جو حق تعالے کی مراد کے موافق قرآن کے تابع ہوتے ہین اُنکو بشارت ہے کہ اُنکے لیے دائمی اجر مشاہدہ وکشف بلا حجاب ہے۔ ابن عطارح نے کہا کہ قرآن راہبر ہے اور اسکی رہبری فقط حق پر ہے تو جو اسکی پیروی پر رہا خواہ مخواہ اُسکو حق سے واصل کریگا پھر حق کے سوا سے گمراہی وضلالت ہے جسنے اُس سے اعراض کیا خواہ مخواہ وہ جہالت وہلاکت مین پڑا شیخ ابو عثمان نے لکھا محمد بن الفضل رح کو جس نے

قرآن کے ساتھ تمسک کیا تو اُسکو ہمیشہ استقامت کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم۔ پھر لازم ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے راہ مستقیم پر ہدایت کی درخواست کرے و بدگوئی سے بچے

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ۝ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا

اور دعا کرتا ہے آدمی بُرائی کے ساتھ مانند اسکے دعا کرنے کے بھلائی کے ساتھ اور انسان جلد باز ہے اور ہم نے بنا دیا رات اور دن کو

آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ

دو آیتین سو ہم نے محو کر دیا رات کی آیت کو اور بنا دیا دن کی آیت کو روشن تاکہ تم تلاش کرو فضل کو اپنے رب سے اور تاکہ معلوم کرو شمار برسون کا اور حساب

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝

اور ہر ایک چیز ہے کہ ہم نے اسکو مفصل کر دیا تفصیل کے ساتھ

ح وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ یعنی انسان کبھی بے صبری سے اپنی ذات پر یا اولاد و مال پر خیر کی دعا کی طرح بدی کی دعا کر بیٹھتا ہے مثلاً مر جاوے یا برباد ہو یا اُس پر لعنت ہے یا مردود ہو اگر اللہ تعالیٰ اُسکی ایسی دعا بھی قبول کرے تو وہ اپنے ہاتھوں آپ برباد ہوا اور یہ عورتون مین بہت پایا جاتا ہے کیونکہ سبب اسکا جلد بازی و بے صبری ہے لہذا فرمایا۔ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ۝ اور انسان عجول ہے یعنی جلد بازی و بے صبری کی صفت رکھتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر یون ہی ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ لوگو اپنی جانون پر بد دعا مت کیا کرو ڈرو کہ ایسا نہو کہ تمہاری دعا دن رات کی اس ساعت مین پڑے جسمین اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول فرما لیتا ہے یعنی رات دن مین ایک ساعت ضرور ایسی ہوتی ہے کہ جو کوئی دعا اُسمین کیجاوے ضرور قبول ہوتی ہے اور ظاہر مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھلائی یا برائی جسطرح بندہ مانگتا ہے اُسی طرح دیدی جاتی ہے ورنہ دعا تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول ہوتی ہے خواہ وہی چیز اُسکو دیجاوے جو مانگتا ہے اور اگر اُسکے حق مین بہتر نہو تو دوسری چیز عوض دیجاوے خواہ اُسی زمانہ مین جلدی یا جسوقت اسکے حق مین بہتر ہو جیسا کہ احادیث مین آیا ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت سلمان فارسی و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر انسان کے عجول ہونے کی صفت حضرت آدم سے متوارث ہونا اسطرح بیان فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے جسم مین جب روح پھونکی گئی تو سر کی طرف سے شروع ہوئی جب اُنکے دماغ کو پہونچی تو اُنھون نے چھینک لی اور الحمد للہ کہا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تجھپر تیرا رب رحم فرماوے۔ جب روح اُنکی آنکھون تک پہونچی تو اُنکو کھولا جب اُنکے اعضاء مین اور جسم مین ساری ہوئی تو اُسکو دیکھنا شروع کیا اور اُنکو خوشگوار عجیب معلوم ہوا اور ہنوز پاؤن تک نہین پہونچی تھی کہ اُنھون نے کھڑے ہونے کا قصد کیا مگر نہ کھڑے ہو سکے اور کہا کہ اے رب یہ جلدی ہے۔ مسئلہ جلد بازی ہر کام مین مکروہ ہے اور حدیث مین ہے کہ عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور آہستگی رحمٰن کی طرف سے ہے۔ مسئلہ نماز جمعہ و جماعت مین سے اگر خوف فوت ہو تو بھی تیزی سے جس سے وقار جاتا رہتا ہے نہ چلے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے واضح ہو کہ جلد بازی مقابل آہستگی کا ہے اور تاخیر کا مقابل نہین ہے چنانچہ تاخیر کرنا وقت سے بدون حکم شرعی کے مکروہ ہے مثل نماز عشا کی تاخیر تہائی رات تک بحکم حدیث صحیح ہے تو وہ مستحب ہے بخلاف اسکے اگر حج کی استطاعت پائی اور فرض ہوا تو تاخیر بالاتفاق مکروہ ہے یون ہی کنواری لڑکی کا کفو شوہر ملے تو تاخیر مکروہ ہے اور اپنی عاقبت کے لیے نکوئی مین تاخیر مکروہ ہے غرضکہ آہستگی سے کام کرنا سمجھ بوجھکر محمود ہے اور عجلت مکروہ ہے اور کام کو وقت پر کرنا اچھا ہے و تاخیر بلا حکم شرع مذموم ہے اور اُسکی جزئیات فقہ مین بہت ہین۔ سراج مین اس آیت کی تحت مین لایا کہ روایت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ کو جو آپکی ازواج پاک مین سے ہین ایک قیدی حوالہ کیا وہ قیدی رات کو دردناک نرم آواز سے رونے لگا تو حضرت سودہؓ نے فرمایا کہ تو کیون روتا ہے اُسنے اپنا حال و درد دکھ ایسے طور پر بیان کیا کہ آپکو رحم آگیا اور اُسکی مشکین کھول دین وہ بھاگ گیا جب صبح ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مانگا پس آپکو حال سے آگاہی دی گئی آپ نے بددعا دی کہ الٰہی اس عورت کا ہاتھ کاٹ دے سودہ رہ نے یہ سنکر اپنا ہاتھ بلند کیا کہ اب اللہ تعالے کی طرف سے کاٹا جائیگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نادم ہوئے اور کہا کہ اللھم انما انا بشر الحدیث یا الٰہی مین تو تیرا بندہ بشر ہون جیسے اور لوگ غصہ ہو جاتے ہین مین بھی غصہ ہوتا ہون سو جسپر مین کوئی بددعا کر دون میری دعا اسکے حق مین رحمت کر دے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث مشکوٰۃ وغیرہ مین ایک یتیمہ لڑکی کے معاملہ مین مذکور ہے کہ اُس کی نسبت کچھ کلمہ فرمایا تھا تو جب اس لڑکی کی متولیہ نے عرض کیا تو آپ نے اسطرح فرمایا اور رہا یہ قصہ جو سبب نزول ذکر کیا ہے بغیر حوالہ بیان کیا۔ پھر لکھا کہ بعض کے قول مین نضر بن الحارث کے حق مین ہے جو کہتا تھا کہ اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ الآیہ۔ اور جنگ بدر کے روز دعا کی کہ دونون گروہ مین سے بہتر کو فتح دے پس اُس روز گرفتار ہو کر قتل کیا گیا اور دیگر کفار قریش جو جہالت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو وحی الٰہی نہ جانکر عذاب مانگتے تھے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ آدمی کبھی ایک چیز کے مانگنے پر ہٹ کرتا ہو جانتا ہے کہ اُسکے حق مین بہتر ہے حالانکہ اس سے درحقیقت اُسکے لیے بہت خرابیان پیدا ہوتی ہین مگر وہ بغیر خوض و غور کے جلد بازی سے اُسی کو چاہتا ہے۔ ف یدع الانسان۔ دراصل یدعوا الانسان بواو ہے ولیکن تمام مصاحف مین بغیر واو لکھا گیا ہے چونکہ تلفظ مین ظاہر نہین ہوتا تھا تو خط مین بھی حذف ہوا اور یہ نکتہ بحر علم صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ملتا ہے اور نظیر اسکی قولہ سندع الزبانیہ۔ اور سوف یوت اللہ المؤمنین۔ اور یوم ینادِ المناد اور فما تغن النذر ہین اور اس باب کے دیگر صیغے بواو و یا مکتوب ہوے ہین۔ امام رازی رہ نے کہا کہ یہ صریح دلیل اس بات کی ہے کہ حق سبحانہ تعا نے اس قرآن مجید کو بالکل تحریف سے اور تغیر سے محفوظ فرما دیا ہے کیونکہ واو و یا کا اکثر مقامات کے الفاظ مین قرآن مجید کے اندر موجود ہونا اور صرف ان چند مقامات مین مکتوب نہونا دلیل صریح ہے کہ یہ قرآن جیسے سُنا گیا تھا اُسی طرح نقل ہوا ہے اور اسمین کسی شخص نے اپنی فہم و عقل سے ذرا بھی تصرف نہین کیا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے انعامات دین و عجائب آیات کے ساتھ دنیاوی زندگی مین جن نعمتون سے قدرتین دکھلائی ہین بیان فرمائین بقولہ۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ یعنی ہم نے رات و دن کو دو نشانیان بنا دیا پس یہ اللہ تعالے کی وحدانیت و قدرت کی دلیل ہین۔ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ پھر محو کر دیا ہم نے آیۃ اللیل کو۔ سراج مین کہا کہ آیۃ اللیل کی اضافت بیانیہ ہے اور مراد آیتین سے نفس لیل و نہار ہے اور بعض نے کہا کہ اللیل والنہار ظرف ہین یعنی لیل و نہار مین ہم نے دو آیتین پیدا کین یعنی سورج و چاند پھر محو فرمایا آیۃ لیل کو یعنی چاند کو۔ معالم مین کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے سورج کو ستر جزو دیے اور چاند کو بھی اُسی قدر دیے پھر چاند مین ایک جزو رکھا اور باقی سورج مین بڑھا دیے۔ حکایت ہے کہ اللہ تعالے نے جبرئیل کو حکم دیا کہ تین مرتبہ اپنا پر چاند پر ملا کہ اُسکا نور مطموس ہوگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو کہ قمر کو شمس سے نور پہونچتا ہے تو اُسکے یہی معنی ہونگے کہ سورج مین نور دوچند کر دیا اور چاند مین ایک حصہ رکھا ہے ولیکن خیالات فلسفی صرف اوہام و اٹکل ہوتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی کہ سورج تو آیۃ النہار ہے اور آیۃ اللیل قمر ہے اسکا محو سواد ہے جو قمر مین ہے اور یون ہی اُسکو اللہ تعالے نے پیدا کیا۔ ابن جریج نے کہا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ قمر بھی اسی طرح روشن تھا جیسے سورج ہے اور محو اسکا وہ سیاہی ہے جو چاند مین ہے اور لکھا کہ شیخ ابن جریر رہ نے متعدد چند طرق سے روایت کیا کہ ابن الکوا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنینؓ چاند مین یہ ٹپہ کیسا ہے فرمایا کہ کیا تو قرآن نہین پڑھتا ہے فمحونا آیۃ اللیل۔ پس یہ داغ محو ہے۔ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ

النَّهَارَ مُبْصِرَةً اور بنا دیا ہم نے آیۃ النہار یعنی سورج کو روشن۔ اور کسائی نے کہا کہ آیۃ النہار خود روز ہے اور مبصر ہونا بمعنی روشن ہونا عرب بولتے ہین کہ ابصر النہار جب ایسا روشن ہو جاوے کہ اُسمین سب نظر آنے لگے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورج مراد ہونے مین بھی مبصر بمعنی دیکھنے والا اسی تاویل سے مجاز ہے کہ سورج ایسی چیز ہے کہ اُس سے بینائی ہوتی ہے اور یہ مجاز معروف ہے سراج مین کبیر سے لایا کہ رات و دن بندون کے مصالح دنیا و دین کے لیے دو دلیلین ہین پس دینی دلیل یہ ہے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد و جدا جدا ہو کر ایک دوسرے کے پے در پے ہمیشہ آتے رہتے ہین تو سب سے زیادہ قوی دلیل ہے کہ ان دونون کو خود قدرت و قیام نہین ہے بلکہ کسی فاعل مختار کی قدرت سے انمین یہ کیفیات و حالات پیدا ہوتے ہین اور دلیل دنیاوی یہ ہے کہ اگر رات نہو تو اہلی تندرستی کا سکون و راحت حاصل نہوا اور اگر دن نہو تو تصرف و کسب معاش وغیرہ حاصل نہو۔ بالجملہ یہ آیتین دلائل قدرت و وحدانیت الٰہی بھی ہین اور انمین فوائد عظیمہ ہین ازانجملہ تنبیہ فرمائی بقولہ لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ تاکہ تم تلاش کرو فضل یعنی معاش اپنے رب عزوجل سے یعنی دن مین اعمال و صنائع و اجارہ وغیرہ سے اُمیدوار ہو کہ اللہ تعالے اس طریقہ سے رزق عطا فرماوے۔ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط اور تاکہ جانو شمار برسون و حساب کو۔ کیونکہ حساب کا بھی چار مرتبہ پر ہے ساعات و ایام و مہینے و سال۔ گویا عدد کے مراتب چار ہین اکائیان و دہائیان و سیکڑے و ہزار اور بعد اُنکے بھی مکرر آتے ہین۔ بالجملہ عبادات کے روزے و نماز و حج و زکوٰۃ و مدت سفر و جمعہ و عید وغیرہ انھین سے جانتے ہو اور معاملات مین قرضہ و اجارہ و خیار بیع وغیرہ اسی پر مبنی ہین اور واضح ہو کہ علاوہ ان منافع کے اللہ تعالے نے متعدد مواضع مین اُنکے فوائد دیگر بھی ذکر فرمائے ہین پس اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انھین فوائد مین حصر ہے یا کہا جاوے کہ اُنکے سوائے بھی بہت منافع عظیم موجود ہین کیونکہ اللہ تعالی نے ادنی سے اعلی تک کی سمجھ کے لائق منافع ذکر کیے اور جا بجا متعدد منافع بیان کرنے سے اشارت کر دی کہ خالق عزوجل کے فعل مین منافع بے شمار ہین کسی حد پر انحصار نہین ہو سکتا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا اور ہر چیز کو ہم نے مفصل تفصیل سے رکھا ہے۔ چنانچہ بیان مین بھی جب ہر ایک چیز کی تفصیل کیجاوے جسکو علما جانتے ہین تو ہر چیز کے واسطے ایک بڑی کتاب ہو اور تمام نہو اور جب حکمت الٰہیہ کو بندہ دیکھتا ہے حالانکہ تمام حکمت سے ایک ذرہ سے بھی کم ادراک نہین کر سکتا تب بھی اُسکو عجائب قدرت و صنعت مین ایک بحر زخار نظر آتا ہے پس اللہ تعالے نے بیان مین اور پیدائش مین ہر طرح عجائب تفصیل سے بندون کو سرفراز فرمایا ہے ولیکن چاہیئے کہ علم کے موافق ظاہر و باطن تقوی سے منور ہون تاکہ اندھیرے سے جب اُجالے مین آوین تب نظر آوے۔ ف قال فی العرائس قولہ تعالے ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر الآیہ واضح ہو کہ جو شخص قوم مین سے بلند درجہ پر نہین پہونچا وہ دعاء کے مقامات کو نہین پہچانتا اور جو کوئی دعاء کے مقام کو نہین پہچانتا وہ ہر وقت سوء ادب مین مبتلا رہتا ہے کیونکہ وہ رسوم صوری مین اپنی جہالت سے ایسی چیز مانگتا ہے جو اُسکے خطرات کا سبب ہے کیونکہ بہت سی مرادات اُسکے مقصود مین سوائے ضرر کے کچھ فائدہ نہین دیتی ہین اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عجول ہے صبر نہین کرتا کہ مقام تک پہونچے اور جو چیز اُسکے لائق ہے وہ مانگے شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعاؤن مین سے سب سے بے خطرہ یہ ہے کہ آدمی یاد کرے اور سوال و دعاء مین اپنی پسند نہ رکھے۔ کیونکہ ذکر مین سب طرح کفایت موجود ہے اور دعا مین آدمی بسا اوقات ایسی چیز مانگتا ہے جسمین اُسکی ہلاکت ہو حالانکہ وہ جانتا نہین ہے۔ قال المترجم مطلب یہ ہوا کہ آیت مین یہ بھی معنی شامل ہین کہ آدمی اپنی رائے سے بہتری کے ساتھ دعا کرنے مین درحقیقت بدی کی دعاء کرتا ہے اسواسطے کہ ہنوز اس مرتبہ کو نہین پہونچا کہ اُسکو نیک و بد کی تمیز اپنے نفس کے مناسب معلوم ہو جاوے پس انسان کو چاہیئے کہ ذکر الٰہی مین مشغول ہو کیونکہ حدیث مین ہے کہ جو بندہ میری یاد مین ایسا مشغول ہوا کہ اُسکو کوئی حاجت و دعا نہین یاد رہی تو مین اُسکو دعا کرنیوالون مین سے سب سے بہتر دیتا ہون۔ معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی مین کفایت ہے اور چاہیئے کہ دعا بھی کرے تو اسمین یون نہ کہے کہ الٰہی مجھے یہ چیز دیدے کیونکہ

بسا اوقات یہی چیز اُسکے حق مین فتنہ ہو جاتی ہے عوام کا تو کون ذکر ہے دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ مانگا تھا پھر اُس سے کسقدر گھبرانے لگے تو چاہیئے کہ یون کہے کہ الٰہی مجھے رزق اپنے فضل سے عطا فرماوے جہان سے تیرے علم مین مجھ بندے کے دین و دنیا کے واسطے بہتر ہو۔ جو شخص ہمیشہ ذکر مین رہتا ہے اور دعا و سوال مین اپنی پسند چھوڑتا ہے تو اُسکے لیے اللہ تعالے کے فضل سے جو سب سے بہتر ہے وہ مبذول ہوتا ہے چنانچہ حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جس بندے کو میری یاد نے مجھ سے مانگنے سے غافل کر دیا یا شاغل کر دیا تو جو کچھ مین مانگنے والون کو دیتا ہون سب سے بہتر اُسکو دیتا ہون۔ قولہ تعالے وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیة اللیل وجعلنا آیة النہار مبصرة۔ واضح ہو کہ اہل فہم نے یہان لیل و نہار سے مقام مجاہدہ و مشاہدہ کا اشارہ لیا ہے پس مجاہدہ تو عارفین کی رات ہے اور مشاہدہ صدیقین کا دن ہے پس مقام مشاہدہ مین کشف آفتاب ذات ہے اور شب مجاہدہ مین کشف فی الصفات ہے پس اہل مشاہدہ آفتاب ذات کی دیدار مین ہین اور اہل مجاہدہ ماہتاب صفات کی دیدار مین ہین کیونکہ یہ لوگ بوجہ ضعف حال کے واردات عظمت کے برداشت کرنے سے عاجز ہین اور اگر انوار ذات سے یہ لوگ غائب نہوئے تو اول ظہور مین ہلاک ہو جاتے اور اگر دونون آیتین یکسان ہوتین تو بھی اہل معرفت ہلاک ہو جاتے کیونکہ ہمیشہ مشاہدہ ذات مین رہتے اور کبھی معادن صفات تک نہ پہونچے۔ قال تعالے لتبتغوا فضلا من ربکم یعنی فضل حق اس مقام پر معرفت صفات اور عیش مشاہدہ ذات اور واقف ہونا بمقامات قرب و اوقات حالات ہے قولہ ولتعلموا عدد السنین والحساب۔ یعنی کشوف کی کمی و زیادتی سے اور کمال ہونے سے جو بقبض نور اولیت و آخریت ہوتا ہے زمانہ فراق و وصال دریافت ہو اور مقامات و حالات کا حساب کرو اور ازل و ابد کے دور مین پڑو اور سیارات ارواح و اُنکی حرکات کو جو بروج افلاک وحدانیت مین ہوتے ہین پہچانو۔ قولہ وکل شیء فصلناہ تفصیلا۔ یہان ایسے منازل ہین کہ انکے ادراک سے اوہام منقطع ہین و خیالات دور ہین اور عقول کو انکے اسرار سے انصرام ہے اور قلوب انکے حقائق انوار مین فنا ہین گویا زبان قدر گویائی آید بزبان بلبل مست موار عشق روزبہان بقلی ان اسرار مبارک کو جو حجاب غیرت کے ساتھ غیرون سے ممنوع ہین بہت نوری رحمہ اللہ سے متکلم ہے ؎ لازلت انزل من ودادک منزلا یتحیر الالباب عند نزولہ۔ یعنی ہمیشہ مین دوستی مین ایک ایسی منزل پر اُترتا ہون جسکے نزول پر عقول متحیر ہوتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ لیل و نہار کو دو طرف واسطے اقامت عبودیت کے بنا دیے ہین ایک دوسرے کے پیچھے آتا اور اسکا خلیفہ ہو جاتا ہے پس جس بندے کی اوقات شبا روزی اُس کام مین رہے جسکے واسطے وہ بندگی مین آیا ہے تو وہ بندہ اہل توفیق مین سے ہے یعنی جملہ ساعات ہر درجہ وللا بندہ اپنے لائق کامون مین برضائے الٰہی صرف کرنے پاتا ہے مثلاً ابتدائے حالت مین اسکا فرائض و سنن و نوافل ادا کرنا اور کھانا پینا سونا جاگنا اور کسب معاش سب موافق شرع شریف کے بطریق مستحسن ہو اور یون ہی اس سے زیادہ مرتبہ پر مراقبہ و مجاہدہ یا مشاہدہ ان اوقات مین جیسا چاہیئے اپنی اپنی اوقات مین ہو تو اسکو اللہ تعالے کی طرف سے توفیق مبارک ہو اور جس شخص نے اپنی ساعات شبا روزی کو مہمل چھوڑ دیا یعنی کچھ ساعات یا اکثر یا سب اُسنے غافل و بیکار چھوڑین اگرچہ اُس نے ان اوقات مین بالکل محنت سے دنیائے فانی و شہوات کا کام کیا ہو پس اُسنے اپنے نفس سے کچھ مطالبہ نہ کیا اور نہ اپنی اوقات کی رعایت و نگہداشت و حفاظت کی تو ایسا شخص انہین سے ہے جنھون نے اپنے رب سے توفیق نہ پائی کیونکہ اُسنے اللہ تعالے کی طرف سے فضل نہ پایا کہ صحیح طریقہ سے بندگی کرتا اور کام مین اخلاص پیدا ہوتا اور اس سب کے انجام پانے کے لیے اُسکو اللہ تعالے کی طرف سے مدد حاصل ہوتی۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے عوام کا فرد مومن کا اور مومنون مین سے

اہل کمال کا سابق حال اُنکے ورود کا مشرب عبودیت پر بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى

اور جو آدمی ہے لگا دی ہم نے اسکی قسمت اُسکی گردن مین اور نکالینگے ہم اسکو قیامت کے دن نوشتہ جسکو پاویگا کھلا ہوا تو پڑھ اپنے نوشتہ کو کافی ہے

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ

آج کے روز تیرا نفس تجھپر حساب کرنے والا

واضح ہو کہ عرب کی عادت تھی کہ جب کسی عمل پر اقدام کرتے اور چاہتے کہ اپنے نزدیک جان جاوین کہ اس سے بہتری ہوگی یا بدتری ہوگی تو پرند
طائر کے احوال سے اُسپر استدلال کرتے کہ جو پرند سامنے نظر پڑا وہ خود اڑ گیا یا بھڑکا کر اڑایا گیا اور جب اُڑا تو داہنے گیا یا بائین گیا یا اوپر کو اُٹھا
ایسے ہی دیگر احوال کہ انہین سے ہر ایک سے اُنھون نے بھلائی و برائی و سعادت و نحوست وغیرہ مقرر کر رکھی تھی پھر جب کثرت سے رواج ہوا
تو خود بھلائی و برائی کو طائر کہنے لگے اسی محاورہ پر عرب کو اُنکی زبان مین اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ اور ہر آدمی ہم نے اُسکو
لازم کیا ہے طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ اس کا طائر یعنی عمل نیک و بد اُسکی گردن مین یعنی گردن محل زینت یا اُسکا مقابل ہے پس اگر اعمال خیر ہین تو مانند
زیور کے اُسکی گردن مین زینت ہین اور اگر بُرے ہین تو بدہیأت ہے معالم مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یعنی اسکے عمل اور جو اسپر
مقدر ہے ہم نے اُسپر لازم کر دیا ہے جہان ہو اُسکے ساتھ رہیگا۔ مقاتل و کلبی نے کہا کہ یعنی نیکی و بدی اُسکی اُس سے جدا نہوگی یہانتک کہ اُس سے
محاسبہ ہو۔ حسن رح نے کہا کہ یعنی اُسکی سعادت و نحوست اُسکے ساتھ ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ جو کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسکی گردن مین ایک ورق ہوتا ہے
جسمین لکھا ہوتا ہے کہ نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ علماے معانی نے کہا کہ طائر سے مراد وہ چیز جو اللہ تعالے نے اُسکے حق مین مقدر فرمائی نیک بختی ہو یا بدبختی
ہو کہ انجام کو اُسکی طرف جانے والا ہے۔ ابو عبیدہ و قتیبی نے کہا کہ آدمی کا حصہ نیکی و بدی کا مراد ہے۔ امام رازی رح نے کبیر مین تحقیق لکھی جس کا حاصل یہ ہے
کہ اللہ تعالے نے خلق کو پیدا کیا اور ہر ایک کے واسطے عقل و فہم و علم و عمل و عمر و رزق و سعادت و شقاوت سے ایک حصہ خاص کر دیا وہی مقدر ہے
اور ممکن نہین کہ آدمی اس سے تجاوز کرے کیونکہ اس آدمی کو جو کچھ ان چیزون مین سے جسوقت جسطرح پہونچنے والا ہے اللہ تعالے اُسکا علیم ہے پس ممکن
نہین کہ اُسکے علم کے خلاف واقع ہو تو جسطرح علم الٰہی مین ہے اُسی طرح واقع ہوگا اور یہ چیزین ضرور اسکو پہونچینگی گویا پرند ہین کہ اُڑکر اسکو پہونچینگی اسی
معنی مین کنایہ ہے کہ ہر آدمی کا طائر اُسکی گردن مین ہم نے لازم کر دیا ہے اور اسی طرف حدیث مین اشارہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن الی یوم القیامۃ۔ شیخ
ابن کثیر رح نے کہا کہ فی عنقہ گردن کا ذکر اسواسطے کہ اعضا مین سے یہی عضو ایسا ہے جسکا نظیر نہین ہے اور جسکی گردن مین کوئی چیز لازم کی گئی تو اُس سے اُسکو
چھٹکارا نہین ہے۔ ابن جریر رح نے حضرت جابر رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا عدوی ولا طیرۃ وکل انسان الزمناہ طائرہ
فی عنقہ یعنی عدوی کچھ نہین جیسے جاہل یہ گمان کرتے تھے کہ یہ مرض و بیماری نہوتی مگر دوسرے سے متعدی ہو کر لگی ہے اور اکثر وہم کرتے کہ فلانے ٹوٹکا کرنے
والے نے ایک سے اُتار کر دوسرے پر لگا دیا جیسے کچھ ہندوؤن مین خیالات تھے تو فرمایا کہ یہ عدوی کچھ نہین ہے اور نہ طیرہ ہے یعنی پرند کی اُڑان و داہنے بائین
جانے اور آواز کرنے وغیرہ سے بھلائی برائی سعادت نحوست مقرر کر رکھی تھی تو کہدیا کہ یہ کچھ نہین ہے اور آیت کریمہ سے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالے کے
کلام سے ثابت ہوا کہ اُسنے ہر ایک کے طائر کو یعنی اسکے اعمال نیک و بد اور مبارک و شوم کو اُسکی گردن مین لازم کر دیا ہے کوئی اس سے تجاوز نہین کر سکتا ہے
خواہ مخواہ اُسکو پہونچینگی۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا اور ہم ہر آدمی کے لیے نکالینگے قیامت کے روز ایک نامہ اعمال لکھا ہوا کہ يَلْقٰىهُ
مَنْشُوْرًا اُس کو ملیگا کھلا ہوا یعنی جو اعمال اسنے مطابق اپنے طائر گردن کے کیے ہین سب مکتوب و محفوظ ہین یہ نامۂ اعمال اسکو قیامت مین ملیگا
اگر سعید ہے تو اسکے داہنے ہاتھ مین اور اگر بدبخت ہے تو بائین ہاتھ مین اور کھلا ہوا ہوگا کہ وہ اور دوسرے لوگ اپنی تمام عمر کے اعمال اول سے
آخر تک پڑھیگا اور سب اُسمین جمع پاویگا قال تعالیٰ ینبأ الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ۔ اور اس دن
ہر ایک پڑھا ہوا اور بے پڑھا یکسان پڑھینگے اور کوئی کچھ نہین بھولیگا سب یاد ہوگا لہذا اس نامۂ اعمال کو دیکھینگے کہ لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا نہین

چھوڑتا کسی صغیرہ کو اور نہ کبیرہ کو اگرچہ آنکہ اسکو گھیرے ہوئے ہو پس کہا جائیگا کہ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ تو اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ۔ ہر ایک شخص اگرچہ دنیا مین بے پڑھا ہو وہان صاف پڑھیگا اور اسمین کچھ زیادتی یا کمی نہ دیکھیگا اور اسمین سے ایک لفظ سے بھی انکار نہین کر سکیگا اور اگر جہل و حیلہ سازی سے انکار کریگا تو اُسپر وہی اعضا جنکے ذریعہ سے وہ اعمال قبیحہ ہین خود گواہی دینگے۔ حدیث مین ہو کہ بعد کو ان اعضا سے کہیگا کہ ولے بدبختی تمھاری مین تو تمھاری ہی جانب سے جھگڑا کرتا تھا پس کمال قدرت آلٰہی و قوت خالق عز و جل اور کمال عدل ہو کہ فرمایا كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا کہ تیرا نفس خود آج اپنے اوپر محاسبہ کرنے والا کافی ہے اُس دن ہر ایک شخص درحقیقت اپنے اوپر انصاف جان لیگا اگرچہ جہالت سے کچھ جھگڑا کرے پھر یہ حساب اُسکو نافع نہوگا بخلاف اسکے اہل سعادت کی پہچان دنیا مین یہ ہے کہ اپنے نفس سے ہر دم اُسکے اعمال کا محاسبہ کرتے ہین اور رات کو سوتے وقت تو ضرور اپنے اعمال کو میزان شرع پر انصاف سے تولتے ہین۔ امام احمد رح نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر روزہ عمل پر مہر کر دی جاتی ہے یعنی مرحمت قطعی ہوجاتے ہین پھر جب کبھی مومن بیمار ہوتا ہو تو ملائکہ اعمال عرض کرتے ہین کہ اے رب ہمارے تیرا فلان بندہ کہ وہ رکا ہوا ہی اللہ تعالے عز و جل فرماتا ہو کہ جیسے وہ صحت مین کرتا تھا ویسے ہی اعمال پر ختم کرتے رہو یہانتک کہ وہ اچھا ہوجاوے یا مرجاوے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اسناد قوی جید ہے۔ معمر رح نے کہا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے پڑھا قولہ تعالے عن الیمین وعن الشمال قعید۔ اور کہا کہ اے آدم کے فرزند تیرے واسطے ایک صحیفہ کھولا گیا ہے اور تجھپر دو بزرگ فرشتے مؤکل ہین ایک تیرے داہنے اور دوسرا بائین ہے پس جو تیرے داہنے ہے وہ تیری نیکیان محفوظ رکھتا ہے اور جو تیرے بائین ہے وہ تیری برائیان محفوظ رکھتا ہی پس جو تیرا جی چاہے وہ کر خواہ کم خواہ زیادہ یہانتک کہ جب تو مریگا یہ صحیفہ لپیٹ کر تیری گردن مین ڈالکر تیری قبر مین رکھا جائیگا یہانتک کہ نکالا جائیگا قیامت کو نامہ اعمال اُسکو کھلا ہوا پاویگا اور حکم ہوگا کہ اُسکو پڑھ پس واللہ اُسنے عدل فرمایا جس نے تجھکو تیری ذات پر حساب کرلینے والا کر دیا۔ سراج مین ہے کہ سدی رح نے کہا کہ کافر پر سب طرح حجت پوری کر دیجائیگی کہ خود وہ اپنی نفس پر محاسب ہوگا۔ اگر یہان کوئی کہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ یعنی ہم حساب کر دینے والے کافی ہین اور یہان خود انسان کو اُسکے نفس پر حساب کنندہ فرمایا تو جمع کیونکر ہو جواب دیا گیا کہ یہان حسیب سے مراد شاہد ہے یعنی تو خود آج کے روز اپنے اوپر کافی شاہد ہوگا یا یہ کہا جاوے کہ قیامت کے موقف جدے جدے ہونگے بعض موقف مین اللہ تعالے اُنکا حساب خود اُنکے حوالہ فرماویگا اور علم آلٰہی سب کو محیط ہی اور بعض موقف مین خود حساب فرماویگا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ اس مقام کی آیت مین یہ مراد ہو کہ آدمی اپنے تمام اعمال اول سے آخر تک دیکھکر خود اپنا حساب کرلیگا وہ کن لوگون مین سے ہو ولیکن اُسکے اس حساب پر کچھ حکم نہ ہوگا کیونکہ حکم فقط اللہ تعالے جل شانہ کی قدرت مین ہو اور کفی بنا حاسبین کی آیت مین اوپر سے میزان عدل کا ذکر ہو کہ ہم ہر ذرہ نیکی و بدی کا لا دینگے اور جب ہم حساب پر حکم فرماوینگے تو ہمارا حسیب ہونا کافی ہے کچھ کمی بیشی اور فرو گذاشت نہین ہوسکتا ہو اور یہین نے اسواسطے کہا کہ اگر بندہ نے اپنے حساب مین غلط کیا تو حق عز و جل عدل فرماویگا چنانچہ امام احمد رح وغیرہ کی روایت مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالے میری اُمت مین سے ایک کو برسرِ قیامت مین علٰحدہ کھڑا کریگا اور اسکے ہاتھ مین ننانوے نامہ اعمال کہ ہر ایک اُسکی منتہاے نظر تک دراز ہوگا دیے جاوینگے ان سب مین وہ اپنی بد اعمالیان پاویگا پس اُسکو یہی گمان ہوگا کہ مین ہلاک ہوا پس اللہ تعالے فرماویگا کہ اے بندے میرے ملائکہ نے تجھپر کچھ ظلم تو نہین کیا وہ عرض کریگا کہ اے رب کچھ نہین۔ پھر حکم ہوگا کہ تیرے پاس کچھ عذر ہے عرض کریگا کہ اے رب کچھ بھی نہین ہو پس گمان کریگا کہ اب وہ ہلاک ہوا اتنے مین حکم ہوگا کہ کیون نہین تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہی پس ایک پارہ حریر نکالا جاویگا جسپر اشهد ان لا الٰہ الا اللہ واشهد ان محمدا رسول اللہ لکھا ہوگا وہ اپنے دل مین کہیگا کہ ان دراز نامہ اعمال کے مقابلہ مین یہ ٹکڑا کیا کام دیگا۔ حکم ہوگا کہ اپنے میزان عدل پر حاضر ہو وہ عرض کریگا کہ اے رب اُنکے وزن مین یہ کیا کافی ہوگا حکم ہوگا کہ آج کے دن تجھپر کچھ ظلم نہ ہوگا تو حاضر ہو پس حاضر ہوگا

ف یعنی فضل الٰہی سے اگر حکم ہوئے کا ہو ۱۲

توجب ہی وہ بطاقہ جسپر کلمہ شہادت دوسرے پلہ مین رکھا جائیگا تو فوراً نامہ اعمال سئیات کا پلہ اونچا ہو جائیگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ مین کوئی چیز بھاری نہین ہو سکتی ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ کلمہ شہادت اُسکے پاس یقینی تھا اللہ تعالیٰ ہمکو اور سب مسلمانون مومنون کو یقین کامل نصیب کرے۔ بالجملہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اپنے حساب مین غلطی کریگا اور اللہ تعالیٰ کمال عدل وحساب سے اُسکی نیکی ضائع نہین فرماویگا۔ ف فی العرائس وقولہ تعالیٰ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ۔ واضح ہو کہ کافر ومنافق کی گردن مین اسکا طائر ہے اور مومن کے اقسام ہین کہ ازل مین بعض کو ارادت کے لیے اور بعض کو معاملت کے لیے اور بعض کو حالات کے لیے اور بعض کو مشاہدات اور بعض کو مکاشفات اور بعض کو معرفت اور بعض کو محبت اور بعض کو شوق اور بعض کو رغبت اور بعض کو عزم کے لیے اختیار فرمایا ہے اور ہر مقام کے سالک کے لیے اُسکا طائر موسوم بھی نشان سے ہے جو نعمت ربوبیت نے اُسکی گردن مین لازم کیا ہے وہ ازل سے ان نشانات سے معاً ابد مین نکلتا ہے اُسکو رنگہائے مختلفہ سے کچھ تغیر نہین ہوتا اور نہ ظہور آیات وبرہان سے کچھ تبدل ہوا اور نہ طاعات وعصیان سے کچھ زیادت ونقصان ہو۔ قال تعالیٰ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا۔ جو کچھ ارواح کو نشانات مردود یا مقبول ہونے کے ظاہر ہوے وہ کل کے روز حضور بارگاہ مین اس شخص پر ظاہر ہونگے پس وہ اول کو آخر سے اور آخر کو اول سے موافق پاویگا نہ سابق کو آخر سے کمی اور نہ آخر کو سابق سے کچھ زیادتی بالکل متوافق ہونگے قال تعالیٰ اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندون پر پردہ ہے اور اپنے مومن وخالص بندون پر غیرت ہے تاکہ ملائکہ وجن وانس کوئی اُسپر مطلع نہ ہو بلکہ یہ مقامات مناجات اور سرائر مخفیہ مین سے ہے اور حقیقت ابتلا اور عجیب شکوہ ہو۔ شیخ نصرآبادی رح نے فرمایا کہ تیرے نفس پر احوال لازم کیے گیے ہین اور کوئی چیز تجھپر اس سے زیادہ سخت لازم نہین جیسا تیرا نفس لازم ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ۔ پس طائر از سعادت وشقاوت محض لازم ہو اور بعض پر صبر کرنا مقام مشاہدہ مین لازم ہو اور بعضون پر بساط قرب مین رعایت ادب لازم ہو اور یہ بہت زیادہ سخت از سخت تر ہے بعض نے کہا کہ ایک تحریر تو تیرے نفس پر ایام وساعت کی لکھی گئی ہے اور ایک تحریر تجھ پر ازل مین لکھی گئی ہو اور وہ باہم مخالف نہین ہین بعض نے کہا جو تحریر قیامت مین تجھپر پیش ہوگی تو جان لے کہ تیری زبان اُسکا قلم ہو اور تیرا لب اُسکے واسطے روشنائی ہو اور تیری ہی اعضاء وجوڑ بند ومفاصل اُسکے واسطے کاغذ ہین تو خود ہی اُسکو کرام کاتبین حافظین کو لکھواتا ہو نہ اسمین کچھ کمی ہوئی نہ زیادتی ہوئی اگر تو اسمین سے کچھ منکر ہو تو تیرے نفس مین سے اُسپر گواہ ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہو یوم تشہد علیہم السنتہم۔ شیخ یحییٰ بن معاذ الرازی رح نے فرمایا کہ قال تعالیٰ اقرأ کتابک یعنی وہ کتاب جسکا لکھوانے والا تو خود تھا۔ بعض سلف سے مروی ہو کہ نیک بندہ کا محاسبہ تنہائی مین ہو جاتا ہو اور بدکارون کا عتاب آخرت مین رہتا ہو پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہدایت وضلالت اپنے لیے ہے اور بعثت سے عذاب نہین ہے

مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ

جس نے ہدایت لی تو اُسنے اپنے ہی لیے ہدایت لی اور جو گمراہ بنا تو اُسکی گمراہی اُسکے نفس پر ہو اور نہین گناہ سمیٹتی کوئی گناہ سمیٹنے والی جان کسی دوسری

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

جان کا گناہ اور ہم تو عذاب کرنیوالے نہین یہانتک کہ ہم بھیجین رسول کو

مَنِ اهْتَدٰی جس نے لی ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول وکتاب کو مانا۔ فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ تو اُسنے اپنی ہی جان کے لیے ہدایت اختیار کی یعنی اس ہدایت لینے کی تمام خوبی اُسی کے نفس کو ہے۔ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا اور جو گمراہ بنا اُسکی گمراہی اسی پر ہے کیونکہ وہی دائمی عذاب مین پڑیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے وہ مومن کی طاعت وکافر کی معصیت سب سے پاک ہو بلکہ مومن اُسکی رضامندی ورحمت سے جنت ودائمی نعمت حاصل کرتا ہو اور کافر اُسکے غضب وعذاب سے دوزخ ودائمی کلفت لیتا ہو اُسکی

مومن اسکی رضامندی و رحمت سے جنت و دائمی نعمت حاصل کرتا ہے اور کافر اسکے غضب و عذاب سے دوزخ و دائمی کلفت لیتا ہو اسکی گمراہی سے دوسرے کو کچھ ضرر نہین ہے۔ سراج مین لکھا کہ کلبی رح نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ بندہ مجبور محض نہین ہے بلکہ اسکو نیکی یا بدی ہر ایک کے حاصل کرنے کا قابو ہے چنانچہ یہ آیت اسی کے ساتھ لائق ہو جو فعل پر قدرت رکھتا ہو جسطرح چاہے کرے اور جو کوئی کسی جانب سے ممنوع و مجبور ہو تو اسکے واسطے یہ لائق نہین ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مطلب اسکا یہ ہو کہ اہل سنت کے نزدیک بندہ اختیار و اکتساب سے مجبور نہین ہے وہ اپنے نفس کے واسطے نیکی کو کما سکتا ہو یا بدی کو کما سکتا ہو اور یہی تمام اہل سنت و جماعت کا بلا خلاف مذہب ہے اور فرقۂ جبریہ کہتے ہین کہ آدمی مانند پتھر کے بالکل مجبور ہے اور یہ گمراہی ہے اور فرقہ قدریہ کہتے ہین کہ آدمی کو اپنا فعل نیک و بد پیدا کر لینے کی قدرت ہے اور یہ بھی گمراہی ہے اسواسطے کہ پیدا کرنا فقط اللہ تعالے جل شانہ کی صفت ہو ولیکن اہل سنت کے نزدیک بندہ جس نیکی کو کماتا ہے تو مخلوق بندہ مین یہ نیکی مخلوق ہوتی ہو پس جس خالق عز و جل نے اس بندہ کو مخلوق فرمایا وہ اس مخلوق کے مخلوق فعل کو بھی پیدا فرماتا ہے اور یہ ممکن نہین کہ یہ بندہ مخلوق خود خالق ہو جاوے اور یہی تمام اہل سنت کا مذہب ہے۔ پھر اللہ تعالے نے صاف مقرر فرمایا کہ ہر شخص اپنے فعل کے اثر سے مخصوص ہوتا ہے بقولہ تعالے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ اور نہین برداشت کرتا کوئی نفس گنہگار۔ وِّزْرَ اُخْرٰی گناہ کسی دوسری نفس کا یعنی جس نفس نے جو گناہ کمایا وہ اسی کو اٹھائے ہوے ہے پس اس سے نہین ہو سکتا کہ دوسری نفس کے کمائے گناہ کو اپنے اوپر اٹھا لیوے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان سے صریح معلوم ہوا کہ مسئلہ اسقاط جو بعضے شہرون کے مسلمانون مین رائج ہے باطل و معصیت ہے اور اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ جو مردہ مرگیا اسکے وارثون نے جسقدر مقدرت ہوئی حسب حیثیت مال و اسباب نقد و جنس جمع کر کے چند ملاؤن یا حافظون وغیرہ کو یا ایک ہی کو اس شرط سے دیا کہ میت کے تمام گناہ اسپر سے اتر کر تمھارے اوپر ہین اور یہ مال اسکے عوض تمھارا ہے اور ان لوگون نے اسکو قبول کیا اور لے لیا پس یہ باطل ہے کیونکہ کسی نفس کو قدرت نہین کہ دوسرے کے گناہ اپنے اوپر لے لیوے۔ اور جان لینا چاہیے کہ یہ ایک مکر شیطان کا ہے اس حیلہ سے اسنے مالدارون کو مطمئن کر کے فسق و فجور مین بیخوف مبتلا کر دیا کہ تمام گناہ انکے بذریعۂ اسقاط کے اتر جاوینگے حالانکہ بعد موت کے انپر حسرت و یاس ہے۔ پھر جو شخص خلاف آیت کریمہ کے یہ اعتقاد کرتے ہین کہ کسی کے گناہ دوسرے برداشت کر لیتے ہین انپر کفر کا خوف شدید ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو صورتین ہین ایک یہ کہ ایک نفس دوسرے کے گناہ کو اٹھاوے یعنی خود اپنے اختیار سے اٹھاوے اور دوم یہ کہ ایک نفس سے دوسرے کے گناہ اٹھوائے جاوین یعنی اللہ تعالے کے حکم سے دوسرے نفس پر ڈالے جاوین تو پہلی صورت باطل ہو اور وہی آیت کریمہ مین مذکور ہے اور دوسری صورت صحیح ہے چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ دنیا مین ظالم نے جسپر ظلم کیا ہو قیامت مین مظلوم کو اسکے ظالم کی نیکیان بقدر ظلم کے لیکر دیدی جاوینگی اور اگر اسکی نیکیان نہون یا کافی نہون تو مظلوم کے گناہون مین سے بقدر ظلم کے لیکر ظالم پر ڈالی جاوینگی پس اس نفس ظالم نے اپنے مظلوم کے گناہون کو اٹھایا مگر بحکم و قدرت الہی اس مظلوم سے منتقل کر کے اس ظالم پر ڈالے گئے۔ اور سراج مین کہا کہ ظالم کا اٹھانا بسبب اسکے ظلم کے ہوا تو گویا یہ گناہ اسی نے کیے تھے اور مترجم نے جو اوپر لکھا وہ تحقیق ہو۔ سراج مین لکھا کہ حدیث مین وارد ہو کہ میت پر اسکے رونے والون سے عذاب ہوتا ہے پس رونے والون کے گناہ اسپر پڑتے ہین جواب دیا کہ یہ اس صورت مین ہو کہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو جیسے عرب جاہلون کا دستور تھا کہ خوب رونے اور رولانے کی وصیت کرتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہو کہ رونے والیون کے گناہ میت پر نہین پڑتے ورنہ لازم آوے کہ پیٹنے والیان و رونے والیان اس گناہ سے پاک ہو گئین وہ سب گناہ میت پر پڑے بلکہ نوحہ کرنے والیون پر اس رونے پیٹنے کا گناہ سخت ویسا ہی باقی ہے اب رہا یہ کہ میت پر بھی انکے رونے سے کچھ عذاب ہوتا ہو یا نہین تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہان میت پر بھی عذاب ہوتا ہے

ف [illegible]

اور یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ولیکن حضرت ام المومنین صدیقہ رض نے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی
پس میت پر گناہ نہیں ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالے رحم فرماوے اُنھوں نے جھوٹ روایت نہیں کی بلکہ بات یہ تھی کہ ایک یہودیہ
عورت مر گئی اُسکے لوگ اُسپر بیٹھے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تو یہان روتے ہین اور وہ اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہے مترجم
کہتا ہے کہ علماء نے حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ معنی بیان کیے ہین کہ جب میت اس سے راضی ہو چنانچہ امام بخاری رح نے یہی باب
لکھا ہے پس خلاصہ یہ ہو کہ اگر میت کا خود طریقہ ہو کہ وہ مردے پر نوحہ کرتا ہو یا اپنے لوگون کو اس سے منع نہ کرتا ہو یا نوحہ پر راضی ہو یا اُس نے
وصیت کی ہو کہ اُسپر نوحہ کیا جاوے تو ان سب صورتون مین میت پر بھی عذاب ہوگا اور یہ اُسپر کسی دوسرے کا گناہ نہین ڈالا گیا بلکہ وہ اپنے ہی
فعل پر ماخوذ ہوا کہ اُسنے نوحہ کا طریقہ جاری رکھا تھا یا راضی رہتا تھا یا وصیت کی تھی مگر مترجم کہتا ہے کہ اگر منع نہ کرتا ہو تو بعض حنفیہ مشائخ کے
قول پر اسمین یون تفصیل ہونی چاہیے کہ اگر وہ شخص ممانعت کرنے کی لیاقت رکھتا ہو پھر نہ منع کیا تو عذاب ہوگا ورنہ نہین اور بعضے مشائخ کے
نزدیک مطلقاً اُسکو منع کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اسکا دل سے مکروہ جاننا بھی منع کرنے کے حکم مین ہے اور یہی ارجح ہے بالجملہ ان صورتون مین اسپر
دوسرے کا گناہ نہین بلکہ خود اسکا گناہ ہے چنانچہ سراج وغیرہ مین کہا کہ اگر میت نے وصیت کی کہ اُسپر نوحہ کیا جاوے یا اسکا تہائی مال نوحہ
کرنے والیون کو دیا جاوے یا اُنکی ضیافت کیجاوے تو اُسپر عذاب ہوگا خواہ یہ وصیت پوری کیجاوے یا نہ کیجاوے اور لکھا کہ شیخ ابو حامد رح نے کہا کہ جو
مذکور ہے وہ ہر میت و زندہ کو خواہ کافر ہو یا کافر نہ ہو ہر ایک گنہگار کو شامل ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہی تصریح اس حدیث مین ظاہر ہے کہ من سن سنۃ سیئۃ
الحدیث جسمین یہ بھی ہے کہ من غیر ان ینقص من آثامھم شئی یعنی حدیث مین صریح ہے کہ جس نے کوئی نیک سنت کو جاری کیا تو اُسکو قیامت تک اپنا
ثواب ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلین اُنکا ثواب ہوگا بغیر اسکے کہ دوسرون کے ثواب سے کچھ کم کیا جاوے اور جس نے کوئی بد راہ نکالی تو اُس پر
قیامت تک اُسکا عذاب ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلین اُنکے گناہ ہونگے بدون اسکے کہ ان لوگون کے گناہون سے کچھ کم کیا جاوے پس حاصل یہ ہوا
کہ بد راہ کی پیروی کرنے والون پر خود ہر ایک پر گناہ ہوگا اور ہر ایک پر جسقدر گناہ ہے ہر ایک کے گناہ کے برابر مجموعہ سب کا اُس شخص پر ہوگا جس نے
یہ بد راہ نکالی ہے اور پیروی کرنے والون پر سے گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔ اور یہی معنی آیت کریمہ ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم مین مصرح ہین یعنی گمراہ سردار اپنے
گناہون کے بوجھون کو اُٹھاوینگے اور بہت سے بوجھ اپنے بوجھون کے ساتھ اُٹھاوینگے۔ قال تعالے ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم یعنی جنکو نادانی
سے گمراہ کیا ہے اُنکے گناہون سے۔ امام ابن کثیر رح نے کہا یعنی جو بوجھ گناہ کا خود اُنکے گمراہ ہونے سے اُنپر ہوگا اُسکے ساتھ گمراہ کرنے سے جن لوگون کو گمراہی مین
ڈالا ہے اُنکے گناہون کے مثل بوجھ ہونگے بدون اسکے کہ جنکو گمراہی مین ڈالا ہے اُنکے گناہون سے کچھ کم ہوجاوے بلکہ ہر پیروی کرنے والے پر اُسکی گمراہی کا گناہ
بھی لدا ہوا ہوگا۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عز و جل جس نفس سے چاہے اُسکے گناہ اُتار دے اور یہ صحیح ہے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ بعض لوگ میری
اُمت مین سے آوینگے جنپر پہاڑون کے برابر گناہ لدے ہونگے اللہ تعالے اُنپر سے ان گناہون کو اُتار کر یہود اور نصاری پر ڈالیگا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہود
و نصاری کو اپنی گمراہی مین ان لوگون کے واسطے ان گناہون کے ہونے کا دخل ہوگا پس اس وجہ سے یہود و نصاری پر یہ گناہ ڈالے جاوینگے اور اس مین
ذرا بھی شک نہین ہے کہ اللہ تعالے جل شانہ کی توحید جن بندون نے یقین کر لی ہے اُنکے ساتھ جو کافر مشرک قومین کسی قسم کی تکلیف و رنج دینے مین شریک
ہون وہ آخرت مین برخلاف مومنون کے ان گناہون کے اُٹھانے کے لائق ہین کیونکہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے رسول بھیجدیے اور کتاب توحید نازل کرکے
اور کمال رحمت سے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم کچھ عذاب کرنے والے نہین ہین یہانتک کہ ہم نے رسول مبعوث
فرما دیا یعنی اللہ تعالے کسی بندہ کو عذاب نہین دیتا مگر جب اُسپر حجت قائم ہوجاوے اسطرح کہ رسول اسپر بھیجدیا۔ اور یہ ضرور نہین ہے کہ رسول خود

ہر ایک سے ملکر بیان کرے بلکہ یہ کافی ہے کہ تمام فرنگستان کو معلوم ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول آئے اور قرآن مجید اُنپر نازل ہوا اور سب آدمیون پر اُنکی رسالت عامہ ہے اور اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے و تابعین رحمہم اللہ تعالےٰ کے واسطے سے اور پھر علما و فقہا کے ذریعہ سے آخر زمانہ تک جو کچھ پہونچا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت مین پہونچا اب جو کوئی منکر ہوگا مستحق عذاب ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر الآیات یعنی جب جہنم مین کوئی گروہ کافرون و منکرون کا ڈالا جائیگا تو جہنم کے خازن اُنسے پوچھینگے کہ کیا تمھارے پاس ڈرسنانیوالا نہین آیا کہینگے کہ کیون نہین ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے کچھ نہین اُتارا ہے بسراج مین کہا کہ رسول کا بھیجدینا متحقق ہو چکا اسطرح کہ آدم علیہ السلام کو بھیجا اور اُنکے بعد برابر انبیاء علیہم السلام بھیجے چنانچہ فرمایا وان من اُمۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی اُمت باقی نہین ہر اُمت مین ایک رسول ہو گذرا ہے پس تمام انبیاء کا دعوی نبوت اور اُمت کو دعوت کرنا تمام جہان مین مشتہر و منتشر ہو چکا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ صورت ہوئی کہ اول اللہ تعالےٰ نے تمام اُمتون مین ایک ایک رسول بھیجدیا وہ اسی اُمت کے واسطے خاص تھا اُسنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر اپنی اُمت کو دیدی چنانچہ آل عمران مین گذرچکا ہے پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات روئے زمین کے واسطے بھیجا اور آپ کا زمانہ تمام مین مشتہر ہوتا گیا اسی واسطے آپ نے فرمایا کہ قسم اُسکی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اس اُمت مین سے کوئی یہودی یا نصرانی جو کہ میری رسالت کو اور جس واسطے مین بھیجا گیا ہون سُن لیویگا پھر وہ ایمان نہ لاویگا مجھپر اور نہ مانیگا اُسکو تو ضرور وہ دوزخی لوگون مین سے ہوگا۔ معالم مین لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ کسی چیز کا واجب ہونا جب ہی ہوتا ہے کہ شرع اُسپر واجب کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ انسان پر اچھا کرنا لازم اور بُرا ترک کرنا لازم ہے پھر ائمہ حنفیہ کے نزدیک عقل کے ذریعہ سے کچھ تو اچھا اور بُرا معلوم ہو جاتا ہے ولیکن واجب شرعی اُسی وقت ہوتا ہے کہ شرع حکم دے اور معتزلہ کے نزدیک عقل سے سب معلوم ہوتا ہے اور یہ قول کھلا ہوا باطل ہے مگر آنکہ قول معتزلہ دوسرے طور پر نقل کیا جاوے کیونکہ (۳۰) تاریخ رمضان کا دن اور پہلی تاریخ عید کا دن دونون عقل کی راہ سے یکسان ہین حالانکہ شرع سے معلوم ہوا کہ ۳۰۔ رمضان کا روزہ ایسا اچھا ہے کہ فرض ہے اور یکم شوال عید کے دن روزہ حرام ہے پس عقل سے بالکل کہان بھلائی و برائی معلوم ہوئی۔ اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک سب شرع سے معلوم ہوتا ہے اور ہم کہتے ہین کہ ان فرض و واجب و مستحب و حرام وغیرہ جب ہی لازم ہے کہ شرع حکم دے لیکن اس سے یہ لازم نہین کہ کسی چیز کی خوبی قبل شرع کے پہچانی ہی نہ جاوے کیونکہ شرع سے پہلے بھی سچائی اچھی اور جھوٹ بُرا سب کو معلوم تھا وہی شرع مین بھی وارد ہوا بسراج مین لایا کہ اگر کوئی کہے کہ حجت لازم ہونے کے لیے رسول بھیجنا کیون ضروری ہوا کیونکہ اس سے پہلے بھی اُنپر حجت لازم تھی اسلیے کہ اُنکے پاس عقل دی گئی تھی اُنھون نے غفلت کر کے نظر عقلی سے کام نہ لیا تو مستحق عذاب ہوئے۔ جواب دیا گیا کہ غفلت سے بیدار کرنے کے واسطے اور نظر پر متوجہ کرنے کے واسطے بھی بعثت رسول ہے تاکہ یون نہ کہین کہ ہم اس سے غافل تھے تو ہم پر رسول بھیجکر تنبیہ کیون نہ فرمائی گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض زمانے ایسے گذرے ہین کہ پہلے ایک رسول آیا مگر اُسکی قوم نے اُسکی شریعت کو ایسا بگاڑ دیا کہ بعد چندروز کے کچھ اعتماد نہین رہا جیسے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تین فرقہ ہوے ایک نے انکو فرزند خدا اور دوم نے خدا اور سوم نے جو صحیح تھا یعنی بندہ و رسول اللہ کہا پس اول دونون فرقون نے ملکر تیسرے کو حقارت کرنے والا گمراہ قرار دیکر قتل کر ڈالا جو بچے وہ پہاڑ دل مین بھاگے پھر قسطنطین نے اپنے زمانہ مین فرزند کے قول پر سب سے اتفاق چاہا اور جو باتین مناسب معلوم ہوئین وہ جمع کر کے اُسی پر سب سے دستخط چاہے اور اُسمین ہزارون راہب و عالم قتل ہوے اور باقیون سے دستخط لیکر اسی پر مدار کار ٹھہرایا غرضکہ اسقدر شدید تحریفات پھیلائین کہ انجیل صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری کا نام رہگیا اس زمانہ کو زمانہ فترت کہتے ہین پس اُسوقت کے لوگون کا کیا حال ہے تو جاننا چاہیے کہ شیخ عارف

عبد الوہاب شعرانی رح نے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی فتوحات مکیہ باب دہم سے نقل کیا کہ ایسے لوگ تیرہ[13] قسم مین ہین ازانجملہ چھ قسم اہل سعادت مین سے ہین اور چار شقی ہین اور تین قسم کے اللہ تعالے کی مشیت مین ہین جو چاہے حکم فرماوے پس چھ قسم اہل سعادت مین سے اول وہ کہ جس نے اللہ تعالے کو بنور قلبی واحد جانا جیسے قیس بن ساعدہ کہ کہا کرتا کہ مینگنی اونٹ پر اور نشان قدم رفتار پر دلیل ہو تو اس عالم کے واسطے ایک اللہ قادر کامل ہو۔ دوم جسکے دل پر نور وحدت کی ایسی تجلی ہوئی کہ وہ اسکو اپنے دل سے دور نہین کر سکتا قسم سوم جسکے دل مین ڈالا گیا اور اپنے کشف سے منزلت محمد صلعم پر مطلع ہوکر عالم الغیب مین ایمان لایا۔ اول جیسے شاہ حمیر و تبع قسم چہارم جسنے کسی اگلی سچی ملت کی اتباع کی قسم پنجم وہ کہ جسنے اگلے انبیاء کے کتب مطالعہ کرکے محمد صلعم کے شرف سے واقف ہوکر آپ پر ایمان لایا قسم ششم جو اگلے نبی پر ایمان لایا تھا پھر آنحضرت صلعم کا زمانہ پاکر آپ پر ایمان لایا جسکے واسطے دو اجر ہین۔ پھر چار قسم اشقیاء یہ ہین اول جو معطل رہا اگر نظر و دلیل کے طریقہ سے نہین بلکہ کافرون کی نظر تقلید سے۔ قسم دوم جسنے نظر دوڑائی مگر اچھی طرح نہین بلکہ ناقص قسم سوم جسنے تقلید اختیار کرکے شرک کیا قسم چہارم حق پر مطلع ہوکر اس سے عناد کیا۔ پھر تین قسم داخل مشیت یہ ہین اول وہ کہ معطل رہا اور وجود خالق عز و جل کا اقرار نہ کیا بوجہ ضعف مزاج کے۔ دوم وہ جس نے کچھ شرک کیا مگر اسوجہ سے کہ نظر استدلالی مین اس سے قصور ہوگیا قسم سوم جو معطل رہا بعد اثبات کے مگر نہ نظر سے جسکو انتہاے قوت تک پہونچایا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اقسام جو شیخ نے ذکر فرمائے ہین قطعی نہین ہو سکتے ہین اور ہمارے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کیجاتی ہے کہ توحید آلہی اسقدر ظاہر ہے کہ شرک کرنے مین کوئی معذور نہ ہوگا۔ اور کتاب آلہی مین سوال و جواب فرعون و موسی علیہ السلام مین ہے کہ قال فما بال القرون الاولی یعنی فرعون بولا کہ کیا حال ہے اگلے قرون کا۔ قال علمہا عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی۔ موسی ع نے فرمایا کہ انکا علم میرے رب پاس کتاب مین ہے نہ میرا رب بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے پس حضرت موسی علیہ السلام نے انکے بارہ مین کوئی جواب نہین دیا پس جہانتک قطعی ثبوت ہو جواب دینا بہتر ہے باقی اللہ تعالے کے علم پر حوالہ کرنا اولی ہے اور صحیح مین حضرت ام المومنین صدیقہ رض سے روایت ہے کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ فلان شخص جو حاجیون کی خدمت کرتا تھا یعنے زمانہ نبوت سے پہلے ایک شخص تھا تو بھلا اسکو اس سے نفع ہوگا فرمایا کہ اسنے ایک روز بھی یہ نہین کہا تھا کہ میرے رب قیامت کے روز میری خطائین بخشدے۔ پھر سراج مین لایا کہ امام سیوطی رح سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کو دعوت نبوت نہین پہونچی اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور جس شخص کو دعوت نہ پہونچی اسکا حکم یہ ہے کہ نجات پانے والا امر یگا اسپر عذاب نہ ہوگا اور وہ جنت مین داخل ہوگا اور کہا کہ اس مذہب کو ہمارے محققین شافعیہ نے اختیار کیا ہے انہین کچھ اختلاف نہین ہے نہ فقہاء مین اور نہ اصولیون مین۔ اور اسی پر امام شافعی رح نے تنصیص فرمائی اور اسی کو آپ کے اصحاب نے اختیار کیا ہے (سیوطی رح نے ۱۲)۔ قال المترجم یہ قول عام ہے کہ جنکو دعوت نہین پہونچی سب جنتی ہین فافہم۔ پھر شیخ سیوطی رح نے کہا کہ حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا کہ دونون آپ پر ایمان لائے اور ایک جماعت حفاظ اسی قول پر ہین جن مین خطیب البغدادی اور ابو القاسم بن عساکر و ابو حفص بن شاہین و سہیلی و قرطبی و طبری و ابن المنیر و ابن سید الناس و ابن ناصر الدین دمشقی و صفدی وغیرہم ہین۔ سراج مین خطیب (ابن حجر مکی ۱۲) نے بعد نقل اس کلام کے کہا کہ ہمارے واسطے بہتر یہی ہے کہ ہم اس بارہ مین خاموش رہین کیونکہ اللہ تعالے نے ہمکو اس بات کے واسطے مکلف نہین کیا ہے اور اسکا علم اپنے رب عز و جل کی طرف حوالہ کرین اور جیسے امام نووی نے بجواب سوال (والدین رسول اللہ صلعم کے ۱۲) گروہ ابن العربی کے کہا کہ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت الآیۃ یعنی یہ امت گذر چکی جو اسنے کمایا اسکے لیے ہے اور تم جو کماؤ وہ تمھارے لیے ہے اور تم سے اسکی پوچھ نہوگی جو وے کرتے تھے یہی جواب ہم اس مقام پر دیدین۔ قال المترجم یعنی یہی جواب کہ خاموشی چاہیے ہمین گفتگو نہ کرنا چاہیے شیخ امام ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے جیسا کہ سابق مین بعض مقام پر گذر چکا ہے اور یہی احسن واسلم ہے صرف ملا علی قاری رح نے اس بارہ مین البتہ کلام کیا ہے اور مانند حدیث ان ابی و اباک فی النار بیشک ہمین کلام نہ کرنا بہتر ہے اور اس حدیث مین انما

احتمال کافی ہو کہ شاید یہ امر ابتدائے حال مین واقع ہوا ہو جب تک کہ آپ پر وحی نہین ہوئی تھی واللہ تعالےٰ اعلم۔ بالجملہ اگر والدین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطے ایمان لانے کے زندہ کیے گئے تو ظاہر یہ ہوتا ہو کہ زمان فترت ولے مغفور نہین ہین ورنہ احیاء کی کیا ضرورت ہوتی وریہ ایک سوال ہمارے شیخ علامہ سیوطی رح پر وارد ہوگا مگر آنکہ یہ کہا جاوے کہ ایمان دیدینا واسطے مغفرت کے نہین بلکہ واسطے بلندی مراتب کے تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اہل ایمان واہل جنت کے آباء وانبیاء اُنکے ساتھ لاحق کر دیے جاوینگے جب کہ داخل جنت ہون اگرچہ اس مرتبہ کے لائق نہ ہون تو مترجم کی طرف سے جواب یہ ہو کہ انمین یہ شرط آیت مین مذکور ہو کہ ایمان کے ساتھ اُنکی اتباع کی ہو پس ایمان لانا اُسوقت مین اسی واسطے ہوگا کہ الحاق ہو واللہ تعالےٰ اعلم شیخ امام ابن کثیر رح نے بعد تفسیر آیت کریمہ کے بآیات دیگر لکھا کہ ایسی آیات دلیل ہین اسپر کہ اللہ تعالےٰ کسی کو جہنم مین داخل نہ کریگا مگر بعد اسکے کہ رسول اسکے پاس پہونچ جاوے اور لکھا کہ یہین سے بعض حفاظ وعلماے حدیث نے صحیح بخاری کی اس حدیث مین تردد کیا ہو جسمین ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت ہو کہ جنت اور دوزخ نے باہم حجت کی الحدیث یہانتک کہ فرمایا سو جنت وہ ہو کہ اللہ تعالےٰ اپنی خلق مین سے کسی پر ظلم نہین فرماویگا اور رہی دوزخ تو اُسکے لیے ایک اور مخلوق پیدا کریگا وہ اُسمین ڈالے جاوینگے پھر وہ تین مرتبہ کہیگی کہ اور کچھ زیادہ ہے۔ حفاظ علماء نے کہا کہ دوسری مخلوق پیدا کیا جانا تو جنت کے لیے آیا ہو کیونکہ وہ دار الفضل ہے اور دوزخ تو دار العدل ہے اسمین کوئی نہین جائیگا مگر بعد اسکے کہ اُسپر حجت قائم ہو جاوے یعنی جدید مخلوق پر ابھی حجت قائم نہین ہوئی ہے پھر کیونکر جاوینگے۔ بالجملہ ان علماء حفاظ نے کہا کہ شاید یہ کلمہ راوی سے اُلٹ گیا ہے اس دلیل سے کہ خود صحیحین مین ابوہریرہ رض سے روایت ہو کہ جنت ودوزخ نے باہم حجت کی الحدیث یہانتک کہ کہا کہ پس دوزخ تو وہ نہ بھریگی یہانتک کہ رکھے اُسمین قدم پس اُسوقت بھر جاویگی اور بعض اسکا بعض کی طرف سمٹ جاویگا اور اللہ تعالےٰ اپنی خلق مین سے کسی پر ظلم نہین فرماویگا اور رہی جنت تو اللہ تعالےٰ اُسکے لیے ایک اور مخلوق پیدا فرماویگا۔ اب یہان ایک مسئلہ باقی رہا جسمین علماء ائمہ نے قدیم سے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو بچے صغر سنی مین مر گئے اور اُنکے باپ کافر ہین تو انکا کیا حکم ہے اسیطرح جو مجنون مرا یا گونگا بہرا تھا یا اسقدر بوڑھا ہو گیا تھا کہ حواس خبط ہو گئے تھے یا وہ شخص جو زمانۂ فترت مین مرا کہ اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہین پہونچی تو ان سب کا کیا حکم ہو۔ انکے حال مین احادیث وارد ہوئی ہین اور مین اللہ تعالےٰ کی توفیق سے کلام ائمہ مین سے ایک فصل ملخص ذکر کرتا ہون اور مترجم نے ان احادیث مین سے اکثر جو صحیح معلوم ہوئی ہین بحذف اسناد لکھا ہے۔ حدیث اول امام احمد نے اسود بن سریع سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ہین کہ قیامت کے روز جنکی حجت مقبول ہوگی ایک بہرا جو کچھ نہین سنتا ہو اور دوسرا مرد احمق اور تیسرا بوڑھا جسکے حواس خبط ہوے اور چوتھا جو شخص زمانہ فترت مین مر گیا پس بہرا تو یون عرض کریگا کہ اے رب اسلام آیا اس حالت مین کہ مین کچھ نہین سُنتا تھا اور احمق کہیگا کہ اے رب اسلام آیا اور مین اس حال مین تھا کہ لڑکے مجھے کنکریان مارتے تھے اور بوڑھا کہیگا کہ اے رب اسلام آیا اس حال مین کہ مجھے کسی چیز کی سمجھ نہ تھی اور جو فترت مین مرا وہ کہیگا کہ اے رب میرے پاس تیرا کوئی رسول نہین آیا پس اللہ تعالےٰ ان سب سے ہر ایک کا عہد لیگا کہ میرے فرمان کی اطاعت کرین پھر اُنکو حکم بھیجیگا کہ دوزخ مین داخل ہو پس قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو کہ اگر اُسمین داخل ہوتے تو دوزخ اُنپر ٹھنڈک وسلامتی ہو جاتی۔ امام احمد نے اسی اسناد کے ساتھ قتادہ عن الحسن عن ابی رافع عن ابی ہریرہ مرفوع روایت کی جو حدیث اول کے مثل ہو صرف اتنا فرق ہو کہ آخر مین فرمایا کہ پھر جو شخص انمین سے جہنم مین داخل ہوگا وہ اُسپر ٹھنڈک وسلامتی ہوگی اور جو اسمین داخل نہوگا وہ دوزخ کی طرف کھینچکر ڈالا جائیگا۔ اخرجہ اسحٰق بن راہویہ وکذا البیہقی فی کتاب الاعتقاد وقال ہذا اسناد صحیح ورواہ حماد بن سلمۃ عن علی بن زید عن ابی رافع عن ابی ہریرۃ بنحوہ واخرجہ ابن جریر عن ابی ہریرۃ مرفوعا ورواہ معمر عن عبد اللہ بن طاوس عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔ حدیث دوم ابوداؤد الطیالسی نے کہا کہ حدثنا الربیع عن یزید بن ابان قال قلنا لانس الخ

یعنی ہم نے انس بن مالک سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ آپ اطفال مشرکین کے حق مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنپر برائیان نہین ہین کہ اُنکے سبب سے عذاب دیے جاوین اور نہ اُنکی نیکیان ہین کہ اُنکا ثواب دیا جاوے تو اہل جنت سے ہون اقول حدیث اول کے موافق اُنکا امتحان کرکے مطیع و عاصی معلوم کیا جاویگا۔ حدیث سوم۔ امام ابو یعلی نے انس بن مالک رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص قیامت کے روز لائے جاوینگے مولود و معتوہ اور جو فترت مین مرا اور شیخ فانی پس ہر ایک انمین سے اپنی حجت لاویگا پس رب عزوجل جہنم کے ایک ٹکڑے سے فرماویگا کہ ظاہر ہو اور اُن لوگون سے فرماویگا کہ مین اپنے بندون کے پاس اُنھین مین سے رسول بھیجتا تھا اور تمھاری جانب مین خود رسول ہون تم سب اسمین داخل ہو فرمایا کہ پھر جسکے حق مین بدبختی لکھی ہے وہ کہیگا کہ اے رب ہم اسمین کہان داخل ہون ہم اس سے تو بھاگتے تھے اور فرمایا کہ جسکے حق مین سعادت لکھی ہے وہ جلدی سے جاکر اُسمین کود پڑیگا پس پہلے فریق سے اللہ تعالے فرماویگا کہ تم تو میرے رسولون کی اس سے زیادہ تکذیب و نافرمانی کرنے والے تھے پس دوسرے فریق کو جنت مین اور اول فریق کو دوزخ مین داخل فرماویگا۔ وکذا رواہ الحافظ ابو بکر البزار رحمہ اللہ تعالے بمثلہ۔ حدیث چہارم۔ حافظ ابو یعلی نے مسند مین براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمانون کے بچون کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ وے اپنے آبا کے ساتھ ہین اور مشرکون کے بچون کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ وے اپنے باپون کے ساتھ ہین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالے اُنکا دانا تر ہے۔ یہ حدیث براء بن عازب نے حضرت ام المومنین عائشہ رض سے بھی روایت کی۔ حدیث پنجم۔ امام ابو بکر البزار یعنی احمد بن عمرو بن عبد الخالق نے اپنی مسند مین ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شان مسئلہ کو عظیم کر دیا فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو جو لوگ زمانہ اسلام سے پہلے مرچکے ہین وے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر لادے ہوئے آوینگے اُنسے انکا رب سوال فرماویگا وے عرض کرینگے کہ اے رب تو نے ہمارے پاس کوئی رسول نہین بھیجا اور تیری طرف سے ہم پر کوئی حکم نہین پہونچا اور اگر تو ہمارے پاس رسول بھیجتا تو ہم سب سے زیادہ تیرے مطیع ہوتے فرماویگا کہ بتلاؤ اگر مین تمکو کوئی حکم دون تو کیا تم میری اطاعت کروگے وے عرض کرینگے کہ ہان پس حکم فرماویگا کہ قصد کرکے جہنم کو جاکر اسمین داخل ہو پس جاوینگے جب اُس سے نزدیک ہونگے تو اُسکے واسطے غیظ و کرخت آواز پاوینگے پس اپنے رب عزوجل کی طرف واپس آوینگے پس کہینگے کہ اے ہمارے رب ہمکو اس سے نکال دے یا ہمکو اس سے چھڑا دے تو فرماویگا کہ کیا تم نے یہ دعوی نہین کیا تھا کہ اگر مین تمکو کسی بات کا حکم دون تو تم میری اطاعت کروگے پس اُنسے اس بات پر اُنکے عہد لیکر حکم فرماویگا کہ قصد کرکے جہنم کو جاکر اُسمین داخل ہو پس جاوینگے جب اسکو دیکھینگے تو اس سے ڈر اور لوٹ آوینگے اور کہینگے کہ اے رب ہم اس سے ڈر گئے اور ہمکو یہ قدرت نہ ہوئی کہ اسمین داخل ہون پس حکم فرماویگا کہ گھسو اسمین اوندھے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وے لوگ اسمین اول مرتبہ داخل ہوجاتے تو اُنپر ٹھنڈک و سلامتی ہوجاتی۔ امام بزار نے کہا کہ متن اس روایت کا غیر معروف ہے سوا اسوجہ کے کہ نہین روایت کیا ایوب رح سے مگر عباد رح نے اور نہ عباد رح سے مگر ریحان بن سعید نے۔ امام ابن کثیر رح نے بعد اسکے لکھا کہ مین کہتا ہون کہ ریحان بن سعید کو ابن حبان نے ثقہ لوگون مین ذکر کیا ہے اور یحیی بن معین و نسائی نے کہا کہ لا باس یعنی اسکا مضائقہ نہین ہے اور ابو داؤد نے اُنسے روایت نہین کی اور ابو حاتم نے کہا کہ ریحان بن سعید شیخ ہے اُسکی روایت مین مضائقہ نہین ہے اُسکی حدیث لکھی جاوے لیکن تنہا اسی کی حدیث سے کوئی حجت نہین ہوسکتی ہے۔ حدیث ششم۔ امام محمد بن یحیی ذہلی نے اپنی اسناد سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ فترت کا مرا ہوا اور معتوہ اور مولود اپنی حجت لاوینگے پس فترت کے زمانہ مین جو مرگیا وہ عرض کریگا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہین آئی اور معتوہ کہیگا کہ اے رب تو نے میرے واسطے کچھ عقل نہین دی کہ اُس سے کچھ بھلائی یا برائی کو سمجھتا اور مولود کہیگا کہ اے رب مین نے عقل کا وقت ملنے

نہین پایا پس ان لوگون کے واسطے جہنم سے آگ بلند کیجاویگی اور اُنسے کہا جائیگا کہ اسمین داخل ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اسمین وہ داخل ہوجائیگا جو اللہ تعالےٰ کے علم مین نیکبخت تھا اگر اعمال کرنے کی قدرت پاتا ۔ اور داخل ہونے سے وہ باز رہیگا جو اللہ تعالےٰ کے علم مین بدبخت تھا اگر عمل کی قدرت پاتا پس اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تم نے میری نافرمانی کی تو بھلا تم کب مطیع ہوتے اگر میرے رسول تم پر آتے ۔ اور ایک روایت مین ہی کہ بھلا کب میرے رسولون کے محبت پر مطیع ہوتے ۔ قال لا یعرف من حدیث ابی سعید الا من طریقہ عن عطیہ رحمہ اللہ ۔ حدیث ہفتم ہشام ابن عمار و محمد بن المبارک الصوری نے اپنی اسانید سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لائے جاوینگے قیامت کو وہ کہ جسکی عقل ممسوخ ہوگئی اور وہ جو فترت پر مرا ہی اور وہ جو صغیر مرا ہی پس ممسوخ العقل عرض کریگا کہ اگر تو مجھے عقل دیتا تو کوئی عقل والا مجھ سے زیادہ سعید نہ ہوتا اور فترت پر مرنے والے کا اور صغیر کا اُسی کے مانند ذکر فرمایا پس اللہ تعالےٰ عز و جل فرماویگا کہ مین تمکو ایک حکم دیتا ہون تم میری اطاعت کروگے پس یہ لوگ عرض کرینگے کہ ہان پس حکم فرماویگا کہ اچھا جاکر دوزخ مین داخل ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وے اسمین داخل ہوجاتے تو اُنکو کچھ ضرر نہ ہوتا مگر اُنپر قوابض نکلینگے تو یہ گمان کرینگے کہ جہنم نے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا تھا سب کو ہلاک کردیا پس نہایت تیزی سے بھاگ آوینگے پھر اُنکو دوبارہ حکم دیگا پھر دوبارہ بھی یون ہی واپس آوینگے تب اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تمھارے پیدا کرنے سے پہلے مین جانتا تھا جو تم کرنے والے تھے مین نے تمکو اپنے علم پر پیدا کیا تھا اور میرے علم پر تم اپنے ٹھکانے جاؤگے پھر اُنکو جہنم گرفتار کرکے لیلیگی ۔ حدیث ہشتم صحیحین مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہی پھر اُسکے والدین اُسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کردیتے ہین جیسے چوپایہ اپنا بچہ پورے اعضاء کا جنتا ہی بھلا تم اسمین کوئی کان کاٹا ہوا پاتے ہو (یعنی کفار اسکے کان وغیرہ کاٹ ڈالتے ہین) اور ایک روایت مین پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ جو بچہ صغیر مرگیا فرمایا کہ جو وہ کرنیوالا تھا اسکو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہی ۔ اور امام احمد رہ نے اپنی اسناد سے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی موسی بن داؤد راوی کہتے ہین کہ جہانتک مجھے علم ہے حضرت ابوہریرہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کے صغیر بچہ جنت مین ہین حضرت ابراہیم عم اُنکی کفالت کرتے ہین ۔ صحیح مسلم مین عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ جل شانہ کا فرمان روایت کیا کہ مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا ہے اور دوسرے صحابی کی روایت سے یون ہے کہ حنیف مسلمان پیدا کیے ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کے حق مین جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے اور دودھ پیتے انتقال کرگیے تھے ارشاد فرمایا کہ اُسکے واسطے جنت مین دودھ پلائی ہے اور بخاری کی روایت مین حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبری کے بعض فرزند کے حق مین جو آنحضرت صلعم سے انتقال کرگئے فرمایا کہ اُسکے واسطے جنت مین دودائیان دودھ پلانے والیان ہین ۔ حدیث نہم حافظ ابوبکر البرقانی نے اپنی کتاب مستخرج علی البخاری مین حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس لوگون نے آواز سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اور مشرکون کی اولاد تو فرمایا کہ مشرکون کی اولاد بھی طبرانی نے اپنی اسناد سے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکون کی اولاد کو پوچھا تو فرمایا کہ وے اہل جنت کے خادم ہونگے حدیث دہم ۔ امام احمد رہ نے خنساء بنت معاویہ کے چچا سے رضی اللہ عنہم روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون کون جنت مین ہین فرمایا کہ نبی جنت مین اور شہید جنت مین اور مولود جنت مین اور جو لڑکی زندہ درگور کی گئی وہ جنت مین ہی ۔ اقوال علماء بعض علماء اسی حدیث کی وجہ سے کہتے ہین کہ اولاد مشرکین مع اُن لوگون کے جو معتوہ وغیرہ سے اُنکے حکم مین ہین انمین توقف کرنا چاہیے ۔ بعض علماء نے سمرہ بن جندب کی حدیث صحیح بخاری کی وجہ سے جزم کیا کہ وے جنت مین ہین کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب مین جو بہت طویل صحیح بخاری

مین ہی یون آیا ہی کہ پھر آپ ایک شیخ کے پاس گذرے اور اسکے گرد اطفال تھے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ یہ ابراہیم ہین اور انکے گرد یہ اطفال اولاد مسلمین ہین اور اولاد مشرکین ہین لوگون نے عرض کیا کہ اولاد مشرکین تھے فرمایا کہ ہان اولاد مشرکین بمترجم کہتا ہی کہ اسمین یہ احتمال باقی ہی کہ شاید یہ اولاد مشرکین مین سے وہ ہون جو سابق علم آلہی مین اہل فطرت و اسلام سے تھے کہ اگر بڑے ہوتے تو ایمان لاتے۔ اور بعض علماء نے یقین کرلیا کہ اولاد مشرکین دوزخ مین جاوینگے کیونکہ حدیث مین آیا کہ وے اپنے آباء کے ساتھ ہونگے۔ اور بعض علماء نے یہ اختیار کیا کہ عرصات قیامت مین اُنکا امتحان ہوگا جو اطاعت کریگا داخل جنت ہوگا اور علم آلہی جو اُنکے حق مین سعید ہونے کا تھا وہ ظاہر ہوجائیگا اور جو نافرمانی کریگا وہ جہنم مین داخل ہوگا اور سابق علم آلہی اُنکے حق مین شقاوت کا ظاہر ہوجائیگا۔ اس قول پر سب دلائل جمع ہوجاتے ہین اور احادیث متقدمہ مین جو باہم ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہین یہ مضمون صریح آیا ہی اور اسی قول کو شیخ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل اشعری رح نے اہل السنہ والجماعۃ سے حکایت کیا اور اسی قول کی حافظ ابو بکر البیہقی رح نے کتاب الاعتقاد مین تائید کی اور منصور قرار دیا اور اسی طرح دیگر علماء و نقاد محققین نے اسی کو مذہب منصور ٹھہرایا ہی۔ شیخ ابو عمر بن عبد البر النمری نے احادیث امتحان سے جو اوپر گذری ہین بعض کو ذکر کر کے کہا کہ اس باب کی احادیث امتحان چندان قوی نہین ہین اور انسے کوئی حجت قائم نہین ہوسکتی اور اہل العلم انسے انکار کرتے ہین اسوجہ سے کہ آخرت تو دار الجزاء ہی وہ دار امتحان و ابتلاء نہین ہی پھر کیونکر اُنکو آگ مین داخل ہونے کی تکلیف دیجائیگی اور یہ کسی مخلوق کی وسعت مین نہین اور اللہ تعالے کسی نفس کو مکلف نہین فرماتا مگر اُسی قدر جو اُسکی وسعت مین ہو۔ جواب اس قول کا یہ ہی کہ اس باب کی احادیث مین سے بعض تو صحیح ہین چنانچہ بہت سے علماء ائمہ نے اسکی تصحیص فرمائی ہی اور بعض بمرتبہ حسن ہین اور بعضے البتہ ضعیف ہین جنکو صحیح و حسن سے قوت حاصل ہی اور جب ایک ہی باب کی احادیث اسطرح باہم متصل و ایک دوسرے کے واسطے مؤید ہون تو جو شخص اُنمین نظر کرے اُسکو حجت حاصل ہوگی اور یہ جو شیخ ابن عبد البر نے کہا کہ آخرت دار الجزاء ہے تو اسمین شک نہین کہ وہ دار الجزاء ہے مگر دخول جنت یا القاء جہنم سے پہلے عرصات قیامت مین مکلف ہونا کچھ دار الجزاء ہونے کے منافی نہین ہی کیونکہ جزاء تو یہی جنت یا جہنم ہی اور قبل اس جزاء کے ہر ایک کو پہونچنے کے کچھ منافی نہین کہ عرصات مین مکلف کیے جاوین جیسا کہ شیخ ابو الحسن اشعری نے مذہب اہل السنۃ والجماعۃ سے حکایت کیا کہ اطفال کا امتحان ہوگا اور خود اللہ تعالے نے فرمایا یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیۃ۔ اور صحاح وغیرہ مین ثابت ہوا ہی کہ قیامت کے روز مومنین اپنے اللہ تعالی کے واسطے سجدہ ادا کرینگے اور منافق کو اسکی قدرت نہوگی اور اسکی پیٹھ مثل صفحہ واحدہ کے ایک طبق ہوجائیگی جبکہ سجدہ کا قصد کریگا اپنی گدی کے بل گریگا۔ اور صحیحین مین اُس شخص کے بیان مین جو سب سے آخر مین جہنم سے نکالا جاوے یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالے اس سے عہود و مواثیق لیگا کہ اس سے سواے سوال نہ کریگا اور یہ کئی بار واقع ہوگا اور اللہ تعالے فرماویگا کہ اے ابن آدم تو بڑا عہد شکن ہی پھر اُسکو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دیگا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ علاوہ اسکے جس طرح ان لوگون کو امتحان سے مکلف فرمایا وہ واسطے اظہار اُنکی جبلی صلاحیت و جبلت کے ہی تاکہ حقیقت علم آلہی ظاہر ہوجاوے پھر اگر یہ حقیقی تکلیف نہو تو بھی گنجایش ہی۔ قال الشیخ ابن کثیر رح پھر یہ جو شیخ ابن عبد البر نے کہا کہ کیونکر اُنکو دخول جہنم کے واسطے مکلف کریگا کہ یہ کسی کی وسعت مین نہین ہی تو جواب یہ ہی کہ ایسے عقلی وہم سے حدیث کی صحت مین تردد نہین ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالے قیامت کے روز اپنے بندون کو پُل صراط سے عبور کرنے کا حکم فرماویگا حالانکہ وہ جہنم کا پل ہی جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہی اور مومنین اُسپر سے موافق اپنے اپنے اعمال کے بمانند برق و بمانند ہوا و بمانند اسپان تیز رفتار و شتران سریع السیر گذر جاوینگے اور انمین سے بعضے پاؤن سے تیز رونده اور بعضے بقدم رونده ہونگے اور بعضے چوتڑون کے بل گھسٹینگے اور بعضے انمین سے خراش اٹھا کر اپنے مُنھ کے بل جہنم مین گرینگے پس یہ جو ان لوگون کے حق مین وارد ہی وہ اس امتحان اطفال سے کچھ کم نہین ہی بلکہ بہت بڑھکر ہی اور آگ مین جانا خارج از وسعت

تکلیفی نہین ہی کیونکہ سنت معروفہ مین وارد ہی کہ دجال کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی اور شارع علیہ السلام نے مومنون کو جو اسکا زمانہ پاوین
یہ حکم دیا ہی کہ اسمین سے پیین جسکو وہ آگ دیکھتے ہون کہ وہ اُنپر ٹھنڈک و سلامتی ہوگا پس یہ بھی اسکی نظیر ہی اور یہی اللہ تعالے نے بنو اسرائیل کو حکم دیا
کہ اپنے نفوس کو قتل کرین پس بعض نے بعض کو قتل کیا یہانتک کہ مروی ہی کہ صبح سے دوپہر تک ستر ہزار قتل ہوے پس انھون نے اپنے باپ و
بھائی کو قتل کیا اگرچہ وے ایک ابر کے ستر رقیق مین تھے جو اللہ تعالے نے انپر بھیجا تھا اور یہ ایک عقوبت تھی جو اللہ تعالے نے اُنکو گوسالہ پرستی پر
دیدی تھی پس یہ مشقت بھی نفس پر اس سے کسی طرح کم نہین ہی جو یہان احادیث مین وارد ہوئی ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب **فصل** ۔ جب
یہ بات متقرر ہو چکی تو اب ہم کہتے ہین کہ علماء نے مشرکون کی اولاد مین کئی قولون پر اختلاف کیا ہی ۔ **قول اول** یہ کہ وے جنت مین ہین اور حجت
اُنکی حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مسلمین کی اولاد اور مشرکون کی
اولاد دیکھی ۔ اور حدیث خنساء کی اپنے چچا سے جو امام احمد رح نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ والموؤد فی الجنۃ یعنی جو بچہ
مارا جاوے وہ جنت مین ہی ۔ پس یہ استدلال تو صحیح ہی و یہ احادیث عام ہین یعنی ایسے بچون کو بھی شامل ہین جو اللہ تعالے کے علم مین اہل طاعت
سے تھے اگر زندہ رہتے اور ایسے بچون کو بھی جو علم الٰہی مین عاصی تھے اگر زندہ رہتے تو ممکن ہی کہ مراد دونون قسم مین سے قسم اول ہو یعنی اولاد مشرکین سے
حضرت ابراہیم کے ساتھ فقط قسم اول کے بچہ ہون ولیکن جو احادیث ہم نے امتحان کی ذکر کی ہین وے خاص ہین تو عام کی تخصیص ان خاص سے
ہوگی پس جن بچون کی نسبت اللہ تعالے کے علم مین ہی کہ وہ مطیع ہین تو انکی روح کو برزخ مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھتا ہے اور
مسلمانون کی اولاد بھی جو فترت پر مرے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہین اور مشرکون کے جن بچون کی نسبت وہ جانتا ہی کہ عاصی ہین
تو اسکا معاملہ اللہ تعالے کی طرف ہے اور وہ قیامت مین دوزخ مین جاوینگے جیسا کہ احادیث الامتحان اسپر دلالت کرتی ہین اور شیخ اشعری نے
اسی کو اہل السنۃ والجماعۃ سے نقل کیا ہی ۔ پھر واضح ہو کہ جو علماء اس بات کے قائل ہین کہ مطلقاً اولاد مشرکین جنت مین ہین انمین پھر دو قول ہین
بعضے تو انکو جنت مین مستقل ٹھہراتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ اہل جنت کے خادم ہونگے جیسا کہ ابو داؤد طیالسی کی حدیث انس رضی اللہ عنہ مین
ہی جو بروایت علی بن زید ہی اور وہ ضعیف ہی واللہ اعلم ۔ قال المترجم علی بن زید بن جدعان ضعفوہ ولکن الترمذی قد حسن بعض احادیثہ **قول دوم**
یہ کہ وے اپنے آبا کے ساتھ جہنم مین ہین اور دلیل اسپر وہ ہی جو امام احمد نے عبد اللہ بن ابی قیس سے روایت کی کہ اسنے آکر حضرت ام المومنین
عائشہ رض سے اولاد مشرکین کو پوچھا تو بولین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وے اپنے آبا کے تابع ہین تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ بغیر اعمال کیے
فرمایا کہ اللہ تعالے تو خوب جانتا ہی جو وے کرنیوالے تھے ابو داؤد نے اسی کو حضرت ام المومنین سے روایت کیا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
مومنون کے بچون کو پوچھا فرمایا کہ وے اپنے آبا کے ساتھ ہین پھر مین نے کہا کہ اور مشرکون کے بچہ فرمایا کہ وے اپنے باپون کے ساتھ ہین مین نے کہا
کہ بلا عمل کیے فرمایا کہ اللہ تعالے تو خوب جانتا ہی جو وے کرنے والے تھے ۔ امام احمد نے دوسری اسناد سے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا کہ
ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکون کے بچون کے واسطے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین جہنم مین اُنکا بلبلانا تجھے سنادون
اس اسناد مین ابو عقیل یحیی بن المتوکل راوی متروک ہے ۔ اور عبد اللہ بن امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچون کو پوچھا جو زمانہ جاہلیت مین مرگئے تھے فرمایا کہ وے
دونون دوزخ مین ہین پھر جب خدیجہ رض کے چہرہ پر کراہت دیکھی تو فرمایا کہ اگر تو انکے مکان دیکھتی تو ان دونون سے دشمنی کرتی ۔
خدیجہ رض نے پوچھا کہ پھر آپ سے میرے فرزند تو فرمایا کہ مومنین و اُن کی اولاد جنت مین ہین اور مشرکین و انکی اولاد دوزخ مین ہین پھر یہ پڑھی

یہ آیت والذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اسکی اسناد مین محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہے
اور اُسکے شیخ زاذان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہین پایا ہے۔ امام ابو داؤد نے شعبی رح سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ
وائدہ و موؤدہ جہنم مین ہے پھر شعبی نے کہا کہ مجھ سے بھی حدیث کی علقمہ نے ابو وائل سے اُسنے ابن مسعود رض سے اور جماعت نے اُسکو ابن ابی ہند کی
روایت شعبی سے اُسنے علقمہ سے اُسنے سلمۃ بن قیس اشجعی سے روایت کی کہ سلمۃ بن قیس نے کہا کہ مین اور میرا بھائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
کے پاس آئے اور ہم نے کہا کہ ہماری ان زمانہ جاہلیت مین مرگئی اور وہ مہمان کی ضیافت کرتی اور قرابت ناتے کو ملائے رہتی مگر اُسنے جاہلیت
مین ہماری ایک بہن کو جو بلوغ کو نہ پہونچی تھی زندہ درگور کرکے مار ڈالا تھا تو فرمایا کہ وائدہ و موؤدہ دونون دوزخ مین ہین مگر آنکہ وائدہ کو اسلام
زمانہ ملجاوے پس وہ اسلام لاوے۔ ہذا اسناد حسن۔ قول سوم یہ کہ اُنکے بارہ مین توقف کیا جاوے اور ان لوگون کا اعتماد حدیث کے قول
اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ پر ہے اور صحیحین مین حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کو پوچھا گیا تو
فرمایا کہ اللہ اعلم بما کانوا عاملین یعنی اللہ تعالے خوب جانتا ہے جو وے کرنے والے تھے۔ ایسا ہی صحیحین مین ابو ہریرہ کی حدیث سے مرفوع
مروی ہے بعض علمار نے اُنکو اہلِ اعراف سے قرار دیا ہے لیکن اس قول کا مرجع یہ ہے کہ وے اہل جنت مین سے ہین کیونکہ اعراف کوئی جاے قرار
نہین ہے اعراف والے انجام کار جنت کو جاوینگے جیسا کہ سورۂ اعراف مین اسکی تقریر گذر چکی ہے واللہ تعالے اعلم۔ فصل اور جاننا چاہیئے کہ یہ
اختلاف جو مذکور ہوا فقط مشرکون کی اولاد صغیر مین مخصوص ہے اور رہے مومنون کے بچے تو انکے جنتی ہونے مین علمار کے درمیان کچھ اختلاف
نہین ہے جیسا کہ قاضی ابو یعلی بن الفرار حنبلی نے امام احمد رح سے نقل کیا کہ اطفال مومنین مین کوئی اختلاف اس بات مین نہین کیا جائے گا کہ
وے اہل جنت سے ہین اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور اسی پر ہم بھی انشار اللہ تعالے الیقین کرتے ہین ولیکن شیخ ابو عمر بن عبد البر رح نے بعض علمار سے
اس بارہ مین توقف نقل کیا ہے اور یہ کہ اطفال سب خواہ مشرکون کے ہون یا مومنون کے ہون اللہ تعالے کی مشیت مین داخل ہین اور ابن
عبد البر نے کہا کہ ایک جماعت اہل الفقہ والحدیث مین سے اسی طرف گئے ہین اور اُنھین مین سے حماد بن زید و حماد بن سلمۃ و ابن المبارک و اسحق بن
راہویہ وغیرہم ہین اور کہا کہ امام مالک رح نے جو موطا مین احادیث در باب تقدیر وارد کی ہین اُنسے لگا ہوا قول ہے اور اسی قول پر اکثر
صحابہ رض ہین اور امام مالک رح سے اس بارہ مین کوئی صریح قول مروی نہین ہے ولیکن اُنکے اصحاب مین سے متاخرین کا مذہب یہ ہے
کہ مسلمانون کے اطفال جنت مین ہین اور فقط مشرکون کے اطفال داخل مشیت الٰہی ہین۔ یہانتک شیخ ابن عبد البر کا قول ابن کثیر رح نے
نقل کرکے فرمایا کہ اسی کے مانند شیخ ابو عبد اللہ قرطبی نے تذکرہ مین ذکر کیا ہے اور لکھا کہ یہ قول غریب ہے یعنی یہ قول منفرد ہے اور ان لوگون نے اس
بارہ مین حدیث ام المومنین عائشہ رض کو بھی ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انصار مین سے ایک طفل کے جنازہ مین بلائے گئے مین نے کہا کہ
یا رسول اللہ طوبیٰ لہ وہ جنت کے عصافیر مین سے ایک عصفور تھا اُسنے کچھ بدی نہین کی اور نہ انکا وقت پایا تو آپ نے فرمایا کہ یا اسکے سوا سے
اے عائشہ رض۔ اللہ تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے واسطے لوگ پیدا کیے ہین حالانکہ وہ اپنے آبار کے پشت مین ہین اور دوزخ کو پیدا کیا
اور اُسکے واسطے لوگ پیدا کیے ہین حالانکہ وے اپنے آبار کی پشت مین ہین۔ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد وابن ماجہ ونسائی یعنی جنت و دوزخ
کے لوگ کچھ اعمال پر نہین بلکہ پشت پدر مین جو جنتی ہے اُسکا نطفہ ہی اہل جنت کا ہے اسیطرح دوزخی جب نطفہ ہے تبہی دوزخی ہے۔ شیخ نے کہا کہ چونکہ اس
مسئلہ مین کلام کرنا دلائل صحیحہ جیدہ کا محتاج ہے اور کبھی اسمین ایسا شخص کلام کرتا ہے جسکے پاس شارع کی طرف سے علم نہین ہے اسوجہ سے ایک جماعت
علمار نے اسمین گفتگو کرنے کو مکروہ جانا ہے چنانچہ یہی ابن عباس و قاسم بن محمد اور محمد بن الحنفیہ وغیرہم سے مروی ہے ابن حبان نے اپنی صحیح مین روایت کی

کہ ابن عباس رضہ منبر پر فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس اُمت کا معاملہ برابر ٹھیک رہیگا جبتک وے اطفال مین اور تقدیر مین گفتگو نہ کرینگے ابن حبان نے کہا کہ اطفال سے مشرکون کے اطفال مراد ہین اور اسیطرح اسکو ابو بکر بزار رح نے روایت کیا ہو اور ایک جماعت نے اسکو ابن عباس سے موقوف روایت کیا ہو۔ پھر اللہ تعالے نے مالدارون واہل دولت کے فساد اور ظالمون کے ظلم سے بربادی کو فرمایا۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ وَكَمْ

اور جب ہم نے چاہا کہ برباد کرین کسی شہر کو حکم دیا اُسکے آسودگون کو سو اُنھون نے اسمین فسق کیا پس ٹھیک ہوگیا اُسپر قول سو ہم نے اسکو پورا تباہ کر دیا اور کتنی

اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا

کھپادین ہم نے سنگتین نوح سے پیچھے اور بس ہی تیرا رب اپنے بندون کے گناہ جانتا دیکھتا

جب اللہ تعالے نے عذاب کی طرف اشارہ کیا تو اُسکے اسباب بیان کیے اور بتلادیا کہ یہ اُسکی تقدیر سے ہو اور وہ علم قدیم ہو فقال تعالے وَاِذَآ اَرَدْنَا اور جب ہم ارادہ کرتے ہین کہ کسی قریہ کو دنیاوی زندگانی مین اچھی طرح زندہ رکھین اور آخرت مین عروج دین تو وہان کے لوگون کے دلون مین حکم کی فرمانبرداری اور رسولون کی پیروی ڈالدیتے ہین اور جب ہم ارادہ کرتے ہین کہ۔ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً کسی قریہ کو ہلاک کرین یعنے آیندہ زمانہ مین۔ اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا تو حکم دیتے ہین یعنی اپنی قدرت تامہ سے جسکے زیر حکم تمام مخلوق ہو ہم حکم دیتے ہین اس گاؤن کے مترفین کو اور یہ حکم تقدیری ہے اور اکثرون نے کہا کہ رسول کی زبان پر ہم حکم دیتے ہین اُسکے مترفین کو کہ اچھے کام وطاعات کرین۔ فَفَسَقُوْا فِيْهَا پھر وے لوگ فسق کرتے ہین یعنی فرمانبرداری سے باہر ہوجاتے اور باہم ظلم وایذادہی وضعیفون پر زورآوری کرتے ہین یہی معنی ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کیے اور یہی قول سعید بن جبیر کا ہو مترف بمعنے منعم۔ اور یہان ایک قرارت مشہورہ مین امرنا بتشدید میم ہو لہذا الشیخ ابن جریر رح نے کہا کہ محتمل ہو کہ اسکے معنی یہ ہون کہ ہم نے مترفین کو انپر امیر بنادیا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ امرنا مترفیہا یعنی ہم نے اُسکے شریرون کو وہان کے لوگون پر مسلط کیا پس اُنھون نے نافرمانیان کین جب ایسا کیا تو اللہ تعالے نے ان سب کو عذاب سے ہلاک کیا مترجم کہتا ہے کہ وہان کے غریبون کی خطا یہ ہوئی کہ اُنھون نے شریرون کی اتباع اور انکی معیت کی اور اگر وے لوگ ظلم سہتے اور امرار کے افعال سے نفرت کرتے تو وے محفوظ رہتے۔ صاحب کشاف رح نے کہا کہ ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالے اُنکو بدکاری کا حکم دیتا ہو تب وے بدکاری کرتے ہین مگر بات یہ ہے کہ یہ کلام مجازی ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے اُنپر آسودگیون کے دروازے اور راحتون کے سامان کھول دیتا ہو تو اسی حالت مین وے سرکشی وبغاوت کرتے ہین اور لکھا کہ دلیل ظاہر لفظ کی یہ ہے کہ ماموراسی واسطے حذف ہوا ہو کہ فسقوا اسپر دلالت کرتا ہو یعنی حکم دیا فسق کا پس اُنھون نے فسق کیا چنانچہ بولتے ہین کہ امرتہ فقام وامرتہ فقرار یعنی مین نے اُسکو حکم دیا پس وہ کھڑا ہوگیا یا حکم دیا تو پڑھنے لگا پس مامور بہ حذف کیا یعنی مین نے حکم دیا کہ پڑھے وہ پڑھنے لگا یا حکم دیا کہ کھڑا ہو تو وہ کھڑا ہوگیا اسی طور پر یہان ہے کہ حکم دیا فسق کا تو اُنھون نے فسق کیا اور یہ اعتراض نہ کیا جاوے کہ امرتہ فعصانی۔ یعنے مین نے اُسکو حکم دیا تو اُسنے میری نافرمانی کی۔ کیونکہ یہ کلام ایسا ہے کہ اس سے یہ نہین سمجھا جاتا کہ مین نے اسکو معصیت کا حکم دیا اُسنے نافرمانی کی بوجہ اسکے کہ معصیت منافی امر ہے تو حکم سے مامور بہ معصیت قرار دینا مخالف ہوگا اس ضرورت کی وجہ سے ہم نے ظاہر مفہوم کو ترک کیا انتہی کلامہ مترجما امام رازی رح نے کہا کہ یہان اعتراض باقی ہو اسواسطے کہ جیسے قولہ امرتہ فعصانی مین دلالت ہو کہ مامور بہ سوائے معصیت کے دوسری چیز ہو بوجہ اسکے کہ معصیت منافی امر ہے اسی طرح قولہ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا مین دلالت ہو کہ مامور بہ سوائے فسق کے دوسری چیز ہو پس لازم ہوا کہ اس کلام مین دلیل ہو کہ مامور بہ فسق نہین ہو سراج مین لکھا کہ یہ کلام امام رازی کا بہت ظاہر ہو اور معلوم نہین کہ صاحب کشاف نے کیون اصرار کیا

کہ ماموریہ یہان فسق ہی باوجودیکہ اسکا فساد ظاہر ہی پس ثابت ہوا کہ صحیح معنی اس مقام پر وہ ہین جو سب نے ذکر کیے کہ امرنا مترفیہا یعنی ہم نے رسولون کی زبانی اُسکے ارباب نعمت کو طاعات و شکرگذاری کا حکم دیا ففسقوا فیہا ۔ مگر ان لوگون نے نہ مانا اور فسق کیا ۔ فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ پس ٹھیک ہوگیا اس قریہ پر قول یعنی وہ قول جو ہم نے انکو رسولون کی زبانی نافرمانون کے عذاب کا پہونچایا تھا ۔ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا پس ہم نے ہلاک و برباد کیا اس قریہ کو پورا ہلاک کرنا ۔ ملک خراب و برباد ہوگیا ۔ سراج مین کہا کہ مترفین ارباب نعمت کو اسواسطے خاص کیا کہ انکی حماقت جلد اثر کرتی ہے اور اسلیے کہ اور لوگ اُنکے تابع ہوجاتے ہین ۔ اقول دوسری قرارت پر کہ امیر بنا دیا اُسکے شریرون کو ۔ یہ معنی ہین کہ غربا نے امرا کو اپنا سردار بنالیا اور اُمرا کی بدکاریون مین شریک رہے جیسا کہ ابن عباس رضہ سے علی بن ابی طلحہ کی روایت گذری اور وہی قول ابوالعالیہ و مجاہد و ربیع بن انس کا ہے ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ امرنا مترفیہا یعنی کثرت سے کردیا ہم نے اُنکی تعداد کو یہی قول عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک کا ہی اور یہی مالک رح نے زہری سے روایت کیا ۔ اور بعض نے امرنا کے معنی کثرنا کے لینے کو حدیث سے لیا ہے جسکو امام احمد رح نے اور خطیب نے لکھا کہ طبرانی نے سوید بن ہبیرہ سے مرفوع روایت کیا کہ خیر المال مہرۃ ماموزۃ او سکۃ مابورۃ ۔ یعنے بہتر مال مہرہ ماموره یعنے کثیر النسل اور بہت جننے والی ہے اور لدے ہوے خرما کا کنجان راستہ ہے سراج مین لکھا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مین آپ کے اس معاملہ کو حقیر دیکھتا ہون یعنی حالت حقارت مین قلیل ہے آپ نے فرمایا ۔ انہ سیامر یعنی عنقریب وہ کثیر ہوجائیگا ۔ مراد یہ کہ امر بمعنے کثرت ان دونون حدیث مین آیا ہے اسی طرح آیت کریمہ مین بھی آمرنا بمعنی کثرنا ہے ۔ بالجملہ جب فاسق کثرت سے ہوجاتے ہین تو یہ دلیل ہلاکت ہے اور سراج مین لایا کہ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوے فرماتے تھے کہ لا الٰہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب ۔ یعنی اللہ تعالے کے سواے کوئی اور معبود قادر نہین ہے مگر خرابی عرب کی ایک ایسے شر سے جو قریب ہوگیا ہی فتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج مثل ہذہ ۔ آج کے روز کشادہ کردیا گیا دیوار یاجوج و ماجوج سے اسقدر ۔ یعنے ابہام و اُسکے پاس والی اُنگلی سے حلقہ بناکر بتلایا ۔ زینب فرماتی ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم لوگ ہلاک کیے جاوینگے درحالیکہ ہم مین اہل صلاح بھی موجود ہون فرمایا کہ ہان جب خبث کثرت سے ہوجاوے ۔ علما نے کہا کہ خبث ۔ زناکار اور بعض نے کہا کہ خود زناکاری اور بعض نے کہا کہ فسق وَکَمْ اَهْلَکْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ط اور بہت سے ہلاک کیے ہم نے قرون بعد زمانہ نوح کے ۔ یعنے ہم نے اپنی عظمت سے بہت سے قرون جو رسولون کے جھٹلانے والے تھے بعد نوح کے اُنکو ہلاک کردیا جیسے عاد و ثمود ۔ مترجم کہتا ہے کہ بنو اسرائیل کے فساد کر رہا اُن کی ہلاکت سے یہانتک مناسبت ہے اور بالنہ بنو اسرائیل کے بہت سے قرون فاسقہ ہلاک ہوے ہین اور سراج مین خطیب نے مانند شیخ ابن کثیر رح وغیرہ کے لکھا کہ اس سے کفار مکہ کو تہدید ہے شیخ نے لکھا کہ کفار مکہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو اللہ تعالے اُنکو اپنی عظمت و صولت سے ڈراتا ہے کہ ہم نے رسولون کے جھٹلانے والے بہت سی اُمتون کو جو بعد نوح کے ہوئین ہلاک کردیا ۔ اسمین دلالت ہی کہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک جو اُمتین تھین وہ مسلمان گذری ہین جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا ہی کہ آدم و نوح کے درمیان دس قرون تھے اور سب لوگ اسلام پر گذرے ہین مراد یہان یہ ہے کہ تم اے جھٹلانے والے قریش کچھ ان قرون سے جو نوح کے بعد ہلاک ہوے ہین اللہ تعالے کے یہان بکرم نہین ہو حالانکہ تمنے اشرف الرسل و اکرم الخلائق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو تم عقوبت کے واسطے زیادہ لائق ہو ۔ وَکَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ۢ بَصِیْرًا یعنی تیرا رب کافی ہے اپنے بندون کے گناہ جاننے کو اور دیکھنے کو یعنی وہ خوب دانا اور بینا ہی ۔ اور مراد صیغہ مبالغہ سے یہان مبالغہ نہین بلکہ ارشاد اس امر کا ہی کہ اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی خبیر و بصیر نہین ہی بلکہ وہی خبیر و بصیر ہے کسی دوسرے مین یہ معنی

متحقق نہیں ہو سکتے ہین کیونکہ اللہ تعالے ہی کی شان ہو کہ کوئی چیز اُسپر پوشیدہ نہیں ہو سراج مین ہو کہ اللہ تعالے ہر ایک کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہو پس ہم لوگ اکثر کسی کو صالح و نیکو کار جانتے ہو پھر آخر کار اسکا انجام اسکے برخلاف ٹھہرتا ہو اور کبھی دیکھتے ہو کہ آدمی بہت عبادت مین ہو جب تنہا ہوتا ہو تو بُرے بُرے گناہون کا مرتکب ہو جاتا ہو نعوذ باللہ من ذلک۔ واضح ہو کہ قرن سے یہان مراد اُمتین ہین جو اس زمانہ مین گذرین اور دراصل قرن ایک مقدار زمانہ کی ہو اور اسمین اختلاف ہو سراج مین لایا کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے فرمایا کہ ایک قرن ایک صد و بست سال ہے اور بعض نے کہا کہ سو برس اور محمد بن القاسم نے عبداللہ بن بشر المازنی سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُسکے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ لڑکا ایک قرن زندہ رہیگا۔ محمد بن القاسم نے کہا کہ ہم لوگ برابر شمار کرتے رہے یہانتک کہ سو برس پورے ہوے پھر مرے۔ کلبی رح نے کہا کہ ایک قرن اسی برس کا ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ چالیس برس کا ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اظہر یہ ہے کہ قرن سو برس کا ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے واذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالے دنیا کو خراب فرمانا چاہتا ہے تو اپنے اولیاء بندون کو اُٹھا لیتا ہے یعنی اُنکو قبض کر لیتا ہے اور اُس مین اعداء کو چھوڑ دیتا ہے پس جب اُس مین سے اہل صدق جاتے رہتے ہین جنکی دعا سے اللہ تعالے عذاب دور کرتا ہے اور اُن کی برکت سے بلائین دور کرتا ہے تو پھر اُسکے بعد اللہ تعالے کا قول حق اُنکے عذاب و ہلاکت کا آجاتا ہے اسیطرح اسمین اشارت سے یہ بات ثابت ہے کہ جب اللہ تعالے مرید کے دل کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہے تو اُسکے دل پر خواہش نفسانی کے اور شیاطین کے لشکر مسلط فرماتا ہے یہانتک کہ یہ سب اُسکے قلب کی سرزمین مین پھرتے ہین اور اُسکو شہوات کے تیز رو گھوڑون کی ٹاپون سے روند ڈالتے ہین اور طبیعت کی خواہشین و نفس کے خطرات اُسپر جم جاتے ہین۔ بعض نے آیت کریمہ کے معنی مین کہا کہ نیک بندے جاتے رہتے ہین اور بدکار شریر لوگ غالب ہو جاتے ہین۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے دلون مین سے بدکاری کی نفرت نکال ڈالتا ہے تو ایسے وقت مین مخلوق کی نسبت ہلاک ہونے کا خیال و خوف رکھو۔ اقول یعنی بدکاریون کو جب تک لوگ بُرا سمجھین اور اس سے نفرت کرین تب تک ادنی مرتبہ باقی ہے ورنہ بہتر یہ ہو کہ سب لوگ بدکاریان بُری سمجھکر ہر ایک شخص کو جس کو بدکاری پر دیکھین منع کرین اور باہم ایک دوسرے کو راستی پر رکھین۔ پھر اللہ تعالے نے دنیا کی خواہش سے بدکاری و انجام خواری پر تنبیہ کی

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا

جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر شتاب دے چکے ہم اُسکو اسی مین جتنا چاہین جسکو چاہین پھر ٹھہرایا ہمنے اُسکے واسطے دوزخ کو پیٹھیگا اُس مین بُرا سُنکر ڈھکیلا جاکر

وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ ع

اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دوڑ کی اُسکے واسطے جو اُسکی دوڑ ہو اور وہ یقین پر ہو سو ایسیون کے دوڑ ٹھکانے لگی ہو ہر ایک کو ہم پہنچاتے جاتے ہین اُنکو

وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ

اور اِنکو تیرے رب کی بخشش مین سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہین گھیری دیکھ کیسا بڑھایا ہمنے ایک کو ایک سے اور پچھلے گھر مین

أَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝

تو اور بڑے درجے ہین اور بڑی بڑائی

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ یعنی جو شخص خواہش کرتا ہے دار عاجلہ دنیا کو۔ اسطرح کہ اُسی پر اپنی ہمت کو مقصور رکھتا ہے باین طور کہ اُس کو

آخرت کا یقین ہی نہین ہے پس وہ خالی دنیا کو چاہتا ہے تو عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ عجلت سے دیدیتے ہین ہم اسکو عاجلہ دنیا مین سے جو ہم
چاہتے ہین یعنی دنیاوی منافع اُسکو حاصل کردیتے ہین مگر اسی قدر جتنے ہم چاہین اور لِمَنْ نُّرِيْدُ اُس شخص کے لیے جسکو ہم چاہین بسراج
مین لکھا کہ پس دنیاوی ہمت پر قصر کرنے والون کے واسطے ایک یہ قید ہے کہ جسکو ہم چاہینگے دینگے اور دوم یہ کہ جو کچھ ہم چاہینگے دینگے اسی
واسطے تو اکثر کافرون و منافقون کو دیکھتا ہے کہ جو کچھ چاہتے ہین اپنے دل مین آرزو مین لیتے ہین مگر دیا وہی جاتا ہے جو مقدر ہے پس بعض کو زر
ملتی ہے اور بہتون کو دیکھو کہ یہی بعض چاہتے ہین مگر اس سے بھی محروم رہتے ہین تو اُنپر دنیا مین خواری اور آخرت مین خواری دونون جمع ہو جاتی
ہین بعض نے کہا کہ یہ آیت منافقون کے حق مین ہے کہ وے دکھلانے کے واسطے مسلمانون کے ساتھ نماز و قرآن پڑھتے اور غرض اُن کی فقط تو
حصول غنیمت تھی بیترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے علم حاصل کیا اور اللہ تعالی نے ہدایت دی تو وہ سمجھتا ہے کہ بعض لوگ جو دنیا چاہنے والون
مین سے ہین دنیا مین یہ منافع پاتے ہین کہ روے زمین مین اکثر لوگون کا آرام چاہتے ہین مگر اسکے عوض اپنے واسطے دنیاوی منفعت کے
طالب ہین اور بعض لوگ اپنی منفعت چاہتے ہین مگر لوگون کی تکلیف و خرابی کے ساتھ تو محروم رہتے ہین غرضکہ دنیا مین دو قسم ہین ایک وے
جو دنیا چاہتے ہین اور آخرت سے منکر ہین اور دوم وے جو آخرت پر یقین کرتے ہین پس جو دنیا چاہتے ہین اور آخرت سے منکر ہین انھین ہرطرح
خواری ہے کہ دنیا مین سے جسکو اللہ تعالے چاہے اور جسقدر چاہے دنیا کی منفعت دیدے اور وہ بھی بعد چندروز کے فنا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ
جَهَنَّمَ پھر ہم نے اُسکے واسطے جہنم کردی ہے یعنی آخرت کے بدلے اُسنے دنیا چاہی تھی تو آخرت مین اُسکا ٹھکانا جہنم ہے۔ يَصْلٰهَا اُسمین داخل ہوگا
مَذْمُوْمًا درحالیکہ مذمت کیا ہوا ہوگا۔ مَّدْحُوْرًا ملعون مطرود ہوگا۔ حدیث مین ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اسمین ہے وہ ملعون ہے
سواے اللہ تعالے کی یاد اور عالم و متعلم کے پس سواے یاد الہی و عالم و متعلم کے کہ وہ آخرت کے امور ہین باقی جس نے دنیا چاہی تھی وہ ملعون
مطرود ہوکر جہنم مین گیا کیونکہ آخرت مین اُسکے واسطے یہی ٹھکانا ہے قسم دوم جو آخرت چاہتے ہین اللہ تعالے نے انکے واسطے تین شرطین ذکر فرمائین اول
قولہ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جس نے چاہی آخرت پس آخرت چاہنے والے پر لازم ہے کہ اول نیت آخرت کی درست کرے کیونکہ اُسنے نیک کام کیا
مگر نیت ثواب کی نہ کی تو یہ کام بیکار کیا اُسکو نفع نہ ہوگا کیونکہ حدیث مین ہے کہ الاعمال بالنیات یعنی کامون کا مدار نیتون پر ہے یعنی جس کام کو جس نیت سے
کرے اسی کی نیت پر ثواب یا عذاب ہوگا یہانتک کہ جس نے دکھلانے کو نماز پڑھی اُسکو بجاے ثواب کے ریاکاری کا عذاب ہے۔ دوسری شرط قولہ
تعالے۔ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا اور سعی کی آخرت کے لیے جسطرح اُسکی سعی کرنی چاہیئے یعنی رسول اللہ صلعم نے جسطرح طریقہ بتلایا ہے یا خود کیا ہے
یا فرمایا ہے اُنکی پیروی کی بسراج مین لکھا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ جس فعل سے آخرت چاہتا ہے وہ جب ہی آخرت کے لیے ہوگا کہ وہ کام نیکی و طاعات
مین سے ہو یعنی مثلاً اپنی طرف سے ایک کام کو تجویز کرکے آخرت کے لیے نہ بناوے کیونکہ وہ بدعت مذموم ہوگا یا ممنوع شرعی نہو بلکہ مباح ہو اور لکھا کہ
گمراہ لوگ اپنی جہالت سے تقرب کا قصد کرتے اپنی راے کے افعال سے اسطرح کہ بتون کی عبادت کرتے اور اپنی راے سے اُسکے اچھے ہونے کی کئی تاویل کرتے
ایک یہ کہ اللہ تعالے جل شانہ بہت بزرگ و پاک ہے ہم مین سے کسی کو یہ قدرت کہان ہے کہ اُسکی بندگی و خدمت ظاہر کرسکین لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ ہم کسی ایسے
مخلوق کی پرستش کرین جو اللہ تعالے کے یہان مقرب ہے مثلاً کسی ستارہ کی یا فرشتہ کی یا مقرب بندے کی اور یہ غلطی سخت ہے دوم یہ کہ اُنھون نے دعوی کیا
کہ ہم نے یہ مورتین انبیا و اولیا کی بنائی ہین اور انکی عبادت سے یہ مقصود ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے یہان خوش ہوکر ہماری سفارش کرینگے اور یہ طریقہ بھی
فاسد ہے اس سے انکو سواے عذاب کے کچھ فائدہ نہین ہے سوم یہ کہ ہندوستان مین ہندو لوگ کبھی اپنی جان قربان کرتے ہین اور دیبی پر بھینٹ چڑھاتے ہین
اور کبھی جلکر خاک ہوجاتے ہین یہ سب باطل مذموم طریقہ ہے اور یہی حال نصرانی و دیگر باطل مذاہب کا ہے کہ اس سے اُنکو کچھ حاصل نہین ہے

سواے دنیا کے اُنکا مقصود کچھ نہین اور حدیث امام احمد مین ہر کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دنیا اُسکا گھر ہر جسکا گھر نہین اور اُسکا مال ہر جسکے واسطے مال نہین اور دنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہر جسکو عقل نہین ہر۔ بالجملہ آخرت طلب کرنے والے کو لازم ہے کہ نیت ٹھیک کرے اور جو طریقہ اُسکے لیے کوشش کا ہے وہ اختیار کرے۔ شرط سوم یہ کہ وَهُوَ مُؤْمِنٌ درحالیکہ وہ مومن ہو یعنی نیت وعمل کے وقت وہ یقین رکھنے والا ایماندار ہو کیونکہ نیک کام کے مثمر ثواب ہونے کے لیے شرط ہے کہ ایمان ہو اگر نہ ہوگا تو ثواب بھی نہ ہوگا بعض متقدمین سے سراج مین لایا کہ اُنھون نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ جسکے پاس تین باتین نہون اُسکے اعمال بیفائدہ ہین ایمان ثابت اور نیت صادق اور عمل جو طریقہ صواب پر ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ حدیث صحیح امام مسلم وغیرہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت مین اسلام سے پہلے جنھون نے صدقہ وصلہ رحم وغیرہ کے مانند نیک کام کیے تھے پھروے اسلام لائے اور نیک کام کیے تو اُنکو اپنے پہلے نیک کامون کا بھی ثواب ملیگا۔ حالانکہ اُسوقت اُنمین کوئی شرط نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ فترت کا تھا اور جب وہ زمانہ اسلام مین مسلمان ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے آدمی سے وہ فعل سرزد ہوے ہین اور زمانہ فترت کے لوگون کا حکم عنقریب مذکور ہوچکا ہے پس وہ اعمال مثمر ثواب بطور مخصوص ہین حتی کہ اگر وہ زمانہ اسلام پاکر اسلام نہ لاتا تو ماخوذ ہوتا اور کچھ ثواب نہ تھا یا یون کہا جاوے کہ یہ ایک فضل اللہ تعالے کا اُس شخص کے لیے ہے جو زمانۂ اسلام مین مطیع ہوا۔ بالجملہ اب اتفاق ہے کہ اعمال نیک کے مثمر ثواب ہونے کے لیے یہ تین شرطین ہین جو لوگ ان شرطون پر عمل کرین۔ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا پس ایسے بلند ہمت لوگ جنھون نے ان شرطون پر عمل کیا تو اُن کی سعی مشکور ہے یعنی مقبول ہے اسپر اُنکو ثواب ملیگا خواہ دس گونہ یا سات سو گونہ یا بیشمار جسقدر اللہ تعالے چاہے موافق اُسکے خلوص کے اور سراج مین لایا کہ باوجود اس ثواب کے بعض کے لیے ابواب دنیا بھی کشادہ کردیے جاتے ہین جیسے داؤد وسلیمان علیہما السلام اور ایسے لوگ دنیاوی اموال مین بھی موافق رضاے الٰہی کے کام کرتے ہین۔ اور بعض سے دنیا دور کردی جاتی ہے کہ یہ اُسکی کرامت کے لیے ہوتا ہر کہ دنیا اوقات فقر اُسکے لیے بہتر ہوتا ہے پس حاصل یہ ہے کہ اگر ولی کے نزدیک دنیا موجود ہو تو اُس سے اُسکی بزرگی نہین اور اگر نہ ہو تو اس سے اُسکی حقارت نہین بلکہ بزرگی وبےبزرگی تو اعمال ہونے اور نہ ہونے پر ہے تنبیہ سراج مین لایا کہ جس نے کوئی فعل کیا پس یا تو اُسنے اس فعل سے دنیاوی بھلائی حاصل کرنیکا قصد کیا اور یا اُس سے آخرت کی بھلائی کا قصد کیا یا ان دونون کا قصد کیا یا اُنمین سے کسی کا قصد نہ کیا پس اگر اُسنے فقط دنیا حاصل کرنے کا قصد کیا یا فقط آخرت حاصل کرنے کا قصد کیا تو ان دونون کا حکم اللہ تعالے نے ذکر فرمایا ہر۔ رہی قسم سوم کہ عمل سے دنیا وآخرت دونون مقصود ہین تو اسکی پھر تین قسمین ہین ایک یہ کہ طلب آخرت راجح ہو۔ دوم یہ کہ طلب آخرت مرجوح ہو۔ سوم یہ کہ دونون خواہشین برابر ہون پس اگر طلب آخرت راجح ہو تو بھلا یہ عمل مقبول ہوگا یا نہین تو اسمین دو راے ہین ایک یہ کہ مقبول نہوگا کیونکہ حدیث مین اللہ تعالے کا فرمان آیا ہے کہ انا اغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا اشرك فيه معي غيري تركته وشركه یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ سب ساجھیون مین سے مین بالکل بےپرواہ ہون تو جس کسی نے کوئی کام کیا جسمین میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا تو مین اُسکو اُسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون۔ اور یہ بات بھی ہر کہ اللہ تعالے کی رضامندی چاہنا یا تو مستقل اُسکے لیے اس کام کرنے کا باعث وداعی ہوگا یا نہوگا پس اگر اول ہو تو ممکن نہین کہ پھر دوسری کسی خواہش کو اس کام کے ہونے مین دخل ہوسکے کیونکہ جو حکم کسی سبب کامل کی جانب منسوب ہوا تو پھر اس کامل سبب مین کوئی جزو ناقص نہین ہر کہ دوسرے سبب سے پورا کیا جاوے تو ممکن نہین کہ دوسری چیز کو اُسمین دخل ہو۔ اور اگر باعث فقط رضوان الٰہی نہو بلکہ اور کچھ بھی ہو تو اس فعل کا باعث یہ مجموعہ ہوا اور یہ مجموعہ کا مجموعہ فقط خواہش رضاے الٰہی عزوجل نہین ہر کیونکہ جو چیز دو چیزون سے ملی ہوئی مجموعہ ہو وہ ان دونون

مین سے کوئی چیز نہین ہوسکتی تو واجب ہوا کہ جس فعل مین رضاے آلٰہی راجح و دنیا دونون کی خواہش شامل ہو اس سے رضاے آلٰہی کا ثواب
نہین ہوسکتا یہ تو ایک راے مذکور ہوئی اور دوسری راے یہ ہے کہ وہ مقبول ہوگا کیونکہ طلب آخرت جب راجح ٹھہری دنیا پر تو جسقدر دنیا کی
خواہش ہو اسکے مثل رضاے آلٰہی کی خواہش تو برابر ہوگئی اور باقی کسی قدر فقط رضاے آلٰہی کی خواہش رہی تو اس سے یہ فعل مقبول ہونا چاہیئے
اور جس صورت مین کہ فعل کا باعث طلب دنیا و رضاے آلٰہی دونون برابر ہون تو علما نے اتفاق کیا ہو کہ وہ مقبول نہین ہو لیکن اتنی
بات ہے کہ خالی دنیا کی خواہش ہونے سے یہ خواہش جو آدھی آخرت کی ہے بہتر ہے۔ رہی قسم چہارم جبکہ فعل کے واسطے کوئی نیت نہ ہو تو اسکا حکم
اس بنا پر ہوگا کہ آیا قدرت والے سے فعل کا صدور بدون مقتضی کے ممکن ہے یا نہین ہو تو جو لوگ کہتے ہین کہ ممکن ہے تو وے کہتے ہین کہ اس فعل کا
اثر باطن مین کچھ نہین ہے اور ظاہر مین وہ حرام ہو اسلیے کہ فعل عبث ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان اسقدر تنبیہ میرے خیال مین موافق تصریح علما کے
یہ بھی چاہیئے کہ آدمی نے اگر نفس کی صیانت کے واسطے نکاح کیا تو عورت کا کھانا کپڑا اُسپر واجب ہو تو اس واجب کے واسطے کسب معاش واجب
ہے وہ جس حرفہ و طریقہ حلال و جائز سے ہو ادائے واجب کی سبیل ہے پس اگر معاش دنیا حاصل کرنا بہ نیت ادائے حقوق ہو تاکہ فقر و سوال
سے بچے تو یہ دنیا نہین ہے بلکہ اسمین ثواب ہو اور اگر اُسنے دنیا کے واسطے اس طور پر کہ جمع اموال دنیاوی کی نیت قطع نظر از آخرت ہو تو یہ سکون
بجانب دنیا ہو پس جو شقوق کہ سراج مین مذکور ہین اسی معنی مین دنیا اور آخرت پر محمول کرنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ پھر ہر ایک
طالب دنیا و آخرت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنی عام عطا کا ذکر فرمایا بقولہ كُلًّا ہر ایک کو طالب دنیا ہو یا طالب آخرت ہو۔ نُّمِدُّ ہم
مدد دیتے ہین عطا سے هٰٓؤُلَآءِ ان طالبان دنیا کو وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان طالبان آخرت کو مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ تیرے رب کے عطا سے یعنی
تیرا رب ہر ایک فریق کا پرورش کرنے والا ہے ہر ایک کو اپنے عطا سے مدد دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا اور نہین ہے
تیرے رب کی عطا روکی ہوئی۔ نہ کسی مومن سے اور نہ کسی کافر سے بلکہ اُسنے پہاڑون و میدانون و دریاؤن مین بیشمار سونا و چاندی و لوہا وغیرہ
اور موتی و جواہرات و درختون کے پھل اور آدمیون کے کھانے کی چیزین و جانورون کی غذائین پیدا فرمائی ہین کہ سواے اللہ تعالیٰ کے اُنکا
کوئی شمار نہین کرسکتا اگر سب آدمی جمع ہون اور ان سب کو جمع کرنا چاہین تو تھک جاوین اور ممکن نہ ہو پس اسکے عطا مین امتناع و روک نہین ہو
بلکہ اگر اُسنے مومن کو تنگی دی تو دنیاے فانی کے شہوات سے جو فانی لہو و لعب ہو روکا اور اگر مومن کو وسعت دی تو ایسے شخص کو جو اداے حقوق سے
رضاے آلٰہی حاصل کرے۔ شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ عطاء ربک محظورا۔ قتادہ رح نے کہا کہ محظور نہین یعنی اسمین کمی نہین ہوتی ہے۔
حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ ممنوع نہین ہو یعنی اُسکو کوئی شخص روک نہین سکتا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنی عطا مین اس طور پر
نظر کرنے کا حکم دیا کہ جس سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت ہو پس فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ نظر کرو کہ کیسی
فضیلت ہم نے دی ہے بعض کو بعض پر۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ دنیا مین بعض کو فقیر کیا اور بعض کو غنی کردیا اور بعض درمیانی ہو اور بعض خوبصورت ہو
اور بعض بدصورت ہو اور بعض متوسط ہو اور بعض بچہ مرجاتا ہو اور بعض بڑھا پھوس ہو جاتا ہو اور بعض متوسط عمر پاتا ہو بعض حاکم ہو بعض محکوم ہو بعض لٹیرا
ہے بعض نیک معاش ہو۔ سراج مین لکھا کہ یعنی دنیا مین دیکھو کہ بعض مومن کو فقیر تنگدست رکھا اور بعض مومن کو غنی مالدار کیا اور یون ہی بعضے کافر کو بالکل
محتاج رکھا اور بعض کافر کو بہت مالدار کیا۔ نصائح حکما مین ہو کہ دنیاوی بادشاہت کافر کو ہوتی اور باقی رہتی ہو مگر ظالم کی بادشاہت پایدار نہین
ہوسکتی ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ کفر و شرک سب سے بڑا ظلم ہو لیکن مراد ظلم سے یہان یہ ہو کہ جس سے روے زمین کی آبادی اور لوگون و تمام جانورون
کے آرام و آسائش مین تنگی و تکلیف ہو اور سب سے زیادہ تکلیف یہ ہو کہ جانین خوفناک حالت مین رہین اور لوگون کے مال زبردست آدمیون سے

خطرہ مین ہون تجارت وزراعت اور لوگون کی معیشت مین سرسبزی بے کھٹکے نہ ہوسکتی ہو۔ بالجملہ دنیاوی روزی کی تقسیم اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت وقدرت سے فرمائی ہے جیساکہ دوسری سورہ مین فرمایا۔ نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الدنیا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات۔ یعنی ہم نے دنیا مین ان سب کی معاش زندگی انمین تقسیم فرمائی ہے اور بعض کے بعض پر درجات اونچے رکھے ہین۔ اکثر علماء وحکماء نے کہاکہ دنیاوی مراتب کے برعکس آخرت کے مراتب اکثر ہو جاتے ہین جیساکہ حدیث مین ہے کہ فقراء مہاجرین پانچ سو برس پہلے الدار مہاجرین سے جنت مین جاوینگے اور دوسری حدیث مین ہے کہ سب سے پہلے مین جنت کا دروازہ کھلواؤنگا اور داخل ہونگا اور میرے ساتھ فقراء مہاجرین ہونگے۔ اور صحاح احادیث سے ثابت ہے کہ مومن کے سب کام آخرت کے لیے ہوتے ہین اور اللہ تعالےٰ آخرت کے ثواب کے ساتھ دنیا مین سے بھی اُسکو حیات طیبہ عطا فرماتا ہے۔ بالجملہ جو لوگ دنیاوی نظر کرتے ہین وہ دیکھتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے باہم انمین تفاوت رکھے ہین۔ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا اور آخرت بہت بزرگ ہے از راہ درجات کے بہ نسبت دنیا کے اور اسکی تفضیل بہت بزرگ ہے کیونکہ درجات آخرت کی بزرگی درجات دنیا کی نسبت ایسی زیادہ ہے جیسے آخرت کی بزرگی دنیا پر ہے حدیث مین وارد ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالےٰ کے یہان مچھر کے پر برابر ہوتی تو دنیا مین سے کوئی کافر ایک گھونٹ پانی نہ پاتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت دائمی بے انتہا ہے پھر محدود چیز کو غیر محدود سے کوئی نسبت نہین ہوا کرتی ہے پس آدمی اگر دنیا کی بلندی چاہے تو اُسپر حیف ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ آخرت چاہے کیونکہ دنیا کی بزرگی اگر اُسنے جانکاہی کرکے حاصل کی پھر مرگیا تو سب باطل ہوا بخلاف آخرت کے کہ وہ ہمیشہ باقی وبلند ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین ایک روز دروازہ پر بہت سے وہ لوگ جو قریش کے شریف کہلاتے تھے اور دوسرے اُنسے گھٹے ہوے لوگ جمع تھے تاکہ اجازت آنے کی ملے پس اُنکی طرف سے اجازت ملی کہ پہلے بلال وصہیب آوین پس ابوسفیان پر یہ حکم بہت گران گذرا کہ ہم لوگون سے پہلے یہ بلائے گئے پس سہیل بن عمرو نے ابوسفیان سے کہا کہ ہم لوگون کو تو انھین کی طرف سے دیا گیا ہی اللہ تعالےٰ نے انکو دعوت کرنیوالا بنایا اور ہمکو وہ بنایا جسکو اُنھون نے دعوت کی یعنی اسلام کی طرف بلایا اُنھون نے جلدی سے اللہ تعالےٰ کی رحمت کی طرف سعی کی اور ہم پیچھے رہے اب ہمکو چاہیے کہ ہوش کرکہ یہ تو دروازہ عمرؓ کا ہی پھر آخرت مین تفاوت کیسا ہوگا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے تفاوت آخرت مین لکھا کہ آخرت مین بعضے کافر تو جہنم کے آخری نیچے طبقہ مین انواع عذاب مین ہونگے۔ اور بعضے اُنسے اوپر مگر یہ جہنم کا حال ہی پھر جنت مین بعضے بلند و بعضے نیچے ہونگے حدیث مین ہے کہ جنت کے سو درجہ مین ہر درجہ مین اتنا فرق ہی جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہی اور صحیح حدیث مین ہی کہ اوپر کے درجات والے اہل علیین کو دیکھینگے اسطرح غور نظر سے جیسے افق آسمان کے اونچے غائب ستارے کو غور سے دیکھ پاتے ہین۔ طبرانی کی روایت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مین ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ چاہتا ہے کہ دنیا مین اسکا کوئی درجہ بلند ہو اور وہ دیدیا جاتا ہی تو ضرور آخرت کے درجہ سے اس سے بہت زیادہ اُسکو پست کردیا جاتا ہی اور آپ نے یہی آیت وللآخرۃ اکبر درجات الآیہ پڑھی۔ ف قال الشیخ العارف فی العرائس قولہ تعالےٰ من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید۔ اشارت ہی کہ جس شخص نے دنیا کی طرف میل کیا اُسنے کمینہ وفرومایہ حصہ چاہا گویا اُسنے ذرا صبر نہ کیا اور جلدی سے فانی حصہ حاصل کیا اور یہ اسکی طبیعت خسیس اور دنی ہمت کا نتیجہ ہی اور یہ اسوجہ سے ہوا کہ اُسکو معلوم نہین ہی بلکہ یقین نہین ہی کہ دنیا زائل ہونے والی ہی جلد زائل ہو جائیگی اور اسکی وجہ سے عذاب وحساب شدید ہوگا پس اللہ تعالےٰ نے اُسکی بعض مراد کو دنیا مین دیدیا کیونکہ وہ آخرت و اُسکے بلند درجات سے محروم ہی پھر بھی اُسکو دنیا مین اپنی پوری مراد کبھی حاصل نہوگی۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ دنیا چھوڑ دینے مین آخرت کا مشاہدہ ہی اور جس نے آخرت کو مشاہدہ کیا اُسنے دنیا چھوڑ دی جیسے مشاہدہ ابدیت مین غرور نفس زائل ہوتا ہی اور مطالعہ صفات حق مین بندے

لیے اُسکی صفات ساقط ہوجاتے ہین حتی کہ گویا اپنے آپ مین کچھ طاقت و قدرت نہین دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے آخرت چاہنے والے کو بیان کیا جس نے دنیا کو اور اُسکی فانی لذات کو چھوڑ دیا ہے بقولہ ومن اراد الآخرۃ وسعی لہا سعیہا وہو مومن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا یہان اللہ تعالےٰ نے دو شرطین ارادۂ آخرت مین بیان فرمائین۔ ایک تو سعی اور دوم شرط ایمان یعنی چاہیے کہ اُسکی کوشش بصفت مشاہدۂ آخرت ہو اور غیب کو دیکھے و یقین صادق ہو تاکہ اُسکی کوشش ان درجات عالیہ و مقامات شریفہ کے جو اللہ تعالےٰ نے وعدہ دیے ہین مقارن ہو اور اُسکی سعی و کوشش حصہ قلبی و روحی کے ساتھ ہو۔ اقول جیسے حدیث حارثہ مین ہے کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ گویا مین قیامت کو قائم دیکھتا ہون اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگئی ہے اور میزان عادل قائم ہے اور ہر ایک اپنے حسن نیت و اعمال کے حساب مین ہے۔ الحدیث۔ قولہ وہو مومن یعنی عارف باللہ تعالےٰ و بصفاتہ ہو یعنی اللہ تعالےٰ عزوجل کا اور اُسکی صفات پاک کا عارف ہو اور اپنے عمل کو خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے جانتا ہو کوئی عمل نہ ہو مگر بعلم اور کچھ سعی نہ کرے مگر بہ شوق حق عزوجل کہ اُسکی دیدار سے فائز اور اُسکے جوار مین اکرم ہوگا اور ہمیشہ اُسکے مشاہدہ مین باقی ہوگا۔ اور سعی مشکور یہ ہے کہ حق عزوجل ایسے بندہ عامل کے واسطے دنیا مین فی الحال مشاہدہ منکشف فرما وے کیونکہ تاثیر قبولیت یہی ہے کہ ابتداء سے کرامات ظاہر ہون اور انوار مشاہدات کا ظہور ہو قال المترجم شیخ نے بھی بعض مقامات مین تصریح فرمائی ہے کہ طریق سنت پر استقامت اصل ہے اگرچہ کشوف نہون لیکن صدق یقین اسطرح کہ گویا دیکھتا ہے اور اسکو کامل یقین امور غیب کا جیسے آج کے پیچھے کل ہے مشکل ہے۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ قاسم نے فرمایا کہ شرط ارادت آخرت کی حسن سعی ہے کیونکہ ہر گروہ کے واسطے ارادہ آخرت ہے اور جانتا ہے کہ وہ آخرت کے لیے سعی کرتا ہے اور سعی وہی کرتا ہے کہ اُسکی رفتار استقامت پر ہو یعنی آخرت کے اعمال بر طریق سنت مستقیم ہو اور جو کچھ شریعت اُسپر واجب کرتی ہے اُسکو بجالاوے پس شرط سعی کی استقامت اور شرط استقامت کی ایمان ہے کیونکہ جس شخص نے آخرت کا ارادہ کیا اور جسطرح اُسکا قصد کرنا چاہیے ہے کیا تو چاہیے کہ اُسپر مستقیم رہے کیونکہ بہت سے آخرت کے قصد کرنے والے ظاہر مین مستقیم ہوتے ہین مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایمان سے خالی اور نیکی کے لباس سے ننگے ہوتے ہین اور بہت سے آخرت کی سعی کرنے والے جو اچھی طرح اُسکی سعی کرتے ہین انکی کوشش مقبول نہین ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا کی کوشش تو بدن سے ہوتی ہے اور آخرت کی کوشش دل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی جانب سعی کرنا بلند ہمت سے ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے ظاہر امر اد بلند ہمت سے یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون کو چھوڑے اور اُسی کے واسطے کرے جو کچھ کرے۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سعی مشکور وہ ہے کہ جسمین دکھلانا و سنانا نہ ہو اور نہ اپنی نفس کی طرف نظر ہو یعنی یہ نہین کہ اس نفس سے یہ کار خیر ہوا ہے اور نہ اسمین ثواب کی خواہش ہو بلکہ خالص لوجہ اللہ تعالےٰ ہو کہ اسمین کسی اور چیز کی شرکت نہ ہو تو یہ سعی مشکور ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ ساعی دنیا و ساعی آخرت مین سے ہر ایک کو بقدر اسکی سعی و ہمت کے ہے بقولہ تعالےٰ کلا نمد ہؤلاء و ہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔ اسمین اللہ تعالےٰ جل شانہ کے عدل و استغناء کا وصف ہے کہ وہ کسی اُمیدوار کی اُمید کو خوار نہین فرماتا ہے کیونکہ اُسکی بخشش مین کچھ ممانعت نہین یعنی کوئی اسکا روکنے والا نہین اور کوئی چیز مسترد کرنیوالی نہین ہوسکتی ہے پس وہ ہر ایک کو بقدر اسکے ہمت کے جزاء دیتا ہے پس عطاء دنیاوی تو حظ النفس ہے اور عطاے آخرت حظ قلوب ہے۔ امام جعفر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عطایاے دنیاوی اللہ تعالےٰ کی طرف سے غفلت ہین اور عطایاے آخرت اللہ تعالےٰ کے ساتھ قرب و منزلت ہین پھر اللہ تعالےٰ نے دونون فریق کا باہم تفاوت و تفاضل بیان فرمایا بقولہ انظر کیف فضلنا بعضہم علی بعض پس دنیا مین بعض عابدون کی فضیلت بعض دیگر پر از راہ طاعات ہے یعنی بعض عابد طاعات کرتے ہین تو انکی طاعات سے دوسرے عابدون کو زیادہ میسر ہے اسیطرح عارفون مین دنیا مین معارف و مشاہدات کی راہ سے فضل ہے پس عابدین تو آخرت مین درجات جنات کی راہ سے

متفاوت ہونگے اور عارفین وہان وصال رضوان مین متفاضل ہونگے وقد قال تعالے وللآخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلاً پس صفائے وصال تو التفات بلا عتاب ہے اور حصول المراد بلا حجاب ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ جس بندہ کے واسطے اللہ تعالے نے ایک عنایت سے تولی فرمائی اور اسکے اعمال سب اللہ تعالے کے واسطے ہوگئے تو اس سے نیچے والون پر اسکو فضیلت ہے پس فضیلت تو درمیان خلق کے ہوتی ہے اور خلق اُسکے نزدیک طاعات مین بزرگ نہین ہوتی اور نہ مخالفات سے مغضوب ہوتے ہین اول یعنی فضل وعنایت الٰہی عز وجل سے بندون کی قبولیت ہے پس بسا اوقات ایک شخص بہت عبادت ادا کرتا ہے مگر اس سے دوسرا افضل اسوجہ سے ہے کہ اسکا یقین زائد اور عجز سے اسکا بھروسا اللہ تعالے پر بہت ہے۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ فضل بعض کو بعض پر بمعرفت واخلاص وتوکل ہے اور لکھا کہ آخرت کے فضائل مین افضل وہ ہے کہ سوابق عنایت ازلی جو ایک پر دوسرے سے زائد ہین وہ اُسکو بلند درجات پر لے گئے اور سب سے بلند درجہ آخرت مین ہے کہ روان ہو بساط قرب پر اور مشاہدہ حضور سے سرفراز ہو۔ سراج مین لکھا کہ جب اللہ تعالے عز وجل نے بیان فرمایا کہ بندے دو قسم کے ہین بعضے کافر ہین کہ فقط دنیا کو اپنے اعمال سے چاہتے ہین اور وے اہل عذاب ہین اور بعضے اپنے اعمال سے بندگی الٰہی کا قصد کرتے ہین اور وے اہل ثواب ہین اور اُنکے واسطے تین شرطین لگائین تو پھر ان مجمل شرطون کی تفصیل فرمائی پس پہلے حقیقت ایمان کی شرح شروع کی اور ایمان کے اجزا مین سے سب سے اشرف اللہ تعالے کی توحید ونفی شرک ہے پس اسی کی عبادت صحیح ہے پھر والدین کے ساتھ احسان وعدم ایذا رکو ملا دیا بقولہ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

مت بنا یو اللہ تعالے کے ساتھ کوئی دوسرا رب کہ تو بیٹھ رہے مذموم خوار کیا ہوا اور حکم دیدیا تیرے رب نے کہ مت پرستش کرو مگر اُسی رب کی اور نیکی کرو والدین کیساتھ

اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝

اچھی طرح اگر پہنچ جاوین تیرے نزدیک بڑھاپے کو دونون مین سے ایک یا دونون تو مت کہیو اُنسے اُف اور مت جھڑکیو اُنکو اور کہہ اُنسے بات کرامت کی

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ۭ

اور نیچا رکھ اُنکے لیے بازو عاجزی کا شفقت سے اور کہہ اے رب ہمارے تو رحم فرما وے دونون پر جیسے کہ ان دونون نے مجھے پالا ہے چھوٹے پن مین

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ مت بنا یو اللہ تعالے کے ساتھ جسکے واسطے سب خوبیان ثابت ہین۔ اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود کہ خواہ مخواہ باطل ہے۔ سراج مین کہا کہ بعض کے قول مین صیغہ خطاب واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے ولیکن مراد اور لوگ ہین اور مترجم کہتا ہے کہ حقیقی خطاب ظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین ہے اسلیے کہ آگے کلام مین فرمایا ہے کہ والدین اگر بوڑھے ہوجاوین تو الی آخرہ اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین انتقال فرما چکے تھے پس غایت یہ ہوسکتا ہے دونون آیات مین سے بعض کی صلاحیت آپ کے واسطے حقیقی تھی اگرچہ مجموع نہ ہو ولیکن شرک کی صلاحیت بھی نہ تھی لہذا خطاب آپ کو مجازی ہے اور مراد خطاب سے اور لوگ ہین جیسے کسی مجمع مین سے بادشاہ فقط اپنے وزیر کو بوجہ کرامت کے خطاب کرے اور مقصود اس سے اورون کے لیے ارشاد ہو پھر سراج مین لایا کہ اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ یہ خطاب انسان کو ہے یعنی اے انسان یعنی جو لائق خطاب ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مراد امت مین سے وہ لوگ ہین جو مکلف ہین یعنی اے بندہ مکلف اپنی سعی آخرت وعبادت رب تعالے مین اسکا کوئی شریک مت بنا۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا کہ جسکا یہ نتیجہ ہو کہ تو بیٹھے مذموم یعنی شرک کرنے پر مذمت کیا گیا یعنی تیرے شرک کرنے سے حقیقت مین تو کچھ بھی نہ ہوگا مگر تیرے حق مین دنیا مین یہ نتیجہ ہوگا کہ تو مذموم ہوجاویگا مَّخْذُوْلًا خوار کیا ہوا کیونکہ رب عز وجل تیری مدد نہ فرماویگا بلکہ تجھے اُسکے حوالہ کریگا جسکو تو شریک لایا ہے حالانکہ وہ کسی نفع وضرر کا مالک نہین

بلکہ مالک صرف اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہی۔ سراج مین کہا کہ مشرک کاذب ہی اور کاذب لائق مذمت وخواری ہی اُسکو غیر سے نفع نہ ہوگا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو فاقہ پہونچا پس وہ آدمیون کے پاس لے بیٹھا تو اُسکے فاقہ کا انسداد نہ ہوگا اور جس نے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا تو اللہ تعالےٰ اُسپر تونگری بھیجتا ہے خواہ کسی وقت پر یا بالفعل رواہ الامام احمد وابو داؤد والترمذی و قال حسن صحیح غریب۔ سراج مین لکھا کہ اسوجہ سے کہ دلیل سے ثابت ہی کہ سواے اللہ تعالےٰ کے کوئی مالک ومدبر نہین ہے وہی حی القیوم ہے تو سب نعمتین اُسی کی طرف سے حاصل ہونگی پس جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو اُسنے بعض نعمتون کو اللہ تعالےٰ کے سواے دوسرے کی طرف نسبت دیا پس وہ سواے خواری مذمت کے کسی چیز کا مستحق نہین ہی۔ **تنبیہ** واحدی رح نے کہا کہ قولہ فتقعد منصوب ہی کیونکہ بعد الفاء وہ جواب نہی واقع ہوا ہی اور نصب اسکو حرف اَنْ کی وجہ سے ہے جو یہان مضمر ہے جیسے کہین کہ لاتنقطع عنا فنجفوک یعنی ہم سے جدائی مت کیجیو کہ ہم تجھپر جفاکرین یعنی لایکن منک انقطاع فیحصل لک ان نجفوک۔ تو جو کچھ بعد فاء ہے وہ اس حرف سے متعلق بجملہ متقدمہ ہے اور علماے نحو نے اسکو جواب اسواسطے کہا ہے کہ وہ جزاء کے مشابہ ہے اور دوم مسبب از اول ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بعد اعتقاد توحید کے عبادت وحدہ لاشریک کا حکم دیا بقولہ۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اور حکم دیا تیرے رب نے یہ کہ مت پوجو اگر اسی کو یعنی لوگون مین سے جسقدر مکلف ہین کوئی شخص سواے رب عزوجل وحدہ لاشریک کے کسی کی پرستش نہ کرے۔ اسمین فرضیت عبادت الٰہی کا حکم اور ممانعت عبادت غیر سے ہے کیونکہ عبادت وہ فعل ہے جو نہایت تعظیم کو شامل ہو اور نہایت تعظیم اسی کو لائق ہی جس نے عابد کو پیدا کیا اور لائق عبادت کیا اور ہر طرح کا انعام و افضال عطا کیا اور منعم سواے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین ہی پس سواے اُسکے کوئی بھی لائق عبادت کے نہین ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قضی یہان بمعنی امر ہی یعنی حکم دیا۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ قضی بمعنی وصی یعنی تیرے رب نے وصیت فرمائی اور یہی قرأت ابی بن کعبؓ ابن مسعود وضحاک بن مزاحم کی ہی۔ سراج مین لایا کہ میمون بن مہران نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ وقضی ربک اصل مین ووصی ربک تھا پس دونون واو مین سے ایک صاد سے لگگیا تو قضی ربک پڑھا گیا پھر فرمایا کہ اگر قضی اپنے اصل پر ہوتا تو کوئی بھی اللہ تعالےٰ کی مخالفت نہ کرسکتا اور کسی سے گناہ ممکن نہ ہوتا کیونکہ قضاے الٰہی کے خلاف ہونا محال ہی۔ امام رازی نے کہا کہ یہ قول بالکل بعید ہی اسلیے کہ اگر ایسی ہی تاویل جائز ہو تو قرآن سے امان اُٹھ جاوے اور حجت نہ رہے اور یہ بڑا طعن ہی اور مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رض سے اس روایت کے ثبوت مین کلام ہی ولیکن اگر کوئی شخص دوسرا بھی ایسا لفظ کہے تو اُسکے واسطے یہی جواب ہی ورنہ ابن عباس رض سے تو یہ روایت ثابت نہین ہوئی ہی۔ ہان یہ ہوسکتا ہی کہ جو مجاہد رح سے مروی ہی کہ قضی بمعنی وصی ہو بدون اسکے کہ وقضی اصل مین ووصی تھا۔ پس معنی یہ کہ تیرے رب نے وصیت کی کہ سواے اسکے کسی کی بندگی مت کرو۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اور وصیت کی والدین کے ساتھ احسان کی اور اگر قضی بمعنی امر ہے تو یہ کہ حکم دیا الخ اور بعض نے کہا کہ واحسنوا بالوالدین احسانا یعنی نیکی کرو والدین کے ساتھ اچھی طرح۔ پس محسن کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت ہی۔ دوسری آیت مین فرمایا ان اشکرلی ولوالدیک یعنی شکر کر میرے واسطے اور اپنے والدین کے واسطے۔ یہان اللہ تعالےٰ نے اپنی توحید کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان وفرمانبرداری کو ملادیا تو حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑھکر گناہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ اشراک باللہ یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ پوچھا گیا کہ پھر اسکے بعد تو فرمایا کہ والدین کی نافرمانی۔ الحدیث۔ غرضکہ سب سے بڑا گناہ بعد شرک کے نافرمانی والدین ہی اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے بعد اپنی توحید کے والدین کی فرمانبرداری واحسان کو شرف دیا ہی۔ سراج مین لایا کہ یہان دو تنبیہ ہین۔ اول یہ کہ اللہ تعالےٰ نے خالص توحید کے ساتھ اپنی عبادت کے حکم کے بعد والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا تو انمین کیا مناسبت ہی پس اُسکے کئی وجوہ ہین۔ وجہ اول یہ کہ انسان کے وجود کا سبب حقیقی وہ اللہ تعالےٰ کی

ایجاد ہے کہ اسنے پیدا کر دیا اور سبب ظاہری والدین ہین پس اللہ تعالے نے اول تعظیم سبب حقیقی کا حکم دیکر پھر تعظیم سبب ظاہری کا حکم دیا۔
وجہ دوم یہ کہ جو چیز موجود ہو یا وہ قدیم ہے یا حادث ہے اور واجب یہ کہ موجود قدیم کے ساتھ آدمی کا معاملہ تعظیم وعبودیت چاہیے ہے اور موجود حادث کے ساتھ باظہار شفقت چاہیے اور حدیث مین جو آیا کہ خلق یہ کہ تعظیم حکم الٰہی کی اور شفقت مخلوق الٰہی پر۔ تو مراد اس سے شفقت ہے اور شفقت کے واسطے زیادہ لائق والدین ہین کیونکہ اُنکے انعام بچہ پر بہت ہوے ہین پس قولہ بالوالدین احسانا سے خلق پر شفقت کرنے کا اشارہ ہے۔ وجہ سوم یہ کہ منعم کا شکر واجب ہے پھر حقیقی منعم وہی حق سبحانہ تعالے ہے اور کبھی ہوتا ہے کہ بعضے پیدا کرنے والے کا تجھپر انعام ہوا اور اسکا شکر واجب ہوتا ہے کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جو کوئی لوگون کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ تعالے کا شکر ادا نہین کریگا۔ پھر خلائق مین سے کسی کا احسان آدمی پر اسقدر نہین ہوتا جسقدر والدین کا ہوتا ہے کیونکہ والدین مین سے ولد ایک قطعہ وٹکڑا ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ فاطمۃ بضعۃ منی یعنی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حق مین فرمایا کہ فاطمہ ایک ٹکڑا مجھ سے ہے اور نیز والدین کی شفقت اولاد پر بہت بڑی ہوتی ہے اور انکی طبیعت مجبول ہوتی ہے کہ ہر طرح کی بھلائی اولاد کو پہونچاوین اور ہر طرح کی بدی کو اولاد سے دور رکھین پس ضرور ہوا کہ والدین کی نعمتین اولاد پر بہت ہوتی ہین بلکہ آدمی سے آدمی کو جو بھلائی پہونچتی ہے انمین سے سب سے بڑھکر یہی نعمت والدین کی ہے جو اولاد کو پہونچتی ہے اور نیز یہ کہ آدمی پر وہ انعام زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے کہ جب وہ نہایت درجہ کا ضعیف وعاجز ہو اور والدین کا انعام اُسی وقت مین ہوتا ہے کہ جب وہ ہر چیز کے واسطے اُنکا محتاج ہوتا ہے پس اس انعام کا موقع نہایت اعلیٰ ہے۔ اور نیز یہ کہ غیر کو آدمی بھلائی پہونچانے مین کبھی یہ قصد رکھتا ہے کہ اُسکو بھی بھلائی پہونچے اور کبھی کچھ اور قصد ہوتا ہے مگر والدین کا بھلائی پہونچانا اپنی اولاد کو کچھ اس غرض سے نہین ہوتا ہے پس یہ انعام بہت پورا وکامل ہے پس ان وجھون سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین سے کسی کا احسان وانعام دوسرے پر ویسا نہین ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر ہوتا ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے پہلے منعم حقیقی اللہ عزوجل کے شکر کو یاد لا کے عبادت خالص شروع کیا پھر اُسکے ساتھ ہی شکر نعمت والدین کو بیان فرمایا۔
اگر کہا جاوے کہ بالطبع والدین نے سبب اولاد ہونے مین خواہش نفسانی کو بھی دخل دیا تھا جس سے لازم آگیا کہ فرزند پیدا ہوا اور پیدا ہو کر وہ عالم آفات ومعاصی مین آگیا تو والدین کا کون انعام اولاد پر ہوا حتی کہ بعض فلسفی اپنے باپ کو مارا کرتا اور کہتا کہ اسی نے مجھکو اس عالم کون وفساد مین داخل کیا اور مجھے موت کے لیے نشانہ بنایا اور اسی کی وجہ سے مین فقر وفاقہ واندھاپن ولولا ولنگڑا ہونے کے واسطے خوف زدہ ہون اور ایک شخص فلسفی ابو العلاء گذرا ہے اس سے پوچھا گیا کہ ہم تیری قبر پر کیا لکھین تو اُسنے کہا کہ میری قبر پر لکھنا کہ یہ اُسکے باپ کا اُسپر ظلم ہے اور مین نے کسی پر ظلم نہین کیا ہے۔ اسی طرح بادشاہ اسکندر سے پوچھا گیا کہ تیرے اُستاد کا تجھپر حق زیادہ ہے یا تیرے والد کا اُسنے کہا کہ اُستاد کا حق زیادہ ہے کیونکہ اسنے میرے پڑھانے سکھلانے مین طرح طرح کی سختیان اُٹھا کر مجھے نور علم مین پہونچایا اور رہا والد تو اُسنے لذت جماع کی خواہش کی تھی پس مجھے اس عالم کون وفساد مین نکالا۔ اور نیز مروی ہے اچھے باپون سے وہ ہے جس نے تجھے علم سکھلایا۔ اس طویل تقریر کے اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ والدین نے اگرچہ اول مین لذت نفسانی کا قصد کیا ہو لیکن ایک تو داعی اس فعل کے لیے بالطبع ہے اور اولاد بالفعل غیر موجود ہونے سے داعی نہین تاکہ وجود اولاد ہو پھر بھی جب سے یہ بچہ پیدا ہوا اسوقت سے لیکر اُنھون نے نہایت غور سے یہ اہتمام کیا کہ فرزند کو ہر طرح کی لائق خوبیان پہونچین اور اُسکے اوپر سے سب طرح کے آفات وبلائین دور ہون اور اُنھون نے انھین ہر طرح کی تکلیف ومشقت اپنے اوپر اُٹھائی یہانتک کہ وہ سن بلوغ کو پہونچا پس کیا جسقدر خوبی وبہتری آدمی کو پہونچتی ہے سب مین سے یہ اعلیٰ واشرف نہین ہے۔ ضرور ہے۔ تو اب سب شبہات ساقط ہوگئے۔ مترجم کہتا ہے کہ باپ مستقل سبب اور خالق اپنی اولاد کا نہین ہے حتی کہ بعضے لوگ تمنا کرتے ہین اور اُنکے اولاد نہین ہوتی ہے

پس جس نے باپ پر یہ الزام لگایا وہ نِھل جاہل ہے۔ پھر سراج میں لایا کہ تنبیہ دوم یہ ہے کہ آیت کریمہ کے نظم سے کئی معنی نکلتے ہیں اور ہر ایک سے
والدین کے حق میں احسان کی تاکید و مبالغہ نکلتا ہے اوّل یہ کہ اوپر کی آیت میں سعی عالم آخرت کی تاکید فرما کر اسکے بعد اُسکو بیان فرمایا تو یہ
دلیل ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرنا اور نافرمانی نہ کرنا بھی منجملہ ان اصلی طاعات کی ہے جنسے آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے دوم یہ کہ اوّل
توحید کا ذکر کیا پھر طاعت خالص کا پھر فرمانبرداری والدین کا تو تیسرا درجہ اُسکا رکھا پس معلوم ہوا کہ اسکا درجہ بہت بڑا ہے سوم یہ کہ بالوالدین احسانا
فرمایا اور احسانا بالوالدین نہیں تاکہ ظاہر ہو کہ والدین کے حق میں اہتمام شدید چاہیے۔ چہارم یہ کہ احسانا کو نکرہ رکھنے میں تعظیم ہے پس نکلا کہ احسان عظیم
کامل کرنا چاہیے کیونکہ اُنکا احسان بھی تجھپر درجہ غایت کو پہونچ گیا ہے تو تیرا احسان بھی انپر اسی طرح ہونا چاہیے پھر بھی فضیلت اسی کے واسطے ہوگی
جس نے پہلے پہل کیا ہے اور مثل مشہور ہے کہ جس نے جو احسان پہلے کر دیا اُسکا عوض ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر چونکہ اللہ تعالے عزوجل خالق ہے
خوب جانتا ہے کہ والدین وقت بڑھاپے کے اولاد پر گران ہو جاتے ہیں لہذا اہتمام کے واسطے حکم دیا کہ اِمَّا دراصل اِنْ مَا ہے حرف اِن شرطیہ
اور ما زائدہ جس سے معنی کی تقریر و تاکید ہوتی ہے۔ یعنے اگر یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ پہونچیں تیرے پاس بڑھاپے کو۔ اَحَدُهُمَا
اَوْ كِلَاهُمَا خواہ دونوں میں سے ایک یا دونوں یعنی مثلاً عجز و ضعف سے یا کسی طرح ناداری سے مضطر ہو کر تیرے پاس محتاج ہوں اُنکا
کوئی کفالت کرنے والا نہیں ہے کیونکہ سب سے پہلا حق اُنکا پسر پر ہے پس جیسے تو بچپن میں انکے پاس تھا ویسے ہی بڑھاپے میں وے تیرے
پاس ہوں خواہ ایک یا دونوں یعنی کچھ مجموعہ دونوں کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ دونوں میں سے کوئی ہو۔ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ یعنے مت سُنا
اُنکو کوئی بُری بات حتی کہ اُف تک مت سُنا جو برے کلام میں سے بہت آخر درجہ کا ہے تافیف اُف کہنا اور مراد یہ ہے کہ کوئی کلام ایسا مت کر جو
اُنکے کانوں کو ناگوار ہو اور کسی وقت میں انکی جناب میں گستاخ کلام مت کر حتی کہ اُف یعنی اتنا فعل بھی انکی شان میں تجھ سے سرزد نہونا چاہیے۔
عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ نہر مت کر یعنی اپنا ہاتھ اُنپر ناگواری سے مت چھوڑ کذا فی تفسیر الامام ابن کثیر رح۔ سراج و معالم وغیرہ میں ہے کہ اُف
مت کہہ یعنی انکو ضجر مت کر۔ زجاج نے کہا کہ اُف بمعنے نتن اور یہی مجاہد رح کا قول ہے کیونکہ مجاہد رح نے کہا کہ اُف مت کہہ یعنی انکو قذر یعنی گھنونا مت کہہ
(تنگ سا دل ۱۲) (بدبو ۱۲) جیسے وے تجھ سے بچپن میں نہیں گھناتے تھے جبکہ تو اُنپر پیخانہ پیشاب کر دیتا تھا اور ایک روایت میں مجاہد رح نے کہا کہ اگر تجھکو انسے کوئی ایسی بو
پہونچے جس سے تجھے اذیت ہوتی ہے تو انسے اُف مت کہہ۔ بالجملہ حق تعالے نے والدین کے حق میں وصیت فرمانے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے
چنانچہ اپنی توحید کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان کرنے کو تحت القضاء داخل کیا یعنی قضی ربک بمعنی حکم محکم دیا تیرے رب نے "اس حکم محکم
کے تحت میں ایک تو اپنی توحید اور دوم والدین پر احسان بیان فرمایا پھر اُنکے ساتھ ادب کی نگہداشت و شفقت کی تکمیل کا یہانتک حکم دیا کہ ذرہ برابر
قول و فعل کی اجازت نہیں دی باوجودیکہ ایسے حالات و معاملات والدین کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں کہ آدمی اُسپر صبر کرنے میں نفس سرکش
کے ساتھ بے قابو ہو جاوے۔ اور حدیث میں فرمایا ہے کہ خبردار تم والدین کی نافرمانی سے بچو کہ جنت جسکی خوشبو ہزار برس کی راہ سے آتی ہے اس
خوشبو کو نہیں پاویگا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور نہ وہ جس نے ناتا کاٹا اور نہ بڑھاپے کا زناکار اور نہ وہ جو تکبر سے اپنے ازار کھینچے کبریائی تو
فقط اللہ رب العالمین ہی کی شان ہے فضیل بن عیاض رح سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکوکار کون ہے فرمایا کہ جو شخص اُنکی خدمت کے لیے
کسل سے نہ اُٹھے۔ غرضکہ اللہ تعالے نے والدین کے حق میں پانچ باتوں کا حکم دیا۔ اول تو مذکور ہوئی کہ اُف مت کہہ اور دوم قولہ تعالے۔
وَلَا تَنْهَرْهُمَا اور دونوں کو زجر مت کر یعنی اگر ایسا فعل کریں جو تجھے خوش نہ معلوم ہو تو بھی ایسا لفظ مت کہہ جس سے اس فعل پر جھڑکنا
پایا جاوے۔ یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ اُف تو اس سے کم ہے جب اُف سے منع کیا تو خود ہی ثابت ہو گیا کہ زجر بالکل ممنوع ہے جواب دیا گیا

کہ تافیف کی ممانعت سے مراد یہ کہ کم و بیش کسی پر زجر کا اظہار نہ ہو اور انتہاء کی ممانعت سے مراد یہ کہ ایسی بات مین مخالفت اُنکے رد کرنے وجھٹلانے
کے طور پر نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ لاتنہرہما انکے فعل پر زجر سے ممانعت ہے پس ظاہر یہ ہے کہ اُف سے ممانعت موافق تفسیر حضرت مجاہد رح کی اُنکی
جانب سے کوئی امر ناگوار کروہ نہ سمجھے اور عدم زجر سے مراد اُنکے کسی قول و فعل پر نہ جھڑکے۔ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا اور کہہ اُنسے قول کریم۔
یعنی کلام عمدہ پاکیزہ نرم جیسا کہ اُنکے ساتھ مقتضاے ادب ہے۔ سراج مین لایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے یون کہے یا ابتاہ یا
اُمّاہ۔ اے ابّا اے امّان۔ عطار سے مروی ہے کہ اُنسے بات کرتے وقت اُنکی طرف آنکھ نہ اُٹھاوے اور نہ تیز نظر کرے کہ یہ دونون باتین
قول کریم سے منافی ہین۔ یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ انی اراک وقومک فی ضلال
مبین یعنی مین تجھکو اور تیری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی مین دیکھتا ہون تو جواب دیا گیا کہ اسقدر فہمائش اللہ تعالےٰ کی حق کی رعایت سے ہے
اور حق الٰہی عز و جل سب پر مقدم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورہ لقمان مین فرمایا ان جاہداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما یعنی اگر والدین
یہ کوشش کرین کہ تو میرے ساتھ شریک کرے ایسی چیز جسکا تجھے علم نہین تو مت اُنکی اطاعت کر۔ اور حدیث مین ہے کہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ
الخالق۔ نہین فرمانبرداری کسی مخلوق کی اپنے خالق کی نافرمانی کرنے مین۔ اسی واسطے بعض صحابہ رضہ نے جنکی ماں نے کھانا پانی چھوڑا تھا
کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر جاوے اُس صحابی رضی اللہ عنہ نے نہ مانا۔ فتح مین ہے کہ اگر جہاد مین آدمی کا باپ کافرون کی جانب سے
لڑے اور بیٹا و باپ لڑائی مین مقابل ہو جاوین تو چاہیے کہ باپ کو مجبور کرکے کسی مقام پر دباوے تا کہ دوسرا کوئی آکر اُسکو قتل کر دے اور یہ بطریق اولی
ہے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین جو کافر لڑتے تھے وہان باپ کو قتل کرنا بعض صحابہ انصار رضہ سے واقع ہوا و لیکن حضرت
ابوبکر رضہ نے اپنے باپ کا مقابلہ چاہا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضہ کے والد مسلمان ہونے والے تھے
پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے معلوم فرما کر منع کر دیا۔ چہارم قولہ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اور پست کر
ان دونون کے واسطے بازوے ذلت کو رحمت سے یعنی کمال تواضع و شفقت کے ساتھ اُنسے برتاؤ کرے پس تواضع ازراہ شفقت فرض ہے نہ
ازراہ ننگ و عار کے اور نہ کسی اور غرض سے بلکہ جیسے اُنھون نے تجھپر محبت سے نگاہ رکھی ہے۔ جناح الذل کے معنے ذلت کے بازو حالانکہ ذلت
کے بازو نہین ہوتے ہین تو یہ استعارہ ہے۔ قفال رح نے کہا کہ اس استعارہ کی توجیہ مین دو تقریرین ہین۔ اول یہ کہ پرند جب اپنے بچہ کی پرورش کرنا
چاہتا ہے تو اپنے بازو پست کرکے اپنی تربیت مین لیتا ہے پس خفض الجناح کنایہ پرورش سے ہے گویا حکم دیا گیا فرزند کو کہ اپنے والدین کی کفالت و تواضع
سے کرے جیسے بچپن مین اُنھون نے فرزند کے ساتھ کیا ہے۔ دوم یہ کہ پرند جب اُڑنا چاہتا ہے تو بازو پھیلا کر بلند ہوتا ہے اور جب اُڑنا چھوڑتا ہے تو بازو ملاتا ہے
پس بازو ملانا کنایہ سربلندی چھوڑ کر تواضع و نرمی اختیار کرنے سے ہوا۔ اور چونکہ مدار استعارہ کا تخییل پر ہے تو یہان ذل کے واسطے بمانند پرند کے
بازو قرار دیکر اُنکے لیے خفض ہوا۔ پانچوان حکم جو والدین کے واسطے ہے یہ کہ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا اور دعا کر کہ اے میرے ربّ ان دونون پر رحم فرما۔
كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا جیسے ان دونون نے مجھے پرورش کیا اس حال مین کہ مین صغیر تھا۔ اول تو فرزند کو خود اُنپر شفقت و رحمت کا حکم دیا پھر
دعاے رحمت الٰہی کا حکم دیا پس خالی اپنی شفقت پر اکتفا نہ کرے جسکو بقا نہین ہے کیونکہ یہ خود فانی و اُسکی رحمت بھی فانی ہے بلکہ دعا کرے اللہ تعالیٰ سے
کہ وہ رحمت باقیہ سے دستگیری فرماوے اور اُنکی شفقت و ترحم کا بدلا یہ رحمت الٰہی ہو۔ سراج مین لایا کہ رحمت الٰہی کی دعا کرنے کا اُنکے حق مین جب
حکم ہے کہ والدین مسلمان ہون اور اگر دونون کافر ہون تو یہ حکم منسوخ ہے پس کافرون کے لیے ہدایت کی دعا کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ رحمت ہر ایک کے لیے
مخصوص ہے پس مسلمان والدین کے لیے رحمت آخرت کی دعا کرے جو رحمت مسلمانون کے واسطے ہے اور کافرون کے لیے وہ رحمت چاہنا مقتضی ہے کہ انکو

ہدایت فرماوے پس ہدایت دہی رحمت ہو لہذا نسخ کے قائل ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہو علاوہ اسکے تخصیص کا قائل ہونا آسان ہو بہ نسبت نسخ کے۔ فافہم
ابن عباس رضہ نے البتہ کہا کہ مجھپر اللہ تعالے نے نازل کیا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا الآخر۔ سراج مین لکھا کہ بعض علمارسے سوال کیا گیا
کہ والدین کے ساتھ نیکوکاری کیونکر ہو فرمایا کہ اُنپر اپنی آواز بلند نہ کرے اور نہ انکی طرف نظر لڑاوے اور نہ تیز نظر ہو اور تیری طرف سے کوئی ظاہری وباطنی
مخالفت وے نہ دیکھین اور انپر ترحم وشفقت رکھے جب تک زندہ رہین اور اُنکے واسطے رحمت کی دعا کرے جب وے انتقال کرین اور اُنکے مرنے
کے بعد اُنکے محبتیون کی خدمت مین قائم ہو۔ امام ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ والدین کی خدمت گذاری ونیکی کے بارہ مین بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین
ازانجملہ انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے ہی منبر پر چڑھے فرمایا آمین آمین آمین عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ نے
کس چیز پر آمین فرمائی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے محمد خوار ہو ناک اس شخص کی جسکے پاس آپ کا ذکر ہوا اور اُسنے آپ پر
درود نہ پڑھا مین نے کہا کہ آمین۔ پھر کہا کہ خوار ہو ناک اُسکی جسپر رمضان کا مہینہ آیا پھر نکل گیا مگر اُسکی مغفرت نہ کی گئی مین نے کہا کہ آمین۔ پھر کہا کہ خوار ہو
ناک اُسکی جس نے اپنے والدین کو یا ایک کو پایا مگر اُنھون نے اُسکو جنت مین داخل نہ کیا کہیے آمین تو مین نے کہا کہ آمین۔ امام احمد نے مالک بن الحرث سے
بواسطہ دوسرے صحابی رضہ کے روایت کی کہ اسنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے ملالیا اپنے ساتھ کھانے پینے مین والدین مسلمان کے
یتیم بچہ کو یہانتک کہ وہ بچہ مستغنی ہوجاوے تو البتہ اُسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس نے کسی مرد مسلمان کو آزاد کیا تو وہ دوزخ سے اسکا فکاک
ہوجائیگا اسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد ہوگا۔ اسی حدیث کی دوسری روایت مین ایک تو یہ زائد ہو کہ مالک رضہ
بن الحارث نے اپنی برادری کے ایک صحابی رضہ سے یہ روایت کی ہو اور دوسری بات یہ زائد ہو کہ اور جس نے اپنے والدین یا ایک کو پایا پھر دوزخ
مین گیا تو اللہ تعالے نے اُسکو دور کردیا۔ اس حدیث کو دوسری وجہ سے امام احمد نے مالک بن عمرو القشیری رضہ سے روایت کیا ہو۔ امام احمد نے
ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوار ہوئی ناک پھر خوار ہوئی ناک پھر خوار ہوئی ناک اُس شخص کی جس نے پایا دونون
والدین یا انھین سے ایک کو اُنکے بڑھاپے مین پھر جنت مین داخل نہ ہوا۔ حدیث صحیح ورواہ مسلم فی صحیحہ۔ امام احمد نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوار ہو ناک اُس شخص کی کہ جسکے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اُسنے مجھپر درود نہ بھیجا اور خوار ہو ناک اُسکی جسپر رمضان آیا
اور نکل گیا مگر اُسکی مغفرت نہ ہوئی اور خوار ہو ناک اُسکی جسکے پاس اُسکے والدین نے بڑھاپا پایا مگر اُنھون نے اُسکو جنت مین داخل نہ کیا۔ ربعی بن ابراہیم
راوی نے کہا کہ میری یاد مین یہی ہے کہ والدین یا دونون مین سے ایک کو فرمایا ہو۔ ورواہ الترمذی اور امام احمد نے مالک بن ربیعہ ساعدی رضہ سے
روایت کی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ انصار مین سے ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ میرے والدین کے مرنے کے بعد اب بھی مجھپر
اُنکے ساتھ نکوئی مین سے کچھ باقی رہا ہو کہ اُسکو ادا کرون آپ نے فرمایا کہ ہان چار باتین ہین اُنپر صلوٰۃ اور اُنکے واسطے استغفار کرنا اور اُنکے عہد کو پورا کرنا اور اُنکے
دوستون کا اکرام[عسہ] کرنا اور اُنکے ناتے کا صلہ رحم کرنا حالانکہ نا تا تیرے[سلہ] واسطے وہی ہو جو انکی طرف سے تجھے حاصل ہوا ہو پس یہ نکوئی تجھپر اُنکی موت کے بعد
اُنکے لیے باقی رہی ہو رواہ ابوداؤد وابن ماجہ۔ امام احمد رح نے جاہمہ سلمی کے بیٹے معاویہ سے روایت کی کہ جاہمہ رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مین نے جہاد کا ارادہ کیا ہو اور مین حضور مین واسطے ارشاد مشورہ کے حاضر ہوا ہون آپ نے فرمایا کہ بھلا تیری مان کوئی
ہے فرمایا کہ ہان تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اُسکی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلے کہ جنت اُسکے پاؤن کے پاس ہو پھر متفرق مجلس مین دوبارہ وسہ بارہ
ایساہی ارشاد فرمایا۔ رواہ النسائی وابن ماجہ۔ امام احمد نے مقدام بن معدی کرب سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالے تم کو وصیت کرتا ہو تمھارے باپون کے حق مین اللہ تعالے تمکو وصیت کرتا ہو تمھاری ماؤن کے حق مین پھر اللہ تعالے وصیت کرتا ہو تمھاری

[سلہ] اس سے اشارہ ہو کہ اپنے صلہ رحم کے ساتھ والدین کی نیت کرنا دو ثواب ہین ۱۲م
[عسہ] یعنے مان ونانی ودادی وغیرہ ۱۲

ماؤن کے حق مین۔ اللہ تعالےٰ وصیت کرتا ہو تمکو سب سے زیادہ قریب والے پھر اُسکے بعد کے سب سے زیادہ قریب کے واسطے۔ ورواہ ابن ماجہ
ایضاً۔ یہی معنی امام احمد نے ایک صحابی سے جو بنی یربوع مین سے ہین مرفوع روایت کی اور امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار نے اپنی مسند
مین بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خانہ کعبہ کے طواف مین ایک شخص اپنی ماں کو اپنی گردن پر چڑھائے ہوئے طواف کراتا تھا پھر اُسنے حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بھلا مین نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا آپ نے فرمایا کہ نہین اور نہ ایک ناخن برابر یا ایسا ہی کچھ فرمایا۔ قال البزار وفی اسنادہ
الحسن بن ابی جعفر یضعف۔ ہکذا ذکرا لحافظ ابن کثیر رحؒ اور معالم وسراج وغیرہ مین ہو کہ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ
یا رسول اللہ میری زندگی مین کون ہو جسکے ساتھ میرا احسان کے ساتھ بسر کرنا سب سے اچھا ہو آپ نے فرمایا کہ تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ
پھر تیرا باپ پھر درجہ بدرجہ جو تجھ سے زیادہ قرابت والا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ مالی احسان مین باپ کی نسبت
ماں مقدم ہے اور حکم ماننے مین باپ مقدم ہے۔ ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ کوئی فرزند اپنے باپ کا عوض نہین ادا کر سکتا مگر جب کہ باپ کو
مملوک پاوے پھر اُسکو خریدے پس اُسکو آزاد کرے۔ یہ حدیث صحیح مین ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ تیرے ماں باپ زندہ ہین اُسنے عرض کیا کہ ہاں تو فرمایا کہ پھر انھین کی خدمت مین
جہاد کر۔ حدیث صحیح۔ یعنی اُنکی خدمت گذاری وادائے حقوق مین باوجود تکلیف ونفس کے ناگواری کے دل کو راضی رکھکر خدمت کرنا افضل جہاد
ہے۔ ترمذی کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضائے آلہی والدین کی رضامندی مین ہے اور اللہ تعالےٰ کی ناخوشی
والدین کی ناخوشی مین ہے ابوالدرداء رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے چاہے اُسکی
محافظت رکھ اور چاہے ضائع کر دے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہین کہ آدمی کو محافظت کرنے کا یا ضائع کرنے کا اختیار ہے بلکہ یہ تہدید سخت
ہو جیسے قولہ تعالےٰ آمنوا بہ اولا تومنوا۔ حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہو کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ کو کون
کام سب سے زیادہ پسند ہے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ مین نے عرض کیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نکوئی کرنا پھر مین نے عرض کیا
کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرنا۔ شیخ ابن عیینہ رحؒ سے پوچھا گیا کہ میت کی طرف سے صدقہ دینے کا کیا حکم ہے فرمایا کہ یہ
صدقہ میت کو پہونچتا ہے اور مرے ہوئے لوگون کے لیے استغفار سے زیادہ کوئی چیز نافع نہین ہو اور اگر کوئی چیز اس سے زیادہ بھی میت کے لیے نافع
ہوتی تو اللہ تعالےٰ تمکو تمھارے والدین کے حق مین حکم فرماتا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین تمکو تمھارے والدین کے لیے کیا وصیت فرمائی ہو۔ مترجم
کہتا ہو یعنی آیت وصیت والدین مین یہی فرمایا کہ قل رب ارحمھما آلخ یعنی موت کے بعد اُنکے لیے دعا واستغفار کریں اگر صدقہ زیادہ نفع دیتا تو صدقہ کا حکم
فرماتا پس معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ نافع استغفار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صدقہ دینے کی قدرت ہر ایک شخص کو نہین ہوتی ہو لیکن استغفار ہر شخص کر سکتا
ہے اور واضح ہو کہ تمام امت اہل سنت کا اجماع ہے کہ میت کو مالی صدقہ کا ثواب پہونچتا ہو اور دعا واستغفار مین امت کا اجماع ہے اور رہا ثواب قراءت
قرآن یا اذکار یا نوافل وغیرہ کا ثواب تو ایک جماعت فقہاء کے نزدیک یہ بھی پہونچتا ہو پس معلوم ہوا کہ میت کے واسطے دعا واستغفار کرنا بہتر ہو یا مالی صدقہ
دینا اچھا ہو جب یہ نہو سکے تو قراءۃ قرآن وغیرہ کا ثواب پہونچا دے یا دونون ہو سکتے ہون تو دونون طرح ثواب پہونچا دے اور بعضے لوگ میت کا
کھانا جوڑا کرنے مین سودی روپیہ قرض لیکر یا جائداد یتیمون وبیوگان کی فروخت کر کے اس نیت سے کرتے ہین کہ بدنامی وعار ہوگی یہ بالکل بربادی ہو کہ
ایسی بدنیتی سے میت کے واسطے ثواب نہ ہوا اور ناحق دنیا کے نام کے خیال مین جائداد ومال برباد گیا پس اللہ تعالےٰ سے خوف کرنا چاہیے۔ سعید بن المسیب رحؒ
سے مروی ہے کہ جو کوئی اپنے والدین کے ساتھ نکوئی کرتا ہو وہ بُری موت سے نہین مریگا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ میرے والدین بوڑھے ہوکر اس حد کو پہونچ گئے ہین کہ جسطرح اُنھون نے میرے بچپن مین میری پرداخت کی تھی ویسی ہی اُنکی پرداخت
مجھے کرنی ہوتی ہے تو کیا مین نے انکا حق ادا کر دیا آپ نے فرمایا کہ نہین کیونکہ وے دونون تو تیرے ساتھ ایسی پرداخت کرتے اور چاہتے کہ تو زندہ
رہے اور تو اُنکے ساتھ ایسا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مرجاوین۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اپنے باپ کی
کہ وہ میرا مال لے لیتا ہے پس آپ نے اُسکے باپ کو بلایا دیکھا تو وہ ایک بوڑھا آدمی ہے عصا پر ٹیک دیتا ہے اس سے پوچھا تو اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ
یہ لڑکا کمزور تھا اور مین قوی تھا اور یہ محتاج تھا اور مین توانگر تھا پس اُسوقت اس سے مین کچھ چیز نہین روکتا تھا اور آج مین کمزور ہون یہ
قوی ہے اور مین فقیر ہون یہ توانگر ہے اور یہ مجھپر اپنے مال سے بخل کرتا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روئے اور فرمایا کہ جو ڈھیلا و پتھر اُسکو سُنیگا
وہی رویگا پھر اُس لڑکے سے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے ہین۔ ہذا حدیث حسن۔ روایت ہے کہ ایک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
اپنی مان کی بدخلقی کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ اسوقت تو وہ بدخلق نہ تھی کہ تجھے نو مہینہ لئے اپنے پیٹ مین رکھا بولا کہ بدخلق نہ تھی آپ نے فرمایا
کہ اُسوقت بدخلق نہ تھی کہ تجھے دو برس دودھ پلایا بولا کہ بدخلق نہ تھی آپ نے فرمایا کہ اُسوقت بدخلق نہ ہوگی کہ تیرے لیے اُسنے راتین جاگکے ہین اور
دن گذار دیے وہ بولا کہ مین نے اسکا بدلا اُتار دیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کیا اُسنے کہا کہ اُسکو گردن پر لادکر مین نے حج کیا ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ
بدلا نہین اُتارا ہے۔ چونکہ والدین کے حق کی وصیت سخت تھی تو انمین سُستی کرنے سے اور نیز دلی خیال مین وسوسہ آنے سے تحذیر فرمائی لقولہ رَبُّكُمْ
یعنی حقیقت مین تم پر احسان رکھنے والا کہ اُسی نے والدین کو تم پر مہربان کیا اور انکو پرورش کا سامان و توفیق دی وہ اَعْلَمُ سب سے زیادہ
جاننے والا ہے۔ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ جو کچھ تمھارے دلون مین ہے خواہ والدین کے ساتھ سب طرح نیکوکاری کا قصد ہو یا اُسکے برعکس ہو لہذا
دل کے اندر جسطرح ہے اُسکے برخلاف ظاہر کرنے مین کچھ نفع نہین ہوگا مگر آنکہ اپنے نفس کو ایسی بات پر آمادہ کرے جو والدین کے حق مین شفقت کا
باعث ہو پس نفس کی ناگواری و سرکشی مضر نہین ہے جبکہ اپنی نفس کو خوار کرکے اُنپر ترحم و شفقت پر آمادہ رہے۔ اَنْ تَكُونُوا صٰلِحِينَ۔ اگر تم
صالح ہوگے یعنی نفس الامر مین متقی محسن ہوگے۔ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا۔ تو مغفرت پاؤگے کیونکہ تمھارا رب ہمیشہ رجوع لانے والون
کے لیے غفور ہے۔ صالح وہ ہے کہ ایسے فعل پر مستقیم رہے جو دلیل سے اچھا ہو پس اشارہ فرمایا کہ اَوّاب یعنی کثرت سے نفس کو زیر کرکے بار بار رجوع لانے
سے اللہ تعالے استقامت دیتا ہے۔ احیاء مین بعض بزرگون سے نقل ہے کہ ستر مرتبہ نفس کی سرکشی کے بعد انکو ایک کام پر استقامت نصیب ہوئی
شیخ امام ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اوابین کی تفسیر مین قتادہ رح نے کہا کہ اطاعت کرنے والے اہل صلوۃ۔ ابن عباس رض نے کہا تسبیح کرنے والے۔ اور
ایک روایت مین ابن عباس رض نے فرمایا کہ مطیع و محسن لوگ۔ بعض سلف نے کہا کہ وہ لوگ جو مغرب و عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہین۔ بعض
سلف نے کہا کہ جو لوگ چاشت کی نماز پڑھتے ہین۔ مترجم کہتا ہے بعض احادیث سے اسکا ثبوت ہوتا ہے اور بعض سلف نے کہا کہ اوابین وہ لوگ کہ
گناہ مین مبتلا ہوئے پھر توبہ کرلی پھر مبتلا ہوئے پھر توبہ کرلی یہی سعید بن المسیب رح کا قول ہے۔ کما رواہ عبدالرزاق وابن جریر۔ اور عطاء بن یسار اور سعید بن جبیر
و مجاہد رح نے فرمایا کہ اوابین جو لوگ نیکی کی طرف رجوع لاتے ہین اور عبید بن عمیر نے کہا کہ جو لوگ تخلیہ مین اپنے گناہون کو یاد کرکے اللہ تعالے سے
استغفار کرتے ہین اور یہی مجاہد رح سے بھی مروی ہے اور عبدالرزاق نے عبید بن عمیر سے روایت کی کہ ہم لوگ اواب حفیظ اسکو کہتے ہین جو اسطرح اپنے
جلسہ مین کہے کہ اللّٰھم اغفرلی ما اصبت فی مجلسی ہذا یعنی الٰہی مین نے جو اپنی اس مجلس مین گناہ پایا ہو اُسکو مجھے بخشدے۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اولی
یہ ہے کہ اواب وہ کہ جو گناہ سے توبہ کرے اور معصیت سے طاعت کی طرف رجوع لاوے اور مکروہات الٰہی سے مرضیات الٰہی کی طرف رجوع لاوے
شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول بھی صواب ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ندبہ بیتا قدیمہ

کے واسطے ازل مین عبودیت خالصہ بصفت تجرید از دیدار غیر واجب ہوئی ہو کیونکہ ازل مین او تعالےٰ موصوف بربوبیت تھا اور ہمیشہ اسکی صفت
احدیت ہے اور عبودیت کا حق کسی غیر کے لیے فی الحقیقت محال ہو کیونکہ حادث البتہ حادث کی بندگی اپنے خیالات مین کرتا ہو مگر یہ عبودیت بالکل
مجازی ہو اور عبودیت حقیقی نہین واقع ہوتی مگر اسی کے واسطے جو ازلی ابدی ہو اور عبودیت یہ ہو کہ قدیم کو حادث سے منفرد یقین کرے اور جانے کہ
وہی تمام مین متصرف ہو اور اُسکی عزت کے سامنے فنا ہووے اور والدین کے ساتھ جو احسان کا حکم دیا تو اس وجہ سے کہ یہ اسکا فعل خاص ہو
اور ایجاد کرنے مین اُسکے فعل کی تعظیم و احترام اُسکی صفت کے احترام سے ہے اور اُسکی صفت کا احترام مثل اُسکی ذات کے ہو پس والدین کا
احسان و احترام و تعظیم کرنا اللہ تعالےٰ کے احترام و اجلال سے ہے پھر چونکہ شیخ طریقت و استاد حقیقت منجملہ تین باپون کے سب سے بہتر ہو لہذا
اللہ تعالےٰ کی محبت مین اُنکی پیروی و تعظیم کرنا سب پر مقدم ہے - قال المترجم بعض آثار سے ثابت ہے کہ باپ تین ہین ایک وہ کہ جسکے نطفہ سے
پیدا ہوا اور ایک وہ کہ جس نے تجھے اپنی دختر دی یعنی خسر اور ایک وہ کہ جس نے تجھے تعلیم دی اور ان سب مین بہتر وہ ہو جس نے تجھے تعلیم دی -
جب یہ معلوم ہوا تو حق حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے افضل ہے لہذا آپ کے ازواج مطہرات تمام مومنون کی مائین ہین
پھر جس نے کسی شیخ طریقت و اُستاد حقیقت سے فیض پایا وہ سب سے افضل ہے اسی کو شیخ رح نے بیان کیا فافہم بعض مشائخ نے کہا کہ عبودیت
یہ ہے کہ ارباب کو قطع کرے یعنی صفات آلہیہ مین کسی دوسرے کو رب نہ بناوے حتی کہ کسی کی طرف سے نفع و ضرر بھی نہ جانے اور اسباب سے
گردن چھڑا دے یعنی کسی سبب کو مؤثر نہ سمجھے کہ مثلاً پانی برسے تو کھیتی ہو بلکہ اصل مین مؤثر اللہ تعالےٰ ہو اور وہی اپنے فضل سے بندے کی معیشت
و جملہ اسباب کو دیتا ہے اور جو تدبیر و سبب نکالا جاتا ہے یہ بھی اُسی کی طرف سے ہے اور اُسکے حکم کی فرمانبرداری ہو اور یہی امتحان نفس پر مشکل ہو
کہ سبب برانگیختہ کرنے کا یہی حکم ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ سبب کی طرف نظر نہ ہو پس عبودیت یہ ہو کہ ارباب کو قطع کرے اور اسباب سے علیحدہ ہو اور حق
عزوجل کی طرف رجوع لاوے - شیخ ابو عثمان مغربی رح نے فرمایا کہ جو بندہ مقام عبودیت مین مستقیم ہو جاتا ہو تو مشاہدہ غیب کے واسطے اس کا
سر باطنی ظاہر ہوتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے قدرت الٰہی اُسکو پورا کر دیتی ہے - مترجم کہتا ہو کہ جو شخص مقام عبودیت مین ہو وہ اپنی خواہش نفسانی سے کچھ
نہین چاہتا ہو اُسکی خواہش بھی پاکیزہ و موافق تقدیر ہوتی ہو لہذا قدرت الٰہی سے جو وہ چاہے پورا ہوتا ہو - قولہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم یعنی جو کچھ تمھارے
نفوس مین اجلال الٰہی و تعظیم کبریائی و شہود و نعمت سے ہے کہ انوار آیات کو عقل سے مشاہدہ کرتے ہو اور روح سے نور صفات دیکھتے ہو اور سر باطن سے
اُسکی ذات سے مانوس ہو ان سب کو تمھارا رب جانتا ہو وہی علیم ہو کہ تم چاہتے ہو کہ اسکی رضامندی کے لیے اپنے وجود کو قربان کرو اور صبر سے رہو
اور اُسکے حکم قضا پر ثابت قدم رہو اور صالحین سے یہ اشارہ ہو کہ خطرات نفسانی کو اُنس روحانی سے دور کرو اور صفت حادث کو فنا کر کے
معرفت کے ساتھ صفت قدیم پر نظر رکھو اور فانی ہو کر اس سے اُسی کی طرف تمھارا قرار ہو - فانہ کان للاوابین غفورا - اواب وہ ہو کہ اُس سے اسی کی طرف
رجوع لاوے اسطرح کہ اُسکے حضور مین شرمندہ ہو اور اس سے اُسکی فضل کا کہ زیادت قرب ہو متمنی ہو کیونکہ جو کوئی اسکی طرف تضرع و زاری و تواضع و عاجزی
سے رجوع لاتا ہو اور اسکے جلال قدرت اور عظمت کبریائی مین فنا رہتا ہو اُسکو اپنے کرم سے بخشدیتا ہو یہان ایک نکتہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے بما فی نفوسکم فرمایا یعنی نفوس کا
ذکر کیا اور قلوب و ارواح و اسرار کو نہین فرمایا اور نہ عقول کا ذکر فرمایا تو نکتہ یہ ہو کہ خوب جانتا ہے جو وہ تمھارے نفوس مین خواہش ناکارہ ہے
اور نفس کی طبیعت مائل ہو کہ سرکشی و انکار کرے اور طاعت سے معصیت کی طرف بھاگے اسی واسطے فرمایا کہ ان تکونوا صالحین یعنی نفس کی ناگوار
خواہشون سے منھ موڑ کر اُسکے پیروی چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع لانے والے ہو جاؤگے تو وہ غفور ہے کہ جو کوئی اس طرح ندامت سے اُسکی
طرف رجوع لاوے اُسکے اگلے گناہون کو بخشدیتا ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک یہ بھی خواہش نفس کا گناہ ہے کہ مشاہدہ غیب کی آرزو ہو شیخ

سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غفور ہے یعنی اسکے بندون مین سے جو کوئی اُسی کی طرف رجوع لاوے اُسکی مغفرت فرماتا اور اُسپر رحم کرتا ہے شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ اواب وہ ہے جو کثرت سے دعا مین مصروف ہو۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اوّاب وہ ہے کہ اپنی طاقت و قوت سے بری ہو کر اللہ تعالے پر ہر حال مین بھروسا کرے پھر اللہ تعالے نے والدین کے ساتھ نیکوکاری کا حکم دیکر اہل قرابت حقیقی کے ساتھ نیکی کا حکم دیا۔ اور سراج مین لایا کہ جب اللہ تعالے نے والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا تو اُسکے بعد تمام اہل قرابت و ذوی الارحام کے ساتھ اور غیرون کے ساتھ نکوئی کا حکم عام دیا اور اسراف وغیرہ سے منع کیا بقولہ تعالے

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ

اور دے قرابت والے کو اُسکا حق اور مسکین کو اور مسافر کو اور نہ اسراف کر کسی طرح کا بیشک اسراف کرنے والے برادران

الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا

شیاطین ہین اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکرا اور اگر تو مُنھ موڑے ان لوگون سے بطلب رحمت کے اپنے رب کی جانب سے جسکا تو امیدوار ہے

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ۝

تو کہدے اُنسے بات آسانی کی

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی یعنی وے قرابت والے کو خواہ وہ قرابت والا ان کی جانب سے ہو یا باپ کی جانب سے ہو یا دونون کی جانب سے ہو اگرچہ دور کے رشتہ کا ہو۔ حَقَّهٗ اُسکا حق۔ یہ خطاب ہر ایک شخص کو ہے کہ اپنے اقارب کو اُنکے حقوق عطا کرے خواہ صلہ رحم کے ہون یا محبت و ملاقات کے یا انکی مددگاری و اچھی برتاؤ کی۔ بالجملہ اہل قرابت سب ایک مرتبہ کے نہین اور نہ ایک حال کے ہین بعضے محتاج ہوتے ہین تو سراج مین لایا کہ اگر خود مالدار خوشحال ہو اور اہل قرابت محتاج ہون تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان سب کو نفقہ دینا لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک نفقہ لازم نہین مگر باپ پر اولاد کا یا اولاد پر باپ کا اور بس۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس قول پر جو امام اعظم سے نقل کیا اگر سب سے زیادہ قریب والا رشتہ دار مالدار ہو اور اس سے دور کا محتاج ہو اور یہ شخص ایک کو نفقہ دے سکتا ہے تو دور والے کو نفقہ دیوے اور اگر سب اہل قرابت مالدار ہین تو اُنکی زیارت کرنا اور محبت کی باتین کرنا اور اُنکے کامون مین شرکت و مددگاری کرنا اور مانند اسکے حقوق ہین انکو ادا کرے۔ سراج مین لایا کہ بعض کے قول مین قرابت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت مراد ہے یعنی عموماً سب کو حکم دیا کہ حقوق قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادا کرین اور چونکہ صدقہ اُنکے حق مین جائز نہین ہے تو مالی طور پر اُنکو ہدیہ دیوین اور سوائے مالی حقوق کے انکی تکریم و تعظیم کو لحاظ رکھین اور مترجم کہتا ہے کہ اگر آیت مین فقط اہل قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقصود نہ ہون تو بھی اہل قرابت رسالت کے حقوق بطریق عام حکم کے داخل ہونا چاہیے کیونکہ اُنکے حقوق عام پر لازم ہین لیکن قرابت رحم ثابت نہ ہونے سے جیسے عام پر رحم کے حقوق ہوتے ہین اس طرح پر نہونگے۔ وَالْمِسْكِیْنَ اور دے مسکین کو اُسکا حق یعنی اگرچہ قرابت والا نہ ہو پس اہل قرابت مین جو مسکین ہو اُسپر صلہ رحم و مسکین دونون راہ سے دو ثواب ہین اسی واسطے حدیث مین ہے کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور قرابتی محتاج پر صدقہ کرنا صلۂ رحم و صدقہ ہے۔ وَابْنَ السَّبِیْلِ اور دے مسافر کو اُسکا حق مراد ابن السبیل سے مسافر جو اپنے مال سے علحدہ ہونے سے اُسوقت محتاج ہو اگرچہ اپنے گھر مین بڑا تونگر ہو لہذا حدیث ابن ماجہ مین ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار آوے سو وجہ یہ ہے کہ گھوڑا شاید اُسکے سفر کی ضروریات مین سے ہو۔ بالجملہ سائل کے حق مین تو احادیث کثیرہ وہ ہین جنسے بے ضرورت سوال کی حرمت اور اُسکا عذاب ثابت ہے اور دینے والون کے حق مین یہ حکم ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر ایسے لوگ ہین جنھون نے سوال کرکے

حاصل کرنا اپنا پیشہ کرلیا ہے اور وے کسب معیشت مین کبھی توجہ نہین کرتے ہین لہذا انکو دینے ہین گویا سوال کرنے کی عادت مین اُنکی اعانت ہے
حالانکہ ہر طرح تندرست ہونے سے وے کمائی کرین اگر انکو سوال مین کچھ نہ دیا جاوے اور بعض فروع اسکے فقہ مین مذکور ہین شیخ ابن کثیر رح نے
تفسیر مین لکھا کہ اس آیت مین صلۂ ارحام واحسان کا حکم دیا اور حدیث مین ہے کہ جسکو خوش معلوم ہو کہ اُسکے رزق مین فراخی دیجاوے اور اسکی موت
مین تاخیر دیجاوے اُسکو چاہیے کہ صلۂ رحم کرے حافظ ابوبکر البزار رح نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آیت وآت ذاالقربی حقہ
نازل ہوئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انکو باغ فدک عنایت کیا امام بزار رح نے کہا کہ اس حدیث کو فضیل بن مرزوق
راوی سے فقط ابویحیی تیمی وحمید بن حماد بن ابی الجزار نے روایت کیا ہے کوئی اُنکا ثقہ شاگرد روایت نہین کرتا اگر اسکی اسناد صحیح ہو تو اسمین اشکال
سخت ہے کہ یہ آیت تو مکہ مین نازل ہوئی ہے اور فدک اسکے بعد ساتوین سال ہجرت مین فتح خیبر کے ساتھ ملا ہے پھر یہ اُسکے ساتھ کیونکر ملجاویگا مترجم
کہتا ہے کہ علاوہ اسکے اُمت کا اتفاق ہے کہ حضرت صلعم نے باغ فدک حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو نہین دیا ہے شاید مراد یہ ہو کہ فدک کی حاصلات
مین سے جیسے اپنے ازواج مطہرات کا حصہ نفقہ رکھتے تھے ویسے ہی اپنی بضعہ دختر کو دیتے تھے اور یہ کہا جاوے کہ معنی یہ ہین کہ چونکہ یہ حکم نازل ہوچکا تھا
لہذا جب فتح خیبر مین سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسطے فدک رکھا تو اُسمین سے صاحبزادی کو دیا واللہ تعالے اعلم ۔ سراج مین لکھا کہ جب
اللہ تعالے نے اسی طرح عطاے حقوق کی رغبت دلائی کہ اموال بھی راہ الٰہی مین خرچ کرین اور معلوم ہے کہ نفس کے افعال بہت کم افراط وتفریط سے
خالی ہوتے ہین تو حکم دیدیا کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا یعنی اور کسی قسم کا اسراف مت کر اسراف مال کا خرچ کرنا ایسی صورت مین کہ نہین خرچ
کرنا چاہیے ۔ اور بات یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت والے اپنے نام کے لیے اور دکھلانے سُنانے کو فضول خرچ کرتے اور اپنے اشعار مین اسکو بیان کرتے تھے پس
اللہ تعالے نے حکم دیا کہ نفقہ وخرچہ اپنی اوجہ پر ہو جس سے اللہ تعالے کا تقرب حاصل ہو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے خرچ کرنے کا حکم دیا مگر
اسراف سے منع فرمایا بلکہ اوسط طریقہ کا حکم دوسری آیت مین دیا بقولہ تعالے والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ بیشک اسراف کرنیوالے شیطانون کے بھائی ہین ۔ ف اخوان الشیاطین ہونے سے یہ مطلب کہ شیاطین کے مشابہ
ہین ۔ سراج مین نقل کیا کہ اخوان الشیاطین یعنی شیطانون کے طریقہ پر ہین یا اُنکے دوست ہین کہ جو کچھ وے انکو بیہودہ خرچ کرنے کا حکم دیتے ہین اُسکی
فرمانبرداری کرتے ہین یا جہنم مین شیاطین کے ساتھ ایک زنجیر مین مسلسل ہونگے ۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا یعنی صفت اُس جنس شیطان کی
جو بھلائی سے دور اور برائی مین منہمک ہے یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے جس نے اُسکو تربیت کیا اور اُسکے ساتھ احسان کیا ہے ناشکری کرنے والا ہے یعنی باوجود
محبت کے جہانتک اللہ تعالے کے ظاہری وباطنی نعمتون کو چھپا سکتا ہے چھپاتا ہے تو اسکی پیروی نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ ایسے ہی افعال کی راہ لگاویگا
بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت عادات عرب کے واسطے رد ہے کہ وے لوگ مالون کو لوٹ مار سے جمع کرکے پھر تکبر وفخر سے خرچ کرتے اور قریش کے مشرکین
اپنے مالون کو اسواسطے خرچ کرتے کہ لوگون کو راہ حق سے روکین اور دین اسلام واہل اسلام کی توہین و اُسکے دشمنون کی اعانت کرین پس اس آیت
مین اُنکے افعال کے قبیح ہونے پر تنبیہ ہے اور سراج مین لکھا کہ واضح رہے کہ جو آدمی اعتدال پر خرچ نہین کرسکتا تو بخیل ہونے سے زیادہ خرچ کرنے کی طرف
جھکا ہوا ہونا بہتر ہے اور تدبیر یہ ہے کہ خواہش نفس کے موافق مال خرچ کرنے مین ہاتھ کشادہ کرنا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن مسعود رض نے
فرمایا کہ سواے راہ حق کے مال خرچ کرنا تبذیر ہے اور یہی قول ابن عباس رض کا ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ اگر طریقہ حق مین کوئی اپنا سب مال
خرچ کردے تو وہ مبذر نہین ہے اور اگر کسی نے ایک سیر کھجور سواے راہ حق کے خرچ کی تو وہ مبذر ہے ۔ قتادہ رح نے کہا کہ تبذیر یہ ہے کہ اللہ تعالے
کی نافرمانی وفساد مین مال خرچ کرے اور امام احمد نے انس بن مالک رض سے روایت کی کہ بنو تمیم مین سے ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ مین بہت مالدار ہون اور میرے آل واولاد بھی بہت ہین اور لوگ آجاتے ہین تو مین کیونکر خرچ کرون اور کیا کرون آپ نے فرمایا کہ تو اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتا ہو عرض کیا کہ ہان تو فرمایا کہ وہ تجھے پاک کریگی اور اپنے ناتے دارون کے ساتھ صلہ رحم کر اور سائل و پڑوسی اور مسکین کا حق پہچانے رہ اُسنے عرض کیا کہ مجھے مختصر بتلا دیجیے پس آپ نے قولہ تعالے وآت ذاالقربی حقہ الآیہ پڑھ دی پس اُسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے اللہ تعالے کافی ہے جب مین نے اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کے ایلچی کو دیدی تو مین بری ہوگیا آپ نے فرمایا کہ ہان اگر تو نے میرے ایلچی کو زکوٰۃ دیدی تو تو بری ہوگیا اور تجھکو اسکا ثواب ہو اور گناہ اسی کو ہوگا جس نے اسمین تغیر کیا بسراج مین مذکور ہو کہ حضرت ابن مسعود رضی سے تبذیر کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ مال کو اُسکے حق کے سوائے راہ مین خرچ کرنا تبذیر ہے اور بخشش یہ ہو کہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین مال خرچ کرے۔ روایت ہو کہ بعض سلف نے راہ خیر مین اپنا بہت مال خرچ کر دیا تو اُنکے دوست نے کہا کہ اسراف مین ثواب نہین ہے تو جواب دیا کہ نیکی مین اسراف نہین ہو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گذرے وہ وضو کرتے تھے فرمایا کہ اے سعد یہ کیا اسراف ہو انھون نے عرض کی کہ یارسول اللہ کیا وضو مین اسراف ہے فرمایا کہ ہان اگرچہ تو ایک جاری نہر پر بیٹھا ہو۔ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا یعنی جب تجھ سے سوال کرین تیرے اقربا اور لوگ جنکو دینے کا ہم نے تجھے حکم دیا ہو اور تیرے پاس اسوقت کچھ نہین ہو اور تو نے انسے اعراض کیا اسوجہ سے کہ کچھ موجود نہ تھا۔ فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا تو انکو سہولت کے ساتھ وعدہ دیدے کہ اگر اللہ تعالے کی طرف سے رزق پہونچا تو عنقریب تمھارے ساتھ صلہ رحم ومواسات کرونگا انشاء اللہ تعالے پس قول میسور وعدہ ہو اور یہی تفسیر مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وحسن بصری وقتادہ وغیرہم سے مروی ہو۔ اور معالم وغیرہ مین ہو کہ نزول اسکا بلال وصہیب ومہجع وسالم وخباب رضی اللہ عنہم کے حق مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بعضے اوقات اپنی محتاجی سے ضرورت کا سوال کرتے اور آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ شرم سے مُنھ موڑتے اور اُس رزق کا انتظار کرتے جسکے آنے کی اُمید رکھتے تھے پس حکم دیا کہ ایسے وقت مین اُنسے قول میسور کہنا چاہیے یعنی جو انکے دلون پر آسان ہو جس سے دلتنگ نہون۔ ابو حیان رح نے کہا کہ بعد نزول اس آیت کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کچھ نہ ہوتا تو سائل کو فرماتے کہ اللہ تعالے ہمکو اور تم کو اپنے فضل سے رزق عطا فرماوے۔ ابتغاء رحمۃ من ربک۔ بجائے کچھ نہ ہونے کے واقع ہوا ہو کیونکہ جسکے پاس کچھ نہ ہو وہ طالب رزق ہوتا ہے پس نہونا یہ سبب طلب ہو اور طلب اسکا مسبب ہو پس سبب کی جگہ مسبب کو رکھا گیا ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وآت ذاالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل اس کلام پاک کا اشارہ مقام طریقت مین یہ ہو کہ ان لوگون کے حقوق اس مقام مین یہ ہین کہ طریقت مین انکی تربیت کیجاوے اور وہ اسطرح ہے کہ ان لوگون سے حقائق معاملات کے اور حالات کے اور معارف وکواشف وعلوم غیبیہ بیان کرے پس ذوالقربی وہ ہین جو برادران معرفت کہ بلند مقامات مین پہونچ گئے اور مسکین وہ ہو کہ سچے ارادت سے مرید ہوا اسکو لطف الٰہی نے سوائے حق کے اور خواہش سے سکون دیدیا ہو اور ابن السبیل محب صادق ہو پس عارف کا حق یہ ہو کہ اسرار کو پھیلایا جاوے اور مسکین کا حق یہ ہو کہ اُس سے انوار کا ذکر ہو اور محب کا حق یہ ہو کہ اُس سے شمائل محبت کا بیان ہو تاکہ عارفون کو تمکین زیادہ ہو اور اہل محبت کا شوق بڑھے اور مریدون کی رغبت زیادہ ہو۔ دوسرا اشارہ یہ ہو کہ ذاالقربی روح ہو اور مسکین عقل ہو اور ابن السبیل قلب ہو پس روح کا حق تو پاکیزہ سماع اور حسن جمال ہو اور عقل کا حق فکر وتفکر ہے اور قلب کا حق ذکر وتذکر ہے اور نیز یہ کہ روح کا حق فراغت ہو اور عقل کا حق طاعت ہو اور قلب کا حق یہ کہ مشاہدہ کی جستجو مین خلوت سے مانوس ہو پس ان حق والون کو انکا حق دینا چاہیے۔ روح ذوالقربی اسوجہ سے ہوئی کہ خلق کی پیدائش سے پہلے وہ قرب مشاہدہ مین تھی اور عقل اسواسطے مسکین ہوئی کہ وہ حقیقت وحدانیت کی ادراک سے مفلس ہو اور قلب واسطے ابن السبیل ہوا کہ وہ ذات کی معرفت کے واسطے ایک حال سے دوسرے

حال پر صفات کی راہ مین منقلب ہوتا ہو پھر اللہ تعالےٰ نے طریقہ خرچ ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ

اور مت بنا اپنے ہاتھ کو طوق بندھا ہوا اپنی گردن کی جانب اور مت پھیلا اسکو پورا پھیلانا کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا منقطع تیرا رب کشادہ کر دیتا ہے

الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

رزق جس شخص کے واسطے چاہے اور تنگ کرتا ہو وہ اپنے بندون کے ساتھ خوب آگاہ دیکھنے والا ہے

اللہ تعالےٰ نے جو حکم مومنون کو بطور وصف کے سورہ فرقان مین دیا کہ خرچ مین درجہ اوسط چاہیے وہی یہان فرمایا کہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ اور مت کر دے اپنے ہاتھ کو یعنی بوجہ بخل کے۔ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ مغلول بجانب اپنی گردن کے گویا وہ غل کی وجہ سے گردن مین بندھا ہوا ہو کہ کشادہ نہین ہوسکتا اور نہین پھیلتا ہے یعنی خرچ کرنے سے ایسا مت روک کہ تجھپر اور تیرے اہل وعیال پر تنگی ہو اور صلہ رحم و نیکیان سب سے ہاتھ رک جاوے۔ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور مت پھیلا اُسکو پورا پھیلانا حتی کہ ایسا اسراف ہوجاوے کہ تیرے ہاتھ مین کچھ نہ رہے۔ سراج مین ہو کہ حکما نے کتب اخلاق مین لکھا کہ ہر خلق کے دو جانب ہین ایک افراط یعنی زیادتی کی اور دوسرے تفریط یعنی کمی کی اور یہ دونون مذموم ہین اور لائق تعریف انکی اعتدال ہے پس خرچ مین یہانتک کمی کہ بخل ہوجاوے مذموم اور یہانتک ہاتھ کھولنا کہ اسراف ہوجاوے مذموم ہو اسکا انجام یہ کہ۔ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا یعنی اگر پہلی صورت ہو کہ ہاتھ یہانتک بند کرے کہ بخل ہوجاوے تو ملوم ہوگا کہ سب لوگ تجھپر ملامت کرینگے اور تیری بھلائی سے نا اُمید ہونگے اور اگر دوسری صورت ہو کہ خرچ مین یہانتک ہاتھ کشادہ ہو کہ کچھ نہ رہے تو محسور ہوگا یعنی ممنوع منقطع جیسے حسیر چوپایہ وہ کہ چلنے سے ضعیف و عاجز ہوکر بیٹھ رہا پس ملوماً محسوراً بطور لف ونشر مرتب ہو کہ بخیل ہونے کا انجام ملوم ہونا اور طاقت سے زیادہ خرچ کرنے کا انجام محسور ہونا۔ واضح ہو کہ یہان کشاف و بیضاوی و امام رازی نے یہ روایت لکھی کہ حضرت جابر رضہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میری مان نے مجھے حضور مین اسواسطے بھیجا ہو کہ آپ اُسکو قمیص عطا فرمادین کہ اُسکے پاس نہین ہو وہ پہنے پس آپ نے فرمایا کہ ایک ساعت سے دوسری ساعت پر یعنی اپنی درخواست کو ایک وقت سے تاخیر دیکر دوسرے وقت پر رکھے اسوقت دریغ نہین ہو دوسرے وقت ہوگی پلٹیگی وہ جاکر پھر واپس آیا اور عرض کیا کہ وہ مجبوری سے یہی قمیص مانگتی ہو جو آپ کے تن مبارک پر ہو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھکر اندر تشریف لے گئے اور وہی قمیص اتار دی اور آپ اُسی طرح برہنہ رہے ہمین بلال رضہ نے نماز کے واسطے اذان دی اور انتظار کیا مگر آپ تشریف نہ لائے تو آپ کے اصحاب متردد ہوکر بعد مشورہ کے بعضے آپ کے پاس گئے وہان آپ کو اس حال سے دیکھا تب یہ آیت نازل ہوئی یعنی ہوتے ہوے بخل نہ چاہیے اور نہ سب دیدیا جاوے کہ مجبوری ہو۔ شیخ ولی الدین عراقی رحہ نے کہا کہ مین اس واقعہ کی روایت و اسناد سے واقف نہین ہوا اور شیخ ابن حجر رحہ نے بھی اُسکی واقفیت سے انکار کیا کذا فی السراج۔ قفال رحہ نے محسور کی توجیہ مین کہا کہ جس نے اپنا کل مال خرچ کردیا اُسکی تشبیہ محسور کے ساتھ دی گئی ایسے شخص کے ساتھ جو سفر مین بوجہ سواری تھک کر بیٹھ جانے کے روکا گیا ہو اور وجہ تشبیہ یہ کہ جیسے وہ سواری اُس شخص کے واسطے منزل مقصود پہونچانے والی تھی اُسی طرح اسقدر مال انسان کے واسطے گویا سواری تھا کہ اسکو ایک مہینہ یا ایک سال تک پہونچاتا پس جیسے وہ سواری جب منقطع ہوئی تو آدمی منزل کے بیچ ہی مین پڑا رہگیا راستہ مین عاجز متحیر ہو اسی طرح آدمی نے جب ماہواری کفایت و ضرورت کی مقدار کو اس سے کم روز مین خرچ کر ڈالا تو اس مہینہ کے اندر ہی عاجز متحیر رہگیا اور جو کوئی ایسا کرتا ہو اُسکو ملامت ہوتی ہو اسکے لوگون سے اور اُن محتاجون سے جو اُسکی طرف سے لقمہ پانے کے محتاج تھے اور کہتے ہین کہ محض بے تدبیر ہو اور اسکو کچھ احتیاط نہین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ قفال نے رحہ نے ملوم محسور دونون کو اسی شخص سے متعلق کیا جس نے ہاتھ پورا

کشادہ کر دیا ہے یعنی اگر ہاتھ پورا کشادہ کرے تو ملوم محسور ہوگا اور سابق تفاسیر کے موافق قولہ فتقعد انجام دونوں کا ہے یعنی بخیل ملوم اور کشادہ دست محسور ہے
اور یہ زیادہ خوب ہے اور قفال رحمہ اللہ کی توجیہ اگرچہ پسندیدہ ہے لیکن منقول وہی اول ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس و حسن و قتادہ و
و ابن جریج و ابن زید و غیرہم نے فرمایا کہ مراد یہاں بخل و اسراف ہے۔ صحیحین میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بخیل
و خرچ کرنے والے دونوں کی مثال ایسی ہے کہ دو مردوں پہ گردن سے سینہ تک لوہے کی زرہ ہیں پس خرچ کرنے والا تو جب خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ زرہ
یہانتک کشادہ ہو جاتی ہے کہ اسکی کھال پر اسکی انگلیوں تک ڈھانپ لیتی ہے اور بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو زرہ کی ہر کڑی اپنی جگہ ایسی چپک جاتی
ہے کہ وہ اسکو کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر نہیں کشادہ ہوتی ہے صحیحین میں اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسماء رض
سے فرمایا کہ یوں یوں اور یوں خرچ کرتی رہ اور مت بھر رکھیو کہ اللہ تعالے تجھپر بھر رکھے یعنی تجھے نہ دیوے اور تھیلی کا منہ مت باندھو کہ اللہ تعالے تجھپر بند
کر دے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے فرمایا کہ تو خرچ کر تجھے نفقہ دیا جائیگا صحیحین میں ابوہریرہ رض
سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن نہیں ہوتا کہ جس میں بندے صبح کرتے ہیں مگر آسمان سے دو فرشتہ اترتے ہیں ایک کہتا ہے
کہ الٰہی خرچ کرنے والے کو اسکے بجاے اور دے اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی بخیل کو تلف دے۔ مترجم کہتا ہے کہ بخیل کا مال تلف ہونا ظاہر ہے کہ چند روزہ
زندگی میں اسنے یہ مال جمع کیا اور اسکی حفاظت میں اپنی عمر برباد کی نہ کھایا نہ کھلایا اور نہ کوئی نیکی اس سے حاصل کی پھر مرا تو سب اسکے ہاتھ سے
نکل گیا اور عمر و مال سب تلف ہوا۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کم ہوا مال کسی صدقہ سے
اور نہیں بڑھاتا اللہ تعالے کسی بندہ کو جس نے خرچ کیا ہے مگر عزت اور جس نے کہ اللہ تعالے کے واسطے عاجزی کی اللہ تعالے اسکو سربلند کرتا ہے۔ عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فرمایا لوگو بچو بخل سے کیونکہ اسنے تم سے اگلوں کو ہلاک کیا انکو بخل کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے بخل کیا اور انکو
قطع الرحم کا حکم دیا انھوں نے ناتے کے حقوق کاٹے اور انکو فسق و فجور کا حکم دیا وہ گناہ انھوں نے کیے بیہقی کی روایت میں ہے کہ جو کوئی کچھ صدقہ نکالتا ہے
تو ستر شیطان کے کلہ شکستہ ہوتے ہیں۔ امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خرچ
کرنے میں درمیانی چال چلا وہ کبھی مفلس نہ ہوگا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ تیرا رب کشادہ کر دیتا ہے رزق جسکے لیے چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ
اور کمی فرماتا ہے جسکے اوپر چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالے ہی رزاق ہے کشایش و تنگی اسی کے اختیار میں ہے جسطرح چاہتا ہے وہی اپنی مخلوق میں تصرف فرماتا ہے
پس جسکو چاہتا ہے توانگر کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے فقیر کرتا ہے کیونکہ اسمیں اسکی مصلحت ہے اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا وہی ہے
ہمیشہ اپنے بندوں کے ساتھ دانا و بینا یعنی خوب جانتا و دیکھتا ہے کہ کون لائق توانگری ہے اور کون لائق درویشی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے
فرمایا کہ میرے بندوں میں سے وہ بندہ ہے کہ اسکے واسطے بہتر نہیں مگر فقیری اور اگر میں اسکو توانگر کروں تو اسکے دین میں فساد ڈالے اور میرے بندوں میں سے
وہ ہے کہ اسکے واسطے بہتر نہیں مگر توانگری اور اگر میں اسکو فقیر کروں تو اسکا دین بگاڑ دے کذا فی تفسیر الامام الحافظ رح۔ اور واضح ہو کہ کبھی بعضے لوگوں کے حق میں
توانگری بطریق استدراج ہوتی ہے یعنی توانگری دیجاتی ہے کہ وہ اپنے اوپر بھلائی خیال کر کے گمراہی میں زیادہ ڈوبا رہے اور کبھی کسی شخص پر محتاجی اسکے حق میں
عقوبت ہوتی ہے اور ہم اللہ تعالے سے ان دونوں سے پناہ مانگتے ہیں ف اس آیت کریمہ کے اشارات سننا چاہیے کہ عرائس البیان میں ہے قولہ تعالی ولا تجعل
یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط۔ اشارہ مقام حقیقت کا یعنی یہ ہے کہ حقتعالے نے ادب سکھلایا کہ تنگی کرنے یا کشادہ کرنے میں اور روکنے یا دینے
میں درجہ اعتدال چاہیے کہ قبض و بسط خاطر میں امر الٰہی کی موافقت پر ہوتے ہیں اور رسوم ظاہری کی صورت پر نہیں ہوتے ہیں پس کبھی تو آدمی کسی رسم
ظاہری سے منقبض ہوتا ہے حالانکہ وہ مامور نہیں ہے اور کبھی بسط ہوتا ہے حالانکہ وہ بھی مامور نہیں ہے پس عارف صادق اللہ تعالے کی طرف سے روے زمین پر

عن علی کرم اللہ وجہہ ۱۲

خازن ہو وہ قبض وبسط موافق حکم کے فرماتا ہے۔ اسمین اشارہ ہو کہ عارف صادق کے پاس جو کچھ حاضر ہو وہی اسکے لائق ہو جب کہ محتاج ہو کیونکہ وہ منزل ازل وابد کی سفر مین ہو اور اگر اسکا مرکب ایک لمحہ تھک جاوے تو وہ ہزار برس کی راہ سے باز رہے اور دوسرا کوئی شخص جو مقام عبودیت مین ہو اسکی برابری نہین کرسکتا ہو۔ اور یہ کلام از قسم سخاوت وبخل نہین ہو اور انبیاء وصدیقین کی جبلت مین بخل نہین رکھا جاتا ہو انکا مذہب تو خیرات کرنا ہوتا ہو اور ہم نے جس طرف اشارہ کیا یہ معرفت کی حقیقی حکمت ہو پھر عارف کو چاہیے کہ جیسے تن کی پرورش کے لائق احوال مین درجہ اعتدال رکھتا ہو اسیطرح روحی پرورش وتربیت مین اعتدال چاہیے یعنی سالکین کے واسطے نہ اسقدر تنگی کرے کہ فضائل معرفت بالکل نہ پھیلاوے اور نہ ایسی کشایش کرے کہ ایسی بات ذکر کردے جسکو نہین اٹھا سکتے تو ہلاک ہو جاوین شیخ ابو سعید قرشی رح نے کہا کہ اس آیت مین اشارہ کیا کہ آدمی نہ تو بسط وسخاوت پر قائم ہو اور نہ منع وبخل پر کھڑا ہو بلکہ ہر حال مین اللہ تعالے کی رحمت پر مستقیم ہو بعض مشائخ نے کہا کہ جو تیرا نہین اسکا بخل مت کر اور عطا کی تمنا مت کر کیونکہ مالک درحقیقت اللہ تعالے کا ہو اور آدمی اسمین تقسیم کرنے والا ہوتا ہو کہ لوگون کے حقوق بانٹ دے چنانچہ حدیث مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تو بانٹنے والا ہون اور دینے والا فقط وہی اللہ تعالے ہے پھر ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى

اور مت مار ڈالو اپنی اولاد کو بخوف محتاجی کہ ہم رزق دیتے ہین انکو اور تم کو انکا قتل کرنا بڑی خطا ہو اور مت قریب ہونا کے

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝

یہ تو حد بھر فحش ہے اور بہت خراب راہ ہو

اللہ تعالے نے والدین کی وصیت پوری فرماکر اپنا رزاق ہونا ثابت کرکے اولاد کے بارہ مین وصیت کی بقولہ تعالے۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو۔ اولاد کے نام سے والدین کی محبت انپر بڑھائی ہر چند کہ والدین واولاد سب اللہ تعالے کے بندے مخلوق ہین مگر ایک تو اولاد کہا کہ والدین اولاد کے قتل سے دور بھاگین اور دوسرے انھین کی طرف نسبت کی کہ کوئی اپنی اولاد پر ظلم نہین کرتا پس اپنی اولاد کو مت قتل کرو۔ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ بخوف فقر وفاقہ کے۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ہم انکو رزق دیتے ہین اور تم کو یعنی جب جان چکے کہ رزق دینے والا اللہ تعالے ہو تم مین سے کوئی شخص رازق نہین ہو تو انکو رزق کی طرف سے فقیری کے خوف سے مت قتل کرو اور جان رکھو کہ اگر اولاد کے ساتھ تمکو ایک روٹی ملی تو اولاد نہونے کی صورت مین بھی تم کو اسی قدر رزق ملتا۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا یعنی اولاد کا قتل کرنا خواہ فقیری کے خوف سے ہو یا کسی اور خیال سے ہو جیسے راجپوت وعرب جاہل لڑکیون کو عار وشرم کی وجہ سے قتل کرتے تھے بہرحال سب طرح بڑی خطا ہے یہ بڑا کبیرہ گناہ ہو۔ ابن کثیر رح کے قرأت مین خطاء بفتح طار ومد ہو اور ابن ذکوان کی قرأت مین بدون مد ہو اور باقیون کی قرأت مین بکسر الخار وسکون طار ہو۔ رمانی رح نے کہا کہ خطا بکسر خار وسکون طار کے واسطے اسی صورت مین استعمال ہوتا ہو کہ جب عمداً برخلاف صواب کے عمل کرے اور بفتح خار وطار کبھی بغیر تعمد کے بھی ہوتا ہو خلاصہ یہ کہ اول لفظ تو عمداً خلاف صواب بدراہی کے فعل کو کہتے ہین اور دوم کبھی عمداً ہوتا ہو اور کبھی چوک جانے مین مستعمل ہوتا ہو پس جمہور کی قرأت مین مبالغہ ہو کہ یہ بات ایسی واضح ہو کہ جو کوئی چوک جانے کا دعوی کرے بالکل جھوٹا ہو اسکا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ عمداً بدکاری کبیرہ گناہ شمار ہوگا۔ صحیحین مین عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کون گناہ سب سے بڑا ہو فرمایا کہ تو اللہ تعا کے واسطے ہمسر بناوے حالانکہ اُسی نے تجھے پیدا کیا ہو مین نے عرض کیا کہ پھر کون ہو فرمایا کہ تو اپنے فرزند کو قتل کرے اس خوف سے کہ تیرے ساتھ اسکو طعام دیا جائیگا مین نے عرض کیا پھر کون ہو فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی جورو سے ملکر زنا کاری کرے۔ امام رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ اولاد کی پرداخت کی وجہ سے واجب ہوئی اول یہ

کہ والدین کے ظاہری سبب سے اولاد کا وجود ہوا اور اولاد اس حال مین نہایت ضعیف ہین اور سوائے والدین کے اُنکا کوئی تکفل نہین ہی اسی سبب سے
اولاد پر بھی والدین کی پیری ضرورت مین کفالت فرض ہی بعوض اسکے جو اُنھون نے اولاد کے ساتھ برتاؤ کیا ہی اگرچہ والدین کا احسان بہت بڑا ہی وہ
اولاد سے ادا نہین ہوسکتا ہی۔ دوسرے یہ کہ اگر والدین اپنے اولاد کی کفالت سے انکار کرین تو یہ عالم برباد ہوجاوے۔ سوم یہ کہ پیدائشی تعلق قرابت ایسی قرابت ہے
کہ اس سے زیادہ نہین ہوسکتی کیونکہ والدین و اولاد مین تعلق جزو اور ٹکڑا ہونے کا ہی اور یہ محبت کا سب سے بڑا سبب ہی پس اگر با وجود اسکے محبت نہو تو دلیل ہی کہ
روح بہت غلیظ اور قلب نہایت سخت ہی اور یہ بداخلاق مین سے سب سے بدتر ہی پس یہان حکم دیا تاکہ بدتر اخلاق دور ہون اور اولاد کہنے مین لڑکے
و لڑکیان دونون شامل ہین اور عرب زمانہ جاہلیت مین لڑکیون کو دو خیال سے قتل کرڈالتے تھے ایک تو یہ کہ لڑکیون سے کمائی کا کوئی فائدہ نہین ملتا
اور لڑکے لوٹ مار وغیرہ سے بھی حاصل کراتے تھے اور دوم یہ کہ جب جوان ہوئین تو شاید اُنکا کفو نہ ملا تو زناکاری کرین یا غیر کفو سے نکاح کردی جاوین
بہرحال شرم و عار شدید ہی پس اللہ تعالے نے انکو اس سے منع فرمایا کیونکہ ترحم و شفقت دونون قسم مین سے ہر ایک پر بوجہ اولاد ہونے کے ہی اور اسمین دونون
برابر ہین اور باقی جو کچھ خوف ہی وسوسہ شیطانی ہی مثل مشہور ہی کہ بعضے لڑکون سے لڑکیان کروڑ درجہ بہتر ہین پھر زناکاری سے مرد و عورت سب کو منع فرمایا
بقولہ تعالے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى یعنی زنا کے پاس مت جاؤ۔ یعنی زنا کرنا تو دور ہی اسکے پاس بھی مت جاؤ۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً کیونکہ وہ حد سے
بڑھا ہوا قبیح ہی۔ زناکاری مین بہت سے فتنہ پیدا ہوتے ہین جیسے چوری و لڑائی و قتل کرنا اور نسب کا ضائع کرنا اور باطل طریقہ سے نطفہ پیدا ہونا
پس حد بھر قبیح فعل ہی۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا اور بُری راہ ہی یعنی زنا کا راستہ بہت بُرا ہی و قال الامام احمد حدثنا یزید بن ہارون حدثنا جریر حدثنا سلیم
بن عامر عن ابی امامۃ۔ یعنی امام احمد نے اس اسناد سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرد نوجوان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجیے پس لوگ اسپر متوجہ ہوئے اور اسکو جھڑکا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے
قریب ہو جب وہ نزدیک ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا وہ بیٹھ گیا پس فرمایا کہ تو اپنی مان کے واسطے اسکو پسند کرتا ہی یعنی زناکاری کیجاوے۔ اُسنے کہا کہ واللہ
نہین پسند کرتا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اپنی ماؤن کے حق مین اسکو پسند نہین کرتے ہین فرمایا کہ بھلا تو اسکو اپنی بیٹی کے واسطے
پسند کرتا ہے اُسنے کہا کہ واللہ یارسول اللہ نہین پسند کرتا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اسکو اپنی بیٹیون کے حق مین نہین پسند
کرتے فرمایا کہ بھلا اسکو اپنی بہن کے حق مین پسند کرتا ہے عرض کیا کہ واللہ نہین پسند کرتا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اسکو اپنی
بہنون کے حق مین نہین پسند کرتے فرمایا کہ تو اسکو اپنی پھوپھی کے واسطے پسند کرتا ہے عرض کیا کہ واللہ نہین مجھے اللہ تعالے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور
لوگ بھی اسکو اپنی پھوپھیون کے حق مین نہین پسند کرتے ہین فرمایا کہ بھلا تو اسکو اپنی خالہ کے حق مین پسند کرتا ہی عرض کیا کہ نہین واللہ آپ پر اللہ تعالے
مجھے فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اسکو اپنی خالاؤن کے حق مین نہین پسند کرتے ہین راوی نے کہا کہ پھر آپ نے اپنا دست مبارک اسپر رکھا اور فرمایا
کہ اللھم اغفر ذنبہ وطہر قلبہ واحصن فرجہ یعنی الٰہی اسکا گناہ بخشدے اور اسکا قلب پاک کردے اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ کردے۔ راوی نے کہا کہ پھر اسکے
بعد وہ نوجوان ایسا ہوگیا کہ کسی چیز کی طرف التفات نہین کرتا تھا۔ ابن ابی الدنیا نے روایت کی کہ حدثنا عمار بن نصر حدثنا بقیۃ عن ابی بکر بن
ابی مریم عن الہیثم بن مالک عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من ذنب بعد الشرک اعظم عند اللہ من نطفۃ وضعھا رجل فی رحم لا یحل لہ یعنی ہیثم بن
مالک رضہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ شرک کے بعد کوئی گناہ اللہ تعالے کے نزدیک اس سے بڑھکر نہین کہ آدمی
اپنا نطفہ ایسے رحم مین ڈالے جو اُسکے واسطے حلال نہین ہی جب اللہ تعالے نے قتل اولاد اور اسراف سے منع فرمایا تو اسکے بعد عموماً قتل نفس و خصوصاً
اسراف مال یتیم سے منع فرماکر بعد تاکید وفاے عہد کے تین باتون کا حکم دیا بقولہ تعالے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا

اور مت مارڈالو جان کو جوکہ اللہ تعالے نے حرام کردی ہو مگر حق کے ساتھ اور جو کوئی مارڈالا گیا مظلوم بناکر توضرور ہم نے کردیا اسکے ولی کے لیے غلبہ سو مت

يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ○ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ

اسراف کرے قتل مین بیشک وہ نصرت دیا گیا ہے اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر طریقہ سے جو احسن ہو یہانتک کہ وہ پہونچے مضبوطی کو

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ○ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ

اور پورا کرو عہد کو عہد توضرور پوچھا جائیگا اور پورا کرو پیمانہ کو جب تم ناپو اور وزن کیا کرو ترازو سے جو راست ہو یہ بات

خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○

بہتر اور بہت خوب ہو ازراہ انجام کے

پہلے قتل اولاد سے منع فرماکر عموماً قتل نفس سے جو ناحق طور پر ہو منع فرمایا بقولہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور مت قتل کرو نفس کو۔ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وہ نفس جسکو اللہ تعالے نے محرم کیا ہو یعنی اسلام و عہد سے اسکو معصوم و لائق احترام کردیا ہو پس جو لوگ کافر ہین اور اُنسے معاہدہ نہین ہے حتی کہ اُنپر جہاد کا حکم ہووے اس کرامت مین داخل نہین ہین اور جو کفار کہ مطیع اسلام ہوکر دار الاسلام مین آباد ہین اُنکی جانون و مالون کی حفاظت مسلمانونپر واجب ہو اور جزیہ اُسی کا عوض ہو اور جن کافرون سے کسی مدت کا معاہدہ ہو انکا قتل کرنا بھی ایام صلح مین نہین جائز ہو غرضکہ اسلام لانے یا عہد کرنے سے جو جانین محفوظ ہین انکو مت قتل کرو۔ اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ یعنی ایسے امر کے ساتھ قتل کرو جو اُنکا قتل کرنا بحکم شرع مباح کرتا ہے۔ وفی تفسیر الامام الحافظ یعنی حق شرعی کے ساتھ قتل کرنا روا ہو چنانچہ صحیحین مین ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین خون کسی مرد مسلمان کا جو کہتا ہو کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ مگر تین باتون مین ایک کے ساتھ ایک تو جان کے عوض مین جان کو مارو دوم جورو والا مرد یا شوہر والی عورت زنا کرے سوم جو ترک کرے دین کو جدا ہو جماعت سے۔ اور صحاح مین ہو کہ ایک مسلمان کے قتل سے تمام دنیا کا زوال اللہ تعالے کے نزدیک آسان ہو۔ معالم مین ہو کہ حلال نہین خون کسی مسلمان کا مگر تین مین سے ایک کے ساتھ وہ شخص کہ کافر ہو گیا بعد ایمان کے یا اُسنے زنا کیا بعد محصن ہونے کے یا قتل کیا اُسنے کسی جان کو بدون عوض جان کے تو اُسکے قصاص مین قتل کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہو کہ کلمۂ طیبہ کی شہادت سے مراد یہ ہو کہ ظاہری اسلام پر اکتفا کیا جاوے پس اگر دل سے اعتقاد نہ ہو تب بھی ہم اُسکے ظاہر کے موافق مسلمانون مین اسکو شامل کرینگے اور وہ مسلمان ہوگا لیکن شرع نے بعضے قول و فعل ایسے قرار دیے ہین کہ اگر وے اس سے ظاہر ہون تو ہم اسکے کافر و مرتد ہونیکا حکم دینگے جنکی تفصیل فتاوی ہندیہ کی کتاب المرتدین مین جلد دوم مین مذکور ہو جیسے بت کو سجدہ کرتا ہو یا قرآن کو کلام مصنوعی بتلاوے یا نماز و زکوۃ وغیرہ کا منکر ہو تو اس صورت مین وہ تین باتون مین سے ایک یعنی مرتد ہونے و دین بدلنے مین داخل ہوکر واجب القتل ہو جائیگا اگر توبہ نہ کرے۔ پھر جان کے عوض قتل کیا جانا مباح ہے لیکن یہ کام حاکم اسلام کا ہے حتی کہ ہر ایک کو روا نہین ہے کہ اگر زید نے بکر کو قتل کیا تو بکر کو قصاص مین مار ڈالے بلکہ حاکم ہی مقتول کے ولی کو بعد ثبوت کے اجازت دیگا۔ یہ مسئلہ البتہ یہان ہے کہ اگر خون اسکا مباح ثابت ہو چکا اور قتل کیے جانے کا حکم ہو چکا پھر ولی کے سوا کسی دوسرے نے جاکر قیدخانہ مین اُسکو قتل کیا تو اس قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا یہی صحیح ہے اسی طرح محصن یعنی مرد جورو والا اور عورت شوہر والی اگر زنا کرین تو جب حاکم کے نزدیک زناکاری گواہون سے ثابت ہو جاوے جو طریقہ اُسکا مذکور ہے تب سنگسار کیا جاوے لیکن اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا تو ثبوت مین شک ہوکر چھوڑا جائیگا غرضکہ یہ بھی اپنے طریقہ سے بحکم قاضی اسلام ثابت ہوتا ہو۔ دین بدلنے کا بیان ہو چکا۔

پھر امام ابوحنیفہ رح کے یہان مرتد کو مستحب ہی کہ سمجھایا جاوے اور اُسکا شبہہ دور کیا جاوے اور توبہ کرائی جاوے پھر نہ مانے تو قتل کیا جاوے اور عورت اگر دین سے پھر جاوے تو کسی حال مین قتل نہ کیجائیگی مگر فہمایش دیجاوے قید کیجاوے اور اس سے نکاح روا نہین ہے سراج مین لکھا کہ جیسے مسلمان کا دین اسلام سے پھر کر دوسرے دین پر ہو جانا ویسے ہی کافر کا ایک ملت سے دوسری ملت پر ہو جانا خواہ دوسرے دین پر ٹھہرے یا نہ ٹھہرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مرتد ہمارے نزدیک فقط وہی ہے جو اسلام چھوڑ کر کفر پر جاوے اور کافرون کی ملتین سب کفر ہین۔ اور لکھا کہ فقہا نے یہان اور چند چیزون مین اختلاف کیا ہے۔ ازانجملہ یہ کہ جس نے نماز چھوڑی پس اگر اُس سے منکر ہو کر چھوڑی تو بالاتفاق مرتد ہی قتل کیا جاوے اور اگر کسل سے چھوڑی تو امام شافعی رح کے نزدیک چند شرائط معلومہ کے ساتھ واجب القتل ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب القتل نہین ہے اُسکا گناہ عظیم ہے جیسے کنوارا مرد یا عورت زنا کرے۔ ازانجملہ یہ کہ جو شخص اغلام کرے یعنی لونڈون یا مردون کے ساتھ فعل فاحشہ کرے تو امام شافعی کے نزدیک فاعل کو قتل کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب نہین ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک قتل کرنا اُسکے واسطے حد مقرری نہین ہی اور یہ فعل نہایت درجہ فحش ہے پس حاکم کو اختیار ہے کہ اُنپر دیوار ڈھاوے یا دریا مین غرق کر دے یا اُسکے مانند سزا دیوے اور احادیث صحاح مین ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے اغلام کے فاعل و مفعول دونون پر دیوار گروادی اور مروی ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جلوا دیا مگر حدیث صحیح مین جلانے کی سزا دینے سے ممانعت ہی لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آیندہ ایسی سزا نہین دی۔ ازانجملہ یہ کہ اگر جادوگر نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اپنے جادو سے فلان کو قتل کر ڈالا تو امام شافعی کے نزدیک وہ واجب القتل ہی اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب القتل نہین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر کوئی شخص ہو کہ راہ مین لوگون کو نشہ دیکر مال لوٹتا ہو یا ایسے طور پر فساد کرتا ہو تو اگر کئی مرتبہ ظاہر ہوا اگرچہ معائنہ کے گواہ نہ ہون تو امام اُسکو قتل کر سکتا ہی اور فتاوی کی کتاب التعزیر مین ایسے مسائل دیکھنا چاہیے۔ ازانجملہ اگر کسی نے دوسرے کو بغیر دھار کی چیز کے صرف بھاری چیز سے قتل کیا تو قاتل واجب القتل ہی یہ امام شافعی رح کا قول ہی اور مترجم کہتا ہی کہ باب شہید مین اسکا بیان مصرح ہی وہان دیکھو۔ ازانجملہ یہ کہ جس نے چوپایہ کے ساتھ وطی کی تو اکثر فقہا کے نزدیک وطی کرنے والا واجب القتل نہین ہی اور یہی امام ابوحنیفہ و ائمہ معروفین کا مذہب ہے لیکن چوپایہ ذبح کر کے جلا دیا جاوے یہ حدیث مین آیا ہی اور یہی قول فقہ مین بھی صحیح ہی۔ اور بعضے فقہا کے نزدیک وطی کنندہ واجب القتل ہی پھر ان مسائل مین ہر ایک فقیہ نے جن دلائل شرعیہ سے اپنا مختار حکم نکالا ہی وہ فقہ مین مصرح ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہان ایک بات اور بھی جان لینا چاہیے کہ ہمارے نزدیک اگر باپ نے بیٹے کو قتل کیا اگرچہ ناحق ہو تو باپ اُسکے قصاص مین قتل نہ کیا جائیگا اور واضح ہو کہ جو قاتل چھوڑ دیا گیا اسپر دیت لازم ہونے اور بردہ آزاد کرنے یا دو مہینہ کے پے درپے روزے رکھنے کے احکام موافق آیت سورۂ نسا کے فقہ مین مصرح ہین اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کیا تو آیا قصاص مین قتل کیا جاوے یا نہین اسمین اختلاف فقہ مین مذکور ہی اور اگر مالک نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر حاکم اسکو تعزیر دیگا اور وہ شرعی سزا ادا کرے[روزہ وغیرہ ۱۲] لیکن اگر غیر کے غلام مسلمان کو قتل کرے تو ہمارے نزدیک اسپر قصاص ہی مع اُن شرائط کے جو فقہ مین مذکور ہین۔ حاصل یہ کہ اگر حکم شرعی ہو تو حق شرعی سے جان کو قتل کرنا مباح ہی اور جیسے شرع نے اپنے حکم و اختیار سے قتل کر دیا اور بدون اسکے آدمی کو سخت منع فرمایا کہ جان کو جو معصوم محرّم ہے مت قتل کرو اور دوسرے مقام کی آیت مین بیان فرمایا کہ ناحق جان مار ڈالنے والا ایسا ہی کہ گویا اسنے تمام جہان کی جانین مار ڈالین اور دوسری آیت مین قصاص کا فائدہ بتلا دیا کہ اس سے تم لوگون کی زندگی ہی کیونکہ جو شخص جانے کہ مین بھی مار ڈالا جاؤنگا وہ باوجود بیباک و ظالم ہونے کے اس سے باز رہیگا ورنہ جس نے ایک جان کی آبرو نہ سمجھی نڈر ہو گیا اُسنے سب جانون کی حرمت کھوئی کہ جیسے ایک جان ویسے سب پس قصاص مشروع ہونے کی یہی حکمت ہے اور یہان فرمایا کہ۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا اور جو کوئی قتل کیا گیا مظلوم ہو یعنی کسی ظلم سے مظلوم ہو یعنی حق شرعی سے مقتول نہ ہوا ہو بلکہ کسی ناحق

طور پر مقتول ہوا۔ فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا تو ہم نے مقتول مذکور کے ولی کے لیے قابو کرا دیا ہے۔ ولی وارث ہوتا ہے خواہ سب سے مقدم ہو جیسے بیٹا یا باپ پھر اُسی ترتیب سے پھر اور میراث والے پس ولی خواہ نزدیک کا ہو یا دور کا ہو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مسلط کیا گیا ہے۔ معالم مین کہا کہ سلطانا یعنی قوت و ولایت اپنے مظلوم مقتول کے قاتل پر اس امر کی کہ اسکو با اجازت شرعی قتل کر سکتا ہے یہ مجاہد کا قول ہے اور ضحاک نے کہا کہ سلطان اسکے واسطے یہ ہے کہ اسکو اختیار ہے چاہے قاتل سے قصاص لے لے یعنی جس طریقہ سے بعد اثبات کے حکم شرعی بذریعۂ قاضی وحاکم ہوا کرتا ہے اور چاہے دیت لیکر قاتل کو عفو کر دے۔ مسئلہ ہے کہ اگر ایک ولی نے عفو کیا تو دوسرے ولی کو قصاص کا اختیار نہ رہا بلکہ وہ بھی دیت ہی لے سکتا ہے اور انتقال عفو سے بجانب دیت ہو جاتا ہے اور مفت بھی چنانچہ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ سلطانا یعنی ولی کو سلطنت دی قاتل پر کہ وہ مختار ہے چاہے قصاص مین قتل کرے اور چاہے دیت پر عفو کرے اور چاہے مفت معاف کر دے جیسا کہ سنت مین ایسا ثابت ہوا ہے۔ بالجملہ مقتول کے ولی کو سلطنت دی گئی ہے۔ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ حمزہ وکسائی کی قرأت مین فلا تسرف بتاء فوقیہ ہے یعنی پس تو قتل مین اسراف مت کر۔ باقیون کی قرأت مین بیاء تحتیہ ہے یعنی پس وہ قتل مین اسراف نہ کرے پھر اگر خطاب یا غیبت سے مراد ظالم قاتل ہے تو معنے یہ ہوے کہ جب قتل ناحق سے ولی مقتول مسلط کیا گیا ہے کہ وہ قاتل کو قصاص مین قتل کر سکتا ہے تو اے قاتل ظالم سمجھ ایسے قتل ناحق کرنے مین جو کہ اسراف ہے پڑنا نہ چاہیے۔ اور اگر ولی مقتول مراد ہے تو یہ معنی ہوے کہ ولی مقتول جو کہ مسلط کیا گیا ہے اسکو قتل قصاص مین اسراف نہ چاہیے۔ اسراف کی تفسیر مین کئی وجہ ہین ایک یہ کہ ولی کو نہ چاہیے کہ قاتل کے ساتھ دوسرے کو بھی قتل کرے۔ ابن کثیر رح نے تفسیر مین لکھا کہ یہ ابن عباس کا قول ہے اور محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور بات یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت مین جب کسی قبیلہ مین سے کوئی مقتول ہوتا تو اولیاء مقتول صرف اتنی بات پر راضی نہین ہوتے تھے کہ فقط قاتل کو قتل کردین جب تک کہ اُس سے اشرف قتل نہ کرین۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ جب قاتل ایک ہی ہو تو عوض مین ایک جماعت کو اُسکے اقارب سے قتل نہ کرین اور جاہلیت والے ایسا کرتے تھے۔ وجہ دوم قتادہ نے کہا کہ قاتل کو قصاص مین قتل کر کے پھر اُسکو مثلہ نہ کرے یعنی اُسکے کان ناک کاٹنا اور پیٹ چاک کرنا وغیرہ حرکات اس قاتل کے لاش کے ساتھ نہ کرے۔ سراج مین لایا کہ اسراف کی تفسیر مین تیسری وجہ یہ ہے کہ قاتل کو چھوڑ کر سب قبائل سے اشرف منتخب کر کے انہین سے خاص خاص لوگون کو قتل کرے جیسا کہ جاہلیت والے کبھی ایسا کرتے تھے تو اس سے منع فرما دیا۔ قفال رحمہ اللہ نے کہا کہ اسراف مین ان سب وجوہ سے ممانعت داخل ہونا کچھ بعید نہین ہے کیونکہ یہ سب صورتین اسراف ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ولی مقتول کو قصاص مین یہ بھی قابو نہ دیا جاوے کہ مثلاً وہ کُھٹل چُھری سے ذبح کرے۔ بالجملہ منع فرمایا کہ ولی مقتول قتل قصاص مین اسراف نہ کرے۔ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا وہ نصرت دیا گیا ہے۔ مفسرین نے ضمیر مذکور کے مرجع مین اختلاف کیا کہ وہ سے کون مراد ہے۔ معالم وغیرہ مین مجاہد رح سے ذکر کیا کہ مقتول کی طرف راجع ہے یعنی مقتول مظلوم کو نصرت دی گئی ہے دنیا مین تو اسطرح کہ اسکے قاتل پر قصاص واجب ہے حتی کہ اگر کسی کا ولی نہ ہو تو سلطان اُسکا ولی ہے اور آخرت مین اسطرح کہ مقتول کے گناہون کا کفارہ ہوگا اور اس کا قاتل جہنم مین جائیگا۔ واضح ہو کہ باہمی دونون مین مقاتلہ نہو ورنہ آخرت مین خالی قاتل کی سزا جہنم نہین ہے بدلیل اسکے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ جب دو مسلمان باہم تلوار لیکر مقابلہ مین بھڑین تو قاتل ومقتول دونون جہنمی ہین لوگون نے عرض کیا کہ بھلا یہ تو قاتل تھا اس مقتول کا کیا قصور ہے فرمایا کہ وہ بھی حریص تھا کہ اپنے مقابل کو قتل کرے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ مجاہد رح کا قول اس صورت مین مناسب ہے کہ فلا یسرف فی القتل سے مراد قاتل ہو یعنی قاتل کو یہ فعل اسراف نہ چاہیے انہ کان منصورا کیونکہ مقتول کو دنیا وآخرت مین نصرت دی گئی ہے حتی کہ جماعت اسلام وگروہ مسلمین مع سلطان کے مقتول کی طرف سے مواخذہ واجب ہے۔ پھر معالم وتفسیر ابن کثیر وغیرہ مین ہے کہ قتادہ کے قول مین یہ ضمیر ولی مقتول کی طرف راجع ہے یعنی ولی مقتول کو نصرت

دی گئی ہو کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت لے پس اسی قدر پر اکتفا کرے اور اس سے زیادہ نہ چاہیے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یعنی ولی مقتول کو نصرت ہے شرعا براہ غلبہ و قدرت کے۔ اور شیخ امام نے اس کلام کی تفسیر مین فقط اسی قدر پر اکتفا کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فلا یسرف مین قاتل مراد لیکر یہ تفسیر قتادہ رح کی انسب ہے جیسا کہ معالم مین بعض کا قول مذکور ہے۔ اور اگر فلا یسرف مین ولی مقتول کو اسراف سے ممانعت ہے تو قولہ انہ کان منصورا کی ضمیر بجانب قاتل راجع ہونا مناسب ہے اور توجیہ اسکی سراج وغیرہ مین اسطرح مذکور ہے کہ ولی مقتول کو اسراف نہ چاہیے کیونکہ قاتل منصور ہے اسلیے کہ اللہ تعالے کی طرف سے اُسپر زیادتی حرام ہے اور اسلیے کہ جب اُسکے فعل سے زیادہ اُسپر دنیا مین عذاب ہوا تو آخرت مین اُسکو نصرت ہوگی۔ مترجم کے نزدیک یہ توجیہ ہے واللہ تعالے اعلم۔ اولی یہ ہو کہ تفسیر مین یون کہا جاوے قولہ من قتل مظلوما جو کوئی مظلوم مقتول ہوا۔ فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ تو اُسکے ولی کے واسطے ہم نے قاتل پر سلطنت و غلبہ شرعی دیدیا ہو کہ قاتل کو قصاص مین قتل کرے بمعاونت المسلمین و امام المسلمین۔ فلا یسرف فی القتل۔ تو قاتل کو ایسا اسراف نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایک عالم کے مقابلہ مین وہ بہرحال مجبور ہوکر ماخوذ ہوگا اور ولی مقتول اسپر غالب ہوگا۔ انہ کان منصورا۔ قدرت الٰہی مین ولی مقتول منصور ہو پس قاتل لامحالہ مقہور ہوگا۔ امام ابن کثیر رح نے یہان ایک لطیف استنباط نقل کیا یعنی قولہ تعالے من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا مین لکھا کہ امام الحبر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے عموم سے نکالا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہو جائیگی اسوجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی وہی تھے اور عثمان رض مظلوم شہید ہوے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے قاتلان عثمان کا مطالبہ کرتے تھے کہ قاتلون کو مجھے سپرد کیجیے تاکہ مین اُن سے قصاص لون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مہلت چاہتے تھے کہ امر خلافت مین جو فتنہ پھیل گیا ہے یہ فرو ہو جاوے اور بات جم جاوے تو ایسا کیا جائیگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر معاویہ رض سے چاہتے کہ شام کا ملک سپرد کرو پس معاویہ رض نے اس سے انکار کیا یہانتک کہ قاتلان عثمان رض کو سپرد کرین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت سے بھی انکار کیا اور تمام شام کے اہل اسلام اُنکے ساتھ ہوگئے پھر انجام کو جسطرح ابن عباس رض نے استنباط کیا تھا وہی ہوا کہ سلطنت معاویہ رض پر مستقر ہوگئی اور یہ عجب بات اور عجیب استنباط ہے اس استنباط کو طبرانی نے اپنے معجم مین اسطرح روایت کیا کہ حدثنا یحیی بن عبد الباقی قال حدثنا ابو عمیر بن النحاس حدثنا ضمرۃ بن ربیعۃ عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن زہدم الجرمی قال کنا فی سمر ابن عباس الخ یعنے ہم لوگ حضرت ابن عباس کے پاس اُنکے کلام سننے کو حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مین تم سے ایک بات بیان کرتا ہون کہ نہ وہ پوشیدہ ہے اور نہ علانیہ ہے بات یہ ہے کہ جب اس مرد کا واقعہ ہوا جو کچھ ہوا یعنی حضرت عثمان کا تو اسوقت مین نے علی رض سے کہا کہ سب سے کنارہ کرو کہ اگر تم کسی سوراخ کے اندر ہوگے تب بھی تلاش کرکے نکالے جاؤگے مگر انھون نے نہ مانا اور قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ ضرور تم پر معاویہ رض سلطان ہو جائیگا اور یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا الآیہ اور ضرور ہے کہ تمکو قریش اُس چال چلن پر جو فارس و روم کا طریقہ ہے مجبور کرینگے اور ضرور ہے کہ ایک وقت یہود و نصاری و مجوسی تمھارے امور کے قیم ہونگے پس ایسے وقت جسنے وہ اختیار کیا جو دین سے پہچانتا ہے تو نجات پائی اور جس نے چھوڑا اور ضرور تم چھوڑ دوگے تو ایسے ہو جاؤگے جیسے اگلی امتون مین سے ایک امت پس ہلاک ہوگے جیسے وے ہلاک ہوے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط اس سے زیادہ عجیب ہے جسقدر مذکور ہوا کیونکہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جلد ہوگئی ولیکن اسمین آخر زمانہ مین نصاری کا غلبہ مذکور ہے کہ آج دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانون کے قیم مختلف طریقون سے یہی لوگ ہین حتی کہ اکثر ملکون مین نصرانی بادشاہ ہین اور کہین مال سے اور سامان سے اور کہین قرضہ سے مسلمانون کے واسطے یہ قوم قیم امور ہین اور اس کلام مین یہ بھی اشارہ کردیا کہ تم لوگ ضرور اپنے دین کے امور چھوڑ دوگے۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانون کو بوجہ دین پر قیام کے غلبہ تھا پھر جب انھون نے اُسکو چھوڑا تو دوسری اقوام کے مثل ہوگئے پس اب جو زبردست ہو وہی حاکم ہو حالانکہ سامان جنگ و فنون حرب مین

نصرانیون سے کم رہے لہذا مغلوب ہوئے اور امر آلہی مقدر ولا محالہ ہونے والا ہے سراج مین لکھا کہ جب اللہ تعالےٰ نے جانین تلف کرنے سے ممانعت کردی تو اسکے بعد مال تلف کرنے سے ممانعت فرمائی اور اموال یتیم کو مخصوص بیان فرمایا کیونکہ یتیم بسبب صغر سنی و ضعف کے اموال کی جانب زیادہ احتیاج رکھتا ہے لہذا فرمایا وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے یعنی اسمین اسراف سے تصرف کرنا تو پاس جانے اور لینے کے بعد ہوگا تم اسکے پاس ہی مت جاؤ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو امور ایسے ہون کہ غالباً وہان نزدیک ہونے سے آدمی مبتلائے فتنہ ہوجاتا ہے تو اگرچہ آدمی کو عزم جزم ہو کہ مین مبتلا نہین ہونگا تب بھی نزدیک نہ جاوے مثلاً شراب خانہ کی صحبت مین نہ جاوے اگرچہ اسکا عزم ہو کہ ہرگز نہین پونگا کیونکہ حدیث مین ہے جو چراگاہ کے گرد گھومے وہ نزدیک ہے کہ اسمین مبتلا ہوجاوے اسی واسطے حکم دیدیا کہ کسی قصد و کسی ارادہ سے یتیم کے مال کے پاس مت جاؤ۔ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ سوائے اُس طریقہ کے جو احسن ہے یعنی مقصود یہ نہین ہے کہ یتیم و اُسکے مال کو تنہا چھوڑ دو بلکہ اسمین فساد کی نگاہ سے ہرطرح بچو اور اصلاح کی نگاہ سے دیکھو اور اُس مال کے پاس جاؤ اور جسطرح اُسمین بہتری ممکن ہو کرو حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اور یتیم کا کفالت کرنے والا جنت مین اسطرح ہونگے اور آپ نے بیچ اور کلمہ کی دونون انگلیان ملائین۔ بالجملہ یتیم کی غور پرداخت اور کفالت کرنے مین بڑا درجہ ہے تو اسکے مقابلہ مین جو اسکے ساتھ بدی کرے گا اسکا گناہ بھی عظیم ہے لہذا فساد سے منع کردیا اور اچھی طرح سے پرداخت کو مستثنیٰ کیا۔ طریقہ احسن مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ اُسکے مال مین اسطرح تصرف کردے کہ جس سے وہ مال بطور حلال کے بڑھتا جاوے مثلاً حفاظت کے ساتھ مفت اسکو تجارت مین لگادے اور سب نفع اسی مین ملاتا جاوے وجہ دوم یہ کہ مجاہد رحمہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اگر یتیم کا پرداخت کرنے والا اُسکی پرداخت جب ہی کرسکتا ہے کہ اپنی محتاجی و ضرورت کے لائق اُسکے مال سے کھاوے تو بطور معروف اسمین سے کھاوے اور جب اُسکو فراغت حاصل ہو تو جسقدر کھایا ہے ادا کردے اور اگر اُسکو فراغت حاصل نہ ہوئی یہانتک کہ مرگیا تو اُسپر کچھ مواخذہ نہین ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اموال یتیم مین تصرف مت کرو مگر ایسے طریقہ سے جو اسکے حق مین بہتر ہو وقال تعالےٰ ولا تاکلوہا اسرافا وبدارا ان یکبروا یعنی اموال یتیم کو مت کھاؤ اسراف و مبادرت کرنے کے طور پر بخوف اسکے کہ یتیم بالغ ہوکر لے لینگے۔ ومن کان غنیا فلیستعفف۔ اور جو کوئی تم مین سے توانگر ہو تو اسکو چاہئے کہ یتیم کے مال سے عفت و پرہیزگاری چاہے۔ ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ اور جو کوئی تم مین سے محتاج ہو تو بطور معروف کے اسمین سے کھاوے۔ صحیح مسلم مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوذر مین تجھے کمزور دیکھتا ہون اور مین تیرے لیے وہ پسند کرتا ہون جو اپنی جان کے لیے پسند کرتا ہون تو مت حاکم کیجیو دو آدمیون کے درمیان اور مت متولی ہوجیو یتیم کے مال کا۔ حاصل یہ کہ یتیم کے مال مین بطور احسن متولی ہونا ثواب عظیم رکھتا ہے اور فقہ مین مذکور ہے کہ اگر یتیم کے مال مین سے کوئی چیز خود خریدے تو سب سے زیادہ دام دیوے بشرطیکہ وہ مال فروخت کرنے مین یتیم کے حق مین نفع ہو کسی طرح نقصان نہو اور اگر اپنا مال اُسکے واسطے فروخت کرے اور خریدنے مین یتیم کا نفع ہو تو سب سے کم دامون کو دیوے اور اسطرح بیع جائز ہوسکتی ہے اور تفصیل اپنے مقام پر ہے۔ پھر ایسی اصلاح کے ساتھ متولی کی ولایت یتیم پر باقی رہتی ہے حَتّٰى يَبْلُغَ یہانتک کہ پہونچ جاوے یتیم۔ اَشُدَّهٗ اپنی مضبوطی کو سراج مین لایا کہ اشد یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد اس سے نیک چال چلن و تمیز کے آثار پائے جاوین جیسا کہ دوسری آیت مین آیا کہ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم یعنی بعد بلوغ کے پھر اگر اُنسے رُشد کے آثار ظاہر ہون تو انکے اموال انکو دیدو۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شرط وجوب کی نہین ہے اور تفصیل اسکی اسی آیت کے تحت مین پارۂ پنجم شروع مین گذر چکی۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے زنا و قتل حرام کرنے و مال یتیم بطور حرام کھانے سے منع فرمادیا تو اسکے پیچھے تین باتون کی بجاآوری کا حکم فرمایا۔ اول قولہ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ اور پورا کرو عہد کو یعنی اگر اللہ تعالےٰ سے تم نے ایمان کا اقرار

اوامر کی بجا آوری و منہیات کے ترک کا عہد کیا اور جیسے نذر کرکے عہد کر لیا ہو تو اسکو پورا کرو یا تم نے لوگون سے کسی قول و فعل جائز پر عہد کیا تو اسکو پورا
کرو اور واضح ہو کہ اگر کسی نے عید کے دن کے روزہ کی نذر کی تو ہمارے نزدیک منعقد ہو جائیگی اور معاصی کی نذر مین کفارہ ادا کرے اور توبہ کرے
اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا البتہ عہد پوچھا گیا ہی۔ معالم مین فرمایا کہ سدی رح نے کہا کہ عہد مسئول ہی یعنی مطلوب ہی یعنی عہد کا مطالبہ ہی کہ پورا
کیا جاوے پس عہد کرنے والے سے مطالبہ ہوگا کہ ضائع نہ کرے اور سراج وغیرہ مین لایا کہ ایک یہ معنی ہین کہ عہد مسئول ہی یعنی صاحب عہد۔
پس مضاف حذف ہو کر مضاف الیہ اُسکی جگہ رکھا گیا اور حاصل یہ ہوا کہ صاحب عہد سے اسکا عہد پوچھا جائیگا۔ شیخ ابن کثیر رح نے اسی پر
اقتصار کیا ہی۔ سراج مین کہا کہ وجہ سوم یہ کہ نفس عہد سے پوچھا جاوے کہ بھلا تو کیون توڑا گیا اور کیون تو پورا نہ کیا گیا اور مقصود اس سے عہد کرنے
والے وضائع کرنے والے پر تبکیت ہے جیسے موؤدہ (زندہ درگور) لڑکی کے حق مین فرمایا واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت اور جیسے عیسی علیہ السلام کے واسطے
فرمایا واذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین۔ پس خطاب اگرچہ عیسی علیہ السلام کو ہی لیکن مقصود اس سے نصرانیون
پر ملامت وانکار ہی اور واضح ہو کہ عہد فعل ہی اور افعال مخلوق الٰہی ہین پس اُسکا وجود ہی اگر معدوم ہوتا تو عہد سے کچھ لازم نہ آتا کیونکہ وہ کوئی چیز
نہ ہوتا لہذا مثل اعمال وافعال بندون کے یہ بھی موجود ہی۔ حکم دوم قولہ تعالی وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ اور پورا کرو ناپ کو جب تم ناپو یعنی
جب دوسرے کو ناپ دو تو پھر پورا ناپو اُس مین کمی نہ ہو۔ پس اگر اپنے واسطے کسی نے ناپ لیا تو مضائقہ نہین کہ اپنے حق سے کم لیوے کذا
فی السراج۔ اور مترجم کہتا ہی کہ جن چیزون مین سود ہوتا ہے جیسے گیہون کے عوض گیہون خریدے یا چاندی کے عوض چاندی ہو تو اُن مین
بالکل برابری شرط ہی پس اگر ان چیزون مین اُسنے اگرچہ خود ناپ لیا مگر کم لیا تو بیع فاسد ہوگی۔ فافہم۔ حکم سوم قولہ۔ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ
وزن کرو بہ ترازوے عدل جسمین کچھ کجی نہو۔ حفص وکسائی وحمزہ کی قراءت مین قسطاس بکسر قاف بر وزن قرطاس ہی اور باقیون کی قراءۃ
مین بالضم ہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہ میزان یعنی ترازو ہی اور مجاہد رح نے فرمایا کہ قسطاس بزبان رومی عدل ہے اور مستقیم یعنی جسمین کجی وجھکاؤ و
پھیر نہین ہوتا ہی۔ سراج مین لکھا کہ قسطاس اگر رومی لفظ ہو تو بھی قرآن کے عربی ہونے مین کچھ اعتراض نہین ہو سکتا اسواسطے کہ عجمی لفظ کو جب عرب
اپنے محاورات واستعمال مین اعراب کے ساتھ بمانند کلمہ عربی کے نکرہ معرفہ کرکے بولتے ہین تو وہ عربی ہو جاتا ہے۔ معالم مین بعد نقل قول حضرت
مجاہد رح کے لکھا کہ سواے مجاہد کے اورون نے کہا کہ قسطاس عربی ہی ماخوذ از قسط بمعنی عدل۔ اور لکھا کہ حسن رح نے کہا کہ وہ قبان ہی۔ مترجم کہتا ہی
کہ قبان معرب گپان ہے بہت بڑی ترازو کو کہتے ہین اور امام محی السنۃ نے لکھا کہ قسطاس ترازو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو پس اگر اصل لفظ رومی ہو
تو عرب نے اسکو ہر ترازو مین خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو استعمال کیا اور اگر اصل عربی ہو تو کچھ تردد نہین ہے۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا
یعنی یہ امر جسکا حکم دیا گیا کہ بھر پورا ادا کرو تمہارے لیے دنیا وآخرت دونون مین بہتر ہے بہ نسبت کم ناپ تول کے اور بہتر انجام ہے دنیا وآخرت
مین۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ خیر یعنی بہتر ہے تمہارے لیے تمہاری معیشت دنیاوی کی راہ سے بھی اور عقبی کی راہ سے بھی اور اسی
واسطے فرمایا واحسن تاویلا یعنی تمہاری آخرت مین نیک انجام ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ خیر ہے از راہ ثواب کے اور احسن ہے از راہ عاقبت کے
ابن عباس یون فرمایا کرتے تھے کہ اے گروہ موالی تم نے ایسے دو کام لیے ہین کہ جنکے سبب سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو چکے ہین یہ ناپ اور
یہ تول۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آدمی جو کسی حرام پر قابو پاوے پھر اُسکو
چھوڑ دے مگر چھوڑنا فقط اللہ تعالی کے خوف سے ہو تو اللہ تعالی اسکی عوض اسکو دنیا مین قبل آخرت کے وہ چیز دیدیگا جو اس سے بہتر ہو۔ مترجم
کہتا ہی کہ حدیث صحاح مین بھی آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار مین غلامون کو ناپ تول کرتے دیکھکر فرمایا کہ تم نے وہ کام لیا ہی جسکے سبب

اگلے لوگ ہلاک کیے گئے پس عدل کے واسطے ارشاد کیا۔ اور قتادہ رح نے جو یہ معنی حدیث کے بیان فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کسی حرام کو
بخوف الٰہی چھوڑے تو اللہ تعالےٰ دنیا مین اسکو اس سے بہتر بدل دیتا ہے اور یہ جلد عوض ہی اور آخرت کا عوض بہتر ہوگا۔ سراج مین اور کبیر
وغیرہ مین اسکے سوائے فوائد بھی بیان کیے چنانچہ لکھا کہ بہتری دنیا کی یہ ہے کہ دنیا مین بدنامی سے چھوٹتا ہی اور لوگون مین اعتبار رہتا ہے اور
آخرت کی بہتری یہ ہی کہ عذاب شدید سے بچ گیا اور احسنُ تاویل یعنی دونون جہان مین نیک انجام اسطرح ہی کہ دنیا مین جب تطفیف سے حترز کیا
تو انجام کو لوگ اسپر بڑا بھروسا کرنے لگینگے اور دل اُسکی طرف مائل ہونگے اور چند روز مین وہ مالدار ہو جائیگا اور ہم نے بہت دیکھا کہ آدمی امانت داری
مین اور خیانت نہ کرنے مین مشہور ہو گیا اور تجارت مین لوگون کے دل اسکی طرف جھکے اور اُسکو بہت نفع حلال حاصل ہوا کہ وہ تونگر ہو گیا اور آخرت
مین انجام نیک ظاہر ہی کہ ثواب عظیم وخلاص از عذاب الیم حاصل ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی کہ تاجر سچا امانت دار قیامت مین انبیاء وشہداء
وصالحین کے ساتھ ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا حقیقت کا اشارہ یہ ہی کہ اصل مین عہد وہ عہد ازل ہے
کہ وجود اشباح سے پہلے ارواح سے حق عزوجل نے عہد لیا تھا کہ کبھی سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر سے مشغول نہ ہون پس عہد اول کو پورا کرو کہ ہر نفس
سے اُسکی پرسش ہوگی اور دنیا مین ہر ایک کی حالت اسکے واسطے سوال ہے یعنی ہر نفس کو لازم ہی کہ اپنی ہر ایک حرکت کے وقت اپنے آپ مطالبہ
کرے کہ یہ اُسنے اللہ تعالےٰ کے واسطے کی ہی یا کسی غیر کے واسطے ہی پس جسکے کام سب اللہ تعالےٰ کے واسطے ہون اسکو مبارک ہی اور یہ اللہ تعالےٰ کا اسپر
فضل ہی پھر عوام اپنے اعمال کو ظاہری شرع کے موافق نیک نیت پر رکھین اور خواص مین اقسام ہین چنانچہ محب کا عہد محبت ہی اور عارف کا عہد
معرفت ہی اور موحد کا عہد توحید ہی اور ابتدا مین مرید کا عہد اُسکی ارادت ہی پھر اُنھین سے ہر ایک عہد کے واسطے رعایت ہی چنانچہ مرید اپنی عہد ارادت
کی رعایت اسطرح کرے کہ وجود کو قربان کرے اور محب کو چاہیے کہ سوائے محبوب کے ہر ایک چیز کے گم ہونے پر صبر کرے اور عارف اپنے عہد معرفت
مین اپنی ہمت کو دونون جہان سے بری کرے اور موحد کا عہد اسطرح وفا ہوگا کہ قدم کو حدوث سے منفرد کرکے لقاء حق مین فنا ہو جاوے شیخ
حمدون قصار رح نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے عہود کو ضائع کیا تو وہ آداب شریعت کو بدرجہ اولی ضائع کریگا۔ شیخ یحیی بن معاذ رازی رح
نے کہا کہ تیرے رب کے تجھپر عہد ہین ظاہر وباطن پس اسرار پر عہد یہ ہی کہ سوائے حق عزوجل کے کسی کو مشاہدہ نہ کرے اور عہد روح پر یہ ہی کہ مقام قربت
سے جدا نہو اور قلب پر یہ عہد ہی کہ خوف کو نہ چھوڑے اور نفس پر ادائے فرائض کا عہد ہی اور جوارح پر یہ عہد ہی کہ آداب شرعی کو ملحوظ رکھے اور
مخالفات کو یک قلم چھوڑ دے قولہ واوفوا الکیل اذا کلتم الآیہ۔ اشارت اسمین یہ ہی کہ مریدون کے حالات جہانتک مقتضی ہین عارف کو بچاہیے
کہ علوم موافق انکے حال کے پورے نہ دیوے اور انکو نصیحت کرنے وادب دینے مین ملال آگین نہو پھر اوسط درجہ والون کو آگاہ کرین کہ اپنے
دعوی کو میزان عدل مین تولین اور اپنے معاملات کو اندازہ کرین تاکہ انکے دعوی خالی از اعمال نہ ہون بلکہ قول وفعل موافق ہون پھر پورا
پیمانہ اخلاص ہی اور میزان عدل وہ صدق ہی پس جو شخص کہ اعمال واحوال مین مخلص صادق ہو اللہ تعالےٰ اسکو لطائف کرم وفضل سے
اسقدر دیتا ہی کہ اُسکا شمار نہین ہو سکتا ہے اور تمام مخلوق اُسکے وصف مین تر زبان ہوتی ہی کیونکہ وہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ عدل مین ہے۔
مترجم کہتا ہی کہ ابتدائے حال مین قسطاس مستقیم یعنی شرع شریف کتاب وسنت پر اندازہ کرنا چاہیے اور حدیث مین صدق واخلاص وغیرہ سب کا
حکم موجود ہی اور ایفائے کیل یہ کہ احسن طریقہ اور احسن عمل کو نفس کے واسطے اختیار کرکے نفس سے نیک نیت کے ساتھ اس عمل کو کرے اور میزان
عدل صراط مستقیم پر اندازہ کرے اور نفس کو ملامت کرے پھر اگر بھلائی پاوے تو اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرے کیونکہ یہ اسکا ایک فضل ہی اور جہانتک برائی پاوے
تو اپنے نفس کو ملامت کرے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرماوے بعض مشائخ نے کہا کہ کیل پورا دینا چاہیے کیونکہ تیرا وزن بھی تولا جائے گا

اور تیرا پیمانہ ناپا جائیگا پس اگر تو نے اپنے نفس کا پیمانہ پورا بھر دیا ہو تو تیرے واسطے پورا بھر دیا جائیگا اور اگر تو نے اسکے واسطے کمی کی ہو تو تیرے واسطے کمی کیجائیگی

پھر اللہ تعالے نے تین باتون سے ممانعت کے بعد توحید پر ختم فرمایا بقولہ تعالے

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ وَلَا تَمْشِ

اور مت کہہ — وہ بات کہ تجھے نہین اُسکا کچھ علم — البتہ — کان اور آنکھ اور دل — ہر ایک ان سب مین سے — سوال کیا جائیگا — اور مت چل

فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ج اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ

زمین پر — اتراتا ہوا — تو ہرگز نہین پھاڑ ڈالیگا — زمین کو — اور کبھی نہ پہونچیگا — پہاڑون تک طول مین — یہ سب — برائی اسکی — تیرے

عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ○ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ

رب کے یہان مکروہ ہے — یہ اسمین سے ہے جو تجھے وحی کی تیرے ربّ نے — حکمت سے — اور مت بنائیو — اللہ تعالے کے ساتھ کوئی دوسرا رب کہ تو ڈالا جاوے

جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○

جہنم مین — ملامت کیا ہوا — ملعون

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط معالم مین لکھا کہ تقف قفو سے ہے لغت مین اسکے معنی نشان کی پیروی کرنا عرب بولتے ہین کہ قفوت فلانا اقفوہ اور قفیت بھی کہتے ہین یعنی بواؤ اور بیا دونون طرح آیا ہے اور اقفیتہ بھی بولتے ہین یہ سب اُسوقت کہتے ہین کہ کسی کے قدم کے نشان پر چلا ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ کی تفاسیر مین ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تقف یعنی مت کہہ۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم یعنی مت بات پھینک کسی پر ایسی چیز کی جسکا تجھے علم نہین ہے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ جھوٹی گواہی مت دے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی مت کہہ کہ مین نے دیکھا حالانکہ تو نے نہین دیکھا اور مین نے سنا حالانکہ تو نے نہین سنا اور مجھے معلوم ہوا حالانکہ تو نے نہین جانا کیونکہ اللہ تعالے ان سب سے سوال فرماویگا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مضمون ان سب کا یہ ہے کہ علم جس بات کا حاصل نہ ہو وہ بات مت کہہ اور علم اپنے طریقہ سے یقینی ہوتا ہے تو جب علم نہین ہے تو گمان ہوگا اور وہ بطور وہم کے یا بطور خیال کے ہوتا ہے لہذا دوسری آیت مین صریح منع فرمایا کہ اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم یعنی بہتیرے گمان سے پرہیز کرو کہ بعضے گمان گناہ ہین۔ اور حدیث مین ہے کہ لوگو بچاؤ اپنے آپ کو گمان سے کیونکہ گمان جھوٹی باتون سے ہے اور ابوداؤد کی حدیث مین ہے بئس مطیۃ الرجل زعموا۔ یعنے آدمی کا مدار کار اس بات پر کہ اُنھون نے زعم کیا یعنی گمان کیا یہ بدتر ہے اور دوسری حدیث مین ثابت ہے کہ جو آدمی نے نہین دیکھا اُسکو بمنزلہ دیکھنے کے قرار دینا سب سے بڑا بہتان دروغ ہے سراج مین لایا کہ قولہ لا تقف ما لیس لک بہ علم یعنی اے آدمی اُس چیز کی پیروی مت کر جسکا تجھے علم نہین خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو اور حاصل اسکا یہ ہے کہ جو چیز اُسکو معلوم نہ ہو اُسکے ساتھ حکم نہ لگاوے۔ امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ ایک قضیہ کلیہ ہے جسکے تحت مین انواع مندرج ہین جیسے جھوٹ گواہی کسی قول یا فعل کی دینا چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے یعنی مت گواہی دے مگر اسی چیز کی جو تیری آنکھون نے دیکھی اور تیرے کانون نے سنی اور تیرے دل نے خوب سمجھ لیا ہے اور قتادہ کا قول اوپر مذکور ہوا اور بعض نے کہا کہ مراد یہ کہ کسی کو زناکاری کی تہمت مت لگا اور بعض نے کہا کہ جھوٹ بولنے سے ممانعت ہے اور بعض نے کہا کہ مراد ممانعت مشرکون کو اُن کے اعتقادات و باپ دادون کی تقلید سے۔ بعض نے کہا کہ قفو بمعنی بہتان ہے اور اصل اسکی قفا سے ہے گویا وہ اُسکے پیٹھ پیچھے کہتا ہے اور یہ معنی غیبت ہے حدیث مین ہے کہ من قفا مومنا بما لیس فیہ الحدیث یعنی جس نے غیبت کی کسی مومن کی ایسی چیز کے ساتھ جو اسمین نہین ہے تو محبوس رکھیگا اُسکو

اللہ تعالیٰ ردغۃ الخبال مین رواہ الطبرانی وغیرہ ردغہ دوزخیون کا کیچڑ ہے یعنی دوزخیون کے تن سے پیپ لہو وغیرہ کے کیچڑ مین غیبت کرنے والا محبوس رہیگا۔ سراج مین کہا کہ لفظ تو عام ہے سب کو شامل ہے پس کسی بات کی تخصیص بیکار ہے۔ یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ قیاس ممنوع ہے کیونکہ اس سے فقط ظن وگمان کا فائدہ ہوسکتا ہے اور گمان مغائر علم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قیاس منصوص بعلت بھی قطعی ہوتا ہے لہذا سوال مین ماورائے اس قیاس کے لیا جاوے اور واضح ہو کہ سنت متواترہ ومشہورہ اور اسی قسم سے مخصوصہ کے سوائے باقی احادیث آحاد بھی ظنی ہین پس مراد یہ کہ قیاس کے اقسام ظنی وسنت وعلیٰ ہذا آیات کی ظنیات سب ظنی ہین اور شرع نے انکو قبول کیا ہے حالانکہ یہان ممانعت پائی جاتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ یہان جو حکم عام مذکور ہے اسمین تخصیص ہوئی ہے کیونکہ دینی اعمال مین بمجرد گمان کے حکم دینا بالاجماع جائز ہے یا مراد علم سے اعتقاد راجح ہے جو اسناد سے مستفاد ہو خواہ قطعی ہو یا ظنی ہو اور اس معنی مین اسکا استعمال خوب شائع ہے اور بہت سے مسائل مین اسکا استعمال ہوا ہے۔ ازانجملہ یہ کہ فتوی پر عمل کرنا عمل بگمان ہے کیونکہ فتوی لینا جاہل کو کسی عالم کے قول پر عمل کرنا ہوتا ہے اور بنا گمان سے اسکا صدق یقین کرتا ہے علاوہ اسکے جہان سے عالم نے نقل کیا وہ بھی مظنون ہے۔ ازانجملہ گواہی پر عمل کرنا گمان پر عمل ہوتا ہے حالانکہ اسی پر عمل کرنا شرع سے واجب ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ یہی راہ اسکے علم کی ہے۔ ازانجملہ یہ کہ مسافر وغیرہ کو قبلہ کی جستجو کرنا واجب ہے حتی کہ اگر بغیر کوشش کے لاابالی نماز پڑھ لی تو نماز نہین ہوتی حالانکہ ایسی کوشش دریافت قبلہ مین مفید ظن ہے۔ ازانجملہ جو چیزین غیر کی مملوکہ کسی نے تلف کردین اور انکے عوض مین قیمت واجب ہوتی ہے تو انکی قیمتون کے اندازہ مین خالی گمان پر مدار ہے اور ایسے ہی جنایات کا ارش تجویز کرنا گمان پر ہے کیونکہ سوائے گمان کے اس کی کوئی راہ نہین ہے۔ ازانجملہ فصد کا جواز اور پچھنے لگانا اور دیگر معالجات سب گمان پر مبنی ہین۔ ازانجملہ جب جورو خاوند مین نفاق ہو تو بحکم الٰہی عز وجل فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا۔ ایک ایک حکم (پنچ) بھیجنا صرف مظنون پر ہے یعنی دونون کے دلون مین اصلاح ایک دوسرے کی طرف سے ہونا بطور مظنون معلوم ہوا۔ ازانجملہ شخص معین پر یہ حکم لگانا کہ یہ مومن ہے صرف مظنون ہے کیونکہ ایمان کا محل قلب ہے اور اسکے واسطے نشانات ظاہری البتہ ہوتے ہین پس باوجودیکہ یہی علامات منافق مین بھی پائے جاتے ہین جب زید پر مومن ہونے کا حکم لگایا تو احتمال ہے کہ مومن نہ ہو پس غالب گمان پر یہ حکم لگایا گیا ہے اور اس گمان یعنی ظن پر بہت سے احکام مبنی ہین جیسے باہمی میراث دو مسلمانون کے درمیان۔ اور جیسے اس شخص کو مقابر مسلمین مین دفن کرنا اور جواز نکاح وغیرہ۔ اور حلت ذبیحہ ومانند اسکے بہت احکام ہین۔ ازانجملہ دوستون کی دوستی پر اعتماد اور دشمنون کی دشمنی پر مدار کار یہ سب مظنون طریقہ پر ہین اور حدیث سے بھی ثابت ہین کہ ہم لوگ ظاہر پر حکم کرتے ہین اور باطن کا متولی اللہ تعالیٰ ہے پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ظن پر عمل نہین جائز ہے اسکا قول باطل ہے اور قیاس شرعی واجب العمل ہوتا ہے یہی صحیح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ وقائع ونوازل کی تعداد کسی حد پر محدود نہین ہے اور ہر واقعہ کے واسطے قرآن وحدیث مین تصریح نہین ہے پس وہ واقعہ بدون حکم شرعی کے نہین رہ سکتا کہ آدمی اپنی نفس کی خواہش سے جو چاہے عمل کرے پس لامحالہ ضرورت قیاس واجتہاد کی ظاہر ہے اور یہ تصریح کردی گئی کہ قیاس خود مثبت نہین ہے بلکہ قیاس سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلان حدیث یا آیت یا اجماع کے حکم کے افراد مین سے یہ واقعہ بھی ہے اور بھید اسمین یہ ہے کہ اعمال سے مقصود ثواب ونور ایمان ہے پس اللہ تعالیٰ عز وجل نے کوشش سے غیر منصوصہ وقائع مین عمل کرنے سے ثواب عطا فرمایا جس سے اس امت مرحومہ پر آسانی بھی ہوئی اور ثواب بھی بڑھ گیا پس جو ظن کہ بمقتضائے دلیل شرعی ہو وہ جائز بلکہ واجب العمل ہے اور یہان جس سے منع فرمایا اسکی تفسیر وہی ہے جو گذری کہ بغیر علمی طریقہ کے کسی بات پر حکم لگانا نہین چاہیے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ یعنی کان وآنکھ جو حواس طریقہ دریافت ہین اور فواد یعنی دل جو آلہ ادراک ہے۔ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا یہ سب اشیاء عظیمہ ہر ایک سے سوال ہوگا۔ پس ہر ایک کے

لائق اسکا سوال مخصوص ہوگا۔ سراج مین لکھا کہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہو کہ ان اعضاء و جوارح سے سوال کیا جائیگا پس یہان تین وجوہ ہین
اول یہ کہ معنی یہ ہین کہ بندہ سے سوال ہوگا بابت ان اعضاء کے جس بندہ کے اندر یہ موجود ہین کیونکہ سوال اُسی سے صحیح ہوتا ہو جو عاقل ہو اور یہ
اعضاء عاقل نہین تو مراد یہی ہو کہ ان اعضاء والے آدمی سے سوال ہوگا جیسے قولہ تعالے واسال القریۃ التی کنا فیھا یعنی برادران یوسف علیہ السلام
نے باپ سے کہا کہ دریافت کرلے اس گانٔو سے جسمین ہم تھے حالانکہ مراد یہ ہو کہ اُس گانٔون والون سے۔ ایسے ہی یہان ہو کہ مثلاً انسان سے کہا
کہ کانون سے تو نے کیا طاعت کی پھر یہ راگ وغیرہ کیون سُنا جسکا سُننا تجھے حلال نہ تھا اور یہ نصیحت کیون نہین سُنی جس سے تجھے توفیق دیجاتی۔
اور آنکھ سے کیا کام کیا پھر کیون فلان طرف نظر کی جدھر تجھے نظر کرنا حلال نہ تھا اور علی ہذا دل ہو کہ تو نے کیون ایسی بات پر عزم جزم کیا جسپر عزم تجھے
حلال نہ تھا۔ وجہ دوم یہ کہ آیت مین تقدیر یہ ہو کہ اولئک الاقوام کان عنہ مسئولا یعنی ان سب اقوام سے دربارہ ان اعضاء کے سوال ہوگا مثلاً
کہا جائیگا کہ تم کان کو کس کام مین لائے آیا طاعت مین یا معصیت مین۔ ایسے ہی دیگر اعضاء کا حال ہو اور یہ اسوجہ سے ہو کہ حواس بمنزلہ نفس کے
آلات کے ہین اور نفس اُنپر سردار ہو کہ ہر ایک کو اُسکے کام مین لگاتا ہو پس اگر اُسنے طاعت مین لگایا تو مستحق ثواب ہوا اور اگر اُسنے گناہ مین لگایا تو مستحق
عذاب ہو۔ وجہ سوم یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون یعنی جس دن کہ گواہی دینگی اُنپر اُنکی زبانین و ہاتھ و
پانٔون اس چیز کی جو وے کرتے تھے پس ان اعضاء کا گواہی دینا اسی طور پر ہوگا کہ اللہ تعالے انہین ایسی حیات پیدا فرماویگا جس سے گواہی دیوین
پس اسی طرح کچھ بعید نہین ہو کہ اللہ تعالے سمع و بصر و فواد مین ایسی حیات پیدا فرماوے پھر ان اعضاء سے سوال کیا جاوے۔ محی السنہ نے معالم
مین اپنی اسناد کے ساتھ شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ مجھے ایک
استعاذہ سکھلا دیجیے کہ مین اُس سے پناہ مانگا کرون پس میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللھم انی اعوذبک من شر سمعی وشر بصری وشر لسانی وشر قلبی وشر منیی۔
یعنی الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اپنے کانون کی بدی سے اور اپنی آنکھون کی بدی سے اور اپنی زبان کی بدی سے اور اپنے قلب کی بدی سے
اور اپنی منی کی بدی سے۔ راوی نے کہا کہ منی سے مراد یہی پانی ہو جو نطفہ ہوجاتا ہو۔ پھر دوسری نہی قولہ تعالے وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا
یعنی اور زمین مین اتراتا ہوا مت چل۔ مرح دراصل نہایت فرحت کو کہتے ہین اور آیت مین مراد یہ ہو کہ ایسی چال نہ چلے جس سے تکبر و سرکشی معلوم ہو
اور زجاج رحہ نے کہا کہ اکڑتا ہوا فخر کرتا ہوا نہ چلے۔ اسکا مقابل رفتار نرم و تواضع کی ہو چاہے جلدی و تیزی سے ہو بقولہ تعالے عباد الرحمن الذین
یمشون علی الارض ہونا۔ پھر اُسکی وجہ بتلائی بقولہ تعالے اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ تو ہرگز نہین پھاڑ ڈالیگا زمین کو یعنی اپنے تکبر سے
سوراخ نہین کر سکتا کہ اسکی انتہا کو پہونچے۔ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا اور طول مین کبھی پہاڑ کو نہین پہونچ جائیگا۔ اس مین اترانے
و اکڑنے والے کی حماقت کا بیان ہو کہ اُسکی جہالت و غرور سے سواے بیہودگی کوئی فائدہ حاصل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہو کہ آدمی ایک ضعیف
خلقت ہے وہ زمین نہین پھاڑ سکتا اور نہ پہاڑ تک لنبا ہو سکتا ہو پس اُسکو اوپر اور نیچے سے کئی جمادات قوی گھیرے ہوے ہین اور وہ اُنسے
بہت کمزور ہے پس ایسے کمزور محصور کو غرور نہین چاہیے۔ اسکے واسطے یہ نصیحت ہے کہ اے آدمی تواضع اختیار کر اور غرور مت کر کیونکہ تو اللہ تعالے
کے مخلوقات مین سے ایک ضعیف خلقت ہے جو آسمان و پتھرون اور زمین کے درمیان محصور ہے تو تجھے ایسی حرکت کرنا حماقت ہو جو قوی طاقتور
کے مانند ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ اسطرح اسواسطے فرمایا کہ جو شخص تکبر سے خیلا بنا ہوا چلتا ہے وہ کبھی ایڑی پر چلتا ہے اور کبھی پنجون پر چلتا ہے
تو حکم ہوا کہ ایڑی کے بل چلنے سے تو زمین نہین پھاڑ سکتا ہو اور پنجون کے بل چلنے مین پہاڑ برابر نہین پہونچ سکتا ہو۔ امام ابن کثیر رحہ نے کہا کہ
قولہ لن تخرق ای لن تقطع یعنی تو زمین کو نہین قطع کریگا یہ قول ابن جریر رحہ کا ہو مترجم کہتا ہو کہ بعض نے کہا کہ لن تثقب یعنی تو زمین مین سوراخ

نہ کرے گا۔ ظاہر اس چال سے یہ قصد ہے کہ زمین اُس کے پاؤن کے نیچے حقیر ہے اس کے تکبر و غرور کو بر داشت نہین کر سکتی کہ وہ زمین کے قطع وسوراخ سے اس کے آخر تک پہونچ جاوے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ کبھی ایسے شخص کو برخلاف اس کے قصد کے سزا دیجاتی ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ تم سے پہلے لوگون مین سے ایک شخص اس درمیان مین چلا جاتا تھا اور اُس پر دو چادرین تھین ان مین اکڑتا تھا کہ ناگاہ زمین مین دھنسا دیا گیا پس وہ زمین ہی مین لہراتا رہیگا قیامت تک۔ اسی طرح اللہ تعالے نے قارون کے حال سے آگاہ فرمایا جب وہ اپنی زینت مین ڈوبا ہوا نکلا تھا کہ اللہ تعالے نے اسکو مع اسکے مکان کے زمین مین خسف کر دیا۔ اور حدیث مین ہے کہ جس نے اللہ تعالے کے واسطے تواضع کی تو اللہ تعالے اُسکو بلند کرتا ہے یعنی وہ اپنی نفس مین تو حقیر ہوتا ہے اور لوگون کے نزدیک اللہ تعالے اُسکو بزرگ کر دیتا ہے اور جو شخص تکبر چاہتا ہے تو وہ اپنے نزدیک بڑا بنتا ہے مگر لوگون کے نزدیک وہ حقیر ہوتا ہے یہانتک کہ نیک لوگ اُسکو کتے وسور سے زیادہ حقیر جانتے ہین۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب الخمول والتواضع مین روایت کی کہ ابو بکر ہذلی نے کہا کہ ایک وقت ہم لوگ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ادھر سے ابن الاہیم گذرا یعنی منصور اور اُسپر خز کے جبات تھے کہ بعض کو بعض پر کرکے اپنی ساق پر باندھا تھا اور اپنی قبا کو کشادہ کیے ہوئے تھا اور وہ اتراتا ہوا چلا جاتا تھا ناگاہ حضرت حسن کی نظر اُسپر پڑی فرمایا کہ اف اف ناک اپنی بلند کیے ہوئے ثانی العطف و مصعر الخد ہے اپنے عطفات کو دیکھتا ہے اے احمق ایسی نعمتون مین جنکا شکر ادا نہین کیا اور نہ اُسکی یاد کی اور نہ اس حالت نعمہا ے گوناگون مین اللہ تعالے کے حکمون کو لیا اور نہ اُنسے اللہ تعالے کا کوئی حق ادا کیا واللہ اپنی خواہش نفس پر آدمی چلتا ہے اور اتراتا ہے دیوانہ ہے اُسکے ہر عضو پر نعمت ہے اور شیطان سے اُسپر لعنت ہے ابن الاہیم نے اسکو سُنا اور واپس ہو کر حسن رض سے عذر کیا تو فرمایا کہ مجھ سے عذر مت کر و اپنے اللہ تعالے سے جا کر توبہ کرو اور یہی آیت پڑھی۔ روایت ہے کہ بختری عابد نے ایک شخص کو اولاد علی کرم اللہ وجہہ سے دیکھا جو کہ اپنی چال مین اکڑتا تھا اس سے کہا کہ اے فلانے جس سے تجھے بزرگی ہے اُسکی تو یہ چال نہ تھی راوی کہتا ہے کہ اُنھون نے یہ چال چھوڑ دی اور پھر نہین چلے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اکڑتا ہوا چلتے دیکھکر فرمایا کہ شیطان کے بھائی کئی ہین۔ اور حدیث صحیح مین مروی ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس وقت میری امت اکڑاتی ہوئی چلیگی اور انکی خدمت کرینگے فارس وروم کے شہزادے تو اُسوقت اللہ تعالے اُنکے شریرون کو انکی نیکون پر مسلط کر دیگا۔ امام محی السنہ نے اپنی اسناد سے بطریق امام ترمذی رح روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو ایسے جھکے ہوئے چلتے گویا کسی اونچائی سے اُترتے ہین۔ اور ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت حُسن مین نہین دیکھا گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک مین روان ہے اور مین نے نہین دیکھا کسی کو جو زیادہ تیز چال ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گویا زمین آپ کے واسطے لپٹتی جاتی ہے اور ہم لوگ تھکا ڈالتے اپنے کو کوشش مین آپ کے ساتھ چلنے مین اور آپ کچھ زیادتی کا قصد نہین کرتے تھے۔ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ واضح ہو کہ سیئہ مین دو قرارت ہین امام نافع وابن کثیر و ابو عمرو نے بفتح ہمزہ وتا منون منصوب پڑھا بدون اضافت کے یعنی سیئۃ مقابل حسنہ۔ اور باقیون نے بضم ہمزہ وہا مضمومہ بدون تنوین کے باضافت پڑھا ہے یعنی ان اقسام کی برائی تیرے رب کے نزدیک مکروہ ہے اور بنا بر اول قرارۃ کے سیئۃ خبر کان ہے اور اسکی تانیث لفظ کل کے معنی کا لحاظ کرکے درست ہے اور مکروہا کا مذکر لانا بنظر لفظ کل ہے پس یہ وہم دفع ہو گیا کہ سیئۃ مکروہۃ چاہیے تھا یا سیئا مکروہا چاہیے تھا زمخشری نے کہا کہ سیئہ حکم مین اسما کے ہے بمنزلہ لفظ ذنب کے اور اسم جب ہوا تو صفات کا حکم اس سے جاتا رہا تو اسکی تانیث کا اعتبار لازم نہ ہوگا لہذا سیئۃ وسیئا دونون مین کچھ فرق نہین ہے تو نہین دیکھتا کہ الزنا سیئۃ بھی کہنا درست ہے جیسے السرقۃ سیئۃ درست ہے تو چاہیے اسکو

مذکر کی طرف نسبت کرو اور چاہو مؤنث کی طرف اسناد کرو فرق نہین ہی۔ رہا مکروہا کا نصب تو اسمین کئی وجہین اول یہ کہ وہ کان کی خبر ثانی ہی۔ دوم یہ کہ سیئۃ سے بدل ہی اور یہ وجہ ضعیف ہی کیونکہ مشتق سے بدل ڈالنا قلیل ہی اور مترجم کہتا ہی کہ جب اشتقاقی معنی ملحوظ نہ ہون تو وجہ ضعف ظاہر نہوگی۔ سوم یہ کہ عند ربک کی ضمیر مستتر سے حال ہی کیونکہ وہ سیئۃ کی صفت واقع ہی۔ چہارم یہ کہ سیئۃ کی صفت واقع ہوا ہی اور یہ وہم کہ مؤنث کی صفت مذکر نہین ہو سکتا تو مدفوع ہی اسطرح کہ اُسکے موصوف کی تانیث مجازی ہی۔ ابو حیان نے اسکو رد کر دیا کہ یہ جواز اسوقت ہی کہ جب خود مؤنث مجازی کی طرف اسناد ہوا اور اگر اسکی ضمیر کی طرف اسناد ہو تو نہین جائز ہے۔ اب رہا بیان اس آیت کی تفسیر کا تو امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سیئۃ بدون اضافت کی قرات پر یہ معنی ہین کہ کل یہ جس سے ہم نے منع کیا ہی قولہ ولا تقتلوا اولادکم سے لیکر یہانتک یہ کل سیئات ہین جنپر مواخذہ ہوگا اور اللہ تعالے کے نزدیک مکروہ ہین وہ نہین پسند فرماتا اور نہ انپر راضی ہی اور بنابر قرارۃ سیئہ باضافت کے معنی یہ ہین کہ کل یہ کہ جو ہم نے ذکر فرمایا قولہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ سے یہانتک تو اسکا قبیح اللہ تعالے کے نزدیک مکروہ ہی اسی طرح سے شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسکی تفسیر بیان فرمائی ہی۔ خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ قولہ تعالے کل ذلک یہ اشارہ اُن تمام مذکور کی طرف ہے کیونکہ جو پہلے گذرا ہے وہ منہیات و ماموران ہین یعنی بعض ایسے امور ہین جنسے ممانعت فرمائی اور بعض ایسے امور ہین جنکی بجا آوری کا حکم دیا گیا ہی اور قولہ تعالے لا تجعل مع اللہ الٰہا آخر سے یہانتک پچیس باتین ہین اور مین آسانی کر دینے کی غرض سے ان سب کو یہان لکھتا ہون۔ اول یہ کہ اللہ تعالے کے ساتھ دوسرا الٰہ مت بناؤ اور دوم و سوم وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ۔ کیونکہ اسمین دو باتین ہین ایک تو غیر کی عبادت سے ممانعت یہ دوم ہے اور ایک خالص اللہ تعالے کی عبادت کا حکم یہ امر سوم ہی چہارم والدین کے ساتھ احسان۔ پنجم والدین سے اُف نہ کہے۔ ششم انکو نہ جھڑکے و انتہار نہ کرے ہفتم انسے پاکیزہ بات کہے جسمین تکریم نکلتی ہو۔ ہشتم انکے واسطے بازوے شفقت کو عاجزی کے ساتھ پست رکھے۔ نہم انکے واسطے دعا کرے کہ رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا۔ دہم ذوی القربی کے حقوق دیوے۔ یازدہم مسکین کا حق ادا کرے۔ دوازدہم مسافر کا حق دیوے۔ سیزدہم اسراف نہ کرے چہاردہم اہل حقوق سے قول میسور کہے یعنی نرم و خوش جس سے امید نہ ٹوٹے۔ پانزدہم اپنے ہاتھ کو اپنی گردن مین مغلول نہ کرے یعنی بخل نہ اختیار کرے شانزدہم بالکل ہاتھ کشادہ نہ کرے یعنی اسراف نہ کرے۔ ہفدہم یہ کہ اپنی اولاد کو بخوف فاقہ مت قتل کرو۔ ہیژدہم نفس معصوم کو مت قتل کرو۔ نوزدہم مظلوم مقتول کے ولی کو ہم نے غلبہ دیا ہی یعنی حکم دیا ہی کہ اہل اسلام پر واجب ہی کہ تعمیل حکم آلہی مقتول مظلوم کے ولی کو قصاص دلا وین۔ بستم قتل مین اسراف مت کر یعنی قتل کا فعل با سراف مت کر یا قصاص مین قتل کرنے مین اسراف مت کر۔ بست و یکم عہد کو پورا کرو۔ بست و دوم ناپ پوری دو بست و سوم تول مین ترازو اور ڈنڈی عدل کے ساتھ رکھو۔ بست و چہارم ایسی بات مت کہ جسکا تجھے علم نہین ہی۔ بست و پنجم زمین پر اتراتا ہوا اکڑ کر مت چل۔ پس ان جملہ احکام مین سے بعض تو اوامر ہین یعنی انکے بجالانے کا حکم ہی اور بعضے منہیات ہین کہ اُنکے ترک کرنیکا حکم ہی پس جو ممنوعات ہین انھین کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا کہ کان سیئہ اس کا بد۔ عند ربک مکروہا۔ تیرے رب کے نزدیک مکروہ ہی یعنی اللہ تعالے ان بد افعال کو مبغوض رکھتا ہی اور پسند نہین کرتا ہی پس بندہ عاقل کہ وہ ضرور مومن ہوگا کبھی وہ فعل نہ کریگا جسکو اسکا رب کریم جل شانہ مکروہ رکھتا ہے۔ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یعنی یہ احکام مذکورہ سابق خواہ اوامر ہین یا منہیات ہین اس حکمت مین سے ہین جو تجھکو اے سرور عالم تیرے رب رحیم نے وحی فرمایا ہی حکمت در اصل معرفت حق عز و جل ہی اور معرفت ذات و صفات اعلی و اجل ہی مگر معرفت ذات صرف مرتبہ ایقان ہی اور کنہ ذات باری تعالے محال ہی یہ کسی مخلوق کی مجال نہین ہی اور منجملہ حکمت کے یہ بھی ہی کہ اعمال مرضیہ کو جاننا اسواسطے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ رہا کلام اسمین کہ حکمت صرف علم ہی یا علم و عمل دونون ہی تو بعض کے نزدیک فقط علم ہی اور بعض کے نزدیک مجموعہ ہی اور شاید ارجح یہ ہی کہ حکمت علم ہی ولیکن اسکا جاننے والا حکیم

نہ ہوگا جب تک کہ مقتضاے علم کے موافق عمل نہ کرے کیونکہ جو عامل نہ ہوا اُسکا جاننا بمنزلہ نہ جاننے کے ہے۔ اور اہل معرفت کے نزدیک علم حکمت
مین وہ بھی ہے کہ بعد شرائع ظاہرہ جاننے اور اُسپر عمل کرنے کے اللہ تعالےٰ اُسکو ایسا علم عطا فرماتا ہے کہ وہ نہ جانتا تھا کیونکہ روایت ہے کہ جس نے
عمل کیا اُسپر جو جانا تو اللہ تعالےٰ اُسکو وہ علم دیتا ہے جو نہ جانتا تھا اور واضح ہو کہ کشف وکرامات کچھ حکمت مین سے نہین ہین بلکہ اکابر اولیا نے
تصریح کردی کہ یہ ذمائم ہین اگر اُنکے واسطے قصد ہو ہان جسکو قرب ہے اُسکو کبھی کشف ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر وسراج وغیرہ مین ہے کہ ان امور کو حکمت کئی وجہ
سے کہا گیا۔ اول یہ کہ مرجع ان امور کا یہ ہے کہ توحید پر قائم ہو اور انواع طاعات ونیکیون پر عامل ہو اور دنیا سے مُنھ موڑے اور آخرت پر رجوع لاوے
پس جس شخص اکرم افضل الخلق کی طرف سے ان امور کی تعلیم ہوئی وہ کسی طرح راہ شیطان کی تعلیم نہین ہوسکتی ہے بلکہ فطرت سلیمہ کو بعد ان امور کے
کسی معجزہ کی ضرورت نہین ہے وہ قطعاً جانے گا کہ یہ داعی بجانب ارحم الراحمین ہے۔ وجہ دوم یہ کہ یہ احکام جو ان آیات مین مذکور ہین ایسے امور ہین
جنکی رعایت کرنا اور حفاظت سے اُنپر عمل کرنا جملہ دینون وملتون مین ضروری ہے کبھی انکو نسخ نہین ہوسکتا پس محکمات ہین لہذا حکمت ہوئی۔ وجہ سوم
یہ کہ حکمت تو معرفت حق عزوجل ہے اور جاننا اعمال خیر کا تاکہ اُنپر عمل کیا جاوے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس امر توحید تو معرفت حق عزوجل کا اشارہ
ہے اور اعمال خیر کا جاننا دوسری قسم ہے پس مجموعہ احکام مذکورہ عین حکمت ہین کہ توحید پر اعتقاد صحیح کے بعد ان اعمال نیک پر عمل کرے اور منہیات
سے باز رہے۔ ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ الواح توریت مین جو موسیٰ ع کو عطا ہوئی تھین یہ آیات تھین۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے
ان احکام کو شروع فرمایا تھا بقولہ لاتجعل مع اللہ الٰہاً آخر اور یہان ختم فرمایا بقولہ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰہًا اٰخَرَ۔ اسمین تنبیہ یہ ہے کہ تمام
امور کا مبدا اور منتہی یہی توحید ہے اور یہ کہ جس نے کسی امر کے بجالانے مین یا کسی ممنوع کے ترک کرنے مین غیر کا قصد کیا تو اسکی سعی ضائع ہوئی اور
تنبیہ یہ ہے کہ راس الحکمۃ یہی توحید ہے اور یہی عین مقصود ہے پھر جس نے توحید نہ کی اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کیا تو اسکا آخرت کا انجام
بتلا دیا کہ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا یعنی تو شرک مت کر کہ اگر کرے گا تو ڈالا جائیگا جہنم مین ملوم مدحور پس ملوم تو اسطرح کہ اللہ تعہ
ومخلوق تجھے ملامت کرینگے بلکہ تیرا نفس خود تجھے ملامت کریگا اور مدحور یعنی ملعون ومطرود یعنی اس حال سے جہنم مین ڈالا جاویگا کہ تو ملامت
کیا ہوا مطرود ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مراد اس خطاب سے وہ لوگ ہین جو زمانہ رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر قیامت تک
ہون مگر بواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطاب فرمایا۔ حاصل یہ کہ خطاب سے مراد امت ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو بالاجماع
رسول معصوم ہین اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ سراج مین لایا کہ اللہ تعالےٰ نے اول آیت مین مذموما مخذولا ذکر فرمایا اور یہان
ملوما مدحورا۔ فرمایا تو فرق درمیان ذم ولوم کے یہ ہے کہ آدمی سے بیان کیا جاوے کہ جس فعل کا تو مرتکب ہوا ہے وہ فعل قبیح وزشت ہے تو یہ معنے
اُسکے مذموم ہونے کے ہین پھر اس سے کہا جاوے کہ تو نے یہ فعل قبیح کیون کیا اور کس چیز نے تجھے ایسا فعل قبیح کرنے پر آمادہ کیا تھا تو یہ ملامت
ہے پس اول مین مذموم ہوتا ہے اور آخر مین ملوم ہوتا ہے اور مخذول ومدحور مین یہ فرق ہے کہ مخذول عبارت از ضعیف ہے عرب بولتے ہین کہ تخاذلت
اعضاؤہ یعنی اسکے اعضا سُست وضعیف ہوگئے اور مدحور یعنی ملعون ومطرود ہے اور طرد کرنا ہانک دینا اور اسکی خفت کرنا اور اہانت کرنا پس مخذول
تو یہ ہوا کہ اسکی اعانت نہ کی گئی اور اسکو اسکے نفس کے حوالہ کردیا گیا اور انسان ضعیف اپنی سرشت طبعیت کے قبضہ مین پڑکر مرتکب اسکی شہوات وخواہشون کا ہوگیا
پس اول مین مخذول ہوا پھر انجام کو مدحور واہانت کیا گیا اللھم نعوذبک من ذلک۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولاتقف مالیس لک بہ علم الآیہ
اسکے اشارات مین سے ہے کہ بندہ عارف کو ظاہر وباطن مین عتاب ہوتا ہے پس ظاہر تو معاملات ہین اور باطن حالات ہین پس انمین اس سے صدق کا مطالبہ
ہے اگر نہ ہو تو عتاب ہے اور حواس ظاہرہ کے ساتھ زبان کو صریح نہین ذکر فرمایا ولیکن قولہ لاتقف مین مذکور ہے کیونکہ معنی یہ ہین کہ ایسی چیز کو زبان سے مت

بیان کرے جو تو قلب سے نہیں جانتا ہو اور نہ آنکھوں سے دیکھی اور نہ کانوں سے سُنی ہو کیونکہ یہ سب اعضا پوچھے جاوینگے پس زبان سے تو دعویٰ کا سوال ہوگا اور آنکھ سے پوچھا جائیگا کہ سولے بطور عبرت کے اور طرح کیوں نظر کی اور کان سے سوال ہوگا کہ ایسی بات کیوں سُنی جس سے کچھ نفع نہوا اور قلب سے جو سوائے ذکر الٰہی کے اسپر جاری ہوتا تھا پوچھا جائیگا۔ واسطی رح نے کہا کہ اسمین اشارت ہو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف جوابات بیان کر بطریق حرمت بیان کرے اور مقام اجازت سے تجاوز نہ کرے۔ مترجم کہتا ہو کہ مثال اسکی قولہ تعالےٰ انہم عبادک یعنی مغفرت و عذاب کسی کا حکم نہ لگاوے اور یہ بطریق ادب ہو۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے فرمایا کہ جسکے دل مین معرفت نے ٹھکانا کیا وہ دونون جہان مین سوائے اسکے کچھ نہین دیکھتا سنتا ہے تو اُسی سے اور مشغول ہوتا ہو تو اسی کے ساتھ۔ شیخ قارسی رح نے کہا کہ بعض حکمار کا قول ہو کہ اپنے علم سے اپنا حال ڈھونڈھو اور حال سے اپنا دل اور اپنے دل سے اپنی گھڑی اور اپنی گھڑی سے اپنا قلب اور اپنے قلب سے ذکر اور ذکر سے اپنی مراد اور مراد سے اپنی آرزو تاکہ صادقین مین سے ہو جاؤ اور ان تمام چیزون مین اپنے خطرات ڈھونڈھو کیونکہ بحکم الٰہی ان اعضار سے سوال ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل شرک و فسق کا ابطال فرمایا۔

أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي

کیا تم کو چھانٹ لیا۔ تمھارے رب نے بیٹون کے ساتھ اور بنائین اپنے ملائکہ سے لڑکیاں تم تو کہتے ہو ایک بڑی بات اور البتہ ہم نے بیان کر دیا

هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَغَوْا

اس قرآن مین تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑین اور انکو زیادہ ہوتا ہو وہی بدکنا تو کہہ اگر ہوتے اسکے ساتھ آلہہ جیسے تم لوگ کہتے ہو تو اسوقت ضرور خواہش کرتے

إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ

صاحب العرش کیطرف راہ کی پاک ہو وہ اور بزرگ ہو بہر ایسے قول سے جو وہ کہتے ہین بڑی بزرگی کا تسبیح کرتے ہین اسکے لیے ساتون آسمان

وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ

اور زمین اور جو شخص انمین ہو اور نہین کوئی چیز مگر یہ کہ تسبیح کرتی ہو اسکی حمد کے ساتھ ولیکن تم نہین سمجھتے ہو انکی تسبیح کو

كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

وہ بہت حلم والا بڑا مغفرت کرنے والا ہو

شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مشرکین ملعون نے ملائکہ کو عورتین قرار دیا پھر انکو اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں ٹھہرایا پھر اُنکی پرستش کی ان تینون باتون مین غلطی و گمراہی اختیار کی یعنی بدون علم کے سب اٹکل سے زعم و گمان کیا پس اللہ تعالےٰ نے انکار ورد فرمایا بقولہ۔ أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ کیا تمھارے رب نے تمکو بیٹون کے ساتھ چھانٹا ہو یعنی کیا تمھارے رب نے خلوص و صفائی کے ساتھ تمکو افضل اولاد یعنی بیٹون کے ساتھ مخصوص کیا اور انمین سے اپنے واسطے کچھ حصہ نہین لیا۔ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا اور اپنے ملائکہ سے عورتین بنائین یعنی تمھارے مردود قول کے موافق اپنے واسطے بیٹیاں بنائین حالانکہ صریح تمھارے عقول کے خلاف ہو کہ غلامون کو تو چیزون مین سے عمدہ دیجاوے اور آپ کے واسطے بدتر ہو جسپر غلام استکراہ کرتے ہین۔ اگر کوئی گمان کرے کہ اس استدلال مین اگر کہا جاوے کہ نصرانی قائل ہین کہ مسیح ابن اللہ اور یہود قائل ہین کہ عزیر ابن اللہ تو بنین مین سے بھی ہو گئے۔ جواب یہ ہو کہ کلام اس نوع مین ہو کہ اشرف اولاد پسر ہین تو تمکو صرف بیٹیاں ملنی چاہیے تھین نہ اشتراک اور یہ استدلال نہین ہو کیونکہ توحید باری عز اسمہ و اسکی پاکی اسقدر زیادہ ظاہر و باہر ہو کہ آفتاب اسکا نمونہ کمتر ہو اور آفتاب اپنے واسطے خود دلیل ہو تو حق عز وجل اس سے زیادہ پاک و حاشا لاشریک ہو بلکہ مقصود کلام کا ان احمقون کو انکی شدت حماقت پر تنبیہ ہو لہذا فرمایا۔ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا یعنے

ع

تم لوگ ذرا غور کرو کہ بہت بڑی بات کہتے ہو جسکے سننے سے آسمان و زمین کانپتے و تھرتے ہین قریب ہو کہ پھٹ جاوین۔ تم اللہ تعالیٰ سبحانہ عزّ وجل کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو۔ سراج وکبیر وغیرہ مین ہو کہ اولاد کی نسبت کرنا مقتضی ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اجزاء سے مرکب ہوا ور جو چیز مرکب ہو وہ اجزاء کے بعد ہو گی تو اجزاء مقدم ہوے پس لازم آیا کہ وہ واجب الوجود سب سے مقدم اور قدیم نہین ہو حالانکہ یہ صریح باطل ہے تو یہ کتنی بڑی حماقت ہو علاوہ ازین اولاد اپنے زعم مین اعتقاد کرکے لڑکا و لڑکی مین سے جو عمدہ تھا وہ اپنے واسطے قرار دیا اور بدتر کو اللہ تعالیٰ کے لیے ٹھہرایا یہ دوسری حماقت سخت تر ہو اگر کہا جاوے کہ کیا لڑکیان بدتر ہوتی ہین تو جواب یہ کہ وے لوگ تو لڑکیون کو یہانتک برا جانتے کہ زندہ درگور کرتے اور پیدایش کی مبارکباد نہین لیتے تھے اور اصل مین بھی لڑکون کو فی الجملہ لڑکیون پر فضیلت ظاہر ہو کہ مردون کو انبیاء بنایا گیا ہو اور اسمین کلام نہین ہو کہ بعضے مرد جو فسق و فجور سے درجہ انسانیت سے خارج ہو جاتے ہین اُنسے نیک پارسا عورت اچھی ہو لیکن مرد کی قسم کو عورت پہ فضیلت ہو پس کافرون نے کمال حماقت سے دونون قسم مین سے اعلیٰ کو اپنے واسطے رکھا اور اخس وارذل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اور علاوہ اسکے ملائکہ جنکو قدرت و قوت شدید ہو حتیٰ کہ انمین سے ایسے ہین کہ زمین کو لوٹ دین اور پہاڑ اکھاڑ دین انکو عورتین زعم کیا اور یہ بھی جہالت شدیدہ ہو۔ پھر چونکہ اس بیان مین نہایت صریح تنبیہ و توضیح ہو مگر کفار لوگ اپنی حماقت سے باز نہ آئے تو فرمایا۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ یعنی ہم نے اس قرآن مین طرح طرح اعلیٰ بیانات سے انکو نصیحت کی کہ عبرت کے واسطے قصص فرمائے اور امثال ذکر کیے اور دلائل واحکام وغیرہ بطور وعدہ ثواب و وعید عذاب امر و نہی وغیرہ کے اُنکے آغاز و انجام و موت و حیات ہر طرح کے یقینیات و قطعیات کے ساتھ بیان فرمایا۔ لِيَذَّكَّرُوْا تاکہ وے نصیحت پکڑین مگر انکو کچھ نفع نہ ہوا۔ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا اور اس تصریف و تذکیر نے انہین کچھ اثر نہ بڑھایا سوائے نفرت کے یعنی بجائے اثر پذیر و الفت و محبت کے انہین نفرت اور زیادہ ہو گئی۔ اصل یہ تھا کہ انکو اپنے رب عزّ وجل سے اُنس و الفت ہوتی اور نہ تھی تو اس قرآن سے ہو جاتی مگر بجائے اسکے انہین دوری و وحشت بڑھی۔ ابو حیان نے کہا کہ لغت مین تصریف کے جس سے صرفنا ماخوذ ہو یہ معنی ہین کہ ایک چیز کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا پھر یہ کنایہ ہو گیا اچھی طرح خوب واضح بیان سے۔ حمزہ وکسائی کی قرأت مین لیذکروا بدون تشدید اذ ذکر ہو یعنی سوچ لین و غور کرین۔ و باقیون کی قرأت مین تشدید ہو۔ یہان ایک تلویح ہے کہ ایمان والے مین قرأت قرآن سے ایک اُنس و خضوع بڑھتا ہو بخلاف کافرون کے سراج مین ہو کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب اس آیت کو پڑھتے تو رو کر کہتے کہ اے رب اسنے مجھے تیری جانب خضوع بڑھایا جس نے تیرے اعداء مین خالی نفرت بڑھائی ہو۔ پھر چونکہ مشرکین مین یہ بھی حماقت بدیہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اور بھی آلہہ قرار دیتے جنکی پرستش کرتے تھے اور یہ توحید کے خلاف ہو اور صرف اٹکل و گمان کی بات ہو تو اسکو رد فرمایا اور ان کی حماقت پر تنبیہ کی بقولہ تعالیٰ قُلْ۔ کہدے اے محمد صلعم یعنی انکو فہمایش و تنبیہ کردے کہ لَّوْ كَانَ مَعَهٗ۔ اگر ہوتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ آلہہ جیسے تم کہتے ہو حالانکہ اگر دنیا مین اسطرح ایک ادنیٰ کے واسطے سلطان کہا جاوے تو مضحکہ ہو پھر یہ تو سمجھو کہ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا تب تو بڑی خواہش کرتے راہ کی طرف ذی العرش کے یعنی مخالفت کرکے دنیاوی بادشاہون کی طرح مقہور کرنا چاہتے۔ واضح ہو کہ بندگی اسکی جو خالق آلہہ ہوا ور آلہہ مین تمام کمالات ضرور ہین ازانجملہ پوری قدرت کہ جس سے ہر جاندار حیوان و انسان کو ہر وقت اُسکی خواہش و ضرورت کے موافق جو چاہے دیدے اور ہر مظلوم جسکو چاہے بچاوے اور جسکو چاہے اُسکے کردار کی سزا دے غرضکہ اسکو ہر طرح کے نفع پہونچانے و ہر طرح کے ضرر دور کرنے کی قدرت کامل ہو تو ضرور ہی کہ ہر دم ہر مخلوق کے سب حال کا اسکو علم ضرور ہو پس جب ایک ایسا کامل ہوا تو کسی آلہہ کی ضرورت نہین ہو وہی صاحب العرش ہو گویا کہ سلطنت کامل جو عرش

سے تعبیر ہو اسی کے واسطے ہوئی لہذا آلہ ذو العرش ہو اس سے معلوم ہوا کہ سواے ایک کے دوسرا آلہ نہین ہو سکتا لہذا دوسری آیت مین فرمایا
کہ لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا یعنی اگر سواے اللہ تعالے کے دونون آسمانون و زمین مین کوئی آلہ ہوتے تو یہ مخلوق تباہ ہو جاتی۔ اور واضح ہو
کہ بعضے علما رنے زعم کیا کہ یہ اسوجہ سے ہوتا ہو کہ باہم آلہہ مین اختلاف ہوتا تو ہر ایک دوسرے پر غلبہ چاہتا تو مخلوقات تباہ ہوتی مگر اسپر اعتراض
وارد ہوا کہ شاید باہم متفق ہو کر کارروائی کرتے تو کچھ بربادی نہ ہوتی اسکا جواب دیا کہ یہ خلاف عادت ہو کیونکہ عادت یون ہی جاری ہو کہ اختلاف
ہوتا ہو اسپر اعتراض کرنے والے نے کہا کہ پھر یہ دلیل قطعی نہ ہوگی کیونکہ اختلاف تو عادت کی راہ سے ہوتا ہو لیکن احتمال یہ باقی ہو کہ شاید انکی عادت
اختلاف کی نہ ہو تو ثبوت نہ ہوگا۔ اسکو مان لیا کہ ہان یہ دلیل سمجھ مین آجانے کے لیے کافی ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ سب غلط ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ دلیل قطعی ہو اور
اسکی تقریر یہ ہے کہ تمام عالم ہر حال مین اپنے خالق عز و جل کے قبضۂ تدبیر مین رہتا ہو اگر ایک لحظہ بھی نہو تو فنا ہو جاوے اور یہ قاعدہ ہے کہ
جو چیز کسی دوسری چیز کے واسطے اسکے وجود کی علت ہو تو علت جب تک قائم ہو وہ چیز قائم رہیگی جب نہ ہو تو قائم نہ رہیگی جیسے جب تک ہاتھ کو
حرکت ہو تب تک کنجی کو حرکت ہوتی رہیگی اور اگر ہاتھ کو ٹھہراؤ تو کنجی بھی ٹھہر جاویگی جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ اس عالم کا خالق آلہ صرف
ایک ہی ہو سکتا ہو اور اوپر بیان ہوا کہ اسمین سب کمالات ہونگے کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا پس اگر کوئی کہے کہ سواے ایک کے دوسرا بھی ہو سکتا ہے
تو ہم پوچھتے ہین کہ اول مین صفت علو بھی یعنی سب سے عالی اور سب اُسکے قبضۂ تدبیر مین ہین اور ظاہر ہو کہ سب سے عالی صرف ایک
ہو سکتا ہو پس اگر اول ہو تو دوسرا نہین ہو سکتا اور یہ بدیہی ہو اور اگر دوم ہو تو اول نہین ہو سکتا غرضکہ یہ صفت کمال صرف ایک مین منحصر ہو
اور اگر یہ صفت کسی مین نہ ہو تو کوئی آلہ نہ ہوگا و لیکن اول مین ہو تو پس وہی اللہ ہو اور باقی ممکن نہین ہو۔ علاوہ اسکے جب اول مین علو و اُس کے
قبضہ مین باقی سب کا قیام ہو تو ہم پوچھتے ہین کہ دوسرا جسکو تم آلہ کہتے ہو وہ بھی اول کے قبضہ تدبیر مین مقہور ہو یا نہین و لیکن ابھی معلوم ہوا کہ سواے
اُسکے جو کچھ موجود ہو سب اسکے قبضۂ تدبیر مین ہو تو دوسرا جو اول کے قبضۂ تدبیر مین ہو آلہ نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ناقص محتاج مقہور ہو اور دوسرا
جب کہ خود مقہور مجبور ہو تو وہ اول پر بوجہ نقصان کے قاہر قادر نہین ہو سکتا کیونکہ وہ کامل قاہر قادر ہو پس قطعی ثابت ہوا کہ اس آیت سے
صرف وحدت الٰہی ثابت ہوتی ہو اور وہ قطعی ہو اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حضرت باری تعالے جل شانہ کی جناب مین ایسے بیہودہ اوہام کو گنجایش ہی
نہین ہو اسی واسطے اپنی ذات پاک کی تسبیح فرمائی لقولہ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا یعنی ہر نقص و عیب سے کمال پاکیزہ ہو
اور متعالی ہو یعنی کمال صفات مین ہر وہم و گمان و خیال سے بے انتہا بلند ہو کیونکہ جو وہ کہین وہ انھین کا وہم و خیال و گمان ہو وہ ان سب سے
متعالی ہو علو کبیر کے ساتھ پس بے انتہا پاک و بزرگ ہوا اسی واسطے عارفان کعبۂ جلال کہتے ہین کہ عظمت و شان الٰہی ہر بشر کے وہم و خیال و گمان
سے باہر ہو کیونکہ آدمی مخلوق ہو اور جو وہم و خیال وغیرہ انسان مین ہو وہ بھی مخلوق ہو اور ان اوہام کا دوڑانا یہ فعل مخلوق کے اندر قوت وہم مخلوق کا
ایک فعل مخلوق ہو پس جو کہ اسقدر ضعیف خلقت ہو اُسکو پاک قدیم سے ذرا بھی مناسبت نہین ہو۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ یہان علوا کبیرا فرمایا اور
علو اکبر نہین فرمایا تو اسمین کیا فائدہ ہو جواب دیا کہ اولاد و جورو و شریک وغیرہ جن چیزون کی نسبت مشرکین کفار جو احمق ہوتے ہین جانورون سے
بدتر ہین اللہ تعالے جل شانہ کی طرف کرتے ہین ان چیزون مین اور اللہ تعالے مین اسقدر منافات و جدائی ہو کہ ذرا بھی نسبت نہین ہو سکتی ہو
اور یہ تباین اس حد تک بے انتہا ہو کہ یہان کچھ زیادتی کا وہم بھی نہین صحیح ہو تو صیغہ تفضیل اکبر یہان بے معنے ہوگا جب کہ یہان زیادتی و کمی
کی گنجایش ہی نہین ہو۔ حمزہ و کسائی کی قرأت مین تقولون تبار خطاب ہو یعنی اے مشرکو جو تم کہتے ہو۔ اور باقیون کی قرأت بیار تحتیہ ہو۔ پھر
بیان فرمایا کہ اللہ تعالے کی تسبیح تمام اسکی مخلوقات کرتی ہو وصف کمال کے ساتھ پس فرمایا۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ تسبیح

کرتے ہین اس اللہ ذوالعظمۃ والکبریا العلی الکبیر کے واسطے آسمان ساتون اور زمین ساتون۔ وَمَنْ فِيهِنَّ اور جو عقل والے انمین ہین یہ سب
خاصۃ اللہ تعالے ہی کے واسطے تسبیح کرتے ہین پھر عاقل وغیر عاقل سب کی تسبیح کو بیان فرمایا بقولہ۔ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہین ہے شے
مین سے کوئی بھی إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے اُسکی حمد کے ساتھ۔ یعنی ہر چیز پڑھتی ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ اور امام بخاری نے
آخر صحیح مین روایت کی کہ دو کلمہ ہین کہ زبان پر ہلکے ہین اور میزان مین بھاری ہین اور اللہ عزوجل کو محبوب ہین وہ سبحان اللہ وبحمدہ
وسبحان اللہ العظیم ہین۔ طبرانی کی روایت عبدالرحمن بن قرط مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنے جبرئیل وبائین میکائیل تھے
دونون آپ کو لیکر اڑے یہانتک کہ آسمانون تک پہونچے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے واپس ہوکر بیان فرمایا کہ مین نے آسمان مین تسبیح سنی
مع بہت سی تسبیحات کے آسمان تسبیح پڑھتے تھے اپنے خالق صاحب ہیبت کے واسطے ڈرتے ہوے اسکی بزرگی سے کہ سبحان العلی الاعلی سبحانہ وتعالے
وَلٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ولیکن تم انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو۔ ضمیر تسبیحہم مین دلالت ہے کہ ایسے مخلوق ذی عقل مین سے بھی ہے کہ بہت آدمی
انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہین جیسے حیوانات ونباتات وجمادات کی تسبیحات کو نہین سمجھتے ہین کیونکہ یہ آیت تو جملہ اشیاء حیوانات ونباتات وجمادات
کو شامل اور عام ہے کہ یہ سب تسبیح کرتے ہین جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا اور کہا کہ دو قول ہین انمین اشہر یہی ہے کہ یہ سب تسبیح کرتے ہین۔ محی السنہ
نے معالم مین لکھا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر چیز زندہ کوئی ہو تسبیح کرتی ہے اور قتادہ نے کہا کہ مراد حیوانات ونامی چیزین ہین عکرمہ نے کہا
کہ درخت تسبیح کرتا ہے اور لکڑی کا ستون نہین تسبیح کرتا ہے۔ مقدام بن معدی کرب سے مروی ہے کہ خاک تسبیح کرتی ہے جبتک بھگوئی نجاوے پھر جب
بھگوئی گئی تو تسبیح چھوڑتی ہے اور پتی جبتک درخت پر ہے تسبیح کرتی ہے اور جب گری تو تسبیح ترک کرتی ہے اور کپڑا جبتک نیا ہے تسبیح کرتا ہے جب میلا ہوا تو تسبیح
چھوڑ دیتا ہے اور پانی جبتک جاری ہے تسبیح کرتا ہے جب ٹھہر گیا تو تسبیح چھوڑ دیتا ہے اور وحش وطیور اپنی روانی اور پرواز مین تسبیح کرتے ہین اور جب ساکن
ہوے تو تسبیح ترک کرتے ہین۔ ابراہیم نخعی رح نے فرمایا کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان ہو (جانور ۱۲) اسکی تسبیح کرتی ہے حتی کہ دروازہ کا کواڑا اور چھت کی کڑیان
مجاہد رح نے کہا کہ ہر چیز اپنے اللہ تعالے کی تسبیح کرتی ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو یا جماد ہو اور اسکی تسبیح یہ ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔ مترجم کہتا ہے کہ جن بزرگون
نے کہا کہ پتی جبتک تازہ رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب خشک ہو جاتی ہے تو تسبیح چھوڑتی ہے اسکے واسطے اقتباس اس حدیث سے بھی ہو سکتا ہے جو صحاح
مین ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو قبرون مین دیکھا کہ دونون عذاب کیے جاتے ہین فرمایا کہ ان دونون پر عذاب کیا جاتا ہے اور کچھ بڑی بات
پر عذاب نہین کیے جاتے ایک تو چغلخوری کرتا تھا اور ایک پردہ نہین کرتا تھا پیشاب کرنے مین۔ پھر ایک تازہ شاخ خرما لیکر دو ٹکڑے کرکے دونون پر
ایک ایک رکھدی اور فرمایا کہ امید ہے کہ جبتک یہ خشک نہون انپر سے عذاب مین تخفیف ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس شاخ کی تری مین اثر
جو خشک ہونے مین نہین ہے اور وہ تسبیح تھی۔ ولیکن ستون حنانہ کی روایت مشہور صحاح مین سے ہے اسی واسطے محی السنہ نے معالم مین لکھا کہ جمادات
مین اللہ تعالے کا ایک علم ہے کہ سواے اسکے غیرون کو اسپر وقوف نہین ہے تو پس اُسپر ایمان لانا چاہیئے اور اُسکا علم جناب الٰہی مین سپرد کرنا چاہئے
اور لکھا کہ بعض علماء معانی نے اس آیت مین تاویل کی کہ آسمانون وزمین اور سواے عقلاء کے دیگر حیوانات ونباتات وجمادات انکی تسبیح کے
معنی یہ ہین کہ جبتک یہ ایک لطیف ترکیب وخوبصورت صنعت پر ہین اپنے خالق عزوجل کی پاکی قدرت پر دلالت کرتے ہین پس یہی بمنزلہ
تسبیح کے ہے۔ امام محی السنہ نے اسکے بعد لکھا کہ صحیح قول اول ہے یعنی ان اشیاء کی تسبیح حقیقی ہے اور یہی سلف سے منقول ہے اور سراج مین لکھا کہ
ابن الخازن رح نے کہا کہ قول اول اصح ہے اور وہی سلف سے منقول ہے اور احادیث اسی پر دلالت کرتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ آیات بھی صریح
ہین بمانند قولہ تعالے وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ یعنی ہم نے مسخر کردیا داؤد کے ساتھ پہاڑون کو کہ تسبیح کرتے تھے اور پرندون کو۔ اور اگر

کوئی تاویل کرے کہ یہ ایک خاص طور پر اللہ تعالےٰ نے انکین قوت تسبیح دیدی تھی تو جواب یہ ہے کہ ایسی تاویل کی ضرورت اسوقت ہوگی کہ دوسری
آیات حقیقی تسبیح کی جو انکی عام جبلت مین ہو ثبت نہ ہون۔ وماننذ قولہ تعالےٰ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموات والارض والطیر صافات کل
قد علم صلاتہ وتسبیحہ یعنی تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے تسبیح کرتے ہین وہ جو آسمانون وزمین مین ہین اور پرند بازو پھیلائے ہر ایک نے
اسکی صلوٰۃ و تسبیح جان لی ہے۔ یہین سے مقدام بن معدی کرب کا قول ہے کہ پرند جب تک اُڑتا ہے تسبیح کرتا ہے پھر سکون ہوا تو تسبیح ترک
کرتا ہے ولیکن دوسری احادیث سے ثابت ہوا کہ اُڑنا کچھ قید تسبیح نہین ہے پھر پہاڑون کا عظمت الٰہی سے شق ہونا اور اُنسے پانی جاری ہونا وغیرہ
آیات مین مصرح ہے اور اسی طرح آسمانون وزمین و پہاڑون پر امانت کا پیش کیا جانا اور انکا پناہ مانگنا اور قولہ تعالےٰ قالتا آتینا طائعین
وغیرہ صریح ہین کہ انکین اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ایک علم ہے اور واحدی رح نے بھی سلف سے یہی نقل کیا اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک استدلال
لطیف نقل کیا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم یعنی چوپایون و پرندون کو آدمیون کے مثل
اُمتین قرار دیا اور فرمایا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی ہر اُمت مین اُسکا نبی گذرا ہے تو معلوم ہوا کہ چارپایون و جانورون و پرندون مین
انکے انبیاء ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک انصاری کے اونٹ نے شکایت کی پس اظہر یہ ہے کہ بنی آدم کا پیغمبر
تمام مخلوقات کے پیغمبرون کا سردار ہے اور شاید کہ مخلوقات کے انبیاء کو پیغمبر بنی آدم سے تعلق ہے پھر مترجم کہتا ہی کہ تسبیح انسانی سب سے محبوب ہے
اور یہان ایک بھید ہے کہ آدمی جب بھوک سے تسبیح کرنے سے عاجز ہو تو حلال جانور کو ذبح کر کے کھانا جو اسکے حق مین مباح ہی وہ اسی معنی مین
مستحسن ہی کہ انسانی تسبیح اس سے اشرف ہے واللہ تعالےٰ اعلم فافہم۔ شیخ ابن کثیر رح نے تسبیح کو حیوانات و نباتات و جمادات مین عام قرار دیکر
لکھا کہ صحیح بخاری مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ ہم لوگ طعام کا تسبیح کرنا سنتے تھے درحالیکہ وہ کھایا جاتا تھا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی
حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریان اپنے دست مبارک مین لین اُنسے تسبیح سنی گئی جیسے شہد کی مکھیون کی آواز ہوتی ہی اور
ایسے ہی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھون مین سے سنی گئی اور یہ حدیث مسانید مین مشہور ہی امام احمد رح نے حضرت انس رض سے
روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے یہان گئے دیکھا کہ انکے چوپایہ سواری کے کھڑے ہین اور انپر کجاوہ باندھنے کا انتظام ہے پس
اس قوم سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ انپر سوار ہو سالم اور انکو چھوڑو سالم اور بازارون و راستون مین اپنی باتین کرنے کے واسطے انکو کرسیان مت بناؤ
کہ بسا اوقات سواری کا جانور اپنے سوار سے بہتر ہوتا ہی اور سوار سے وہ زیادہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہی۔ سنن نسائی مین عبد اللہ بن عمر رض سے
روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسکا بولنا اسکی تسبیح ہی۔ قتادہ رح نے عبد اللہ بن بابی کے
واسطہ سے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آدمی نے جب لا الٰہ الا اللہ کہا تو یہ کلمہ اخلاص ہی کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص سے کوئی عمل قبول نہین کرتا
یہانتک کہ وہ یہ کلمہ کہے اور جب اُسنے الحمد للہ کہا تو یہ کلمہ شکر ہی جس نے یہ نہین کہا اُسنے اللہ تعالےٰ کا کچھ شکر ادا نہ کیا اور جب اُسنے اللہ اکبر کہا تو یہ
کلمہ آسمان وزمین کا درمیان خالی بھر دیتا ہی اور جب اُسنے سبحان اللہ کہا تو یہ کلمہ صلوٰۃ خلائق ہی کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو اپنی مخلوقات مین سے نہین
چھوڑا مگر آنکہ انکو صلوٰۃ و تسبیح کا مقرر کیا ہی یعنی ہر مخلوق کوئی ہو اسکو پڑھتی ہی اور جب بندہ نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ میرا بندہ
اسلام لایا اور میرے واسطے گردن جھکائی قبول کرے۔ امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی
آیا اُسپر طیلسان کا ایک جبہ تھا جسین دیباج کا فیتہ تھا یا دیباج کی گھنڈیان تھین پس اُسنے کہا کہ یہ تمہارا سردار چاہتا ہی کہ ہر ایک چرواہے کے
لونڈے کو بلند کرے اور ہر سردار زادہ کو پست کرے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غضبناک اسکی طرف کھڑے ہوے اور اسکے جبہ کے بند کو پکڑ کر

کھینچا پھر فرمایا کہ مین تجھپر العقل کے کپڑے نہین دیکھتا پھر آپ واپس ہوکر بیٹھے اور فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹونکو بلایا اور فرمایا کہ مین تم دونون کو وصیت کرنا چاہتا ہون تم کو دو باتون کا حکم کرنے کا دیتا ہون اور تم کو دو باتون سے منع کرتا ہون پس مین تمکو اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنے سے اور تکبر کرنے سے منع کرتا ہون اور تمکو لاالٰہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کہ اگر یہ سب آسمان اور زمین اور جو کچھ انمین ہو ایک پلہ مین رکھے جاوین اور لاالٰہ الا اللہ دوسرے پلہ مین تو اسی کلمہ کا پلہ بھاری ہوگا اور اگر آسمان وزمین ایک حلقہ ہون پھر انپر لاالٰہ الا اللہ رکھا جاوے تو ان سب کو ریزہ ریزہ کردے اور مین تمکو سبحان اللہ وبحمدہ کا حکم دیتا ہون کہ یہ سب چیز کی نماز ہو اور اسی سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہو۔ امام احمد نے اس حدیث کو دوسری اسناد سے بھی روایت کیا اور یہ فقط مسند امام احمد مین ہو۔ اور ابن جریر رح نے اسکو جابر بن عبد اللہ رض سے مرفوع روایت کیا کہ کیا مین تمکو اس سے آگاہ نہ کرون جسکا نوح علیہ السلام نے اپنے پسر کو حکم دیا تھا کہ تو کہا کر سبحان اللہ وبحمدہ کیونکہ یہ نماز خلق کی اور تسبیح خلق کی ہے اور اسی کی وجہ سے خلق کو رزق دیا جاتا ہے۔ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد ضعیف ہو۔ اور لکھا کہ عکرمہ نے اس آیت مین کہا کہ اسطوانہ تسبیح کرتا ہو اور درخت تسبیح کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہی صحیح ہے اور معالم سے اوپر منقول ہوا کہ اسطوانہ نہین تسبیح کرتا ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔ اور بعض سلف نے کہا کہ دروازہ کی تسبیح اسکی آواز ہو اور پانی کی تسبیح اسکی رفتار کی آواز ہو۔ اور سفیان ثوری رح نے بواسطہ منصور کے ابراہیم نخعی رح سے روایت کی کہ طعام تسبیح کرتا ہے۔ اس قول کے واسطے سورۂ حج کی آیت سجدہ شاہد ہو یعنی ہر چیز جاندار وبیجان تسبیح کرتی ہے اور دوسرون نے فرمایا کہ تسبیح وہ کرتی ہے جسمین روح ہو یعنی حیوانات ونباتات چنانچہ قتادہ نے کہا کہ ہر چیز جسمین روح ہے درخت وغیرہ سے تسبیح کرتی ہے اور ضحاک وحسن بصری رح نے کہا کہ ہر چیز جسمین روح ہے۔ شیخ ابن جریر رح نے ابو الخطاب رح سے روایت کی کہ ہم لوگ یزید الرقاشی کے ساتھ ایک دعوت مین تھے اور وہان حسن بصری بھی تھے پس لکڑی کا خوان آگے کیا گیا تو یزید الرقاشی نے کہا کہ اے ابو سعید یہ خوان تسبیح کرتا ہے تو حسن رح نے جواب دیا کہ کبھی تسبیح کرتا تھا یعنی جب سبز تھا پھر شیخ ابن کثیر رح نے اس قول کے استیناس کے واسطے وہی حدیث ابن عباس ذکر کی جو مترجم نے اللہ تعالے کے فضل وتوفیق سے سابق مین ذکر کردی ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو قبرون پر سبز شاخ پھاڑ کر رکھی اور فرمایا کہ امید ہے کہ ان دونون سے تخفیف عذاب رہے جبتک یہ لکڑیان خشک نہون۔ اور بعض مفسرین نے نقل کیا کہ سدی رح نے کہا کہ دریا مین جو مچھلی شکار ہوتی ہو یا پرند شکار کیا جاتا ہو تو اس سے کہ تسبیح الٰہی ضایع کردیتا ہو۔ سراج وغیرہ مین ہے کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مین ایک پتھر ہے کہ جن ایام مین میری بعثت ہوئی ہے مجھے سلام کرتا تھا اور اب بھی مین اسکو پہچانتا ہون۔ مترجم کہتا ہو کہ اُحُد کا محبوب ہونا اور آپ سے محبت کرنا صحیح مین موجود ہو اور لکھا کہ ابن عمر رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ستون سے تکیہ دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب آپ کے واسطے منبر بنایا گیا تو منبر پر خطبہ پڑھنے لگے پس وہ ستون لکڑی کا نرم آواز سے رویا پس آپ نے اُتر کر اپنا ہاتھ اُسپر پھیرا اور ایک روایت مین ہو کہ اسکو گلے سے لگا لیا اور آہستہ اس سے کچھ کہا پس خاموش ہوگیا۔ یہ احادیث دلالت کرتی ہین کہ جمادات بولتے اور تسبیح کرتے ہین۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ اللہ تعالے بہت حلم والا اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے یہ اسکی حلم مین سے ہو کہ تم کو مہلت دیدی اور تمھاری غفلت پر تمکو مواخذہ فی الحال نہین فرمایا اور تم ایسے جاہل ہو رہے ہو کہ باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے تسبیح سے غافل ہو اور سب چیزین تسبیح کرتی ہین اور وہ بڑا غفور ہو کہ جب توبہ کرکے رجوع لاتے ہو قبول فرماتا ہو۔ بخاری ومسلم مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء مین سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو اسنے حکم دیا کہ چیونٹیون کا چھتا جلا دیا گیا پس اللہ تعالے نے اُسپر وحی بھیجی کہ تو نے ایک چیونٹی کے عوض مین اُمتون مین سے ایک امت کو جو تسبیح پڑھتی تھی جسلا دیا۔

ابو الشیخ نے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ زراعت تسبیح کرتی ہے اور اُسکا ثواب کاشتکار کو ہوتا ہے اور کپڑا تسبیح پڑھتا ہے اور
اُسوقت کہتا ہے کہ اگر تو مومن ہے تو مجھے دھو ڈال۔ اور ابو الشیخ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے سوائے کتے اور گدھے کے
حسن بصری رح سے مروی ہے کہ قولہ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ کی تفسیر توریت مین بقدر ہزار آیات کے تھی توریت مین تھا کہ پہاڑ اسی کی تسبیح کرتے ہین
اور درخت جنگلون مین اور جہان جہان لگے ہین اُسی کی تسبیح کرتے ہین اور فلان چیز اسکی تسبیح کرتی اور فلان چیز اُس کی تسبیح کرتی ہے تمام
تفصیل مذکور ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے تسبح لہ السموات السبع والارض الآیۃ۔ حقایق اشارات مین سے یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے
مخلوق کو اپنی قدرت قدیمہ ازلیہ سے اور مشیت سابقہ سے اور ارادہ قدیمہ سے جو قائم بذات پاک ہے اور علم و حکمت سے پیدا کیا پس
عدم سے یہ وجود جسپر آثار صفات قدم ظاہر ہین پیدا ہوا اور اس مین اُس کے آثار قدرت ظاہر ہوے پس اشیا مین قدرت کا ظہور
ارواح و عقول و زبانین و معرفت ہین اور انکے و معدن قدرت کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیا کہ مصادر فعل ظاہر ہوے اور
اشیا نے مصادر فعل و قدرت کے مشاہدہ کیے پس ارواح کو اہتزاز و جنبش ہوئی اسطرح کہ اپنے معدن سے عشق ہوا اور زبان سے توحید
کی اور خالق کی تسبیح و تقدیس کی اور یہ بات اس حیات ازلی کی تاثیر سے ہے جو ان اشیا پر قابض ہوتی ہے پس یہ سب چیزین اپنی زندگی مین یعنی
زندہ ہوتے ہین اسی حیات ازلی سے قائم ہین یعنی اسی حیات ازلی سے ان اشیا کی زندگی کا قیام ہے اور اسی زبان سے اپنے صانع کی تسبیح
کرتے ہین اور یہ بوجہ غلبہ انوار قدرت و استیلاء عظمت کے ہے پس سموات کی تسبیح بزبان عظمت ہے اور زمین کی تسبیح بزبان قدرت ہے اور جو چیزین
اُنکے درمیان ہین پس انمین جو ذی روح ہین وہ بزبان صفات و افعال اپنے اپنے مراتب کے موافق تسبیح کرتے ہین اور تمام اشیاے نباتی
و جمادی اہل ظاہر کے قول پر تسبیح کرتی ہین اور اہل معرفت کے نزدیک تسبیح بزبان اوصاف و اسماء و نعوت ہے اور عارفین کی تسبیح بزبان
ذاتی ہے کیونکہ وہ تجلی آفتاب ازلی و ابدی مین ہین ولیکن سب کی تسبیح کو کوئی پہچانتا نہین ہے سوائے اُس شخص کے جسکے سر باطن و روح
و عقل و قلب و صورت پر حق عز وجل نے ذات و جمیع صفات سے تجلی فرمائی ہے اور اشیا کے واسطے عارفین کے نزدیک روحانی ملکوتی زبانین
ہین کہ غیبی زبان و اشارات سے وے حق عز وجل کی تسبیح کرتی ہین اس تسبیح کو کوئی سنتا بھی نہین ہے مگر وہی لوگ جو شہود غیب مین ہین کہ
نطق انکا حق ہے اور عقل حق اور عرفان الحق حق ہے اور تسبیح جمادات کی تصدیق کے لیے وہ حدیث ہے جو حضرت انس بن مالک رضہ نے روایت
کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے ایک مٹھی سنگریزے اپنے ہاتھ مین لیے انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ مین تسبیح پڑھنی شروع کی یہانتک کہ ہم نے تسبیح اچھی طرح سنی پھر انکو ابو بکر رضہ کے ہاتھ مین دیا یہانتک کہ ہم نے تسبیح سنی پھر انکو عمر رضہ کے ہاتھ
مین دیا انھون نے تسبیح پڑھی یہانتک کہ ہم نے تسبیح سُنی پھر عثمان کے ہاتھ مین دیا وہان بھی ہم نے تسبیح سنی پھر وہ ہمارے ہاتھون مین دیے تو
ہمارے ہاتھون مین انھون نے تسبیح نہ پڑھی اور اس حدیث کی تصدیق اس آیت سے ہے کہ یا جبال اوبی معہ۔ یعنی اے پہاڑو تسبیح پڑھو
اسکے ساتھ اور یہ تو مشہور بات ہے کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھتے تھے چنانچہ آیت کریمہ مین مصرح ہے۔ قولہ انہ کان حلیما غفورا
اسکے حلم و غفران سے ہے کہ اُسنے تمام مخلوقات کو اپنی ذات پاک کی معرفت بصفات قدیمہ ازلیہ ابدیہ عطا فرمائی اگر یہ نہ ہوتا تو خلق کا وجود
نہ ہوتا اور نہ اسکی زبان سے ذکر نکلتا ولیکن کرم سے ہر ایک کو زبان دی جس سے سب نے اسکی حمد و تسبیح کی پس اسکی حمد ہر ذرہ کو شامل ہے
اور اسکی تعریف ہر ذرہ بلسان تسبیح ادا کرتا ہے شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ تمام مخلوقات مختلف زبانون سے اللہ تعالے کی تسبیح ادا کرتے ہین
ولیکن یہ تسبیح انکی نہین سنتے اور نہین سمجھتے مگر وہی لوگ جو علماء ربانی ہین جنکے دلون کے کان کھلے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے بعد الوہیت کے

بیان کے رسالت کی تقریر فرمائی

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَ
اور جب تو پڑھے قرآن کو تو ہم کر دیتے ہین تیرے درمیان اور درمیان ان لوگون کے جو ایمان نہین لاتے آخرت کا پردہ ڈھانپنے والا اور

جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ
ہم کر دیتے ہین اُنکے دلون پر ڈھکنے اس سے کہ اسکو سمجھین اور انکے کانون مین ٹھینٹھ اور جب تو ذکر کرے اپنے رب کو قرآن مین

وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ
اکیلا تو پھر جاتے ہین اپنے پشت کے رخ نفرت کرتے ہم جانتے ہین جو وے سننا چاہتے ہین جب کان لگاتے تیری طرف اور

اِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ
جب وے مشورہ کرتے ہین جب کہتے ہین ظالم لوگ کہ تم نہین پیروی کرتے ہو مگر ایک مرد کی جو جادو مین پھنسا ہوا ہے دیکھ تو کیسے انھون نے تیرے حق مین

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝
مثلین بنائین سو بھٹک گئے پس کوئی راہ نہین پاتے ہین

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ یعنی اور جب تو قرآن پڑھے وہ قرآن کہ کوئی بیان مثل اسکے واضح نہین ہے جَعَلْنَا تو ہم اپنی عظمت کے ساتھ کر دیتے ہین۔ بَیْنَكَ تیرے بیچ مین۔ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اور ان لوگون کے بیچ مین جو سوا دنیاوی محسوسات کے آخرت پر ایمان نہین لاتے۔ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا حجاب مستور۔ وہ حجاب انکے دلون پر چھا جاتا ہے کہ جو کچھ تو پڑھتا ہے انکی سمجھ مین نہین آتا اور نہ اس سے نفع اُٹھاتے ہین۔ یہ حجاب ویسا ہوتا ہے جیسے محسوسات مین اسکی نظیر کھاری و میٹھے سمندر کے بیچ مین پردہ ہے کہ باہم نہین ملتے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قتادہ و ابن زید نے کہا کہ حجاب مستور وہی اکنہ ہین جنکو فرمایا۔ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اور ہم کر دیتے ہین انکے دلون پر اکنہ یعنی اغطیہ جمع غطاء اور مراد ڈھکنا۔ اَنْ یَّفْقَهُوْهُ بکراہت اس امر کے کہ قرآن کو سمجھین۔ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور کر دیتے ہین ان کے کانون مین وقر یعنی ٹھینٹھ جس سے وہ فائدہ مند سننا نہین سنتے ہین اسکے دوسری آیت ہے۔ قالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی آذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب۔ یعنی جب قدرت الٰہی اپنے بارہ مین مشرکون نے سن لی تو خود بھی کہنے لگے کہ ہمارے قلوب اُس سے جسکی طرف تو بلاتا ہے ڈھکنے مین ہین اور ہمارے کانون مین ٹھینٹھ ہین اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے۔ پھر حجاب مستور جب کہ اغطیہ کے معنی مین ہے تو مستور جو بروزن مفعول ہے بمعنی ساتر ہوا جیسے قولہ تعالیٰ کان وعدہ ماتیا مین ماتیا بروزن مرمیا مفعول بمعنی فاعل ہے یعنی اسکا وعدہ خواہ مخواہ آنے والا ہے ایسے ہی حجاب مستور یعنی پردہ چھپانیوالا ہے اور حجاب کے بعد مستور کا فائدہ یہ ہے کہ پردہ کبھی خفیف مانع ہوتا ہے تو مستور کہنے سے معلوم ہوا کہ یہ حجاب بالکل ساتر رہا اور بعض نے کہا کہ حجاب مستور یعنی وہ پردہ ایسا ہے کہ خود پوشیدہ کیا ہوا ہے اسکو عام نظرین نہین دیکھ سکتی ہین باوجود اسکے وہ کافرون وانکی ہدایت کے درمیان حائل ومانع ہے اور شیخ ابن جریر رح نے اسی کو ترجیح دینے کی طرف میل کیا ہے اور بعض نے یہ تفسیر کی کہ کافرون کے اور تیرے درمیان ہم ایک پردہ کر دیتے ہین بعض اوقات قرآن پڑھنے سے کہ وے ان ظاہری آنکھون سے تجھے نہین دیکھ سکتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حافظ ابو یعلی موصلی نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب سورہ تبت یدا ابی لہب اُتری تو ام جمیل ابولہب کی کانی

جورو بڑبڑاتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ مذمم ہمارے پاس آیا ہم نے اُسکا دین نکال پھینکا اور اُسکی بات نہ مانی۔ وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے پہلو مین ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے تو ابو بکر رض نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ مردار آتی ہے ایسا نہ ہو آپ کو دیکھے اور اُسکے ہاتھ مین پتھر تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے نہین دیکھیگی اور آپ نے کچھ قرآن پڑھا اور قولہ اذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالآخرة حجابا مستورا۔ پھر آکر وہ کھڑی ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین دیکھا اور ابو بکر رضے بولی کہ اے ابو بکر مجھے خبر پہونچی ہے کہ تیرے ساتھی نے (بجائے محمد ۱۲) میری ہجو کی ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ وہ شاعر نہین ہین کہ تیری ہجو کی ہو۔ پس یہ کہتی ہوئی پھری کہ قریش کا قبیلہ جانتا ہے کہ مین اُسکے سردار کی بیٹی ہون۔ امام سیوطی رح نے کہا کہ نزول اسکا ایسے ہر شخص کے حق مین ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فریب کا ارادہ کیا پھر واضح ہو کہ مراد قرآن سے یا تو مطلق قرآن ہے اور یا سورۂ نحل کی آیت قولہ اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم وسمعہم الآیہ اور سورۂ اسرا مین قولہ وجعلنا علی قلوبہم اکنة ان یفقہوہ الآیہ اور سورہ حٰم جاثیہ کی آیت افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ واضلہ اللہ علی علم الآیہ پس اللہ تعالے ان آیات کی برکت سے آپ کو مشرکون کی آنکھ سے پوشیدہ رکھتا تھا ذکرہ الخطیب اور قرطبی رح نے کہا کہ ان آیات کے ساتھ اول سورۂ یٰس تا قولہ فہم لا یبصرون بھی زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ سیرت مین ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ کیا تو مکان مین بجاے اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سُلایا اور وصیت کی کہ قریش کو انکی امانتین میری طرف سے ادا کر دینا اور تسکین دیدے کہ کچھ خوف نہین ہے اور یہان قریش کے فاسق و فاجر لوگ مشورہ کر کے آپ کے قتل پر آمادہ ہوے اور انہین سے چھ آدمی تلوارین لیکر آپ کے دروازہ پر منتظر ہوے کہ جس وقت نکلین تو سب ایکبارگی قتل کر دین تاکہ خون آپ کا ان چھ آدمیون کے مختلف قبائل پر پھیل جاوے تو بنو ہاشم کو سب قبائل سے لڑنے کی قدرت نہ ہوگی ناچار خون کا عوض مال لینے پر راضی ہو جاوینگے۔ پس آپ کو معلوم ہوا کہ یہ بدکار دروازہ پر ہین پس آپ اول سورہ یٰس تا فہم لا یبصرون پڑھتے ہوے ایک مٹھی خاک لیکر انکے منہون اور سرون پر چھڑکتے ہوے باہر چلے گئے اور اللہ تعالے نے ان بدکارون کی آنکھین اندھی کر دین کہ کسی نے آپ کو نہ دیکھا اور نہ ہوش ہوا یہانتک کہ صبح ہوگئی صبح کو شیطان نے بشکل انسان ان سے آکر کہا کہ کمبختو یہان کھڑے کیا کرتے ہو وے لوگ چونک اُٹھے اور یکایک مکان مین گھسے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پایا اور پوچھا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ اسکا رسول کہان ہے اور ان بدکارون نے اپنے مُنہ اور سرون کو خاک آلودہ پایا اور ہر ایک اپنی راہ چلا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید جامع اوصاف ہو کہ اسکی قرأت سے ظاہری نظر سے بھی مشرکین اندھے ہو جاتے ہون مگر جب یہ قصد کیا جاوے اور باطنی نظر سے ہمیشہ اندھے ہوتے ہین کہ انکے دلون پر ڈھکنے ہوتے ہین جس سے دل مین نہین سماتا اور کانون مین ثقل کہ جس سے نفع نہین ہوتا اور اسی شرک مین منہمک رہجاتے ہین اور سراج مین خطیب نے ذکر کیا کہ روایت ہے کہ ابو سفیان ونضر بن الحارث وابو جہل وغیرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور آپ کی باتین سنتے تھے ایک روز نضر بن الحارث نے کہا کہ مجھے معلوم نہین ہوتا کہ محمد کیا کہتا ہے سواے اتنی بات کے کہ مین اُسکے ہونٹھ ہلتے ہوے دیکھتا ہون۔ ابو سفیان نے کہا کہ مین تو بعض باتون کو سچ خیال کرتا ہون اور ابو جہل نے کہا کہ وہ مجنون ہے اور ایسی ہی ابو لہب وحویطب بن عبد العزی نے کہا۔ غرضکہ باوجود اسقدر وضوح وبیان کے قرآن کی فہم سے ایسے عاری تھے۔ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ اور جب تو ذکر کرتا ہے اپنے رب کو فِي الْقُرْاٰنِ قرآن مین۔ وَحْدَهٗ اکیلا یعنی اُنکے بتون کو متروک وباطل کرتا ہے مثلاً لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے یا قرآن کی آیات توحید پڑھتا ہے۔ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ تو منھ موڑتے ہین اپنے پیٹھون کی طرف نفرت کرتے ہوے یعنی اللہ تعالے کی توحید سے اسقدر بیزار ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قتادہ رح نے فرمایا کہ جب مسلمانون نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو مشرکون نے اس سے انکار کیا اور اسپر یہ قول بہت گران گذرا لیس ابلیس و اُسکے لشکر نے اسکو

تنگ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے یہی منظور فرمایا کہ اسکو جاری فرماوے اور بلند کرے اور جو اسکے واسطے قتال کرے اُسکو نصرت دے اور تمام پر اُس کو غالب کر دے اس کلمہ کو تو اسی چھوٹے سے جزیرہ والے پہچانتے ہیں جو چند رات دن میں طے ہو جاتا ہے۔ ابن جریر نے یہاں ابن عباس رضی سے قولہ ولوا علیٰ ادبارہم نفورًا کی تفسیر میں روایت کیا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے شیاطین ہیں شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول غریب ہے ورنہ شیاطین تو قرأت قرآن و اذان و ذکر الٰہی سے بھاگ جاتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید ابن عباس کی مراد وہ آدمی ہوں جو شیاطین کے کمال طاعت میں شیاطین الانس ہوتے ہیں۔ خطیب نے ذکر کیا کہ قولہ وحدہ منصوب ہونے کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ نصب اسکو حال واقع ہونے سے ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور یہ ضمیر کی طرف مضاف ہے تو جواب یہ کہ لفظ میں اگرچہ معرفہ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت نکرہ ہے کیونکہ بمعنے منفرداً ہے اور دوم یہ کہ منصوب بالظرفیت ہے اور خطیب نے قولہ نفورًا میں لکھا کہ اس میں بھی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ نفور مصدر ہو تو مفعول مطلق ہے مگر فعل کے لفظ سے نہیں ہے اور معنی میں واحد ہے کیونکہ ولوا اور نفورًا ایک ہی معنی میں ہیں پس یہ مفعول مطلق واسطے تاکید کے ہے اور دوم یہ کہ نفور حال از فاعل ہے اور اس صورت میں وہ جمع نافر ہے جیسے قعود جمع قاعد اور شہود جمع شاہد وغیرہ۔ اور لکھا کہ علماء مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ قرآن سنتے وقت کافروں کی حالت کئی طرح پر ہوتی تھی بعضے تو لہو میں ڈالتے تھے چنانچہ اولاً وقعی ہیں سے دو بھائی دو طرف کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے اور سیٹی دیتے اور اشعار پڑھکر مخلوط کرتے تھے تاکہ سننے میں خلل ہو اور بعضے جب قرآن میں ذکر الٰہی سنتے تو مبہوت رہجاتے اس میں سے کچھ نہیں سمجھتے تھے اور بعضے جب آیات توحید و مذمت مشرکین سنتے تو پیٹھ پھیر کر چل دیتے۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهٖٓ ہم خوب جانتے ہیں وہ بات جسکے سبب سے کان لگاتے ہیں۔ اِذْ يَسْتَمِعُونَ اِلَيْكَ جبکہ تیری جانب کوشش سے سننے کو کان لگاتے ہیں تاکہ تیری قرأت سنیں۔ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اور جب کہ وے باہم شوریٰ کرنیوالے ہیں یعنی باہم مشورہ کرتے ہیں اسطرح کہ سننے سے منہ موڑ کر باہم ایک دوسرے کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کہ کس ذریعہ سے لوگوں کے دلوں سے اعتقاد و میلان دور کریں چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ يَقُولُ الظّٰلِمُونَ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا جبکہ ظالمین یعنی قریش کے سردار لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کرتے مگر ایک مرد مسحور کی یعنی ایک مرد کی جو خداع میں گرفتار ہے اور اسکی عقل مغلوب ہو گئی ہے خطیب نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضہ کو حکم دیا کہ طعام تیار کر کے اشراف قریش کو بلاؤ جب آئے تو آپ نے قرآن انکو سنایا اور توحید کی طرف بلایا اور کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تاکہ عرب تمہارے مطیع ہوں اور عجم تمہارے دین پر آویں انھوں نے انکار کیا اور قرآن سنتے وقت کہتے کہ ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ اگر کہا جاوے کہ انھوں نے پیروی نہیں کی تھی پھر کیونکر کہتے تھے جواب دیا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ اگر تم پیروی کرو تو پیروی ایسے مرد کی ہو گی جو مسحور ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ دیکھ تو کیسے ان گمراہوں نے تیرے واسطے مثلیں بیان کیں یعنی بعض نے شاعر و بعض نے جادوگر اور بعض نے جادو میں پھنسا ہوا اور بعض نے کاہن و بعض نے معلم و بعض نے مجنون بیان کیا حالانکہ تجھ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کچھ بھی نہیں بلکہ تو رسول اللہ سید المرسلین امام الانبیاء والصدیقین والشہداء والصالحین ہے یہ سب لوگ خود گمراہ ہیں۔ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا پس خود گمراہ ہوئے تو اس سے اُنکے حق میں یہ نتیجہ ہوا کہ نہیں استطاعت پاوینگے راہ کی یعنی راہ حق نہ پاوینگے کیونکہ راہ حق تیری طاعت و پیروی میں ہے پس اگر تجھ سے منکر ہوں تو سوائے گمراہی کے کوئی راہ نہیں ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باہمی مشورہ کفار قریش سے جو خفیہ کیا کرتے تھے آگاہ فرمایا کہ اپنی قوم سے پوشیدہ انکے سردار تیری قرأت سننے کو اسواسطے آتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے میں شاعر بتاوے اور کوئی ساحر وغیرہ اور آخر میں سب نے مسحور قرار دیا۔ اور لکھا کہ محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب سیرت

مین محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے روایت کی کہ ابو سفیان بن حرب و ابو جہل بن ہشام اور اخنس بن شریق الثقفی ایک رات اپنے مکان سے اسواسطے نکلے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنین اور آپ اپنے گھر مین رات کو پڑھا کرتے تھے پس ہر ایک نے اپنے واسطے ایک ٹھکانا مقرر کیا کہ وہان بیٹھکر سنتا تھا اور ایک کو دوسرے کا ٹھکانا معلوم نہ تھا پس رات مین انھون نے سنا یہانتک کہ جب فجر ہوگئی تو متفرق ہوگئے جب راستہ مین ملے تو ایک نے دوسرے کو ملامت کی اور کہا کہ اب ایسا مت کرو کہ اگر تم مین سے بعضے بیوقوف تمکو دیکھینگے تو تمھارے اس فعل سے اُسکے دل مین کچھ اور بات پڑجائیگی۔ جب دوسری رات آئی تو پھر انمین سے ہر ایک اپنے ٹھکانے آیا اور رات مین سنتے رہے دوسرے روز پھر راہ مین ملے تو آپس مین تذکرہ ہوا اور سب نے پہلے روز کی طرح عہد کیا کہ اب نہ آوینگے پھر جب تیسری رات ہوئی تو ہر ایک نے اپنا ٹھکانا لیا اور رات مین سنکر طلوع فجر کے بعد متفرق ہوے تو راہ مین مجتمع ہوے تو بعض نے بعض سے کہا کہ آج ہم جدا نہ ہونگے یہانتک کہ باہم ایک بات پر عہد کرلین کہ آیندہ ایسا نہ کرین پس یہ عہد کرکے متفرق ہوگئے پھر صبح کو اخنس بن شریق نے اپنا عصا لیا اور نکل کر ابوسفیان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو حنظلہ تم نے جو محمد سے سُنا اس مین مجھے اپنی راے بتلاؤ ابوسفیان نے کہا کہ اے ابو ثعلبہ واللہ مین نے بہت سی باتین سنین کہ جنکو مین نے جان لیا اور انکی مراد بھی جان لی اور بہت ایسی باتین بھی سنین کہ نہ مین نے اُنکے معنی جانے اور نہ مراد معلوم ہوئی۔ تو اخنس نے کہا کہ جسکی تو نے قسم کھائی مجھے بھی اسی کی قسم کہ یہی میرا حال ہے پھر ابوسفیان کے پاس سے نکل کر ابوجہل کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے ابو الحکم تو نے جو محمد سے سُنا اُس مین تیری کیا راے ہے وہ بولا کہ تو نے تو سُن لیا ہے اور بات یہ ہے کہ ہم نے اور بنو عبد مناف نے شرافت مین جھگڑا کیا کہ کون زیادہ شریف ہے سو اگر اُنھون نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھانا دیا اور انھون نے غریبون کو سواری دی تو ہم نے بھی دی اور اُنھون نے مفلسون کو دیا تو ہم نے بھی دیا یہانتک کہ جب ہم دونون گھٹنون کے بل برابر ہوے اور ایسے ہوگئے جیسے گاڑی کی جوڑی گھوڑون کی ہوتی ہے تو انھون نے دعوی کیا کہ ہم مین ایک نبی ہے اُسپر آسمان سے وحی آتی ہے تو پھر یہ بات کہان سے لائی جاوے اور ہم کیونکر پاوین مین تو واللہ کبھی نہ ایمان لاؤنگا اور نہ کبھی تصدیق کرونگا پھر اخنس اُسکو چھوڑ کر چلا آیا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یومنون الآیہ۔ اسمین اشارت ہے کہ جب تک آدمی صدق واخلاص سے معاملات مین اپنے درجہ کو نہین پہونچتا اسوقت تک اس درجہ کے لائق معانی سے مشرف نہین ہوتا اور اسرار سے واقف نہین ہوتا اور ہر ایک کی قرأت علٰحدہ ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا یہ مرتبہ ہے کہ جب آپ پڑھتے تو فہم کتاب و معانی حقایق کے درمیان انکے قلوب وعقول وارواح کے درمیان غیرت الٰہی کا حجاب ہوتا تھا پس ظاہری ابصار سے اسرار صفات نہین دیکھ سکتے تھے پس بیکار ہوجاتے تھے اور قلوب کے کانون سے لطائف حکمت نہین سنتے تھے کہ دلون مین مؤثر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تو آپ نور صفات سے منور اور تجلیات سے موشح ہوجاتے کیونکہ مشاہدۂ ذات وصفات حاصل ہوتا تھا اور اہل الحق کے نزدیک اشارہ ہے کہ جب آپ اس مقام پر پہونچتے تو غیرت قدم نہ چاہتی کہ ایسے مستغرق بندے کو کوئی غیر دیکھے سواے اسکے جو مقامات مین اسکے ہمقدم ہو اور اگر کوئی آپ کو اس حال مین دیکھتا تو ہیبت الٰہی سے اسکی عقل پراگندہ و روح پرواز کرجاتی قولہ وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ الآیہ اس قول پر دلیل ہے اور اشارہ ہے کہ جب تجلیات کلام الٰہی مین مستور ہوا تو جو نگاہین لائق ان تجلیات کے نہین ہین انسے بھی ضرور مستور ہوگا اور یہ لوگ وہی مشرکین اہل باطل ہین جن کو قرآن و اسکے احکام پر ایمان نہین جس سے آخرت سے بھی منکر ہین۔ حاصل یہ کہ قرأت قرآن کی حالت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کافرون و مشرکون کی نظر سے اسوجہ سے محجوب و مستور ہوتے تھے کہ قرآن مجید بیان صفات پاک ہے اور قرأت اسکے ظہور تجلیات و سکینت ہے اور ان تجلیات

ورحمت خاصہ کا پرتو اُن لوگون کے واسطے ہی جو مطرود بارگاہ ازل نہون پس جو لوگ کہ آخرت سے منکر و مشرک و کافر ہین انکی نظرون پر حجاب مستور کر دیا جاتا ہی اور یہ بدین معنی ہمیشہ ضروری ہی کہ یہ نعمت خاصہ مطرودین کو کبھی نصیب نہو گی اسیواسطے شیخ رحمہ نے کہا کہ بہت سے اہل الصدق جو اغیار و کفار سے بھاگنا چاہتے ہین وہ قرآن کے پردہ مین پوشیدہ ہوتے ہین پس جملہ ضرر سے مصئون ہو جاتے ہین مثلاً اسنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا کہ مخلوق کی نگاہون سے مخفی ہوگیا اور یہ حال ایسے لوگون کا ہی جو متقی اور مخفی ہین بعض مشائخ نے کہا کہ جس نے اپنے اعمال سے حصن چاہا یا اپنی نفس مین یا اپنی جنس کے آدمیون سے حصن چاہا اُسنے اپنا وقت برباد کیا وہین ہلاک ہوگا جہان اُسنے امن چاہا ہی اور جس نے کتاب الٰہی سے حصن چاہا وہ اچھے حصن مین ہی اور جہانتک ترقی کرے مامون و مصئون ہی شیخ ابو یزید رح جب اس آیت کو پڑھتے تو اپنے لوگون سے فرماتے کہ تم جانتے ہو کہ یہ حجاب کون ہی یہ حجاب غیرت ہی حدیث مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی غیرت والا نہین ہی قولہ واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ الآیہ۔ جب حق عز وجل کو بصفات حق ذکر کیا بصفت وحدت و فردانیت اسطرح کہ حبیب منفرد بحبیب ہوا اور متوحد بوحدت حبیب ہوا اور اُسکی صفات سے متصف ہوا تو اسکا وجود ربانی صمدانی وحدانی جبروتی ملکوتی ہوگیا پس جو حادث اُسکے نزدیک کیا جاوے وہ زائل ہو جائیگا اور اُس سے ہر شیطان دور بھاگیگا۔ جب قرآن مین اثبات توحید و نبوت کا بیان ہو چکا اور امر معاد ثابت ہوگیا اور دلائل مذکور ہوے اور باوجود ظہور نبوت کے انکے انکار پر انکی جہالت بیان کر دی تو نہایت نفیس تقریر سے اہل عقل کو کافرون و مشرکون کی گمراہی در بارۂ انکار معاد کے ایک بدیہی و ظاہر بات مین بیان فرمائی بقولہ تعالے۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ

اور کہتے ہین کہ بھلا جب ہم ہو جاوینگے ہڈیان اور بوسیدہ ریزہ تو کیا ہم مبعوث ہونے والے ہین ایک مخلوق جدید ہوکر کہدے کہ ہو جاؤ تم پتھر یا

حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ

لوہا یا اور کوئی مخلوق اس قسم سے جو تمھارے دل مین بڑی ہو سو پھر کہینگے کہ کون ہمکو دوبارہ پیدا کریگا کہدے کہ وہی جسنے تمکو نیا ایجاد کیا تھا اول مرتبہ

مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ

سو پھر وے ہلاوینگے تیری طرف اپنے سرون کو اور کہینگے کہ کب ہوگا یہ کہدے کہ عنقریب یہ ہونا معلوم ہوتا ہے جسدن تم کو بلا دے گا

فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

تو تم جواب دوگے اسکی حمد کے ساتھ اور جانوگے کہ تم نہین ٹھہرے تھے مگر بہت کم

وَقَالُوْٓا یعنی مشرکین جو توحید و نبوت و آخرت کے منکر ہین باوجود اس اقرار کے کہ ابتدا مین اللہ تعالے نے انکو ایجاد فرمایا ہی کہتے ہین بطور استفہام انکاری کے کہ ءَاِذَا كُنَّا کیا جب ہم ہو جاوینگے یعنی یہ تو ضروری ہی کہ ہم ہو جاوینگے عِظَامًا وَّرُفَاتًا ہڈیان و ریزے۔ مجاہد رحمہ نے کہا کہ رفات یعنی خاک اور ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ نے روایت کی کہ رفات یعنی غبار ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا تو بھلا کیا ہم نئی پیدائش سے مبعوث ہونگے۔ حاصل اس شبہہ کا یہ ہی کہ ان گمراہون نے خیال کیا کہ آدمی کیواسطے موت لازم ہی اور اسکے بعد جسم گل کر اعضا متفرق و منتشر ہو جاتے ہین خون ہوا کے ساتھ اور خاک زمین مین علی ہذا سب اپنے اپنے مناسب اجسام سے ملجاتے ہین پھر کیونکر سمجھ مین آوے کہ دوبارہ یہی اجزا مرکب ہونگے اور کیونکر انمین دوبارہ روح عود کریگی۔ اور جواب ظاہر ہی کہ جب اللہ تعالے کا علم کامل و قدرت کاملہ ہی اور اسنے ابتدا مین جب کچھ بھی وجود نہ تھا تب پیدا کر دیا تو اب دوبارہ اسکی ترکیب و تالیف و اعادۂ روح و عقل پر بدرجۂ اولی قادر ہے پس جسنے اللہ تعالے کو

مانا یعنی اُسکے علم و قدرت کامل کو سمجھ گیا تو اُسکو یہ شبہہ کچھ بھی پیدا نہین ہو سکتا۔ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا تو اُنسے کہدے کہ تم پتھر یا لوہا ہو جاؤ۔ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُوْرِكُمْ یا کوئی مخلوق اس قسم سے جو تمھارے دل مین بڑی ہو۔ بعض نے ذکر کیا کہ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اگر تم کو اس امر مین تعجب ہے کہ اللہ تعالے تمکو گوشت پوست پیدا کر دیگا تو تم سختی مین اور قوت مین پتھر و لوہا یا اور کوئی جسکو بڑا سمجھتے ہو ہو جاؤ اگر تمکو قدرت ہو۔ خطیب نے سراج مین لکھا کہ یہ امر التزامی کے معنی یہان نہین ہین کہ تم پتھر وغیرہ ہو جاؤ اگر ہو سکو۔ بلکہ معنی یہ ہین کہ اگر تم پتھر یا لوہا وغیرہ جو بالکل خشک و دنیا مین بے روح ہے وہ ہو جاؤ تب بھی اللہ تعالے تم کو دوبارہ زندہ کر کے حشر کے واسطے مبعوث فرماویگا۔ اوّل بات یہی ہے جو خطیب نے ذکر فرمائی اور یہی معنی تفسیر امام ابن کثیر و محی السنہ وغیرہ سے ظاہر ہین اور قولہ خلقًا مما یکبر فی صدورکم یعنی ایسی مخلوق مین سے ہو جاؤ جو تمھارے خیال مین حیات کے قابل ہی نہین ہے تو اسکو بھی اللہ تعالے اپنی قدرت سے زندہ کرے گا۔ ابن اسحٰق نے مجاہد سے روایت کی کہ مین نے ابن عباس رضؓ سے پوچھا کہ اسکے کیا معنی ہین فرمایا کہ موت یعنی اگر تم موت ہو جاؤ جو حیات کی ضد ہے تو بھی اللہ تعالے اسکو زندہ کریگا اور ابن عمر رضؓ سے بھی مروی ہے کہ اُسکی تفسیر مین فرمایا کہ یعنی اگر موت ہو جاؤ تو تم کو زندہ کر دیگا اور یہی قول سعید بن جبیر و ابو صالح و حسن و ضحاک سے مروی ہے اور خطیب نے کہا کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے ہمارے وقت کے بعض لوگون نے اپنی کتاب مین اس تفسیر کو بعید جانا کیونکہ پتھر و لوہے سے ترقی مقصود ہے اور موت کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ محسوس ہو۔ اور مین کہتا ہون کہ ترقی اس بات مین مقصود ہے کہ پتھر و لوہے سے بھی زیادہ بے روح و نا قابل حیات چیز ہو جاؤ اور ظاہر ہے کہ موت ضد حیات ہے اور ہر شخص اُسکو خیال کرتا ہے تو کچھ بھی بعید نہین بلکہ نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ امام مالک نے ذکر کیا کہ سلف کہتے تھے کہ وہ موت ہے۔ اور واضح ہو کہ مجاہد رحؒ نے کہا کہ یعنی آسمان ہو جاؤ زمین ہو جاؤ پہاڑ ہو جاؤ اور جو چاہو وہ ہو جاؤ بہر حال اللہ تعالے تم کو اعادہ کریگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مراد موت کی تفسیر سے انحصار نہین ہے بلکہ معنی یہ کہ جو چیز تم اپنے خیال مین زندگی سے بعید اور بالکل نا قابل حیات جانو وہ ہو جاؤ حتی کہ موت ہو جاؤ تو اسکو بھی اللہ تعالے زندہ کریگا شیخ ابن جریر رحؒ نے اس مقام پر یہ حدیث ذکر کی کہ جب جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین اپنے اپنے ٹھکانے ہو جاوینگے تو موت لائی جاویگی گویا سیاہ مینڈھا ہے اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑی کیجائیگی پھر اہل جنت سے کہا جائیگا کہ تم اسکو پہچانتے ہو کہینگے کہ ہان پھر دوزخ والون سے کہا جائیگا کہ تم اسکو پہچانتے ہو کہینگے کہ ہان پھر وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمھارے لیے ہمیشگی ہے کبھی موت نہین ہے اور اے اہل دوزخ تمھارے واسطے بھی ہمیشگی ہے کبھی موت نہین ہے۔ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا یعنی پھر زیادہ انکار کے ساتھ پوچھینگے کہ جب ہم پتھر یا لوہا یا اس سے بڑھکر غیر قابل حیات ہو گئے تو ہمکو دوبارہ پیدا کون کریگا۔ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ کہدے کہ وہی جس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا یعنی جب تم کچھ بھی نہ تھے اور اب اپنے کو کچھ بتلاتے ہو جیسے وہ قادر خالق عزّ و جلّ اسوقت کہ تم کچھ نہ تھے تمھارے پیدا کر دینے سے عاجز نہ ہوا وہی اب بھی تم کو دوبارہ مبعوث کرنے سے کچھ بھی عاجز نہین ہے فَسَيُنْغِضُونَ اِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ یعنی ٹھٹھول سے تیری جانب اپنے سر ہلاوینگے وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ۔ اور کہینگے کہ یہ کب ہے۔ یون ہی ابن عباس و قتادہ رحؒ نے اُسکی تفسیر فرمائی ہے کہ یہ قول انکار و ٹھٹھول سے کہتے تھے جیسے قولہ تعالے یقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین یعنی کہتے ہین کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ یعنی اسکے وقوع کو جھوٹ جانتے اور نہایت حماقت سے بعید جانتے کہ اسی وقت مانگتے تھے جیسے قولہ تعالے یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا۔ یعنی قیامت کو جلدی مانگتے ہین وے لوگ جو اس سے منکر ہین اور ایمان والے جو قیامت کو مانتے ہین اس ہولناک واقعہ سے ڈرتے ہین۔ اسی طرح یہان یہ معنی ہین کہ غایت استبعاد سے کہتے کہ یہ ہوگا کب یعنی سچ ہے تو لاؤ۔ قُلْ عَسَى اَنْ

یَّکُوْنَ قَرِیْبًا کہدے کہ ڈرو وہ تم سے قریب ہو خواہ مخواہ آنے والا ہو اسوقت کچھ نہ کر سکوگے پس جو آنیوالا ہے وہ خواہ مخواہ قریب ہو اسکو دور نہ سمجھنا چاہیئے علاوہ اسکے دنیا چند روزہ ہے پھر آخرت کے آثار ہین تو نہایت قریب ہو اور یہ بھی ظاہر ہو کہ دوبارہ پیدائش کے بعد بے انتہا چلا گیا ہو اس بے انتہا کے ساتھ اس دنیاوی حیات کے چند روز کچھ نسبت نہین رکھتے گویا کچھ بھی نہین ہین۔ یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِہٖ جس دن تمکو بلاویگا سو تم اُسکے حمد کے ساتھ جواب دوگے یعنی سب کہوگے کہ اسکے حکم کی فرمانبرداری ہو اور اُسکے ارادہ کی بندگی ہو یہی معنی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کیے ہین اور قتادہ رح نے کہا یعنی اسکی معرفت وطاعت کے ساتھ قبول کا جواب دوگے۔ بعض نے کہا کہ یعنی تم لوگ جواب دوگے حاضری کا اور اسکی شان عظیم کے لیے ہر حال مین حمد ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی اُسکی حمد کرتے ہوے اٹھوگے اور حدیث مین ہو کہ لا الٰہ الا اللہ۔ اس کلمہ کے لوگون پر انکی قبرون مین کچھ وحشت نہین ہو گویا مین اس کلمہ والون کو دیکھ رہا ہون کہ اپنی قبرون سے اُٹھتے ہین اور اپنے بالون سے خاک جھاڑتے ہین اور لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور ایک روایت مین ہو کہ الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن۔ کہتے ہین۔ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا اور گمان کروگے کہ تم نہین ٹھہرے مگر قلیل۔ خلاصہ یہ کہ تم کو اسوقت خود ہی معلوم ہوگا کہ تم بہت کم ٹھہرے ہو اور بہت جلد قیامت آگئی بمانند قولہ تعالےٰ اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم تخرجون یعنی جب تم کو زمین سے ایک پکار پکاریگا تو اُسی دم تم نکل کھڑے ہوگے۔ یعنی اُسکے حکم کے واسطے کوئی مانع ومخالف نہین ہو کما قال تعالےٰ فانما ہی زجرۃ واحدۃ فاذا ہم بالساہرۃ۔ ایک زجر مین لوگ نکل کر روے زمین پر آجاوینگے۔ اور اسوقت مین باہم گفتگو بھی ہوگی کہ کس قدر ٹھہرے یقسم المجرمون مالبثوا غیر ساعۃ یعنی باہم قسم کھاوینگے کہ ایک ساعت کے سواے نہین ٹھہرے۔ پھر پکارنے والا کون ہو تو شیخ جلال الدین محلی رح نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام پکارینگے کہ اے بوسیدہ ہڈیو اور اے [illegible] بند شکستہ اور گوشت پارہ پارہ اور پریشان بال تمکو اللہ تعالےٰ حکم فرماتا ہو کہ فیصلۂ قیامت کے واسطے مجتمع ہو۔ واضح ہو کہ مشرکون نے سوال کیا کہ یہ کب ہوگا اسکے جواب مین یہی حکم ہوا کہ قریب ہوگا اسوجہ سے کہ اصل سوال امکان بعثت وحشر سمجھا وہ ثابت کر دیا لہذا امام رازی رح نے کبیر مین کہا کہ جب دلیل قطعی سے ثابت ہوگیا کہ بعثت وحشر ممکن ہو تو اس سوال کو کہ کب ہوگا اصل سے کچھ تعلق نہین ہو کیونکہ اسکے واسطے دلیل عقلی نہوگی بلکہ بتلایا جاوے کہ کب ہوگا ولیکن اللہ تعالےٰ نے صریح فرما دیا ہو کہ اسکا معین وقت فقط علم الٰہی مین ہو ہان یہ بتلا دیا کہ قریب ہو اور حدیث مین اسوقت کے واسطے آثار بہت سے ذکر فرمائے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ زمانۂ رسالت سے پیچھے یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہوے حالانکہ اسوقت جو حالت تھی اس سے بعضے آثار بالکل بعید تھے ولیکن قدرت الٰہیہ سے زمانہ کی تغیرات ایسی واقع ہوئین کہ اُسوقت سے وے آثار ظاہر ہوتے جاتے ہین مثلاً حدیث مین مذکور ومروی ہوا ہو کہ جب امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ بالکل قریب ہوگا تو اُسوقت نصرانی باوجودیکہ عقل روحانی سے بالکل بہرے گونگے ہونگے مگر ظاہری حواس کی قوت سے تمام روے زمین پر غالب اور سب سے زیادہ ہونگے اور ایک روایت مین یہ بھی ہو کہ مسلمانون کے قبضہ مین اسوقت سواے حیرہ وشام کے اور قریب مصر کے ایک قطعہ زمین کے اور سواے عرب کے اور ملک نہین ہونگے اور مترجم کے خیال مین اسکے بھی آثار ظاہر ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہ الآیہ اسمین اشارت اہل الحق کے واسطے یہ ہو کہ جب عارفین دنیا کو چھوڑ کر مشاہدۂ حق عزوجل مین واصل ہونگے اور اسکے لطف مین مستغرق ہونگے تو عرض اکبر یعنی قیامت کے روز انکو دعوت ہوگی کہ اے میرے بندگان اولیا واصفیا اس روز حاضر ہو کر صنائع قدرت وافعال حکمت کو اس مخلوق مین مشاہدہ کرو پس ثنا وحمد کے ساتھ جواب دینگے اور عزت وجلال الٰہی کی قسم سے ایک لحظہ ترک نہین چاہینگے اور اکثر ہزار ہزار برس دیدار مین رہینگے مگر اسکو بہت قلیل جانینگے اور انکو اسقدر وقت گذرنا اس لذت بلش وسرور مین معلوم نہ ہوگا جیسے اہل الدنیا کو اپنے دنیا کی ناپاک لذات مین نہین معلوم ہوا حتی کہ تم نے دیکھا قولہ تعالےٰ وتظنون ان لبثتم الا قلیلا۔ ایسے ہی وے لوگ

ہم اس زمانہ وصال کو قلیل خیال کرینگے - یہان ایک دوسرا نکتہ یہ ہو کہ عارفین اس دنیا مین قیدخانہ مین محبوس ہین جس دن انکو دعوت اجل پہونچتی ہو تو حمد و ثنا کے ساتھ جواب لبیک لاشریک لک لبیک دیتے ہین پس اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرتے ہین کہ اُسنے انکو قیدخانہ ہجر سے و مکان محرومی سے و جوار شیطانی سے و تکلیفات گردش سرا و گرما و جنین و جہان سے نکالا پس کہتے ہین کہ الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن - اور اسمین ایک اشارہ ہو کہ مشیت و تقدیر جاری ہونے و خشم و رضا کے آثار مین جمہور اپنے اپنے گمان مین ہین اور جب حق عزوجل انکو دعوت فرماویگا اور وہان امر مشیت و تقدیر بصفت رضا ظاہر ہوگا اور نیکون سے خطر دور ہوجائیگا تو اس خوشی مین انکے زبان سے حمد و ثنا جاری ہوگی گویا انکے گمان کے خلاف سرور ظاہر ہوا اور عاشق کا گمان جس سختی کا ہوتا ہو معشوق کے نزدیک وہ بات اس سے زیادہ آسان ہوتی ہو اور یہی وجہ ہو کہ تعریف کا جواب دینگے کیونکہ تقدیس پر تو انکو عشق ہی تھا علاوہ اسکے تسبیح و تقدیس بعد تمام معرفت کے ہو اور یہان معرفت مین اپنا قصور صریح جانتے ہین کیونکہ حقیقت مین اسکو نہ پہچانا اور نہ یاد کیا اور نہ عبادت کی پس جب کشف مشاہدہ کے وقت تمام معارف و حقائق کو فانی دیکھینگے تو ندا رحق عزوجل کے جواب مین اُسی کی حمد و ثنا بیان کرینگے یہ حمد وہ ہو جس سے اللہ تعالے جل شانہ نے ازل مین اپنے حمد و ثنا فرمائی پس معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے قدس و کمال و عزت و جلال سے ہر عارف کی معرفت سے اعلی و اجل ہو اور حادث کو قدیم سے مباین ہو گویا یہ حمد ان لوگون کی طرف سے بدینمعنی ہو کہ اپنے اعمال و حالات و معارف و علوم سے گم ہوگئے - پس اللہ تعالے کا شکر کیا کہ انھون نے جو کچھ کرامت پائی وہ حدوث کے کسی علت و سبب سے نہین پائی بلکہ رب غفور و شکور کے فضل سے ہو بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے نے جسکو دعوت سنائی تو اسکو جواب کی توفیق عطا فرمائی اور جسکو نہین سنائی تو کیا جواب دیگا جس نے کچھ نہین سنا جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ حمد آلٰہی ادا کرین کہ اللہ تعالے نے انکو لائق دعوت کردیا۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ
اور کہدے میرے بندونکو کہ کہین وہ بات کہ جو احسن ہو بیشک شیطان نرمہ ڈالتا ہو اُن مین بیشک شیطان تو انسان کے لیے

عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ
کھلا ہوا دشمن ہے تمہارا رب خوب جانتا ہو تمکو اگر وہ چاہے تمپر رحم کرے یا اگر چاہے تمکو عذاب کرے اور نہین بھیجا ہم نے تجھے انپر

وَكِیْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ
وکیل اور تیرا رب خوب جانتا ہو اسکو جو ہو آسمانون و زمین مین اور ہم نے فضیلت دی بعض نبیون کو دوسرے بعض پر او

اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝
دی ہم نے داؤد کو زبور

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشرف الخلق کو خطاب فرمایا کہ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ اور کہدے میرے بندون کو ہر چند کہ سب کافر و مومن اللہ تعالے کے بندے ہین مگر اللہ تعالے نے اپنی جانب نسبت کی بندگی قرآن پاک مین اکثر جگہ مومنون کے واسطے مخصوص فرمائی ہو مانند قولہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو فرمایا کہ میرے بندے ہین کہ اُنپر تجھے کچھ قابو نہین ہو - وقولہ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ بشارت دے میرے بندون کو جو سنتے ہین بات پھر پیروی کرتے ہین احسن بات کی - وقولہ فادخلی فی عبادی - سواے نفس داخل ہو میرے بندون مین اور مانند اسکے آیات ہین - لہذا معالم و سراج وغیرہ مین مراد مومنین لی اور یہی تفسیر امام ابن کثیرؒ وغیرہ مین ہو پس معنی یہ ہین کہ اے اشرف الخلق صلے اللہ علیہ وسلم مومنون سے کہدے کہ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یہان علماء کے تین قول ہین اول اس بناپر کہ یقولوا امعنی قول و فعل ہے

پس اَلتی صفت خصلت ہی یعنی قول و فعل انکا وہ خصلت ہو جو کہ احسن ہی اور جب کہ انکا قول و فعل خود بہتر ہوگا تو شیطان کو اُن کے درمیان جھگڑا ڈالنے اور تحریش دلانے کا موقع نہ ملیگا۔ دوم اس بناپر کہ قول انکا کافرون کے ساتھ ہو پس کافرون سے ایسا کلمہ کہین جو حسن ہو۔ معالم مین ہی کہ کلبی رح نے کہا کہ مشرکین ایذا دیتے مومنون کو انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری اور مراد احسن سے کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ ہی اور حسن رح سے مروی ہی کہ کافر سے کہے کہ یہدیکم اللہ تم کو اللہ تعالےٰ نیک راہ چلاوے معالم مین ہی کہ یہ حکم قتال یعنی جہاد کی اجازت سے پہلے تھا پھر نسخ ہوا اور مترجم کہتا ہی کہ بنا بر تفسیر مذکور کے ضرورت نسخ کی نہین اسواسطے کہ قول احسن ہر حال مین بہتر ہی اور بعض نے کہا کہ آیت کا نزول حضرت عمر بن الخطاب رض کے حق مین ہی کہ انکو بعضے کفار نے برا کہا تھا پس اللہ تعالےٰ نے عفو کا حکم دیا۔ سوم یہ کہ مومنون کو یہ حکم باہمی محاورات و گفتگو مین ہی چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے اسی پر اقتصار کیا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہی کہ اسکے مومنین بندون کو حکم دے کہ آپس کی گفتگو مین کلمہ پاکیزہ و بہتر بولا کرین۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ شیطان انکے درمیان فساد ڈالتا ہی یعنی اگر ایسا نہ کرین تو شیطان اُنکے بیچ مین فساد ڈالنے کا موقع پاویگا۔ حدیث مین ہی کہ شیطان مایوس ہوا کہ جزیرہ عرب مین اسکی پرستش کیجاوے ولیکن انھین تحریش کا موقع پاتا ہی۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔ انسان کے لیے شیطان کھلا دشمن ہی۔ شیخ امام نے لکھا کہ اسی وجہ سے منع فرمایا کہ مسلمان اپنے بھائی کی طرف دھاردار ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کہ اکثر اوقات شیطان اسکے ہاتھ سے جدا کر دیتا ہی یعنی شاید کہ اسکے ہاتھ سے دور ہو کر اسکے بھائی مسلمان کے لگ جاوے تو یہی کہا جائیگا کہ اُسنے مارا۔ امام احمد رح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہین جانتا کہ شاید شیطان اسکے ہاتھ سے جدا کرے تو یہ شخص دوزخ کے گڈھے مین جا پڑے یعنی قاتل گنہگار ہو۔ یہ حدیث صحیح مین بھی موجود ہی۔ حسن بصری رح نے ایک مرد بنی سلیط سے روایت کی کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ ایک گروہ لوگون کے درمیان بیٹھے یہ فرمارہے تھے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہی نہ اسپر ظلم کرتا ہی اور نہ اسکو خوار چھوڑتا ہی اور تقویٰ یہان ہوتا ہی۔ راوی کہتا ہی کہ اپنے سینہ مین اشارہ کیا اور جن دو شخصون نے اللہ تعالےٰ کے واسطے باہم محبت کی پھر انھین جدائی ہوگئی تو دونون مین سے کسی نے دوسرے کی بات کو بیان کر دیا تو بیان کرنے والا بدتر بیان کرنیوالا بدتر ہی۔ رواہ الامام احمد۔ بالجملہ ینزغ بینہم کی ضمیر سے اُسوقت باہم مومنین مراد ہین اور بنا بر قول دوم کے بینہم سے مراد یہ کہ مومنون اور کافرون کے درمیان فساد ڈالتا ہی۔ پس یہ حکم اس معنی مین ہی کہ جادلہم بالتی ہی احسن یعنی کافرون کے ساتھ اچھے طریقہ سے گفتگو کرنا چاہیے اور یون نہ کہے کہ تم لوگ دوزخی ہو یا ملعون ہو اور جیسے فرمایا لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم یعنی سواے اللہ تعالےٰ کے جن چیزون وغیرہ کو مشرکین پکارتے ہین ان چیزون کو برا مت کہو کہ وے اللہ تعالےٰ کو برکشی سے نادانی کے ساتھ برا کہین۔ اسی معنی مین حسن رح سے مروی ہی کہ مشرک کو یون کہے کہ اللہ تعالےٰ تجھپر رحم کرے تیری مغفرت کردے۔ وجہ یہ کہ ہمکو انکا انجام معلوم نہین ہی لہذا سراج وغیرہ مین کہا کہ اللہ تعالےٰ نے التی ہی احسن کی تفسیر فرمائی تعلیم عدل بقولہ تعالےٰ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ تمھارا رب تمکو خوب جانتا ہی یعنی ہر ایک کے انجام کا رسے وہی علیم ہی اور وہی اپنی مخلوق کا بالکل مختار ہی جو چاہے کرے۔ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اگر چاہے تم پر رحمت کرے یعنی اسطرح کہ تمکو ہدایت توبہ و استقامت دیدے۔ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ یا چاہے تمکو عذاب کرے یعنی اسطرح کہ تم کو ہدایت نہ دے گمراہ کرے پس حاصل یہ کہ اے میرے مومنین بندو تم کافرون کی حقارت مت کرو یہ یقین کر کے کہ وے خواہ مخواہ دوزخی ہین پس انکو عار دلاؤ کیونکہ اس سے فائدہ کچھ نہین بلکہ دلون مین غیظ و غضب پیدا ہوتا ہی اور وجہ یہ ہی کہ انجام کار مجہول ہے اس کو

اللہ تعالے ہی جانتا ہے پس جس قول وفعل کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اُس سے تجاوز مت کرو پھر اللہ تعالے نے خطاب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا تاکہ باقی ادنی لوگ سب بدرجہ اولی اسمین داخل ومتنبہ ہون چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا اور ہم نے تجھے نہین بھیجا اُنپر وکیل یعنی حفیظ وکفیل نہین کیا کہ تجھپر لازم ہو کہ انکو اسی حد تک رکھے جسمین اللہ تعالے کی رضامندی ہے بلکہ ہمنے تجھے بشیر ونذیر کیا ہے پس خود بھی مشرکون کی مدارات کر دو اور اپنے اصحاب کو حکم دو کہ مومنین بھی انکے ساتھ مدارات کرین۔ پھر اللہ تعالے نے تمام مخلوقات کے واسطے اپنا ہی علم مخصوص فرمایا کہ اُسی علم کے موافق ہر ایک اپنی اپنی راہ پر قبضہ قدرت الٰہی مین مسخر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا بقولہ تعالے۔ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اور تیرا رب خوب جانتا ہے اسکو جو آسمانون وزمین مین ہے۔ قال الامام ابن کثیر رح یعنی وہ خوب جانتا ہے جو تم مین سے مستحق ہدایت ہے اور جو نہین ہے۔ قال فی السراج یعنی اسکا علم فقط تم ہی پر مقصور نہین ہے بلکہ تمام موجودات ومعدومات سے اور تمام آسمانون وزمین سے متعلق ہے پس وہ ہر ایک کا حال جانتا ہے اور جو باتین اسکے حق مین مصلحت ہین اور جو مفسدہ ہین وہی جانتا ہے اور ہر ایک کی اختلاف صورت کی طرح اسکے دین واخلاق واحوال کو اور حسن انجام پر وہ ہی خوب جانتا ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ اس سے قریش کے کافرون کا رد ہے جو بعید جانتے اور کہتے کہ ابوطالب کا یتیم کیونکر پیغمبر ہوسکتا ہے اور ننگے بھوکے کیونکر اسکے اصحاب ہوسکتے ہین مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشرف الخلائق مع اصحاب کا اسطرح نام لینا کافرون ہی کا کام ہے اور شفاء وغیرہ مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اسطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لیوے یعنی یون تعبیر کرے تو بعضے علما سے مالکیہ نے فتوی دیا کہ وہ مرتد قتل کیا جاوے واضح ہو کہ بمن فی السموات کی بار کس سے متعلق ہے تو ابوعلی فارسی رح کے نزدیک یہان بعلیم مقدر ہے پس معنی یہ کہ تیرا رب بڑا دانا ہے وہ جانتا ہے کہ جو آسمانون الخ اور تقدیر کی وجہ یہ لکھی کہ اگر مقدر نہ ہو بلکہ اعلم سے متعلق کیجاوے تو لازم آتا ہے کہ علم الٰہی بمن فی السموات والارض کے ساتھ مخصوص ہوجاوے۔ اور جمہور علما نے کہا کہ یہ بار متعلق اعلم ہے اور کچھ تقدیر کی ضرورت نہین ہے اور یہ جو کہا کہ علم الٰہی کی تخصیص لازم آتی ہے یہ صرف وہم ہے اسلیے کہ جہان تک ذکر کیا اُس سے یہ لازم نہین کہ باقی کا علم نہین ہے غرضکہ مذکور کے سوائے غیر مذکور کی نفی لازم نہین ہے اور مفہوم اللقب اصولیون کے نزدیک یہی ہے۔ کرخی رح نے کہا کہ جمہور کے نزدیک مفہوم اللقب کچھ بھی حجت نہین ہے البتہ فقط ابوبکر دقاق رح مع چند لوگون کے قائل ہین کہ مفہوم لقب حجت ہوسکتا ہے بالجملہ مخلوقات مین سے ہر ایک کو اسکی تمام ذات وصفات وحالات سے اللہ تعالے خوب جانتا ہے اُسپر کوئی بات پوشیدہ نہین ہے ہر ایک کو اسنے وہ دیا ہے جو اسکے لائق ہے اور اسی طرح بعض آدمیون کو بعض پر اپنے علم کے موافق فضیلت دیتا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام مین اسنے ایسا کیا ہے کما قال تعالے۔ وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعۡضٍ اور ہمنے اپنی عظمت واختیار قدرت سے فضیلت دی بعض نبیون کو بعض پر یعنی انبیاء علیہم السلام کو مخلوقات پر فضیلت دیکر باہم انبیاء علیہم السلام مین بعض کو بعض پر فضیلت دی جیسے موسی ہو کو تکلیم کی فضیلت دی اور ابراہیم علیہ السلام کو خلیل الرحمن ہونے کی فضیلت دی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوبیت تامہ ومعراج خاصہ سے فضیلت دی پس بنو اسرائیل یا عرب مین سے کوئی اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تفضیل سے منکر نہین ہوسکتا شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ جیسے دوسری آیت مین فرمایا تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات۔ اگر کوئی کہے کہ حدیث صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاتفضلوا بین الانبیاء یعنی انبیاء کے درمیان فضیلت مت بتلاؤ۔ تو جواب یہ کہ حدیث مین مراد یہ ہے کہ خالی خواہش سے اور حمیت عصبیہ سے ایسا کرنا منع ہے کیونکہ کسی شخص کی حمایت کرنے اور کہنے سے کوئی افضل نہین ہوسکتا جیسے کسی کے نہ کہنے سے کوئی کم رتبہ ہو کیونکہ فضیلت وبزرگی دینا صرف اللہ تعالے کی رحمت مین ہے بلکہ جو کوئی بدون دلیل کے خالی اپنی رائے سے یا خواہش سے

عصبیہ ۱۲

ایسا کرے وہ مرتکب گناہ سخت ہے کیونکہ جو امر اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہے اور اُسی کے علم مین ہے اُسکا خود دعویٰ کیا۔ اور جب دلیل قائم ہوئی کہ فلان افضل ہے تو دلیل کا اتباع کیا جاوے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ مین یہ آیت دلیل ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے پھر علماء مین اختلاف نہین کہ انبیاء علیہم السلام مین سے جنپر کتاب آسمانی نازل ہوئی وے ان انبیاء سے افضل ہین جو رسول نہ تھے پھر رسولون مین سے اولوالعزم افضل ہین بقولہ تعالےٰ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ اور وے پانچ ہین نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ و محمد صلے اللہ علیہ و علیہم اجمعین اور اسمین بھی اختلاف نہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان سب مین افضل ہین پھر آپ کے بعد حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر حضرت عیسیٰؑ ہین اور ہمنے دوسرے مقام پر اسکو دلائل کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے۔ اقول یہ سب امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر کا ترجمہ ہے اور یہی صحیح و صواب ہے پس جو کچھ اس زمانہ مین صاحب فتح البیان نے تحت قولہ تلک الرسل فضلنا الخ کی تفسیر مین زعم کیا کہ انبیاء علیہم السلام مین تفضیل نہ دینا چاہیے کہ اُسپر کوئی دلیل قائم نہین ایک لغو تقریر ہے اور مترجم نے وہین اسکو رد کر دیا ہے۔ الحمد للہ کہ شیخ ابن کثیر رحمہ سے موافق ہے قولہ تعالےٰ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ اور دی ہم نے داؤد کو زبور بسراج مین لایا کہ جیسے موسیٰ کو توریت و عیسیٰ کو انجیل دی پس یون ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیکر خاتم المرسلین اور تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا بلکہ تمام مخلوق اسی کی وجہ سے پیدا کی تو سب خلق پر افضل فرمایا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہان داؤد علیہ السلام کی خصوصیت ذکر کا کیا سبب ہے تو جواب اسکا کئی وجہ سے دیا گیا ہے اول یہ کہ اول مین اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ ہم نے بعض نبیون کو بعض پر فضیلت دی پھر داؤد علیہ السلام کی فضیلت زبور دینے سے بیان فرمائی حالانکہ داؤدؑ کو بادشاہت عظیم دی گئی تھی تو اس سے تنبیہ کر دی کہ جو فضیلت اوپر مذکور ہوئی ہے وہ براہ علم و دین ہے نہ از روے مال و سلطنت۔ وجہ دوم یہ کہ مقصود آیت سے فضیلت و رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور توریت مین اللہ تعالےٰ نے آپ کی فضیلت رسالت مع اصحاب کے ذکر فرمائی ہے کما قال تعالےٰ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون یعنی اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم وجہ سوم یہ کہ قریش کے لوگ اہل نظر نہ تھے اور نہ انہین علم تھا بلکہ علی باتنا کو یہود سے پوچھتے اور یہودی شبہات نکالکر انکو دیتے تھے اور یہودی کہا کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہین ہے اور نہ توریت کے بعد کتاب ہے پس اللہ تعالےٰ نے توڑ دیا کہ ہم نے بعد موسیٰ علیہ السلام کے داؤد پر زبور نازل کی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ زبور کے بعد انجیل بھی ہے ولیکن یہودی اس سے منکر تھے۔ امام بخاری رح نے صحیح مین ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد پر قرآن آسان کر دیا گیا تھا حکم دیتے کہ انکی سواریان تیار کی جاوین پس زین سے آراستہ ہونے سے پہلے فارغ ہو جاتے۔ بقاعی رح نے کہا کہ یہان داؤد علیہ السلام و زبور کی خصوصیت ذکر کے واسطے بہت بڑی مناسبت یہ ہے کہ توریت مین بعثت کا بالکل ذکر نہین ہے اور نار کے واسطے صرف ایک مقام پر جحیم مذکور ہے اور زبور مین نار و ہاویہ و جحیم بہت جگہ مذکور ہین۔ ف فی العرائس و قولہ تعالےٰ ربکم اعلم بکم ان یشأ یرحمکم الآیہ علم الٰہی سبحانہ تعالےٰ تمام معلومات کے وجود سے پہلے ازلی تھا اور جتنے علت و سبب خیال کیے جاتے ہین وہ سب سے اول تھا کیونکہ قدیم ہے اور اسباب و علل سب حادث ہین پس اُسنے تمام مخلوقات مین سے اپنے علم و ارادہ کے ساتھ قبول معرفت و استعداد برداشت امانت کے لیے ارواح مقربین و عارفین کو اختیار فرمایا اور ان ارواح کو مقامات غیب مین رکھا جہان قدم کی زیارت کرتی تھین اور انکو مقامات عبودیت و امتحان دکھلائے کہ قہر و لطف کا ظہور کیونکر ہوتا ہے پس بعض ارواح کو مقام مشاہدہ مین اور بعض کو مواقف وصل مین اور بعض کو مقام قرب مین محبوس رکھا اور وہ جانتا تھا اس شوق کو جو اہل شوق کا اسکی جانب ہے اور جو عشق کہ محبین کا اسکی درگاہ مین ہے اور جو اُنس کہ مانوسین کو اسکی جانب مین ہے اور جو استغراق عارفین کو دریا عظمت مین ہے اور جو حیرت موحدین کو میدان ازلیت مین ہے پس بعض پر دیدار جمال سے رحم فرمایا حتیٰ کہ اسکے ساتھ سرمدی زندگی سے باقی رہے اور بعض پر

تسلط سطوات عظمت فرمایا کہ اس عذاب مین فنا ہو کر محض فنا مین فیض لقا رنہ پایا بلکہ فنا عین بقا ہی اور یہ اپنی ذات پاک پر عبرت ہی پس عارفین پر
اُسکی رحمت تو کشف وصال بلا حجاب ہی اور اُسکا عذاب اُنپر اُنکے دلون پر غلبہ نکرت ہی - اور یہ ہمیشہ عادت الٰہی اپنے خاص بندون کے ساتھ
جاری ہی ولیکن عنایت الٰہی عزوجل سابق ہی کہ انکو اپنی معرفت کے لیے چھانٹ کر عذاب فرقت سے نجات دیدی ہی اور جب وہ غافلین کو مطرود
کرنا چاہتا ہی تو اپنی جانب متوجہ ہونے سے پھیر کر غیر کی طرف مشغول کرتا ہی حتی کہ وہ دیدار آیات و رحمت کاملہ سے غافل ہو جاتا ہی شیخ قاسم رح
نے فرمایا کہ مخلوقات مین اللہ تعالےٰ کا علم سابق ہو چکا ہی کہ کون واسطے رحمت کے اور کون واسطے عذاب کے مخصوص ہی اور یہ اسکا ارادہ قدیم
ہی اور کوئی چیز اسکے ارادہ کے واسطے بدلنے والی نہین ہی اور اُسنے مخلوق مین سے ہر ایک کو داغ رحمت و داغ عذاب سے موسوم کر دیا ہی پس وہ
مخلوق موافق اپنے داغ موسوم کے جو ابتدا مین ہو چکا ہی انتہا کو پہونچیگا حتی کہ جسکے لیے داغ عذاب موسوم ہی وہ آخر مین عذاب پر مریگا اور
جسکے لیے رحمت ہی وہ کار ثواب پر مریگا - قال المترجم حدیث سے بھی ثابت ہی کہ آدمی عمر بھر بد اعمال کرتا ہی اور وہ اہل جنت مین سے ہی تو آخر مین ایسے
عمل پر مرتا ہی کہ جس سے وہ جنت مین داخل ہوتا ہی اور آدمی عمر بھر نیک اعمال کرتا ہی اور وہ اہل دوزخ مین سے ہی تو آخر مین ایسے عمل پر مرتا ہی کہ
جس سے وہ دوزخ مین داخل ہوتا ہی اور اس حدیث کی تصدیق صریح قصہ ساحران موسی علیہ السلام ہی کہ یہ سب ساحر عمر بھر سحر مین تھے اور
آخر مین اس عالی درجہ قبولیت پر شہید ہوے شیخ استاذ رح نے کہا کہ ہر مخلوق پر یہ دروازہ مسدود ہی کہ وہ اپنے نفس کے حال سے واقف ہو پس
کوئی نہین جانتا کہ وہ کس قسم مین سے ہی اور اسکا انجام کیا ہی تاکہ ہر ایک کا دل اپنے رب کے ساتھ متعلق رہے پس ہر ایک پر اسکا انجام مشتبہ رکھا ہے
اور فرمایا کہ ربکم اعلم بکم - حدیث رحمت کو حدیث عذاب پر مقدم فرمایا یعنی فرمایا کہ ان یشأ یرحمکم پھر فرمایا کہ ان یشأ یعذبکم - اسمین اُمیدوار کو زیادہ قوت
ہی کہ وہ رحمت کا امیدوار ہی مترجم کہتا ہی کہ اکثر علمار نے کہا ہی کہ آدمی کو چاہیے کہ حیات مین اُسپر خوف غالب رہے اور جسوقت انتقال کا وقت ہوتا تو
عمل کا وقت باقی نہین ہی پس اپنے رب کریم عزوجل کی بخشش و مغفرت پر یقین قوی رکھے - اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ مین اپنے بندہ
کے گمان پر ہون جو اُسکو میرے ساتھ ہی - اور حدیث مین ہی کہ ایک جوان انصاری کی وفات کے وقت آپ تشریف لے گئے تو پوچھا کہ کس حال مین
ہی اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے گناہون سے خوف کرتا ہون ولیکن اپنے رب عزوجل کی رحمت کا امیدوار ہون آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت مین
یہ دونون باتین جمع ہون تو ضرور ہی کہ اللہ تعالےٰ مغفرت فرما دے - پھر اللہ تعالےٰ نے علم قدیم پر تفضیل مقامات بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ وربک اعلم
بمن فی السموات والارض ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض الآیہ یعنی اللہ تعالےٰ آسمانون والون سے خوب آگاہ ہی کہ وہان کے ملائکہ کو شرف قرب و مقام
خوف و عبودیت عطا فرمایا ہی اور انمین سے بعض کو بعض پر ذکر و تسبیح و عبادت و طاعت و ادب و خوف و خشیت مین تفضیل دی ہی اور وہی خوب جانتا ہی
جو اُسنے زمین والون کو دیا ہی یعنی شریعت و طریقت و حقیقت و انمین بھی بعض کو بعض پر ذکر و تسبیح و عبادت و خوف و خشیت مین تفضیل دی اور بعض کو بعض پر
مراسم سلوک مین امتیاز دیا اور شریعت واسطے عموم کے عطا فرمائی کہ عام لوگ اسکی پابندی کرین اور خصوص کے واسطے طریقت ہی اور خاص الخاص بندون
کے لیے حقیقت ہی پھر جب درجات ولایت پورے ہوے تو اسکے بعد ترقی درجات نبوت مین ہی پس مرسلین کو اخبار غیب الغیب عطا کیے اور نبیین کو خبر
غیب دی اور تمام مراتب قرب اُنپر کشف فرمائے اور انکو ہمتین عطا فرمائین کہ عالم ملکوت مین سائر ہین اور میدان جبروت مین طائر ہین اور یہ سیر بارواح
و اسرار ہی پھر مقامات قرب مین بعض کو بعض پر فضیلت دی پس بعض کو مقام دنو مین رکھا اور بعض کو مقام دنو الدنو کا شرف دیا اور بعض کو تجلی و بعض کو
تدلی دی اسی طرح کلام و خطاب و معارف و مکاشفات مین فضیلت دی پس بعضے انمین سے اہل رویۃ القدم ہین یعنی دیدار قدم انکو میسر ہی اور بعضے درجہ
رویۃ البقا مین ہین اور بعضے مرتبہ دیدار صفات مین ہین اور انکو متشابہات کا علم بھی ہی اور بعضے مشرف بدیدار ذات و معرفت خاص مین پس قولہ تعالےٰ

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن کے لوگ یہی ہین پس اہل قدم یہی اہل الاول ہین اور بقاء والے اہل الآخر ہین اور صفات والے اہل الظاہر ہین
اور ذات والے اہل الباطن ہین پس آدم علیہ السلام کو اصطفائیت بعلم اسماء و نعوت و صفت و تجلی ذات حاصل ہوئی تو وہ مقام عین الجمع مین تھے
بدلیل قولہ علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علی صورتہ. اللہ تعالے نے آدم کو اسکی صورت پر پیدا کیا یعنی صورت مقام اصطفائیت مین مظہر تجلیات
عین الجمع ہو اور اسیوجہ سے بعضے اکابر نے ضمیر کو راجع بجانب حق عز وجل قرار دیا لیکن یہ مقام دقیق لائق بحث ظاہری نہین ہو اسی واسطے
علماے ظاہر اس سے منکر ہین حالانکہ اسمین جو نکتہ اہل الحق نے بیان کیا ہو اُس سے جسمیت وغیرہ کچھ لازم نہین ہو بلکہ اسطرف تو اسکا رخ بھی نہین ہو۔
اور نوح ؑ کو اصطفائیت سلطنت و معجزہ و قبولیت دعا حاصل ہوئی اور مراد سلطنت سے ظاہری حکومت نہین بلکہ غلبہ قہری ہو اور اصطفائیت
خلیل علیہ السلام کی بخلت و سماع و مقام التباس ہو بدلیل قولہ ہذا ربی۔ اور افراد قدم از حدوث بدلیل قولہ انی بریٔ مما تشرکون ہو اور موسیٰ علیہ السلام
کو اصطفائیت بخطاب اعلی و سماع کلام ازلی و تجلی خاص ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کی اصطفائیت بدرجۂ قدس ہو اُسکو روح قدسی کردیا اُس کلمہ علیہ سے جو
نفخ فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو زبور سے ممتاز فرمایا جسمین اخبار ذات و صفات ہین اور اسکو مقام عشق عطا فرمایا اور مزامیر صفات سے حسن صوت
و الحان بلبل باغ قدم عطا کردیا اور سلیمان کو اصطفائیت بادشاہت سے دی اور یوسف علیہ السلام کو جمال حسن ازلی سے لباس دیا کہ طلوع صبح
صفت سے عالم فعل مین اسکا چہرہ مشرقستان نور حسن ہوگیا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو اصطفائیت حاصل ہوئی وہ فضل عظیم الٰہی ہو کہ جو کچھ ان
افراد اولوالعزم وغیرہم علیہم السلام کو دیا تھا سب کا مجموعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور ماسوائے اسکے معراج سے مخصوص فرمایا اور دنی و تجلی
خاص و تدلی و دنو الدنو اور صحبت کبری و مجلس اعلی و مقام قاب قوسین او ادنی ہبہ فرمایا پس قوس ازل سے جو باقی سب کو دیا تھا آپ کو عطا کیا اور باقی
قوس ابد سے آپ کو مخصوص کیا پس دونون قوس کے درمیان صرف محمد صلعم مخصوص رہے اور وہان مرتبہ رفیق اعلی کے سوائے اور کچھ نہین ہو سکتا ہو پس فضائل
غیر محصور ہین جیسے عرش سے تحت الثریٰ تک کی ذات غیر محصور ہین بلکہ جن کرامات سے مخصوص فرمایا ہو انکا عالم وہی جل شانہ حق سبحانہ تعالے ہو شیخ محمد
بن فضیل رح نے کہا کہ انبیاء کی فضیلت خصائص سے ہو جیسے خلت و کلام و معراج وغیرہ پس انہین سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور محمد صلعم کو ان سب کا
فضیلت عطا فرمائی تو نہین دیکھتا کہ آپ نے فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر مین اولاد آدم کا سردار ہون اور فخر نہین کرتا کیونکر فخر کرتے کیسے جدا اپنے رب
کے ساتھ رفیق اعلی مین تھے پس ادب کا لحاظ رکھتے تھے اور اگر فخر کرتے تو اسی قرب منزلت کا جو کسی کو حاصل نہین تو جب وہان فخر نہین کیا تو ظاہر ہو کہ
اپنے ہم جنس لوگون پر سرداری کا کیا فخر کرتے صلے اللہ علیہ وآلہ وعلیہم اجمعین

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

تو کہہ کہ پکارو انکو جنکو گمان کرتے ہو اللہ تعالے کے سوائے سو وے کچھ اختیار نہین رکھتے دور کرنے ضرر کا تمسے اور نہ پھیرنے کا ایسے لوگ ہین جو کہ

يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط

پکارتے ہین چاہتے ہین تلاش سے اپنے رب کی جانب وسیلہ کہ کون انمین اقرب ہے اور امید کرتے ہین اسکے رحمت کی اور ڈرتے ہین اسکے عذاب سے

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

بیشک عذاب تیرے رب کا وہ ہو جس سے پرہیز کرنا واجب ہو

اللہ تعالے فرماتا ہو کہ قُلْ کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان مشرکون سے جو سوائے اللہ تعالے کے دوسرون کو معبود بنا کر انکو پکارتے اور اپنے نفع
و ضرر کی انسے توقع کرتے ہین کہ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ پکارو انکو جنکو تم اللہ تعالے کے سوائے آلہ گمان کرتے ہو خواہ بت ہون یا

اور کوئی ہون تم کو اُنسے نہ کچھ نفع ہی نہ ضرر و دفع ہی کیونکہ قادر مختار خالق جل شانہ ہی اور جب اسکی کمال قدرت و علم و حکمت تمام مخلوق کو ذرہ ذرہ
کو محیط ہی اور سب کا قیام اُسی سے ہی اور سب کی زندگی و بقاء و حرکت و سکون و تمام باتین اسی کے قبضۂ قدرت مین ہین وہی حی القیوم ہی تو دوسرے
کو اسمین دخل ہی نہین ہی۔ فَلَا يَمْلِكُوْنَ پس یہ لوگ کچھ قدرت نہین رکھتے كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ دور کرنے ضرر کے تم سے یعنی جب انہین
ذاتی صفت ملک و اختیار و قدرت کی نہین ہی تو کیونکر اسکا اثر ہو سکتا ہی پس بالکل نہ ہوگا وَلَا تَحْوِيْلًا اور نہ انکو یہ اختیار ہی کہ تم پر سے
تحویل کرین یعنی یہ بھی قدرت نہین رکھتے کہ تم سے ہٹا کر دوسرے پر محول کرین پس ان باتون پر قدرت والا وہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی
اسی کی تمام مخلوق ہی اُسی کا حکم ہر دم انمین جاری ہی اور وہی اپنی مخلوق مین جسطرح چاہتا ہی تصرف کرتا ہی اسی نے انبیاء سابقین بھیجے تھے
جنکو سرفراز کیا اور اُسی نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ممتاز فرما کر رسول کیا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کمال مرتبۂ قرب و منزلت کے
تم کو اپنی بندگی کی طرف نہین بُلایا بلکہ اُسی رب عز وجل کی طرف متوجہ فرماتا ہی اور تم جن لوگون کو پکارتے ہو وے بھی مخلوق ہین اگرچہ برگزیدہ
ہون مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کم ہین جیسے ملائکہ و مسیح وغیرہ تو وے خود اپنے رب عز وجل کی طرف متوجہ ہین پس بدرجۂ اولی تمہاری جہالت سے
ناراض و تمہارے دشمن ہونگے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ یہ لوگ جنکو مشرکین پکارتے ہین۔ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ
خود ڈھونڈھتے ہین اپنے رب کی طرف درجہ اور وسیلہ کہ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ کہ انمین کون زیادہ نزدیک ہو یعنی نیک اعمال و طاعات سے
وسیلہ ڈھونڈھتے ہین کہ قرب مزید حاصل ہو جیسے مسابقہ مین ایک دوسرے پر سبقت چاہتا ہی اور یہ بیان اُنکے حرص کا نہین ہی بلکہ کمال
رغبت طاعات کا اور غایت آرزوے قرب و منزلت کا ہی۔ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ۔ اور اُمید کرتے ہین اُسکی رحمت کی۔ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ
اور ڈرتے ہین اُسکے عذاب سے یعنی باوجود نیک اعمال کے کبھی ان اعمال پر نظر نہین کرتے بلکہ اللہ تعالے کی رحمت کے امیدوار اور اس کے
عذاب سے خوفناک رہتے ہین کیونکہ وہ تمام عالم سے غنی و بے پروا ہی کسی کی طاعت سے اُسکو شوق نہین اور کسی کی نافرمانی سے وحشت نہین
بلکہ ہر ایک کا نیک و بد اُسکے واسطے ہی پھر آگاہ فرمایا کہ انکا خوف اپنے موقع پر ہی کیونکہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا تیرے رب کا
عذاب ایسا ہی کہ اُس سے پرہیز کرنا واجب ہی۔ جب معلوم ہو گیا کہ جنکو پکارتے ہین جناب باری تعالے مین انکی خود یہ حالت ہی تو پکارنے والے
کسقدر گمراہ ہین اور جنکو پکارتے ہین وے خود ان پکارنے والون کے کسقدر دشمن ہونگے جو کہ اُنکے رب عز وجل سے اسطرح مخالفت کرتے
ہین اور پھر انھین کو پکارتے ہین معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ روایت کیا جاتا ہی کہ مشرکین پر سخت قحط واقع ہوا جسمین اُنھون نے کتے وغیرہ تک
مار کھائے آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی تب اس آیت کا نزول ہوا کہ جنکو پکارتے ہو اُنسے فریاد مانگو دیکھو کچھ بھی تم سے ضرر نہین
دور کر سکتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے اسکو نہین لکھا اور قحط شدید تو قریش مین وہی واقع ہوا تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذار
دینے سے آپ کی بد دعا کرنے سے پڑا تھا واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ
اہل شرک کہتے کہ ہم ملائکہ کے اور مسیح کے اور عزیر کے الوہیت کے قائل ہین اور الذین یدعون یعنی یدعونہم اور وہ ملائکہ و مسیح و عزیر ہین اور
بخاری رح نے تفسیر قولہ اولئک الذین یدعون یبتغون الآیہ مین روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ کچھ لوگ جنون مین سے معبود بنائے جاتے تھے
اور ایک روایت مین ہی کہ انسان مین سے کچھ لوگ جنون مین سے کچھ لوگون کو پوجتے تھے پس جنی تو مسلمان ہو گئے اور یہ لوگ اُسی دین کو پکڑے
رہے۔ اور قتادہ رح نے اپنی اسناد سے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ آیت کا نزول دربارہ چند عرب کے ہوا کہ وے لوگ کچھ
جنون کو پوجتے تھے پس جنی تو مسلمان ہو گئے اور یہ لوگ انسانی جو انکی عبادت کرتے تھے انکو جنیون کے اسلام سے شعور نہ ہوا پس یہ آیت اُتری۔

اور ایک روایت مین ابن مسعود رضؓ سے یون مروی ہے کہ چند لوگون کو پوجتے جو ملکی گروہ سے تھے جنکو جن کہتے ہین سدی رحؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ قولہ یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب یعنی جیسے عیسیٰؑ و اُنکی ماں و عزیر وغیرہ۔ مغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ عیسیٰ و عزیر و شمس و قمر ہین اور مجاہد رحؒ نے کہا کہ عیسیٰ و عزیر و ملائکہ ہین۔ ولیکن شیخ ابن جریر رحؒ نے قول ابن مسعود رضؓ کو اختیار کیا بدلیل اسکے کہ آیت مین یبتغون الی ربہم الوسیلۃ۔ بصیغہ مضارع ہو جس سے ماضی کی تعبیر نہین ہو سکتی تو اس مین عیسیٰ و عزیر و ملائکہ نہین داخل ہونگے اور کہا کہ وسیلہ بمعنی قربت ہو جیسا کہ قتادہ رحؒ نے فرمایا ہو۔ مترجم کہتا ہو معنی یہ ہین کہ یبتغون سے معلوم ہوا کہ اب ایسا کرتے ہین کہ وسیلہ ڈھونڈھتے ہین اور ملائکہ و عیسیٰ و عزیر علیہم السلام گذر چکے اور ملائکہ کے واسطے ماضی سے وقت ہو تو یہ لوگ داخل نہین ہو سکتے اور مترجم کہتا ہو کہ ان بزرگون کے واسطے عالم برزخ مین بھی ایک حال ہو جسکا قیاس نہین ہو سکتا پس شاید کہ بمعنی استمرار ہو فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم۔ اس آیت سے اللہ تعالے نے اہل بطالت کے ناکون کو خوار کر دیا جو سوائے حق عز و جل کے غیرون کی طرف عبودیت کا اشارہ کرتے ہین خواہ ملائکہ ہون یا انبیا ہون مانند عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے اور مانند بعضے مومنین جن کے اور اہل کفر و شرک اپنی بدکاری و گمراہی سے ان لوگون کی جانب معبود ہونے کا اشارہ کرتے ہین حالانکہ یہ بندے دروازہ کبریا ازل پر قائم اور انوار عظمت کے تحت مین عاجز ہین کہ عظمت الٰہی کی صولت سے فنا ہو جاوین اللہ تعؔ سے وسیلۂ قرب کو ڈھونڈھتے ہین کیونکہ اُسکے سلطان قہر سے خوفناک ہین اور کشف جمال کے اُمیدوار ہین قولہ ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ۔ پھر سب سے زیادہ خاص وسیلہ اُسکا کرم قدیم ہے اور بعد اسکے اقرب وسیلہ بجانب حق تعالے وہ شخص ہو کہ جس کی معرفت حق تعالے کے ساتھ زیادہ ہوا اور اُس سے خوفناک زیادہ ہوا اور مقام وسیلہ مقام شفاعت ہو اور یہ مقام خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہو وہی مقام محمود ہو اور دوسرون کے واسطے جو شفاعت ہو وہ اُسی مقام کی شاخین ہین جو دوسرون کو پہونچی ہین اور سب سے زیادہ قرب کا وسیلہ جناب باری تعالی مین یہی ہین اور باقی سب لوگ خواہ ملائکہ ہون یا انبیا ہون یا اور لوگ ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو وسیلہ پکڑتے ہین پھر اللہ تعالے نے یہ وسیلہ چاہنے والون کو اس وصف سے یاد فرمایا کہ امیدوار و خوفناک ہونگے پس خوف کا صدور تو انوار عظمت کے ظہور سے ہے اور امید کا صدور اُسکے انوار جمال کے ظہور سے ہے پس جو بندہ صادق ہوا وہ جناب حق عز و جل کی طرف بازوی نور جمال و جلال پر پرواز کرتا ہو اور یہ دونون اُسی کی طرف سے بندہ کے لیے وسیلہ ہین جو اُسکو قرب مین پہونچاتے ہین پس جلال کے دیدار سے فنا ہو جاتا ہو اور جمال کے دیدار سے باقی ہو جاتا ہو اور انھین دونون سے نظام عبودیت و عرفان ربوبیت ہے شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُمید و خوف دو بازو ہین کہ آدمی کو استقامت کے ساتھ منزل رضوان کو لیے جاتے ہین جب دونون برابر ہوتے ہین تو اسکے احوال ٹھیک قائم رہتے ہین اور اگر دونون مین سے کوئی پلہ بھاری ہوتا ہو تو دوسرا باطل ہو جاتا ہو تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مومن کا خوف و امید وا ندی تولی جاوین تو دونون برابر اُترین بعض مشائخ نے کہا کہ امید رحمت یہ کہ رحیم سبحانہ تعالے تک پہونچنے کی طلب ہو اور خوف عذاب یہ کہ اُسکے ہجران و انقطاع سے پناہ مانگے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی عذاب نہین ہو شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امید رحمت ظاہر مین جنت ہو اور حقیقت مین اللہ تعالے کی حسن معرفت ہو۔ پھر اللہ تعالے نے امور قدر مین سے اپنی حکمت بالغہ کے موافق ایک اشارہ فرمایا بقولہ تعالے

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ

اور نہین ہو کوئی قریہ مگر آنکہ ہم اسکو ہلاک کرنے والے ہین روز قیامت سے پہلے یا اسکو عذاب کرنیوالے ہین عذاب سخت یہ تھا

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا

ایساہی کتاب مین لکھاہوا اورہم کوکوئی چیز روکنے والی نہین کہ ہم آیات بھیجدین مگر یہ کہ جھٹلایا ہے انکو اگلون نے اوردیا ہمنے

ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝

ثمود کو ناقہ آنکھون کے سامنے دیکھا پھر انھوننے اسپر ظلم کیا اورہم نہین بھیجتے آیات کے ساتھ مگر تخویف

اس آیت مین اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ خوف ورجا اہل حق مین ہوگی اور اہل کفر وعناد اپنی منزل پرجانے والے ہین اور انکو آیات و معجزات ودلائل کچھ فائدہ نہین دے سکتے اور جو اُسنے لوح محفوظ مین لکھدیا وہ حتمی ہی پس یہ بھی لکھا کہ۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا یعنی نہین کوئی قریہ باقی مگر آنکہ ہر قریہ کو یعنی ہر قریہ والون کو ہم ضرور ہلاک کرنے والے ہین قیامت سے پہلے اور اگر بالکل ہلاک نہ کیا تو انکو سخت عذاب کرینگے پس بالکل ہلاک تو جیسے قوم ثمود واہل ایکہ وغیرہ گذرے اور اگر بالکل ہلاک نہین تو طرح طرح کے مصائب وبلاؤن وقتل وغارت مین مبتلا کرینگے چنانچہ قریش مکہ آخر مین اپنی سرکشی کی وجہ سے انھین مبتلا ہوے۔ مقاتل رحنے کہا کہ یہ بیان ہی ہر گروہ کے فانی ہونے کا پس ہر قریہ والے دائمی نہین بلکہ ہالک ہین اگر صالح ہونگے تو اچھی موت سے مرینگے اور قریہ اُجاڑ ہوگا اور اگر بدکار مشرک ہین تو انواع عذاب سے تباہ ہونگے۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا یہ بات لوح محفوظ مین مسطور ہی پس باقی سوا ے حق جل جلالہ کے اور کوئی چیز نہین ہو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہو کہ جس گاؤن مین زنا وسود خواری ظاہر ہوتی ہو اللہ تعالے اُسکے برباد کرنے کا حکم دیتا ہو۔ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہو اور امام ترمذی نے عبادہ بن الصامت رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اول جو چیز اللہ تعالے نے پیدا کی وہ قلم ہو پس حکم دیا کہ لکھ اسنے اجازت چاہی کہ کیا لکھون حکم ہوا کہ جو ابدالابد تک ہونے والا ہو وہ تقدیر لکھدے۔ پھر چونکہ قریش نے چند معجزات جنکا رخ دنیا کو آباد کرنا اور آخرت سے انکار وبے پروائی کی طرف تھا جو کہ ایمان کے اصلی مقصود سے بالکل خلاف ہو ایسے معجزات مانگے اور دعوی کیا کہ یہ ملین تو ہم ایمان لے آوینگے اور یہ بات ممکن ہو کہ دنیاوی دولت وثروت بہت کچھ حاصل ہونے پر بھی اہل ایمان اس ہیچ کی طرف سے توجہ اٹھا لیتے ہین اور آخرت پر جس کا ایک بالشت تمام دنیا وما فیہا [دنیا ۱۲] سے بہتر ہو متوجہ ہوجاتے ہین تو امید تھی کہ شاید ایمان لاوین اور قریش نے انھین آیات پر ہٹ کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے انجام عذاب وہلاک پر ترحم کرکے بہت چاہتے کہ کسی طرح ایمان لاکر سرداری آخرت سے مشرف ہون تو چاہیئے کہ انکی ہٹ کے موافق یہ معجزات وآیات دیدیے جاوین پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اور ہم کو کوئی چیز مانع نہین ہو کہ ہم آیات بھیجدین یعنی جن باتون کے واسطے کفار قریش ہٹ کرتے ہین کما قال تعالی فلیأتنا بآیۃ کما ارسل الاولون۔ یعنی کہتے کہ ایسی آیت لاوے جیسی اگلی بھیجی گئی تھی۔ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا یعنی بعضے کہتے کہ ہم کبھی تجھپر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تو اس زمین حجاز سے چشمہ روان جاری کردے۔ تو اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ ہم کو آیات دینے سے کوئی چیز مانع نہین ہے۔ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ ولیکن آیات کو اگلون نے جھٹلایا یعنی اگلون کی طرح جو یہ لوگ آیات مانگتے ہین تو ہم بغیر کسی موانع کے دے سکتے ہین لیکن اگلے کب ایمان لائے تھے جو یہ لوگ ایمان لاوینگے چنانچہ عالم شہادت مین انھون نے انکار کیا اور سخت عذاب سے ہلاک ہوے پس علم الٰہی مین عالم غیب مین ہو کہ مثل اگلون کے یہ بھی ایمان نہین لاوینگے اور خود بھی ظاہر ہی کہ معجزات دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے ہی تاکہ پیغمبر جو کچھ عذاب سے ڈراتا ہو انکو سچ مانکر ڈرین پس تصدیق کے واسطے کسی قسم کا معجزہ ہو کافی ہو اور

جب بدبخت شقی ہو تو جیسے اُسنے اس معجزہ کی نسبت کہدیا کہ یہ جادو ہو اسی طرح تمام معجزات کی نسبت یہی کہیگا اور جو نیکبخت سعید ہو کہ اپنے
انجام کو دیکھتا ہو اُسکو خواہ مخواہ ایسے معجزات کی ضرورت نہین ہو چنانچہ بہت سے اگلون کی ہٹ ہم نے پوری کی مگر اس سے سوائے گمراہی
بڑھنے کے انکو کچھ فائدہ نہ ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَۃَ مُبْصِرَۃً اور دیا ہم نے ثمود کو جو قوم صالح علیہ السلام تھی ناقہ جس
طرح اُنھون نے ہٹ کر کے پہاڑ سے پیدا ہونا انگا تھا درحالیکہ وہ صاف روشن واقع ہوا اس لائق کہ ہر دیکھنے والا اُس سے عجائب قدرت
والوہیت توحید مین بصارت حاصل کرے ۔ فَظَلَمُوْا بِھَا۔ مگر وے ایمان نہ لائے بلکہ اُسکے ساتھ ظلم کیا یعنی اسکو ہلاک کیا اور نہ مانا یا اُسکے
جھٹلانے سے اپنی جانون پر ظلم کیا آخر سب کفر کرنے والے برباد ہوے پھر یہ لوگ کیونکر ہٹ کرتے ہین اور ثمود کے ناقہ کا ذکر خاصکر اسواسطے فرمایا
کہ وہ بلاد عرب مین انکی حدود سے بہت قریب کا واقعہ ہو اور شیخ امام ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر مین لکھا کہ سنید رح نے اپنی تفسیر مین سعید
بن جبیر رح سے روایت کی کہ مشرکون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ گمان کرتے ہین کہ آپ سے پہلے انبیا گذرے بعض کے واسطے ہوا
مطیع کر دی گئی تھی اور بعض مردے کو زندہ کرتے تھے پس اگر آپ چاہتے ہین کہ ہم آپ پر ایمان لاوین تو دعا کیجیے کہ آپ کا پروردگار ہمارے واسطے
اس کوہ صفا کو سونا کر دے پس اللہ تعالے نے آپ پر وحی بھیجی کہ مین نے تیرے قوم کا قول سنا پس اگر تو چاہے تو مین یہی دیدون جو کہتے ہین پھر
اگر ایمان نہ لائے تو عذاب نازل ہوگا کیونکہ ایسی آیت کے نزول کے بعد کچھ انتظار و مہلت نہین ہو اور اگر تو چاہتا ہو کہ مہلت چاہے اپنی قوم کے
واسطے تو مین اُنکے حق مین مہلت دیتا ہون آپ نے عرض کیا کہ اے رب مین آہستگی و مہلت چاہتا ہون انکو مہلت دیدے ایسا ہی قتادہ و
ابن جریج وغیرہما سے مروی ہو مترجم کہتا ہو کہ حکمت الٰہیہ اسمین ظاہر تھی کہ قریش مین سے موجودہ لوگ جو آیات کے واسطے ہٹ کرتے تھے
کمتر ایمان لانیوالے تھے انکے حق مین کفر مقدر تھا تو کسی آیت پر ایمان نہ لاتے ولیکن انکی پشت و نطفہ مین اور باقی لوگ تقدیر مین ایمان والے اور
اللہ تعالے کی راہ مین کمال صدق سے جانین قربان کرنیوالے مجاہدین تھے پس اگر ہٹ کرنیوالون کو انکی آیات دیجاتین اور وے ایمان نہ لاتے
تو نزول عذاب مین سب ہلاک ہوتے پس کمال قدرت و حکمت سے موافق تقدیر کے واقع ہوا۔ شیخ امام نے لکھا کہ امام احمد رح نے ابن عباس
سے روایت کی کہ اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوہ صفا کو سونا کر دو اور یہ پہاڑ و پتھر یہان سے ہٹا دو کہ ہم تونگری
کے ساتھ زراعت کرین تو آپ کو حکم ہوا کہ چاہو انکے واسطے آہستگی و مہلت لو اور چاہو انکو وہ دیا جاوے جو ہٹ کرتے ہین پھر اگر انھون نے کفر کیا
تو ہلاک ہونگے جیسے اگلی امتین ہلاک ہوئین پس آپ نے مہلت چاہی اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ الآیہ۔ رواہ
النسائی۔ اور ابن جریر رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالے ہمارے واسطے
کوہ صفا کو سونا کر دے اور ہم آپ پر ایمان لے آوینگے آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کروگے کہنے لگے کہ ہان پس آپ منتظر ہوے اُسیوقت جبرئیل علیہ السلام نے
آکر کہا کہ اللہ تعالے سلام فرماتا ہو اور ارشاد کرتا ہو کہ اگر تو چاہے تو یہ لوگ اس حال مین صبح کرین کہ کوہ صفا سونا ہو پھر اسکے بعد جس نے انمین سے
کفر کیا تو ایسا عذاب کرونگا کہ عالمین مین سے کسی کو نہ کیا ہو اور اگر چاہے تو انکے واسطے ابواب توبہ و رحمت کے کشادہ کر دون آپ نے عرض کیا کہ مین
یہی چاہتا ہون کہ ابواب توبہ و رحمت کشادہ کر دیے جاوین۔ حافظ ابو یعلی موصلی نے باسناد روایت کی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب
نازل ہوا قولہ تعالے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی ڈرسنا دے اپنے کنبہ کے نزدیک والون کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ ابوقبیس پر کھڑے
ہوکر پکارا کہ اے آل عبد مناف مین نذیر ہون مترجم کہتا ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جو کوئی اپنے کو نذیر کہکر چلاتا تو سمجھتے کہ کسی دشمن کا یا کسی آفت و حملہ کا
ڈرسنانے کو بلاتا ہو پس فوراً دوڑتے تھے پس قریش سب آکر جمع ہوگئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور بچنے کی فہمایش کی۔

کہنے لگے کہ تو گمان کرتا ہے کہ نبی ہے تجھے وحی آتی ہے اور سلیمان کے واسطے ہوا مسخر کردی گئی تھی اور پہاڑ اسکے واسطے مسخر تھے اور موسی کے واسطے سمندر مسخر کیا گیا اور عیسی مردہ کو زندہ کرتا تھا پس تو بھی دعا کردے کہ اللہ تعالے یہ پہاڑ یہاں سے ہٹادے اور اس زمین پر نہرین جاری کردے تو ہم کھیت تیار کرکے انمین کھیتی کرین یا پھر دعا کردے کہ اللہ تعالے ہمارے مردون کو زندہ کردے کہ ہم انسے باتین کرلین اور وے ہمکو بتلا دین نہین تو پھر دعا کردے کہ اللہ تعالے ہمارے واسطے اس پہاڑی کو جسپر تو کھڑا ہے سونا کردے کہ ہم اس سے سونا کاٹ لیا کرین اور ہمکو جاڑے و گرمی کے سفر سے راحت ملے حضرت زبیر نے کہا کہ ہم آپ کے گرد ہی تھے کہ اتنے مین آپ پر وحی نازل ہوئی جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ قسم اسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ جو تم نے مانگا وہ اللہ تعالے نے مجھے دیا اور اگر مین چاہون تو ہوجاوے ولیکن اللہ تعالے نے مجھے اختیار دیا کہ چاہون باب رحمت سے تم لوگ داخل ہو پس جو گردن جھکاویگا مومن ہوگا اور چاہون جو تم مانگتے ہو تم کو اسی کے حوالہ کیا جاوے تب باب رحمت نہ پاؤگے تب کوئی تم مین سے مسلمان نہوگا لہذا مین نے باب رحمت اختیار کیا پس تم مین ایمان لانیوالے ہین اور کہا کہ مجھے میرے رب نے آگاہ فرمایا کہ جو تم مانگتے ہو اگر اسنے وہ دیدیا پھر اسکے بعد تم کافر ہوے تو تم پر وہ ایسا عذاب کریگا کہ عالمین مین سے اُسنے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی وما منعنا ان نرسل بالآیات آخر تین آیات پڑھین اور نازل ہوا قولہ ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الآیہ۔ پس معنی یہ ہین کہ جو کچھ تیری قوم نے مانگا اُسکے دینے مین ہم کو کوئی روک نہین ہم چاہین حکم دیدین اور فوراً ہی ہوجاوے جو ہم چاہین لیکن تیری قوم پر ترحم ہے کیونکہ اگلون نے جو مانگا ہم نے دیا پھر اُنھون نے پیغمبر کو جھٹلایا اور یہ بھی ہمارا فرمان جاری ہے کہ بعد ایسی آیت کے نزول کے اگر جھٹلا دین تو جڑ سے تباہ کردیے جاوین چنانچہ ثمود کو انکے ہٹ پر ناقہ پہاڑ سے نکال دیا مگر بعضے لوگ انمین سے مسلمان نہ ہوے پھر اُنھون نے ظلم کیا اور خالق عزوجل سے کفر کیا رسول کو جھٹلایا بلکہ اس کی کوچین کاٹ کر ہلاک کیا پس صالح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کہدے کہ تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام ذلک وعد غیر مکذوب۔ جیتے رہو اپنے گھرون مین تین دن یہ وعدہ غیر مکذوب ہے پس اللہ تعالے نے سب کو تباہ وہلاک کردیا۔ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا یعنی ارسال آیات تو تخویف ہی کے لیے ہم کرتے ہین۔ قتادہ رح نے کہا یعنی اللہ تعالے لوگون کو خوف دلاتا ہے جن آیات سے چاہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کرین اور کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن مسعود رض کے وقت مین کوفہ مین زلزلہ آیا تو فرمایا کہ اے لوگو تمھارا رب چاہتا ہے کہ اسکی درگاہ مین عذر و توبہ کرو پس عاجزی کرو۔ یون ہی روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رض کے وقت مین مدینہ مین زلزلہ آیا کئی بار پس عمر رض نے کہا کہ لوگو تم نے احداث پھیلایا ہے واللہ اگر پھر عود ہوا تو ایسا اور ایسا کرونگا۔ اور حدیث صحیحین مین ہے کہ سورج و چاند آیات الٰہی مین سے دو آیتین ہین کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انمین کسوف و خسوف نہین ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالے اپنے بندون کو تخویف دیتا ہے جب تم اسکو دیکھو تو اللہ تعالے کے ذکر اور دعا و استغفار کی طرف جلدی سے رجوع ہو پھر کہا کہ اے امت محمد اللہ تعالے سے زیادہ کوئی غیور نہین ہے اس بات مین کہ اسکا غلام و اسکی باندی زنا کرین اے امت محمد اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ سراج مین لایا کہ ارسال آیات مین تخویف ان لوگون کے واسطے ہے جنپر رسول بھیجا گیا پس اگر ڈرے تو نجات پائی ورنہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ یہ آیات انھون نے ہٹ کرکے مانگی تھین تو دنیا ہی سے عذاب استیصال مین گرفتار ہوکر سب ہلاک ہوجاتے ہین اور اگر آیات غیر مقترحہ ہون تو عذاب آخرت مین ماخوذ ہین پس اس زندگی مین مہلت ہے اگر کہا جاوے کہ اصل مقصود تو ان آیات سے یہ ہوتا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے اسکی تصدیق کرین اور اسکے قدم پر ایمان لاوین تو تخویف مین یہ مقصود کیونکر حاصل ہوا جواب یہ ہے کہ تخویف اول ہوتی ہے تب تصدیق ضروری ہوجاتی ہے تو وہی باعث ہے۔ ف فی العرایس وما نرسل بالآیات الا تخویفا نفوس کے واسطے کرامات دو مرتبہ پر ہے ایک یہ کہ نفس اپنے رب عزوجل پر ایمان مین مطمئن ہو اور

دوم یہ کہ معصیت الٰہی سے باز رہے اور معجزات و آیات عظیمہ دیکھنے مین نفس کو تخویف ہو اور عقل کو تحذیر ہو اور قلب کو گڑگڑاہٹ ہے اور روح کو ترویح ہی جس سے انس پیدا ہوتا ہو اور سر باطن کے واسطے اجلال ہو اور سر السر کے لیے معرفت و توحید و یقین ہی جس سے صفت کے بعد مشاہدہ ذات مین ترقی کرتا ہی۔ حارث محاسبی رح نے کہا کہ جو آیات اللہ تعالے اپنے بندون مین ظاہر فرماتا ہی وہ کامل اہل طاعت کے واسطے رحمت ہین اور اوسط درجہ والون کے لیے تنبیہ ہین اور عاصیون کے لیے تخویف ہین۔ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ ارسال آیات مین تخویف کیا ہی فرمایا کہ نصیحت اور عصیان سے پرہیز کرنا۔ شیخ نے کہا کہ ہر انسان کے واسطے یہ آیات موجود ہین کہ اول شباب ہوتا ہی پھر متغیر کرکے وہ سن کہولت پر کر دیا جاتا ہی پھر بوڑھا کر دیا جاتا ہی اور احوال مین تغیر دیا جاتا ہی کہ وہ کبھی معصیت سے طاعت کی طرف رجوع کرے یا ایک وقت سے دوسرے وقت مین نصیحت پکڑے۔ سراج مین لایا کہ پھر جب قوم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ آیات انگین جنپر ہٹ کی تھی اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ انکے اظہار مین اس قوم کے واسطے بہتری نہین ہی تو اس سے اس قوم کو جرأت زیادہ ہوئی اور طعن کیا کہ اگر سچ رسول ہوتے تو معجزات لاتے جو ہم نے مانگے تھے پس اللہ تعالے نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تقویت دی اور بیان فرمایا کہ ہم اسکو نصرت و قوت دینگے اور اسلام کو ظاہر کرینگے بقولہ تعالے

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

اور یاد کرو جب ہمنے تجھے کہا تھا کہ تیرے رب نے گھیر لیا ہی لوگون کو اور نہین کر دیا ہمنے وہ دیکھنا جو تجھے ہمنے دکھایا تھا مگر فتنہ واسطے لوگون کے

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا

اور وہ درخت جو لعنت کیا گیا ہی قرآن مین اور ہم انکو خوف دلاتے ہین مگر اس سے انکو کچھ نہین بڑھتا سواے سرکشی کے حد سے بڑھے ہوے

وَ اور یاد کر اے اشرف الخلق إِذْ قُلْنَا لَكَ جبکہ ہم نے تجھ سے فرمادیا کہ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ تیرے رب نے احاطہ کر لیا لوگون کو یعنی ازراہ علم و قدرت کے پس سب لوگ اُسی کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین کسی کو طاقت نہین کہ اسکی مشیت سے باہر ہو جاوے پس کوئی بات نہین کر سکتے مگر وہی جو اُسنے مقدر فرمائی اور جاری کی ہی اور اللہ تعالے تیرا حافظ و ناصر ہی ان لوگون کے ہٹ کرنے پر توجہ مت کر اور تبلیغ رسالت کا جو کچھ تجھکو حکم ہی وہ جاری کر وہی تجھکو نصرت و قوت دیگا کما قال تعالے واللہ یعصمک من الناس شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت پر تحریض ہی کہ اللہ تعالے تمام لوگون پر قادر قاہر ہی اور سب اُسکے قبضۂ قدرت کے تحت مین مقہور مغلوب ہین۔ مجاہد و عروۃ بن الزبیر و حسن و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ قولہ احاط بالناس یعنی تجھے اُسنے محفوظ فرمادیا ہی حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلائی کہ ہم نے تجھے آگاہ کر دیا کہ تمام لوگ قدرت الٰہی کے تحت مین ہین وہ اپنے علم و قدرت سے اُنپر محیط ہی تو انکو کوئی اختیار حاصل نہین کہ مثلاً جو آیات مانگتے ہین اُنکے ملنے پر خود اختیاری ایمان لادین بلکہ اُسکے قبضۂ قدرت سے نہین نکل سکتے اور ایسے ہی اگر یہ آیات نہ دیجاوین تو تیری تکذیب مین غلو کرکے تجھے ایذا پہونچاوین یہ بھی نہین اختیار رکھتے کیونکہ قولہ واللہ یعصمک من الناس ہم نے فرمادیا پس کوئی اُسکے قہر سلطان سے باہر نہین ہو سکتا پس تو رسالت الٰہی کو پورا کر اور اللہ تعالے اپنے دین کو سب پر روشن کریگا۔ بعض نے کہا کہ ناس سے مراد اہل مکہ ہین اور احاطہ کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے انکو مغلوب و مقہور کریگا۔ مترجم کہتا ہی کہ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تسکین دی کہ تجھے بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالے تمام بندون پر محیط ہی پس اہل مکہ جو آیات پر اقتراح کرتے ہین وہ اسکے احاطہ قدرت مین ہین انکے حق مین ایمان نہین ہی تو آیات سے انکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ وے مقہور و مقتول ہونگے۔ سراج مین کہا

کہ روایت ہی کہ جب بدر کے روز یعنی اس سورہ شریفہ کے نزول کے تیسرے سال مین جنگ بدر کے روز جب فریق کفار قریش جو کہ ہزار کے قریب تھے اور فریق اصحاب مومنین جو قریب تین سو کے تھے مقابل ہوے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسوقت حضرت ابو بکر رضہ کے ساتھ اس عریش مین تھے جو آپ کے واسطے بنایا گیا تھا اور دعا کرتے تھے کہ آلہی مین تجھ سے تیرا عہد و وعدہ مانگتا ہون پھر وہان سے نکلے اور آپ پر زرہ تھی اور صحابہ رضہ کو قتال پر برانگیختہ فرمایا اور فرماتے جاتے سیھزم الجمع و یولون الدبر یعنی عنقریب جماعت کفار بھاگینگے اور پیٹھ پھیر ینگے مترجم کہتا ہی کہ عہد و وعدہ دلیل ہی کہ اُن کافرون کے مغلوب و مقہور ہونے کے واسطے پہلے سے ارشاد ہوگیا تھا جو احاطہ آلہی لوگون پر آیت مین مذکور ہے اور دعا کرنا ادب تھا کہ جناب آلہی عزوجل غنی مستغنی ہی اور سراج مین لایا کہ جب اول روز آپ میدان بدر مین وارد ہوے ہین تو فرماتے تھے کہ واللہ گویا مین قوم قریش کے مقتل دیکھ رہا ہون اور آپ زمین کی طرف اشارہ کرتے کہ یہ مصرع فلان ہی یعنی وہ مقتول ہوکر یہان گر کر مریگا اور یہ مصرع فلان ہی قوم مین سے متعدد لوگون کے نام لیے یہ روایت صحیح مین موجود ہی اور راوی کہتے ہین کہ واللہ جہان آپ نے فرمایا تھا اُس سے بالشت بھر تجاوز نہ تھا پھر قریش نے آپ کے اس فرمانے کو سُنا تو سرکشی سے مضحکہ مین ڈالا-پھر سراج مین کہا کہ ما نرسل بالآیات پر عطف فرمایا قولہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ یعنی جو دیدار ہم نے تجھے شب معراج مین مشاہدہ کرایا اسکو ہم نے نہین کیا مگر فتنہ واسطے لوگون کے یعنی تیرے واسطے تو وہ کرامت عظیمہ تھی اور لوگون کے لیے ہم نے اسکو امتحان و فتنہ کردیا اس طور پر کہ حکم دیدیا کہ اُسکو لوگون سے ظاہر کر و اور نعمت رب کو بیان کرو-پس یہان رویا سے مراد معراج ہی اور الناس سے مراد اہل مکہ اور وہ لوگ جو اس امتحان مین آئے-سراج مین لکھا کہ بعض نے زعم کیا کہ رویا کی لفظ مین دلالت ہی کہ یہ خواب تھا اور جواب دیا کہ یہ کچھ نہین اسواسطے کہ لغت مین رویت اور رویا دونون مین کچھ فرق نہین ہی-مترجم کہتا ہی کہ جس شخص نے یہ وہم کیا کہ رویا خواب ہی ہوتا ہی تو اس نے اس مقام پر یون تفسیر کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ مین داخل ہوے اور آپ مدینہ مین تھے پس آپ مع اصحاب کے عمرہ کے واسطے روانہ ہوے جب حدیبیہ پہونچے تو مشرکین قریش نے بقصد قتال راہ روکی اور آپ نے صلح کرلی ایک مدت کے واسطے اور مشروط تھا کہ دوسرے سال آکر عمرہ ادا کرین اسطرح کہ قریش تین روز کے واسطے مکہ خالی کردینگے پس آپ واپس آئے تو یہ بات بعض مسلمانون کے لیے فتنہ ہوگئی پھر جب مکہ فتح ہوا تو نازل ہوا قولہ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق-اس کلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ خواب مدینہ مین تھا اور یہ سورہ مکیہ ہی اور بعض نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہی کہ شاید آپ نے مکہ مین دیکھا ہو اور اسکا وقوع مدینہ سے ہوا-خفاجی رح نے کہا کہ یہ بیفائدہ تکلف بعید ہی-صحیح قول اسکی تفسیر مین وہی ہی جو مذکور ہوا کہ اس سے مراد رویاے معراج ہی اور اسمین لوگون کے واسطے فتنہ یہ ہوا کہ جب آپ نے بحکم آلہی اسکو لوگون سے بیان کیا تو کافرون نے تکذیب کی اور علاوہ انکے بہت لوگ جو بظاہر اسلام لائے تھے مرتد ہوگئے اور سابق آیت معراج مین اول سورہ مین بعض احادیث سے مذکور ہوا کہ یہ مرتدین روز بدر مقتول ہوے پس معلوم ہوا کہ رب عزوجل نے لوگون کا احاطہ کیا ہی وہی علیم ہی کہ کون شقی ہی اور کون سعید ہی حتی کہ اس رویاے معراج سے حق تعالے نے مرتد ہونے والے اشقیا کو خارج کردیا اور بخلاف انکے جو بندے مخلص تھے اُنکے ایمان کا نور زیادہ ہوگیا پس اس سبب سے یہ رویا لوگون کے واسطے فتنہ ہوئی-وفی تفسیر الامام الحافظ رح اور بخاری رحمہ اللہ نے عکرمہ عن ابن عباس رضہ روایت کی کہ قولہ وما جعلنا الرویا التی ارینٰک-کہا کہ یہ رویاے عین ہی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھلائی گئی اس رات کہ آپ کو اسرا عطا ہوا تھا اور کہا کہ والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن-وہ شجرۃ الزقوم ہی-ایسا ہی امام احمد وعبد الرزاق وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی-اور اسیطرح رویا کی تفسیر اسرا معراج کے ساتھ مجاہد و سعید

بن جبیر وحسن بصری ومسروق وابراہیم وقتادہ وعبدالرحمن بن زید اور بہتون سے مروی ہی اور کہا کہ پہلے گذرا کہ بعضے لوگ جو اسلام پر تھے اس معراج کے سننے سے منکر ہو کر مرتد ہو گئے کیونکہ انکے عقول وقلوب نے اسکو برداشت نہ کیا پس جبکا علم انکین نہ آیا اُس سے انکار کر بیٹھے اور اسی واقعہ کو اللہ تعالے نے دوسرون کے واسطے ثبات ویقین کر دیا پس اسی معنی مین یہ فتنہ یعنی امتحان ہوا۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ اور اس شجرہ کو جو قرآن مین ملعون ہی یہ عطف ہی رویا پر بلکہ بعض مفسرین نے کہا کہ تقدیم وتاخیر ہی تقدیر کلام یہ ہی وما جعلنا الرویا التی اریناک والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن الا فتنۃ للناس یعنی نہین کیا ہم نے رویا کو جو تجھے دکھلایا اور شجرہ کو جو قرآن مین ملعون ہی مگر لوگون کے لیے فتنہ کیونکہ اس شجرہ مین بھی امتحان تھا کیونکہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج مین جحیم کو دیکھا تو اسکی جڑ سے شجرہ اُگا ہوا دیکھا پس آگاہ فرمایا کہ شجرۃ الزقوم اصل الجحیم مین اُگتا ہی پس اہل صدق نے دل سے یقین کیا اور کچھ بعید نہین جانا کیونکہ قدرت الٰہی بے انتہا ہی اور اہل کذب وشک نے انکار کیا۔ سراج مین لکھا کہ اکثر مفسرین نے کہا کہ شجرۂ ملعونہ سے مراد شجرۃ الزقوم ہی جو قولہ تعالے ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم مین مذکور ہی یعنی درخت زقوم بدکارون کا طعام ہی اسمین لوگون کے واسطے دو طرح پر فتنہ ہوا ایک یہ کہ ابن الزبعری نے کہا کہ ہم نہین جانتے زقوم مگر چھوہارا ومسکہ پس ملا کہ کھایا اور کہا کہ یہی زقوم ہی اور ایسا ہی ابوجہل نے کہا۔ دوم ابوجہل نے کہا کہ جب جہنم پتھرون کو جلا دیتی ہی پھر یہ گمان کیونکر ہو سکتا ہی کہ آگ مین درخت ہو۔ چنانچہ اسی بارہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ انا جعلنا ہا فتنۃ للظالمین الآیات۔ یعنی ہم نے اسکو ظالمون کے واسطے فتنہ کر دیا ہی اور نازل ہوا کہ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ کیونکہ قدرت الٰہی اس سے زیادہ ہی کہ تمام مخلوق کے اوہام اسکا ایک ذرہ اندازہ کرین اور صرف اتنی بات کہ آگ کے اندر درخت زقوم ہو کچھ بھی بعید نہین ہی کیونکہ قدرت الٰہی عز وجل سے ظاہر ہی کہ سبز درختون سے آگ نکلتی ہی حالانکہ وہ درخت نہین جلتا ہی اور کچھ بعید نہین کہ اللہ تعالے آگ مین ایسی جنس سے درخت پیدا کرے جسکو آگ نہ جلاوے بلکہ اسکی غذا اسی سے ہو اور یہ نمونہ موجود ہی کہ بلاد ترک مین سمندر کیڑا ہی جس سے ٹوپیان بناتے ہین جب اسمین میل بہت ہو جاتا ہی تو آگ مین ڈال دیتے ہین اسمین سے میل جل جاتا ہی اور باقی ٹوپی صحیح سالم رہجاتی ہی اسمین آگ کچھ نہین اثر کرتی ہے اور نعامہ کو دیکھو کہ آگ کی جنگاریان کھا جاتا ہی اور آگ سے سرخ کیا ہوا لوہا کھا لیتا ہی اور اسکو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ قرآن مین اس درخت کے واسطے لعن نہین ہی پھر کیونکر فرمایا کہ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن۔ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ شجرہ مذکور کے ملعونہ ہونے سے مراد اسکے کھانے والون پر لعنت ہی یعنی کفار ومشرکین جنکی غذا یہ درخت ہوگا اور انپر قرآن مین لعنت مذکور ہی پس معنی یہ کہ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن اہلہا یعنی درخت وہ کہ لعنت کی گئی ہی قرآن مین اُسکے کھانے والون کو اس لئے کہ شجرہ مذکورہ کا درحقیقت کچھ گناہ نہین ہی کہ اسپر لعنت واقعی ہو بلکہ جو لوگ ملعون کہ اُسکے کھانے والے ہونگے انکی وجہ سے نظم کلام مین ملعونہ اُسکی صفت واقع ہوئی ہی۔ وجہ دوم یہ کہ عرب ہر طعام مضر کو ملعون کہتے ہین۔ وجہ سوم یہ کہ لعن کے معنی لغت مین دور کرنا۔ چونکہ یہ درخت اچھی صفتون وخاصیتون سے بہت دور پیدا کیا گیا ہی لہذا الملعونہ ہوا۔ بالجملہ شجرۂ ملعونہ کی یہ تفسیر زقوم کے ساتھ ابن عباس ومسروق وابومالک وحسن بصری وبہتون سے مروی ہی اور سلف مین کوئی اسکے خلاف معلوم نہین ہوا۔ ولیکن ابن جریر رح نے منقطع روایت کی کہ سہل بن سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب مین قریب وفات کے دیکھا کہ آپکے منبر پر بنو امیہ مانند بندرون کے کودتے ہین تو اس سے آپکو ناگواری پہونچی یہانتک کہ اسکے بعد نہین ہنسے حتی کہ وفات فرمائی اور اللہ تعالے نے اسی بارہ مین نازل فرمایا وما جعلنا الرویا التی اریناک الآیہ۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اسکی اسناد بالکل ضعیف ہی اس کا راوی محمد بن الحسن بن زبالہ اور اُس کا شیخ عبدالمہیمن دونون بالکل متروک ضعیف ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ علاوہ اسکے یہ آیت مکیہ ہی اور خواب مذکور اگر صحیح ہوتا تو قریب وفات کا واقعہ ہی تو اس بارہ مین کیونکر نزول ہو سکتا ہی۔ سراج مین اور معالم وغیرہ مین ہی کہ بعض نے کہا کہ درخت مذکور سے

مراد یہود ہین جنپر قرآن مین لعنت مذکور ہی اور یہ کچھ نہین ہی کیونکہ اُنسے فتنہ کیا ہی اور بعض نے کہا کہ شیطان اور بعض نے کہا کہ ابوجہل اور بعض نے کہا کہ درخت کشوث جو دوسرے درخت پر لپٹ کر خشک کر دیتا ہی۔ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ ابن جریر رح نے اختیار فرمایا کہ مراد رویا سے معراج اور شجرہ ملعونہ سے شجرۃ الزقوم ہی اور فرمایا کہ یہی صحیح ہی اسوجہ سے کہ علمائے تاویل و تفسیر سلف رحمہم اللہ سے بالاجماع یہی مروی ہی۔ خلاصہ تفسیر کا یہ ہوا کہ اے اشرف الخلق صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے ہم نے کہدیا تھا کہ تیرا رب اپنے علم و قدرت سے لوگون پر محیط ہی پس کسی کو اپنے اختیار سے کچھ مجال نہین ہی تو اپنی تبلیغ رسالت کو پورا کر اور یہ نہین ہو سکتا کہ حفظ آلہی کے بعد تجھے کوئی صدمہ پہونچا وے جیسے یہ نہین ہو سکتا کہ کفار اپنی ہٹ کی آیات پا دین تو اپنے قول کے موافق ایمان لے آوین اور رب عزوجل جانتا ہی کہ کون سعید ہی اور کون شقی ہی اور وہ خبیث و طیب کو علحدہ فرماتا ہی پس معراج کا دیدار جو ہم نے تجھے دکھلایا وہ تیرے حق مین عروج کمال ہی مگر لوگون پر بیان کرنے کا حکم یہ لوگون کے واسطے امتحان تھا کہ اس مین اہل سعادت کو علوم معارف و مدارج حاصل ہوئے اور جو اہل شقاوت مختلط تھے وہ بدبختی سے تکذیب مین پڑے اور یون ہی شجرۃ الزقوم کا بیان کہ اصل الجحیم مین اگتا ہی اور بدکارون کا طعام ہی یہ بھی لوگون کے واسطے امتحان تھا کہ اللہ تعالے عزوجل کی قدرت کاملہ پر ایمان لائے ہین یا نہین اور یہ سب آیات آلہی ہین جنسے لوگون کو تخویف دی گئی۔ وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم انکو تخویف دیتے ہین۔ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا پس یہ تخویف انکو نہین بڑھاتی کچھ سوائے طغیان کبیر کے یعنی اس سے اہل فتنہ و بدبختی کو کچھ فائدہ نہین پہونچا بلکہ طغیان اور بڑھتا جاتا ہی اور یہ وہی احاطہ آلہی ہی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنکھون دیکھا جانتے تھے کہ یہ سب صحیح ہی اور یہ بھی دیکھتے تھے کہ اہل سعادت مثل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کس طرح مرتبہ صدیق اکبر اس سے پاتے جاتے ہین پس یہ مقام تسکین و طمانیت کا ہی کہ رب عزوجل اپنی مخلوق پر محیط ہی جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی کچھ آیات و تخویف مؤثر نہین ہین پس بتقدیر یکہ اللہ تعالے وہ آیات ظاہر فرماوے جن کو ہٹ کر کے مانگتے ہین تو اُنسے کچھ فائدہ نہ ہوگا سوائے اسکے کہ جہل و عناد زیادہ بڑھاوین اور جن آیات سے انکو تخویف دی گئی اسکا نتیجہ یہی ہوا پس ترحم آلہی تعالے نے انکے حق مین ان آیات کے نہ دینے سے بہتری فرمائی کہ چندے انکو مہلت ہی ورنہ ابھی ہلاک ہوتے۔ پھر جب قوم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عناد بڑھایا اور واہیات طور پر ہٹ کر کے آیات مانگنے لگے اور معجزات باہرات سے انکار کیا اور حبس قحط و شدت وغیرہ مین مبتلا ہوے اُسنے کچھ فائدہ نہ دیا اور باعث اسکا دو باتین تھین ایک حسد اور دوسرا تکبر پس تکبر سے تو اپنے کو بڑا سردار سمجھتے اور حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے عار سمجھتے تھے اور حسد اس امر پر کہتے کہ اللہ تعالے عزوجل نے ہمارے درمیان مین سے انکو برگزیدہ فرما کر نبوت سے ممتاز فرمایا۔ تو اللہ تعالے نے ابلیس کا حال بیان فرمایا کہ انھین دونون باتون سے ملعون ہوا اور اسی کے اتباع مین جو لوگ علم آلہی مین اشقیا ہین اُسکے مطیع و منقاد ہونگے اور تھوڑے لوگ خالص بندے اہل سعادت ہونگے فقال تعالے

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ ؕ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۝ قَالَ

اور بیان کر دے جب ہمنے کہا ملائکہ کو کہ آدم کو سجدہ کرو — پس اُنھون نے سجدہ کیا لیکن ابلیس — وہ بولا کہ کیا مین سجدہ کرون ایسے کو جسے تو نے پیدا کیا مٹی سے — کہنے لگا

أَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا ۝

بھلا دیکھ تو — یہ — جسکو تو نے مجھے چڑھایا — اگر تو مجکو ڈھیل دے — قیامت کے دن تک — تو اسکی اولاد کو ڈھاٹی دے لون — مگر تھوڑے سے

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ

فرمایا جا — پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا انھین سے سو دوزخ ہی — تم سب کی سزا پورا بدلا — اور گھبرا لے ان مین جسکو گھبرا سکے

مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا
اپنی آواز سے اور پکار لا اُن پر اپنے سوار اور پیادے اور ساجھا کر اُن سے مال اور اولاد مین اور وعدے دے انکو اور

يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝
نہین کچھ وعدہ دیتا انکو شیطان مگر غرور بیشک میرے بندے ہین کہ نہیں تجکو انکے اوپر قابو اور کافی ہے تیرا رب وکیل

اسمین بیان ہو کہ ابلیس کو آدم کے ساتھ قدیمی عداوت ہو اور باعث عداوت اسکا تکبر اور آدم کو خاکی و حقیر نظر سے دیکھنا اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنا اور اپنے خیال دغرور کی وجہ سے شرم وعار کے آگے حکم خالق عزوجل سے انحراف کرنا اور بے ادبی کرنا جناب الٰہی مین - یوم القیامہ تک زندگی کی خواہش واسطے اولاد آدم کی بربادی کے اور بامر حکمت الٰہی مین مقدر ہونا - ابلیس کو موت سے تا نفخ صور مہلت ہونا شیطان کے واسطے قابو ان لوگون پر جنکو اپنے علم ازل کے موافق مطرود فرمایا ہو اور شیطان کا اضلال بصوت تخییل - رجل - مشارکت شیطانی در اموال و اولاد - وعدہ شیطانی غرور کا - اہل ایمان پر شیطان کو قدرت نہ ہونا - اللہ تعالےٰ بندگان مومنین کے واسطے خود کفیل ہو قال اللہ تعالےٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور بیان کر دے جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا یعنی فوراً تعمیل کرنے کا - اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم کے لیے - شیخ سیوطی نے لکھا کہ سجدہ تحیت تھا جھک کر جیسے اگلی امتون مین بھی جائز تھا یعنی یہ سجدہ عبادت نہ تھا مگر اللہ تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت تھی - فَسَجَدُوْٓا پس سب نے سجدہ کیا - اِلَّآ اِبْلِيْسَ لیکن ابلیس جو انمین موجود تھا اُسنے سجدہ نہ کیا - قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا بولا کہ کیا مین سجدہ کرون ایسے کے لیے جسکو تو نے طین سے پیدا کیا طین نمناک مٹی بھیگی ہوئی کیونکہ جسم آدم ؑ کے واسطے مٹی پانی مین تر کر کے چھوڑی گئی تھی یہانتک کہ سیاہ ہو گئی - بالجملہ اُسنے جسم آدم ؑ کی پیدائش طین سے دیکھکر اپنے آپ کو اُس سے اچھا جانتا رہا اور جب اُسی کے واسطے ملائکہ کو جو نور سے مخلوق ہین سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اسکی جبلی خباثت ظاہر ہوئی اور اسنے سجدہ سے انکار کیا اور اپنے واسطے فضیلت کا دعوی کیا چنانچہ صریح دوسری آیت مین مذکور ہو قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین یعنی مین اس سے بہتر ہون تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسکو کیچڑ سے - یہ قصہ سات مقام پر مذکور ہو سورہ بقرہ و اعراف و حجر و اسرا و کہف و طہٰ و صٓ - اور پورا کلام سابق مین گذر چکا ہو - اور معالم مین ہو کہ سعید بن جبیر رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو بھیجا تھا وہ ایک مٹھی خاک روے زمین سے اسکی شور و شیرین مٹی سے لایا اس سے آدم مخلوق ہوے پس جسکو شیرین سے پیدا کیا وہ سعید ہو اگرچہ وہ کافر کا بیٹا ہو اور جسکو شور سے پیدا کیا وہ بدبخت ہو اگرچہ نبی کی اولاد ہو - مترجم کہتا ہو کہ ہمیشہ سے ثابت ہو کہ اللہ تعالےٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تھا وہ اقسام والوان زمین سے ایک مٹھی خاک لیگئے یہ تو صحیح ہو اور جو روایت ابن عباس ذکر کی اگر صحیح ہو تو شاید ایسا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ شیطان بھی بھیجا گیا ہو تاکہ وہ اقسام انسان سے براہ جبلی کیفیت سے آگاہ ہو - ابلیس نے اسقدر جرأت پر اکتفا نہ کیا اور دوسری جرأت کی قَالَ اَرَءَيْتَكَ بولا کہ مجھے آگاہ فرما دے - هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ یہ جسکو تو نے مجھپر فضیلت دی ہو - لَئِنْ اَخَّرْتَنِ - اے اخرتنی - اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اگر تو نے مجھے تاخیر دی تا روز قیامت - لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ تو احتناک کرونگا اُسکی ذریت کا یعنی گمراہ کر کے جڑ سے اُکھاڑ دونگا عرب بولتے ہین کہ احتنک الجراد الزرع کھیتی کو ٹیڑی نے احتناک کر دیا یہ اُسوقت کہتے ہین جب وہ بالکل کھا گئی ہو اور بعض نے کہا کہ عرب بولتے ہین کہ حنک الدابہ یعنی نکیل دیدی جانور کو یا نیچے کے جبڑے سے ناتھ لیا تو معنی یہ کہ ذریت کو ہانکونگا جیسے چاہونگا - بعض نے کہا یعنی اُسپر غلبہ کرونگا اغوا کر کے - اِلَّا قَلِيْلًا سوا‍ے قلیل لوگون کے وہ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہین اور وے بہ نسبت

کافرون کے ہمیشہ ہر زمانہ مین تھوڑے رہے ہین اسمین کئی باتین معلوم ہوئین اول یہ کہ اسنے یہ آرزو ظاہر کی کہ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو معلوم ہوا کہ قادر قوی فقط حق تعالے عز و جل ہی۔ دوم شیطان تا قیامت باقی ہی۔ سوم آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کا دعوی نہ کیا بلکہ ذریت کا کیونکہ آدم علیہ السلام داخل قلیل مذکورین ہین ذریت کا لفظ بیٹا و بیٹی دونون پر بولا جاتا ہی اور بیٹی کی اولاد بھی ذریت ہی حتی کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا مال بعد میرے مرنے کے میری ذریت پر وقف ہی تو اسکا حکم نکالنے کے لیے ذریت کے معنی و مصداق دیکھنا چاہیئے۔ چہارم احتناک ذریت سے ظاہر ہوا کہ جڑ سے اکھڑ جانے مین جو اولاد آدم کہ کافر و مشرک مرے وے آدم علیہ السلام سے منقطع و علحدہ ہوگئے اور انکا استیصال ہوگیا کیونکہ آدم علیہ السلام ہمیشہ کے لیے جنت مین ہین اور یہ اولاد ہمیشہ کے لیے جہنم مین ہین۔ پنجم اسنے جو دعوی کیا کہ مین احتناک کرونگا اس سے اُسکی قدرت مراد نہین ہی بلکہ اللہ تعالے نے سوائے اپنے بندون یعنی قلیل کے باقیون پر اسکو تسلط دیا ہی تو اسنے اسی تسلط کا دعوی کیا بدون شکر کے کیونکہ شیطان کے واسطے کوئی فعل خیر نہین ہی بخلاف اسکے جن بندون کو اللہ تعالے نے شیطان سے چھڑایا ہے وے ہر حال مین اللہ تعالے کا شکر ادا کرتے ہین اور اپنی قوت کا دعوی نہین کرتے بلکہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم پڑھا کرتے ہین اسیواسطے شیطان نے قلیل پر یہ دعوی نہین کیا اور یہ قلیل وہی ہین جنکو اللہ تعالے نے فرمایا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان پس ثابت ہوا کہ حکمت آلہیہ بنو آدم مین سابق سے جاری ہی اور جو لوگ داخل قلیل ہین شیطان کو اُنپر قابو نہین ہی اور جنپر اسکو قابو ہی وے کسی آیت و معجزہ سے انتفاع نہین پاتے ہین۔ پھر یہان یہ دریافت کیا جاتا ہی کہ شیطان نے کہان سے یہ بات دریافت کی کہ مجھے غلبہ دیدیا جائے گا ہر ایک ذریہ پر سوائے قلیل کے۔ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ ملائکہ سے سُنا تھا کہ یہ لوگ زمین پر فساد و خونریزی کرین گے دوم یہ کہ اُسنے آدمی مین عزم نہین پایا اور خواہش جوف خالی مین پائی تو جان لیا کہ وہ شہوات کے وقت قابو مین نہین رہیگا۔ سوم یہ کہ اُسنے پہچانا کہ جسم مرکب از قوت شہوت بہیمیہ و قوت ظنون خیالی شیطانیہ اور قوت عقلیہ ملکیہ اور قوت غضبیہ ہی اور جان لیا کہ یہی بعض قوی اول مین مستولی ہونگے پھر قوت عقلیہ تو آخر مین غالب ہوگی تو اول ہی سے جب عادت و الفت شہوات و گمراہی کے ڈالدی تو قوت عقلیہ کی طرف آخر مین توجہ ہی نہین ہوگی اور اگر ہو تو بھی وہ مغلوب و خراب ہوگی پس جو نتیجہ اسنے ذکر کیا وہ لازم ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ سب توجیہات امام رازی کی تبعیت مین خطیب نے سراج مین بھی ذکر کیے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ ارئیتک یہ ابلیس ملعون کی طرف سے کفر کے ساتھ بے ادبی و جرأت ہی اور رب عز و جل حلم فرماتا ہی۔ قولہ لاحتنکن ذریتہ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یعنی مین غالب ہو جاؤنگا اسکی ذریت پر۔ مجاہد رح نے کہا یعنی مین گھیر لونگا۔ اور ابن زید نے کہا یعنی گمراہ کردونگا اور یہ سب تفسیرین قریب قریب ہین اور معنی یہ ہین کہ جسکو تو نے مجھپر شرف دیا ہی اگر تو نے مجھے مہلت دی قیامت تک تو مین اسکی ذریت کو گمراہ کردونگا سوائے قلیل کے۔ قَالَ اذْهَبْ۔ یعنی اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو جا یعنی پورا کر جو تو نے اپنے خیال مین ٹھان لیا ہی اور یہ جانا مقابل آنے کا نہین ہی بلکہ یعنی روان ہو کہ مین نے تجھے مہلت دی اور سورہ حجر مین مذکور ہو چکا کہ شیطان کو مہلت قیامت تک نہین ہے بلکہ نفخ صور تک ہی یعنی اول نفخہ جسمین تمام مخلوق مریگی شیطان بھی مر جاویگا پھر چالیس برس یا ایک مدت کے بعد جسکا علم حقیقی اللہ تعالے کو ہی سب مخلوقات واسطے قیام قیامت کے اُٹھائے و زندہ کیے جاوینگے۔ بالجملہ جب ابلیس نے مہلت چاہی اور وہ منظور ہوئی تو اللہ تعالے نے اسکے واسطے چند باتین فرمائین اول تو یہ کہ روان ہو۔ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پس جو کوئی تیرا تابع ہوگا ان اولاد آدم مین سے۔ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ تو جہنم تمھاری جزا ہی یعنی تیری اور جو تیری پیروی کرین سب کا عوض جہنم ہی جَزَآءً مَّوْفُوْرًا یہ بدلا بھر پور ہے

جیسے خبیث وناپاک عمل کروگے اُنکا پورا بدلا پاؤگے۔ اور وہی جہنم ہی۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ جزاءً وافر ہی۔ قتادہ رح نے کہا کہ تم پر جزاء موفر ہے اسمین سے تمھارے واسطے کچھ کمی نہ ہوگی۔ مترجم کہتا ہی کہ بعضے اکابر نے جسمین شیخ ابن العربی رح ہین جیسا کہ اپنی تفسیر مین تحت قوله تعالےٰ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک الآیہ لکھا ہی اس آیت سے اشارہ نکالتے ہین کہ اہل جنت کی طبیعت و جبلت قلبی بہمہ وجوہ موافق جنت ہی اور اہل جہنم کی جبلت قلبی موافق جہنم ہی حتی کہ وے جنت مین اگر ڈالے جاوین تو مرجاوین جیسے نجاست کے کیڑے کو گلاب مین ڈالنا اُسکے لیے موت ہی پس معلوم ہوا کہ جہنم ان لوگون کے واسطے جزاء موفور ہی۔ دوسری بات یہ فرمائی۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ اور اُبھار کر جدا کر جسکو تو استطاعت پاوے انمین سے۔ بِصَوْتِكَ اپنی آواز کے ساتھ۔ مجاہد رح نے کہا کہ گانے و لہو کے ساتھ یعنی شیطان کے وسوسہ سے ان لوگون نے گانا سیکھا اور لہو کے مزامیر وغیرہ بنائے اور انکی شہوات مین مشغول ہوکر حق سے منقطع ہوگئے۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ اپنی دعوت اور پکار سے یعنی انکو اللہ تعالےٰ کی معصیت کی جانب بلاکر اور چونکہ شیطان کے واسطے آواز اسطرح ہی کہ لوگ بلاوین لہذا ابن عباس رض نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالی کی نافرمانی کی طرف بلاوے وہ شیطانی داعی ہی اور یہی قول قتادہ رح کا ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین مروی ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط مستقیم کھینچا اور اسکے دونون طرف بہت کثرت سے خطوط نکالے اور آگاہ فرمایا کہ راہ مستقیم راہ حق ہی اور اسکے پہلو مین راہین شیطان کی ہین ہر راہ پر ایک بلانیوالا ہی جس نے کسی بلانے والے کو مانا تو وہ اُسکو جہنم تک پہونچا دیگا۔ اور دوسری حدیث مین اپنے زمانہ وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے زمانہ کے بعد فرمایا کہ پھر وہان جہنم کے دروازون پر کھڑے ہوے بلانے ولے پیدا ہونگے۔ اور مترجم کہتا ہی کہ مستقیم راہ پر نفس کے واسطے سختی ہی اور جنت انھین مکارہ سے گھری ہوئی ہی جیسا کہ حدیث مین ہی کہ حفت الجنۃ بالمکارہ۔ پس اس صاف مستقیم راہ پر نفس بتلاے شہوات نہین ہوسکتا اور اسکے پہلو مین جو کج راہین ہین وہ شہوات وخواہش نفسانی سے مملو ہین اور چونکہ ہر نفس کی خواہش مختلف ہوتی ہی تو ہزارون لاکھون راہین طرح طرح کی خواہشون کے ساتھ ہین پس نفس ان خواہشون کی جانب راغب ہوکر اسطرف چلا جاتا ہی اور برابر خوش ومسرور ہوتا ہوا چلا جاتا ہی یہانتک کہ جہنم مین پہونچ جاتا ہی اور جہنم انھین شہوات سے گھری ہی یعنی ایسی چیزون سے جنکی طرف نفس للچاوے جیسا کہ حدیث مین ہی کہ حفت النار بالشہوات یعنی جہنم ایسی غضبناک چیز کی طرف کون جاتا مگر وہ ایسی چیزون سے گھری ہی کہ نفس کو انکی جانب خواہش ولالچ کثرت سے ہوتا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہان سے ایک تنبیہ یہ بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ گمراہی کی جانب بلانے والے ہونگے انکو شیطانی تعلیم سے ایسے ایسے عجائب صنعت وحرفت وعجیب اشیاے نادرہ کی ایجاد معلوم ہوگی جنکی جانب لوگون کی خواہش مزید ہو پھر جو لوگ راہ مستقیم پر ہین وہ اپنے علم سے دریافت کرلیتے ہین کہ ان چیزون کا انجام کیا ہی اور فضل الٰہی سے فوراً معلوم کرلیتے ہین کہ انجام ہیچ اور صرف چندروزہ ہوس ہین مبتلا ہوکر آخر کو خواری جہنم ہی برخلاف اُنکے جو بدبخت کہ شقی ہین اور وے انجام کو وہین جانچ لیتے ہین ان مین جب خواہش غلبہ کرتی ہی تو آخر کو یہ سمجھ لیتے ہین کہ انجام کیا اور سوائے اسی زندگی دنیاوی کے باقی سب خیال ہی پس بے دھڑک اسی طرف مائل ہوکر منہمک ہوجاتے ہین اور آخر جہنم مین جاتے ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ پھر واضح ہو کہ قولہ من استطعت منہم مین ضمیر منہم کا مرجع اگر تمام ذریت آدم ہی تو مراد یہی کہ جنپر تجھے استطاعت دیدیجاوے اُن سب مین سے کیونکہ قلیل پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکو استطاعت وقدرت ہی نہ ملیگی۔ اور اگر منہم کی ضمیر اسی گروہ کی طرف ہی جو سوائے قلیل کے اسکے تبعین ہونگے تو ظاہر ہی کہ ان سب پر شیطان کو استطاعت دیدی جاتی ہی پس اسوقت مراد یہ ہی کہ یہ گمراہ لوگ بھی سب ایک ہی تلبیس سے پھندے مین نہین آسکتے ہین بلکہ جسپر تجھے جوت سے استطاعت

لے انکو اپنی صوت سے علیحدہ کرلے۔ سوم۔ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ اور ہانک لگا اُنپر۔ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ اپنے خیل و رجل کے ساتھ۔ جلب آواز کرخت سے پکارنا۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یعنی حملہ کر اپنر اپنے لشکر سے سوارون و پیادون سے کیونکہ رجل جمع راجل بمعنی پیادہ ہی جیسے رکب جمع راکب ہی اور مطلب یہ کہ اُنپر تسلط کر ہر چیز سے جسکی تجھے قدرت دیجاوے اور یہ امر تقدیر و حکمت آلٰہیہ مین سے ہی معالم و سراج مین ہی کہ ابو الضحیٰ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی مین سوار ہو کر چلے یا پیادہ چلے وہ شیطانی سوارون و پیادون مین سے ہی علی ہذا جو کوئی معصیت کی طرف داعی ہو وہ اسمین داخل ہی۔ اور محتمل ہی کہ حقیقی لشکر مراد ہو اسطرح کہ شیطان کے واسطے شیاطین کا لشکر ہو جسمین سوار و پیادہ ہون۔ اقول لشکر کا ہونا تو احادیث کثیرہ مین وارد ہی کلام اسمین ہی کہ سوار و پیادہ کی صفت کے ساتھ ہین اور اسمین کوئی تردد نہین کہ ایسے ہون۔ اور حدیث مین ہی کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر رکھتا ہی پھر بعوث بھیجتا ہی یعنی لشکرون کو بھیجتا ہی معالم مین لکھا کہ مقاتل نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے لشکر کے سوارون اور پیادون سے اُنپر استعانت لے۔ سراج رح مین ہی کہ بعض نے کہا کہ یہ ایک ضرب المثل ہی جیسے کوئی شخص کسی کام مین نہایت مستعدی سے کوشش کرتا ہی تو کہتے ہین کہ جد بالخیل والرجل یعنی سوار و پیادہ سے اسمین کوشش کر۔ اور معالم مین کہا یعنی اُنپر اپنے مکائد و حیلہ جمع کر دے۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہی معنی اقرب ہین کہ بطور ضرب المثل ہی اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ یہ کلام موقع تمثیل مین وارد ہوا ہی پس ابلیس کے تسلط کے جو مغوین پر رکھتا ہی مثال دی ایک غارت کرنیوالے سے جو ایک قوم پر آپڑا اور اسنے انکو ایک کرخت آواز دی جس سے وے اپنے گھرون سے جدا ہوے اور انمین جنبش و ہل چل پڑگئی اور غارت کنندہ اپنے سوارون و پیادون کو لیکر اُنپر جا پڑا پس اُسنے سب کو جڑ سے منقطع کر دیا۔ خیل کا اطلاق سوارون پر ہوتا ہی جیسا کہ حدیث مین ہی کہ یا خیل اللہ ارکبی۔ اے شہسواران الٰہی سوار ہو چلو۔ اور کبھی خالی گھوڑون پر بولا جاتا ہی۔ معالم مین ہی کہ مجاہد و قتادہ نے کہا کہ ابلیس کے سوار و پیادہ جنون و انسانون مین سے ہین اور اہل تفسیر ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے ساتھ جو سوار و پیادہ ہو وہ لشکر ابلیس سے ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہان تنبیہ ہی کہ جو لوگ راہ مستقیم پر ہین انکو چاہیے کہ ایسے سوار و پیادہ پر نظر موانست نہ رکھین جو دنیا کے واسطے اپنی خواہشون مین مبتلا ہون۔ مسئلہ جو بادشاہ کافر ہو اور ساری اسکی کوشش دنیا کے واسطے ہو اُسکی آرایش لشکر کے دیکھنے کو جانا کیسا ہی تو جواب یہ ہی کہ فتاوے کتاب الشہادات مین ہی کہ اگر بادشاہ کے جلوس دیکھنے کو راستہ پر آتا ہی پس اگر عبرت حاصل کرنے کے واسطے آیا تو عدالت ساقط نہوگی گواہی کے قابل رہیگا اور اگر جلوس دیکھنے کو آیا تو عدالت ساقط ہو جائیگی پس اُسی کی نظیر اس مسئلہ کا حکم ہی اور گھڑ دوڑ وغیرہ کا حکم بھی اسی سے نکلتا ہی۔ چہارم قولہ تعالےٰ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اور مشارک ہو اُن کے ساتھ اموال مین اور اولاد مین۔ اموال مین مشارکت تو ابن عباس و مجاہد رح نے کہا کہ جو اموال اللہ تعالےٰ کی نافرمانی و گناہ مین خرچ کرتے ہین عطاء نے کہا کہ وہ سود ہی۔ حسن رح نے کہا کہ وہ جمع کرنا اموال کا حرام و غیر مشروع طور پر اور اسکو حرام مین خرچ کرنا۔ ایسا ہی قتادہ نے کہا اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ جانورون مین سے بحیرہ و سائبہ بنانا اور یہ قول ضحاک و قتادہ سے بھی مروی ہی۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اولی یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ آیت کریمہ ان سب کو شامل ہی کذا فی تفسیر الامام رح۔ بالجملہ مال مین ہر ایسا تصرف جو شرعی وجہ سے مخالف ہو خواہ ظاہر مین یا نیت مین خواہ لینا ہو یا صرف کرنا ہو سب شیطانی مشارکت ہی جیسے غصب و چوری و سود وغیرہ یا جانورون کے کان کترنا اور بحیرہ و سائبہ وغیرہ بنانا۔ اور واضح ہو کہ اکثر لوگ نیات کے فساد سے شیطانی شرکت مین پڑتے ہین اور سب سے زیادہ افسوس کے قابل ہمارے زمانہ مین میت کا کھانا ہوتا ہی لہذا مین اسکی ضروری تفصیل لکھتا ہون۔ واضح ہو کہ والدین

اور دوسری میت کے واسطے دعاو استغفار بہت عمدہ ہی تو پہلی کوشش یہ دل مین کرنی چاہیے کہ خود انکے واسطے استغفار کرین اور جہانتک نیک لوگ میسر آدین اُنسے استغفار کی درخواست کرین۔ باقی رہا دو طرح کا ثواب اور بھی پہونچانا ممکن ہی ایک یہ کہ قرآن مجید پڑھکر یا پڑھواکر یا نوافل واذکار تسبیح وغیرہ کا ثواب پہونچانا تو ہمارے اکثر علمار حنفیہ قائل ہین کہ اسکا ثواب پہونچتا ہی مگر بعضے ہمارے علمار اور دوسرے امام نہین قائل ہین بالجملہ ہمارے نزدیک جہان تک ممکن ہو اسطرح کا ثواب پہونچایا جاوے اور دوم یہ کہ مالی صدقہ دینا اللہ تعالےٰ کے واسطے اور ثواب میت کے واسطے تو اسمین سب ہمارے علمار حنفیہ اور باقی ائمہ اہلسنّت متفق ہین کہ اسکا ثواب پہونچتا ہی اب معلوم ہوا کہ مالی صدقہ نہایت اچھا تھا اور میت بیچارے کو جو اعمال سے منقطع ہوچکا ہی یہ ثواب نہایت غنیمت تھا ولیکن ظاہر ہی کہ جب صدقہ کرنے والے کو ثواب ہو تو وہ اس ثواب کو میت کو ہبہ کرے تب اُسکو ثواب پہونچے سوا ے اسکے کہ میت نے تہائی مال کی وصیت صدقہ کی کی ہو مگر وارثون کی یہ کیفیت ہی کہ میت کا کھانا اس غرض سے کرتے ہین کہ ہم برادری کو بلاکر کھانا نہ دین تو بدنامی ہوگی تو اس نیت سے کھانے کا ثواب بھی نام ہی پھر اگر روپیہ موجود نہین تو سودی روپیہ یتیمون کی جائداد مکفول کرکے لیکر اس کام مین اُٹھاتے ہین تو میت کو معلوم ہوچکا کہ وارث کی بدنیتی سے کچھ ثواب نہ ملا ولیکن وارث پر علاوہ مشارکت شیطانی کے دوسرا گناہ سودی لینے کا ہوا کیونکہ سود دیکر لینا اگر جائز ہو تو شرعی ضرورت کے واسطے ہی جس سے مجبوری و چارہ نہ ہو۔ اور تیسرا گناہ یتیمون کی جائداد مین تصرف کا اور یہ بڑا گناہ عظیم ہی اور چوتھے برادری کے لوگ اکثر تونگر ہوتے ہین انکو یہ کھانا اوّل تو کھانا نہ چاہیے دوم ثواب صدقہ کا برباد ہوا جبکہ اسنے صدقہ کے طور پر نہ دیا پنجم اسنے ایک رسم نکالکر برادری کے غریبون پر یہ سختی ڈالدی کہ آیندہ انکو بھی شرم و عار لاحق ہوئی غرضکہ جہانتک دیکھتے جاؤ یہ سب شیطانی وسوسہ ہے اسکی پیروی ہے جس سے وارث خود مرتکب گناہ شدید ہوا اور مال برباد ہوا اور میت کو کچھ ثواب نہ پہونچا پس دیکھو کہ شیطان کا مطلب کس طرح حاصل ہوا اور اگر وارث خالص نیت سے جسقدر ممکن ہوتا بغیر اسکے کہ یتیمون کے مال مین تصرف کرے خالص اللہ تعالےٰ کے نام پر غریبون محتاجون کو چاہیے وہ برادری والے ہوتے صدقہ کرتا خواہ نقد جس سے غریب چندروز کھاتا یا خود اُسی طور سے کھانا پکاکر کہ چندروز تک دیا جاوے پاکیزہ مال بدون وسوسہ نام و ننگ کے خیرات کرتا تو سب کے حق مین بہتر ہوتا۔ بالجملہ شیطانی شرکت مالون مین بہت وجہ سے ہوتی ہی اور اسکا کلیہ یہی ہی کہ جو مذکور ہوا کہ خلاف شرع تصرف شیطانی شرکت ہی۔ رہا اولاد مین شرکت کرنا تو عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ زنا کرکے اولاد حاصل کرنا خواہ مرد حاصل کرے یا عورت پس شرعی طور پر حلال پاک اولاد دو طور سے ہی ایک یہ کہ نکاح کرے ایسی عورت سے جو اس کی مملوکہ نہ ہو اور اُس سے نکاح کرنا روا ہو اور دوم یہ کہ خریدے ایسی عورت کو جسکی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آزاد ہی یا ذمیون مین سے کسی کی لڑکی ہی کیونکہ مثلاً قحط پڑا اور اُسی حالت مین کسی ہندو قوم نے یا کسی اور قوم نے جو آزاد معلوم ہی اپنی اولاد کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالا تو یہ بیع باطل ہی اور وہ عورت اسکی لونڈی مملوکہ کبھی نہوگی بلکہ آزاد ہی اگر بدون نکاح کے اُس سے وطی کرے تو اولاد حرام ہوگی۔ پھر اگر وجہ دوم کے موافق کسی عورت کو خریدا اور بیع صحیح ہوئی اور اُس سے مالک نے وطی کی اولاد ہوئی پھر کسی نے آکر دعوی کیا کہ یہ میری لڑکی ہی اور مین آزاد ہون اور عادل گواہون سے اسنے قاضی کے یہان ثابت کیا یا مثلاً اُسنے دعوی کیا کہ میری جورو ہی تو بعد ثبوت کے وہ عورت اسکو دلادیجاویگی اور آیندہ یہ شخص جس نے خریدا ہی اُس سے وطی نہین کرسکتا گویا تین طلاق ہوگئین لیکن جو اولاد ہوئی ہی وہ اُسنے بوجہ شرعی قصد کرکے حاصل کی تو وہ حلال ہی پھر آیندہ اُس سے چاہے نکاح کرلے اگر ہوسکتا ہو۔ بالجملہ مشارکت در اولاد یہ کہ بقول ابن عباس رضا اولاد زنا ہو یہی قول مجاہد وضحاک کا ہی اور واضح ہو کہ زنا کی اولاد مین باپ کا کچھ حق نہین ہی وہ ماں کو ملیگی۔ اور رہا ایسی اولاد کی مغفرت تو عامہ علما کے

نزدیک زنا کی وجہ سے اُسپر کچھ نہ ہوگا باقی جیسے اعمال کرے ویسا پاوے اور بعض کے قول مین وہ اعراف مین ہوگا مترجم کہتا ہے یہ جنتی ہونے کی طرف راجع ہے اسواسطے کہ اعراف کوئی رہنے کا ٹھکانا دائمی نہین ہے۔ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی اولاد مین شیطان کی مشارکت وہ ہے جو انھون نے سفاہت کے ساتھ بغیر علم کے مار ڈالی یعنی جیسے لڑکیون کو زندہ درگور کر دیتے یا گلا دبا کر مار ڈالتے تھے۔ قتادہ رح نے حسن بصری رح سے روایت کی کہ حسن رح نے فرمایا کہ واللہ شیطان نے انکے ساتھ اموال و اولاد مین مشارکت کر لی انھون نے اولاد کو اپنے ساتھ مجوسی بنا ڈالا یا یہودی یا نصرانی بنا لیا اور سواے اسلام کے دوسرے رنگ سے رنگا یعنی جیسے نصرانی رنگا کرتے ہین۔ ایسا ہی قتادہ کا قول ہے اور ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مشارکت شیطانی اولاد مین یہ کہ اولاد کا نام عبد الحارث یا عبد العزی یا عبد الشمس رکھا یعنی جیسے عبد المسیح یا رام داس وغیرہ رکھے غرضکہ مخلوق کا بندہ اسکا نام کیا۔ سراج مین ہے کہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شیطان اپنے ذکر کو مرد کے ذکر سے باندھتا ہے اگر مرد نے اپنی جورو کے ساتھ وطی کرنے مین بسم اللہ نہ پڑھی تو اسکی جورو کے ساتھ شیطان بھی وطی کرتا ہے اور اسکی فرج مین انزال کرتا ہے جیسے مرد انزال کرتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رض سے کہا کہ میری جورو سوتے سے چونکی اس حال مین کہ اسکی فرج کے اندر شعلہ آتش تھا تو فرمایا کہ یہ جن کے وطی سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مرفوع بھی روایت کیجاتی ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ امام ابن جریر رح نے کہا کہ اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ ہر بچہ جسکو عورت جنی اور اُسکی ولادت مین اللہ تعالے کی نافرمانی کی گئی خواہ اسطرح کہ نام اسکا وہ رکھا جو اللہ تعالے کے نزدیک مکروہ ہے یا اسکو ایسے دین مین لایا گیا جو اللہ تعالے کی مرضی نہین ہے یا اُس عورت سے جو اُسکی مان ہے زنا کیا گیا یا اسکو والدین مین سے کسی نے قتل کیا یا زندہ درگور کیا یا اُسکے سواے کوئی فعل جس سے اللہ تعالے کی نافرمانی لازم آتی ہے خواہ اُس اولاد کی وجہ سے کیا مثلاً اُسکی منت ناجائز مانی یا اُس لڑکے مین کیا مثلاً اسکی چوٹی رکھی تو ابلیس کے ساتھ شرکت مین داخل ہوا کیونکہ اللہ تعالے نے کسی طرح کی شرکت کو مخصوص نہین کیا ہے پس ہر وہ چیز جسمین یا اسکی وجہ سے اللہ تعالے کی نافرمانی کی گئی یا جسمین یا اُسکی وجہ سے شیطان کی اطاعت کی گئی تو یہ مشارکت ہے یہ جو شیخ ابن جریر رح نے فرمایا وہ متجہ ہے اور سلف مین سے ہر ایک نے ظاہراً بطور مثال کے بعضی مشارکت کی تفسیر کر دی ہے اور صحیح مسلم مین عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہے کہ مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پھر آئے اُنکے پاس شیطان پس پھیر لیا اُنکو انکے دین یعنی فطرت سے اور حرام کیا اُنپر جو مین نے اُنکے واسطے حلال کیا تھا اور صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی اپنے جورو کے پاس آنا چاہے پھر اُسنے پڑھی بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا یعنی بسم اللہ اے رب ہمارے دور رکھ ہم سے شیطان کو اور دور رکھ شیطان کو اُس چیز سے جو تو ہم کو نصیب کرے تو اگر ان دونون مین کوئی بچہ مقدر ہوا تو اسکو کبھی شیطان سے ضرر نہ پہونچیگا۔ معالم وسراج مین ہے کہ آثار مین آیا ہے کہ ابلیس جب زمین کو نکالا گیا تو عرض کرنے لگا کہ اے رب تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا تو مجھے اُسپر مسلط کر دے اور اسکی اولاد پر۔ حکم ہوا کہ تو مسلط ہے بولا کہ مجھے اسکی استطاعت کہان ہے مگر تیری قوت سے پس میرے لیے کچھ بڑھا دے فرمایا۔ استفزز من استطعت منھم بصوتک الآیۃ۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ الٰہی مجھپر اور میری اولاد پر ابلیس کو تسلط دیا گیا اور مجھے کچھ قدرت و قوت نہین مگر تیرے ساتھ۔ حکم ہوا کہ تیری جو اولاد ہوگی مین اُسی کو اُسپر مسلط کرونگا جو اسکی حفاظت کرین عرض کیا کہ کچھ زیادہ فرما دے فرمایا کہ نیکی کا عوض دس گونہ ہے اور بدی اپنے مثل ایک ہی ہے عرض کیا کہ کچھ اور زیادہ فرما دے حکم دیا کہ توبہ مفروض ہے جب تک جسم مین روح رہے عرض کیا کہ کچھ اور بڑھا دے فرمایا کہ اے

بندو جنھون نے اپنی جان پر اسراف کیا ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو اللہ تعالیٰ سب گناہ بخشتا ہی اور خبر مین روایت ہی کہ ابلیس نے کہا کہ اے رب تو نے اولاد آدم مین انبیا اُتارے اور اُنپر کتابین اُتارین تو میرے پاس کون کتاب ہی جسکو پڑھون فرمایا کہ شعر عرض کیا کہ میرے مشاعر کیا ہین فرمایا کہ وشم عرض کیا کہ میری طرف سے ایلچی کون ہین فرمایا کہ کاہن لوگ تیرے ایلچی ہین عرض کیا کہ میرا طعام کیا ہی فرمایا ہر وہ کھانا ہو آدم کا جسپر میرا نام نہ لیا جاوے عرض کیا کہ میرا پینا کیا ہو فرمایا کہ ہر نشہ کی چیز جو حلال نہ ہو تیرا پانی ہی عرض کیا کہ پھر میرا مسکن کہان ہی فرمایا کہ حمامات۔ اُسنے عرض کیا کہ میری مجلس کہان ہی فرمایا کہ بازارین تیری مجلس ہین اُسنے عرض کیا کہ مجکو جال چاہیے کہ جس سے شکار کرون فرمایا کہ عورتین تیرے جال ہین اُسنے عرض کیا کہ میرے لیے اذان چاہیے ہی فرمایا کہ مزامیر تیری اذان ہین۔ امر تحکیم جو شیطان کو دیا گیا۔ وَعِدْهُمْ اور آدمیون کو وعدہ دے یعنی بیہودہ وبد انجام وعدے جیسے یہ کہ جنت کچھ نہین اور نہ دوزخ ہی اور کیونکر ہو سکتی ہی اور کہان ہی اور احمق لوگ گویا تمام زمین وآسمان وما وراے دونون کے سب پر واقف ہین اور ہنوز انکو اپنے پیٹ کی آنت نظر نہین آتی ہی اسکے قول و وسوسہ کو خوب مانتے ہین اور اسی قسم سے انکو وعدہ دیا کہ تمھارے بت وآلہہ کا سواے حق عزوجل کے جو کچھ ہین تمھاری بندگی سے راضی ہین اور سب تمھاری سفارش کرینگے کہ یہ ہمارا ہی اسکو عذاب نہ ہو بلکہ جنت مین اعلیٰ مقام پر رکھا جاوے حالانکہ ان مشرکون کے جو خلاف حکم الٰہی کے شرک کرتے ہین دشمن ہین کیونکہ حق عزوجل کی محبت مین مستغرق ہین پس جو کوئی حق عزوجل کیطرف رجوع لایا ہی اسکے بھی دوست ہین اور جو حق تعالیٰ سے غافل ہی اسکے دشمن ہین اور اسی قسم سے یہ کہ شریف نسب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہی اور جیسے توبہ مین تاخیر کرنا اور دنیاوی ہستی چیز کو لینا اور آخرت کو اُدھار سمجھنا اور مانند اسکے بیہودہ و باطل وعدے اسواسطے فرمایا۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا یعنی ان کافرون کو نہین وعدہ دیتا ہی شیطان مگر غرور یعنے دھوکا وفریب باطل جس سے انجام کو ہلاک ہون اور پچھتاوین۔ غرور کے معنے یہ کہ باطل کو ایسی زینت دینا جس سے گمان ہو جاوے کہ یہ حق ہی اسطرح مین لایا کہ غرورًا کو نصب ہوئی یعنی کی وجہ مین یا تو وہ مصدر محذوف کی صفت ہی یعنی وعدًا غرورًا۔ یا مفعول لہ ہی یعنی غرور دینے کے واسطے انکو وعدہ دیتا ہی تاکہ وعدہ سے غرور مین پڑین۔ یا وہ مفعول بہ ہی علی الاتساع یعنی وعدہ انکو نفس غرور دیتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے کیونکر یہ چیزین شیطان کے لیے ذکر فرمائین حالانکہ اللہ تعالیٰ فحشا کا حکم نہین دیتا ہی تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کامون کے واسطے حکم نہین دیا بلکہ یہ بطور تہدید کے ہی جیسے کہا جاوے کہ تیرا جو جی چاہے وہ کر یعنی جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسکو کہا کہ جا تاک تجھ سے ہو سکے انکے ساتھ کر تو حدیث مین ہی کہ اسنے کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی کہ ہمیشہ انکو بہکاونگا کہ تیرے معاصی مین غرق ہوجاوین پس حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم مجھے اپنی عزت کی کہ برابر ہمیشہ انکو بخشونگا جب تک مجھ سے توبہ کرین اور یہان فرمایا۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی میرے بندے جنکو مین نے اس لائق کیا ہی کہ میری جانب منسوب ہونے کی انھین کرامت ہی کہ میرے بندے کہلاتے ہین اور تقوی وطہارت کے ساتھ میری بندگی پر قائم ہین تو نہین تجھکو انپر کچھ قابو۔ پس تجھے یہ قدرت نہین ہی کہ تو انکو اغوا کر کے ایسے گناہ مین ڈالے کہ وہ بخشا نہ جاوے کیونکہ مین نے انکو اپنے اوپر توکل کرنے کی توفیق دیدی ہی۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا اور تیرا رب کافی ہی انکا وکیل یعنی حافظ وناصر اور شیطان سے بچانے والا۔ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن اپنے متعلق شیاطین کو انکی چوٹی پکڑکر اسطرح مقہور رکھتا ہی جیسے تم مین سے کوئی اپنے اونٹ کو سفر مین اپنے تابع ومقہور رکھتا ہی۔ رواہ الامام احمد۔ علماے محققین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بچنا نہین ممکن مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنی عصمت مین نگاہ رکھے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت ادا کرنا نہین ممکن مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قوت دے ولا حول ولا قوة الا باللہ العزیز الحکیم۔ ف اہل حق نے کہا کہ جن چیزون سے شیطان کو استطاعت دی گئی کہ مخلوق کو اغوا کرے جب ادیبے

اسباب جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسکے نتائج کو پیدا کر دیتا ہی پس خالق اور قوت والا فقط وہی ہی اور شیطان کو خود کوئی قدرت نہیں ہی مگر جب ہی کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور حدیث میں ہی کہ شیطان آدمی میں مانند خون کے روانی کے جاری ہی۔ اور حدیث میں ہے کہ وہ اپنی سونڈ کو آدمی کے قلب پر رکھتا ہی لیکن جب بندہ مومن نے اپنے رب عزوجل کو یاد کیا تو وہ پیچھے بھاگ جاتا ہی پھر جب غافل ہوا تو چلا آتا ہی پس اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لاشریک خالق قادر ہی جل شانہ وعز سلطانہ جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور کمال قدرت اور لوگوں پر احاطہ بیان فرمایا تو بعضے افعال قدرت اور لوگوں پر نعمت کا ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ وَإِذَا

رب تمہارا وہ ہی جو جاری کرتا ہی تمہارے لیے کشتی سمندر میں تاکہ ڈھونڈھو اسکے فضل سے وہ ہی تمہارے اوپر بہت مہربان اور جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ

چھوگیا تم کو ضرر سمندر کے بیچ میں تو بھول گئے اسکو جسے پکارتے سوائے اللہ کے پھر جب نجات دیکر اتارا تم کو خشکی میں تم نے منھ موڑا اور

الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا

آدمی تو بڑا ناشکرا ہے سو کیا نڈر ہوئے کہ دھنسا دے تمکو جنگل کے کنارے یا بھیجدے تم پر آندھی پھر نہ پاؤ اپنا کوئی کام

لَكُمْ وَكِيلًا ۝ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ

بنانے والا یا نڈر ہوئے ہو کہ پھر لیجا دے تم کو اسمیں دوسری بار پھر بھیجے تم پر ایک جھونکا باد کا پھر ڈبا دے تمکو

بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ۝

بدلا اس ناشکری کا پھر نہ پاؤ تمہاری طرف سے ہم پر اسکا دعوی کرنے والا۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ۔ تمہارا رب وہ ہی جو جاری کرتا ہی تمہارے لیے فلک یعنی کشتی۔ فِي الْبَحْرِ۔ سمندر میں یعنی تمام احاطہ وقدرت تمہارے رب کو ہی اور رب تمہارا جو تم میں متصرف و تمہارے ادنیٰ و اعلیٰ و ہر کام کا مدبر ہی وہ ہی جو تمہارے نفع کے لیے سمندر میں کشتی کو جاری فرماتا ہی۔ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ۔ تاکہ تلاش کرو اسکے فضل سے یعنی نفع تجارت اور طرح طرح کے متاع جو تمہارے پاس نہیں اور انکی تمکو حاجت ہی۔ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ یعنی یہ فعل اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ازلاً و ابداً تم پر مہربان ہی چنانچہ اسی مہربانی سے تمہاری ضروریات کو مہیا کر دیا اور ہر کام کی سبیل آسان کر دی بسراج وغیرہ میں کہا کہ رکم سے خطاب اس مقام پر عام ہی خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور اسکے بعد کا خطاب فقط مشرکوں کی طرف ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ آیت میں اشتباس ہی کہ بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہی اور ہر چیز میں جو اثر موجود ہی اسکی تاثیر قدرت سے ہے اور صرف کشتی کا ذکر اسواسطے فرمایا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک اسقدر سے واقف ہیں اور اس سے زیادہ خواص پانی کے اور اس سے انتفاع عام فہم میں نہیں ہی مگر اسمیں ارشاد ہی کہ بحری تجارت میں منفعت ہی۔ پھر فرمایا۔ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ۔ اور جب تمکو اے مشرکو پہونچا ضرر سمندر میں یعنی ایسی حالت خطرناک ہوئی کہ تم کو جان و مال کے ضرر کا احتمال ہوا تو۔ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ۔ گم ہو گیا تمہاری خاطر و یاد سے ہر وہ جسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے پکارتے تھے یعنی پرستش کرتے تھے پس سب کو پکارنا مفقود ہوا۔ إِلَّا إِيَّاهُ۔ مگر فقط اللہ تعالیٰ کو پس خلوص سے تم نے ایسے وقت اسی کو پکارا یہ جانکر کہ اسوقت اسوائے اسکے کوئی نجات دینے والا نہیں ہی اور اسنے تمہاری فریاد پر رحم کیا۔ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ۔ پس اسنے جب تمکو نجات دی

ڈوبنے و تلف ہونے سے اور آہستہ آہستہ تم کو خشکی مین لایا۔ اَعْرَضْتُمْ تو اب تم نے اخلاص سے مُنھ موڑا اور مطمئن ہو کر پھر اشراک کرنے لگے اور زعم کیا کہ لات و منات نے تمکو بچا لیا ہی اور کسی نے ہُبل کی نسبت اعتقاد کیا کہ اُسنے بچایا غرضکہ اپنے اپنے اوہام سے ہر ایک نے جس کا اعتقاد کرتا تھا اسکی مدد سے بچ جانے کا دعوی کیا۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اور یہ نوع انسان بڑی ناشکری ہی نعمتون سے منکر ہو جاتی ہی اس جہت سے کہ سختی کے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر تمسک کرتا ہی اور آسانی کے وقت اُس سے مُنھ موڑ کر دوسرون کا احسان مانتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ جیسے تمھارے لیے سمندر مین سواے حق عزوجل کے کوئی نہین ویسے ہی خشکی مین بھی وہی ہی۔ چنانچہ عکرمہ بن ابی جہل کے حق مین واقع ہوا کہ جب فتح مکہ کے روز عکرمہ رضی اللہ عنہ بھاگے اور سمندر مین کشتی پر سوار ہو کر چاہا کہ حبشہ مین چلے جاوین کشتی روانہ ہوئی تھی کہ اتنے مین آندھی کی ہوا سے سخت آئی تو جہاز کے مالکون نے اعلان کیا کہ ہوا کی شدت زیادہ ہی کوئی بچنے کی صورت نہین مگر آنکہ خالص اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا مانگو اور یہی ہمارے جہاز کا دستور ہی اسطرح نجات ملجاتی ہی پس اس تلاطم مین سب نے یہی کہا کہ اے ہمارے پیدا کرنیوالے تو ہی ہمارا مالک ہی تو چاہے زندگی دے چاہے مارے ہم امیدوار ہین کہ جہاز کو نجات دے حکم الٰہی سے ہوا موقوف ہوئی اور جہاز صحیح و سالم رہا کچھ صدمہ نہین پہونچا۔ عکرمہ رضہ نے اپنے دل مین غور کیا کہ اگر سمندر مین اس کے سواے کوئی اور نفع نہین پہونچا سکتا ہی تو خشکی مین بھی کوئی اور نافع نہین ہی الٰہی مین نے عہد کیا کہ اگر تو مجھے یہان سے نکالے تو جا کر مین اپنا ہاتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مین دون کہ تیرے عفو سے مین اسکو رؤف و رحیم پاؤن پس سمندر سے نکل کر عکرمہ رضہ سیدھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور اسلام بہت اچھا ہوا ذکرہ الامام فی تفسیرہ اور مین کہتا ہون کہ شام کے جہاد مین لعلبک کی لڑائی مین شہید ہوے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر وہم ہو کہ آدمی کفور ہوا تو نیک بندون کا کیا حال ہی جواب دیا گیا کہ مراد یہ ہی کہ آدمی کی طبیعت ایسی ہی و لیکن جسکو اللہ تعالیٰ معصوم و محفوظ رکھے وہ صالح رہتا ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ جو بات ایک نوع کے لیے ہو وہ اُس نوع کے ہر فرد مین ضرور نہین ہی مثلاً کہتے ہین کہ عورت سے مرد اچھا ہوتا ہی پھر ظاہر ہی کہ بہت سے مرد بدکار فاسق فاجر سے عورت صالحہ عفیفہ عاقلہ عالمہ بہت بہتر ہی۔ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ یعنی خشکی مین پہونچکر تم اللہ کے انتقام و عذاب سے مطمئن ہو بیٹھے کیا تم کو اطمینان ہی کہ اللہ تعالیٰ مع تمھارے خشکی کا ایک گوشہ خسف کر دے یعنی زمین مین دھنسا دیوے۔ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا۔ یا تم پر حاصب بھیجدے۔ حاصب پتھرون کا مینھ چنانچہ فرمایا انا ارسلنا علیہم حاصبا الا آل لوط۔ اور یہ پتھرون کا مینھ تھا جیسا کہ دوسری آیت مین ہی کہ امطرنا علیہم حجارۃ من طین پس یہ جہنم کے پتھر تھے جو مٹی سے بنے ہوے تھے۔ پس جیسے سمندر مین غرق سے ڈرے تھے فرمایا کہ خشکی مین اسکو اختیار ہی کہ زمین کو تم سمیت خسف کر دے یا پتھر برسا کر ہلاک کر دے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا پھر تم نہ پاؤگے اپنے واسطے کوئی کفیل جو تمکو خسف و پتھرون سے بچاوے جیسے سمندر مین نہین پاتے تھے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ مختار ہی چاہے بلا اسباب انکو ہلاک کر دے و لیکن تفہیم لطیف ہی کہ سبب پر یہ لوگ نظر رکھتے تھے اور قدرت و صفات الٰہی تعالیٰ پر ہنوز ایمان نہین لائے تھے تو جسطرح سمندر مین ڈرے تھے اُسی طرح خشکی مین وہی موقع خوف کا بلکہ اس سے زیادہ سمجھا دیا تاکہ توحید کی طرف رجوع لاوین پھر تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاوینگے۔ مگر قبل اسکے موافق انکی فہم کے سمجھایا بلکہ اور آسان فرمایا کہ اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم بیخوف ہو گئے ہو کہ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى تم کو اعادہ کر دے سمندر مین دوسری بار فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ پس اُسوقت تم پر بھیجے ریح قاصف مین سے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ قاصف سمندر کی ریح سخت جو جہازون کو تباہ و غرق کر دیتی ہی یعنی عذاب کی ریح قاصف بھیجے۔ فَيُغْرِقَكُمْ پس تم کو غرق کر دے۔ بِمَا كَفَرْتُمْ بسبب

تمھارے کفر کرنے کے یعنی چاہے پھر تم کو سمندر مین لوٹا کر وہین اس کفر کی سزا دیدے جو تم نے خشکی مین آکر کیا۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ پھر تم نہ پاؤگے اپنے واسطے کوئی۔ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ہم پر اُسکا مطالبہ کرنے والا یعنی کوئی بھی تمھارا حامی نہین اور نہ کسی کا کچھ حق ہو کہ ہم سے تمھاری بابت مطالبہ کر سکے۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا یعنی مددگار نہ پاؤگے۔ مجاہد رحہ نے کہا کہ کوئی نہین جو تمھارا عوض لینے کو تمھارے بعد قائم ہو۔ قتادہ رحہ نے کہا کہ کسی سے یہ خوف نہین کہ تمھارے بعد اسکی طرف سے ہم پر کچھ مطالبہ ہوگا۔ واضح ہو کہ قرآن مجید مین جہان ریح ہو وہ ہواے عذاب ہو مانند قولہ ریحا صرصرًا۔ اور جہان ریاح ہو بمعنی رحمت ہو ریاح بشرات و ریاح لواقح وغیرہ۔ فاحفظ ف واضح ہو کہ اہل ایمان کے بھی باعتبار تقوی کے مراتب ہین حتی کہ سب سے اعلی مرتبہ تقوی بھی کمال عبودیت الٰہی تعالے کے واسطے کافی نہین تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبودیت سے عاجزی کا اعتراف فرمایا ہو پس جو لوگ نیچے مراتب مین ہین وے درحقیقت عبودیت مین ظالم ہین ولیکن کمال رحمت الٰہی ہو کہ ادنی مرتبہ تقوی کا یہ ہو کہ کفر و شرک سے بیزار ہو جو ظاہری شرع مین وارد ہو پس عذاب جہنم دائمی یا کفر وغیرہ کا اطلاق اسی حد پر ہو اور اُسکے بعد اوپر کا مرتبہ ابتدائے تقوی ہو اور دوام جہنم وغیرہ کی سزا اسکے لیے نہین ہو جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ کے اشارہ مین عرائس البیان مین ہو کہ عارف کے واسطے کرامات و ولایت و فراست و مقامات و حالات و مکاشفات و معارف و دعوی اتحاد وغیرہ ہوتے ہین لیکن جب وہ دریاے ازل و ابد مین پڑتا ہو اور سطوات عظمت مین فنا ہونے لگتا ہو تو سب معارف بھول جاتا ہو صرف وہی باقی اور سب فانی ہوتا ہو پھر جب اس بحر ناپیدا کنار سے عالم تعین کی طرف آتا ہو تو معرفت عود کرتی ہو۔ قولہ فلما نجاکم الی البر اعرضتم۔ عبودیت کی حالت صدق مین معرفت استقامت ہو اور نعمت و بلا کو یکسان دیکھنا۔ ابن عطار رحہ نے کہا کہ جو کوئی حالت سختی و آسانی مین اللہ کے ساتھ یکسان نہو خالص اللہ تعالے کے واسطے نہین ہو اور جو کوئی سختی کی حالت مین غیر کی طرف ملتجی ہو وہ بدکار بندون مین سے ہو اسکو ادب سے درستی ہوگی۔ واضح ہو کہ آداب دعا مین سے ہو کہ آدمی کو چاہیے کہ حالت آسانی مین اپنے رب عزوجل سے پوری تضرع و عاجزی سے دعا مانگتا رہے تاکہ سختی کے وقت اُسکی دعا قبول ہو اور یہ نہین چاہیے کہ آسانی کے وقت بے پروا و غافل و اور سختی کے وقت طول طویل دعائین مانگے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور بیشک ہم نے بزرگ کیا بنو آدم کو اور انکو سوار کیا ہم نے خشکی و تری مین اور رزق دیا ہم نے انکو پاکیزہ چیزون سے اور فضیلت دی ہم نے

عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

انکو بہتون پر ان لوگون سے جنکو ہم نے پیدا کیا ہو پوری فضیلت

ع ۱

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ یعنی اور ہم نے اپنی عظمت سے بنو آدم کو مکرم کر دیا۔ حافظ امام ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہو کہ ہم نے بنی آدم کو تشریف و تکریم دی ہو اس بات مین کہ انکو اچھی ہیأت پر کمال کے ساتھ پیدا کیا۔ کقولہ تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم نے انسان کو بہت اچھے تقویم مین پیدا کیا یعنی مستقیم القامت دو پاؤن پر چلتا ہو اور ہاتھون سے کھاتا ہو اور دیگر حیوانات چار پاؤن پر چلتے ہین اور منھ سے کھاتے ہین اور آدمی کے لیے کان آنکھ دل پیدا کیے جنسے اسکو سمجھ بوجھ ہوتی ہو اور اُنسے نفع اٹھاتا ہو اور چیزون مین امتیاز و تفریق کرتا ہو اور نفع دینے والے کو ضرر دینے والے سے امتیاز کرتا ہو اور ہر ایک کے خواص و اثر

دریافت کرتا ہی مسراج مین لکھا کہ یہان یہ بیان نہین فرمایا کہ کس بات مین آدمی کو تکریم دی ہی اور علما اسکو پہچانتے ہین ولیکن علماے
مفسرین کی روایات مختلف ہین چنانچہ ابن عباس نے کہا کہ ہر چیز مُنھ سے کھاتی ہی سواے آدمی کے کہ وہ اپنے ہاتھون سے کھاتا ہے
مترجم کہتا ہی کہ بندر وغیرہ بھی ہاتھون سے کھاتا ہی ولیکن مجموعی حالت آدمی کے ہاتھون سے کھانے مین بے شبہہ اور تمام جانورون سے
ممتاز ہی اور لکھا کہ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس مین کھانا آیا ہارون نے چمچہ منگوایا اُسوقت امام ابو یوسف قاضی بیٹھے تھے اُنھون نے فرمایا
کہ آپ کے دادا ابن عباس نے تفسیر مین کہا ہی کہ قولہ لقد کرمنا بنی آدم یعنی اُنکے انگلیان دین جنسے کھاتے ہین اتنے مین چمچہ آیا تو ہارون نے
واپس کر دیا اور انگلیون سے کھایا ۔ اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہی کہ کرمنا یعنی لعقل ۔ اور ضحاک رح نے کہا یعنی نطق و تمیز ۔ اور
بعض نے کہا کہ مخلوقات پر فضیلت فرمائی ہی اور ظاہر ہی کہ مخلوقات مین سے خود بعض پر بعض افضل ہی تو اقسام مٹی پر آدمی کو نمو کی فضیلت ہی
اور نامی اجسام پر حیات کی اور حیوانون پر نطق سے فضیلت ہی اقول نطق سے مراد ادراک و عقل ہی ۔ عطا رح نے کہا کہ اعتدال قامت
و کشیدگی سے اور باقی حیوانات اپنے چہرہ پر منکوس ہین بعض نے کہا کہ درخت تو بہت طویل القامت ہوتا ہی تو اس قول مین یہ شرط بھی
ہی کہ اعتدال قامت مع عقل و حواس کے ۔ بعض نے کہا کہ مردون کو داڑھی سے اور عورتون کو گیسوؤن سے ۔ بعض نے کہا کہ اسطرح فضیلت
دی کہ باقی اشیا اُسکے واسطے مسخر کر دین ۔ بعض نے کہا کہ انھین مین سے خیر امت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ہین ۔ بعض نے کہا کہ تکریم حُسن صورت
سے ہی چنانچہ خلقت انسان مین فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ تفسیر کبیر مین امام رازی رح نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ایک ہی عضو مین
غور کر مثلاً آنکھ کو اسمین حدقہ تو سیاہ پیدا کیا پھر سپیدی سے آکر احاطہ کر دیا پھر سپیدی کو سیاہی سے احاطہ کیا پھر اس سیاہی کو سپیدی
اجفان سے احاطہ کیا پھر سپیدی اجفان پر سیاہی حاجبین محیط ہی پھر اس سیاہی پر سپیدی پیشانی محیط ہی پھر اس سپیدی پر سیاہی سر کے
بالون کی محیط ہی اور یہ تو ایک نمونہ بیان ہوا ہی انتہی اقول آنکھ کے طبقات کو امام رازی رح نے نہین ذکر کیا کہ انمین باریک حکمت عجیب ہی ۔
مسراج مین لکھا کہ انسان کے اشرف ہونے پر اسطرح بھی استدلال کیا گیا ہی کہ موجود یا تو ازلی ابدی ہوگا وہ تو اللہ تعالے جل شانہ ہے
یا نہ ازلی ہوگا اور نہ ابدی ہوگا اور یہ عالم دنیا مع جملہ نباتات و حیوانات و معادن وغیرہ کے ہی اور یا ازلی ہوگا ابدی نہ ہوگا اور یہ
ممتنع الوجود ہی کیونکہ جو ازلی ہو وہ قدیم ہی اور قدیم کا عدم محال ہی اور یا ازلی نہو گا ابدی ہوگا ۔ اور یہ انسان و فرشتہ ہی پس اس قسم کو
اول سے یعنی خالق عز و جل سے تو کچھ نسبت نہین ہو سکتی ولیکن دوم و سوم سے افضل ہی لیکن اس قسم مین انسان و فرشتہ دونون داخل
ہین تو معلوم ہوا کہ انسان اکثر مخلوقات سے افضل ہی مترجم کہتا ہی کہ اس قسم مین جن و شیاطین بھی داخل ہین تو فائدہ تکریم انسان کا
ظاہر نہ ہوگا پس حق یہ ہی کہ کرامت انسان ہیأت مجموعی ظاہری و باطنی ذات و صفات کے ساتھ ہی اور وہ تکریم لقولہ نفخت فیہ من روحی
سے اور قولہ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم ۔ سے ظاہر ہی ۔ اور چونکہ ہیأت مجموعی ہی اسی وجہ سے جہت تکریم کو ذکر نہین فرمایا بلکہ تکریم کو بیان
فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ۔ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔ اور سوار کیا ہم نے انکو خشکی مین یعنی چوپاؤن و دیگر سواریون پر اور
سمندر مین کشتیون وغیرہ پر ۔ اور اسمین اشارت ہی کہ جو کچھ انسان نے اپنی صنعت سے بنایا وہ بھی پیدائش آلٰہی ہی کیونکہ انسان خود مخلوق
ہی اور مخلوق کبھی خالق نہین ہو سکتا تو مخلوق سے جو چیز ظاہر ہو وہ خالق ہی کی مخلوق ہی ۔ بالجملہ جاندار چیزین انکی سواری مین مسخر کین
اور اُنکو عقلی الہام و حواس کے قانون سے مشرف کر کے جہاز و کشتیاں وغیرہ بنوا دین کہ تری مین سفر کرتے اور طرح طرح کی چیزین حاصل کرتے
ہین ۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے انکو طیبات سے رزق دیا یعنی لذیذ رزق و حلال قوت دیا اور یہ اسوجہ سے کہ غذائین

یا حیوانیہ ہین یا نباتیہ ہین اور دونون قسمون مین سے انسان الطف واشرف کھاتا ہی وہ بھی اچھی طرح صاف کرکے اور اچھی طرح پختہ وخوشگوار
کرکے اور یہ بات فقط انسان کو حاصل ہی۔ لہذا پیاز وغیرہ جو چیزین کہ بدبو دار ہوتی ہین اگرچہ مباح ہون مگر انکو کھا کر مسجد مین جانا جب کہ
بو آتی ہو مکروہ ہی اور مولی بھی پیاز کے حکم مین ہی اور ہر وہ چیز جس سے معتدل المزاج سلیم الطبع کراہت کرے مکروہ ہی۔ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى
كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۞ اور ہم نے انکو تفضیل دی بہتون پر ان ذوی العقول مین سے جنکو ہم نے پیدا کیا ہی پوری فضیلت یعنی
ہم نے بہت سے ذوی العقول مخلوق پر انکو پوری فضیلت دی یعنی انسان کو اسکی ذات مین خوبصورت شکل سے اور صفات عدل و
جامع ہونے مین اور عقل و روح مین جسکے علم سے نتائج سعادت پیدا ہوتے ہین دوسری مخلوقات ذوی العقول پر فضیلت دی معالم
وسراج وکبیر وغیرہ مین ہی کہ ظاہر آیت دلیل ہی کہ بنی آدم کی فضیلت بہتون پر ہی کل پر نہین ہی اور ایک جماعت علماء نے کہا کہ سواے
ملائکہ کے سب پر فضیلت ہی اور یہ قول ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہی اور اسی کو زجاج نے اختیار کیا ہی اور واحدی رح نے بسیط مین
اسکو روایت کیا ہی کلبی رح نے کہا کہ ملائکہ پر بھی فضیلت سواے ایک خاص گروہ کے جنمین جبرئیل ومیکائیل وغیرہ ہین۔ اور ایک قوم نے
کہا کہ بنی آدم کو تمام مخلوق اور سب ملائکہ پر فضیلت ہی اور انپر وارد ہوتا تھا کہ آیت مین کثیر کا ذکر ہی کل کا ذکر نہین ہی تو انھون نے جواب دیا
کہ کبھی اکثر مقام کل مین آتا ہی مانند قولہ تعالے هل انبئكم على من تنزل الشياطين تا قولہ تعالے واکثرہم کاذبون پس یہان بالاتفاق اکثرہم سے
مراد کل ہین اقول عقائد مین یہ ہی کہ مجموع بشر تو مجموع ملائکہ سے افضل ہین اور خاص بشر مانند انبیاء علیہم السلام کے خاص ملائکہ سے افضل
ہین اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہین۔ صاحب اصطلاحات صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اس نزاع کو دور کرنا چاہیے کہ اس سے کوئی
ضرورت متعلق نہین ہی۔ امام محی السنہ نے معالم مین اور ابن عادل رح وغیرہم نے یہ اختیار کیا کہ عوام بشر سے عوام ملائکہ افضل ہین
اور خواص ملائکہ سے خواص بشر افضل ہین لقولہ تعالے اولئک ہم خیر البریۃ۔ اور مترجم کہتا ہی کہ یہ قول بنظر مفہوم ظاہری وحفظ النفس کے
زیادہ سلامت طریقہ کا ہی۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا کہ جنس بشر کو جنس ملائکہ پر فضیلت ہے
قال عبد الرزاق اخبرنا معمر عن زید بن اسلم [ثقة ۱۲] یعنی عبد الرزاق نے معمر رح سے انھون نے زید بن اسلم سے روایت کی کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب
[فی مسنده ۱۲] تو نے بنی آدم کو دنیا دی ہی وے اسمین سے کھاتے اور عیش کرتے ہین اور ہم کو تو نے یہ نہین دیا ہی پس ہم کو آخرت دیدے پس اللہ تعالے نے
فرمایا کہ قسم مجھکو اپنے عزت وجلال کی کہ مین صالح اولاد اس شخص کی جسکو مین نے اپنے ہاتھون پیدا کیا ہی یعنی اپنی صفت خاص سے پیدا
کیا ہی ویسا نہین کرونگا جنکو مین نے کہا کہ ہو جا وہ ہوگئے یعنی آدم کے حق مین فرمایا کہ خلقت بیدی پس ایسے آدم کی اولاد صالح مانند
ملائکہ کے جو کُن سے پیدا ہوگئے ہین برابر نہ کیجاینگی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث اس وجہ سے مرسل ہوئی یعنی زید بن اسلم تابعی ثقہ ہین۔
مترجم کہتا ہی کہ ثقہ کا ارسال ہمارے نزدیک حجت ہی علاوہ اسکے تابعی کا قول ایسے امر مین جسمین اجتہاد کو دخل نہ ہو حکم مین مرفوع حدیث
کے ہی اور آگے یہی روایت متصل آتی ہی اگر کہا جاوے کہ آیت سے افضلیت بشر پر کیونکر استدلال کیا حالانکہ اسمین کثیر پر فضیلت مذکور ہی
تو جواب یہ ہی کہ اس حدیث سے جب معلوم ہوا کہ ملائکہ پر انسان صالح کو فضیلت ہی تو معلوم ہوا کہ آیت مین کثیر یا بمعنی کل ہی یا ملائکہ منجملہ
مفضول کے ہین۔ اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہی ولیکن خبر واحد سے تفسیر معلوم ہو جانے کے بعد حکم اصل آیت کی طرف منسوب ہوتا ہے یعنی
بعد تفسیر کے معلوم ہوا کہ آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہی تو قطعی ہوئی اور اسپر اعتقاد جائز ہی۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے اسکو متصل ذکر کیا کہ
قال الحافظ ابو القاسم الطبرانی حدثنا احمد بن محمد بن صدقة البغدادی حدثنا ابراهیم بن عبد الله بن خارجة المصیصی حدثنا حجاج بن محمد

حدثنا ابو غسان محمد بن مطرف عن صفوان بن سلیم عن عطا بن یسار عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ یعنی طبرانی نے
اس اسناد مذکور سے عبد اللہ بن عمرو سے مرفوع روایت کی کہ ملائکہ نے کہا اے رب تو نے بنی آدم کو دنیا دیدی انہین کھاتے پیتے اور پہنتے ہین
اور ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہین حمد کے ساتھ اور نہ کھاتے ہین اور نہ پیتے ہین اور نہ لہو مین پڑتے ہین پس جیسے اُنکے واسطے دنیا کر دی ہو ہمارے
لیے آخرت کر دے اللہ عز وجل نے فرمایا کہ صالح اولاد اس شخص کو جسکے حق مین مین نے فرمایا کہ خلقت بیدی مانند نہ کرونگا اُس شخص کی جسکے
واسطے مین نے کہا کہ کُن پس وہ ہو گیا۔ ابن عساکر نے بطریق محمد بن ایوب الرازی روایت کی کہ حدثنا الحسن بن علی بن خلف الصیدلانی
حدثنا سلیمان بن عبد الرحمن حدثنی عثمان بن حصن بن عبیدۃ بن علاق سمعت عروۃ بن رویم اللخمی حدثنی انس بن مالک عن رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال الحدیث یعنی ابن عساکر نے اپنی اسناد مذکور کے ساتھ حضرت انس سے مرفوع روایت کی کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب تو نے
ہم کو پیدا کیا اور بنو آدم کو اور بنی آدم کے لیے ایسا کر دیا کہ کھانا کھاتے اور پانی پیتے اور کپڑے پہنتے ہین اور عورتون سے نکاح کرتے ہین اور
جانورون پر سوار ہوتے ہین سوتے و راحت حاصل کرتے ہین اور ہمارے لیے انہین سے کچھ نہین کیا تو انکے لیے دنیا کر دی اور ہمارے لیے
آخرت کر دے تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ جسکے حق مین مین نے فرمایا کہ خلقت بیدی ونفخت فیہ من روحی۔ اُسکو مانند اسکے نہ کرونگا جسکے حق مین
مین نے کہا کہ کُن پس پیدا ہو گیا۔ طبرانی نے کہا کہ حدثنا عبدان بن احمد حدثنا عمر بن سہل حدثنا عبد اللہ بن تمام عن خالد الحذاء عن بشر
بن شغاف عن ابیہ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یعنی طبرانی نے اس اسناد کیساتھ عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالے کے نزدیک کوئی چیز زیادہ اکرم ابن آدم سے نہ ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ ورنہ ملائکہ آپ نے فرمایا
نہ ملائکہ اور ملائکہ تو بمنزلہ سورج وچاند کے مجبور ہین۔ ہذا حدیث غریب جدا۔ قلت وقد رواہ البیہقی فی شعب الایمان والخطیب فی تاریخہ
سراج مین ہو کہ ابو ہریرہ رض نے مرفوع روایت کی کہ بندہ مومن اپنے رب عز وجل کے نزدیک زیادہ بزرگ ہو اُن ملائکہ سے جو اُسکے قرب کے
ہین رواہ محی السنۃ فی المعالم والواحدی فی البسیطہ۔ اگر کہا جاوے کہ اول آیت مین کرمنا فرمایا تھا اور آخر مین فضلنا فرمایا انمین کیا فرق ہے
جواب یہ کہ اللہ تعالے نے انسان کو دوسرون پر امور طبیعیہ ذاتیہ مکرم کیا مانند عقل ونطق وخط وصورت خوب وغیرہ پھر بواسطہ عقل کے
اسکو عقائد حقہ واخلاق فاضلہ حاصل کرنے کی قوت سے تفضیل دیدی مترجم کہتا ہو کہ اس سے لائح ہوتا ہو کہ فضیلت انھین افراد کو ہے
جنھون نے بواسطہ تکریم اولی کے عقل سے اخلاق فاضلہ وعقائد حقہ حاصل کیے تو پھر آدمیون کی فضیلت بہت سی مخلوقات پر اسطرح
ہو سکتی ہو کہ آدمیون مین سے جو مشرف العقل واخلاق فاضلہ ہین وے باقیون پر تفضیل دیے گیے ہین ولیکن کسی مفسر نے اسکو نہین لکھا
ہو فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولقد کرمنا بنی آدم الآیہ۔ کرامت الٰہی انسان کے واسطے تمام خلق کے وجود سے سابق ہو کیونکہ
یہ اسکی صفات واختیار ومشیت ازلیہ مین سے ہو یعنی آدمی کو مکرم کرنا اللہ تعالے کا فعل اسکی صفت سے صادر ہی اور وہ صفت قدیم ہے
تو یہ تکریم قدیم ہو اُسوقت تک کسی مخلوق کا وجود بھی نہ تھا پھر خلق کو اپنی رحمت سے پیدا کیا اور آدم واسکی اولاد کو اپنی کرامت سے
پیدا کیا تمام خلق داخل کرامت ہو پس رحمت تو واسطے عموم خلق کے ہو اور کرامت واسطے خصوص کے ہو پس تمام خلق کو واسطے آدم و
اسکی اولاد کے پیدا کیا اور آدم واولاد آدم کو اپنے واسطے پیدا کیا اسی واسطے فرمایا واصطنعتک لنفسی۔ آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اور اسکی اولاد کو
اپنے باپ کا خلیفہ بنایا اور ملائکہ وجن انکی خدمت مین رکھے اور امر ونہی وخطاب انھین کے ساتھ مختص کیا اور کتاب انھین پر نازل
فرمائی اور دوزخ وجنت وآسمان وزمین وسورج وچاند وستارے وتمام آیات انھین کے واسطے ظاہر فرمائی گئین اور تمام خلق انھین کے

طفیل مین ہین تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی شرافت مین فرمایا کہ لولاک لما خلقت الکون - اگر تو نہ ہوتا تو مین خلق کو
پیدا نہ کرتا اور آدمیون کے لیے کرامت ظاہر ہو اور وہ انکی خلقت کی برابری و اعتدال ہو اور پاکیزگی صورت و حسن فطرت و جمال چہرہ
کہ اس مین کان ناک آنکھ زبان پیدا کی اور قامت مستوی دیا اور خوبصورت چال و گرفت دی اور کلام سنتے ہین اور زبان سے
بولتے ہین اور آنکھ سے آیات دیکھتے ہین اور یہ میراث ہو فطرت آدم علیہ السلام کی جو حسن صنعت الٰہی سے بصفت خاص صادر ہوئی
اور وہ صفت قولہ تعالے خلقت بیدی یعنی اللہ تعالے جسم سے پاک ہو تو مراد ید سے صفت خاص ہو پس آدمیون کے چہرہ کا نور معدن
نور صفت سے ہو پس صفات کے انوار نے آدم وانکے ذریات کو منور کر دیا پس آدمی از راہ صفات و ہیأت و حسن و جمال کے پاک
صفات قدس سے منور و اسی خلق پر ہوئے چنانچہ حدیث مین ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی اپنی صورت پر آدم کو پیدا کیا
پس اس سے ہرگز تشبیہ مراد نہین ہو بلکہ مدارج صفات قدس کے موافق متخلق ہونا پس آدم کی خلقت منظر و مظہر صفات قدس ہے
کہ اس سے جمیع صفات کا ظہور ہوتا ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی صورت ہو تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا پس
فرق یہ ہو کہ دیگر مخلوقات مین حتی کہ ملائکہ مین بھی یہ جامعیت نہین ہو کہ مظہر صفات قدس کا جامع ہو - پھر آدمیون کے لیے کرامت باطنی ہو
اور وہ عقل و قلب و روح و نفس و سر باطن ہے اور اس لشکر مین اللہ تعالے کے خزاین ربوبیت ودیعت ہین پس نفس تو اُس کے
جنود قہر کے ساتھ ہو لہذا اسکے عدوان و حد سے تجاوز کرنے کو شیطان سے ارتباط خاص ہو اور شیطان مظہر قہر ہے اور عقل اسکی جنود لطف
کے ساتھ ہے اور قلب اسکے جنود تجلی صفات کے ساتھ ہو اور روح اُسکے جنود تجلی ذات کے ساتھ ہو اور رہا سر باطن تو وہ اس کے علوم
اسرار کے ساتھ مین مستغرق ہو پس وہ سب مکرم ہین بکشف صفات انھین سے جنکو دیدار صفات ہو وہ مکرم بدیدار صفات ہین اور جنکو
دیدار کشوف ذات ہے وہ کشوف دیدار ذات سے مکرم ہین اور مشاہدہ مین مشرف ہین - **قال المترجم** یہ کلام لطیف ہے اور شاید
کہ اشارہ ہے کہ انسان مین سے بنی آدم کو مکرم و مفضل کیا ہو اور بنو آدم وہ ہین جو آدم کی اولاد مین رہے اور مانند پسر نوح کے انکے
حق مین یہ حکم نہ ہوا کہ لیس من اہلک - اور شیطان کے استفزاز و قطع سے وہ آدم علیہ السلام کی فرزندی سے خارج نہین ہوے اور
جانورون مین داخل نہین کیے گئے بحکم قولہ اولئک کالانعام بل ہم اضل - تو جو لوگ انسان مین سے اسطرح خارج ہو کر آدمیت سے
منقطع ہوے اور جانورون کے نیچے درجہ مین ملحق ہوے انکو بوجہ آدمی نہ رہنے کے یہ تشریف حاصل نہین ہے واللہ تعالے اعلم - بالجملہ
اللہ تعالے نے اپنی کرامت دینے سے یہ کیا کہ عقول کو اپنی آیات پہچنوائین اور نفوس کو اپنی عبودیت سے آگاہ کیا اور قلوب کو اپنی صفات
کی معرفت دی اور ارواح کو جلال ذات کا مشاہدہ عطا کیا اور اسرار کو علوم اسرار سے مستفیض فرمایا پس عارفین کو اپنے سمع سے
سے سننا دیا اور اپنی بصر سے دیکھنا دیا اور اپنے کلام سے خطاب دیا اور اپنے علم سے قلوب اور اپنے سر سے اسرار دیے اور اپنے انوار صفات
سے ارواح عطا فرمائین اور انوار افعال سے عقول دیدین پس اپنے خلق سے انکو مزین و آراستہ کیا اور اپنے وصف سے موصوف فرمایا
پس از راہ اتصاف کے تو متصف ہین اور براہ اتحاد کے متحد ہین اور از راہ عبودیت کے ربوبیت مین بازوے سایہ قدم اپنے رب عز وجل
کے ساتھ ہمیشہ پرواز کرتے ہین پس جو ذکر ہوا اُس سے کون کرامت بڑھی ہوئی ہے اے کریم ابن الکریم اور اے آدم ابن آدم اے
عارف نقلی تو جانتا ہو کہ تو کون ہو یہ ناسوت فنا ہو جاتا ہو لاہوت مین اور لاہوت ہی باقی رہجاتا ہو ناسوت کے لیے اور مخاطبت لاہوت
کی لاہوت سے خود شیخ ۱۲ ہو جاتی ہو عارفین تجھے مجالس سرادق مجد الکبریاء سے دیکھتے اور عالم بقا مین تجھ سے خوش ہوتے ہین اللہ تعالے تیرے

وقت کو پاکیزہ رکھے تو کہان سے آیا اور کہان تیرا ٹھکانا ہے تجھے کوئی نہین پہچانتا ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالے نے انکی تفضیل دینے کے موقع سے
علت وسبب کو ساقط کردیا اس جہت سے کہ اُسنے آدم واولاد کو اول سے اپنی کرامت سے اور محبت سابقہ سے مکرم کیا ہے پھر بیان فرمایا
کہ کرامت دیکر اُن کو اپنی عزت وجلال کے ساتھ میدان صفات مین لسواری عنایات سوار کیا اور دریاے ذات مین کشتی محبت پار
لگایا۔ بقولہ وحملناھم فی البر والبحر۔ میدان نعوت وصفات مین انوار صفات کے ساتھ ان کو پھرایا اور دریاے ناپید اکنار ذات مین
کشتی محبت پر انوار ذات کے ساتھ روان کیا پس انھون نے میادین صفات کی سیر مین جواہر بلکہ معادن معارف حاصل کیے اور
دریاے ذات کی سیر مین صدف جواہر کو اشف پائے۔ انکو میدان عبودیت مین مرکب معرفت پر سوار کرکے پھرایا اور دریاے ذات
مین بحر ربوبیت کے اندر مرکب محبت پر سوار فرمایا اور میدان مجاہدات مین مرکب شریعت پر سوار کرکے منازل طے کرائین اور بحر مشاہدات
مین مرکب حقیقت پر سوار کرکے مقامات حالات کی سیر مین دکھلائین۔ پھر انکے اسرار کو مائدہ علوم غیبیہ سے حصہ دیا اور انکی ارواح کو
فیض وصلت سے سرفراز کیا اور انکے قلوب کو لطائف قرب کا رزق دیا اور انکے عقول کو دقائق حکمت کا حصہ ملا اور انکے اشباح بھی
محروم نہ رہے کہ فیض عناصر فعلی کا علم پایا کہ کس طرح تاثیر قدرت سے اور سایۂ رحمت سے نور آفتاب کفایت وماہتاب عنایت چمکتا ہے اور
وہ جسم مظہر ومرکب ہوجاتا ہے پس وے تمام حالات مین خوان رحمت پر مائدہ کرامات سے سیراب ہین۔ وقال ورزقناھم من الطیبات۔
پس رزق طیب اس سے بہتر کون خیال کرسکتا ہے اور اس کو خیال سے کون سمجھ سکتا ہے پھر انکو مخلوقات سے علحدہ کرکے حلہ مغفرت پہنائے
اور اپنا مقرب کرکے مکان وصلت مین جگہ دی اور تمام خلق کو انکی خدمت مین متعین کردیا بقولہ وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا الآیہ۔
شیخ ابن عطار نے کہا کہ کرمنا بنی آدم۔ اسمین ابتدا انپر نیکی کے قبل طاعات کی ہے اور دعا سے پہلے اجابت ہے اور سوال سے پہلے
عطا ہے انکی سب حاجات کی کفایت فرمائی تاکہ خود اُسی کے واسطے ہون جسکے لیے کل ہے اور اُسی کے قبضہ مین کل کی کفایت ہے۔ ذوالنون رح
نے کہا کہ تکریم بحسن آواز ہے۔ جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالے سے فہم کے ساتھ ہے بعض نے کہا کہ تکریم بخلق ہے اور بعض نے کہا کہ خلقت کی درستی اور
اعتدال کی وجہ سے ہے اور قامت مستوی ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اسطرح مکرم کہا کہ اُنکے واسطے جہان وجو کچھ اسمین ہے مسخر کردیا تاکہ یہ لوگ اسکی
تسخیر مین نہ پڑین اور اپنے رب عزوجل کی عبادت مین مصروف ہون۔ شیخ جعفر نے کہا کہ بنی آدم کی تکریم بجہت معرفت ہے بعض نے اشارہ مین
کہا کہ حملناھم فی البر یعنی نفس اور البحر یعنی قلب پس جسکو اللہ تعالے نے اسکے نفس پر سوار کیا اسکو نور تدبیر سے مشرف کیا اور جسکو قلب پر سوار کیا
اسکو نور تائید سے منور کیا پھر جسکو نور تائید نہین ملا اور صرف نور تدبیر اُسنے پایا ہے تو وہ عنقریب ہلاک ہوجائیگا۔ شیخ واسطی رح نے اشارات مین
کہا کہ البر وہ نعوت جو ظاہر ہوئے اور البحر وہ حقائق جنکو پوشیدہ فرمایا ہے اور کہا کہ مشاہدۂ ابدی مین وقت مقسوم فصل ووصل ہے اور اشارہ اسکا
البر والبحر سے ہے۔ شیخ ابوعثمان رح نے کہا کہ رزق طیب وہ رزق حلال ہے اور کہا کہ تفضیل بنی آدم کی تمام خلائق پر بواسطہ معرفت ہے۔ شیخ
ابوحفص نے کہا کہ خلائق پر تفضیل اس امر مین ہے کہ آدمیون کو انکے عیوب نفس پر مبصر کردیا۔ جنید رح نے کہا کہ اس معنی مین کہ انکو فراست
عطا کی ہے۔ سیاری رح نے کہا کہ علماء کو جہال پر اسطرح فضیلت دی کہ عالم لوگ اللہ تعالے کی معرفت واسکے احکام کا علم رکھتے ہین جب
اللہ تعالے نے انسان کے واسطے کرامت دنیاوی ظاہر فرما کر ذکر کردی تو احوال درجات آخرت بیان فرمائے

یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ

بیان کرو وہ دن کہ ہم بلاوینگے ہر گروہ کو انکے امام کے ساتھ   سو جسکو دی گئی کتاب اُسکے داہنے ہاتھ مین تو ایسے لوگ   پڑھینگے

كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

اپنی کتاب کو اور نہ ظلم کیے جاوینگے ایک تار اور جو رہا اس دنیا مین اندھا تو وہ آخرت مین اندھا ہی اور سب سے زیادہ راہ بھٹکا ہی

بوجھکر اور بیان کردے وہ دن کہ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ جسمین ہم بلاوینگے ہر گروہ کو اُنکے امام کے ساتھ زجاج وغیرہ نے کہا کہ وہ دن قیامت کا ہی اور اُناس بالضم اور کبھی ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کرتے ہین تو ناس خلاف قیاس رہجاتا ہی اور امام لغت مین ہر وہ کہ جسکے ساتھ اقتدا کیجاوے خواہ نبی ہو یا دین مین مقدم ہو یا کتاب ہو۔ غرضکہ جسکی پیروی پر آدمی رکھا گیا وہ اسکا امام ہے خواہ راہ راست پر ہو یا گمراہی پر ہو پس نبی اپنی امت کا امام ہی اور خلیفہ اپنی رعیت کا امام ہی اور قرآن تمام مسلمانون کا امام ہے لہذا مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کا نام امام ہی اور نمازی قوم کا امام وہ جسکے پیچھے نماز مین اقتدا کرتے ہین۔ پھر مفسرین واہل علم کے امام کی تفسیر مین اقوال ہین بعضے سلف سے منقول ہین اور بعضے بطریق استنباط ماخوذ ہین اور بعضے ظاہری طور پر رائے ہین اور مین پہلے اُن اقوال سے شروع کرتا ہون جو اعتماد کے قابل نہین ہین اور آخر مین جمہور کے نزدیک معتمد قول لکھونگا۔ اول یہ کہ مراد امام سے مائین ہین یعنی ہر شخص اپنی ماں کے نام سے پکارا جائیگا اور یہ قول محمد بن کعب القرظی کی طرف منسوب کیا جاتا ہی اور توجیہ اسکی یہ کہ امام جمع ام کی ہی ابن عادل نے کہا کہ یہ صحیح نہین کیونکہ ام کی جمع امام نہین آتی پس ایسے شخص کا یہ قول ہوگا جو صناعت و زبان عرب نہین جانتا ہی زمخشری نے کشاف مین کہا کہ بدع التفاسیر مین سے یہان یہ تفسیر ہی کہ امام جمع ام کی ہی اور لوگ قیامت مین اپنی ماؤن کے نام سے پکارے جاوینگے نہ باپون کے نام سے اور حکمت اسمین رعایت حق عیسی علیہ السلام واظہار شرف حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ عنہما ہی اور یہ کہ اولاد زنا کی فضیحت نہ ہو۔ پھر لکھا کہ تفسیر بدعت اور یہ حکمت بدعت اور مین سوچ مین ہون کہ دونون مین سے کون بڑھکر ہی۔ خلاصہ یہ کہ یہ تفسیر نہین صحیح ہی اور یہ جو مشہور ہی کہ لوگ اپنی ماؤن کے نام سے پکارے جاوینگے یہ بھی صحیح نہین ہی اسواسطے کہ صحیحین مین ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے اولین و آخرین کو قیامت کے روز جمع فرماویگا تو ہر ایک عذر کرنیوالے کے چوتڑ پاس ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا اور پکار دیا جائیگا کہ یہ عذرہ فلان بن فلان ہی۔ اس حدیث مین باپ کا نام مذکور ہے فلانہ اسکی مان کی طرف اضافت نہین ہی۔ دوم قول ابو عبیدہ رح جو علماے معانی و حدیث سے ہین کہ مراد امام سے صاحب مذہب ہی یعنے مثلاً کہا جاوے کہ فلان بن فلان عالم کی پیروی کرنے والے کہان ہین اور ایسا ہی قرطبی رح نے نقل کیا کہ بعض نے کہا کہ اپنے مذاہب کیساتھ پکارے جاوینگے دنیا مین جسکی تقلید کرتے تھے پس کہا جائیگا کہ یا حنفی و یا شافعی و یا معتزلی و یا قدری وغیرہ اور یہ قول بھی بعید ہی اور مدارک و بیضاوی و معالم و سراج و ابن کثیر و کبیر وغیرہ کسی نے اسکو ذکر بھی نہین کیا اور ظاہر ہی کہ مثلاً حنفی و شافعی وغیرہ پیچھے زمانہ مین ظاہر ہوے ہین اور اگلے لوگ اس سے خارج رہی اور علاوہ اسکے یہ تمام اولین و آخرین پر صادق نہین آتا ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ ابو عبیدہ کے قول پر صاحب مذہب خارج رہگیا کہ اسکے واسطے کون امام ہی اور جو قرطبی نے نقل کیا اسمین اگر نفس مذہب مراد ہی تو اعمال شر کا ذکر نہین اور سب پر صادق نہین ہی علاوہ اسکے مدار اسکا راے پر نہین ہو سکتا بلکہ مرجع نقل ہوگا کیونکہ یہ ایک امر متعین علم الٰہی مین ہی پس راے و قیاس کو اسمین دخل نہین ہی۔ قول سوم ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ امام کیساتھ خواہ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت ہو۔ قول چہارم بھی ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ اپنے زمانہ کے امام اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کیساتھ بلائے جاوینگے۔ پنجم بعض نے کہا کہ امام یعنے معبود کے ساتھ۔ اور یہ بھی قول بعید غیر صحیح ہی۔ ششم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہی کہ امام سے مراد اسکے زمانہ کا امام ہی پس ہر گروہ اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ بلایا جائیگا جسکے حکم کی پیروی کرتا اور اسکے ممانعت پر باز رہتا تھا۔ اقول ایک حدیث مین مروی ہی کہ جو

مرا اور اُسنے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا تو اُسکی موت جاہلیت کی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہلیت والے اپنا امام نہین پہچانتے تھے اور
یہ اسوجہ سے کہ اُن مین امامت کا طریقہ نہ تھا۔ اور تمام لوگ البتہ دو باتون مین منحصر ہین ہر زمانہ مین یا تو تابع نبوت تھے تو پیغمبر امام ہے یا
منکر تھے تو انکا امام شیطان ہے اور شیطان کے انواع تبعیت جدا گانہ ہین جیسے پیغمبر کے اتباع مین ہین۔ ہفتم۔ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ
امام اُنکا نبی ہو اور انس رض سے بھی ایسا ہی مروی ہو پس کہا جائیگا کہ لاؤ تبعین ابراہیم علیہ السلام کو اور لاؤ تبعین موسی علیہ السلام کو اور
لاؤ تبعین عیسیٰ کو اور لاؤ تبعین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اسی کو زجاج رح نے اختیار کیا اور اسمین ایک مرفوع حدیث بھی روایت
کیجاتی ہو اور شیخ جلال الدین سیوطی رح نے اسکو اصح قرار دیا ہو یا امام بمعنے نامہ اعمال کو ارجح قرار دیا بسراج مین کہا کہ مرفوعًا
ابوہریرہ رض سے مروی ہو کہ قیامت کے روز ندا دیجائیگی کہ اے امت ابراہیمؑ واے اُمت موسیٰؑ واے اُمت عیسیٰؑ واے اُمت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم پس وہ اہل الحق کھڑے ہو جاوینگے جنھون نے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کی ہو پس اپنی کتابین اپنے داہنے ہاتھون مین
لینگے پھر کافرون کو آواز دیجائیگی کہ اے اتباع ثمود اور اے اتباع فرعون واے اتباع فلان وفلان پس وے نام پکارے جاوینگے
جو کفر کے سردار و رئیس تھے۔ قول ہشتم ابن زید نے کہا کہ امام ہر اُمت کی کتاب آسمانی ہو پس پکارا جاویگا کہ اے اہل توریت واے اہل انجیل
واے اہل قرآن۔ اقول اس سے اہل الکفر خارج ہین اور شاید کہ وے اپنے زمانہ والی کتاب کے کافرون مین داخل ہوکر پکارے جاوین
قول نہم اور یہی اصح ہو کہ مراد نامۂ اعمال ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین لکھا کہ آیت مین اخبار ہو کہ اللہ تعالے قیامت مین ہر اُمت
سے اُسکے امام کے ساتھ محاسبہ فرماویگا اور علماء نے امام مین اختلاف کیا ہو۔ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ امام اُنکا نبی ہو اور یہ بمانند قولہ
تعالے ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون۔ بعضے سلف نے کہا کہ یہ بہت بڑا شرف اصحاب حدیث کے
واسطے ہو کیونکہ اُنکا امام فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور ابن زید رح نے کہا کہ امام وہ کتاب ہو جو اُنکے پیغمبر پر اُنپر شریعت مقرر ہونیکو
اُتری اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کی کہ اُنھون نے بھی فرمایا کہ امام یعنی ان کی کتابین
اس قول مین احتمال ہو کہ شاید وہ کتاب مراد ہو جو آسمان سے اُنپر شریعت کے واسطے اُتری جیسا کہ ابن زید کا صریح قول ہو کہ شاید کہ نامۂ اعمال
مراد ہو جیسا کہ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ بامامھم یعنی بکتاب اعمالھم یعنی مراد امام سے ہر ایک کا نامہ اعمال ہے اور
یہی قول ابوالعالیہ و حسن و ضحاک کا ہو اور یہی قول ارجح ہو بدلیل قولہ تعالے وکل شیٔ احصیناہ فی امام مبین یعنی اُنکے اعمال مین سے
ہر چیز کو ہم نے احصاء کر لیا ہو امام مبین مین یعنی نامۂ اعمال مین وقد قال تعالے وکل شیٔ احصیناہ کتابا۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا تری کل
امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعی الی کتابھا الآیۃ۔ اور یہ منافی نہین کہ ہر اُمت کے واسطے اُسکا نبی بھی شاہد بنا کر لایا جاوے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ ہر
اُمت پر اُسکے اعمال کا ایک شاہد بھی ہو۔ کقولہ تعالے واشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتاب وجیٔ بالنبیین والشھداء الآیہ۔ وقولہ
تعالے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا لیکن مراد یہان امام سے نامہائے اعمال ہین مترجم کہتا ہو کہ اسمین
ایک تردد یہ ہو کہ بامامھم مضاف بضمیر جمع ہو اور سب کے واسطے ایک نامۂ اعمال نہ ہوگا پس شاید کہ کل اناس مین سے ہر شخص کا ایک
نامہ اعمال ہو اور ضمیر جمع باعتبار کل کے ہو۔ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ پس جس شخص کو دیجائیگی کتاب اسکی یعنی اسکا نامہ اعمال
اسکے داہنے ہاتھ مین۔ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ ایسے لوگ پڑھینگے اپنی کتاب کو۔ چونکہ کتاب دراصل مصدر رہی لہذا جمع کی
ضرورت نہین ہو۔ مراد یہ کہ وے اپنے نامۂ اعمال مین اعمال صالحہ پاکر خوشی کے ساتھ پڑھینگے اور انکو سرور ہوگا۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

اور نہ ظلم کیے جاوینگے ایک فتیل بھی فتیل وہ دراز ڈورا جو تخم خرما کے شگاف مین ہوتا ہی۔ اور مراد یہ کہ انکی حسنات مین ذرہ برابر بھی نقصان نہ دیا جائیگا۔ سراج مین باتباع جلالین لکھا کہ فتیل چھلکا جو خرما کی گٹھلی مین ہوتا ہی اور صحیح وہ ہی جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا اور شاید کہ جلالین کی یہی مراد ہو پس ملا علی قاری رح کا اعتراض حاشیہ جلالین مسمی بجمالین ساقط ہوگیا۔ اگر کہا جاوے کہ اہل یمین کی تخصیص کیا ہی کہ وے اپنی کتاب پڑھینگے اسلیے کہ اہل شمال یعنی بائین ہاتھ والے بھی پڑھینگے جواب یہ ہی کہ بائین ہاتھ والے اپنے نامۂ اعمال مین شرک وکفر وبدکاریان وقبائح ومہلکات عظیمہ ایسے دیکھینگے کہ خوف سے انکی زبان بند ہوگی اور پڑھنا نہ چاہینگے نعوذ باللہ من ذلک۔ بالجملہ ارجح تفسیر یہان امام کے نبی سے یا نامۂ اعمال سے ہی جیسا کہ جلالین مین اختیار فرمایا ہی اور اول کو شیخ ابن جریر رح نے اور دوم کو شیخ ابن کثیر رح نے ارجح ٹھہرایا اور مدارک مین بھی اسکا اشارہ ہی۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس بارہ مین حافظ ابوبکر البزار رح نے ایک حدیث روایت کی فقال حدثنا محمد بن یعمر ومحمد بن عثمان بن کرامۃ قالا حدثنا عبید اللہ بن موسی عن اسرائیل عن السدی عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قول اللہ تعالے یوم ندعو کل اناس بامامہم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھین سے ایک بلایا جاویگا پس اسکی کتاب اسکے داہنے ہاتھ مین دیجاویگی اور کشادگی دیجاویگی اُسکے جسم مین اور روشن سپید کیا جائیگا اسکا چہرہ اور اُسکے سر پر ایک تاج موتیون کا رکھا جائیگا جو چمکیگا پس وہ اپنے اصحاب کی طرف واپس آویگا وے اُسکو دور سے دیکھینگے اور کہینگے کہ الٰہی اسکو ہمارے پاس بھیجدے اور ہمارے لیے اسمین برکت دے پس وہ اُنکے پاس آویگا اور اُنسے کہیگا کہ خوش ہو کہ تم مین سے ہر مرد کے واسطے مثل اسکے ہی اور رہا کافر تو سیاہ کیا جائیگا اُسکا چہرہ اور اسکے جسم مین درازی کردیجائیگی اور اُسکے ساتھی اسکو دیکھینگے پس کہینگے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے یا اُسکے شر سے الٰہی اسکو ہمارے پاس مت لائیو پس وہ اُنکے پاس آویگا وے لوگ کہینگے کہ الٰہی اسکو ہم سے دور خوار کردے وہ کہیگا کہ خدا تم پر لعنت کرے تم مین سے ہر شخص کے واسطے ایسا ہی ہی۔ ورواہ ابن ابی حاتم وابن حبان وابن مردویہ ورواہ الحاکم وقال حدیث صحیح الاسناد ورواہ الترمذی وقال حدیث حسن۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ۔ جو کوئی ہووے اسمین۔ ابن عباس ومجاہد وقتادہ وابن زید نے کہا یعنی اس حیات دنیا مین اَعْمٰى۔ اندھا اللہ تعالے کی حجت وآیات وبینات سے یعنی جو شخص اس دنیا مین معرفت الٰہی سے اندھا رہا اور ایمان نہ لایا۔ فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ تو وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا۔ وَاَضَلُّ سَبِيْلًا اور بڑھکر گمراہ اس سے کہ دنیا مین تھا نعوذ باللہ من ذلک سراج مین لایا کہ جو یہان اندھا ہو یعنی افعال ایسے کرے جیسے اندھا چیزون کے لینے مین نہین جانتا کہ اس نے نافع پائی یا مضر لی اسی طرح یہ بھی حرام وحلال وحسن وقبیح مین فرق نہ کرے تو وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا یعنی وہان بھی اس کا قلب تاریک وبے تمیز ہوگا۔ بلکہ زیادہ گمراہ ہوگا اسواسطے کہ دنیا تو مقام خیرات وترقی اسباب ہی جس سے تاریکی قلبی دور ہوکر روشنی پیدا ہو اور وہان تو کچھ نہین ہی۔ عکرمہ رضہ سے مروی ہی کہ اہل یمن کے چند لوگ حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور اُنمین سے ایک نے اس آیت کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے آیات پڑھو اُنھون نے پڑھا قولہ تعالے ربکم الذی یزجی لکم الفلک الے قولہ تفضیلا۔ پس آپ نے فرمایا کہ جن آیتون کو دیکھا ومعائنہ کیا اگر اُسنے کوئی اندھا ہو اس دنیا مین تو آخرت سے جسکو اُسنے نہین دیکھا اور نہ معائنہ کیا ہی زیادہ اندھا ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین خلاصہ معنی یہ ہوے کہ اندھے ہونے سے انکی نعمتون مذکورہ سے اندھا ہونا مراد ہی یعنی جس نے دنیا کی ان نعمتون کو دیکھکر قدرت الٰہی کا اقرار نہ کیا اور ان نعمتون کو بطور نشانیون کے نہ دیکھا اور انکو نعمتین نہ دیکھا تو وہ آخرت سے اور زیادہ اندھا ہوگا کیونکہ آخرت کو اُسنے معائنہ ہی نہین کیا ہی ولیکن یہ تفسیر بطور فوائد کے قرار دینا

اولی ہی- پھر سراج مین لکھا کہ بعض نے آخرت مین اندھے ہونے کو آنکھون کے اندھے پر محمول کیا جیسے قولہ تعالےٰ ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی یعنی دنیا مین جو مشرک کافر مرا اُسکو ہم قیامت مین اندھا اُٹھاوینگے- قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک آیاتنا فنسیتہا یعنی وہ عرض کریگا کہ اے رب تونے مجھے اندھا کیون اُٹھایا حالانکہ مین آنکھون والا تھا فرماویگا کہ یون ہی ہماری آیات تیرے پاس آئی تھین تو نے اُنکو بھلادیا- اور فرمایا ونحشرہم یوم القیامۃ علی وجوہہم عمیا وبکما وصما یعنی ہم انکو قیامت کے روز محشور کرینگے انکے منھون کے بل اندھے وگونگے وبہرے- حدیث صحیح مین بھی ہے کہ ایسے لوگ مُنھ کے بل محشور ہونگے عرض کیا گیا کہ کیسے چلینگے فرمایا کہ جس نے انکو پیرون کے بل چلایا وہ بڑا قادر ہے کہ اُنکو مُنھ کے بل چلاوے اور فرمایا کہ وے اپنے مُنھ سے ہر کھوبرو اونچے نیچے کو بچاتے جاوینگے- ف فی العرائس قولہ تعالےٰ یوم ندعو کل اناس بامامہم- ہر عارف کا امام اُسکا وہ مقام ہے جو اُسکو اللہ تعالےٰ کی جناب پاک مین براہ احوال وخطاب وقرب ووصال ومعارف وکواشف وعلوم وحکمت حاصل ہی پس محبین مقام محبت مین بلائے جاوینگے اور مشتاقین منازل شوق مین اور عاشقین مقام عشق مین اور عارفین مقام معرفت مین وموحدین مقام توحید مین بلائے جاوینگے اقول حدیث مین بھی اہل الصلاح کی دعوت اپنے اپنے منازل مین مصرح ہی چنانچہ جو اہل الصوم سے ہو وہ باب ریان سے بلایا جائیگا اور تمام حدیث صحاح مین ہی اور شیخ نے لکھا کہ مریدین اپنے مشائخ کے نام سے اُنکے منازل مین بلائے جاوینگے- شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ ہر مرید اپنی مراد کو پہونچایا جائیگا اور ہر محب اپنے محبوب سے ملایا جائیگا اور جو مدعی تھا وہ اپنے دعوی سے ملایا جائیگا اور ہر متمنی کو وہ چیز دیدی جائیگی جسکی وہ تمنا کرتا تھا- امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ جس نے دنیا مین اللہ تعالےٰ کو نہ پہچانا وہ آخرت مین بھی نہ پہچانیگا- کما قال اللہ تعالےٰ ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی پس جس نے دنیا مین اسکا ذکر سُنا اور اُسکو نہ دیکھا اسطرح کا دیکھنا کہ آیات مین اُسکی صفات کا ظہور دیکھے تو آخرت مین وہ مشاہدہ کشف ذات سے محروم ہوگا اور جو شخص دنیا مین معرفت عبودیت سے اندھا رہا تو وہ آخرت مین معرفت ربوبیت سے اندھا ہوگا اور جو شخص دنیا مین اولیاء کی دیدار سے محروم رہا وہ آخرت مین اللہ تعالےٰ کے نزدیک انکی مراتب کے دیکھنے سے محروم ہوگا کیونکہ اولیاء آلٰہی مدارج عالیہ مین خاص رحمت مین ہونگے تو غیر شخص انکے دیکھنے سے بوجہ خامی نظر کے محروم ہوجائیگا- اور شیخ جنید رح نے کہا کہ جو شخص اس دنیا مین مشاہدہ فضل سے اندھا ہو وہ آخرت مین مشاہدۂ ذات سے اندھا ہوگا- مترجم کہتا ہی کہ مقصود یہ ہی کہ دنیا مین اعمال واسباب پر نظر نہ ہو بلکہ اختیار وکرامت فقط فضل ازلی سے دیکھے وجانے ورنہ دنیاوی اعمال محض بیکار ہونگے اور یہ بھی شیخ رح نے کہا کہ جو دنیا مین اللہ تعالےٰ کے احسان وفضل کے دیکھنے سے اندھا ہو وہ آخرت مین دیدار وصال قرب سے اندھا ہوگا- جب اللہ تعالےٰ نے آیات متقدمہ مین اقسام نعمت کو شمار کیا اور اسکے پیچھے آخرت مین درجات مخلوق کو بیان فرمایا اور اہل سعادت کے احوال کی تشریح فرمائی تو اب اُسکے ساتھ ایسے بعض حالات بیان فرمائے

جو مکر وتلبیس شیطان سے شیاطین الانس کی طرف سے فریب وخداع کے پیش آتے ہین تاکہ انسے پرہیز کیا جاوے

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ

اور وہ تو لگے تھے کہ تجکو بچلاوین اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف تا باندھ لاوے تو اسکے سوائے اور تب پکڑتے تجکو

خَلِيلًا ۝ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝ إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ

دوست اور اگر نہ ہوتا کہ ہم نے تجکو ٹھہرا رکھا تو تو لگ ہی جاتا جھکنے انکی طرف تھوڑا سا تب ضرور چکھاتے ہم تجکو دونا مزہ زندگی مین

وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝

اور دونا مرنے مین پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہو کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدکارون وشریرون کے مکروفریب سے محفوظ وسلامت وثابت قدم ومعصوم رکھتا ہو اور وہی اپنے رسول کے امور کا متولی ہو اور ناصر ہو اور اسکو کسی مخلوق کیطرف موکول نہین فرماتا بلکہ خود اسکی ولایت وحفاظت ونصرت وتائید فرماتا ہو چنانچہ فرمایا۔ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ ان مخففہ از مشددہ ہو اور لام فارق ہو یعنی دنیاوی حیات مین یہ لوگ اندھے پن سے تیری عصمت کو نہین جانتے اور قریب ہوے تھے کہ تجھے فتنہ مین ڈالین یعنی اسطرح تجھ سے مل بیٹھتے تھے کہ تجھے اپنے قصد کی طرف مائل کرین۔ معالم وسراج وغیرہ مین ہو کہ اس آیت کے سبب نزول مین اختلاف ہو عطاء رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت بنی ثقیف کے وفد کے حق مین ہو کہ وے لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے بیعت کرنے آئے ہین اس شرط پر کہ آپ ہمکو تین باتین عطا کرین آپ نے فرمایا کہ وے کیا ہین کہنے لگے کہ ایک یہ کہ ہم نماز مین نہ جھکین یعنی ہمکو اس مین جھکنا نہ پڑے اور دوم یہ کہ اپنے بت ہم اپنے ہی ہاتھ سے توڑین کوئی اور نہ توڑے اور سوم یہ کہ آپ ہمکو لات وعزیٰ سے ایک سال منع نہ کرین مگر ہم اُسکی عبادت نہین کرینگے آپ نے فرمایا کہ نماز بے رکوع کا تو یہ حال ہو کہ وہ دین کسی کام کا نہین جسمین نہ رکوع ہو اور نہ سجود ہو اور رہا بتون کا توڑنا تو اچھا تم کو اختیار ہو کہ اپنے ہاتھون توڑو اور لات وعزیٰ کا ذکر تو مین اسکی بابت تم کو ہرگز اجازت نہین دیتا۔ اور ایک روایت مین ہو کہ انھون نے یہ بھی درخواست کی کہ ہماری وادی کو اسی طرح آپ حرم بنا دین جیسے کہ حرم ہو کہ اسکے وحش وطیور وشجر حرام ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا تب کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہماری خواہش یہ تھی کہ عرب یہ بات سنین کہ آپ نے ہمکو ایسی بات عطا کی جو اور کسی کو نہین دی اور اگر آپ کو یہ خوف ہو کہ عرب یہ کہینگے کہ آپ نے ثقیف کو وہ بات عطا کی جو ہمکو نہین دی تو آپ یہ فرما دین کہ مجھے اللہ تعالے نے اسکا حکم دیا ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے اور باتین موقوف کین پس انھون نے گمان کیا کہ ہم کو یہ باتین عطا ہونگی پس فریب آمیز خوشامدین وتحریض کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگون کو سخت آواز سے جھڑکا اور کہا کہ تم ہو تو نون کی بک بک سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ اقول شیخ سیوطی رح نے کہا کہ مروی ہو کہ ثقیف نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ ہماری وادی کو حرم بنا دین اور اُسپر الحاح کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ انتہی۔ اور سعید بن جبیر سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے کفار قریش نے عداوت کی اور کہا کہ ہم حجر اسود کو خالی نہ چھونے دینگے جب تک ہمارے بتون کو نہ چھوو۔ ایک بار حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ مجھپر کیا گناہ ہوگا اگر مین چھوؤون اور اللہ تعالے تو جانتا ہو کہ مین اُنسے کارہ ہون پس یہ آیت اُتری۔ اور روایت ہو کہ قریش نے درخواست کی کہ آیت رحمت کو آیت عذاب کر دے اور مانند اسکے لغویات کی خواہش کی تاکہ ایمان لادین پس نازل ہوئی۔ ابن عباس سے مروی ہو کہ ابوجہل وامیہ بن خلف اور چند لوگ قریش کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آئے اور کہا کہ اچھا آپ آکر ہمارے بتون کو مسح کر دیجیے اور ہم آپ کے ساتھ آپ کے دین مین داخل ہونگے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر قوم کا فراق سخت گذرتا تھا چاہتے تھے کہ مسلمان ہو جاوین پس نرم ہو کر انکو فہمائش کی تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور ایسا ہی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہو اور جبیر بن نفیر رض سے روایت ہو کہ قریش نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر تم ہماری طرف رسول بھیجے گئے ہو تو کمینہ وغلامون کو اپنے پاس سے دور کرو تاکہ ہم آپ کے اصحاب ہون پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بعد مشورہ کے کچھ مائل سے ہوے تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی مترجم کہتا ہی کہ ان روایت کے ثبوت مین کلام ہی اور اسیوجہ سے شیخ ابن کثیر رح نے انہین سے کسی روایت کو مسند نہین کیا اور نہ کوئی ذکر فرمائی اور شاید کہ بعض روایات مین سے کچھ واقع ہوا ہو ولیکن تفسیر آیت کریمہ ان اسباب پر موقوف نہین ہی ولیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بسا اوقات اسباب نزول کئی ایک جمع ہو جاتے ہین اور تفسیر مین اسباب نزول کا بیان ایک فائدہ عظیم کے واسطے ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر امور کا حکم آیات مین موجود ہی مگر یا توجہ نہ ہونے سے نہین ملتا اور بسا اوقا توجہ سے بھی بوجہ طریقہ نہ معلوم ہونے کے نہین نکلتا لہذا اسباب واقع ہونے پر جب آیت اُتاری گئی تو اس سے استخراج سمجھ لیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آیات کسی سبب کے ساتھ خاص نہین ہین بلکہ مختلف و متعدد اسباب کا حکم انہین موجود ہی اور یہان سے معلوم ہوا کہ اسباب نزول مین ایک حکمت خاصہ ہی جس سے علماے امت مجتہد ہوے اور اُنکے فیض سے علم شایع ہوا - بالجملہ اس مقام پر بیان اس امر کا بطور کلی اور عام ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے اپنے رسول علیہ السلام کو معصوم رکھا حالانکہ شیطان کے وساوس اور تابعین شیطان جو انسان ہین اُنکی شرارت ہر ایک کے ساتھ ہی اور نفوس انسانی بالطبع جنس کی جانب مائل ہوتے ہین لہذا فرمایا - وان کادوا لیفتنونک یعنی وانہم کادوا لیمیلونک الی فتنۃ مشرکین تبعین شیطان نے بوسوسہ شیطانی ایسا فتنہ اُٹھایا تھا کہ یہ لگتا تھا کہ تجھے فتنہ کی جانب مائل کرین - عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اس چیز سے جو ہم نے تجھے وحی فرمائی ہی - اس سے مراد یہ ہی کہ شیطان کا فتنہ جو اسکے تبعین نے اُٹھایا وہ ایسا سخت فتنہ تھا کہ گویا وہ عنقریب پہونچا کہ تجھے حکم وحی سے بجانب فتنہ مائل کرے - لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ تاکہ تو ہم پر افترا باندھے غیر وحی کو اور یہ تمام وحی کو شامل ہی حتی کہ نفس توحید کو بھی مع احکام و وعدہ و وعید وغیرہ پس صورت افترا یہ کہ جو وحی نہین ہی اسکو وحی کہے یا اسکے ساتھ مثل وحی کے برباد کرے یا جو وحی ہی اسمین تغیر کرے حتی کہ غیر وحی ہو کر وحی مفہوم ہو - وَاِذًا - اور اُسوقت کہ جب تو اُن کو خواہش کی طرف میل کرے - لَّاتَّخَذُوْكَ - ضرور تجھے بنالیوین غایت رغبت سے - خَلِيْلًا اپنا دلی دوست اور لوگون سے اظہار کرین کہ انکے کفر مین تو انکے موافق و انکے شرک پر راضی ہی پھر جو شخص کفار کا خلیل ہو وہ اللہ تعالی کا خلیل نہین ہو سکتا اور حاصل یہ کہ تجھے اللہ تعالے نے اپنے فضل قدیم و رعایت عظیم سے آنکھون والا کیا کسی طرح اندھا نہین کیا کہ تو نے دیکھکر کبھی انکی طرف میل نہین کیا اور کبھی کفر و شرک کی کسی بات کو اچھا نہین سمجھا جس سے تیری فضیلت تمام مخلوق پر ہی وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے اپنی عظمت سے تجھے ثابت قدم رکھا حق پر کیونکہ ہم نے تجھے رسول معصوم کیا ہی مانند انبیاء معصومین کے - لَقَدْ كِدْتَّ - قریب ہوتا کہ تو تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ - جھکتا انکی طرف - شَيْــــًٔا قَلِيْلًا کچھ تھوڑا سا یعنی انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے اس مرتبہ عالی پر مخلوق کیا تھا کہ اگر تثبیت بھی نہ فرماتا تو آپ رکون و میل کی جانب قریب ہوتے اور وہ بھی بہت قلیل - یہ وصف عظیم ہی اسیواسطے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم قرآن ہی یعنی وہ جبلت ہی اللہ تعالے کے فضل سے ایسی مخلوق ہوئی تھی کہ جو فضل قرآن پر عمل سے حاصل کیا جاتا ہی آپ کی جبلت ہی اُسکے موافق تھی - پھر یہان دوسرا فضل عظیم یہ ظاہر فرمایا کہ درصورت عدم تثبیت کے تو کافرون کی جانب جھکنا تو نہ ہوتا مگر قریب ہو جاتا وہ بھی بہت قلیل ہوتا بوجہ اسکے کہ آپ کو قوم کے ایمان پر حرص تھا ولیکن اللہ تعالے نے اپنی رعایت قدیم سے تثبیت فرمائی کہ آپ انکی طرف کچھ جھکنے سے قریب بھی نہین ہوے - سراج مین لایا کہ یہ اسوجہ سے ہی کہ حرف لولا فائدہ دیتا ہی کہ اگر امر اول نہ ہوتا تو امر دوم ہوتا ولیکن امر اول کے وجود سے امر دوم نہ ہوا جیسے بولتے ہین کہ لولا انتم لکنا مومنین یعنی قیامت مین کفار اپنے سردارون سے کہینگے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے - اور جیسے لولا زید لہلک خالد یعنی اگر زید نہ ہوتا

تو خالد ہلاک ہوجاتا اگر زید تھا تو خالد ہلاک نہ ہوا پس یہان ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالے کی تثبیت واسطے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوتی تو آپ اُنکی جانب جھکنے کے قریب کچھ ہوجاتے ولیکن اللہ تعالے کی تثبیت ازلی آپ کے واسطے تھی تو آپ کچھ بھی انکی طرف جھکنے کے قریب بھی نہین ہوئے اور یہ صریح ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرون کی درخواست قبول کرنے کا کبھی قصد بھی نہین کیا باوجودیکہ خواہش قوی داعی تھی۔ یہان یہ مسئلہ نکلا کہ آدمی گناہ سے جبھی بچ جاتا ہے کہ اللہ تعالے اپنے فضل سے اُسکو حق پر ثابت قدم رکھے لہذا ضرور ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے رب عزوجل سے پانچون وقت نماز مین بھی ہدایت کی درخواست کرے پس ہر نماز مین اہدنا الصراط المستقیم کی دعا سے دو فائدے عظیم ہین اول یہ کہ ایمان وغیرہ تو حاصل ہوا مگر اسکے موافق ثابت قدم رہنا آخر عمر تک جبھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالے اپنی ہدایت سے اسکو ثابت قدم رکھے اور دوم یہ کہ ثابت قدم ہونے سے ہر آدمی کو مراتب اعلی کشف وکرامات کے جنکی انتہا نہین ہے حاصل ہوتے ہین۔ اور بعضے لوگون کو گناہون سے زیادہ دنیاوی رزق ملتا ہے اور یہ درحقیقت استدراج وعذاب ہے جسکو وے اچھا سمجھتے ہین جیسے یہان متنبہ فرمایا بقولہ تعالے وَاِذًا اور اسوقت یعنی جبکہ بالفرض تجھے تثبیت الٰہی لتم حاصل نہوتی اور تو مشرکون کی طرف مائل کیا تو لَاَذَقْنٰكَ ہم تجھے چکھاتے ضِعْفَ الْحَيٰوةِ دونی زندگی وَضِعْفَ الْمَمَاتِ اور دونی موت۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ آخر زمانہ مین جب قیامت کے آثار ظاہر ہوجاوینگے تو ایک قوم ہوگی جو فسق وفجور مین گدھون کی طرح بیباک ہونگے اور انکو اسی مین رزق ملیگا مفسرین نے یہان مضاف مقدر کیا اور کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ ضعف عذاب الحیوۃ یعنی اگر تو ان مشرکون کی طرف جھکنے کے قریب ہوتا اور دل مین قصد کرتا تو ہم تجھے دوچند عذاب حیات اور دوچند عذاب ممات چکھاتے بعض نے کہا کہ ضعف الحیوۃ سے مراد دوچند عذاب آخرت ہے جبکہ دائمی حیات دیجاویگی کیونکہ عذاب دنیا منقطع ہے اور ضعف ممات سے دوچند عذاب قبر مراد ہے ولیکن اول ظاہر ہے اور امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر تو خطرات شیطانی کو اپنے دل مین جگہ دیتا اور اپنے قصد کو انکی جانب مائل کرنے مین منعقد کرتا تو تو مستحق ہوتا دوچند عذاب کا حیات دنیاوی مین اور دوچند عذاب کا حیات اُخروی مین اور تیرا عذاب مشرک کے عذاب سے دنیا وآخرت مین دوچند ہوتا سراج مین لکھا کہ اس عذاب کے دوچند ہونے مین سبب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالے کی نعمتون کے اقسام بہت زیادہ ہین خصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ ہین تو پھر اُنسے گناہ کا وقوع بھی بہت زیادہ ہوگا تو اُسپر عذاب کا استحقاق بھی کئی گونہ ہوگا۔ اور نظیر اسکی ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین یعنی مومنون کی اُن ماؤن کے حق مین جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیان تھین فرمایا کہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء یعنی اے نبی کی بی بیو تم اور کسی عورت کے مانند نہین ہو۔ اور فرمایا۔ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین یعنی اے نبی کی بی بیو جو کوئی تم سے کسی فاحشہ فعل کی مرتکب ہو جسپر ثبوت ہو تو اسکے لیے عذاب دوچند ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ جیسے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام مین بڑا ہے ویسا ہی آپکی بی بیون کا مرتبہ عورتون مین بڑا ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا یعنی دوچند عذاب کی صورت مین پھر تو کوئی نہ پاتا ہم پر اپنا مددگار یعنی کوئی موجود یا موہوم نہین ہے جو اللہ تعالے کے عذاب سے تجھے روکے یا تیری اور طرح مدد کرے۔ ولیکن رحمت الٰہی نے تجھے فضل عظیم کے ساتھ ثابت قدم رکھا نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا کہ واضح ہو کہ فتنہ سے قریب ہونا اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ فتنہ مین پڑجاوے اور کسی گناہ پر دھکیل دیا جانا اسکی دلیل نہین کہ اس گناہ کا اقدام ہوا پس اس آیت سے یہ لازم نہین آتا کہ عصمت انبیاء علیہم السلام مطعون ہو مترجم کہتا ہے

کہ اس آیت سے طعن عصمت نکالنا جیسا کہ بعضے ایسے فرقہ کرتے ہین جو انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے نہین قائل ہین محض جہالت ہی
بلکہ برعکس اسکے یہ آیت دلیل عصمت ہی اور ہم نے بیان کردیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ سے قریب بھی نہین ہوئے اور نیشاپوری رح
کی غرض یہ ہی کہ اگر کوئی بیوقوف اسطرح دلیل لاوے کہ گناہ پر دھمکی جب ہی دیجاتی ہی کہ وہ گناہ ممکن الوقوع ہو تو جواب یہ ہی کہ وقوع
نہین ہوسکتا اور امکان ذاتی سے کچھ ضرر نہین ہی اور فائدہ تہدید کا امت کے واسطے ہی اور اقدام درکنار یہان قریب خطرہ بھی نہین تھا
کیونکہ اول خطرہ پھر اُسپر حم جانا پھر قریب ہونا پھر اختیار پھر اقدام پھر وقوع پس یہان اقدام و وقوع کا ذکر ہی نہین ہوسکتا اور خطرہ بھی
نہین تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی پس آیت دلیل کمال فضیلت و کمال عصمت ہی فافہم۔ ف فی العرائس من اشارات قولہ تعالے ولولا
ان ثبتناک الآیہ یہ تثبیت مقامات حقیقت مین سے ایک مقام ہی اور یہ مقام حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سب سے اعلی حاصل تھا
پس واضح ہو کہ اللہ تعالے نے روح پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جب پیدا کیا تو وجود کے پیدا کرنے سے پہلے پیدا کیا پس اسکو ناپیداکنار ملک ازل
و ابد مین دورہ دیا پس روح نے دیدار صفات سے علوم غیب الغیب کو جانا اور وہ علم مجہول پہچانا جو لطفیات ازلی و قہریات ازلی سے
صادر ہوتا ہی اور علم العلم مین جانا کہ راہ قہر و لطف ان دونون کا منتہی وصول عین الذات ہی اور اصل قدم مین ان دونون مین کچھ
فرق نہین دیکھا پس جب آپ نے ہر دو طریق کو قدیم سے قدم تک اور ابد سے ابد تک واضح پہچانا اور سوائے تغائر صفت کے اور طور سے
پہچانا پھر محل رسالت مین آکر حقیقت طریقہ وصول الی الحق دونون کے ساتھ معلوم کیا مگر کفار کو طریق لطف کے واسطے لائق نہ پایا اور
نہ آئین یہ استعداد دیکھی کہ طریق لطف سے انکا ایصال کیا جاوے تو قریب ہونے کو تھا کہ جنبش سر السر سے بوجہ اسکے علم مجہول جاننے کے
یہ ہو کہ کافرون کو اسی طریقہ قہر سے بجانب حق عز و جل دعوت فرماوین کیونکہ راہین کچھ معتبر نہین ہین بلکہ اعتبار اصول بحق کا ہے پس
اللہ تعالے عز و جل نے علم قدیم کامل سے منع فرمادیا کہ مکنون غیب الغیب کے اسرار مکنون کو افشا نہ کرین کہ ربوبیت کے پردہ مین جاہلون
کی حماقت سے رخنہ ہو اور عبودیت کے احکام مضمحل ہوجاوین۔ قال تعالے لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا۔ قریب تھا کہ تو اس جانب
مائل ہو کہ کافرون کو بطریق مجہول بجانب حق دعوت کرے اور یہ حرکت نفس النفس کی سر السر سے ہوتی ہی جو بحر قہریات مین غوطہ زن ہو کر
پھرتا ہی اے عارف خوف مت کر اور کہہ دے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس علم کے ساتھ تھے اسکے ساتھ تھے مع اس نفس کے جو لباس قہر ربوبیت
ہی اور عارف صادق اس سے خالی نہین ہوتا ہی کیونکہ اسکا سلوک جانب حق عز و جل کے بسر قہر و بسر لطف دونون ہوتا ہی اور جو
شخص اسکی طرف ان دونون راہون سے نہین چلا وہ اسکی معرفت مین کامل نہ ہوگا پس عتاب تو بہت تحرک سلسلہ ان اسرار کے ہے
اور اللہ تعالے اپنے جلال عظمت سے اس سلسلہ کا محرک ہوجاتا ہی کہ واسطے تعریف شان کے اور واسطے امتحان کے پس تعریف تو حق
عارف ہی کہ اسکو شناخت دی گئی اور معرفت حق معروف ہی کہ حق عز و جل کی معرفت اسکو حاصل ہوئی اور اللہ تعالے محفوظ رکھے
عارفین کو ان اسرار کے پردہ فاش کرنے سے جب کہ اعتبار کے واسطے ہون۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے علم پر خلق کو پیدا کیا
اور وہ علم العلم ہی اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پیدائش مین سب خلق سے اعظم ہین اور سب سے آپ کا مرتبہ زیادہ ہی پس آپ کو اپنی جانب
دعوت کرنیوالا قرار دیا پس آپ کی وجہ سے اور واسطہ سے تمام لوگ اللہ تعالے کی طرف ظاہر و باطن واصل ہوتے ہین پس ملک العلم
اور علم ہی صلے اللہ علیہ وسلم اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بحق عز و جل ثابت ہوئے پس تثبیت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی وہ بحق عز و جل
تھی عمرو بن عثمان مکی رح نے کہا کہ لقد کدت اور یہ حالت ایک شے کے درمیان دو چیزون کے ہی اور نہ ادھر سے خارج ہوا در نہ اُدھر داخل ہو

اور آپ کو امر عظیم پر وقوف و شان عجیب پر قیام تھا اور علم غیب پر اطلاع تھی اور وہ پاکیزگی نفس اور کمال علم برب عز وجل ہے پس یہ خطاب حق عز وجل کی طرف سے پہونچا جو مساوی اس خوف کے ہے جو مخالفت مین پڑجانے سے ہوتا ہے اور یہی خواص و عوام مین فرق ہے کہ خواص کو خطرہ نفسانی پر وہ خوف ہوتا ہے جو عوام کو معاصی مین واقع ہوجانے سے نہین ہوتا ہے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو زلت واقع ہوجانے کے بعد عتاب کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل وقوع کے یہ خطاب کیا تاکہ حفظ شرائط محبت بکمال ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلمات تو سب سنے گئے اور مجھ ضعیف کے نزدیک ان آیات مین کسی طرح کا عتاب نہین ہے بلکہ کمال مدح ہے اور اوپر اشارہ گذرا اور بات یہ ہے کہ سابق سے یہ بیان فرمایا کہ آن ربک احاط بالناس۔ رب عز وجل کے قبضہ قدرت مین تمام مخلوق ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ ظہور قہر یعنے ایجاد شیطان کی جانب استطاعات اپنی قدرت و قوت سے دیدیے۔ اور ہر مخلوق اپنی استعداد کے موافق اسکے قبضۂ قدرت مین ہے وان ہر پس مشرکین جو ایمان لانے والے نہین ہین اُسی راہ پر شیطان کے اتباع مین خوش ہونگے کیونکہ انہین وہی استعداد ہے اور فتنہ شیطان عام ہے اور انہین سے اللہ تعالے اپنے بندون کو اسکی سلطنت سے محفوظ فرماتا ہے حتی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود ہی اپنے کمال لطف و رحمت کاملہ سے محفوظ کیا ورنہ قریب تھا کہ کچھ میل واقع ہو اور یہی محل امتحان تھا پس معلوم ہوا کہ میل ہونا تو ممکن نہ تھا بوجہ اسکے کہ آپ کی پیدائش کو قیاس نہین کیا جاسکتا کیونکہ تمام مخلوقات مین ایک فرد خاص تھے اور یہان تو اس حال مین قرب بھی نہین ہونے دیا پس دلیل کمال فضل کی ہے۔ کما قال تعالے وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ تیرے اوپر قدیم سے اللہ تعالے کا فضل عظیم ہے۔ پھر ذکر فرمایا اللہ تعالے نے بعض وقائع کا جو امتحانی صورت مین واقع ہوے اور اللہ تعالے نے معصوم فرمایا ہے

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

اور وہ تو لگے تھے گھبرانے　تجھکو　اس زمین سے کہ نکال دین تجھکو یہان سے اور تب نہ ٹھہرینگے　تیرے پیچھے　مگر　تھوڑا

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝

دستور پڑا ہوا ہے ان رسولون کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے　اور نہ پاویگا تو ہمارے دستور مین　تفاوت

وَإِنْ - وانهم - كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا اور البتہ وے لوگ قریب ہوے کہ تجھے جنبش دین یعنی بسبب عداوت و مکر کے زمین سے تاکہ تجھے اس زمین سے نکالین۔ ولیکن ان لوگون سے اسکا وقوع نہ ہونے پایا۔ بلکہ اللہ تعالے نے اپنے قبضہ تسخیر مین انکو مجبور رکھا۔ استفزاز یعنے ازعاج بھڑکا دینا اور گھبرا دینا۔ اس آیت کے سبب نزول مین بھی اختلاف ہے ولیکن دو قول سے اور پھر دونون مین سے ایک زیادہ ضعیف ہے تو گویا اس مین ایک ہی قول ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے اور سراج و معالم مین کہا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہود نے حسد کیا اور عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقون نے چاہا کہ یہان نہ رہین پس آپ سے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ملک شام مین ہوئی اور وہ زمین مقدس ہے اور وہین ابراہیم علیہ السلام رہتے تھے اگر آپ شام کو چلے جاوین تو ہم آپ پر ایمان لاوین اور آپ کی پیروی کرین اور ہم کو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بخوف روم کے وہان نہ جاوینگے پس اگر آپ اللہ تعالے کے رسول ہین تو اللہ تعالے آپ کو اُنسے محفوظ رکھیگا پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر جمع کیا اور ذو الحلیفہ مین یا مدینہ سے کچھ فاصلہ پر لوگ اکٹھا ہوے تاکہ لوگ آپ کو بعزم خروج دیکھین اور ایمان لاوین پھر

ع ٨

یہ آیات اترین تو آپ واپس ہوے۔ اور یہی قول کلبی رح کا ہی بیہقی رح نے من طریق الحاکم اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن غنم سے روایت کی کہ یہود نے ایک روز حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ اے ابوالقاسم اگر آپ سچے نبی ہین تو شام مین جائیے کیونکہ شام زمین محشر اور زمین انبیا ءہی پس آپ نے انکے قول کی تصدیق کی اور غزوہ تبوک کا جہاد کیا جسمین کچھ ارادہ نہ تھا سواے شام کے جب آپ تبوک مین پہونچے تو یہ آیات نازل ہوئین پس اللہ تعالے نے آپ کو واپسی کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہین آپ کی زندگی اور وہین موت اور وہین سے بعثت ہی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد مین نظر ہی اور اظہر یہ کہ وہ صحیح نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ دونون روایتین سبب نزول مین کئی وجہ سے صحیح نہین ہین اول یہ کہ سورہ بنواسرائیل مکیہ ہی اور یہ آیت بنابر روایت اول کے مدنی اور بنابر روایت دوم کے تبوکی ہوتی ہی۔ دوم یہ کہ تبوک کے وقت یہود کے ایمان لانے کی اسلام کو اسقدر خواہش نہ تھی۔ سوم یہ کہ روایت اول سے ظاہر ہوتا ہی کہ آپ نے صرف دکھلانے کو لشکر باہر جمع کیا تھا اور یہ محض واہی قول ہی اسکا ذکر کرنا سواے رد کرنے کے غرض سے اور طور پر جائز نہین ہے۔ وجہ چہارم یہ کہ صدق نبوت کے واسطے زمین شام مین ہونا کچھ بھی نہین ہی چنانچہ حضرت ہود یمن مین اور صالح مقام حجر مین اور بے شمار انبیا اپنی اپنی قوم مین گذرے بدلیل قولہ وان من امۃ الاخلا فیہا نذیر۔ تو یہ سب امتین شام مین نہ تھین اور کیونکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم احمق یہود کے قول کی تصدیق کر سکتے تھے پس یہ کسی بیوقوف نے وضع کی ہی اور اسپر ترشحکر یہ کہ آپ نے انکے قول پر مدینہ سے ہجرت کر کے شام کو چلے جانے کا قصد کر کے عملدرآمد کر دیا اور یہ بات سواے کسی جاہل کے جو معرفت نبوت سے بہرہ نہ رکھتا ہو کوئی نہین کہیگا اسواسطے کہ ہجرت کرنا ایک مقام مکہ سے نہ ہوا یہانتک کہ اللہ تعالے نے حکم دیا پھر مدینہ کو متعین فرمایا اور وہی آپ کے واسطے دارالہجرۃ قرار دیا اور یہی آپ کو وحی سے معلوم اور یہی توریت وغیرہ مین مفصل تھا نہ آنکہ دوسری ہجرت بجانب شام بدون حکم الٰہی واقع ہوتی اور پھر بھی باوجود امن کے اصحاب سے کچھ نہین کہا گیا۔ وجہ پنجم صحیح روایت ابن عباس رض سے اور دیگر ائمہ سلف سے کہ یہ دربارہ ہجرت بمدینہ ہے اس روایت کے معارض ہی بالجملہ یہ دونون روایتین نقل کرنا بھی حلال نہین مگر جبکہ اس غرض سے ہو کہ تنبیہ کر دیجاوے کہ یہ روایتین واہی بالکل بے اعتبار اور ظاہر اکسی جاہل کی بنائی ہوئی ہین۔ اور صحیح وہ ہی جو معالم وسراج و ابن کثیر وغیرہ سے تلخیص کر کے لکھا جاتا ہی کہ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ مراد زمین سے زمین مکہ ہی اور مشرکین نے قصد کیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دین مگر اللہ تعالے نے انکو مقہور رکھا یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا۔ اور اسوقت جبکہ تجھے اخراج کرین تو نہ ٹھہرینگے خلاف تیرے یعنی تیرے اخراج کے بعد مگر زمانہ قلیل۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ اشارہ قریش کے مشورہ اخراج کا ہو کہ اُنھون نے باہم مشورہ کیا تھا تو بعض اہل الراے نے یہ راے دی کہ یہان سے نکال باہر کرو اسمین فتنہ فرو ہوگا مگر بعض نے کہا کہ دوسرے مقام پر فتنہ کی قوت ہوگی تو اُسنے کہا کہ خبرگیری کرنا آسان ہی۔ اور اہل تفسیر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر اُنھون نے نکالا تو پھر مکہ مین نہ ٹھہرینگے مگر تھوڑے دن۔ اور یہی ہوا کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہان سے ہجرت کی حالانکہ انھون نے سخت ایذائین دینی شروع کی تھین تو پھر اسکے بعد صرف ڈیڑھ برس گذرا تھا کہ اللہ تعالے نے بدون وعدہ کے آپ کے قلیل اصحاب کو کثیر جماعت قریش کے ساتھ بدر مین مقابل کر دیا اور آپ کو فتح و قوت دی کہ سب ایذا دینے والے سرکش مارے گئے اور اکثر قید ہوے اور شکست کھا کر بھاگے اسی واسطے فرمایا۔ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا یعنی اللہ تعالے نے اپنے حبیب کے ساتھ جاری کیا وہ طریقہ جو اُن پیغمبرون کا ہی جو آپ سے پہلے اللہ تعالے نے بھیجے تھے کہ جب مشرکون نے ایذا دیکر رسول کو اپنے درمیان سے

نکالا تو عذاب مین مبتلا ہوے اور سنت یعنی عادت قضاے الٰہی اور طریقہ جاری ہی پھر اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین رحمت نہ ہوتے
تو کفار قریش بالکل نابود ہو جاتے پس آپ کے ہوتے ہوے وہ لوگ بچے تھے لقولہ تعالے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم یعنی تیرے ہوتے
ہوے اُنکے درمیان مین انکو اللہ تعالے عذاب کرنے والا نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالے واذًا لا یلبثون۔ کے یہ معنے کہ بعد تیرے اخراج
کرنے کے۔ حالانکہ اُنھون نے اخراج کی قوت نہین پائی حتی کہ آپ نے حکم الٰہی سے ہجرت فرمائی ہی تو جواب یہ کہ ہان ہجرت بحکم الٰہی واقع ہوئی
اور اُنھون نے آپ کو پکڑ کر اخراج کرنے کی قدرت نہین پائی ولیکن ظاہری سبب حکم خروج کا وہی ہوئے کہ ایمان نہ لائے اور جو ایمان لایا
اُسکو مار اپیٹا اور آپ کو طرح طرح کی ایذا دی اسوجہ سے انکی جانب نسبت دی گئی۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ سنۃ من قد ارسلنا مین سنت
مضاف بجانب من ہی جس سے مراد انبیاء ورسل ہین تم نے سنت الٰہیہ کیون کہا۔ جواب یہ کہ سنت اصل مین اللہ تعالے کا طریقہ مقرر فرمایا ہوا
ہی اور چونکہ وہ رسولون کے واسطے ہوا اسواسطے رسولون کی طرف اضافت کی کہ وہی اس طریقہ پر عامل ہوے یعنی جس طریقہ پر اگلے رسول
گذرے کہ اُنکے اخراج کے بعد قوم پر عذاب ہوا وہی یہ طریقہ ہمارا تیرے ساتھ ہوا ہی۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا۔ اور تو ہماری سنت کے
واسطے تحویل نہ پاویگا یعنی کوئی اسمین تغیر نہین ہو سکتا ہی۔ مترجم کو مناسب معلوم ہوا کہ تنبیہ وفہم معنی عام کے واسطے یہان ایک حکایت
بیان کرے۔ ابو النصر سید موسی علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے روایت کی کہ آپ فرماتے تھے
کہ مین نے پچیس سال تک صحراے عراق مین سفر کیا اور کسی مقام پر مسکن نہین بنایا ہر روز اس دنیاے فانی کے مقامات مین جہان
وقت آیا سو یا اور جہان جگہ پائی رہا اور حق تعالے عزوجل کے روزی پر شکر کیا اتفاق سے ایک دفعہ ایک مقام پر سفر واقع ہوا کہ دو
روز تک کچھ میسر نہ آیا اور تیسرے روز رات مین مجھے بیتابی ہوئی آخر مین ایک کھیت پر پہونچا مگر وہان کوئی آدمی نہ تھا جس سے
اجازت لیکر حلال رزق حاصل کیا جاوے ناگاہ ایک آواز نہایت خوشگوار کہ مین نے کبھی نہین سنی تھی میری کان مین آئی کہ اے عبد القادر
قدر ضرورت اس رزق مین سے لے لے کہ ہم نے تیرے واسطے حلال کر دیا مین اس آواز کے شوق مین اس جانب متوجہ ہوا اور دیکھا
تو ناگاہ وہ صحرا ایک نور سے منور ہو گیا کہ اُسکے مثل مین نے نہین دیکھا اور اُسمین سے ایک تمثال عجیب جس سے غش آجاوے ظاہر ہو کر
خطاب کیا کہ مین ہون تیرا رب اور تیری سعی اس راہ مین مقبول ہی تو اپنی جان کو زیادہ ہلاکت مین مت ڈال کہ ہم نے اس مین سے تجھے
مباح کیا۔ شیخ کہتے ہین کہ مین نے تامل کیا کہ اللہ تعالے نے قرآن مین فرمایا ہی کہ ولا تجد لسنتنا تحویلا یعنی تو ہمارے طریقہ مقررہ کے واسطے
تغیر نہین پاویگا اور ظاہر ہی کہ شریعت الٰہی تا قیامت یکسان ہی اس مین جب تغیر نہین ہوگا تو میرے واسطے اس حلت واباحت کے
کیا معنی ہین پس مین نے ضرور گمان کیا کہ یہ فتنہ شیطان ہی پس مین نے اللہ تعالے سے پناہ مانگی اعوذ باللہ العلی العظیم من الشیطان
الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ اتنے مین وہ نور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آواز غمناک آئی کہ افسوس اے عبد القادر تو اپنے علم سے
بچ گیا ورنہ مین نے بہت سے اس مقام تک طے کرنے والون کو یہان سے واپس کر دیا ہی مین نے اللہ تعالے کا شکر کیا اور جواب دیا کہ
اے شیطان مجھکو اللہ تعالے تجھ سے بچاوے پھر تو اپنی تلبیس سے باز نہین آیا کہ تو نے مجھے مغرور کیا کہ مین اپنے علم سے بچا ہون بلکہ اللہ تعالے نے
اپنی رحمت سے جو علم مجھے دیا تھا اُسکی مجھے ہدایت دی اور اپنے لطف عام سے مجھے بچا دیا الحمد للہ رب العالمین۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ
شریعت الٰہیہ مین کسی شخص خاص کے واسطے کوئی تحویل نہین ہوتی ہی۔ بعضے فقیری لباس والے جو دعوی کرتے ہین کہ جو شخص درجہ فقر
مین کامل ہوا اُس سے نماز روزہ وغیرہ ظاہری عبادات ساقط ہو جاتے ہین اُسپر فرض نہین رہتے ہین باطل ہی اور جو اعتقاد کرے

گمراہ ہو اسی طرح شراب وغیرہ کا اُسکے حق مین مباح جاننا اس خیال سے کہ وہ شراب نہین پیتا نہین معلوم کیا چیز ہو اور ہم نے ایک مرتبہ دودھ دیکھا تھا یہ سب گمراہی دفتنہ شیطان ہو کیونکہ اسکے معتقد لوگ دنیاوی منفعتون کی لالچ سے اُسکے پاس جاتے اور نفع اٹھا کر دین مین اُسکے معتقد اور گمراہ ہوتے ہین اور خوف نہین کرتے کہ شراب کو ایک نظربندی کرنے والا اُنکی نظر مین دودھ دکھلا سکتا ہے پھر دودھ کو چھوڑکر وہ شراب کیون منگواتا ہو اور حکم شریعت کا جس طرح متعلق ہو اُسمین تحویل نہین ہوسکتی ہو شیخ مخدوم جہانیان رحمۃ اللہ تعالے نے لکھا کہ مین بحکم سیروا فی الارض سیر عبرت حاصل کرنے کو جاتے جاتے ساحل ملیبار پر اُترا اور شہر مین جاکر مین نے مرد صالح دریافت کیا لوگون نے مجھے ایک مکان کا پتہ دیا وہان جاکر مین نے دیکھا تو وہ شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی ہین انھون نے شرعی اخلاق سے مجھے مہمان کیا۔ رات کو مین نے اُنسے دریافت کیا کہ یہان کوئی شخص اہل اللہ مین سے ہو اُنھون نے مجھ سے انکار محض کیا مین نے کہا کہ کوئی درویش ہین آخر اُنھون نے کراہت کے ساتھ کہا کہ مرد خدا یہان باہر شہر کے ایک شخص شریعت سے بیباک مدعی ہے اسکے اس شہر والے معتقد ہین مین نے دل مین گمان کیا کہ قاضی شرع ہونے سے شاید اسکی بے شرع پابندی سے ناخوش ہین صبح کو مین نے بعد نماز کے پھر قاضی صاحب سے اُسکا پتہ پوچھا انھون نے بہت کراہت سے بیان کیا کہ اس جانب شہر کے ہو اور راستہ مین بہت لوگ آتے جاتے ہونگے اگر جانا منظور ہو تو کوئی دقت نہین ہو مین باوجود کراہت قاضی صاحب کے روانہ ہوا راستہ مین تمام تانتا لگا تھا بلا تکلف مین شہر سے باہر لوگون کے میل مین چلا گیا یہانتک کہ اس ٹیلہ پر پہونچا جسپر وہ درویش رہتے تھے دیکھا کہ تمام ٹیلہ آدمیون کی کثرت سے بھرا ہوا ہو اور سرہی سر معلوم ہوتے ہین مین متحیر ہوا کہ وہ کون ہین کہ فوراً ایک درویش نے آواز دی کہ او فلانے مبارک ہو ادہر آ مین قریب گیا اور تعجب کیا کہ انھون نے میرا نام کیونکر جانا۔ اور گمان کیا کہ کامل بزرگ ہین قاضی صاحب کا خیال انکی نسبت بدگمانی ہو جب پاس گیا تو انھون نے خاطر سے بٹھلایا اور لوگ اپنی اپنی مرادون کے واسطے ہجوم کرتے اور پاؤن چومتے جاتے تھے اتنے مین انھون نے بوتل اُٹھاکر ایک کوزہ بھر کر پیا اور دوسرا کوزہ مجھے تواضع کیا مین نے اسکو دیکھا تو وہ شراب تھی مین نے انکار کیا تھوڑی دیر بعد مین چلا آیا پھر دوسرے روز گیا اور اسی طرح بیٹھا۔ دوسرے روز انھون نے شراب کے بارہ مین اصرار کیا اور کہا کہ تو کچھ وہم مت کر اگر راہ چاہتا ہو تو یہ ہو مین کچھ حیران ہوا اور متردد ہوکر آخر مین نے یہ مضبوط سمجھا کہ شریعت مین حرام ہو تو ظہور خیر اور انوار اس راہ سے نہین ہوسکتا ہو مین نے انکار کیا وہ بزرگ کسی قدر ناخوش ہوے پھر مین رخصت ہوکر چلا آیا رات مین سویا تو مین نے خواب مین ایک باغ نہایت نفیس دیکھا کہ اُسکے مثل نظر سے نہین گذرا اور نہ میرے گمان مین آتا تھا مین نے اُسے دیکھا اور اسکی تازگی و خوشبو سے بے اختیار اسکی طرف چلا کہ اُسمین داخل ہون جب دروازہ پر پہونچا تو عین دروازہ پر وہی فقیر دیکھا کہ ہاتھ مین سونٹا لیے ہوے روکتا ہو اور وہی پیالہ بھر اشراب سے اُسکے ہاتھ مین ہو مجھ سے کہا کہ اگر اسکو پیو تو اندر جانے پاؤگے ورنہ اجازت نہین ہو مین نے انکار کیا تو اُسنے مجھے اجازت نہ دی۔ یہ خواب دیکھکر مین چونکا اور دیر تک متحیر رہا اور طرح طرح کے ترددات کے بعد پھر سو گیا اور وہی خواب دیکھا پھر چونکا تو مجھے زیادہ تحیر اور اضطراب ہوا اور تردد زیادہ ہوگیا پھر اُسی حال مین سویا تو تیسری مرتبہ بھی اسی طرح عجائب دیکھے پھر جو خواب سے اُٹھا تو مجھے تذبذب ہوا کہ اسمین کوئی بھید ہو اور خیال آیا کہ یہ کوئی کامل درویش ہے اور شاید کہ اسکی ناخوشی سے مجھے ضرر پہونچے اور دل مین خیال کیا کہ صبح کو اسکا کہنا مان لینا چاہیے اور معاً شراب کے خیال سے مجھے تشویش پیدا ہوئی اور مین نے اٹھکر تہجد کی نماز آخر وقت پڑھی اور بعد نماز کے بہت عاجزی والحاح کے ساتھ جناب باری تعالے مین گریہ وزاری کی کہ مین اس حال مین متردد و متحیر ہون اور میرے

خیال مین یہی آیا ہو آلہی تیری ہدایت کا امیدوار ہون اگر تو مجھے ہدایت نہ دے تو میری گمراہی ہو آلہی جو بہتر ہو مجھے اسی کی ہدایت ہو اسی گریہ وزاری مین آنکھ لگ گئی دیکھتا ہون کہ ایک محفل مین لوگ آتے جاتے ہین مین بھی حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مجلس پاک سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہو اور کثرت انوار سے آنکھین نہین ٹھہرتی ہین اور اصحاب عظام رضی اللہ عنہم بھی موجود ہین مین بھی پایان مجلس مین حاضر ہوا آپ نے سر مبارک اٹھایا تو مین نے ادب سے سلام کیا اور عرض کیا کہ میری مان باپ آپ پر قربان ہون شراب حرام ہو آپ نے فرمایا کہ تجھے نہین معلوم کہ اللہ تعالے نے شراب سب پر حرام فرمائی ہو مین نے عرض کیا کہ ایک فقیر مجھسے اصرار کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ وہ یہی ہے مین نے دیکھا تو دور ایک طرف وہی فقیر کھڑا ہو مین نے عرض کیا کہ حضور وہ یہی ہو آپ نے عصائے مبارک پھینک کر مارا وہ گرا اور لوٹ کر سُور ہو کر ایک طرف کو بھاگا۔ پھر مجھسے فرمایا کہ جا اب تو اُسکو نہ پاویگا اور جان لے کہ شراب حرام ہی۔ اتنے مین میری آنکھ کھلی تو فجر کا وقت شروع تھا مین نے جلد نماز پڑھی اور میری ساری ہمت اُسطرف تھی کہین جاکر اس فقیر کو دریافت کرون۔ بعد نماز کے فوراً روانہ ہوا ہنوز ٹڑکا تھا مگر بعضے لوگ اسطرف سے پھرے آتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس ہماری شامت اعمال سے آج شاہ صاحب نہین معلوم کہان چلے گیے۔ مین زیادہ تیز روانہ ہوا جاکر ٹیلہ پر چڑھا تو حقیقت مین وہان کوئی نہ تھا پھر مین نے اللہ تعالے کی حمد وثنا کی اور قاضی عبد العزیز رحمہ اللہ سے وہ قصہ بیان کیا انھون نے کہا کہ مین آپ کو پہلے ہی منع کرتا تھا والحمد للہ علی ذلک جب اللہ تعالے نے توحید ومعاد ونبوت اور تقدیر وحفظ آلہی بیان کر دیا تو افضل الاعمال نماز کو فرمایا

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَ

کھڑی رکھ نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہو روبرو اور

مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

کچھ رات جاگتا رہ اسمین یہ بڑھتی ہو تجھکو شاید کھڑا کرے تجھکو تیرا رب تعریف کے مقام مین

اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کر نماز کو۔ یعنی اُسکے پورے ارکان وشرائط ادا کرکے گویا ایسا کردے کہ خود قائم ہو جاوے اور یہ سب عبادتون کا لب لباب ہو کیونکہ اسمین مناجات اپنے رب عزوجل کے ساتھ ہو اور ہر غیر سے اپنے مُنھ موڑتا ہو اور ہر چیز سے فانی ہو جاتا ہو کیونکہ جب انوار بارگاہ عزت کا ظہور ہوتا ہو تو تمام چیزین فانی ہو جاتی ہین۔ اعلی مرتبہ اسکا احسان ہو کہ عبادت کرے رب عزوجل کی اسطرح کہ گویا اسکو دیکھتا ہو اگر نہ دیکھتا ہو تو وہ تجھے دیکھتا ہو۔ اور آثار مین ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہین جانتے تھے مگر نماز کے ترک کو یعنی اُسکے ترک سے قریب کفر کے پہونچ جاتا ہو اور حدیث مین ہو کہ جسنے نماز عمداً ترک کی تو کافر ہوا یعنی قریب ہو گیا کفر کے۔ حدیث مین ہو کہ ہمارے ومشرکون کے درمیان فرق نماز ہو۔ بالجملہ امام ابوحنیفہ کے اجتہاد مین کفر سے مراد یہ کہ بہت نزدیک کفر کے ہو جاتا ہو اور امام شافعی کے نزدیک وہ مرتد واجب القتل ہو جاتا ہو اگر توبہ نہ کرے۔ پھر اُسکے ارکان وشرائط فقہ مین مفصل مذکور ہین صرف ایک تنبیہ کیجاتی ہو کہ ہمارے بعض علماء نے کہا کہ نماز مین نیت اگر شروع مین خلوص وعبادت کی ہو پھر وہ غافل ہو جاوے تو نماز ہو جائیگی اور یہی قول مختار رکھا گیا ہو اور شاید کہ یہ حکم فقہی ہو اور شیخ ابراہیم حنبلی نے اپنے رسالہ مین حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ تعالے سے نقل کیا کہ نیت تمام نماز مین رکن ہو لہذا جہانتک ممکن ہو نیت کے حاضر رکھنے مین کوشش چاہیے۔ پھر سراج مین لایا کہ اسمین ایک بڑا اشارہ اس بات کا ہو کہ نماز کی مددگاری دشمنان ظاہری وباطنی پر سب سے زیادہ ہو اسی واسطے حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

جب کوئی امر دشوار ہوتا تو نماز کی طرف مبادرت کرتے تھے ۔ لہذا نماز کی مدد سے آدمی شیطانی مکر اور دوسرون کے مکائد سے بچتا ہے اور موافق حکم کے چاہیے کہ نماز کو نہایت آراستگی سے ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کرے پھر اُسکے واسطے اوقات کا اشارہ فرمایا موافق اسکے جو معراج مین فرض فرمایا تھا بقولہ ۔ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ یعنی قائم کر نماز کو وقت دلوک شمس کے وہان سے تاریکی رات تک ۔ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور قرآن فجر یعنی نماز صبح ۔ اسمین پانچون نمازون کا وقت آگیا ۔ پھر قولہ لدلوک الشمس کے لام مین دو قول ہین ایک یہ کہ لدلوک بمعنی بعد دلوک یعنی بعد ڈھلنے آفتاب کے ۔ دوم یہ کہ بمعنی وقت ہی یعنی وقت زوال آفتاب کے کیونکہ نماز ظہر کی زوال آفتاب کے ساتھ واجب ہو جاتی ہی ۔ دلوک مصدر ہی بمعنی ڈھلنا اور آفتاب جب ٹھیک دوپہر سے ڈھلتا ہی تو عرب اسکو دالکہ کہتے ہین اور نیز جب غروب ہوتا ہی تب بھی دالکہ کہتے ہین ۔ ازہری رح نے کہا اسوجہ سے کہ وہ دونون حالتون مین ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک حالت سے دوسری حالت پر ٹل گیا اور قاموس مین لکھا کہ دلکت الشمس اسوقت کہتے ہین جب آفتاب غروب ہو یا جب زرد پڑ جاوے یا مائل ہو یا ٹھیک نصف النہار سے زائل ہو ۔ اب اسمین کلام ہی کہ یہان کیا مراد ہی تو سراج وغیرہ مین لکھا کہ تین قول ہین اول یہ کہ مراد زوال ہی اور یہی قول ابن عباس و ابن عمر و جابر و اکثر تابعین کا ہی اور دلالت کرتا ہی اُسپر قول حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظہر یعنی آیا جبرئیل میرے پاس وقت دلوک آفتاب کے جسوقت ڈھلا پس میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی ۔ قول دوم یہ کہ مراد مغرب ہی یہ قول ابن مسعود رض کا ہی اور واحدی رح نے بسیط مین بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا اور یہی قول ابراہیم نخعی و ضحاک و سدی رح کا ہی اور اسی کو فراء رحمہم اللہ تعالے نے اختیار کیا ۔ قول سوم یہ کہ دلوک وقت زوال سے تا غروب آفتاب ہی ۔ شیخ ابن کثیر رح نے نقل کیا کہ قولہ لدلوک الشمس ایک قول یہ کہ یعنی وقت غروب آفتاب کے یہ قول ابن مسعود و مجاہد و ابن زید کا ہی ۔ دوم یہ کہ دلوک الشمس زوال آفتاب ہی ۔ اسی کو شعبی نے ابن عباس رض سے اور نافع و زہری نے ابن عمر رض سے روایت کیا اور وہ روایت زہری کی مالک رح کی تفسیر مین ہی اور یہ قول ابو برزہ اسلمی رض کا ہے اور یہ ابن مسعود رض و مجاہد رض سے بھی مروی ہی اور یہی قول حسن و ضحاک و ابو جعفر محمد باقر اور قتادہ رح کا ہے اور اسی کو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور استشہاد مین حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ پیش کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور جسکو اصحاب مین سے چاہا دعوت کی پس میرے یہان سے کھانے سے فارغ ہو کر زوال آفتاب کے وقت نکلے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکلکر آواز دی کہ نکلو اے ابو بکر یہ وقت ہے کہ دلوک ہوا آفتاب ۔ مترجم کہتا ہی کہ بالکل ظاہر بات یہ ہے کہ دلوک کے معنی زوال سے غروب تک ہین جیسا کہ قاموس مین مذکور ہوا اور صحابہ رض و تابعین رح کے درمیان اسمین اختلاف نہین ہے اور دلیل اسپر یہ ہی کہ سراج مین جو حدیث نقل کی کہ اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظہر ۔ اور اس سے اُسنے دلوک بمعنی زوال پر استشہاد کیا ہے اسمین تحقیق یہ ہی کہ یہ حدیث تو صحاح بلکہ صحیح مین ہی اور اسمین استدلال قول ثالث کے واسطے ہی کہ دلوک کا اطلاق زوال سے غروب تک ہے بدلیل اسکے کہ اگر دلوک فقط زوال کے معنی مین ہو تو قولہ حین زالت معنی اول کے تاکید و تفسیر ہوگی اور جب کہ دلوک ممتد تا غروب تھا تو اس قول سے دلوک کا اول وقت متعین کر دیا یعنی جس دلوک کے وقت جبرئیل آئے وہ وقت زوال کا دلوک تھا اور یہ تاسیس ہی اور علم بلاغت مین مقرر ہو چکا کہ تاکید پر محمول کرنا جائز نہین جب تک تاسیس پر محمول ہو سکے پس معلوم ہوا کہ حدیث مین بھی اسی معنی مین آیا ہی اور رہا یہ کہ اختلاف سلف نہین تو دیکھو کہ ابن مسعود و مجاہد رضی اللہ عنہما سے دونون قول مروی ہین پس مغرب کا جو قول انسے مروی ہی وہ انھون نے موقع کلام مین دلوک کا

ایکہ وقت بیان کیا ہو اور اس سے یہ لازم نہین کہ دلوک کا اسی معنی مین انحصار ہو اور حضرت ابن عباس رضہ وغیرہم نے یہان کی مراد شروع سے جسوقت سے ہو وہ بیان فرمائی بالجملہ قول ثالث ماخوذ ہو اور سراج مین کہا کہ اسی معنی پر آیت مین ظہر وعصر ومغرب سب داخل ہو جاوینگے پس ظہر ومغرب تو ظاہر ہو اور رہی عصر تو اسوجہ سے داخل ہو کہ اسکا اول وقت وہ ہو جب اصفرار آفتاب یعنی زردی شروع ہوتی ہو اور قوی دلیل اسی معنی ثالث لینے پر یہ ہو کہ اللہ تعالے نے عشار کا وقت داخل کرنے کے لیے قولہ الی غسق اللیل بڑھادیا یعنی تاریکی شب ۔ اور وہ عشار کا وقت ہو اور غایہ یہان محدود سے خارج نہین ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ اول وقت عصر کا اصفرار آفتاب سے شروع ہوتا ہو تو اس اصفرار وزردی سے یہان وہ زردی مراد نہین ہو جو غروب کے وقت ہوتی ہو بلکہ تیزی وچمک جو ظہر مین ہوتی ہو وہ زائل ہو جاوے اور میرے نزدیک عصر داخل ہونے کے واسطے قاموس کا یہ قول کہ زرد پڑجاوے یا مائل ہو کافی ہو اور مائل ہونے سے وہ میلان مراد ہو جو ظہر کے بعد جھکنے کا ہوتا ہو ۔ بلکہ جب دلوک وقت زوال سے آفتاب غروب ہونے تک ہو تو وقت عصر خود اسمین داخل ہو کیونکہ دلوک اصل مین ایک حالت سے دوسرے پر تغیر وتحویل وزوال ہو ۔ سراج مین کہا کہ دلوک مین وقت ظہر وعصر ومغرب کا اسطرح داخل ہوا کہ ایک لفظ مشترک کو اپنے مختلف معانی مین استعمال کیا گیا ۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ بنا بر اسکے کہ علمار شافعیہ کے نزدیک استعمال مشترک کا ایک ہی اطلاق مین مختلف معانی مین اسطرح کہ مختلف معانی مراد ہون جائز ہو اور ہمارے نزدیک یہ نہین جائز ہو اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ لفظ مشترک ہی نہین ہو بلکہ ایک وقت ممتد ہو جسمین الی غسق اللیل تک چارون وقت ظہر وعصر ومغرب وعشار داخل ہین ۔ وقرآن الفجر سے پانچوین نماز بھی شامل ہو پس آیت مین پانچون نماز کا بیان آگیا ۔ جیساکہ سنت متواترہ سے برابر عملدرآمد قطعی مفروض چلا آتا ہو پس معنی ثالث دلوک کے لینا واجب ہو ۔ امام رازی رح نے کبیر مین اور ابن عادل نے کہا کہ کلام الٰہی کو ایسے معنی پر محمول کرنا اولی ہو جسکا افادہ زیادہ ہو اور یہ اولی راجح ہو پس راجح کو چھوڑکر مرجوح کی جانب جانا جائز نہین تو تیسرے معنی لینا واجب ہوا ۔ اب رہا یہ کہ قرآن الفجر کو نصب کیون ہو بعض نے کہا کہ منصوب باغرار ہو یعنی ایسا اسم فعل مقدر ہو جس سے آمادگی ظاہر ہو مثلاً آنکہ علیک بقرآن الفجر ۔ اور یہ قول رد کر دیا گیا کہ اسم فعل کا عمل باوجود مقدر ہونے کے نہین ہو سکتا ہو ۔ فرار رح نے کہا کہ اقم الصلوۃ کی صلوۃ پر عطف ہو یعنی اقم الصلوۃ واقم قرآن الفجر ۔ اور مراد قرآن الفجر سے صلوۃ الفجر ہو اور نماز فجر مین قرآن الفجر سے تعبیر اس اشارہ کے لیے ہو کہ اسمین قرآن زیادہ پڑھا جاوے بہ نسبت دوسری نمازون کے زجاج نے کہا کہ اسمین ایک فائدہ عظیمہ یہ ہو کہ نماز نہین ہوتی بدون قرارت کے حتی کہ نماز گویا قرارۃ ہو اور یہ اصم معتزلی پر حجت ہے جس نے گمان کیا کہ قرارۃ کوئی رکن نہین ہو اور ہمارے ائمہ اربعہ وجمہور علمار کے نزدیک نماز بغیر فاتحہ نہین ہوتی ہو ۔ پھر چونکہ نوم ونیند سے اٹھنا آدمی پر شاق ہوتا ہو حتی کہ اذان فجر مین الصلوۃ خیر من النوم سے ترغیب دیجاتی ہو یہان اللہ تعالے نے عظیم ترغیب کی چیز ذکر فرمائی ۔ بقولہ تعالے ۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا بیشک نماز فجر مشہود ہو یعنی اسوقت پر رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہین پس رات والے صعود کر جاتے ہین اور دن والے اترکر نماز فجر سے عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت بھی رات کے واسطے دوسرے ملائکہ اترتے ہین اور نماز عصر مین بھی ملائکہ دن کے جو اُسوقت چڑھنے والے ہین اور ملائکہ رات کے جو اُترے ہین جمع ہوتے ہین لہذا عصر وصلوۃ الوسطی کی بھی تاکید دوسری آیت مین آئی ہو بقولہ تعالے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی ۔ مگر نماز عصر مین قرارۃ باواز بلند نہین ہو تو قرآن الفجر صرف نماز صبح مین ہو جسکو ملائکہ رغبت سے سنتے ہین اور ابوہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قول اللہ عز وجل ان قرآن الفجر کان مشہودا مین فرمایا کہ حاضر ہوتے ہین اسمین ملائکہ شب وملائکہ روز دونون گروہ اسوقت مین جمع ہو جاتے ہین ۔ امام رازی رح

نے کہا کہ اسمین دلیل قاطع قوی ہی کہ نماز فجر مین تاریکی سے شروع کرنا بہ نسبت روشنی کے افضل ہی کیونکہ جب تاریکی مین شروع کیا تو اسوقت
رات کے ملائکہ حاضر ہونگے پھر جب ترتیل قراءت سے زیادتی کے ساتھ نماز مین امتداد ہوا تو تاریکی زائل ہوجاویگی اور دن کے فرشتے حاضر ہونگے
اور جب آدمی نے روشنی کے وقت شروع کیا تو اسوقت رات کے فرشتون مین سے کوئی نہین رہا تو جو معنی آیت مین مذکور ہین حاصل نہونگے
پس ثابت ہوا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ اول وقت نماز افضل ہی انتہی مترجما۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ استدلال امام رازی سے بعید ہے کیونکہ
اسمین دو وجہ سے خطا ہی اول یہ کہ تاریکی سے اگر مراد یہ رکھی کہ رات سے شروع کردے تو اسکا کوئی قائل نہین ہی اور اگر بعد طلوع فجر کے
مراد ہی تو اسوقت سے نہار شرعی شروع ہوتا ہی پس اگر ملائکہ رات کے بعد نہار شرعی کے نہین رہتے ہین تو اسوقت بھی کوئی باقی نہ رہنا چاہی
اور اگر دن سے بعد طلوع آفتاب مراد ہی تو روشنی مین شروع کرنے سے ملائکہ رات کے وقت بھی حاضر رہینگے اور ملائکہ دن کے آجاوینگے
پس دونون جمع ہوجاوینگے اور ظاہر یہ ہی کہ دن کے ملائکہ کو غلس و تاریکی کے وقت سے آنے کی ضرورت نہین بلکہ طلوع سے کچھ پہلے آجاوین
تو اس سے ثابت ہوا کہ اسفار افضل ہی اور حدیث مین بھی وارد ہی کہ اسفار کردیا روشن کرو فجر کو کہ اسمین تمھارا ثواب بڑھتا ہی۔ پھر جو امام رازی نے
نتیجہ نکالا کہ اول وقت نماز افضل ہی تو یہ نتیجہ عجیب ہی اسلیے کہ استدلال سے اگر ثبوت ہوتا تو فقط نماز فجر کا ہونا اور اس سے ہر نماز کا اول وقت
مستحب ہونا بلا دلیل ہی امام حافظ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن مسعود و ابوہریرہ سے مرفوع اس آیت مین روایت ہی کہ فرمایا کہ اسمین رات کے
ملائکہ اور دن کے ملائکہ حاضر ہوتے ہین بخاری رح نے ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت کی کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز پر پچیس درجہ بڑھتی ہی
اور رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ نماز فجر مین حاضر ہوکر مجتمع ہوتے ہین ابوہریرہ کہتا ہی کہ پڑھو اگر چاہو کہ ان قرآن الفجر کان مشہودا۔
اور امام احمد نے ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت کی کہ اس نماز مین مجتمع ہوتے ہین رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے۔ ورواہ الترمذی و
قال حدیث حسن صحیح والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وصححہ الحاکم ورواہ البیہقی وابن مردویہ۔ اور صحیحین مین
مالک رح کے طریق سے ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ یکے بعد دیگرے تم مین رات مین ملائکہ اور دن مین ملائکہ آتے جاتے ہین اور دونون
گروہ نماز فجر مین اور نماز عصر مین جمع ہوتے ہین پس جو فرشتے رات کو تم مین رہے تھے وے عروج کرتے ہین پس اُنسے رب عز وجل پوچھتا ہی
حالانکہ وہ خوب جانتا ہی کہ تم نے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا وے کہتے ہین کہ جب ہم اُنکے پاس گیے تھے جب بھی وے نماز پڑھتے
تھے اور جب ہم نے انکو چھوڑا تب بھی نماز پڑھتے تھے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن مسعود رض نے کہا کہ دونون گروہ حرس یعنی نگہبانون کے
نماز فجر مین جمع ہوتے ہین ایک صعود کرتے ہین اور دوسرے مقیم رہتے ہین اور یہی قول ابراہیم نخعی و مجاہد و قتادہ و بہتون کا اس آیت کی
تفسیر مین ہی۔ ابن جریر رح نے یہان ابوالدرداء رض سے مرفوع روایت کی کہ تنزل الرب الخ یعنی نزول الٰہی عز وجل کی حدیث یہان
ذکر کی اور یہ کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ کون مجھ سے مغفرت مانگتا ہی کہ مین اُسکی مغفرت کرون اور کون مجھ سے سوال کرتا ہی کہ مین اسکو عطا
کرون اور کون مجھ سے دعا کرتا ہی کہ اُسکی دُعا قبول کرون یہانتک کہ فجر طلوع ہوتی ہی پس یہی فرماتا ہی کہ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان
مشہودا پس اسمین حاضر ہوتے ہین ملائکہ رات کے اور ملائکہ دن کے۔ مترجم کہتا ہی کہ بعد طلوع فجر کے شہود ملائکہ ہی اور اللہ تعالے عز وجل کی
قدرت کاملہ ہی کہ ان ملائکہ کا شہود تمام روے زمین کی مساجد و جماعتون کے ساتھ ہی اور یہ ایسا بھید ہی کہ جس شخص کا خیال اسکے دماغ مین
محصور ہوا اور روحی کوئی نور اسکو حاصل نہو وہ سمجھ نہین سکتا بلکہ ان لیوے یہانتک کہ اللہ تعالے اسکو روحی نور عطا فرماوے تب خود
بخود واضح ہوجائیگا۔ واضح ہو کہ سراج مین فجر کو اول وقت شروع کرنے کی خوبی مین ایک عقلی اشارہ کبیر رازی سے نقل کیا کہ آدمی نے

جب نماز صبح کو اول وقت سے شروع کیا تو اسوقت قوی تاریکی عالم پر چھائی ہوتی ہو جب قراءۃ ممتد ہوئی تو اس حال مین عالم مین ایک انقلاب ہوتا ہو کہ تاریکی سے روشنی ہوتی جاتی ہو پس تاریکی تو مناسب موت ہو اور روشنی مناسب حیات ہو پس جب آدمی نیند سے اُٹھا تو گویا موت سے حیات مین آیا اور عدم سے وجود مین آیا اور سکون سے حرکت مین آیا اور یہ عجیب حالت ایسی ہوتی ہو کہ عقل سلیم شاہد ہے کہ یہ تبدیل وانقلاب دنیا نہین ممکن مگر ایک خالق عزوجل سے جو حکمت بالغہ کے ساتھ مدبر ہو اور سب طرح قادر ہو پس عقل اس نور سے منور اور اس معرفت سے موثر ہو کہ مرض قلبی سے نجات پاتی ہو کیونکہ اکثر مخلوقات اپنے قلبی امراض مین مبتلا ہین اور وہ محبت دنیا وحرص وحسد وتفاخر وتکاثر ہو اور یہ دنیا مثال مریض خانہ ہو جو بیمارون سے بھرا ہو اور انبیاء علیہم السلام اسمین مانند حاذق طبیبون کے ہین اور مریض کا مرض کبھی تو ایسا قوی ہو جاتا ہو کہ بدون قوی علاج کے وہ صحت نہین پاتا اور کبھی بیمار ایک شخص جاہل ہوتا ہو کہ طبیب کی بات نہین مانتا اور نہ اسکی اطاعت کرتا ہو اور بہت باتون مین اس سے مخالف ہو جاتا ہو کیونکہ طبیب حاذق جب کہ مشفق ہوتا ہو تو وہ شفقت سے ہر طرح اس مرض کے دور کرنے مین کوشش کرتا ہو اور اگر اسکو بالکل زائل کرنے پر قادر نہین ہوتا تو اسکو کم کرنے مین کوشش کرتا ہو اور جب کہ مرض دنیا تمام خلق پر مستولی تھا اور اسکا کچھ علاج نہین سوا اسکے کہ اللہ تعالے کی طرف بلایا جاوے اور اسکی خدمت وطاعت مین لگایا جاوے اور یہ علاج نفس پر شاق ہو کمتر اسکو قبول کر کے گردن جھکاتے ہین تو انبیاء علیہم السلام نے بحکمت آلہیہ اسکی تقلیل مین سعی کی اور مخلوق کو بندگی وعبودیت مین اُسوقت سے لگایا جب سے کہ دے خواب سے اول ہی اول اُٹھین کیونکہ اس سے اس مرض کا ازالہ رفتہ رفتہ ہو سکتا ہے۔ اقول یہ ایک نکتہ ہو کہ منجملہ حکمت مشروعہ کے شمار ہوگا ولیکن اسی پر مدار کار نہین ہو سکتا اور شارع نے اکثر اوقات مشغولی دنیا مین مفروض نماز سے اشتغال مذکور کم کر دیا جیسے وقت عصر ہو اور امر الٰہی اس سے زیادہ واضح ہو کہ ایسی توجیہات کی ضرورت ہو۔ پھر اللہ تعالے نے نماز تہجد کا حکم فرمایا مگر خاصکر اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا بقولہ۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور رات سے پس تہجد کر قرآن کے ساتھ۔ یعنی رات مین سے کسی قدر حصہ نماز کے واسطے لے پس تہجد کر یعنی ہجود وخواب کو ترک کر قرآن کے ساتھ۔ ابوعبیدہ وابن الاعرابی نے کہا کہ ہجود کے معنی سونا وجاگنا دونون ہین پس یہ لغت اضداد مین سے ہو جب آدمی سو جاتا ہو تو کہتے ہین کہ ہجد الرجل۔ اور جب نیند چھوڑتا ہے یعنی سوتا تو بھی کہتے ہین کہ ہجد الرجل۔ ازہری رح نے کہا کہ ہجود اصل مین سونے کو کہتے ہین جو رات مین ہو ولیکن جب اس سے صیغہ تفعل بنایا جاوے تو تجنب کے معنی پیدا کرتا ہو جیسے اثم گناہ کرنا اور تاثم بمعنی گناہ سے اجتناب کرنا اور ایسے ہی حرج وتحرج ہو پس تہجد بمعنی ہجود سے اجتناب کرنا۔ اور اسمین اشارہ ہوا کہ تہجد کے لیے رات مین تکلف کر کے نیند کو دور کرنا اور نماز مین قرارت قرآن کے ساتھ قیام کرنا چاہیئے اور واحدی نے نقل کیا کہ تہجد رات مین نماز پر قیام کرنا۔ مجاہد وعلقمہ واسود نے کہا کہ تہجد بعد خواب کے ہو رات مین۔ اور بسرلج مین کہا کہ مراد آیت مین قیام شب واسطے ادائے نماز نفل کے ہو پس تہجد حاصل نہ ہوگا جب تک بعد خواب کے نماز نفل کے واسطے نہو اور ابتدا مین یہ قیام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اور اُمت پر فرض تھا بقولہ تعالے یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا۔ پھر اسی سورہ مزمل کی آخر آیات سے اسکا نسخ ہوا پھر پانچ وقت کے فرائض سے اسکا بھی نسخ ہوا اور قیام اللیل بحکم قولہ فاقروا ماتیسر من القرآن سے مستحب رہ گیا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین وجوب باقی رہا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس کلام مین نظر ہو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیام طویل وکثیر کرتے تھے چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شب کا قیام کیا یہانتک کہ آپ کے قدم سوج گئے۔ اس بارہ مین آپ سے کہا گیا کہ آپ ایسی تکلیف اٹھاتے ہین حالانکہ اللہ تعالے نے آپ کے واسطے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے ہین تو فرمایا کہ

کیا مین بندہ شکر گذار نہ ہون ۔ پس یہ وقت وہی اول سورہ مزمل کا حکم ہو اور اللہ تعالے نے آپ کے گناہ متقدم و متاخر بخشنے کا حکم سورہ
انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ مین ارشاد فرمایا ہو پس وجوب و نسخ کے بعد بقاے استحباب یہان ظاہر نہین ہو اور صحیح یہ ہو کہ اول و آخر روز مین
دو دو رکعت کی فرضیت تھی ۔ اور اگر عموماً قیام شب اول مین فرض ہوتا تو ایک ٹکڑا آپ کی معیت مین مخصوص نہ ہوتا اور کلام اسمین
انشاء اللہ تعالے آویگا ۔ بالجملہ یہان حق تعالے نے حکم دیا کہ رات مین سے ایک ٹکڑے مین قیام کر پس قرآن کے ساتھ بیدار ہو یعنی نماز مین
نَافِلَۃً لَّکَ زیادت ہے واسطے تیرے ۔ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین کہ
وے مجھپر فریضہ ہین اور وے تمھارے واسطے سنت ہین وتر و مسواک و رات کا قیام ۔ سراج مین لکھا کہ صحیح یہ ہو کہ تہجد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین بھی منسوخ ہوگئی اور دلیل نسخ کو امام مسلم نے روایت کیا ہو انتہی کلامہ مترجما ۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید وہ حدیث
مراد ہو جسمین مذکور ہو کہ اگر رات مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھون پر نیند کا غلبہ ہوتا تو طلوع آفتاب اور ظہر کے درمیان انکو قضا کر لیتے
تھے ۔ واضح ہو کہ نفل کے معنی لغت مین اصل پر زیادتی کے ہین پس یہان نفل سے یہ معنی ہو سکتے ہین کہ قیام شب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے حق مین فرائض پر زائدہ ہو گو وہ نفل ہو کیونکہ قولہ فتہجد مین اگرچہ صیغہ امر کا ہو اور وہ مفید وجوب ہو لیکن نافلۃ سے تصریح
ہونا بھی قرینہ ہو کہ امر سے وجوب مراد نہین ہو ۔ اس قول پر قیام شب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نفل ہوا اگر سورۂ مزمل سے وجوب
نکلتا ہو اور وہ مقدم ہو تو ظاہر اس آیت سے نسخ ہوا ۔ پھر جب تہجد آپ پر نفل تھی اور آپ نے اُسپر مواظبت فرمائی تو ہم لوگون کیواسطے
وہ سنت موکدہ ہوئی ۔ جیسا کہ اصول مین اسکا بیان ہو ۔ اگر کہا جاوے کہ احادیث کثیرہ موجود ہین جنسے قیام شب کے واسطے تاکید
نکلتی ہو ۔ جواب یہ ہو کہ دلیل مذکورہ سے تاکید عملی ہے اور احادیث کثیرہ سے تاکید قولی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تاکید کرنا ترغیب امر غیر
واجب ہو ۔ بعض نے کہا کہ یہان یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ قیام شب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فرائض پر زائد ہو لیکن یہ زائد واجب
ہو ۔ اس قول کو رد کیا گیا کہ آیت مین تصریح نافلہ ہونے کی موجود ہو پھر وجوب نہ ہوگا ۔ اور مترجم کہتا ہو کہ آیت کے نافلہ سے مراد
زائدہ ہو خواہ فرائض پر نفل زائد ہو یا واجب زائد ہو ۔ اور اس سے نفل اصطلاحی مراد نہین ہو ۔ واحدی رح نے کہا کہ رات کی نماز
مخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے زائد کی گئی تھی مگر اس سے آپ کے درجات بلند مین اور زیادتی مقصود تھی اور کفارہ
گناہون کے لیے زیادت نہ تھی کیونکہ آپ کے گناہ متقدم و متاخر مغفور تھے پس وہ نماز آپ کے حق مین زائد ہوئی نہ واسطے کفارہ گناہ کے
بخلاف ہم لوگون کے کہ ہمارے گناہ بہت کثیر ہین تو ہمارے لیے وہ زائد نہین ہے بلکہ گناہون کا کفارہ ہے ہم اسی واسطے عمل کرتے ہین
کہ ہمارے گناہ بخشے جاوین اور کہا کہ یہی تمام مفسرین کا قول ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر نماز تہجد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی
بطور خصوص تو وہ ہم لوگون پر تطوع رہی یعنی نفل ہوئی جس سے کفارہ گناہ اور فرائض کا نقصان پورا کرنے کی امیدواری ہو جیسا
کہ اصول مین مذکور ہو کہ جو آپ پر واجب ہو وہ ہمارے واسطے آپ کی تبعیت کی راہ سے نفل ہو بشرطیکہ اس مین اتباع جاری ہو ۔ مترجم
کہتا ہو کہ یہ شرط لگائی کہ اس مین اتباع جاری ہو یہ اسواسطے کہ مثلاً آپ کے واسطے چار سے زیادہ بیبیان مخصوص تھین مگر ہم پر جواز
نہین ہو اور مانند اسکے اور تمام کلام اصول مین ہو ۔ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک ابتدا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد فرائض کے قیام شب کا حکم دیا جیسا کہ صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضہ سے مرفوع روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا گیا کہ نماز نہا سے فرائض کے بعد کون نماز افضل ہو فرمایا کہ رات کی نماز ۔ یہی نماز یہان تہجد سے مراد ہو کیونکہ تہجد وہ ہو جو نیند سے لینے

کے بعد ہو اور یہی علقمہ و اسود و ابراہیم نخعی اور بہتون کا قول ہی اور یہی زبان عرب مین معروف ہی اور یون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل کہ آپ بعد نیند کے تہجد پڑھتے تھے احادیث مین ابن عباس و عائشہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہی اور وہ اپنے مقام پر تفصیل سے مذکور ہی۔ اور حسن بصری رح نے کہا کہ وہ بعد عشا کے ہے اسکے معنی یہی لیے جاوینگے کہ بعد خواب کے ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک عموم اوقات تہجد جو کہ بعد نیند کے ہو اس سے اوقات رمضان کی تخصیص کیجاوے کیونکہ حدیث عائشہ رض مین رمضان و غیر رمضان مین گیارہ رکعات سے زائد نہین کرتے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہی کہ تراویح کبھی اول پڑھی کبھی اوسط کبھی آخر مین پس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی قیام شب تھا کہ رمضان مین اس شان سے ادا ہوا و لیکن ظاہر اعلمار نے حدیث عائشہ رض کو ماسواے تراویح پر محمول کیا ہی واللہ اعلم پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ نافلۃ لک۔ مین اختلاف کیا گیا بعض نے کہا کہ مراد یہ کہ فقط وجوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہی پس ان علمار نے قیام اللیل کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین واجب قرار دیا اور امت کے لیے نہین اور اسی کو عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور یہی امام شافعی رح کا ایک قول منجلہ دو قول کے ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ مذہب حنفیہ مین بھی [illegible]ست پر نماز تہجد کا وجوب نہین ہی۔ اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم کے سب گناہ مغفور تھے اس معنی مین آپ کے لیے تہجد کو نافلہ فرمایا ہی اور دیگر امت کے واسطے نوافل سے کفارہ گناہان ہوتا ہی یہ قول مجاہد رح کا اور مسند امام احمد مین ابو امامہ باہلی رض سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ قول اول کے مؤید وہ حدیث ہی جو طبرانی نے معجم اوسط مین اور بیہقی رح نے سنن مین حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین کہ وہ مجھپر فرائض ہین اور وے تمھارے لیے سنت ہین وتر و مسواک و قیام اللیل۔ مترجم کہتا ہی کہ قیام اللیل آپ پر مفروض ہونے مین اشکال یہ ہی کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبھی آنکھون پر غلبہ نیند کی وجہ سے رات مین نہین پڑھتے تو بعد طلوع آفتاب کے دوپہر کے درمیان قضا کر لیتے تھے پس بعض نے تو محمول کیا کہ قیام اللیل اول مین آپ پر فرض تھا پھر فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوا کہ قضا کرنا دلیل وجوب ہی اور جواب یہ ہی کہ عموماً ہر شخص کے واسطے فرمایا کہ جسکا کوئی ورد رات مین ہو اور وہ نہ ہو سکے تو اگر اسکو بعد طلوع آفتاب کے دوپہر کے درمیان قضا کرلے تو گویا اُسنے اپنے وقت پر ادا کیا۔ اور ایسا ہی کلام وتر مین ہی کہ آپ کبھی اسکو سواری پر پڑھتے تھے اور یہ نفل ہونے کی دلیل ہی اور اسپر بھی قضا کرنے کا اشکال وارد ہوتا ہی اور وہی جواب ہی جو اوپر گذرا و لیکن ہمارے ائمہ حنفیہ کے اصول اس تاویل کو محتمل نہین ہین اسواسطے کہ انکے نزدیک سواے سنت فجر کے نوافل کی قضا نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اوفق روایت قضاے سنت ہین وہ لیجاوے کہ جسمین وارد ہوا کہ سنن مؤکدہ کے واسطے قضا ہی تو پھر کچھ اشکال نہ ہوگا اور تمام احادیث سے موافقت رہیگی والحمد للہ رب العالمین۔ پھر واضح ہو کہ نماز شب کے فضائل مین آیات و احادیث کثیرہ وارد ہین اور فضیلت اسقدر زائد ہی کہ کمتر نوافل مین پائی جائیگی گویا اصلاح ہونا اسپر موقوف ہی اور جو لوگ قرآن جانتے ہین اور رات کو سو رہتے ہین انکی خسارت کے بارہ مین بھی احادیث ہین اور واضح ہو کہ علما مین معروف یہ ہی کہ جو عالم کہ دن مین تعلیم دین مین مشغول رہے اگر قیام شب کی وجہ سے دینی تعلیم مین خلل ہو تو اسکو قیام شب ترک کرنا اور تعلیم دینا چاہیے و لیکن دونون کا احراز اُسکے حق مین افضل ہی۔ پھر اللہ تعالے عز و جل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین نافلہ سے مزید درجات کی توجیہ بیان فرمائی گویا کہ اس کرامت سے آراستگی اس معنی مین ہی کہ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یعنی امیدوار ہو کہ قریب اللہ تعالے تجھے مقام محمود مین قائم فرماویگا۔ تمام مفسرین نے اتفاق کیا ہی کہ کلمہ عسی اللہ تعا

کیطرف سے واجب ہو یعنی یہان معنی یہ ہین کہ ضرور اللہ تعالے تجھے مقام محمود مین مبعوث فرماویگا۔ علماء معانی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ عسیٰ سے امید دلانا ہوتا ہو اور جو کوئی دوسرے کو کسی چیز کی امید دلاکر محروم کرے تو اسکے واسطے عار ہو اور اللہ تعالے عزوجل عالی متعالی ہو اس امر سے کہ اُسکا کرم کچھ بھی ناقص ہو اور وہ کسی کو کسی چیز کی طمع دلاکر پھر نہ دیوے کیونکہ اسکو کچھ مانع نہین ہے۔ واضح ہو کہ جہان مفسر کا لفظ بولا جاتا ہو اس سے مراد وہ لوگ ہین جو سلف و خلف علماے تاویل تھے اور یہ جو کتاب بنانے والے کو مفسر کہتے ہین تو وہ انھین علماء تاویل کے اقوال جمع کرتا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ اب واضح ہو کہ مقام محمود کون مقام ہو تو درحقیقت اسمین ایک قول ہو ولیکن بعضے متاخرین علماء نے بھی کچھ اقوال لکھدیے ہین لہذا اُنکا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب ہو۔ قول اول یہ کہ مقام محمود وہ مقام ہو کہ جہان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز تمام لوگون کی شفاعت کے لیے کھڑے ہونگے کہ جس شدت و محنت مین وہ لوگ ہین رب عزوجل انکو اُس سے فیصلہ کرکے راحت دے۔ سراج مین لکھا کہ واحدی رح نے فرمایا کہ مفسرین نے اجماع کیا ہے کہ وہ مقام شفاعت ہو چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مین فرمایا کہ یہ مقام وہ ہو کہ اسمین اپنی امت کے لیے شفاعت کرونگا مترجم کہتا ہو کہ اسمین تو خاص اپنی اُمت کی تخصیص ہو اور ظاہر احادیث استراحت مین تمام امتون کے واسطے شفاعت ہو۔ واحدی کی عبارت یہ ہو کہ مفسرین نے اجماع کیا کہ مقام محمود وہ مقام ہو کہ فصل القضاء کے لیے آپ شفاعت کرینگے۔ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام ابن جریر نے فرمایا کہ اکثر علماء تاویل فرماتے ہین کہ یہ مقام وہ ہو کہ جہان محمد صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اسواسطے کھڑے ہونگے کہ تمام لوگون کی شفاعت کرین تاکہ انکا پروردگار عزوجل انکو اس روز کی سختی و شدت سے راحت دے۔ قول دوم مقام محمود وہ مقام ہو جہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لواء الحمد دیا جائیگا۔ اقول اسکو قول اول سے منافات نہین ہو کیونکہ ہوسکتا ہو کہ وہان آپ کو لواء الحمد دیا جاوے اور آپ شفاعت فرماوین۔ ولیکن اس قول سے مقام محمود نام کی یہ وجہ نکلی کہ آپکے پاس لواء الحمد ہوگا اور آدم سے لیکر سب انبیاء علیہم السلام اُسکے نیچے ہونگے اور بعض نے کہا کہ مقام محمود اسلیے کہ ہر ایک آپ کی حمد کریگا یعنی تعریف اور قول سوم یہ کہ مقام محمود یہ کہ اللہ تعالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھاویگا۔ اسکو شیخ ابن جریر رح نے ایک جماعت علماء سے منجملہ مجاہد رح بھی ہین حکایت کیا ہو اور اسمین ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہو۔ اقول یہ متشابہات مقامات مین سے ہو اس مین قیاس یا تصور باندھنا گمراہی ہو اور نزول باری تعالے عرش پر بروز قیامت وغیرہ صحاح احادیث و آیات مین بھی کیفیت مجہول ہے اور علم یقینی ہو۔ نقاش رح نے ابوداؤد سجستانی سے جنکی سنن ابوداؤد ہو نقل کیا کہ فرماتے تھے کہ جو کوئی اس حدیث سے انکار کرے ہمارے نزدیک وہ متہم ہو یعنی اہل سنت والجماعت سے خارج ہو کیونکہ اہل حدیث اس حدیث کو برابر روایت کرتے چلے آئے ہین۔ ولیکن شیخ ابن عبدالبر مالکی رح نے کہا کہ مجاہد رحمہ اللہ اگرچہ علماء تاویل و تفسیر مین سے ہین لیکن مجاہد رح سے دو قول ایسے ہین کہ اہل علم نے انکو ترک کیا ہو ایک تو یہی کہ اللہ تعالے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کرسی پر بٹھاویگا اور دوم وجوہ یومئذ ناضرۃ۔ کی تفسیر مین کہا کہ ینتظر الثواب۔ بہرحال یہ قول بھی قول اول سے منافی نہین ہو کیونکہ ممکن ہو کہ اللہ تعالے آپکو یہ شرف عطا کرے اور وہان آپ لوگون کی شفاعت کرین۔ دیلمی نے مسند فردوس مین ابن عمر رض سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالے مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاویگا۔ ابو وائل نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے کہا کہ عرش پر بٹھاویگا۔ ولیکن انکے اسانید کو دیکھنا چاہیے کہ کیا حال ہو۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ کرسی پر بٹھاویگا۔ بالجملہ شفاعت کے باب مین احادیث بہت کثرت سے ہین اور پہلے جس شخص نے شفاعت سے انکار کیا وہ عمرو بن عبید ہو اور تمام اہل سنت

متفق ہین کہ یہ شخص گمراہ بدعتی ہی اور صاحب کشاف نے دعوی کیا کہ یہ ہر مقام ہی جہان انواع کرامات سے حمد کا استحقاق ہوا اور جواب یہ ہے
کہ شفاعت کے واسطے احادیث متواترہ ہین جو قطعی یقینی کا فائدہ دیتی ہین اور ہم لوگ اپنی رائے ناقص سے مثل شیطان کے معارضہ کرکے
نصوص کو رد نہین کرتے ہین جیسے معتزلہ کا قاعدہ ہی اور صاحب کشاف معتزلی ہی پس موافق نصوص قطعی کے ہم شفاعت کو قطعی کہتے ہین۔
شیخ امام ابن کثیر رح نے اس مقام پر مقام شفاعت و دیگر خصائص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا ہی اور بہت مناسب معلوم ہوا
کہ انکا ترجمہ کردون۔ شیخ نے بسند صحیح لکھا کہ حذیفہ رض نے کہا کہ اللہ تعالے لوگون کو ایک میدان مین جمع فرماویگا کہ پکارنے والے کی آواز
سب سنین اور نظر سب پر نفوذ کرجاوے سب لوگ ننگے پائون ننگے بدن جیسے اول مین مخلوق ہوے تھے کھڑے ہونگے کسی کو مجال
بات کرنے کی نہ ہوگی مگر اللہ تعالے کی اجازت سے۔ اتنے مین پکاریگا کہ یا محمد پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم عرض کرینگے کہ لبیک وسعدیک والخیر
فی یدیک والشر لیس الیک والمھدی من ھدیت وعبدک بین یدیک ومنک والیک لامنجا ولاملجا منک الا الیک تبارکت وتعالیت
سبحانک رب البیت۔ پس یہی مقام محمود ہی جسکو اللہ تعالے عز وجل نے آیت مین ذکر فرمایا ہی۔ ابن عباس رض نے کہا کہ مقام محمود مقام
شفاعت ہی یہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کیا اور یہی حسن بصری کا قول ہی۔ قتادہ رح نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہین
کہ قیامت کے روز اول آپ ہی کے واسطے زمین شق ہوگی اور آپ ہی اول شفاعت کرنے والے ہونگے اور اہل العلم یقین رکھتے تھے کہ یہی
مقام محمود وہی جو آیت مین مذکور ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت
کے روز خاص ایسی تشریفات و بزرگیان مخصوص ہین کہ انمین کوئی بھی آپکے ساتھ شریک نہین ہی اور نہ کوئی انمین آپ کا ہمسر ہے
اول یہ کہ پہلے آپ ہی کے واسطے زمین شق ہوگی۔ دوم آپ سوار میدان محشر کو جاوینگے۔ مترجم کہتا ہی کہ آپکے ساتھ مین لوگ بھی سوار
ہونگے مگر کوئی تنہا اور کوئی دو اور دس تک واحدیث فی المصابیح والمشکوۃ۔ سوم لواء الحمد آپ کے دست مبارک مین ہوگا کہ آدم اور انکے
بعد والے انبیاء علیہم السلام سب اسکے نیچے ہونگے۔ چہارم حوض کوثر کہ موقف قیامت مین اس سے بڑا حوض نہین ہوگا اور نہ اس سے
زیادہ سیرابی ہوگی۔ قال المترجم اشارہ ہی کہ حوض دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے بھی ہونگے اور واضح ہو کہ نہر کوثر جو جنت مین ہی
وہ مخصوص آپ ہی کے واسطے ہی اور ظاہرا اُسی سے آپ کا حوض اور دیگر انبیاء کے حیاض بھرے ہونگے۔ پنجم آپ ہی کے لیے شفاعت عظمی
ہوگی کہ اللہ تعالے اہل موقف کے درمیان فصل القضاء فرماوے اور یہ اسوقت ہوگا کہ پہلے لوگ حضرت آدم سے یہ درخواست کرکے
مایوس ہونگے پھر نوح سے پھر ابراہیم سے پھر موسیٰ سے پھر عیسی سے ہر ایک یہی کہیگا کہ مین اسکے لائق نہین ہون یہانتک کہ عیسی علیہ السلام
کی دلالت سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پاس آوینگے مین کہونگا کہ ہان مین اسکے واسطے ہون مین اسکے واسطے ہون چنانچہ حدیثہا ہم انشاء اللہ
تعالے ذکر کرینگے۔ ششم یہ کہ آپ ایسے اقوام کے واسطے شفاعت کرینگے جنکے لیے دوزخ مین لیجانے کا حکم ہوچکا ہوگا پس وے واپس لائے
جاوینگے۔ ہفتم تمام انبیاء مین سے پہلے آپ کی اُمت مین فیصلہ کیا جائیگا۔ ہشتم سب سے پہلے آپ اجازت سے پل صراط پر گذرینگے۔ نہم
جنت مین داخل ہوکر پہلے شفاعت کرنے والے آپ ہونگے جیساکہ حدیث صحیح مسلم مین ثابت ہی۔ وہم حدیث الصور مین ہی کہ مومنین سب نہین
داخل ہونگے جنت مین مگر آپ ہی کی شفاعت سے۔ یازدہم جنت مین سب سے پہلے آپ ہی داخل ہونگے اور آپ ہی کی اُمت سب اُمتون سے
پہلے جنت مین داخل ہوگی۔ دوازدہم آپ چند اقوام کی بلندی درجات کے لیے شفاعت کرینگے حالانکہ ان اقوام کے اعمال ان درجات کے
لائق نہین پہونچے ہونگے۔ سیزدہم آپ صاحب وسیلہ ہین اور وسیلہ جنت مین ایک مقام ہی کہ اُس سے بلند کوئی مقام نہین ہی۔ چہاردہم وسیلہ کا

مقام سوائے آپ کے کسی اور کے لائق نہین ہو اور جب آپ کو اللہ تعالے شفاعت کی اجازت دیگا واسطے گنہگارون کے تو ملائکہ اور انبیاء و مومنین شفاعت کرنے پاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنے مخلوقات کی سفارش فرماوینگے کہ جنکی تعداد سوائے اللہ تعالے عز وجل کے کسی کو نہین معلوم ہو اور کوئی شخص آپ کے مثل اس شفاعت مین نہین پہونچ سکیگا اور مین نے یہ بیان آخر کتاب السیرۃ کے باب الخصائص مین مفصل لکھا ہو اور یہان ان احادیث کو لاتا ہون جو مقام محمود کے بارہ مین وارد ہین۔ بخاری رح نے حضرت ابن عمر رض سے روایت کی کہ لوگ قیامت کے روز جثا ہونگے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہینگے کہ اے فلان شفاعت کر اے فلان شفاعت کر یہانتک کہ شفاعت آخر کو محمد صلعم تک پہونچیگی پس یہ دن ہو کہ اللہ تعالے آپ کو مقام محمود مین مبعوث فرماویگا۔ ابن جریر و بخاری نے ابن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب نزدیک ہو جائیگا یہانتک کہ پسینا آدھے کان تک پہونچیگا پس اس حال مین لوگ آدم ع سے فریاد کرینگے وہ فرماوینگے کہ مین وہ نہین ہون جو اس کام کا کرنے والا ہو پھر موسیٰ سے وہ بھی اسیطرح جواب دینگے پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پس آپ خلق کے درمیان مین شفاعت قبول کیے جاوینگے پس آپ چلکر آوینگے یہانتک کہ باب جنت کا حلقہ پکڑینگے پس اُس روز اللہ تعالے آپ کو مقام محمود مین مبعوث فرماویگا تمام مجمع عرصات قیامت آپ کی حمد کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مقام محمود اس واسطے اسکا نام ہو کہ اہل الجمع آپ کی تعریف و حمد کرینگے۔ بخاری رح نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنکر کہے کہ اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ تو اسپر قیامت کے روز میری شفاعت نازل ہوگی۔ امام احمد نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مین انبیاء ع کا سردار اور انکا خطیب ہونگا اور اُن کا صاحب شفاعت ہونگا کچھ فخر سے نہین کہتا ہون۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔ ورواہ ابن ماجہ۔ اور ہم نے حدیث ابی بن کعب دربارہ قراءۃ قرآن علی سبعۃ احرف پہلے ذکر کردی جسکے آخر مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے کہا اللہم اغفر لامتی اللہم اغفر لامتی۔ الٰہی میری اُمت کی مغفرت کردے الٰہی میری اُمت کی مغفرت کردے۔ اور تیسری دعا کو مین نے اس دن کے واسطے رکھ چھوڑا جس دن تمام خلق میری جانب رغبت لاوینگی حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قیامت کے روز مومنین مجتمع ہونگے پس انکو الہام ہوگا کہ آپس مین کہینگے کہ کاش ہم اپنے رب عز وجل کے یہان شفیع لاوین تاکہ ہمکو ہماری اس جگہ سے راحت دے پس آدم ع کے پاس آوینگے کہ اے آدم آپ ابو البشر ہین آپ کو اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلائے پس ہمارے واسطے اپنے رب تعالے کے یہان شفاعت کیجیے کہ ہمکو ہمارے اس ٹھکانے سے راحت دیوے پس آدم علیہ السلام کہینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون اور اپنی وہ چوک یاد کرینگے جو جنت مین ہوگئی تھی اس سے اپنے رب عز وجل سے حیا کرینگے اور کہینگے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلا رسول ہو جسکو اللہ تعالے نے اہل زمین پاس بھیجا پس نوح کے پاس آوینگے وہ کہینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون اور اپنی وہ چوک یاد کرینگے کہ اپنے رب عز وجل سے ایسا سوال کیا تھا جسکا انکو علم نہ تھا پس اسوجہ سے اپنے رب عز وجل سے حیا کرینگے۔ ولیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ خلیل الرحمن ہو پس ابراہیم ع پاس آوینگے وہ فرماوینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون ولیکن تم موسی علیہ السلام پاس جاؤ اس سے اللہ تعالے نے کلام کیا اور اسکو توریت دی ہو پس موسی پاس آئینگے وہ کہینگے کہ مین اس مرتبہ پر نہین ہون اور انسے جان کرینگے اپنا ایک نفس کو قتل کرنا بغیر نفس کے پس اسوجہ سے

اپنے رب تعالے سے شرماونگے ولیکن تم عیسی کے پاس جاؤکہ وہ عبداللہ ورسولہ یعنی بندہ اللہ کا اور اسکا رسول ہے اور اسکا کلمہ اور اسکی طرف سے روح ہے پس عیسیٰ ع کے پاس آوینگے وہ فرماوینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون ولیکن تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پاس جاؤکہ وہ بندہ ہے کہ اللہ تعالے نے اسکی اگلی پچھلی چوک سب بخشدی ہے پس میرے پاس آوینگے پس مین کھڑا ہوکر مومنون کی دو صفون کے بیچ مین چلونگا یہانتک کہ اپنے رب عز وجل سے اجازت مانگونگا پس جب مین اپنے رب تعالے کو دیکھونگا تو اسکے واسطے سجدہ مین گر پڑونگا پس جہانتک چاہیگا مجھے چھوڑ دیگا پھر مجھسے کہا جائیگا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا جو کہہ وہ سنا جائیگا اور سفارش کر تیری سفارش قبول کیجائیگی اور مانگ جو چاہے تجھے دیا جائیگا پس مین اپنا سر اٹھاؤنگا اور اپنے رب تعالے کی حمد وثنا وہ بیان کرونگا جو مجھے سکھلا دیگا پھر مین شفاعت کرونگا پس میرے واسطے ایک حد مقرر کر دیگا پس مین اُس حد تک لوگون کو جنت مین لیجاؤنگا پھر مین دوبارہ اپنے رب عز وجل کیطرف جاؤنگا جب اپنے رب عز وجل کو دیکھونگا تو اسکے واسطے سجدہ مین گر پڑونگا پس جب تک چاہیگا مجھے سجدہ مین چھوڑیگا پھر مجھ سے کہا جائیگا کہ محمد اپنا سر اٹھا کہہ سُنا جائیگا اور مانگ دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی پس مین اپنا سر اٹھاؤنگا پس اللہ تعالے کی تحمید کرونگا ایسی حمد کے ساتھ جو وہ مجھے سکھلاویگا پھر مین شفاعت کرونگا پس میرے واسطے ایک حد مقرر فرماویگا پس مین لوگون کو جنت مین داخل کرونگا پھر مین تیسری بار اپنے رب عز وجل کی طرف عود کرونگا جب اپنے رب عز وجل کو دیکھونگا تو اسکے لیے سجدہ مین گر پڑونگا پس مجھے جب تک چاہیگا چھوڑ دیگا پھر کہا جائیگا کہ محمد سر اٹھا کہہ سنا جائیگا اور مانگ دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کیجائیگی پس مین اپنا سر اُٹھاونگا پس ایسی حمد سے اسکی تحمید کرونگا جو وہ مجھے تعلیم فرماویگا پھر مین شفاعت کرونگا پس میرے لیے ایک حد مقرر فرماویگا سو مین انکو جنت مین داخل کردونگا پھر مین چوتھی بار اپنے رب عز وجل کی طرف عود کرونگا پھر عرض کرونگا اے میرے رب تعالے اب کوئی باقی نہین مگر وہی جسکو قرآن نے روکا ہے۔ قتادہ رح نے کہا پس ہم سے انس رض نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکال لیا جائیگا دوزخ سے وہ جس نے کہا لا آلہ الا اللہ اور اسکے قلب مین جو کے برابر خیر تھی پھر دوزخ سے نکالا جائیگا وہ جس نے لا آلہ الا اللہ کہا اور اسکے قلب مین برابر گیہون کے خیر تھی پھر نکالا جائیگا دوزخ سے جس نے کہا لا آلہ الا اللہ اور اسکے دل مین برابر ذرہ کے خیر تھی۔ یہ حدیث صحیحین مین بھی موجود ہے۔ امام احمد نے انس بن مالک رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مین کھڑا انتظار کرتا ہونگا اپنی امت کا کہ صراط سے عبور کرے ناگاہ میرے پاس عیسی ع آوینگا اور کہیگا کہ اے محمد یہ گروہ انبیاء کا آپکے پاس آیا ہے یا کہا کہ مجتمع ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے دعا کرین کہ تمام امتون مین تفریق فرماوے جہان وہ چاہے بسبب اس غم کے جسمین وے گرفتار ہین کیونکہ مخلوق کا پسینے نے منھ بند کرلیا ہے پس مومنون پر تو مثل زکام کے ہے اور کافرون کو موت نے گھیرا ہے پس مین کہونگا کہ ٹھہر کر انتظار کر یہانتک کہ مین تیرے پاس واپس آؤن پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جاکر عرش کے نیچے کھڑے ہونگے وہ مقام آپکو ملیگا جو کسی فرشتہ برگزیدہ و نبی مرسل کو نہین ملا ہے پس اللہ تعالے عز وجل جبرئیل کو وحی فرماویگا کہ جاکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہے کہ اپنا سر اٹھا اور مانگ تجھے دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری سفارش قبول کیجاویگی پس مین شفاعت کرونگا اپنی امت مین کہ ننانوے مین ایک آدمی نکال لاؤن پھر مین برابر اپنے رب عز وجل کی طرف جاؤن آؤنگا پس جب جاؤنگا ہر مرتبہ مجھے شفاعت عطا ہوگی یہانتک کہ اللہ تعالے عز وجل نے مجھے انمین سے یہ عطا کیا کہ اے محمد ساتھ داخل کرلے اللہ تعالے کی مخلوق مین سے وہ جس نے ایکبار روز اخلاص سے گواہی دی ہو کہ لا آلہ الا اللہ۔ اور اسی پر مرا ہو۔ امام احمد نے بریدہ رض سے روایت کی کہ وہ معاویہ رض کے پاس گئے

وہان ایک شخص بات کرتا تھا پس بریدہ رضہ نے کہا کہ اے معاویہ رضہ مجھے بات کرنے کی اجازت دو معاویہ رضہ نے کہا کہ اچھا اور گمان یہ کیا
کہ پہلے آدمی کے مانند بات کرینگے پس بریدہ رضہ نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ مین اُمید کرتا ہون
کہ قیامت کے روز اتنے لوگون کی شفاعت کرون جتنے زمین پر درخت او ڈھیلے ہین اور کہا کہ تم اے معاویہ اسکی اُمید کرتے ہوا ور
علی رضی اللہ عنہ نہین امید کرتے ۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ طعن کیا کہ ایسی شفاعت گنہگارون کے واسطے ہو امید ہے کہ گنہگار اسی مین بخشدیے
جاوین جسکی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امید ہو پس تم بھی اسی کی امید کرو ۔ امام احمد نے ابن مسعود رضہ سے روایت کی کہ ملیکہ کے دونون
بیٹے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری والدہ اپنے شوہر کا اکرام کیا کرتی اور اولاد پر مہربانی کرتی اور مہمان نوازی کا
ذکر کیا اور کہا کہ اتنی بات ہو کہ اُسنے اُس زمانہ جاہلیت مین ایک دختر کو زندہ در گور کیا تھا پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری
مان دوزخ مین ہو حضرت ابن مسعود رضہ نے کہا کہ دونون واپس ہوے گرغمنا کی انکے چہرہ سے ظاہر تھی پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حکم دیا کہ دونون واپس آئے اور خوشی انکے چہرہ سے ظاہر ہوتی تھی باُمید اسکے کہ کوئی بات ظاہر ہوئی ہو پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میری مان تمہاری مان کے ساتھ ہو اتنے مین ایک منافق نے آہستہ سے کہا کہ اس شخص سے اسکی مان کو تو کچھ فائدہ نہین ہوتا اور ہم
اُسکے قدم بقدم چلتے ہین ۔ پھر ایک شخص نے انصار مین سے جس سے زیادہ پوچھنے والا ہم نے نہین دیکھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ
یارسول اللہ کیا اللہ تعالے نے آپ کو آپ کی والدہ یا والدین کے حق مین کچھ وعدہ دیا ہو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے اور مجھے اس
بارہ مین کچھ طمع نہین دلائی ہان مین قیامت کے روز مقام محمود مین کھڑا ہونگا تو انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ مقام محمود کیا
مقام ہو فرمایا کہ یہ وہ مقام ہو کہ جب تم لوگون کو ننگے بدن ننگے پاؤن بے ختنہ کیا ہوا لا دینگے پس سب سے پہلے جسکو لباس پہنا جائیگا وہ
ابراہیم علیہ السلام ہین اللہ تعالے حکم دیگا کہ میرے خلیل کو لباس پہناؤ پس ایک جوڑا اسپید لاکر انکو پہنایا جائیگا پھر وہ عرش کے روبرو کھڑے
ہونگے پھر میرا لباس لایا جائیگا مین اسکو پہنکر عرش کے دائین جانب ایسے مقام پر کھڑا ہونگا کہ وہان کوئی نہین کھڑا ہوگا اسمین مجھے اولین
وآخرین غبطہ کرینگے اور فرمایا کہ انکے لیے کوثر سے حوض کی طرف دہانہ کھول دیا جائیگا ۔ منافقون نے کہا کہ پانی کبھی نہین جاری ہوا مگر
حال پر یا رضراض پر ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حال اسکی مشک ہو اور رضراض اسکا لوء ہو ایک منافق نے کہا کہ
مین نے آج کے مانند کوئی بات نہین سنی ۔ پانی تو جب حال یا رضراض پر جاری ہوتا ہو تو وہان نباتات اگتی ہو پس انصاری نے پوچھا
کہ یارسول اللہ وہان کچھ نباتات بھی ہونگے فرمایا کہ ہان سونے کی شاخین ہونگی منافق نے پھر آہستہ سے کہا کہ آج مین نے عجیب بات سنی
شاخ جب ہوتی ہو تو پتیان بھی اگتی ہین اور پھل بھی ہوتے ہین پھر انصاری رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسمین پھل بھی
ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان اقسام جواہر کے پھل ہونگے اور اسکا پانی دودھ سے بہت زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے بہت زیادہ میٹھا ہوگا
جو اسمین سے ایک گھونٹ پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم ہوگا وہ پھر کبھی سیراب نہ ہوگا ۔ ابو داؤد الطیالسی رحمہ نے عبداللہ
بن مسعود رضہ سے روایت کی کہ پھر اللہ تعالے عزوجل شفاعت کی اجازت دیگا پس روح القدس جبرئیل کھڑے ہونگے پھر ابراہیم علیہ السلام
کھڑے ہونگے پھر موسی وعیسی کھڑے ہونگے ۔ پھر انکے بعد بھی چوتھے بار آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کو کھڑے ہونگے پس اتنے لوگون کی
شفاعت کرینگے کہ بعد آپکے پھر کوئی اتنی شفاعت نہین کریگا اور ذکر کیا کہ مقام محمود وہی ہو جو اللہ تعالے نے قولہ عسی ان یبعثک ربک
الآیہ مین فرمایا ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر اسکے بعد پھر شفاعت صلحاء امت وغیرہم کی ہوگی ۔ واللہ اعلم ۔ امام احمد رحمہ نے کعب بن مالک سے

روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے قیامت کے روز مبعوث فرماویگا پس مین اور میری اُمت ایک بلند مقام پر
کھڑی ہونگی اور میرا رب عز وجل مجھے ایک سبز پوشاک پہناویگا پھر مجھے اجازت عطا ہوگی پس مین عرض کرونگا جو کچھ اللہ تعالے چاہے
پس یہی مقام محمود ہے۔ امام احمدرحنے ابو الدرداءرضسے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا
کہ جسکو قیامت کے روز سجدہ کی اجازت دیجائیگی اور مین ہی پہلا وہ شخص ہونگا جسکو سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت ہوگی پس مین
اپنے سامنے والون پر نظر کرونگا پس تمام امتون مین سے اپنی امت کو پہچانونگا اور اپنے پیچھے ایسا ہی پہچانونگا اور اپنے داہنے اسیطرح
اور اپنے بائین اُسی طرح معلوم کرونگا پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیسے آپ اپنی امت کو نوح ؑ سے اپنی امت تک والون
مین سے پہچانینگے فرمایا کہ میری امت والے سپید چہرہ سپید ہاتھ پاؤن والے یعنی غرمحجل ہونگے وضو کے اثر سے اور سوائے انکے کوئی ایسا
نہین ہوگا اور پہچانونگا کہ یہ لوگ اپنے نامۂ اعمال اپنے داہنے ہاتھون مین دیے جاوینگے اور انکو پہچانونگا کہ انکی اولاد انکے روبرو چلتی
ہونگی۔ مترجم کہتا ہے کہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو میرا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا ہے
اس حدیث کے معنی مین شامی رحنے حاشیہ درمختار مین اور دوسرون نے ایک سوال پیش کیا کہ جب اگلے انبیاء کا بھی یہی وضو تھا
تو پھر آپ کی اُمت مخصوص غرمحجل کیونکر ہوگی اور جواب ایک تو یہ دیا کہ یہ وضو اگلے انبیاء کا تھا اور انکی امتون کا نہین تھا اور اس کے
سوائے اور بھی جوابات دیے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ اگلی امتون مین اس صفت کے ساتھ وضو معروف نہین ہے چنانچہ آپ کے وقت
کے یہود اس وضو سے واقف نہ تھے اسطرح کہ انکی شریعت مین ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نور واثر عطا کرنا اسی فعل پر مخصوص ہوتا ہے
جو اللہ تعالے مشروع فرماوے اور کسی عقلی وضع یا تکلیف اختراعی پر نہین ہے حتی کہ اگر کوئی شخص وضو کو اس صفت کے سوائے
دوسرے طور پر بدل دے جسکو وہ زیادہ طہارت سمجھے اور جسمین زیادہ تکلیف ہو تو اس مین ہرگز یہ اثر نہین ہوگا بلکہ اس وضو سے نماز
ادا نہ ہوگی پس یہ وضو اسی امت کے واسطے مخصوص ہے یا اسکا یہ اثر اس امت کے لیے خاص ہے۔ امام احمدرحنے ابوہریرہ رضسے
روایت کی اور صحیحین مین بھی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا پھر اس مین سے دست نکالکر
آپ کی طرف بڑھا گیا اور آپ اسکو پسند فرماتے تھے پس اسمین سے نوچا پھر فرمایا کہ مین قیامت کے روز تمام لوگون کا سردار ہونگا تم اس کو
جانتے ہو کہ یہ کیونکر ہوجائیگا یہ اسطرح ہوگا کہ اللہ تعالے اولین وآخرین کو ایک ایسے میدان ہموار مین جمع کریگا کہ پکارنے والا اپنی آواز سب کو
سنادے اور نگاہ سب پر کام کرجاوے اور آفتاب قریب ہوگا پس لوگ غم وکرب سے اس حالت پر پہونچینگے کہ نہ انکو اٹھانے کی طاقت
رہیگی اور نہ تحمل کرسکینگے پس لوگ آپس مین کہینگے کہ یہ حال نہین دیکھتے جسمین تم گرفتار ہو جو اس حد کو پہونچا ہے تم اسکو نہین ڈھونڈتے
جو تمھارے رب عز وجل کے یہان تمھاری شفاعت کرے پس بعضے لوگ بعض سے کہینگے کہ تم آدم ؑ کو لو پس آدم علیہ السلام کے پاس
آوینگے اور کہینگے کہ اے آدم آپ ابو البشر ہین اللہ تعالے نے آپ کو دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ مین اپنی روح پھونکی اور ملائکہ کو
آپ کے لیے سجدہ کا حکم دیا انھون نے سجدہ کیا آپ اپنے رب کریم کے یہان ہماری شفاعت کرین آپ نہین دیکھتے کہ ہم جس حال مین
ہین آپ نہین دیکھتے کہ جو ہم کو پہونچا ہے پس آدم ؑ کہینگے کہ میرا رب آج ایسے غضب مین ہے کبھی ایسے غضب مین نہین ہوا اور
نہ اسکے بعد کبھی ایسا ہوگا اور اُسنے مجھے شجرہ سے منع کیا تھا مجھ سے لغزش ہوئی نفسی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کی
فکر ہے مجھے اپنی جان کی فکر ہے تم میرے سوائے دوسرے کے پاس جاؤ تم نوح ؑ کے پاس جاؤ۔ پس وے لوگ نوح ؑ کے پاس آوینگے

اورعرض کرینگے کہ اے نوحؑ آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہین اور آپ کو اللہ تعالے نے عبد شکور فرمایا ہو آپ ہماری شفاعت
اپنے رب عزّوجل کی جناب مین کردین آپ دیکھتے ہین کہ ہم جس حال مین ہین آپ دیکھتے ہین کہ جو ہمکو پہونچا ہو پس نوحؑ کہینگے کہ
آج میرا رب ایسے غضب مین ہے کہ نہ کبھی ایسا غضب ہوا اور نہ ایسا کبھی پھر ہوگا اور میرے پاس ایک دعا تھی مین نے اپنی قوم پر
وہ دعا کردی نفسی نفسی تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پس ابراہیم علیہ السلام کے
پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ اے ابراہیم آپ اہل زمین مین سے اللہ تعالے کے پیغمبر و خلیل ہین آپ دیکھیں تو کہ ہم جس حال ہین ہین
اور جو ہم کو پہونچا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کہینگے کہ میرا رب آج ایسے غضب مین ہو کہ نہ ایسا غضب کبھی ہوا اور نہ اسکے بعد کبھی ایسا ہوگا
پھر اپنے وہ معاملات ذکر کیے جو دروغ کی شکل مین ہوے اور کہا نفسی نفسی۔ تم میرے سوا دوسرے کے پاس جاؤ موسیٰؑ
کے پاس جاؤ پس موسیٰؑ کے پاس آکر عرض کرینگے کہ اے موسیٰؑ آپ رسول اللہ ہین آپ کو اللہ تعالے نے اپنی رسالت کے ساتھ
لوگون پر اور اپنے کلام کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے آپ اپنے رب کے یہان ہماری شفاعت کیجیے آپ دیکھتے ہین کہ ہم جس حال مین ہین
آپ دیکھیں تو کہ ہم کو کیا پہونچا ہو پس موسیٰؑ اُنسے کہینگے کہ میرا رب آج ایسے غضب مین ہو کہ نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ کبھی ایسا ہوگا
اور مین نے ایک نفس کو قتل کیا تھا قبطی[۱۲] مگر قبل اسکے کہ مجھے اسکے قتل کا حکم دیا جاوے نفسی نفسی تم میرے سوا کسی دوسرے کے
پاس جاؤ عیسیٰؑ کے پاس جاؤ پس عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آوینگے اور کہینگے کہ اے عیسیٰ آپ رسول اللہ اور اُسکا وہ کلمہ ہین جو
اسنے مریم کو القا کیا اور اُسکی طرف سے روح ہو اور آپ نے تو لوگون سے گہوارہ مین کلام کیا ہو آپ اپنے رب عزّوجل کی جناب
مین ہماری سفارش کا کلمہ کہہ دیجیے آپ دیکھتے ہین کہ ہم جس حال مین ہین اور دیکھتے ہو کہ ہم کو جو پہونچا ہو۔ عیسیٰؑ اُنسے کہینگے کہ میرا رب
آج ایسے غضب مین ہے کہ نہ ایسا کبھی غضب مین ہوا اور نہ کبھی پھر ایسا ہوگا اور اپنی لغزش کچھ نہین بیان کی یہی کہا کہ نفسی نفسی
تم میرے سوا دوسرے کے پاس جاؤ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ پس لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آوینگے
اور عرض کرینگے کہ یا محمد آپ رسول اللہ و خاتم النبیین ہین اللہ تعالے نے آپ کے واسطے مخصوص یہ کیا کہ اگلی و پچھلی لغزش سب
معاف کردی ہین آپ ہماری شفاعت اپنے رب عزّوجل کے یہان کردیجیے آپ دیکھین تو کہ ہم کس حال مین ہین اور دیکھیے کہ ہمکو
کیا پہونچا پس مین کھڑا ہو جاونگا اور وہان سے عرش کے نیچے آونگا اور اپنے رب عزّوجل کے واسطے سجدہ مین گر پڑونگا پس اللہ تعالے
اپنے محامد و حسن ثنا مین سے وہ الہام و کشف فرماویگا کہ مجھ سے پہلے کسی پر اسکو مفتوح نہین فرمایا ہو پھر کہا جائیگا کہ اے محمد
اپنا سر اٹھا اور مانگ تجھے دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی پس مین اپنا سر اٹھاؤنگا اور عرض کرونگا کہ اُمتی
یا رب یعنی اے رب میری اُمت۔ امتی یا رب امتی یا رب۔ پس حکم دیا جائیگا کہ اے محمد اپنی اُمت سے ان لوگون کو جنپر حساب نہین ہو
ابواب الجنۃ کے باب ایمن سے داخل کرلے اور وے دوسرے ابواب جنت مین لوگون کے ساتھ شریک ہین پھر آپ نے فرمایا کہ قسم اسکی
جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو کہ جنت کے دو کواڑکے درمیان اتنا فرق ہو جیسے مکہ سے حمیر یا مکہ سے بصرہ۔ یعنے تری عام امت والے[۱۲] یہ حدیث صحیحین مین ہو امام
مسلم نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سید اولاد آدم ہون قیامت کے روز اور پہلا وہ
شخص ہون جسکے لیے قیامت کے روز قبر شق ہوگی۔ اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا وہ شخص جسکی شفاعت قبول ہوئی ابن جریر
نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قولہ عسیٰ ان یبعثک الآیہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شفاعت ہو اور

امام احمد کی روایت مین ابوہریرہ رض سے یون ہی کہ فرمایا وہ مقام ہی کہ جہان اپنی امت کے واسطے شفاعت کرونگا۔ عبدالرزاق نے علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین علیہما السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالے زمین کو مانند چمڑے ادیم کے بچھا دیگا اور کسی آدمی کو اُسپر نہ ملیگا مگر پاؤن رکھنے کی جگہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا جو بلایا گیا اور جبرئیل ع اللہ تعالے کے عرش سے بائین جانب ہوگا اور واللہ اس سے پہلے کبھی جبرئیل نے اللہ تعالے کو نہین دیکھا پس مین عرض کرونگا کہ اے رب اس نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالے نے اسکو میرے پاس بھیجا ہی اللہ عزوجل فرماویگا کہ اسنے سچ کہا پھر مین شفاعت کرونگا اور عرض کرونگا کہ اے رب تیرے بندون نے اطراف زمین مین تیری عبادت کی ہی اور کہا کہ یہی مقام محمود ہے ہذا حدیث مرسل مترجم کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک مرسل حجت ہی اور وجہ مرسل ہونے کی یہ ہی کہ امام زین العابدینؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین پایا ہی۔ واضح ہو کہ سابق حدیث شفاعت مین جب کہ بار چہارم عود فرمایا ہی تو کہا کہ اے رب اب کوئی باقی نہین سوائے اسکے جسکو قرآن نے حبس کیا ہی مراد یہ کہ جسپر بحکم قرآنی خلود فی النار واجب ہوا ہی اور یہ تفسیر قتادہ رح سے مروی ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے۔ اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الآیہ۔ جب آفتاب قہر جباری سے یعنی قبضۂ قدرت الٰہی مین مسخر ہونے سے ڈھلتا ہی تو اس ساعت مین انوار عظمت کے لیے سجدہ کرتا ہی پس اس ساعت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حضور مین قیام کرنے اور سجدہ کرنیکا حکم دیا کہ کشف عظمت کا وقت ہی اور یہی حال وقت عصر مین ہی گویا آفتاب وقت زوال کے رکوع مین ہی اور وقت عصر مین سجود مین تا وقت غروب اور جب غروب ہوا اور تاریکی شب طاری ہوئی تو وہان غلبۂ سطوات عظمت ہی پس اسکی رات سجدہ کرتی ہے اور اسکے سجود مین ستارے دوران کرتے ہین تا طلوع فجر پھر جب فجر طلوع کرتی ہی تو اسکے واسطے عمود صبح سجدہ کرتا ہی چونکہ نہ رات مین ہے اور نہ دن مین ہی اور اس وقت مین طلوع جمال وجلال ہی اور اسوقت مین اللہ تعالے کے واسطے ارواح واجسام سجدہ کرتے ہین بسبب غلبہ روح قدس کے اور اسوقت شہود حق بوصف صفات ہی وقد قال تعالے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ شاہد اُسکی ذات ومشہود اُسکی صفات ہین اور یہ اوقات دلیل ہین کہ ہمیشہ آدمی اپنی اوقات کی حفاظت کرے اور قلب سے مشاہد غیوب مین حاضر رہے بعض مشائخ نے کہا کہ بعض اوقات سحر مین اٹھنا اپنے اُٹھنے والے کے واسطے یہ مشہود اور اسپر شاہد ہین اور شیخ استاد رح نے کہا کہ بدن سے نماز کے واسطے اوقات متعین ہین اور سر وقلب سے مواصلت دائمی ہی اور جب حفظ اوقات شب و روز سے فراغت ہوئی تو اوقات کشف صفاتی وذاتی سے آگاہ فرمایا بقولہ ومن اللیل فتہجد بہ الآیہ اور مقصود تہجد سے کشف جمال واسطے نمازیون کے جوف شب مین ہی اور یہ مقام محمود ہے اور امیدواری اس مقام پر محل رجا ہی پس عارفین کے واسطے جوف اللیل مین انوار جلال ذات منکشف ہوتے ہین جب کہ انکے آنسو جاری ہوتے اور فریاد بلند ہوتی ہی پس اسکو اسی سے دیکھتے ہین نہ اپنے تہجد سے بلکہ انکو کشف قدس کی مراد سے مقامات انس کی طرف شائق کیا جب وہان پہونچتے ہین تو اپنے نفوس کو بھول جاتے ہین اور اللہ تعالے کے حضور مین عاجزی سے گرتے ہین پس روتے اور اس سے رحمت کافیہ کا سوال کرتے ہین اور خبر مین وارد ہی کہ اللہ تعالے عزوجل ان نمازیون کے چہرون پر رحمت فرماتا ہی جو جوف لیل مین نماز پڑھتے ہین اور شیخ اُستاد رح نے کہا کہ عوام کے واسطے مقام محمود وہ ہے جب حالت شہود مین بیٹھتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ وہ اہل کبائر کے واسطے شفاعت کا مقام ہی۔ پھر اللہ تعالے نے دار کفر سے باہر ہونے اور دار ایمان مین داخل ہونے کی دعا تعلیم فرمائی

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا

اور کہہ اے رب پیٹھا مجکو سچا پیٹھانا اور نکال مجکو سچا نکالنا اور بنا دے مجکو اپنے پاس سے ایک حکومت کی

نَّصِیْرًا ○ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○

مدد اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹھ بیشک جھوٹھ ہے نکل بھاگنے والا

حسن بصری رح نے کہا کہ جب کفار مکہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور یہانتک حد سے تجاوز کیا کہ باہم مشورہ باندھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالو یا نکال باہر کرو یا زنجیرون مین مقید کرو تو اللہ تعالیٰ نے کہ والون سے خبر روکی اور اُنپر جہاد چاہا یعنی اُسنے مقدر فرمایا تھا کہ جب اہل مکہ کی نوبت یہان تک پہونچے تب اُنپر جہاد کا عذاب آوے پس اپنے رسول علیہ السلام کو حکم دیا کہ مکہ سے نکلکر مدینہ مین داخل ہون۔ امام احمد نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے پھر ہجرت کا حکم دیا اور نازل فرمایا قولہ۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اور کہہ اے رب داخل کر مجھے مدخل صدق مین قتادہ رح نے کہا کہ مراد مدینہ ہے۔ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور باہر لا مجھے مخرج صدق سے قتادہ نے کہا کہ مراد مکہ ہے۔ شاید کہ ادخال مدینہ کو مقدم اسلیے فرمایا کہ مکہ وطن مالوف چھوڑنے سے اصحاب کے دلون پر وحشت نہ ہوا اور پہلے سے واقف ہو جاوین کہ مدخل صدق کے ساتھ مدینہ مین داخل ہوتے مین یہی قول مدخل و مخرج کے بارہ مین ابن عباس و حسن کا ہے۔ اور مانند روایت احمد کے ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ معالم و سراج مین لایا کہ ضحاک نے کہا اخراج مخرج صدق وہ مکہ سے ہے کہ مشرکون سے باامن باہر آوین اور ادخلنی مدخل صدق یہ دوبارہ مکہ مین فتح و فیروزی کے ساتھ داخل ہونا مراد ہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ ادخلنی مدخل صدق وہ موت یعنی ادخال قبر ہے اور اخرجنی مخرج صدق وہ حیات بعد موت ہے بعضے قیامت کا اخراج ورنہ انبیاء علیہم السلام قبر مین زندہ ہوتے ہین سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ مجاہد نے کہا کہ ادخلنی یعنی اس امر مین جو مجھے تبلیغ رسالت کا سپرد ہوا ہے و اخرجنی یعنی دنیا سے مجھے نکال مخرج صدق یعنی ایسے حال مین کہ جو حق واجب اس کام کے انجام دینے مین تھا وہ پورا ہو گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ غار مین داخل کرنا اور اس سے صحیح و سالم نکلنا مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ ادخال جنت اور اخراج از مکہ مراد ہے اور بعض نے کہا کہ ادخال قبر مین اور اخراج یوم البعث مراد ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اشہر الاقوال وہی قول اول ہے و ہی اصح ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے۔ اقول یہان ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر آیت قبل خروج مکہ کے حکم ہجرت مین اُتری تو یہ آیت مکیہ ہے جیسے یہ سورۂ مکیہ ہے ولیکن سابق مین گذر چکا کہ اصحین سے آٹھ آیات مستثنیٰ ہین از انجملہ یہ آیت بھی ہے۔ اور یہی شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا ہے۔ بعض نے اسکا یہ جواب دیا کہ بیضاوی رح نے تمام سورہ کو مکی رکھا ہے اور کچھ استثنا نہین کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب نہین ہے اور مین کہتا ہون کہ یہان کچھ اشکال نہین وارد ہوتا اور بات یہ ہے کہ اول حکم ہجرت دیا گیا پس آپ مکہ سے روانہ ہو گئے جب قریب مدینہ کے پہونچے یا درمیان مین مکہ و مدینہ کے تو یہ آیت نازل ہوئی اور چونکہ اصطلاح یہ ہے کہ جو بعد ہجرت نازل ہے وہ مدنی ہے اسواسطے مدنیات مین استثنا کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادخلنی مدخل صدق کو مقصود اولے کے وجہ سے مقدم فرمایا ہے اور چونکہ یہ دعا ہے کہ بعد حکم ہجرت کے ہے تو حکم ہجرت مقدم ہے۔ پھر واضح ہو کہ قول اول اگرچہ اصح ہے لیکن اسکے یہ معنی ہین کہ نزول کا سبب وہی ہوا ولیکن اس سے یہ لازم نہین کہ معنی آیت کے دوسرے اقوال کو شامل نہون لہذا روایت عوفی از ابن عباس بھی درست ہے لہذا حسب معنے

وہ قول پسندیدہ ہے جو سراج مین تفسیر بقاعی رح سے منقول ہو کہ مقصود یہ ہو کہ ہر مقام حسی و معنوی اور دنیوی و اخروی جہان تو مجھے داخل کرنا چاہے وہان مدخل صدق داخل کر یعنی صدق کا داخل کرنا ہو اور ایسے ہی جہان سے خارج کرنا چاہے وہان سے صدق کا خارج کرنا ہو۔ اور لکھا کہ مراد مدخل و مخرج سے ادخال و اخراج ہو اور مدخل و مخرج کو صدق کی طرف اضافت کرنا بطریق مدح ہو گویا اللہ تعالے سے اچھی ادخال و اچھی اخراج کی دعا ہو کہ انہین کوئی مکروہ پیش نہ آوے۔ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا اور کردے میرے لیے اپنے پاس سے ایک سلطان مددگار یعنی درخواست ہو کہ تقویت بحجت و بقہر و قدرت دیدے اور سراج وغیرہ مین لایا کہ سلطان نصیر یعنے حجت ظاہرہ جس سے مجھے ہر ایسے شخص پر نصرت دے جو میرا مخالف ہو اور اللہ تعالے نے آپ کی دعا قبول کی اور آگاہ فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور فرمایا الا ان حزب اللہ ہم الغالبون۔ اور فرمایا لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور فرمایا لیستخلفنہم فی الارض۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حسن بصری رح نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے وعدہ دیا کہ ملک فارس اور عزت فارس کو نکال کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دیگا اور ملک روم و عزت روم کو نکالکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دیگا۔ اقول اور حدیث مین پایا جاتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اول سے یہ بات معلوم تھی چنانچہ مروی ہو کہ آپ سایۂ کعبہ مین بیٹھے تھے کہ مین نے جاکر کہا کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ مشرکون کی ایذا رسے وقت ہو آپ نے فرمایا کہ واللہ اس امر یعنی توحید کو اللہ تعالے پورا کرنے والا ہو حتی کہ ایک بڑھیا حیرہ مین تک چلی جائیگی اور حج کریگی سوائے اللہ تعالے کے کسی سے اسکو خوف نہ ہوگا ولیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو اور اصل حدیث صحاح مین ہو مین نے ملخص ترجمہ کر دیا ہو شیخ نے لکھا کہ اور قتادہ رح نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اس کام کے واسطے ایک سلطان کی ضرورت ہو جو دین الٰہی کی نصرت کرے پس آپ نے بحکم الٰہی دعا کی کہ ایک سلطان دے جو مددگار ہو کتاب الٰہی و حدود الٰہی و فرائض کا اور دین الٰہی کو قائم رکھے کیونکہ سلطان ایک رحمت ہو اللہ تعالی کی طرف سے جسکو بندون کے درمیان اُسنے رکھا ہو اور اگر یہ نہ ہو تو بعضے دوسرون پر لوٹ مار کرین اور طاقتور کمزور کو کھا جاوے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ سلطانا نصیرا یعنی حجت غالبہ۔ اور شیخ ابن جریر نے قول حسن و قتادہ رح کو اختیار کیا اور وہی ارجح بھی ہو اسواسطے کہ حق کے ساتھ ایک شخص قاہر چاہیے کہ جو کوئی حق سے عداوت کرے و مخالفت کرے اُسکو مقہور کرے چنانچہ قولہ انزلنا الحدید فیہ باس شدید الآیہ مین اسکا بیان ہو اور حدیث مین آیا ہو کہ اللہ تعالے روکتا ہو سلطان سے اسقدر کہ نہین روکتا قرآن سے یعنی سلطانی ہیبت سے بہت لوگ فواحش و گناہون سے بچتے ہین حالانکہ قرآن کے خوف و تہدید سے اتنا نہین ہوتا کیونکہ بہت لوگ تساہل کرجاتے ہین اور یہی واقع ہو۔ سراج وغیرہ مین ہو کہ بعد فتح مکہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عتاب رض بن اسید رض کو اہل مکہ پر عامل کیا اور فرمایا کہ روانہ ہو کہ مین نے تجھے اہل اللہ پر عامل کیا پس عتاب رضی اللہ عنہ ریاکارون و منافقون پر بہت سخت تھے اور مومنون کے واسطے بہت نرم تھے اور کہتے کہ واللہ مین نہین جانتا کسی پیچھے رہنے والے کو جو نماز سے پیچھے رہے مگر منافق کو پس اہل مکہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اہل مکہ پر عتاب رض بن اسید رض کو جو سخت دل گنوار ہو عامل مقرر کیا پس آپ نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا عتاب بن اسید دروازہ جنت پر آیا اور حلقۃ الباب کو پکڑ کر سخت جھنجھوڑا کہ وہ کھول دیا گیا پس وہ اسمین داخل ہوا پس اللہ تعالےٰ نے اسلام کو عزت دی کیونکہ اسنے مومنون کی نصرت کی اور ظالمون کو مقہور کیا پس یہی سلطان نصیر ہو۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ دعاے موصوف کے قبول ہونے کا اعلان کر دے بقولہ۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ یعنی دوست و دشمن سب سے کہدے

کہ آگیا حق یعنی جو مجھے رب عزّ و جل نے حکم کیا اور نازل فرمایا ہی۔ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اور مضمحل و ہلاک ہوگیا باطل یعنی خلاف حق جو کچھ تھا سب زہوق مین آگیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنی باطل اگرچہ کسی وقت مین اسکی دولت وصولت ہوجاوے مگر وہ اپنی جبلت وطبیعت سے زہوق مین ہی اللہ تعالےٰ نے ازل مین مقدر کردیا ہو کہ وہ جلد زائل ہوتا اور مٹ جاتا ہو اور مثال اسکی سیل پر کوڑا چڑھا ہوا ہو کہ بظاہر کوڑا اوپر ہی لیکن بعد چند روز کے وہ زائل ہوجاتا ہو اور پانی باقی و نافع رہتا ہو۔ امام بخاری نے تفسیر مین روایت کی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الفتح کو مکہ مین داخل ہوے اور خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے ہر قوم کا ایک بت تھا پس آپ ایک چھڑی سے جو آپ کے ہاتھ مین تھی بتون کو چونکتے اور کہتے جاء الحق وزہق الباطل الآیہ۔ پس بت اپنے مُنھ کے بل اوندھا ہوجاتا تھا۔ ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ وہ قبائل عرب کے بت تھے کہ انھین کی جانب حج کرتے اور اُن کے آگے سجدہ مین گرتے پس بیت نے اللہ تعالےٰ سے شکایت کی کہ اے رب کب تک ان بتون کی عبادت کیجاویگی سواے تیرے پس اللہ تعالےٰ نے بیت کو وحی فرمائی کہ مین نئی نوبت تیرے واسطے پیدا کرنے والا ہون پس مین تجھے ایسے سجدہ کرنے والی پیشانیون سے بھر دونگا جو تیری جانب نسر طائر کی طرح ٹوٹین اور ایسی شفقت سے آوین جیسے پرند اپنے انڈون کی طرف آتا ہو اور تیرے گرد تلبیہ سے میدان گونج جائیگا اور روایت ہو کہ یوم الفتح کو جبرئیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اس چھڑی کو لے لیجئے اور بتون کو گرا دیجیے پس آپ ہر بت کے پاس آتے اور اسکی آنکھ مین چھڑی چونکتے اور فرماتے جاء الحق وزہق الباطل الآیہ پس وہ بت جو زمین مین مضبوط گڑا ہوتا تھا اپنے مُنھ کے بل گر پڑتا یہانتک کہ سب بت گرا دیے اور رہگیا خزاعہ کا بت جو کعبہ کے اوپر تھا اور قواریر صفر کا تھا پس آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اسکو لے پس اپنے کندھے پر علی کرم اللہ وجہہ کو اٹھالیا وہ اوپر چڑھ گئے اور اسکو اکھاڑ کر پھینک دیا کہ وہ ٹکڑے ہوگیا اور کفار اہل مکہ تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہم نے محمد سے زیادہ ساحر نہین دیکھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے حافظ ابو یعلی کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مین داخل ہوے اور خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے بامر اللہ تعالےٰ وہ اوندھے گرائے گیے اور آپ یہ آیت پڑھتے تھے۔ اور صحیحین مین ہو کہ عبد اللہ بن مسعود رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الفتح کو مکہ مین داخل ہوے اور خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے پس آپ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے انکو چونکتے جاتے اور کہتے جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ وجاء الحق وما یبدء الباطل وما یعید۔ یہانتک کہ سب بت گر پڑے۔ ف

فی العرائس قولہ تعالےٰ وقل رب ادخلنی مدخل صدق الآیہ۔ اشارہ سے ثابت ہو کہ مقام حقیقت مین مطلوب یہ ہو کہ مقام قدم مین غیر سے فانی ہوکر بصدق محبت داخل کیا جاوے کیونکہ وہان مدخل صدق ہے اسلیے کہ سواے حق کے وہان خودی سے کچھ باقی نہین ہو اور مقام فنا سے بصفت بقاء حق نکالا جاوے تاکہ بقاء بمشاہدہ رفیق اعلیٰ ہو کیونکہ وہان مخرج صدق ہو کیونکہ وہان سواے حق کے کسی کو بندے کے ساتھ بقا نہین ہو اور قولہ واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا یعنی وہان انوار سلطان عزت سے ایسا نور عطا ہو کہ بندہ استقامت پر رہے اور عظمت مین فانی نہوجاوے اور یہ بھی اشارہ ہو کہ ادخال تو مدخل صدق عبودیت کا ہو اور اخراج مخرج صدق ربوبیت کا ہو۔ اور اپنی طرف سے سلطان کبریائی سے قوت اتصاف واتحاد عطا ہو۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ ادخلنی یعنے تبلیغ رسالت کے کام مین مجھے مدخل صدق کے طور پر داخل کر تاکہ مین کسی کی طرف میل نہ کرون اور ارکان تبلیغ مین کوئی فروگذاشت نہ کرین۔ اور قولہ اخرجنی۔ یعنی مجھے اس مقام سے نکال اسطرح کہ مین سب فرمانبرداری کے ساتھ سلامت ہون اور تیری

رضامندی پاؤں اور ہر طرح موافقت عبودیت میں ہوں اور میرے لیے اپنی طرف سے سلطان نصیر دے جو مجھے اس کام میں
حق کے ساتھ مزین رکھے اور غالب مجھ پر حق ہو نہ ہوائے نفس حضرت جعفرؒ نے کہا کہ مجھے اس میں داخل کر اس طرح کہ تیری
رضامندی مطلوب ہو اور اس کام سے نکال اس حال میں کہ تو راضی ہو۔ اور اشارہ کیا کہ کسی کام کے متولی ہونے کی خواہش
اس طور پہ صحیح ہے کہ حق تعالے اس کے سرانجام کا خود متولی ہو یعنی بندہ کے واسطے وہی مددگار ہو اور مشاہدہ صفات سے نکلنا بجانب
مشاہدہ ذات کے مرغوب ہے۔ واسطی رحؒ نے کہا کہ جسکو حق تعالے نے کمال شرف دیا ہے اس نے اپنی نفس سے سچی احتیاج بجانب
آلہی ظاہر کر کے سچائی کی اس سے درخواست کی اور اُسی سے اسرار کی زینت ہے شیخ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ یہاں سلطان
نصیر سے اللہ تعالے کی صفات پاک ہیں سے اس سلطان کی خواہش ہے جو نفس پر غالب رہے اور اس کی خواہش کو ہیبت و
خوف آلہی کی باگ سے روکے۔ پس اس کا نفس غلبہ وحدانیت سے ٹوٹ جاوے اور دشمن شیطان کے مکر کو دیکھے اور معاونت آلہی
سے دشمن کا مکر کچھ مضر نہو۔ سہل رحؒ نے کہا کہ زبان جو اللہ تعالے کے واسطے بولے اور غیر کے واسطے کچھ نہ بولے پس اللہ تعالے نے
دعا قبول کی بقولہ وما ینطق عن الہوی شیخ جعفرؒ نے کہا کہ حقیقت احتیاج کی سچی استقامت ہے مدخل تو احتیاج عبودیت
ہے اور مخرج وسعت ربوبیت ہے۔ شیخ استاد رحؒ نے کہا کہ ادخال صدق یہ ہے کہ کسی چیز میں داخل ہو اور قدم رکھے تو اللہ تعالے
کے واسطے اور اسی کی قوت سے ہو غیر کو اس میں دخل نہ ہو اور اخراج صدق یہ ہے کہ کسی کام سے نکلنا یا کسی چیز کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ
کے واسطے اُسی کی قوت سے ہو اس میں غیر کو دخل نہ ہو اور سلطان نصیر یہ ہے کہ داخل یا خارج ہونے کو بھی لحاظ نہ کرے یعنے
اس میں کوئی حظ اپنی نفس کے واسطے ملحوظ نہ ہو اور جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سب معنی میں مستقیم ہوئے تو اللہ تعالے نے
حکم دیا کہ خلق کو آگاہ کردے کہ حق ظاہر ہوا ایسے ظہور کے ساتھ کہ جسمیں کچھ شک نہیں ہے اور ابہام و تاریکی دور ہو گئی بقولہ وقل جاء
الحق وزہق الباطل الآیہ۔ حق تو حق ہے اور باطل تمام جہان ہے اور حق علم ہے اور باطل جہالت ہے حق معرفت ہے اور باطل نفس و ہوی
ہے اور حق وہ ہے کہ جو تجلی حق و اسکے الہام سے ظاہر ہو اور باطل وہ ہے جو ہوا جس نفس و وساوس شیطانی سے ہو پس جب ہدایۃ مکاشفہ کے
انوار سے ظہور ہوتا ہے تو نفس کے آثار و شیطان کے وساوس باطل و مضمحل ہو جاتے ہیں شیخ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ حق وہ ہے جو تجھکو حقیقت پر
آمادہ کرے اور اسی کی پیروی کراوے اور باطل وہ ہے جو تجھ پر کام کو شاق کر دے اور تیرے وقت کو پریشان کرے۔ اور کہا جاتا ہے کہ خطرات
میں سے حق وہ ہے جس سے تیرا جذب بجانب حق عز وجل ہو اور باطل وہ ہے جو تجھے غیر حق کی طرف بلاوے اور حق سے روکے۔ اقول شیخ
نے جسقدر امور لکھے جنمیں داخل و خارج کے معنے پائے جاتے ہیں اور جو کچھ دیگر مشائخ و اکابر نے نقل کیے اور جسقدر شیخ استاد رحؒ نے
بیان کیے اور جسقدر معانی حق و باطل کے بیان کیے یہ سب منجملہ مدخل صدق وغیرہ کے ہیں اور سابق میں جو تفسیر بقاعی رحؒ سے منقول
ہوئی وہ جامع ہے اور یہ سب صورتیں اسکے تفاصیل ہیں واللہ تعالے اعلم جب اللہ تعالے نے توحید و نبوت و بعث و حشر و نشر بیان
کردیا اور قضاء و قدر کو بیان فرمایا پھر بعد اسکے نماز و تنبیہ کی اور جو آئین اسرار ہیں ظاہر فرمائے اور بعضے بیان سابق کے موافق حق کو غالب
و باطل کو مغلوب دکھلا دیا اب قرآن پر متوجہ کیا جو ان سب کا جامع ہے بقولہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ چنگے ہوں اور مہر ایمان والوں کو اور گنہگاروں کو یہی بڑھتا ہے نقصان

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۝ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ
اور جب ہم آرام بھیجین انسان پر ٹلا جاوے اور ہٹاوے اپنا بازو اور جب لگے اسکو برائی رہجاوے آس ٹوٹا تو کہہ ہر کوئی کام کرتا ہو

عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝
اپنے ڈول پر سو تیرا رب بہتر جانتا ہو کون خوب سوجھا ہے راہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ - من یہان تین معنی کو محتمل ہو اور ہر ایک کا بیان کرنا ضرور ہو تاکہ جو صحیح ہو اسکے موافق ترجمہ و معنی سمجھے جاوین۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ اول وجہ یہ کہ من بیان جنس کے واسطے ہو یہ قول زمخشری نے کشاف مین و بیضاوی نے تفسیر مین اور ابن عطیہ نے اور ابو البقاء نے اعراب القرآن مین بیان کیا اور ابو حیان رح نے اسکو رد کر دیا بایں دلیل کہ من بیانیہ کے واسطے ایسی چیز مبہم مقدم ہونا چاہیے جسکا اُس سے بیان ہو اور یہان وہ مقدم ہو اور یا موخر ہو۔ وجہ دوم یہ کہ من تبعیضیہ ہو مگر حوفی رح نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس سے لازم آتا ہو کہ قرآن مین سے بعض شفا نہ ہوا اور ابو البقاء رح نے جواب دیا کہ قرآن مین سے بعض وہ ہو جو جسمانی مرض سے شفا دیتا ہو اور یہ پایا گیا چنانچہ روایت ہو کہ ایک جماعت صحابہ کی ایک گاؤن مین اتری ان لوگون نے مہمانی نہ کی پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ان کے سردار کو بچھو نے کاٹا ان مین سے کوئی رقیہ جانتا ہو تو جھاڑ دے انمین سے بعض نے کہا کہ ہان مین جانتا ہون لیکن تم لوگون نے ہم کو مہمان نہ کیا تو مین بغیر عوض کے نہین جھاڑونگا پس ان لوگون نے اجرت قبول کی اور وہ بکریان تھین۔ انھون نے جاکر جھاڑا وہ اچھا ہو گیا اب بعض نے کہا کہ ہم کو نہین معلوم تھا کہ تم رقیہ کرتے ہو انھون نے کہا کہ بیشک مین رقیہ نہین کرتا ہون لیکن مین نے خالی سورہ فاتحہ پڑھکر دم کر دی ہو اور تمام حدیث صحیح بخاری مین ہو۔ پس یہان من تبعیضیہ بہ نسبت بعض امراض کے ہو یعنی امراض جسمانی ورنہ وہ سب کا سب تمام امراض جسمانی و قلبی کے واسطے شفاء ہو کہ قلب کے امراض جہل و تکبر و کفر وغیرہ بد اعتقادات سے شفاء دیتا ہو۔ وجہ سوم یہ کہ من ابتداء غایت کے واسطے ہو اور یہ قول ابو حیان کا ہو اور ابن عادل نے کہا کہ یہ واضح ہو پس معنی یہ ہین کہ ہم قرآن سے اتارنا شروع کرتے ہین مَا هُوَ شِفَاءٌ وہ جو کہ شفاء ہو۔ پس جسمانی شفاء کی روایت اوپر گذری اور قلبی شفاء ظاہر ہو پس اس سے تندرستی جسمی ہوتی ہو اور دین کی تقویم اور نفس کی اصلاح سے قلبی درستی ہوتی ہو وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ مومنون کے لیے رحمت ہو اور باعث سکینت و طمانینت ہو اور حدیث مسلم رح مین مروی ہو کہ ایک صحابی رح قرآن پڑھتے تھے رات مین اور اُنکے قریب اُنکا گھوڑا بندھا تھا وہ بدکا یکبار گی تو انھون نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مثل پارہ ابر کے سفید ایک چیز اتری تھی انکی خاموشی سے اوپر اُٹھنا شروع ہوئی پھر جب پڑھنے لگے تو نزدیک آنے لگی پھر گھوڑا بھڑکا غرضکہ صبح کو اُنھون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت ہو کہ قرآن کے ساتھ نازل ہوتی ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہ رحمت ہو یعنی اس سے ایمان و حکمت و طلب خیر و رغبت حاصل ہوتا ہو اور یہ خاص اُسی کے واسطے ہو جو اسپر ایمان لایا کہ یہ وحی الٰہی عز و جل قرآن کریم ہو کہ اسمین کسی طرف سے باطل کو گنجایش نہین ہو اسکو حکیم حمید نے اتارا ہو پس اسکو سچ جانکر اسپر عمل کیا۔ سراج مین لکھا کہ اور یہ عجیب ہو کہ یہی شفاء بقولہ۔ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا - ظالمون کو سوائے خسارت کے کچھ نہین زیادہ کرتی ہو۔ شیخ امام نے لکھا کہ یعنی جو کافر اپنے نفس پر ظالم ہے اسکو قرآن سننے سے سوائے دوری و کفر کے نہین ملتا پس بجائے رحمت کے لعنت اور بجائے شفاء کے مرض کفر و شک و نفاق پیدا ہوتا ہو۔ قتادہ رح نے کہا کہ مومن نے جب اسکو سُنا تو اس سے نفع لیا اور حفظ کیا اور یاد رکھا اور ظالم کافر نے جب سُنا تو نہ اس سے نفع پایا اور نہ یاد کیا

بلکہ اپنے نفس کو زیادہ عذاب کے روبرو پیش کرکے برباد کیا بسراج مین لایا کہ خسارہ ونقصان اسوجہ سے زیادہ ہوتا ہو کہ جب کافرون پر اسکے
دلائل وآیات سے حجت قائم ہوگئی پھر انھون نے مُنہ موڑا تو اس سے کفر اور بھی شدید ہوگیا اور دارمی نے سنن مین قتادہ رح سے روایت
کی کہ جو قرآن کے پاس بیٹھا پھر اُٹھا تو یا زیادتی کے ساتھ یا نقصان کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالے نے اسکا سبب اصلی بیان فرمایا کہ یہ کافر
و مطرود لوگ کیون اسقدر گمراہی کے جنگلون مین تباہ پھرتے ہین اور کیون خسارت وخواری اُٹھانے مین منہمک ہین اور وہ سبب
یہ ہو کہ انکو دنیا کی محبت ہو اور مال وجاہ مین رغبت ہو اور اعتقاد کرتے ہین کہ یہ بات انکو بوجہ انکی کوشش کی حاصل ہوجاتی ہو لہذا
فرمایا۔ وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ۔ یعنی آدمی کی طبیعت اس بات پر مجبول ہو کہ جب ہم اسپر نعمت دیتے ہین۔ أَعْرَضَ تو
اعراض کرتا ہو۔ بعض نے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ انسان یہان ولید بن المغیرہ ہو اور شاید کہ انھون نے مثال کے طور پر
اسکو بیان کیا ہو اگر انسے یہ روایت صحیح ہو ورنہ بقول امام رازی کے یہ تخصیص بعید ہو اور مراد جنس انسان ہو یعنی جنس انسان کے یا
کافر کی جبلت اسپر مجبول ہو کہ جب ہم اسکو مال وعافیت واولاد ورزق ونصرت وہر مراد دیتے ہین تو وہ ہم سے اعراض کرتا ہے یعنے
اللہ تعالے کی طاعت وبندگی سے منہ موڑتا ہو۔ وَنَآ بِجَانِبِهِ۔ اور تباعد کرتا ہو اپنے پہلو کے ساتھ۔ مجاہد رح نے کہا کہ ہم سے دور ہوجاتا ہو
اور شاید کہ تکبر مراد ہو۔ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا۔ یعنی اگر اسکو شر پہونچا اور وہ حوادث ومصائب زمانہ ہین تو بالکل مایوس
ہوجاتا ہو کہ اب اسکو کبھی بہتری نہ ملیگی اور حاصل یہ ہو کہ اگر آدمی کو نعمت ودولت ملتی ہو تو وہ اسپر مغرور ہوکر اللہ تعالے کی یاد بھول جاتا
ہو اور اگر دنیا سے محروم ہوا تو اُسپر غم وافسوس چھا جاتا ہو اور اللہ تعالے کی یاد کے واسطے فارغ نہین ہوتا تو ایسا شخص ہمیشہ خواری مین
ہو پس محفوظ وہ بندے ہین جنھون نے صبر کیا اور نیک کام کیے جیسا کہ قولہ تعالے لیقولن ذہب السیات عنی انہ لفرح فخور الا الذین صبروا
وعملوا الصالحات الآیہ مین بیان ہو۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ کہدے کہ ہر ایک شکر
کرنے والا وکفر کرنے والا عمل کرتا ہو اپنے شاکلہ پر یعنی ایسے طریقہ پر جو مشاکل وہم شکل ہو اسکی روح کے اور ہم شکل ہو اسکے جسپر ہم نے اس کو
مخلوق کیا ہو خواہ خیر ہو یا شر ہو۔ یعنی جو شخص نیکی پر مطبوع ومخلوق ہو وہ اُسی جبلت کے موافق عمل کرتا ہو اور جو شخص بدی پر مطبوع ہو
وہ بد جبلت کے موافق عمل کرتا ہو۔ علی ہذا شاکلہ بمعنی طریقہ موافق جبلت ہو اور ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ علی
شاکلتہ ای علی ناحیتہ پس شاکلہ بمعنی ناحیہ ہو۔ مجاہد رح نے کہا کہ اپنی جبلت وطبیعت پر اور قتادہ رح نے کہا کہ اپنی نیت پر اور یہی
قول حسن بصری رح کا ہو اور بخاری رح نے کتاب التفسیر مین اسی سے تفسیر کی ہو اور ابن زید رح نے کہا کہ اپنے دین پر۔ زمخشری رح نے کہا کہ
مراد مذہب ہو جو ہمشکل اسکے حال کے ہو ہدایت ہو یا ضلالت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تفاسیر باہم متقارب ہین اور عمدہ وہ ہو جو معالم مین
ذکر کیا کہ ہر شخص اُس جبلت پر عمل کرتا ہو جسپر اللہ تعالے نے اسکو مجبول فرمایا خواہ خیر ہو یا شر ہو اور زمخشری کی تفسیر کا مبنی اسی پر ہو کہ
دین بھی اُسی کے موافق طریقہ ہوگا۔ پس یہ مومن کے لیے مدح اور کافر کے لیے مذمت ہو اور حاصل یہ ہو کہ جو خیر پر سعید مجبول ہو وہ اُسکے
موافق عمل کریگا اور جو شر پر شقی مجبول ہو وہ اُسکے موافق عامل ہوگا۔ پھر انمین بھی متفاوت درجات ہوتے ہین حتی کہ مومنون مین بعضے
ایسی طبیعت پر مجبول ہین کہ ہمہ تن خیر ہین اور بعضے متفاوت درجات پر ہین۔ اگر کہا جاوے کہ کبھی سعید مخلوق ہوتا ہو مگر اسباب الفت و
صحبت وغیرہ ایسے پیش آتے ہین کہ مدت تک وہ حالت کفر مین رہتا ہو جواب یہ کہ اُسوقت بھی وہ ترحم وحیاء وعدل وغیرہ اخلاق مین
نیکی کی طرف مائل ہوگا اگر کہا جاوے کہ تعلیم سے اخلاق بدل جاتے ہین جواب یہ ہو کہ فی الواقع تبدیلی نہین ہوتی ہو اگر کہا جاوے کہ

پھر تعلیم بیفائدہ ہوجاوے اور اسکا کوئی قائل نہین ہے جواب یہ کہ تعلیم بیفائدہ نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ شریر کو تعلیم سے ایسی راہ پر لگا لیتے ہین کہ اس سے نیکون کو ضرر و صدمہ نہین پہونچنے پاتا ہے اور رہا یہ کہ وہ خود جبلت مین بدل جاتا ہے یہ نہین ہوسکتا۔ اسواسطے کہ حکماء کے نزدیک اخلاق تابع مزاج ہین جیسے ترکیب سے مزاج گرم یا سرد مثلاً مخلوق ہوا ہے وہ اگر بدلا جاوے تو موت عارض ہو پس جب مزاج قابل تبدیل نہین تو اخلاق بھی قابل تبدیل نہین ہین اور شرع مین بھی یہی منصوص ہوتا ہے چنانچہ امام احمد نے بسند منقطع حضرت ابو الدرداء رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سنو ایک پہاڑ کو کہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اسکی تصدیق کرلو یعنی ہوسکتا ہے اور اگر تم سنو کسی شخص کو کہ اپنی طبیعت سے متغیر ہوگیا تو اسکی تصدیق مت کرو کیونکہ وہ عنقریب پھر اسی جبلت پر عود کریگا جسپر مخلوق ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مثلاً اگر کسی مین غضب زیادہ ہو تو حالت جہل مین اُسکو ظلم کے ساتھ کام مین لاتا تھا پھر جب وہ تعلیم سے درست ہوجاوے تو اسکو بدکارون کے ساتھ کام مین لاویگا یہ تو ظاہری عقل کے موافق کلام ہے اور حق یہ ہے کہ مدار سعادت وشقاوت پر ہے پس جسکو اللہ تعالے نے روح سعید سے پیدا کیا ہے اسکے جسم کے دو حال ہین یا تو موافق روح کے ہے یا اس سے کچھ مخالف ہے کیونکہ بالکل اُسکے ضد نہین ہوسکتا ہے پس اگر جسم موافق ہے تو ہمیشہ وہ نیکی پر ہوگا اور اگر جسم اس سے مخالف ہے تو درجہ بدرجہ اندازہ مخالفت کے حساب سے وہ بعض بعض افعال مین جو جسمانی تعلقات رکھتے ہین نیکی سے اسی قدر منحرف ہوگا۔ اور جسکی روح مین اللہ تعالے نے شقاوت رکھی ہے اگر اسکا جسم موافق ہے تو وہ ہمیشہ بدی مین اعلی درجہ پر ہوگا اور اگر جسم اس سے مخالف ہے تو جسقدر مخالفت زیادہ ہوگی اُسی قدر اس کے جسمانی تعلق کے افعال نیکی کے ساتھ ہونگے اور یہ تحقیق قابل توجہ وقبول ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ بالجملہ معنی آیت کریمہ کے یہ ہین کہ بطور تہدید کے مشرکون کے حق مین حکم دیا کہ تو کہدے کہ ہر ایک شقی ہو یا سعید ہو اپنی مقتضاے طبیعت پر جو شاکل اُسکے مذہب کے ہے عمل کرتا ہے۔ فَرَبُّكُمْ پس تسبب ہوا اس سے کہ تمہارا رب۔ اَعْلَمُ سب سے زیادہ یعنی کامل علم والا ہے۔ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔ اُس شخص کا جو دونون فریق مین سے زیادہ ہدایت پر ہے طریقہ مین یعنی دوسرے کیہ جو کہ اضل سبیلا ہے اسکو بھی خوب جانتا ہے پس اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہے وہ ہر ایک شاکر گزار متبع حق و مطیع کو اُسکا عوض دیگا اور ہر ایک بدکار کافر ناشکرے نافران کو اسکا عوض دیگا کیونکہ اللہ تعالے نے اصل مین ہر ایک کو جس خلقت پر پیدا کیا ہے اُس سے وہی خوب آگاہ ہے اور دوسری مخلوق ہین وہ تو اپنے ہمجنس کو تجربہ وغیرہ سے پہچان سکتے ہین اور یہ پہچاننا علم الٰہی کے طریقہ سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتا ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وننزل من القرآن ما ہو شفاء الآیہ واضح ہو کہ کفر وشرک کی حد شرع مین معلوم ہے اور یہ حد ایسی ہے کہ جو اسپر مرا اسکا ٹھکانا جہنم ہے جو قہر الٰہی ہے اور اس حد سے علٰحدہ مبائن جہت مین حد ایمان ہے اور جو اسپر مرا اُسکا ٹھکانا جنت ہے پھر جیسے کفر کی جہت مثلاً بائین جانب غیر متناہی ہے اسیطرح ایمان کی جہت دائین جانب غیر متناہی ہے پس حد ایمان کے اندر داخل ہوکر اعلی مراتب کے واسطے سعی کیجاتی ہے ولیکن اعلی مراتب کے لحاظ اول حد ایمان پر جو شخص ہے اسمین کچھ میل کچیل ہے اگر وہ دور ہوا تو درجہ دوم پر ترقی کی پھر درجہ سوم کے لحاظ سے دوم مین میل کچیل ہے وہ دور ہوا تو درجہ سوم مین چہارم کی نسبت کچھ میل کچیل ہے علی ہذا القیاس مراتب کی حد نہین ہے الا وہ مرتبہ کہ جسپر حضرت سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین ولیکن وہ نبوت اللہ تعالے کی اصطفائیت ازلیہ ہے کہ دوسرے کے لیے بالکل ناممکن ہے ولیکن حد معلوم ہے اور تجھے معلوم ہوچکا کہ معراج وغیرہ مین جب آپ کا سینہ چاک کیا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے سینہ کو غسل دیا اور بعض روایات مین ایک چیز نکالی اور کہا کہ یہ اسقدر آپ سے حظ الشیطان تھا تو پھر اب قیاس کرسکتے ہو کہ دیگر انبیاء ع مین بھی ہوگا اور قیاس کرسکتے ہو کہ عوام مین کسقدر شدت ہوگی۔ جب

یہ معلوم ہوا تو معلوم ہوگیا کہ بعد ایمان کے بھی مراتب اعلی کی نسبت کرکے آدمی مین امراض رہتے ہین مگر وہ کوئی مرض اس قسم کا نہین ہے
جسکی سزا دائمی دوزخ ہو اب سنو کہ شیخ رح نے یہان کچھ اشارات ذکر کیے کہ قرآن مجید خطاب الہی اپنے بیمار بندون کے ساتھ ہی پس جو
اولیا رہین انمین بھی مریض محبت اور بیمار شوق وسقیم عشق کے واسطے شفا ہی اور ایسے ہی جو کوئی معرفت کے بوجھ سے دب گیا ہو یا توحید
کی عظمت سے مضمحل ہوا اُسکے لیے شفا ہی پس قرآن ہر مریض کے واسطے شفا ہی اور ہر ایک کے واسطے شفا اسکے مرض کے موافق ہی پس
جہان شوق دلانے کا خطاب ہی وہ شائقین کے شوق کا علاج ہی اور خطاب صحبت شفاے مریض محبت ہی اور خطاب معرفت شفاے
مجروحان معرفت ہی اور خطاب توحید شفاے بیماران توحید ہی پس تجلی صفات لبسجات ذات سے جب انکو دوا پہونچتی ہی شفا ہوتی ہے اور
ایسے لوگون کی دوا سے یہ مطلب نہین کہ یہ مرض زائل ہوجاوے کیونکہ یہ مرض ہی نہین بلکہ ہزار وصد ہزار تندرستی اسپر قربان اسکے
نام پر قربان ہے ؎ اسیرش نخواہد رہائی ز بند + شکارش نجوید خلاص از کمند + نشاید بدار و دوا کردشان + کہ کس مطلع نیست بر دردشان[^1]
ولیکن مزید لنکے حق مین تسکین ہی اور تقلیل یعنی فراق انکے حق مین ہلاک ہی۔ پھر قرآن پاک مومنین کے واسطے رحمت ہی تو ظاہر کی راہ سے
معاملات مین رحمت ہی اور حالات کی راہ سے عارفون کے واسطے خاص رحمت ہی۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ قرآن شفا ہی علما کے واسطے
بیماری جہل کی شفا ہی اور یہ مت کہو کہ دوا ہی اسلیے کہ اور دوا سے احتمال ہوتا ہی کہ شفا ہو یا نہ ہو اور یہان قطعی شفا ہی اور مومنون کے
واسطے بیماری شک سے شفا ہی اور عارفون کے واسطے مرض نکرت سے شفا ہی یعنی نکرت زائل ہوجاتی اور معرفت آجاتی ہی۔ اور محبین کے
واسطے سوزش اشتیاق ومحبت وانس سے شفا ہی اور مریدین وطالبین کے لیے مرض مایوسی سے شفا ہی۔ قولہ واذا انعمنا علی الانسان
اعرض ونا بجانبہ۔ اشارہ حقیقت مین اُسکا تعلق بندہ عارف سے بھی ہوتا ہی اور وہ خاصیت حدوث مین سے ہی پس جب اُسنے رائحۂ اتحاد کی
خوشبو پائی عبودیت سے سرگران ہوا اور یہ عیب وگمراہی ہی اور بات یہ ہی کہ جب عارف پر انعام عظیم کیا بایں طور کہ اسکو متصف بصفات
فرمایا تو وہ خوشبوے انس ونور قدس سے خوش وقت ہوا اور حق کو بھی اسکے نفس فعل مین دیکھا اور وہ اسکا فعل ہی تو حالت سکر مین انانیت کا
دعوی کر بیٹھا اور بغیر تکلف لبشریت ورعونت نفس کے حالت وجد مین مقام عبودیت سے اعراض کیا پس اس حالت مین اللہ تعالے
اس سے اس لطف کو درجہ بدرجہ کم کرکے اس حال سے محجوب فرماتا ہی اُسوقت وہ اس مقام سے مایوس اور اپنے دعوی سے تخجل ہوجاتا ہے
اقول شیخ منصور رح نے اسی مقام مین دعوی کیا اور حضرت غوث اعظم سید عبد القادر علیہ الرحمہ سے مروی ہی کہ اگر مین ہوتا تو اسکو اس ضلالت
سے نکال لیتا۔ اور شاید مراد اس سے فقط تنبیہ ہی ورنہ امور قدر اپنے حال پر بمشیت الٰہیہ جاری ہین اور شاید حق تعالے نے مشروط فرمایا ہو واللہ
اعلم شیخ واسطی رح نے اس مقام مین کہا کہ نعمت پر نظر کرکے منعم سے مُنھ موڑا اور سب سے بڑی نعمت ہدایت وایمان ومعرفت وولایت ہے
اور بندہ کبھی خود اس سے چھوٹتا نہین کہ اسکو اپنے نفس سے دیکھتا ہی حالانکہ سب اللہ تعالے کی طرف سے ہی پس یہی منعم عز وجل سے
اعراض ہی کہ اپنی نفس سے دیکھے اور یہ کہ طاعت سے اپنے واسطے نور دیکھے اور اس سے لذت حاصل کرے اور طاعت پر سکون واطمینان ہو
یا جانے کہ اس سے مین دوزخ سے چھوٹا۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ جب ہم اس سے موجبات خوف دور کردیتے ہین اور امہال کی رسی ڈھیلی کردیتے
ہین اور اسباب وسامان رفاہیت اسکے لیے مہیا کردیتے ہین تو اسپر نسیان چھا جاتا ہی اور اسباب عصیان اسکے دستگیر ہوتے ہین تو شکر سے
برطرف ہوکر موافقت شریعت وطریقت سے مُنھ موڑ جاتا ہی قولہ تعالی قل کل یعمل علی شاکلتہ۔ فطرت بحسب اختلافات مقام مختلف ہی پس عارفین
کی فطرت تو مقامات عرفان کے واسطے مخلوق ہی اور موحدین کی فطرت مقامات توحید کے واسطے اور محبین کی فطرت مقامات محبت کیلیے

[^1]: لہ اس کا اسیر خلاصی نہین چاہتا۔ اُس کا شکار بھی رہائی کا خواہان نہین۔ یہ مریض دوا بھی کرنا نہین چاہتا۔ اسلیے کہ اسکے درد کی کسی کو خبر ہی نہین ۱۲ سید جعفر علی عفی عنہ

اور متوسطین اہل الایمان والیقین کی فطرت واسطے معاملات و شرائع و دین کے مفطور ہی اور اہل مشاہدہ کی فطرت واسطے شہود صفات کے اور تجلی ذات کے پیدا کی گئی ہی پس اُن مین سے ہر ایک طریقہ عبودیت پر واسطے زیادتی معرفت ربوبیت کے اُسے اپنی فطرت کے موافق طریقہ پر عمل کرتا رہتا ہی پس ہر ایک کے لیے اسکی فطرت کے واسطے مزید قربت و مکاشفہ و مشاہدہ پیدا ہوتا ہی اور ہر ایک جسکے واسطے تیزی سے شوق الٰہی و فنا رفی اللہ دیا گیا ہی وہ سب سے زیادہ قریب ہی قولہ فربکم اعلم بمن ہو اہدے سبیلا ۔ وہی ہی جسکے حق مین سرعت فنا منظور ہے ابن عطار نے کہا کہ ہر ایک کا عمل اسکے سر باطن کی ودیعت پر ہی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعملوا فکل میسر لما خلق لہ یعنی تم لوگ عمل کیے جاؤ کیونکہ ہر ایک پر وہی آسان ہی یعنی وہی اُس سے ہوسکتا ہی جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہی شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ ہر ایک اُسی مکنون کو ظاہر کرتا ہی جو اُسکے اندر خیر و شر سے ودیعت ہی شیخ استاد رح نے کہا کہ جو چیز ضمائر کو محبوب ہوتی ہی وہی سرائر پر لائح ہوتی ہے پس جسکا جوہر کدورت سے صاف ہوتا ہی تو اس سے وہی باتین ظاہر ہوتی ہین جو تعریف کے لائق ہین اور جسکی طبیعت کدورت پر مجبول ہی اُس سے ساتھیون کو بدبو کے سوا مشک کی خوشبو نہین مل سکتی اور نظیر اُسکی قولہ تعالے والذی خبث لایخرج الا نکدا ۔ اور معرفت اولیاء الٰہی مین سے ہی کہ جمعیت خاطر حاصل ہو واللہ تعالے اعلم پھر جب معلوم ہوا کہ منشاے خیر و شر انسان کی طبیعت و روح کی اصلیت ہی تو اسی کے بعد روح کا سوال ذکر فرمایا بقولہ تعالے

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

اور پوچھتے ہین تجھ سے روح کو		کہدے کہ روح میرے رب کے امر سے ہی		اور نہین دیا گیا تمکو		علم مین سے مگر قلیل

اس آیت مین ایک مقام یہ ہی کہ سبب نزول اس آیت کا کیا واقع ہوا ۔ دوم روح جس سے سوال ہوا ہی اس سے کیا مراد ہی اور سوم علم قلیل و آیت کے معنی کیا ہین ۔ سراج و معالم وغیرہ مین ہی کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ قریش نے مجتمع ہوکر آپس مین گفتگو کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگون مین پیدا ہوے اور جوان ہوے اور ہمیشہ صدق و امانت مین رہے کبھی ہم نے دروغ و خیانت سے اُنکو متہم بھی نہین پایا اور اب انھون نے یہ دعوی کیا تو راے یہ ہی کہ کچھ لوگون کو یہود مدینہ کے پاس بھیجین اور اُنسے دریافت کرین کیونکہ وے لوگ اہل کتاب ہین پس ایک جماعت کو انھون نے مدینہ بھیجا جنھون نے یہود سے یہ بات ذکر کی تو یہودیون نے کہلا بھیجا کہ تین باتین پوچھو پس اگر سب باتون کا جواب دیا یا انمین سے کسی کا جواب نہ دیا تو وہ نبی نہین ہی اور اگر دو باتون کا جواب دیدے تو وہ نبی ہی اول اس سے پوچھو کہ زمانۂ اول مین چند جوان تھے جو گم ہوگئے تھے اور انکی ایک شان عجیب تھی وہ کیا قصہ ہی ۔ دوم ایک شخص گذرا کہ مشرق زمین و مغرب زمین کو پہونچا ۔ سوم روح کیا چیز ہی پس ان لوگون نے واپس ہوکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل کے روز جواب دونگا اور انشاء اللہ تعالے نہین کہا پس وحی مین تاخیر ہوگئی مجاہد رح نے کہا کہ بارہ روز تک اور بعض کے قول مین پندرہ روز تک اور بعض کے قول مین چالیس روز تک اور اہل مکہ کہتے تھے کہ ہم سے تو کل کا وعدہ کیا اور اب کچھ خبر نہین دیتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تاخیر وحی سے غمگین ہوے اور اہل مکہ کا قول آپ پر شاق گذرا پھر جبرئیل علیہ السلام وحی لائے قولہ تعالے ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ یعنی مت کہا کر کسی چیز کو کہ مین کل اسکو کرنے والا ہون مگر آنکہ اللہ تعالے چاہے یعنی جب کسی کام کے کرنے کو ہو تو انشاء اللہ کہو اور جوانون کے قصہ کو لائے کہ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم الی آخرہا اور جو مشرق سے مغرب تک پہونچا اسکے واسطے لائے ویسئلونک عن ذی القرنین الی آخرہا ۔ اور روح کے بارہ مین نازل ہوا ۔ ویسئلونک عن الروح تجھ سے پوچھتے ہین

روح سے یعنی کیا اسکی ماہیت ہی اور کیونکر عذاب ہوگا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہدے کہ روح میرے رب کے امر سے ہی یعنی اسکی
شان سے ہی اور وہی اسکے علم سے آگاہ ہی اور اُسی نے اپنے واسطے مخصوص رکھا ہی۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا اور تم کو جو
علم دیا گیا ہی وہ بہت تھوڑا ہی اس فہم کے لائق نہین ہی۔ زمخشری رح نے کشاف مین کہا کہ بس آپ نے دونون قصے بیان فرمائے اور
تیسرا امر روح مبہم رکھا اور وہ توریت مین بھی مبہم ہی پس جب یہود کو معلوم ہوا تو اپنے سوالات سے بہت پشیمان ہوے۔ امام رازی نے
جو اس روایت مین بعض کا طعن ذکر کیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ آپ کہتے کہ مین اسکو نہین جانتا ہون حالانکہ وہ خلق مین مشہور مسائل سے
ہی۔ جواب یہ کہ یہ طعن محض بیہودہ ہی کیونکہ جواب نہ دینا علامات نبوت سے ہی کیونکہ انکے سوال کا تو واقعی جواب دیدیا لیکن وہی جواب دیا
جو اللہ تعالے نے حکم دیا اور جسکی ماہیت وہ نہین جان سکتے تھے اسکا بیان کیونکر ہو سکتا تھا اور خیال امام رازی کا کہ روح وہ نفس مدبرہ
واسطے بدن کے ہی محض وہم ہی۔ بالجملہ یہ روایت دلیل ہی کہ یہ آیت مکہ مین اُتری ہی اور تمام سورہ مکی ہی۔ امام ابن کثیر رح نے اور دوسرون نے
بھی ذکر کیا کہ امام احمد رح نے عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت کی کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرث المدینہ مین چلا جاتا تھا اور
آپ ایک جریب خرما پر تکیہ دیے تھے کہ آپ کا گذر ایک قوم یہود پر ہوا پس بعض نے بعض سے کہا کہ اس شخص سے روح کا سوال کرو
اور بعض نے کہا کہ مت پوچھو کہ ایسی بات نہ کہے جو تم کو مکروہ ہو بعض نے کہا کہ پوچھو پس روح کا سوال کیا پس آپ برابر اس شاخ خرما پر
تکیہ دیے تھے مجھے معلوم ہوا کہ آپ پر وحی کیجاتی ہی پھر آپ نے کہا ویسئلونک عن الروح الآیہ۔ پھر بعض یہود نے بعض سے کہا کہ ہم نے تو
تم سے کہا تھا کہ اس سے مت پوچھو۔ رواہ البخاری ومسلم۔ اور بخاری کی روایت مین ہی کہ پھر انھون نے روح کا سوال کیا مگر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ٹھہر گئے کچھ جواب نہین دیا پس مین نے جانا کہ آپ پر وحی کیجاتی ہی پس مین اپنی جگہہ پر ٹھہر گیا جب وحی اتر چکی تو آپ نے کہا
ویسئلونک عن الروح الآیہ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ظاہر سیاق بادی الراے مین مقتضی ہی کہ یہ آیت مدنیہ ہی اور نزول اسکا اسوقت ہوا ہے
جب یہود نے مدینہ مین آپ سے روح کا سوال کیا ہی باوجودیکہ یہ سورہ پوری مکیہ ہی اور جواب اسکا یون دیا جاتا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ مکہ مین اتری
پھر دوبارہ مدینہ مین نازل ہوئی اور شاید یہ ہو کہ اُسوقت یہ وحی نازل ہوئی ہو کہ انکے سوال کا جواب اس آیت سے دیدے جو پہلے اُتر چکی ہے
مترجم کہتا ہی کہ کلام مین ایک اشارہ اسطرف پایا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ روایت مین اسطرح مذکور ہی کہ جب وحی اُتر چکی تو آپ نے کہا
ویسئلونک الخ اور یون نہین کہ پڑھا پس اشارہ ہی کہ سابق نزول کی آیت سے جواب دیا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ منجملہ دلائل کے
جنسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیت مکیہ ہی ایک یہ ہی جو امام احمد رح نے بسند جید بواسطہ عکرمہ کے حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قریش نے
یہود سے کہلا بھیجا کہ ہمکو کوئی بات بتلا دو کہ ہم اُس شخص سے اسکا سوال کرین پس یہود نے کہا کہ اس سے روح کو پوچھو تو قریش نے پوچھا
پس یہ آیت نازل ہوئی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ پھر یہود نے کہا کہ ہم کو تو علم کثیر دیا گیا
ہی ہم کو تو توریت عطا ہوئی ہی اور جسکو توریت ملی اسکو حکمت وخیر کثیر عطا ہوئی تب اللہ تعالے نے نازل فرمایا قل لو کان البحر مدادا لکلمات
ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی الآیہ۔ اور ابن جریر کی روایت مین اسی اسناد سے عکرمہ رح سے ہی کہ تب اللہ تعالے نے نازل فرمایا
ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ الآیہ یعنی تم کو جو علم دیا اور اس سے اللہ تعالے نے تم کو
دوزخ سے نجات دی تو یہ خیر کثیر ہی ولیکن وہ اللہ تعالے کے علم کے مقابلہ مین قلیل ہی۔ محمد بن اسحاق نے عطاء بن یسار سے روایت کی کہ
مکہ مین اتری وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی تو احبار یہود آئے اور کہنے لگے کہ ہم کو یہ خبر

پہونچی ہی کہ تم پڑھتے ہو کہ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ تو کیا ہم کو آپ نے مراد لیا یا اپنی قوم کو مراد لیا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے سب کو مراد لیا ہے وہ کہنے لگے کہ آپ پڑھتے ہین کہ ہم کو توریت دی گئی ہی اور اسمین ہر چیز کا بیان ہی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بمقابلہ علم الٰہی کے قلیل ہی اور تم کو اللہ تعالے نے اسی قدر دیا ہی کہ اگر تم اسپر عمل کرو تو تمھین نفع ہو اور نازل فرمایا اللہ تعالے نے ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہوا کہ اس آیت کا نزول مکہ مین ہوا اور مدینہ مین اسی کے موافق یہود کو سوال روح کا جواب دیا گیا اور جب انھون نے اپنے علم کو قلیل نہ مانا تو آیہ ولو ان ما فی الارض الآیہ اتری ہی۔ اب رہا کلام اسمین کہ سوال کس بات کا اور کس چیز کا ہی تو ظاہر قول علماء تفسیر کا یہ ہی کہ سوال روح کی ماہیت سے تھا ورنہ آثار اسکے ظاہر ہین لیکن ابن کثیر رح نے روایت عوفی رح از ابن عباس رض نقل کی کہ بات یہ تھی کہ یہود نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم کو آگاہ کرو روح سے اور کیونکر روح کو جو جسم مین ہی عذاب کیا جائیگا اور روح تو اللہ تعالے کی طرف سے ایک امر ہی۔ جب آپ نے اس آیت کریمہ سے جواب فرمایا تو کہنے لگے کہ یہ آپکے پاس کون لایا ہی آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس اللہ تعالے عز وجل کے پاس سے لایا ہی کہنے لگے کہ آپکے پاس ہمارا دشمن لایا ہی تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ سوال روح و اسکی کیفیت عذاب دونون سے تھا پھر شیخ امام نے لکھا کہ قتادہ رح نے کہا کہ روح سے مراد یہان جبرئیل ہین اور قتادہ رح نے کہا کہ ابن عباس اسکو چھپاتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ روح ایک فرشتہ ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ ایک قول ہی کہ مراد یہان ایک ایسا عظیم الخلقۃ فرشتہ ہے کہ جتنی سب مخلوقات ہی اور طبرانی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالے کا ایک فرشتہ ہی اگر اس سے کہا جاوے کہ ساتون آسمانون و زمینون کو ایک لقمہ کرلے تو وہ کر جاوے اسکی تسبیح یہ ہی کہ سبحانک حیث کنت۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی اور شیخ ابو جعفر ابن جریر رح نے بسند منقطع راوی مجہول سے حضرت علی بن ابی طالب رض سے روایت کی کہ انھون نے اس آیت مین کہا کہ روح ایک فرشتہ ہی جسکے ستر ہزار منھ ہین اور ہر منھ مین ستر ہزار زبانین ہین ہر زبان سے ستر ہزار لغات کے ساتھ اللہ تعالے کی تسبیح کرتا ہی اور ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہی جو قیامت تک ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتا ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اثر اسناد مین غریب ہے اور عجیب ہی۔ اور سہیلی نے کہا کہ حضرت علی رض سے مروی ہی کہ روح ایک فرشتہ ہی اسکے ایک لاکھ سر ہین اور ہر سر مین ایک لاکھ چہرہ ہین اور ہر چہرہ مین ایک لاکھ منھ ہین اور ہر منھ مین ایک لاکھ زبانین ہین ہر زبان سے مختلف لغات مین اللہ تعالے کی تسبیح کرتا ہی سہیلی رح نے کہا کہ بعض کے قول مین مراد اس سے ایک قسم ملائکہ کی ہی جو بنی آدم کی صورت پر ہین اور بعض کے قول مین ایک مخلوق ہی کہ وے ملائکہ کو دیکھتے ہین اور ملائکہ انکو نہین دیکھتے ہین پس وے ملائکہ کے حق مین ایسے ہین جیسے آدمیون کے حق مین ملائکہ ہین۔ سراج مین لایا کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ روح وہ جبرئیل ہین اور یہی قول حسن و قتادہ رح کا ہی۔ مجاہد رح نے کہا کہ مخلوق ہین بصورت بنی آدم انکے ہاتھ پاؤن و سر ہین نہ وے فرشتہ ہین اور نہ آدمی ہین اور کھانا کھاتے ہین۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے سوائے عرش کے کوئی مخلوق روح سے بڑی نہین پیدا کی اگر وہ چاہے کہ ساتون آسمانون و زمینون کو ایک لقمہ کرلے تو کر جاوے روح کی خلقت بصورت ملائکہ ہی اور اسکے چہرہ کی صورت آدمیون کے مانند ہی وہ قیامت کے روز عرش کے دائین جانب کھڑے ہونگے اور ستر حجابون مین سب سے زیادہ قرب الٰہی روح کو ہی اور وہ اہل توحید کی شفاعت کرتے ہین اور اگر روح و ملائکہ کے درمیان پردۂ نور نہ ہو تو سب ملائکہ جل جاوین۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سہیلی رح نے کہا کہ بعض لوگون نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جواب نہ دیا اس وجہ سے کہ انھون نے تعنت کے طور پر پوچھا تھا اور بعض نے کہا کہ جواب دیا

اور سہیلی رحہ نے اسپر اعتماد کیا کہ قولہ قل الروح من امر ربی- امر سے مراد شرع ہو یعنی شرع مین داخل ہو اور تمکو معلوم ہے کہ اسکے معرفت کی کوئی راہ بطور طبیعت یا فلسفہ کے نہین ہو بلکہ اُسکا علم از راہ شرع ہو سکتا ہو تو شرع مین داخل ہو- شیخ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ سہیلی رحہ نے جو مسلک اختیار کیا یعنی شرع مین روح کا علم ہو سکتا ہے مقام نظر و تامل ہو پھر سہیلی رحہ نے علماء کا اختلاف اس بارہ مین نقل کیا کہ روح وہی نفس ہو یا اور ہو اور تقریر یہ کی کہ وہ ایک ذات لطیف مانند ہوا کے ہو تمام جسم مین ساری ہو جیسے درخت کی رگون مین پانی ساری ہوتا ہو اور مقرر کیا کہ فرشتہ جو روح کو جنین مین پیٹ کے اندر پھونکتا ہو وہی نفس بشرط اتصال بدن ہو اور بدن سے اسکو مدح یا مذمت حاصل ہوتی ہو پھر وہ یا نفس امارہ ہو یا نفس مطمئنہ ہو اور کہا کہ جیسے پانی درخت کے واسطے حیات ہو پھر اسکے اختلاط سے پانی کا ایک خاص نام ہو جاتا ہو مثلاً انگور مین ملا پھر نچوڑ گیا تو وہ پانی نہین ہو بلکہ دبس یا خمر ہے اور اسوقت مین اسکو پانی کہنا بطور مجاز ہو ایسے ہی نفس کو روح بھی نہیں کہا جاتا مگر اسی مجاز طور پر کہتے ہین اور یون ہی روح کو بھی نفس بطور مجاز کہہ سکتے ہین پس حاصل اس قول کا یہ ہو کہ روح تو نفس کی اصل و اسکا مادہ ہو اور نفس مرکب از روح و اتصال روح ببدن ہو پس روح نفس ہو ایک وجہ سے نہ ہر وجہ سے اور یہ معنی عمدہ ہین واللہ اعلم مین کہتا ہون کہ لوگون نے روح کی ماہیت اور اسکے احکام مین کتابین تصنیف کی ہین اور سب سے عمدہ جس نے اسمین کلام کیا ہو وہ حافظ ابن مندہ رحمہ ہو سراج وغیرہ مین ہو کہ بعض کے نزدیک آیت مین روح سے مراد وہ روح ہو جو انسان کی خلقت مین مرکب ہوتی ہو جس سے انسان کی حیات ہو- امام محی السنہ نے معالم مین کہا کہ یہی اصح ہو اور ایک قوم نے اسمین کلام کیا کہ وہ کیا چیز ہو تو بعض نے کہا کہ وہ خون ہو کیا نہین دیکھتے کہ جب آدمی مرجاتا ہو تو اسمین سے کچھ زائل نہین ہوتا سوا خون کے- اور ایک قوم نے کہا کہ وہ سانس ہو اس دلیل سے کہ سانس کے روک لینے سے حیوان مرجاتا ہو اور ایک قوم نے کہا کہ وہ جسم کے اعراض مین سے ہو اور ایک قوم نے کہا کہ وہ جسم لطیف ہو اور بعض نے کہا کہ روح ایک معنی ہین جسمین نور و طیب و علم و علو و بقاء مجتمع ہو تو نہین دیکھتا کہ جب آدمی زندہ ہوتا ہو تو اسمین یہ تمام صفات موجود ہوتے ہین اور جب مرا تو یہ سب زائل ہو جاتے ہین- مترجم کہتا ہو کہ یہ اقوال اس قسم کے ہین کہ انہین سے خود ایک دوسرے کی تردید کرتا ہو مثلاً جنھون نے دعوی کیا کہ روح وہ خون ہو انپر لازم آتا ہو کہ خون زائل ہونے کے ساتھ علم وغیرہ بھی زائل ہوا ہو حالانکہ دماغ موجود ہے اور یہ خیال تو صحیح ہو کہ شاید اسی روح کے ساتھ خون زائل ہوا ہو تو اسی پر کیونکر یقین کر لیا جاوے کہ وہ فقط خون ہو اور اسمین کچھ شک نہین کہ دیوانہ و مجنون کے اندر بہت زیادہ خون ہوتا ہو مگر ان اوصاف سے بے بہرہ ہو اور وہی خون دوسرے جانورون مین بھی بکثرت ہے تو خواہ مخواہ اس جسم کی ترکیب کو دخل ہوا و علی ہذا القیاس باقی اقوال کی بھی یہی کیفیت ہو- امام محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اقوال مین سے اولی قول ہے کہ روح کی ماہیت کو اللہ تعالے کے علم پر چھوڑا جاوے اور یہی اہل السنہ والجماعہ کا مذہب ہو- عبداللہ بن بریدہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے روح پر کسی مقرب فرشتہ و پیغمبر مرسل کو مطلع نہین کیا پھر واضح ہو کہ ما اوتیتم کا خطاب فقط عوام و یہود کو ہوا یا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہین پس بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہین شامل ہین اور بعض نے کہا کہ شامل ہین اور مروی ہو کہ یہود نے کہا کہ کبھی تو آپ کہتے ہین من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا- اور کبھی یہ کہتے ہین کہ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا حالانکہ ہمکو توریت عطا ہوئی ہے- علامہ زمخشری نے کہا کہ یہود نے جہالت سے جو اعتراض کیا کچھ بھی وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ قلت و کثرت معنی اضافی ہین مثلاً لاکھ روپیہ بہت ہو لیکن بہ نسبت سو یا ہزار کے و لیکن بہ نسبت ہزار کرور کے بہت قلیل ہو تو ایک ہی چیز اپنے اوپر کی نسبت قلیل ہوتی ہو اور اپنے نیچے کی نسبت کثیر ہوتی ہے لہذا بمقابلہ علم الٰہی کے بندون کا علم بہت قلیل ہے اور بندون مین سے جسکو علم الکتاب ہو وہ غیرون سے

کثیر العلم ہو۔ بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روح کے معنی جانتے تھے ولیکن اس سے آگاہ نہ فرمایا اور یہان آگاہ کرنا رسالت
مین مضر نہین ہے اسواسطے کہ یہ علم نبوت سے متعلق ہو بلکہ پیغام کے طور پر اسکو نہ پہونچانا مفروض تھا۔ امام بغوی رح نے معالم مین کہا کہ اصح
یہ ہو کہ روح کا علم اللہ تعالے نے اپنے ہی تک مخصوص رکھا ہو۔ اور ابویزید سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذر گئے اور آپ روح کو
نہین جانتے تھے۔ امام رازی رح نے کہا کہ قولہ قل الروح من امر ربی یعنی میرے رب کا فعل ہو اور یہ جواب دلالت کرتا ہو کہ انھون نے
یہ سوال کیا تھا کہ روح قدیم ہو یا حادث ہو تو جواب دیا کہ نہین بلکہ حادث ہو اور اسکا وجود اللہ تعالے کے فعل سے ہوا ہو اُسی نے اسکو پیدا
وایجاد کیا ہو پھر امام رازی نے اسپر یہ حجت پیش کی کہ روح ابتداے فطرت مین علوم سے خالی ہوتی ہو اور اسکو معرفت حاصل نہین
ہوتی ہو پھر اسکے بعد اسکو معارف و علوم حاصل ہوتے جاتے ہین پس وہ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال پر اور ایک حد نقصان سے
بجانب کمال تغیر و تبدل کرتی جاتی ہو اور یہ تغیر و تبدل حدوث کی علامت ہو لہذا قولہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یہ دلیل ہو اس امر کی
کہ روح حادث ہو چنانچہ تم کو ابتداے فطرت سے اسوقت تک اکتساب سے علوم حاصل ہوے تو یہ تغیر واقع ہوا پس تمھاری روح حادث
ہو۔ سراج مین خطیب رح نے کہا کہ امام رازی کی طرف سے یہ نفیس لطیفہ ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک صواب یہی ہو کہ پوچھنے والون
نے ماہیت روح سے سوال کیا اور انکو جواب ملا کہ تم کو علم قلیل دیا گیا ہو اور یہ بات کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس خطاب مین شامل
ہین یا نہین تو شاید کہ نہ شامل ہون اور مؤید اسکی وہ روایت صحیح ہو کہ آحاد قراءت مین وما اوتوا من العلم الا قلیلا آیا ہو یعنی پوچھنے والون کو
علم قلیل عطا ہوا ہو۔ پھر یہ ممکن ہو کہ بہت سے علماء یا سب ہی ماہیت روح سے واقف نہ ہون کیونکہ مرجع اسکا امر اللہ عز وجل ہے اور
صفات باری تعالی کی کُنہ حقیقت سے کوئی آگاہ نہین ہو سکتا ہو اور ما سواے کُنہ حقیقت کے اور طور پر علم الروح تو اس سے سکوت ہے
اور اولی یہان وہی ہو جو امام محی السنہ نے کہا کہ یہ علم جناب باری تعؑ کی طرف موکول کرنا چاہیے۔ ہان یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ اقوال
پریشان جنھون نے جسمانیات و محسوسات مین کلام کیا اور چاہا کہ جسم کے اجزاء مین سے روح کو بھی قرار دین اور محسوسات کی نظر سے تجاوز
نہین کر سکے تو اس مین حق یہ ہے کہ جسم و اسکے حواس وغیرہ دوسری چیز ہین اور روح لطیفۂ الٰہیہ دوسری چیز ہو اور مومن کی روح
خوشبودار نہایت پاکیزہ خوشبو کے ساتھ ہوتی ہو اور کافر کی روح بدبودار نہایت گندی بدبو کے ساتھ ہوتی ہو۔ اور اکابر اہل الحق نے
روح کے واسطے حواس علیحدہ ثابت کیے ہین اور وہ صحیح ہو حتی کہ اگر جسمانی بعضے اعضاء و حواس باطل ہون اور روحی حواس اس شخص کے
ظاہر ہو گئے ہون تو کچھ ضرر نہ ہوگا مثلاً ممکن ہو کہ بے پاؤن کا آدمی تیز دوڑے۔ اور سہیلی رح نے جو روح و نفس مین تفرقہ و امتیاز بیان کیا وہ ایک
مجہول سے دوسرے مجہول مین امتیازی گفتگو ہو کہ اس معنی مین نفس بھی مجہول ہو اگر نفس سے سوال کیا جاوے تو روح کا جواب ہوگا پس
نہایت عمدہ یہ ہو کہ اسقدر جان لیوے کہ وہ جسم کے اجزاء مین سے نہین ہو پھر زیادہ اسمین کلام بیکار ہو بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی فرمانبرداری
پر ثابت قدم ہو کر پاکیزہ ہو کہ سواے ماہیت کے اور طور پر خود ہی علم حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالے اور یہ موقوف بفضل الٰہی ہے۔ ف
فی العرائس قولہ تعالے ویسئلونک عن الروح الآیہ اللہ تعالے نے ظاہری علوم رسمی مین علم روح کو مبہم فرمایا مگر انبیاء و اولیاء کے
واسطے علم مکاشفہ مین اُسکو ظاہر کر دیا اسطرح کہ مکاشفہ مین انکو روح مع اوصاف کے دکھلا دی اور یہ اللہ تعالے کا ایک بھید اُنکے
پاس ہوتا ہے اور وے اُسکو چھپاتے ہین کیونکہ افہام خلق کے اسقدر ادراک نہین کر سکتی ہین ولیکن انبیاء و اولیاء اس روح کی ماہیت
سے واقف نہین ہوتے ہین۔ قال المترجم مین نے جو کچھ اوپر لکھا اسکے لکھنے کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے اشارات مین اس بیان پر مطلع ہوا

الحمد للہ کہ میرے اوہام مذکورہ شیخ رحمہ اللہ کے علم مکاشفہ سے موافق ہوئے ثم الحمد للہ علی ذلک پھر شیخ رحمہ اللہ نے ماہیت روح پر وقوف نہ ہونیکی دلیل بیان فرمائی کہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ قل الروح من امر ربی۔ اور اسکی ماہیت پر کوئی مطلع نہین سوائے اسکے پیدا کرنیوالے کے اور خلق اسکی ماہیت پر کیونکر مطلع ہو کیونکہ خلق بھی معدوم تھی اور وہ بھی معدوم تھی پھر اُسپر حق عزوجل نے ذات وصفات قدسیہ کو بصفت تجلی وکشف کے عیانا بدون حجاب عدم کے ظاہر کرکے اسکو پیدا کیا وہی روح ہی پس روح کو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت قدیمہ اور ارادہ ازلیہ سے اُسوقت ایجاد کیا جب کہ صفات نے ذات کو اور ذات نے صفات کو مشاہدہ کیا اور ہر صفت نے دوسری صفت کو مشاہدہ کیا اور صفات نے فعل کو مشاہدہ کیا اور فعل نے عدم کو مشاہدہ کیا پس موجود مباشر معدوم ہوا اور قدم کے مباشر عدم ہونے سے ظہور روح ہوا اور وجود روح ہوا جو موجود بوجود ذات وصفات ومشاہدات ہی اور شہود روح بصفت ظہور کامل جامع متصف بصفات حق متخلق باخلاق حق ہی اور اسکا یہ مرتبہ پہونچا کہ فیض فعل سے تمام جہان کو محیط ہی یعنی تمام ثمرات اسی سے ہین پس جہان کہین اسکا عکس پڑتا ہی اسکو حیات کاملہ تامہ حاصل ہوتی ہی کہ پھر موت نہین رہتی ہی اور اُسکے خاصہ سے ہی کہ وہ ہر خوبصورت مستحسن کی جانب میل کرتی ہی اور ہر آواز پاکیزہ اور خوشبوے پسندیدہ کی طرف میل کرتی ہی کیونکہ اسکا جوہر لطیف پاکیزہ ہی۔ ظاہر اسکا غیب اللہ ہی اور باطن اسکا سر اللہ ہی اور وہ مصور بصورت آدم ہی اور خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ کے یہ معنی ہین کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اُسی کی صورت پر پیدا کیا ہی اور جب اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کرنا چاہا تو اسکی روح حاضر فرما کر آدم کو اُسی روح کی صورت پر پیدا کیا اسی واسطے حدیث مین وارد ہوا کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ ابہام کے ساتھ فرمایا بضمیر مذکر یعنی علی صورتہ اور علی صورتہا نہین فرمایا اگرچہ روح مونث سماعی ہی۔ ابن عباس رض نے کہا کہ روح ایک مخلوق ہی اللہ تعالےٰ کی مخلوق مین سے اُسکو اللہ تعالےٰ نے آدم کی صورت پر پیدا کیا ہی یعنی ہر آدمی کی روح اسکی صورت پر ہی اور جو آسمان سے اتارا گیا اُسکے ساتھ ضرور ایک روح ہوتی ہی۔ ابو صالح نے کہا کہ روح مانند ہیات انسان کے ہی اور انسان نہین ہی۔ مجاہد رح نے کہا کہ روح بصورت بنی آدم ہی اُسکے ہاتھ پاؤن اور سر ہی وہ کہاتے پیتے ہین نہ وہ آدمی ہین نہ ملائکہ ہین۔ یہ جو مین نے ذکر کیا یہ علم کثیر نہین ہی بلکہ اللہ تعالےٰ نے تو فرمایا کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی تمکو قلیل علم ہی اور میرا علم اس قلیل مین سے بھی بہت اقل ہی بعض مشائخ نے کہا کہ روح شعاع حقیقت ہی جسمون مین اسکے آثار مختلف ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ روح ایک لطیفہ ہی جو اللہ عزوجل کی طرف سے معروف مقامات مین ساری ہوتی ہی اسکے بارہ مین اسقدر ہم کہ سکتے ہین کہ وہ موجود بایجاد الٰہی ہی اور زیادہ کچھ نہین کہ سکتے ہین۔ واسطی رح نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے ارواح اکابر یعنی اپنے خاص بندون کی ارواح کو پیدا کیا تو انپر اپنی معرفت کی چادر اڑھادی پس خود اپنی معرفت اُننے ساقط کردی بوجہ اس معرفت کے اور اپنے علم سے انکو لباس دیدیا جس سے وہ ساقط ہوگیا جو اُسنے اپنی ذاتی علم سے جانا تھا پس اُسکی معرفت وہی رہی جو حق تعالےٰ نے اُسکو معرفت دی اور اُسکا علم وہی رہا جو حق عزوجل سے اسکو علم حاصل ہوا پھر اس روح کو اپنی محبت سے جو اسکے ساتھ ہی اسکی محبت پر خالق عزوجل کے ساتھ مصور فرمایا۔ کہا جاتا ہی کہ روح کا خروج از کون وجود نہین ہوا کیونکہ اگر خروج اسکا وجود سے ہوتا تو اسپر ذلت ہوتی تو کہا گیا کہ پھر اسکے جمال وجلال کے درمیان سے کس چیز سے نکلی بملاحظہ اشارہ اور حق عزوجل نے اسکو چادر جمال سے ڈھانپا اور حلہ حسن سے ملبوس فرمایا اور اپنے سلام سے سلامتی دی اور اپنے کلام سے تحیت عطا کی پس وہ ذلت کُن سے آزاد ہی۔ ابو سعید الخراز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ روح کیا مخلوق ہی فرمایا کہ ہان اور اگر یہ نہ ہوتا تو وہ ربوبیت کا اقرار نہ کرتی جو عہد ازل کے وقت واقع ہوا ہی اور روح ہی سے بدن پر حیات کا نام ڈالا ہی اور روح ہی سے عقل ثابت ہوئی ہے اور

روح ہی سے حجت قائم ہو اور اگر روح نہ ہوتی تو عقل معطل وبیکار ہوتی اسپر کوئی حجت قائم نہوتی اور نہ اسکی کوئی حجت ثابت ہوتی واسطی رح سے سوال کیا گیا کہ جب روح ظاہر کی گئی تو اسکا ٹھکانا کہان تھا فرمایا کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا اور مقبوض فرمایا جہان تھی حتی کہ جو معائنہ کیا وہ عیان ہوا کیونکہ ارواح کے نزدیک یہ دنیا و آخرت برابر ہو۔ پھر جب بیان فرمایا کہ لوگون کو علم قلیل دیا گیا ہو تو تنبیہ کیا کہ اگر حق تعالے چاہے وہ بھی لے لے بقولہ تعالے

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم چاہین تو لیجاوین اسکو جو ہم نے تجھے وحی فرمایا ہو پھر تو نہین پاویگا اپنے لیے اُسکا ہمپر کوئی وکیل ولیکن رحمت ہو

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا

تیرے رب سے بیشک اسکا فضل تو تجھ پر بہت بڑا ہے کہدے کہ اگر اکٹھے ہون انسان اور جن اس کام پر کہ لا دین

بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ

مثل اس قرآن کا تو نہین لادینگے اسکا مثل اور اگرچہ ہوجاوین بعضے بعضون کو مددگار اور بیشک ہم نے لوٹ پھیر کے بیان کردی

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

اس قرآن مین ہر ایک مثال سے پھر نہ مانا بہیترے لوگون نے مگر انکار ہی کیا

اسمین اللہ تعالے نے نعمت قوی وفضل عظیم اپنے بندہ رسول کریم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر بیان فرمایا در بارہ وحی قرآن کے چنانچہ فرمایا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا یعنی اگر ہماری مشیت متعلق ہو۔ ارادہ دوسری چیز ہو اور مشیت دوسری چیز ہو کیونکہ جو ارادہ ہوا وہ ضروری ہوتا ہو مشیت سابقہ کفر وایمان کے ساتھ متعلق ہو مگر ارادہ سے فرق ہو اور یہ فرق دلیل کے ساتھ عقائد مین مذکور ہو اور یہان تو یہی فرمایا کہ اگر ہم چاہین۔ لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ تو لیجاوین اسکو جو کہ۔ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ہم نے تجھے وحی کیا ہو۔ یعنی اگر ہم چاہین تو قرآن تیرے قلب وحفظ سے اور جہان تم لوگون نے لکھ رکھا ہو سب لیجادین اور اٹھا لیوین۔ خواہ اسطرح عیانا یا دل سے بھلا دین اور لکھا ہوا محو فرما دین اور یہ اگرچہ عادت کے خلاف ہو لیکن اللہ تعالے کی قدرت مین نہایت ہی آسان ہو جب کہ بندہ دوسرے کے ساتھ اسکو بطور بندون کے کرسکتا ہو۔ واضح ہو کہ عادت تو اس چیز کی ہوجاتی ہو جسکو آدمی سو پچاس برس ایک حال پر دیکھتا رہا ہو اور ممکن ہے کہ حکمت آلہیہ مین اتنی مدت تک یا اس سے زیادہ ہزار دو ہزار برس تک خلاف اس عادت کے ضروری نہ ہو تو خلاف واقع نہ ہوگا اور وہی ایک سلسلہ جاری رہیگا پس عادت واسکی مخالفت کا تو کچھ اعتبار نہین ہو اور یہ جو اس زمانہ مین بہت سے احمق اس کو خلاف عقل سمجھتے ہین اُنسے نہایت تعجب ہو کہ اپنے وجود کو اور تمام چیزون کے وجود کو خلاف نہین سمجھتے اور کیا دلیل رکھتے ہین کیونکہ اصلی دلیل خلقت وپیدائش ہو اور وہ ایک قدرت ہو جیسے اس عنوان سے متعلق ہوئی اسی طرح جس ممکن عنوان سے کہا جاوے ہوسکتا ہے پس جس بات کا ہونا ممکن ہو اُسمین کوئی محال عقلی لازم نہ آتا ہو وہ ہوسکتا ہو اگرچہ ہم نے ایسا کبھی نہ دیکھا ہو اور محال عقلی سے یہ مراد ہو کہ مثلاً جزو اپنے کل سے بڑا ہو یہ محال ہو اور دو نقیض کا ایک حال مین یکجا جمع ہونا محال ہو علی ہذا القیاس جو محال عقلی نہ ہو وہ ممکن ہو اور ظاہر ہو کہ اگر قرآن دل سے بھلا دیا جاوے اور کتاب سے محو کردیا جاوے تو کچھ محال نہین ہو اور یہ اگرچہ واقع نہین ہوا مگر آخر واقع ہوگا چنانچہ شیخ امام ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ لوگون پر ایک سرخ ہوا جانب شام سے آویگی

آخر زمانہ مین ۱۲ ابن کثیر

پس کوئی آیت کسی شخص کے دل مین یا مصحف مین باقی نہ رہیگی پھر ابن مسعود رض نے پڑھا قولہ تعالے وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا
الیک ثُمَّ پھر بعد اس لیجانے کے لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا کوئی کفیل ہم پر اس کام کا اپنے واسطے نہ پاویگا کہ وہ تجھے اس کو
یا اسمین سے ایک آیت کو بھی واپس لادے جیسے وکیل ایسے کام کا ملتزم ہوجاتا ہے مراد کفیل ہے جو ضامن ہوتا ہے۔ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ط
حرف الا- استثنا متصل ہے تو وکیل سے استثنا ہے یعنی وکیل نہ پاویگا مگر رحمت الٰہی کہ اگر پھر رحمت الٰہی ہو تو واپس دیدیا جاوے۔ یا استثنار
منقطع ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لکن لا نشاء رحمۃ من ربک یعنی لیکن ہم ایسا نہین چاہتے رحمت ہے تیرے رب کی تجھپر۔ یا تقدیر یہ کہ لکن رحمۃ
من ربک القینا الی قرب الساعۃ لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت سے ہم نے اُسکو قیامت کے قریب تک باقی رکھا ہے کیونکہ قیامت
کے قریب اٹھا لیا جائیگا چنانچہ سعید بن منصور نے اور حاکم نے اور طبرانی و بیہقی وغیرہم نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ یہ قرآن
عنقریب اٹھا لیا جائیگا۔ پوچھا گیا کہ کیسے اور اسکو تو اللہ تعالے نے ہمارے دلون مین محفوظ کردیا اور ہم نے مصاحف مین لکھ لیا ہے فرمایا
کہ ایک رات مین ہوا آویگی پس نہ چھوڑیگی وہ کوئی آیت دل مین نہ مصحف مین مگر آنکہ اٹھا لیجاویگی پھر تم صبح کروگے اس حال مین کہ
تمہارے پاس قرآن سے کچھ نہ ہوگا پھر یہی آیت پڑھی۔ قال الحاکم صحیح الاسناد اور ایسا ہی ایک جماعت صحابہ سے موقوف و مرفوع دونون
طرح مروی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالے کی رحمت سے باقی ہے اور یہ رحمت بہ برکت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ إِنَّ فَضْلَهُ
كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا یعنی فضل الٰہی ہمیشہ سے تجھپر بڑا ہے بسبب اسکے کہ علم و قرآن تجھپر باقی رکھا یا اُسکا فضل تجھپر بڑا ہے اس سبب سے
کہ تجھکو سید اولاد آدم کیا اور خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا کیا اور قرآن تجھپر باقی رکھا۔ امام رازی نے یہان ذکر کیا کہ اللہ تعؐ کا
احسان دو قسم کا علماء پر ہے اول یہ کہ اللہ تعالے نے اس علم کو انپر آسان کردیا۔ دوم یہ کہ انپر محفوظ باقی رکھا پس ہر ذی علم پر واجب ہے
کہ اللہ تعالے کی ان دو نعمتون کو فراموش نہ کرے اور اسکا شکر بہ ادا کرے۔ سراج مین کیفیت رفع القرآن مین حدیث ابن مسعود رض
نقل کی مانند اسکے جو اوپر مذکور ہوئی اور آخر مین اسقدر زیادہ ہے کہ پھر لوگ اشعار مین پڑجاوینگے۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے
مروی ہے کہ نہوگی قیامت یہانتک کہ اٹھا لیا جاوے قرآن جس راہ سے نازل ہوا ہے وہان اسکی آواز مثل شہد کی مکھی کے آواز کے ہوگی
عرش کے نیچے۔ پس رب عز وجل فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے وہ عرض کریگا کہ اے رب مجھے تلاوت کیا جاتا ہے مگر کچھ عمل نہین کیا جاتا ہے
ایک روایت ابن مسعود رض سے یون ہے کہ اول جو چیز تم اپنے دین سے گم کروگے امانت ہے اور آخر مین جو گم کروگے نماز ہے اور ایک قوم ہوگی
کہ نمازین پڑھینگی اور کچھ دین انمین نہین ہے اور یہ قرآن ہے کہ ایک روز تم صبح کروگے اس حال مین کہ اسمین سے کچھ تمہارے پاس نہ ہوگا
پھر اللہ تعالے نے قرآن کی فضیلت عظیمہ بیان فرمائی جسکو رحمت سے باقی رکھا ہے کہ یہ سوائے رحمت الٰہی عز وجل کے کسی طرح حاصل
نہین ہوسکتا اگرچہ تمام جہان جن و انس وغیرہ جمع ہوکر کوشش و مددگاری کرین یہ تو حال ہے اور کفار عاجز ہوکر اسقدر ہٹ دھرمی
کرتے کہ کبھی ایک آیت و سورہ کے برابر نہ لاسکے مگر کہتے کہ ہم چاہین تو ایسا کہلین پس فرمایا قُلْ کہدے عام لوگون سے تاکہ فضیلت
قرآن سے متنبہ ہون اور خاصکر کافرون سے جو دروغ ہٹ دھرمی کرتے ہین کہ۔ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ اگر جمع ہوجاوین سب
انسان وَالْجِنُّ اور سب جن۔ یعنی انسان سب خواہ انکو نہ جانتے ہون یا جانتے ہون کہ بڑے بلیغ و فصیح و حکیم ہین اور جن خواہ کاہن ہون
یا نجومی یا رمال یا کوئی جسکو بڑا غیب دان جانتے ہون یہ سب کے سب مجتمع ہون ایک جگہ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ اس
کام پر کہ لاوین مثل اس قرآن کا۔ بلاغت و حسن نظم مین اور عجائب حکمت اسرار و معانی مین مثل ہو لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ نہین

لاوینگے اسکے مثل یعنی نہین قادر ہین کہ اُسکے مثل لاوین پس قرآن کا اعجاز نظم مین ہو اور بلاغت کی تالیف مین اور اسرار حکمت و معانی
و اخبار غیب مین اور وہ کلام انتہاے بلاغت پر ہو کہ کسی طرح کلام مخلوق سے مشابہ نہین ہو اور اگر کلام مخلوق ہوتا تو اسکے مثل لاسکتے۔ مترجم
کہتا ہو کہ اسکی بلاغت و فصاحت تو محسوس ظاہر ہو اور اخبار غیب مین بھی معائنہ ہین اور رہے اسرار حکمت و علوم صفات و عجائب دقائق نفس
جو بے انتہا اور دقیق ہین وہ البتہ غیر محسوس ہین کہ بعد علم و عمل کے اللہ تعالےٰ منکشف فرماتا ہو اور اُسوقت آدمی عیاناً جانتا ہو کہ کسی طرح
اسکا مثل امکان مین نہین ہو پھر واضح ہو کہ اسکی فصاحت و بلاغت حسی تو ابتداے نزول سے اسوقت تک ہر زمانہ مین کرورون کی شہادت
سے اسقدر متیقن و ثابت ہو کہ ہمین اب کسی کو توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہین ہو کیونکہ علماے ہندوستان و کابل و بخارا و خراسان و فارس
و شیراز و روم و شام بے انتہا رو گذرے جنھون نے فن بلاغت مین بڑی بڑی کتابین بنائین اور کرورون شعراے بلیغ و فصیح گذرے
سب نے قرآن کی بلاغت کے سامنے گردن جھکائی نہ اسوجہ سے کہ وے مانتے تھے بلکہ ازراہ بلاغت کے جہان ہر قاعدہ پر اشعار عرب و کلام
کی مثالین دین وہان قرآن پاک کی آیت سے جو مثال دی ہمین ظاہر کیا کہ جس بلاغت کی مثال ہو وہ تو اس آیت مین ظاہر ہو علاوہ
اسکے اس آیت مین اتنی بلاغات اور زائد ہین کہ اسی نظم سے اجتماع ہوا ہو پھر سب سے زیادہ دلیل اعجاز قرآن کی یہ ہو کہ تمام عرب جنکی
زبان تھی اور وے اس زمانہ مین بلاغت و فصاحت کے بڑے مدعی تھے اور خانۂ کعبہ پر قصائد لٹکائے تھے کہ کون اسکے مثل لاتا ہو جب سے
قرآن مجید نازل ہوا اسوقت سے اسکی بلاغت و فصاحت کے سامنے سب نے اپنا دعویٰ چھوڑ دیا اور اپنی لن ترانی بھول گئے پس
معلوم ہو گیا کہ تمام عرب نے جس قرآن کی بلاغت و فصاحت کے آگے سر جھکایا تو اب ہمین کوئی تردد نہین ہو سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا
کہ اگر اس زمانہ مین کوئی نصرانی یا یہودی یا اور کوئی ہمین کچھ اعتراض پیدا کرے تو اس شدت سے احمق ہو کہ ایک غیر ملک کا آدمی
جس نے کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی زبان سیکھی اور خود اہل زبان نہین اور اس ملک کا نہین ہو پھر بھی اسقدر نہین جانتا جسقدر روم و شام
وغیرہ کے علما جنکی تصانیف سے اُسنے کچھ سیکھا ہو متبحر و ماہر تھے تو پھر وہ عرب اہل زبان سے بدرجہا بدتر وہ بے زبان ہو پھر سابق زمانہ کے فصحا
و بلغاے عرب سے تو بے انتہا بدتر ہو وہ دعویٰ کرے کہ ہمین کچھ ہو اور اسکو اپنی حماقت پر شرم نہ آوے لاحول ولا قوة الا باللہ۔ پس یہی صحیح ہو کہ
یہ قرآن بذات خود بے مثل اور لوگون کو عاجز کرنیوالا ہو۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے محمد بن اسحاق کی روایت کو حضرت ابن عباس سے ذکر کیا
کہ یہود نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ کیا کہ ہم اس قرآن کے مثل لاسکتے ہین پس نازل ہوا قولہ لایاتون بمثلہ۔ وَلَوْ كَانَ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ یعنی اگرچہ بعضے انمین سے بعض کی پشتی و مددگاری کرین۔ شیخ نے لکھا کہ روایت ابن اسحاق مین نظر ہے
اور یہ سورۂ مکیہ ہو اور یہود آپ کے پاس مدینہ مین مجتمع ہوے تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ اصل مین روایت یون ہو کہ جب اہل مکہ سے
تحدی کی گئی کہ تم اس کے مثل ایک سورت لاؤ پھر سب سے چھوٹی سورت لاؤ پھر آیت لاؤ تو قریش نے یہود مدینہ سے اس بارہ مین
استمداد چاہی کہ تم اہل کتاب ہو ہمکو بتلاؤ انھون نے قریش سے کہا کہ ہم اسکے مثل لاسکتے ہین مگر ان گمراہون سے کیا ہو سکتا تھا جب
لائے اور قریش و عرب نے خود سخیف سمجھا تو عاجز ہو کر خاموش ہوے پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا کہ قل لئن اجتمعت الانس والجن
الآیہ۔ پس برملا انپر اعلان کر دیا گیا کہ تم لوگ باہم لاکھ مددگاری کرو بلکہ جن و انسان تمام مجتمع ہو جاوین تو اسکے مثل نہین لاسکتے ہین
اسی پر یہ حجت تمام ہو گئی۔ روایت ہو کہ ایک عرب نے بعض آیات سنکر پڑھنے والے کی طرف سجدہ کیا اُسنے کہا کہ مجھے کیا سجدہ کرتا ہے
اُس نے کہا کہ مین بلاغت ان آیات کو سجدہ کرتا ہون۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ یعنی ہم نے لوگون کے مختلف وجوہ سے لوگون کے

واسطے بیان کیا- فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن مین مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر ایسے معانی جو نہایت خوبی و خوش اسلوبی مین مثل کے مانند ہین بعض نے کہا یعنی ہر ایک قسم کی چیزین وعدہ و وعید و احکام و امثال و قصص و عبرت و توحید و صفات وغیرہ کو اور من کل مثل یعنی ہر قسم کی ایک مثال- اور مترجم کہتا ہو کہ اسمین تمام نفوس کے وجوہ شامل ہین یعنی نفوس کے وجوہ مختلف ہوتے ہین بعض ایک اسلوب کلام سے موافق ہین اور بعض دوسرے سے مثلاً کسی کو استعارات پسند ہین اور کسی کو تمثیلات غرضکہ وجوہ نفس کے موافق بھی اسمین موجود ہو پس جو نفس اس لائق ہو ہر ایک کے واسطے اسمین مواقع ہین کہ اس نفس مین اثر کرین اور وہ نصیحت پکڑے- فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا پس انکار کیا اکثر لوگون نے مگر کفر و انکار کرنا- واضح ہو کہ یہ ناس بصورت انسان ہین جیسے کفار عرب وغیرہ اور معنی انسانیت اور روح پاکیزہ انمین نہین ہو لہذا انمین اس کلام پاک کے نور نے جگہ نہ پائی بلکہ اوہام کی تاریکی کو انمین موافقت آئی اور بالکل بے بنیاد کو تحقیق سمجھے اور حق کو ناحق مانا- اگر کہا جاوے کہ اِلّا استثنا بعد نفی کے ہوتا ہی جیسے ما ضربت الا زیدا- اور یہ جائز نہین کہ ضربت الا زیدا پھر ابی اکثر الناس الا کفورا کیونکر جائز ہوا تو جواب یہ ہو کہ ابی بمعنی نفی ہے گویا کہا کہ فلم یرضوا الا کفورا- اور یہ فصاحت عالی ہو کہ کلام مثبت ایسے عنوان مین ہو کہ مفید نفی و مصحح استثنا رہے- پھر جب دلیل سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید کمال درجہ بلاغت و اعجاز پر ہو جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دعوی کرتے ہین اور کفار عرب و یہود وغیرہ سب اُسکے معارضہ سے عاجز ہوے اور حجت حق انپر لازم آئی اور حق غالب ہوا تو مغلوب ہوکر جیسے مبہوت ہوتا ہو کہ بیہودہ ہٹ دھرمی کرتا ہو اسی طرح حیرت مین پریشان ہوکر بیہودگی سے اپنی نفسانیت کے معجزات مانگنا شروع کیے کما قال تعالے

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ

اور کہنے لگے کہ ہم تو تجھے کبھی نہ مانینگے جبتک یہ نہوکہ تو روان کردے ہمارے لیے زمین حجاز مین چشمہ　یا ہووے تیرے لیے باغ　خرمے اور انگور کا

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ

پس پھوڑ نکالے تو نہرون کو اسکے درمیان اچھی روانی سے　یا گرادے　آسمان کو جیسے تونے زعم کیا ہے ہمارے اوپر ٹکڑے　یا لاوے　اللہ

وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى

و ملائکہ کو　قبیل　یا ہووے تیرے لیے مکان　سونے کا　یا تو چڑھ جاوے آسمان مین　اور ہم تیرے چڑھنے پر بھی نہ مانینگے　یہانتک

تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

کر تو اتار لادے ہم پر ایک کتاب کہ اسکو ہم پڑھین　تو کہدے کہ پاک ہو میرا رب مین نہین ہون مگر ایک بشر بھیجا ہوا اللہ تعالی کا

کفار قریش نے چھ قسم کی باتون سے عناد پھیلایا اور اصلی مقصود یہ تھا کہ قرآن کے مقابلہ مین ہماری عاجزی سے لوگون کے دلون مین وقعت آئی ہو تو ہٹ دھرمی چاہی اور یہ کہ شاید ہوس دنیاوی پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم راضی ہوجاوین اور پھر وہی باطل جاری ہو اور اسمین بہت بڑا دخل شیطان کے وساوس کا تھا اور اسمین بڑی حکمت بالغہ الٰہی عز وجل موجود ہو غرضکہ منجملہ چھ معجزات کے اول- وَقَالُوْا اور کہنے لگے کفار قریش اور جو عرب انکی دوستی و پیروی مین تھے- لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم تو کبھی تجھے نہ مانینگے حَتّٰى تَفْجُرَ یہانتک کہ تو اچھی طرح روان کردے- لَنَا ہمارے لیے- مِنَ الْاَرْضِ زمین حجاز مین جو ریگستان بے آب ہے- يَنْۢبُوْعًا- چشمہ کثیر الماء جسمین کثرت سے پانی ہو اور جوش مارتا ہو کہ کبھی خشک نہ ہو- عاصم و حمزہ و کسائی کی قراءت مین تفجر بفتح تا و سکون فا کے

لیبلو معنی یہ کہ تو روان کر دے یعنی مبالغہ نہین ہے۔ معجزہ دوم۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ یعنی خالی تیرے واسطے ہو جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ
بڑا باغ خرما اور انگور کا۔ عنب پھل انگور کے۔ حالانکہ مراد درختان انگور ہین جیسے نخیل درختان خرما لیکن عنب کے درخت سے زیادہ
کام کا عنب یعنی پھل ہے۔ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا یعنی اسکے وسط مین تو نہرین جاری کرے پس یہ نفع خود تیری ذات کے واسطے
مخصوص ہوگا اور ہم مان لینگے اسمین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملاک الامر انکے نزدیک دنیاوی مال ومتاع کا حصول ہے خواہ کسی کو ہو اور
جسکو یہ نہو وہ خوار ہے۔ معجزہ سوم۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا یا گرا دے تو آسمان کو جیسے تو نے زعم کیا ہے ہم پر ٹکڑے
یعنی جیسے کفر وشرک پر وعید وتہدید کی گئی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے سب مر جاؤ تو وہی کہا کہ اچھا یہی کر دے۔
عجب ہے کہ اگر یہ کر دیا جاوے تو کیسے ایمان لاوین حالانکہ انھون نے کہا کہ ہم اسوقت ایمان لاوینگے کہ تو یہ کر دے یا یہ کر دے یا یہ کر دے
مگر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور مراد ان باتون سے یہ تھی کہ نہ یہ چیزین ہونگی اور نہ ماننا پڑیگا مگر
شاید یہ شخص اپنے دروغ سے باز آوے اور بتون کی تعریف وبت پرستی مین رخنہ نہ ہو اور یہ غرض نہ تھی کہ واقعی تصدیق کے لیے کوئی بات ہو
حتی کہ اگر ہوتی تو بھی نہ مانتے کیونکہ وے تو آسمان کے ٹکڑے اپنے اوپر گرواتے اور پھر ایمان لاتے تھے نافع وابن عامر وعاصم کی قراءت مین
کسفا بفتح سین ہے جمع کسفہ جیسے قطع جمع قطعہ اور باقیون کی قراءت مین سکون سین ہے اور معنی واحد ہین جیسے دمنہ کی جمع دمن ہے اور
نصب اسکو بنا بر حالیت کے ہے دونون قراءتون پر۔ مطالبہ چہارم۔ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ یا لے آ اللہ تعالیٰ و
ملائکہ کو مقابلہ مین نظر کے۔ یعنی آنکھون کے سامنے ہم سب کو دکھین اور کچھ پوشیدہ نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ کس قدر جہالت و دلیری بیحیائی
تھی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے خالق عز سلطانہ کے ساتھ اسقدر دلیری کرتے تھے ولیکن سچ یہ ہے کہ سب عوام جاہل ہوتے ہین جن کے
واسطے نور ایمان نہین ہے وہ بے ادبی کرتے ہین۔ اور مراد یہ کہ اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ وملائکہ کو ہماری آنکھون کے مقابلہ مین عیاناً لاؤ کہ
تمھاری صدق رسالت پر گواہی دین۔ ضحاک رح نے کہا کہ قبیلا جمع قبیلہ ہے تو یہ لفظ متعلق بملائکہ ہوگا یعنی ملائکہ کو گروہ گروہ ہر قبیلہ علیحدہ
علیحدہ لاؤ۔ ابن ابی نے کہا کہ قبیلا یعنی کفیل لاؤ کیونکہ کفیل بھی قبیل ہوتا ہے یعنی قبول کرتا ہے۔ معجزہ پنجم یہ کہ دنیاوی منزلت مین
کوئی شان ہو۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا تیرے لیے ایک گھر سونے کا ہو۔ یہ قول ابن عباس کا ہے کہ زخرف یعنی سونا اور
ابن مسعود کی قراءت بجاے زخرف کے ذہب۔ مروی ہے اور شاید کہ بطور تفسیر پڑھ دیا ہو اور اصل مین زخرف بمعنی زینت ہے۔ سراج مین کہا
کہ من زخرف یعنی سونے کا مزین بزینت ہو۔ اقول یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور ہمارے نزدیک فقہ مین نہین جائز ہے معجزہ ششم اَوْ تَرْقٰى فِي
یا تو چڑھ جاوے فی السَّمَآءِ آسمان مین درجہ درجہ اور ہم تجھے چڑھتا دکھین وَ اور اسپر بھی وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ ہرگز ہم تیرے چڑھنے
پر ایمان نہ لاوینگے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا یہانتک کہ تو ہم پر ایک کتاب اتارے۔ اور ہم اس کتاب کو بھی نہ مانینگے جب تک ایسی نہ ہو
کہ نَّقْرَؤُهٗ کہ ہم اسکو پڑھ لین اسمین لکھا ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔ اور حق یہ ہے کہ اگر ایسا واقع بھی ہوتا تب بھی کفار نہین
ایمان لا سکتے تھے اور اس سے مراد انکی فقط یہ تھی کہ ایسا نہ ہو سکتا ہے نہ ہم ایمان لا سکتے ہین۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولو فتحنا علیهم بابا من السماء
فظلوا فیه یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا۔ یعنی اگر انپر خود آسمان سے ایک دروازہ کھول دیتے پھر برابر وے اسمین چڑھتے تو یہی کہتے کہ ہماری
نگاہین مسدود ہو گئین ہین یعنی ہماری ڈھٹھ بندی کی گئی ہے۔ امام ابن کثیر رح نے تفسیر امام ابن جریر سے باسنادہ نقل کیا کہ ابن عباس رض نے
بیان کیا کہ عتبہ وشیبہ دونون بیٹے ربیعہ کے اور ابو سفیان بن حرب اور ایک شخص بنو عبدالدار کا اور ابو البختری واسود بن المطلب و

زمعہ بن الاسود اور ولید بن المغیرہ اور ابوجہل بن ہشام و عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور حجاج کے دونون بیٹے نبیہ ومنبہ۔ یہ لوگ بعد غروب آفتاب کے پشت کعبہ پر جمع ہوے اور باہم گفتگو کی کہ محمد کے پاس ایک آدمی بھیجکر بلاؤ اور بحث و گفتگو ختم کر کے اپنی طرف سے عذر پورا کر دو۔ پس ایک آدمی بھیجا کہ آپ کی قوم مین سے اشراف لوگ جمع ہوئے ہین تاکہ آپ سے گفتگو کرین پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جلد تشریف لائے اس امید پر کہ شاید انکو کوئی بات ظاہر ہوئی ہو اور آپ کو ان لوگون کی ہدایت مین زیادہ حرص تھا اور پسند کرتے تھے کہ یہ لوگ اسلام لادین اور انکی سرکشی آپ پر شاق تھی پس آپ آکر انکے پاس بیٹھے انھون نے شروع کیا یہ کہنا کہ اے محمد ہم نے تمھارے پاس آدمی بھیجا اس مطلب سے کہ اپنی طرف سے عذر پورا کردین اور ہم تو واللہ نہین جانتے کہ کسی نے عرب مین سے اپنی قوم پر وہ داخل کیا ہو جو تم نے داخل کیا کہ تم نے اپنے باپ دادون کو برا کہا اور دین مین عیب لگایا اور عقلون کو بیوقوفی بنا دیا اور آلہہ کی بدگوئی کی اور جماعت مین پھوٹ ڈالدی کوئی قبیح بات باقی نہین رہی جو تم نہ لائے ہو اب ہمارے تمھارے درمیان مین کچھ باقی نہین رہا ہے پس اگر تم اس بات سے جو لائے ہو یہ چاہتے ہو کہ مال جمع کرو تو ہم خوشی سے اپنے اموال مین سے تمھارے لیے اسقدر جمع کر دیتے ہین کہ تم ہم مین سب زیادہ مالدار ہو جاؤگے اور یہ چھوڑ دو اور اگر اس سے شرف چاہتے ہو تو ہم سب تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہین اور اگر تم اس سے بادشاہت چاہتے ہو تو ہم اپنے اوپر تم کو بادشاہ کیے لیتے ہین اور اگر یہ شخص جو تمھارے پاس باتین لاتا ہو کوئی رئی یعنی جن ہو کہ تم پر غالب ہو گیا ہو اور ایسا اکثر ہو جاتا ہو تو ہم اپنے اموال خرچ کر کے تمھارے لیے طبیب اور علاج تلاش کرتے ہین کہ آپ اچھے ہو جاوین یہ ہم تم سے اپنا عذر ختم کیے دیتے ہین پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے یہ کچھ نہین ہو جو تم کہتے ہو مین جو کچھ لایا ہون اس سے مین تمھارے اموال نہین چاہتا ہون اور نہ مجھے تم پر شرف کی خواہش اور نہ مین تم پر بادشاہت کا خواہشمند ہون ولیکن اللہ تعالے نے مجھے تمھارے پاس رسول کر کے بھیجا ہو اور مجھپر یہ کتاب اُتاری ہو اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمھارے واسطے بشیر و نذیر ہون پس مین نے رسالت الٰہی تم کو پہونچا دین اور تمھاری خیر خواہی کی سو اگر تم اسکو قبول کرو جو مین لایا ہون تو یہ تمھارا حصہ دنیا مین بھی ہو اور آخرت مین بھی ہو اور اگر تم اسکو رد کروگے تو مین اللہ تعالے کے حکم پر صبر کرونگا یہانتک کہ وہی میرے اور تمھارے درمیان جو چاہے حکم کرے غرضکہ اسی کے مانند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خواہ یہ کلمات یا اسی طرح کہے۔ پھر روساء قریش بولے کہ اے محمد اگر تم ہم سے یہ بات نہین قبول کرتے ہو جو ہم نے تم پر پیش کی ہو تو تم یہ بات جانتے ہو کہ دنیا کے لوگون مین کوئی شخص ہم سے زیادہ تنگ سینے کا نہین ہو اور نہ قلیل المال اور نہ معیشت مین زیادہ تکلیف مین ہو تو اپنے رب سے سوال کرو کہ جس نے تم کو بھیجا ہے وہ ہمارے یہان سے یہ پہاڑ ہٹا دے جنسے تنگی ہو رہی ہے اور ہمارے ملک کو وسیع کر دے اور اس مین نہرین جاری کر دے جیسے شام و عراق مین دریا بہتے ہین اور ہمارے باپ دادے جو مر چکے ہین ان کو پھر زندہ کر کے ہمارے پاس بھیجدے اور ان مین سے قصی بن کلاب ضرور ہون کہ وہ بہت سچے تھے پس ہم ان سے پوچھینگے کہ جو تم کہتے ہو سچ ہو یا جھوٹ ہو پس اگر تم نے ہمارا سوال پورا کر دیا اور انھون نے تمھاری تصدیق کی تو ہم تمکو سچا مان لینگے اور جان لینگے کہ تمھارا مرتبہ اللہ تعالے کے نزدیک ہے اور اس نے تم کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجا ہو جیسا تم دعوی کرتے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنسے فرمایا کہ مین اسواسطے نہین بھیجا گیا ہون کہ ایسی باتین کرنے کی مجھے قدرت ہے اور مین اللہ تعالے کے پاس سے وہی لایا ہون جو تم کو پہونچاتا ہون وہ مین نے پہونچا دیا اگر مانو تو تمھارے واسطے دنیا و آخرت مین حصہ ہو اور اگر رد کروگے تو مین صبر کرونگا اللہ تعالے کے حکم پر یہانتک کہ وہ میرے و تمھارے درمیان حکم فرما دے۔ پھر کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے واسطے یہ نہین کرتے ہو تو اپنے رب سے اپنے واسطے مانگو کہ وہ ایک فرشتہ تمھارے ساتھ

بھیجدے کہ وہ تمھاری بات کی تصدیق کرے اور تمھاری طرف سے ہم سے سوال و جواب کرے اور ہم اُس سے پوچھ لین پھر وہ تمھارے
لیے باغ بنادے اور خزانہ مہیا کردے اور مکانات تیار کردے سونے و چاندی کے کہ تم کو اس حالت سے استغنا رہو جسمین ہم تم کو دیکھتے ہین
کیونکہ بازارون مین کھڑے ہوتے اور معاش ڈھونڈھتے ہو جیسے ہم لوگ اُسکی تلاش کرتے ہین ایسا ہو تو ہم پہچانین کہ تم کو تمھارے رب کے
نزدیک ہم سے زیادہ فضیلت ہے اور تم کو اُسنے رسول بنایا ہی جیسے تم گمان کر بیٹھے ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین
یہ نہین کرونگا اور نہ مین اپنے رب عز و جل سے یہ چیزین مانگنے والا ہون اور مین اسواسطے تمھارے پاس بھیجا نہین گیا ہون بلکہ اُس نے
مجھے بشیر و نذیر فرمایا ہی جو مین لایا ہون اگر اسکو قبول کرو تو وہ تمھارا حصہ دنیا و آخرت مین ہی اور اگر رد کروگے تو مین حکم آلہی پر صبر کرونگا
یہانتک کہ وہ میرے تمھارے درمیان حکم کرے۔ تب کہنے لگے کہ اچھا پھر آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرا دو تم تو گمان کرتے ہو کہ تمھارا رب چاہے
تو اسکو کر سکتا ہی کیونکہ ہم تم پر ایمان نہ لاوینگے مگر جب تم ایسا کر دکھلاؤ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کے اختیار
مین ہی وہ چاہے تمھارے ساتھ ایسا کرے تب کہنے لگے کہ اے محمد کیا تمھارے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تمھارے ساتھ بیٹھکر یہ سوالات
کرینگے اور جو ہم نے تم سے طلب کیے وہ طلب کرینگے تو پہلے ہی سے تم کو بتلا دیا ہوتا جو تم ہمکو جواب دیدیتے کہ تمھارا رب اس کو کرے گا
یا نہین کرے گا۔ جب کہ ہم اُسکو قبول نہ کرین جو تم لائے ہو۔ ہم کو تو یہ خبر پہونچی ہے کہ تم کو یہ باتین ایک شخص یمامہ کا سکھلاتا ہے جس کو
رحمن الیمامہ کہتے ہین اور ہم تو واللہ کبھی رحمن پر ایمان نہ لاوینگے اور اے محمد ہم تو اپنی طرف سے عذر پورا کر چکے اور خبردار کہ ہم تم کو اس
بات پر نہین چھوڑینگے جو تم ہمارے ساتھ کرتے ہو یہانتک کہ تو ہم کو مار ڈالے یا ہم تجھے مار ڈالین۔ انھین سے ایک بولا کہ ہم تو ملائکہ کو
پوجتے ہین اور وے اللہ تعالے کی بیٹیان ہین اور ایک بولا کہ ہم تو کبھی تجھپر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تو لاوے اللہ تعالے و ملائکہ کو
آنکھون کے روبرو۔ جب ایسی گفتگو کرنے لگے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوے اور چلے تو آپ کے ساتھ
عبد اللہ بن ابی امیۃ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن المخزوم بھی اٹھا اور وہ آپ کی پھوپی عاتکہ بنت عبد المطلب کا بیٹا تھا اُسنے
کہا کہ اے محمد آپ پر آپ کی قوم نے جو پیش کیا وہ آپ نے سُنا مگر کچھ بھی آپ کو قبول نہ ہوا پھر انھون نے اپنے واسطے کچھ اور چاہے
کہ تم ہی کرو تاکہ اللہ تعالے کے یہان تمھاری منزلت انکو معلوم ہو وہ بھی تم نے نہ کیا پھر انھون نے مانگا کہ جس سے خوف دلاتے ہو
وہی ابھی لادو کہ وہ عذاب معلوم ہو جاوے وہ بھی نہ ہوا واللہ مین تو کبھی تمپر ایمان نہ لاؤنگا یہانتک کہ تم آسمان کے واسطے ایک
سیڑھی بناؤ اور اسپر چڑھو اور مین دیکھتا جاؤن یہانتک کہ آسمان پر پہونچو اور اپنے ساتھ ایک کھلا ہوا صحیفہ لاؤ جس کے ساتھ
چار فرشتہ ہون جو تمھاری گواہی دین کہ تم ایسے ہی ہو جیسے بیان کرتے ہو اور قسم خدا کی اگر تم ایسا کرو تو بھی مجھے گمان ہی کہ مین تمھاری
تصدیق نہین کرونگا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھر گیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر واپس آئے مگر غمناک
و محزون تھے کیونکہ بلانے کے وقت آپ کو امید کچھ اور تھی اور اب معلوم ہوا کہ وے لوگ اور زیادہ دوری چاہتے ہین شیخ ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ یہ جلسہ جسمین یہ لوگ جمع ہوے تھے اگر اللہ تعالے کو معلوم ہوتا کہ ان لوگون کی درخواست بنظر ہدایت و ارشاد ہے یعنی چاہتے
ہین کہ ہم ہدایت پاوین اور حق ظاہر ہو جاوے تو انکی درخواستین قبول ہوتین ولیکن علم آلہی مین یہ تھا کہ یہ لوگ کفر و عناد سے ایسا
چاہتے ہین چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعد اللہ تعالے کی طرف سے ارشاد ہوا تھا کہ اگر تو چاہے تو جو یہ لوگ چاہتے ہین ہم
دیدین پھر اگر انھون نے کفر کیا تو مین اس قوم کو ایسا عذاب کرونگا جو کبھی کسی کو نہ کیا ہوا اور اگر تو چاہے تو اُنپر دروازہ رحمت و توبہ کا کھول دون

پس آپ نے عرض کیا کہ دروازہ رحمت و توبہ کا کھول دیا جاوے جیسا کہ سابق مین قولہ تعالے وما منعنا ان نرسل بالآیات الآیہ کی تفسیر مین حضرت زبیر بن العوام وابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہوا ہی۔ اور لکھا کہ انھون نے چاہا تھا کہ زمین حجاز مین یہان وہان نہر بن جاری کردے تو یہ بات اللہ تعالے پر بالکل سہل ہی اگر چاہتا ہو جاتی جب کہ اُسی نے تمام زمین پیدا کی ہی اور اگر چاہتا وہ سب باتین ہو جاتین جو انھون نے مانگی تھین ولیکن علم الٰہی تعالے محیط ہی کما قال تعالے واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس الآیہ۔ وقال تعالے ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم۔ یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک ہو چکا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس سب معجزات آیات آجاوین یہانتک کہ وے عذاب الیم دیکھ لین۔ قال تعالے ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمہم الموتی وحشرنا علیہم کل شی قبلا ما کانوا لیؤمنوا الآیہ یعنی اگر ہم اُتارتے اُنپر ملائکہ اور گفتگو کرا دیتے اُنسے مُردون سے اور محشور کرکے اُن پر ہم ہر چیز کو بھیجدیتے تو بھی اس لائق نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اور دوسرے مقام کی آیت مین توجیہ فرمائی کہ ملائکہ اگر ہم بھیجتے تو اُن کی زبان سے بے فہم ہوتے اور اگر بصورت بشر بھیجتے تو ملتبس ہو کر منکر ہوتے۔ حاصل یہ کہ جنکے حق مین ایمان مقدر نہین فرمایا وے کسی طرح ایمان نہین لا سکتے ہین۔ اور واضح ہو کہ قوم شعیب نے بھی اسی طرح عذاب مین جلدی کی تھی تو اُنپر اللہ تعالے نے عذاب یوم الظلہ سے مواخذہ کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ ونبی الرحمہ ہین آپ رحمۃ للعالمین مبعوث ہوے ہین تو آپ نے خشم نہ کیا اور اُن کے واسطے مہلت چاہی کہ اللہ تعالے اُنکے نطفہ والون مین سے ایسے پیدا کرے جو شرک چھوڑین اور توحید اختیار کرین اور یہی واقع ہوا چنانچہ ان لوگون مین سے بھی بعضے مسلمان ہوے اور اچھا اسلام لائے حتی کہ عبد اللہ بن ابی امیۃ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہو کر پیچھے ہولیا تھا اور قسم شدید کھائی تھی کہ کبھی ایمان نہ لاویگا وہ ایسا اچھا اسلام لایا اور توبہ کی کہ نیک صحابہ مین سے ہوا رضی اللہ عنہ قولہ تعالے حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ۔ مجاہد رح نے کہا کہ مراد اس سے یہ کہ ایک ایک صحیفہ نام بنام ہو کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے بنام فلان بن فلان ہی کہ ایمان لاوے مترجم کہتا ہی کہ شاید انھون نے کتبا جمع کتاب پڑھا ہو یا کتاب اسم جنس سے یہ معنی لیے ہون سراج مین لکھا کہ آیت مین اشارہ ہی کہ نبی صادق ہونے کے واسطے یہ شرط نہین ہے کہ متواتر معجزات جتنے طلب کیے جاوین سب دیے جاوین اسواسطے کہ یہ دروازہ اگر کھولا جاوے تو لازم آوے کہ تصدیق کے واسطے کوئی حد نہ ہو کیونکہ جو معجزہ دیا اس سے یقین نہ ہوا تو اور معجزہ کی ضرورت ہوئی اُسپر کون قطعی یقین کا باعث ہوا جو اول کے واسطے نہ تھا تو اور معجزہ چاہیے ہی پس کہین حد نہ ہوگی کہ اُسپر پہونچنے سے قطعی یقین ہوا اور معاندین کا عناد منقطع ہوا اور جاہلون کی جہالت سے چھٹکارا ہو باوجودیکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے ایسے معجزات باہرہ ظاہرہ مثل شق القمر وغیرہ کے دیے گیے تھے کہ آیندہ کسی اور معجزہ کی ضرورت نہ تھی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین اکثر لوگ ایسے ہین کہ معجزہ شق القمر سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تاریخون مین کسی قوم کے یہ تذکرہ نہین پایا جاتا ہی لہذا مین چاہتا ہون کہ جو فریب اس گفتگو مین یہ لوگ لائے ہین اسکو ظاہر کردون اور اس بات مین تحقیق بیان کردون جس سے اہل عدل کو تسکین و اطمینان ہو۔ واضح ہو کہ قرآن مجید بالکل اسی حال پر ہی جسطرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ کے حیات مین بے شمار آدمیون نے حفظ کر لیا اور لاکھون آدمیون کو مانند حفظ کے تھا جو اسکی تلاوت کرتے تھے اور زمانہ صحابہ رضہ مین لاکھون کی نوبت حفظ کی پہونچی اور کروڑون بلکہ بے شمار آدمیون نے مصاحف سے تلاوت کی اور سب نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے شاگردی کے ساتھ پڑھا اور اُن سے کروڑون سلسلہ تعلیم کے پیدا ہوے اور برابر ابتک اسی طرح سلسلہ اسناد کا چلا آتا ہی اور اسمین ایک حرف کا بھی

تغیر نہین ہو اور قرارات متعددہ خود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھین اور انھین پر اسکا نزول ہوا ہو۔ کوئی قوم وملت
جو مسلمان بھی نہین ہو اُسکو بھی یہ مجال نہین ہو کہ اسکا انکار کرسکے کہ قرآن مین کوئی تغیر نہین ہوا بلکہ بالاتفاق سب قومین اقرار کرتی ہین
کہ یہ کتاب پاک اسی حال پر ہو جسطرح زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھی اسمین کوئی تغیر نہین ہوا اب ہم کہتے ہین کہ قرآن مجید مین
موجود ہو کہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ نزدیک ہوئی قیامت اور دو ٹکڑے ہوا چاند۔ جب یہ منصوص قرآن مین ہو تو اب ہم کہتے ہین
کہ یہ اُسوقت نازل ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ مین تھے اور آپکی قوم قریش جو آپکی نبوت سے بالکل منکر تھی اور
اسوجہ سے کہ اسلام مین انکے بتون کی مذمت ہو آپکے بالکل جانی دشمن ہوگئے تھے اور یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
بہت سچے امانت دار ہین کبھی ہم نے انکو جھوٹ یا خیانت سے متہم بھی نہین پایا حالانکہ چالیس برس انمین بسر ہوئی تھی تب نبوت ہوئی
ہو۔ اب ہم کہتے ہین کہ جب یہ آیت قرآن مین اُتری ہو اگر جھوٹ ہوتا تو قریش کو بلکہ تمام عرب کو صریح جھوٹ معلوم ہوتا پھر کیونکر وے
لوگ سچائی کا اقرار کرتے اور کیونکر قرآن مین اُترتا کہ انھم لایکذبونک۔ وے تجھے جھوٹا نہین بتلاتے ہین۔ فقد لبثت عمرا من قبلہ
الآیہ کیونکر برملا سنائی جاتی جسکا یہ خلاصہ ہو کہ مین اس سے پہلے ایک عمر تک تم مین رہا تم جانتے ہو کہ مین نے کبھی جھوٹ نہین کہا پس
معلوم ہوا کہ عرب مین سے کوئی شخص اسکا انکار نہین کرتا تھا اور جو لوگ تلوار سے لڑنے وقتل کرنے مین دریغ نہین کرتے تھے وے بھی مانتے
تھے کہ ہان ایسا ہوا اور یہ دوسری بات ہو کہ اُسکو جادو بتلاتے یا نظربندی کہتے تھے۔ پھر اگر نعوذ باللہ یہ جھوٹ ہوتا تو یہ کروڑون دشمن
جو خون کے پیاسے تھے اس جھوٹ کو روم شام فارس خراسان مصر وغیرہ مین سب کہین مشہور کردیتے ولیکن اس مین سے ایک
ذرہ بھی نہین واقع ہوا تو معلوم ہوگیا کہ تمام عرب کے کروڑون آدمی اس واقعہ کے قائل ہین۔ اور اسقدر کثرت سے بے تعداد لوگون کی
شہادت جو انکی زبانی ہو اس واقعہ کے قطعی ثبوت ووقوع کے واسطے بالکل کافی ہو۔ اب وسوسہ بعضے لوگون کا بیان کرتا ہون کہ جو
اس سے انکار کرتا ہو وہ اسوجہ سے انکار کرتا ہو کہ دوسری قومون کی تاریخون مین اسکا تذکرہ نہین ہو تو ہم پہلے اسمین بحث کرتے ہین کہ
دوسری قومین وانکی تاریخین اس زمانہ مین کس حال پر تھین۔ واضح ہو کہ علم تاریخ زمانہ مین عرب کے نور علم سے پھیلا ورنہ اس سے پہلے
جو قومین تھین اُنکا مختصر نمونہ سننا چاہیے اول اہل فارس۔ انمین ہزارون بادشاہ گذرے اور انمین صحیح صحیح وقائع بہت ہوئے
اب تاریخ فارس تلاش کرو تو اُسکا یہ حال تھا کہ جو کوئی نادر واقعہ ہوا وہ لوگون نے اپنی زبان مین بنایا اور طرح طرح کے استعارات
ملاکر ایسا خلط مبحث کردیا کہ اصلی مضمون ہی اُس سے سمجھ مین نہین آتا پھر اس زمانہ والے یا اور سو برس تک انتہا رہے کہ اس بات سے
کچھ آشنا ہونے کی وجہ سے سمجھتے رہے اور پھر تو وہ ایک کہانی ہوگئی جسمین نہین معلوم کس قدر تبدیل وتحریف ہوگئی کہ اصل بات کا پتہ بھی
نہین چلتا ہو پھر یہ سب جو تحریف کی ہوئی تھی کہین قلم بند نہین ہو بلکہ داستان کہنے والے بادشاہون کو سوتے وقت قصہ مین سُناتے چلے
آتے ہین اب فارس کی تاریخ دیکھو کہ جب عرب مین اسلام پھیلا اور فارس کی بادشاہت کو زوال ہونے لگا اُسوقت یزدگرد نے
نامۂ خسروان تیار کرایا جسمین دیوون کی لڑائی اور اُنکی صورتین اور رستم و دیواکوان کی جنگ ومازندران کا دیو سفید اور ہزارون قصص
اس قسم کے ہین کہ کوئی عاقل تاریخ جاننے والا اُسکی کچھ اصلیت سمجھتا ہو کہ کیا تھی حتی کہ خود فردوسی نے جس نے شاہنامہ نظم کیا ہو زلیخا کے
دیباچہ مین لکھتا ہو کہ ؎ دو صد زان نیرزد بیک مشت خاک۔ یعنی نامۂ خسروان وبادشاہون کے قصے ووقائع کی جو روایات
عام کی زبان پر ہین ایسی دروغ وبیہودہ ہین کہ ایک مٹھی خاک کی قیمت انکی دو سو داستانون سے زیادہ ہو۔ ایسے ہی اہل ہند کی

تاریخون کو دیکھو کہ وہ بندرون کی لڑائی اور وہ بیان کہ فلان پہلوان نے اپنے تیر پر بٹھلا کر اتنے ہزار کوس پھینکسا دیا پھر بھلا کوئی تاریخ جاننے والا ان وقائع کی اصلیت سے واقف ہوسکتا ہو۔ خیر یہ باتین ہون جیسی ہون ہم اس سے بحث نہین کرتے ہین بلکہ یہی کہتے ہین کہ انھین تاریخ لکھنے کا دستور ہی نہ تھا اور کبت کہنے والے نادر وقائع کو عجیب پیرایہ مین جسکو اصل بات سے بہت ہی کم لگاؤ رہجاتا تھا باندھا کئے اور دل کی طرح گایا کرتے تھے اور ہر زمانہ گویا صفحہ ہستی کا ایک ورق سادہ ہوتا تھا۔ یہ جو ہم نے بیان کیا ہو اسپر انگریز وغیرہ سب اقرار کرتے ہین اب رہا حال انگریزون کے اس خطہ کا تو اس مین ذرہ بھی شک نہین ہو کہ اسوقت ایشیائی ملکون مین ایک تہذیب تھی اور وہ خطہ یورپ تو بالکل جنگل تھا اور کون اُس سے انکار کرسکتا ہے کہ ابھی سو برس اُدھر تو انگلستان بڑا بھاری جانور خانہ تھا اب ہم صحیح طور پر کہتے ہین کہ جب سے اللہ تعالے نے عرب کو اسلام دیا اور انھون نے تمام علوم وفنون کو ترقی دیکر دوست و دشمنون مین فرق نہ کیا بلکہ تمام قومون کو سکھلایا اور بڑھایا اور ہزارون فنون مین سے ایک فن تاریخ پر پوری توجہ کی اور نہایت صحت اسناد کے ساتھ جو باتین لکھی وہ لکھی اور اسناد مین ثقاہت کی شرائط رکھی جنمین ادنی یہ ہو کہ اسکا جھوٹ کبھی اسکے گھر والون یا محلہ والون کو ثابت نہ ہوا ہو اور ہر قسم کے وقائع و نوادر و تغیرات خواہ وہ بادشاہ و عام آدمی کے بدنام کرنے والے ہون یا نیکنام کرنے والے ہون بےکم و کاست لکھدینا یہ اس فن کے لائق آدمی کا کام تھا برخلاف انکے اگلی قومین تو اس بات پر فخر کرتی تھین کہ انکے شاعر و کبت کہنے والے نے برائی کا تو کبھی نام ہی نہ لیا ہر برائی کو ایسے پیرایہ مین بیان کیا کہ وہ بھلائی ہوگئی مثلاً رستم نے اسفندیار کو قتل کیا تو وہ اس پیرایہ مین کہ سیمرغ کے تیر سے وہ فریب کے ساتھ مقتول ہوا ورنہ ہمارے بادشاہ کے مانند کسی مین طاقت نہ تھی۔ پھر انھین عرب کو دیکھکر اور انھین سے سیکھ کر دوسری قومین ہوش مین آئین اور انھون نے بھی تاریخ کا سلسلہ نکالا مگر اب کیا ہوسکتا ہو پرانے افسانہ تو کس قدر قیاسی رنگ سے رنگے اور جو اٹکل مین معلوم ہوا اسکو قیاس کے موافق کرکے نقل کیا پھر یورپ والون نے تو اس مین کمال ہی کر دیا کہ اگلون کی داستانون مین سے جو اسلام کے پیشتر وقائع ہوے ہین قیاس دوڑا کر خوب تراش خراش کر لی۔ ہان جو تاریخین کہ مسلمانون کی دستیاب ہوئین انھین البتہ بات نکالنے سے نکل سکتی ہو اور جو تاریخین اسلام کے متعلق بمذہب ہین انکی تحقیق بلاشبہہ پایۂ اعتبار پر موزون ہے۔ جب تجھے یہ حال بخوبی معلوم ہوچکا تو مجھے اب یہ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی ہو کہ جو تاریخ نہایت صحیح طور پر باسناد موجود ہے اُسکی بات کا اسوجہ سے انکار کیا جاتا ہے کہ بےبنیاد قصون کہانیون کے کہنے والے لوگون نے اسکو نہین بیان کیا اب سواے بیوقوفی یا جہل مرکب یا ہٹ دھرمی کے یہ اور کیا ہوسکتا ہے لہذا لازم ہو کہ ایسے بےانصاف جاہلون کی بات غلط ہمیشہ مردود کر دی جاوے اور کبھی سچی بات کا انکار نہ کرنا چاہیے فافہم و استقم۔ اب مین پھر اصل تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اس بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قطعی ایسے معجزات موجود تھے جنکے ہوتے ہوے صدق دعوی نبوت کے واسطے اور کسی معجزہ کی ضرورت نہین تھی کیونکہ معجزہ صرف سچائی نبوت کے ظاہر ہونے کے لیے ہوتا ہو پھر باوجود اسکے جب وہ جادو اور نظربندی وغیرہ پر محمول کیا گیا تو آیندہ کس معجزہ کی نسبت امید ہوسکتی ہو کہ وہ ایسی لغویات کلمات سے رد نہ کیا جائیگا اور واضح ہو کہ نبی بھیجنا اللہ تعالے کا فضل ہو اور اسپر نبی کے واسطے معجزہ دینا یہ فضل پر فضل ہو ورنہ مخلوق کو اپنے خالق عز وجل کی بندگی کرنا فرض لازم ہو تو اب خیال کرو کہ معجزہ مین ایسی ہٹ کرنا گویا ایمان لانے مین بڑا احسان کرتے ہین کس قدر بیہودگی ہو اور یہ بھی واضح ہو کہ معجزہ باختیار نبی نہین ہوتا بلکہ وہی خالق عز وجل اپنی قدرت سے پیدا کر دیتا ہو تو جب ان لوگون نے ایسی گستاخی کی اور اپنے اوپر جو فرض تھا اسکو ادا کرنا درکنار پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو رد کیا اور جھٹلایا اور احسان رکھا کہ

یہ کرو تو ہم تمھین مان لینگے نتیجہ یہ ہوا کہ حق عز وجل نے جو بالیقین ہر ایک کی طاعت و معصیت سے مستغنی ہے ان جاہلون کو کچھ مانگے نہ دیا اور اگر عجز و اصلاح کے ساتھ واقعی فرمانبرداری کے قصد سے مانگتے تو وہ ہر بات پر قادر ہے لہذا اپنی حمد و تسبیح کے ساتھ جواب دینے کا حکم دیدیا بقولہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ تو کہدے کہ پاک بے نیاز ہے میرا رب۔ ہمین انکے ہٹ کرنے سے تعجب دلایا کہ کسقدر جاہل ہین اور جو کہتے تھے کہ اللہ تعالے آوے اس سے پاکی اور تنزیہ بیان کی کہ خوار یا یہ مخلوق کی تعریف و بدگوئی و معصیت وغیرہ سب سے وہ پاک ہے اور کون اس پر حکومت کر سکتا ہے اور کہان ہے وہ جو اسکی قدرت مین شریک ہو سکے پس کسی کو طاقت نہین کہ کوئی آیت و معجزہ لاسکے لہذا فرمایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی مین نہین ہون مگر بشر رسول۔ فی السراج یعنی مین تو ایک بشر ہون اُسی قدر قدرت جیسی کچھ بشر کو دی گئی ہے مجھے بھی ہے مگر رسول ہون جیسے مجھ سے پہلے بیشمار رسول گذرے ہین اور وے اپنی قوم پر وہی معجزہ لاسکتے تھے جو اللہ تعالے نے انکے ہاتھون پر ظاہر کردیا جو اُنکی قوم کے حال سے مناسب ہوتا تھا اور خود معجزہ لانا انکے اختیار مین نہ تھا اور نہ وے اللہ تعالے عز وجل پر حکومت کرسکتے تھے کہ اُسکو مجبور کرکے معجزہ لاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل ہدایت فرماوے تو بشر رسول کی قدر پہچانی جاوے ولیکن یہ لوگ کفار جو اللہ تعالے عز وجل ہی کی معرفت سے جاہل تھے بشر رسول کو کیونکر پہچانتے۔ امام احمد رہ نے اسناد سے جسمین ایک راوی علی بن یزید ہین ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب عز وجل نے مجھپر پیش فرمایا کہ تیرے واسطے بطحاء مکہ کو سونا کردیا جاوے مین نے عرض کیا کہ اے میرے رب نہین بلکہ مین ایک روز سیر ہو کر کھاؤنگا اور ایک روز بھوکا رہونگا جب بھوکا ہونگا تو تیری جانب تضرع لاکر تجھے یاد کرونگا اور جب سیر ہونگا تو تجھے یاد کرکے حمد و شکر کرونگا۔ ورواہ الترمذی ایضاً وقال علی بن یزید یضعف فی الحدیث یعنی کہا ترمذی نے کہ اسمین علی بن یزید راوی اپنی حدیث مین ضعیف کہا جاتا ہے ولیکن کہا کہ یہ حدیث درجہ حسن پر ہے یعنی دوسرے راویون کی قوت سے یہ مرتبہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ باوجود اس تمام شوکت کے جو اخیر زمانہ مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی کبھی دو وقت سیر ہو کر نہین کھایا اور کبھی ایک درم سے زائد اپنے پاس نہین رکھا اور کبھی دنیا پر توجہ نہین کی پس علماء نے کہا ہے کہ آخرت پر ایمان لانا اور عالم دین ہونا اسکا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ آخرت کو دنیا سے اچھا جانے اور اسکی طرف توجہ رکھے پس اس دار فانی مکروہ کی جانب توجہ کرنا جہالت ہے اور اسلام اسکے منافی ہے اور تو غور سے دیکھ کہ کفار قریش جنھون نے آیات ہٹ باندھی تھی کہ ہم ایمان لے آوینگے اگر یہ باتین ہون تو ان باتون سے سوائے دنیائے فانی کے اور کچھ چاہتے تھے اور سوائے آخرت کے انکار کے کچھ نہ تھا تو یہ تو اول ہی سے انکار اسلام تھا گویا یون درخواست کی کہ ہم کو آخرت سے منھ موڑنے دو تو ہم آخرت پر ایمان لاوین یا ہم کو کفر اختیار کرنے دو تو ہم مومن ہوجاوین جب اس مقام کو غور سے دیکھ لیا جاوے تو تجھے معلوم ہوجاوے کہ اگر یہ لوگ عناد سے بھی نہ مانگتے تو بھی قابل قبول نہ تھے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو بشر رسول کہا تو اسکے بعد اللہ تعالے نے کافرون کا انکار بشر رسول ہونے سے مردود کردیا

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ

اورنہین روکا لوگون کو ایمان سے جب انکے پاس ہدایت آگئی مگر اس قول نے جو کہا کہ کیا بھیجا اللہ تعالے نے بشر رسول کہدے

لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

کہ اگر ہوتے زمین مین ملائکہ کہ چلتے ہوتے مطمئن ہوکر تو ہم اپر اُتار دیتے آسمان سے فرشتہ رسول

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ○

تو کہہ دے کہ کافی ہی اللہ تعالیٰ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان وہ ہی ہی اپنے بندون کے ساتھ خبردار دیکھنے والا

اسمین کافرون کا استعجاب اس امر سے مذکور ہی کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنایا اگر بناتا تو ملائکہ کو بناتا جیسے اگلی اُمتون کی نسبت فرمایا۔ ذلک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فقالوا ابشر یھدوننا الآیہ یعنی کفر و انکار کی وجہ یہ ہی کہ اگلی اُمتون پر بھی انکے رسول آتے معجزات کے ساتھ پس کہتے کہ کیا بشر ہم کو ہدایت کرینگے۔ جیسے فرعون کی قوم نے کہا کہ قالوا انؤمن لبشرین مثلنا یعنی کہا ہم موسیٰ و ہارونؑ پر ایمان لاوین جو دونون ہمارے مثل ہین۔ اسی طرح کفار قریش کے ایمان نہ لانے کا حال بیان فرمایا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہین روکا لوگون کو یعنی قریش وغیرہ کو جو اکثر حصہ تمام مین سے ہر زمانہ مین ہوتے ہین اسی واسطے اکثر الناس وغیرہ نہین فرمایا گویا بہت قلیل تو ایمان لاتے ہین جنکا شمار نہین اور لوگون کا یہ حال ہی کہ انکو نہین روکا کسی چیز نے۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اس امر سے کہ ایمان لے آوین اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى جبکہ پہونچ گئی اُنکے پاس ہدایت۔ یا قرآن یا اُنپر حجت توحید قائم ہوگئی۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر ان کے اس قول نے کہ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بھیجا ہی یعنی باوجود حجت قائم ہونے کے جب لوگ ایمان نہین لاتے تو کوئی چیز انکو ایمان سے مانع نہ تھی سوائے اس اضطراب کے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول کیونکر بنایا ہوگا لہذا یہ رسول نہین ہوسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کو رسول ہی بھیجنا تھا تو فرشتہ بھیج سکتا تھا۔ پس اُنکو اول تو اس سے انکار تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول کیا بھیجے گا اور اگر مان لیا جاوے تو وہ بشر نہین ہوسکتا تو فرشتہ ہوگا۔ ولو شاء اللہ لانزل ملائکۃ الآیہ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ملائکہ بھیجدیتا۔ اسی پر شاہد ہی۔ حالانکہ بشر انکے جنس سے ہی اور اُسکی بات سمجھتے اور اُسکے چال چلن کے مطابق عمل کرسکتے ہین پس ہر طرح بشر ہی اُنکے واسطے متعین ہی اور اگر فرشتہ اپنی صورت پر بھیجا جاتا تو اُسکے صدمہ و ہیبت سے مر جاتے اور اگر بصورت آدمی بھیجا جاتا تو پھر اُسکو بشر مکار کہتے اور نہ مانتے تو بشر کے لائق بشر رسول ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ کہدے کہ اگر زمین پر ملائکہ ہوتے یعنی یہان کی خلافت اگر بجائے آدمی کے ملائکہ سے ہوتی اور وے اپنے افعال مین خلاف توحید کے شرک کرتے اور اعمال مین بیراہ روی کرتے يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ یعنی جیسے تم اس مین مطمئن پھرتے ہو وے بھی پھرتے لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا تو ہم اُنپر آسمان سے فرشتہ کو رسول بھیجتے۔ وہ اُنکے جنس سے ہوتا۔ بالجملہ آدمی عاقل اپنے افعال مین مثل جانورون کے لاابالی نہین چھوڑا جاسکتا کہ جو چاہے اور جسطرح چاہے عمل کرے کچھ حرام حلال کی تمیز نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کی جورو کو اپنی جورو بناوے یا بیٹی کو بی بی بناوے اور اولاد کو چاہے مار ڈالے اور مال جسکا پاوے لے لے یہ خوب ظاہر ہی کہ ایسے افعال بالکل بیہودہ و محض جہالت ہین کوئی قوم و ملت ایسی مجموعی حالت کو روا نہین رکھتی ولیکن بعض قومین تو بیٹی کو جورو بنا نا روا رکھتے ہین اور بعضے اولاد کو مار ڈالنا جائز سمجھتے ہین پھر الزام سب قومون مین مشترک ہی کہ انکی رائے بالکل خطا کرتی ہی اور ابھی ایک حصہ روح کی تہذیب کا جو اصلی مقصود ہی ذکر مین نہین آیا تو غالی ظاہری اعضاء و حواس کے افعال مین یہ بیراہ روی ہی کوئی بات ٹھیک نہین معلوم ہوتی اور رہے اعمال باطنہ تو اُنسے وقوف ہی نہین ہی پس ضرور ہوا کہ ایک آدمی ایسا ہو جسکے اعمال ظاہری ٹھیک معلوم کرلیے جاوین اور یہ کہ کسطرح وہ انکا برتاؤ کرتا ہی کیسے کھاتا اور کیسے کماتا اور کیسے نکاح کرتا اور کیسے سوتا اور کیسے باہمی برتاؤ کرتا ہی اور اس سے اعمال باطنی سیکھے جاوین پس وہی رسول ہی اور ضرور ہے کہ وہ انسانی جنس سے ہو پھر جو آیا اُسکی تصدیق کے لیے معجزہ دیدیا اور تم کو عقل ہی کہ دیکھو وہ تم سے کوئی چیز دنیاوی نہین چاہتا بلکہ دنیا کو

تمھارے واسطے چھوڑتا ہو اور کیسے نیک کامون کی تمکو ہدایت کرتا ہو اور کیسے انصاف وعدل کو شائع کرتا ہو پس وہ صادق ہو قُلْ كَفٰي بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ کہدے کہ اللہ تعالے کا شاہد ہونا میرے و تمھارے درمیان کافی ہو اگر جھوٹ ہو تو اُسپر ہوگا اور تم صدق کو اور نیک کام کو لیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعوی دروغ کرے تو اس سے انتقام لیا جائیگا۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا وہ اپنے بندون پر خبردار و دیکھتا ہو پس وہ کاذب کو فروغ نہین دیتا ہو۔ روایت ہو کہ دجال پہلے درمیان عراق کے نبوت کا مدعی ہوکر ظاہر ہوگا مگر لوگ اسکو مار پیٹ کر نکال دینگے اور کوئی نہین مانیگا۔ پھر جب کہ حق تعالے خبیر بصیر ہے تو وہ مھتدی کو جو ہدایت اختیار کرے اور گمراہ کو جو ہدایت سے انکار کرے خوب جانتا ہو اور وہی علیم خالق ہو

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ

اور جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت دے — وہ تو ہدایت پاوے — اور جسکو اُسنے گمراہی مین رکھا تو ایسون کے لیے تو نہ پاویگا — اولیا سواے اللہ تعالے کے — اور ہم انکو محشور کرینگے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

قیامت کے روز — انکے چہرون کے بل — اندھے — گونگے — وبہرے — ٹھکانا انکا — جہنم ہے — ہر بار جب تھمے بھڑک بڑھا دینگے ہم انکے لیے

سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا

بھڑک — یہ بدلا ہے انکا بسبب اسکے کہ اُنھون نے کفر کیا تھا ہماری آیات سے — اور کہا تھا کہ کیا جب ہم ہوگئے ہڈیان — و ریزے — کیا پھر ہم

لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي

مبعوث ہونے والے ہین — نئی پیدائش سے — کیا انھون نے نہ جانا — کہ اللہ تعالے — جسنے — پیدا کیا — آسمانون — و زمین کو — وہ قادر ہو اس

اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

بات پر کہ پیدا کردے انکے مثل — اور ٹھہرا دی انکے لیے ایک مدت — کہ کچھ شک نہین اسمین — سو انکار کیا نہ مانا ظالمون نے — مگر — کفر کرنا

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسکو اللہ تعالے ہدایت کرے یعنی اسکے دل مین ہدایت پیدا کردے۔ فَهُوَ الْمُهْتَدِ تو اُسی نے ہدایت پائی اور وہ خواہ مخواہ ہدایت پر ہو پھر کسی کو یہ قدرت نہین ہو کہ اسکو گمراہ کرے۔ واضح ہو کہ نافع و ابوعمرو نے یا کو بعد دال کے وصل مین ثابت رکھا اور وقف مین نہین اور باقیون نے وقف و وصل دونون صورتون مین حذف کیا ہو۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جسکو اللہ تعالے نے گمراہ کیا فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ تو ہرگز نہ پاویگا تو ان گمراہون کے لیے۔ اَوْلِيَآءَ ایسے متولی جو انکو ہدایت کردین مِنْ دُوْنِهٖ سواے اللہ تعالے کے پس کوئی چیز انکے حق مین نافع نہین کرسکتی جسکو اللہ تعالے نہ چاہے۔ اور قیامت مین ہر ایک کے اعمال کے موافق ظہور ہوگا لہذا فرمایا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور ہم اپنی قدرت وطاقت سے انکو محشور کرینگے قیامت کے روز جہان اس حکمت کا ظہور مقرر ہے پھر وہ محشور کرنا اس شکل سے ہوگا کہ ان گمراہون کو محشور کرینگے۔ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ انکے چہرون پر یعنی مُنھ کے بل پس وے لوگ مُنھ کے بل بطریق اہانت کے کھینچے جاوینگے جیسے انھون نے اللہ تعالے کے سجود سے انکو دور رکھا تھا۔ امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کیونکر لوگ اپنے چہرون کے بل محشور ہونگے فرمایا کہ جس نے انکو پیرون کے بل چلایا وہ قادر ہو کہ انکو انکے چہرون کے بل چلاوے۔ رواہ البخاری ومسلم اور ایک روایت مین ہو کہ خوب جان رکھو کہ وے لوگ اپنے چہرہ سے ہر کانٹے واونچے نیچے کو بچاتے چلینگے یعنی جیسے آدمی پاؤن بچاکر رکھتا ہو۔ امام احمدؒ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوذرؓ

اپنی قوم مین وعظ کو کھڑے ہوے اور کہا کہ اے بنو غفار بات کہو مگر قسم مت کھاؤ کیونکہ صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ لوگ محشور ہونے مین تین فوج ہونگے ایک گروہ تو سواری پر کھاتے پیتے لباس کے ساتھ ہونگے اور ایک فوج پاؤن چلتی وقدمون دوڑتی ہونگی اور ایک فوج ہوگی کہ ملائکہ انکو اُنکے چہرون کے بل کھینچینگے اور انکو آگ طرف محشر کے لیجاویگی پس ایک نے عرض کیا کہ دو کو تو ہم نے جانا اور تیسری فوج جو پیرون چلینگی اور دوڑینگی اُنکا کیا حال ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے سواریون پر آفت ڈال دیگا کہ کوئی سواری باقی نہ رہیگی یہانتک کہ آدمی کا نہایت عمدہ باغ ہوگا وہ اونٹنی کے واسطے دینا منظور کریگا مگر نہ پاویگا۔ مترجم کہتا ہی کہ قریب قیامت کے ایک آگ برانگیختہ کیجاویگی جو لوگون کو اُنکے محشر کی طرف ہانک لیجائیگی جہان دوپہر کو ٹھہرینگے انکے ساتھ ٹھہریگی اور جہان رات کو پڑینگے انکے ساتھ رہیگی۔ یہ حدیث صحیح مین وارد ہی اور مراد اسمین لوگون سے کفار مشرکین ہین اور یہ حال ظاہر ابتداے محشر کا ہوگا اور جب قبر سے مر کر اُٹھینگے تو اُسوقت قیام قیامت ہو جائیگا اور اُسوقت ایسے مبعوث ہونگے جیسے پیدا ہوے تھے یعنی ننگے بے ختنہ برہنہ۔ سراج مین اسکی حکمت مین لکھا کہ حکماء اسلام نے فرمایا ہی کہ کافرون کی ارواح کو دنیا سے سخت تعلق ہوتا ہی اور اُسکی لذّات پر سخت فریفتہ ہوتے ہین اور ان روحون کو عالم انوار سے تعلق نہین ہوتا اور بارگاہ عزت سے منحرف ہوتے ہین پس چونکہ انکے قلوب وارواح کے چہرے دنیاے دنی کی جانب متوجہ ہوتے ہین لاجرم انکا حشر بھی انکے چہرون کے بل ہوگا۔ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا اس حال مین کہ اندھے ہونگے کچھ نہین دیکھینگے اور گونگے ہونگے کہ کچھ نہین بولینگے اور بہرے ہونگے کہ کچھ نہین سنینگے اور یہ حال ایک وقت ہوگا پھر دوسرے وقت نہ ہوگا یہ بدلا اُسکا ہی کہ جو دنیا مین صم وبکم وعمی رہے اور نہ حق سنا اور نہ حق بولے اور نہ حق دیکھا پس محشر مین انکو وہی بدلا ایسی حالت مین دیا گیا جب نہایت مجبور ومحتاج تھے کذا ذکرہ الامام ابن کثیر رح اور سراج مین لایا کہ ایک شخص نے ابن عباس رضہ سے سوال کیا کہ اس آیت مین تو اندھے وگونگے وبہرے ہونا مذکور ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا ورای المجرمون النار یعنی مشرکین آگ کو جب دیکھینگے۔ معلوم ہوا کہ اندھے نہین ہونگے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا سمعوا لها تغيظا وزفيرا۔ سنینگے دوزخ کے واسطے غیظ وآوازہاے کرخت۔ معلوم ہوا کہ آواز سنینگے اور اللہ تعالے نے فرمایا دعوا هنالك ثبورا مشرکین اُسوقت اپنی ہلاکت کہکر چلاّوینگے۔ تو گونگے نہین ہونگے پس اسمین کیا معنے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اندھے ہونے سے یہان یہ مراد ہی کہ جیسے دنیا مین حق دیکھنے سے اندھے تھے ویسے ہی یہان حق سے کچھ ایسی چیز جو ثواب ہی وہ کچھ نہ دیکھینگے جس سے اُنکو خوشی ہو اور جیسے دنیا مین حق سننے سے کان بہرے کرلیے تھے ویسے ہی آخرت مین ایسی چیز نہ سنینگے جس سے بشارت ہو اور جیسے دنیا مین حق سے گونگے تھے ویسے ہی آخرت مین کوئی حجت نہ بول سکینگے۔ حاصل یہ کہ جیسے دنیاوی حالت مین انکو صم بکم عمی فرمایا ہی حالانکہ ظاہری حواس سے بیکار ہونا نہین مراد ہے ایسے ہی وہان مراد ہی اور عطاء رح کی روایت ابن عباس رضہ سے یہ ہی کہ اندھے تو نظرت ہونگے یعنی جو اللہ تعٰ نے اپنے اولیاء کے واسطے رکھا ہی اُسکو نہین دیکھ سکینگے اور بکم ہونگے اللہ تعالے کے مخاطبہ اور ملائکہ کے مخاطبہ سے اور صم ہونگے اللہ تعالے کی ثناء سے۔ مترجم کہتا ہی یہ جواب صحیح ہی اور جو اشارہ شیخ ابن کثیر رح نے کیا وہ اس بنا پر ہے کہ ظاہری حواس سے بھی اندھے گونگے بہرے ہونگے اور خلاصہ جواب اسوقت یہ ہی کہ احوال قیامت ومحشر کے مختلف ہین پس بعض اوقات واحوال مین ایسے ہونگے اور بعضے اوقات مین نہونگے اور جو سراج مین مذکور ہی اظہر واحسن ہی اور اسی کو امام رازی نے کبیر مین پسند کیا ہے۔ پھر واضح ہو کہ ہر خیر وخوبی آخرت مین جنت کے اندر ہی تو اس سے تو یہ لوگ محروم ہونگے وہان اندھے گونگے بہرے بیکار ہین۔ اب رہا انکا ٹھکانا تو فرمایا کہ۔ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اُنکا ٹھکانا جہنم ہی۔ اسمین طبقات ہین جنکو درکات کہتے ہین ہر ایک مشرک موافق اپنے اعمال کے

جس طبقہ کے لائق ہے وہان ہوگا چنانچہ منافقین درک اسفل مین ہونگے اور آگ اُنپر بھڑکیگی ۔ كُلَّمَا خَبَتْ ہربار جب بجھیگی یعنی قریب ہوگا کہ بجھ جاوے جب کہ انکے گوشت و پوست کو جلادیگی تو زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا زیادہ کردینگے ہم انکے واسطے سعیر یعنی سوزش و بھڑک کو اور وہ اسطرح کہ انکے گوشت و پوست کو دوبارہ مانند اول کے اعادہ کردیا جائیگا بقولہ تعالے بدلناہم جلوداغیرہا ۔ اول چمڑے کے سوائے دوسرے بدل دینگے پس وہ بھڑک اٹھیگی گویا یہ سزا اُسکی ہے کہ ان لوگون نے اپنے اجسام کو ناپاک حالت مین رکھا اور اُس سے انکار کیا کہ یہ جسم بعد موت کے اعادہ کیا جائیگا تو اللہ تعالے نے انکو برابر بعد فنا کے اعادہ کردیا ۔ ذٰلِكَ یہ عذاب عظیم جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا جزا انکی ہے بوجہ اسکے کہ انھون نے ہماری آیات قرآنی وغیرہ کو جھٹلایا ۔ دوام عذاب کی یہ وجہ ہے کہ تمام عمر انکے لیے مہلت تھی کہ مانو اور اقرار کرو اور توبہ کرو مگر وے ہر روز مرتے دم تک انکار بلکہ اصرار کرتے رہے حتی کہ اگر دوام ہوتا تو ہمیشہ منکر رہتے تو دوام عذاب اسکا بدلا ہے ۔ وَقَالُوْا ۔ اور کہتے ہین یعنی قدرت الٰہی عز وجل سے انکار کرتے اور کہتے ہین کہ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا کیا جب ہم ہوجاوینگے عظام یعنی ہڈیان وَّرُفَاتًا بوسیدہ پارہ پارہ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا تو کیا ہم مبعوث ہونگے نئی پیدایش سے یہ دوبارہ انکار مین سخت تاکید کی اور اپنی مضبوطی ظاہر کی اور قطعی عزم اس امر کا کہ بعث بالکل غلط ہے چنانچہ اول ہمزہ استفہام انکاری پھر دوبارہ ہمزہ استفہام انکاری سے تاکید کی گویا یہ بات آفتاب سے زیادہ واضح ہے کہ بعث بالکل غلط ہے اُسی کی سزا ہے کہ انکا یہ انکار دائمی اور عذاب مکرر گوشت و پوست کا تبدیل سے دائمی ہے ۔ حالانکہ دراصل بعث کا ہونا آفتاب سے زیادہ واضح قدرت الٰہیہ مین ممکن ہے لہذا فرمایا ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا ۔ کیا انھون نے نہ دیکھا یعنی نہ جانا اور یہ جاننا بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہے کہ ۔ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ تعالے جسنے آسمانون و زمین کو پیدا کیا ہے قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وہ قادر ہے کہ اُنکے مثل پیدا کردے ۔ اس مین دو معنی ہوسکتے ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے قادر ہے کہ انکو دوبارہ اعادہ کردے کیونکہ جسنے اول انکو ایجاد کردیا وہ چاہے دوبارہ پیدا کردے ۔ دوم یہ کہ جسنے آسمانون و زمین کو پیدا کیا چاہے اُنکے مثل دوسرا پیدا کردے واحدی رہنے کہا کہ معنی تو وہی اول ہین کہ چاہے دوبارہ اعادہ کردے کیونکہ محاورہ مین اعادہ کو مثل کہتے ہین پھر جب دلیل سے بیان کردیا کہ بعث و حشر امور ممکنہ ہین اور اللہ تعالے کی قدرت مین داخل ہین تو اب یہان بیان فرمایا کہ اس کے وقوع کے واسطے اللہ تعالے کے نزدیک ایک وقت مقدر ہے بقولہ تعالے ۔ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ اور انکے واسطے ایک مدت مقرر کردی جسمین کچھ شک نہین ہے یعنی قیامت ۔ و بعث کے واسطے ایک وقت مقرری ہے اُسوقت وقوع ہوجائیگا اور شاید یہ مراد ہو کہ انکی حیات دنیا کے واسطے ایک وقت اجل مقرر ہے جسکے بعد قبر مین زندگی ہوگی اور موت مین کسی کو شک نہین ہے ۔ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا مگر ظالمون نے باوجود ان دلائل کے انکار کیا سوائے کفر کے یعنی سوائے کفر کرنے کے اور کچھ نہ مانا ۔ حاصل یہ کہ اُنکے جملہ مفاسد کا جو اقتراح آیات مین تھے جواب مع دلائل دیدیا اور عذاب کی تعجیل کا بھی جواب دیا کہ وہ تو خواہ مخواہ آنے والا ہے اور اسکی ایک مدت مقرر ہے وہ گذرنے والی ہے اور آدمی تو جب مرا جب ہی اُسکی قیامت قائم ہوگئی کما فی الحدیث الصحیح ۔ جب کفار نے کہا کہ ہم ایمان نہ لاوینگے جب تک زمین مین نہرین یا چشمے نہ جاری ہون تاکہ زراعت سے اموال کثیر جمع کرین حالانکہ معیشت کا فی رزاق عز وجل کی طرف سے ہے اور آدمی کے لیے اُسی قدر ہے کہ کھاوے پہنے دیوے تو بیان فرمایا کہ رحمت رب کو لے تو بخل کرو

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝

کہدے کہ اگر تم لوگ مالک ہوجاؤ میرے رب کے رحمت کے خزانون کے تو اسوقت تم بخل سے روک رہو اس خوف سے کہ خرچ نہ ہوجاوے اور آدمی تو بڑا بخیل ہے

قُلْ کہدے ان مشرکون ہٹ کرنے والون وغیرہ سے کہ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ اگر تم ہی مالک ہوجاؤ کوئی دوسرا تمہارا شریک نہ رہے خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ خزانون رحمت الٰہی کے جو غیر متناہی ہین خواہ رزق کے ہون یا اور کسی چیز کے اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ تو اسوقت بھی تم روک رکھو اور نہ خرچ کرو اپنی بعضی ضروریات مین خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ بخوف نتیجہ خرچ کرنے کے یعنی یہ خوف کرو کہ ایسا نہ ہو ہم فقیر ہوجاوین حاصل یہ کہ اگر تم بے انتہا خزانہ کے بھی مالک ہوجاؤ تو بھی تم اپنے بخل و دنائت پر رہو اور یہ اُنکے بخیلی پر مبالغہ عظیم ہو واضح ہو کہ قولہ لو انتم ۔ زمخشری نے کہا کہ یعنی لو تملکون انتم ۔ پس حرف لو کا داخل ہونا فعل پر خواہ ظاہر ہو یا مقدر ہو ضرور ہے اور بیضاوی رح نے بھی اسی کی تبعیت کی اور یہ نحویان کوفہ کا مذہب ہو اور بصری نحوی اسکو منع کرتے ہین کہ فعل مضمر متصل ہو ۔ اور یہ تو علم الاعراب کی گفتگو ہو اور رہا علم البیان تو جب فعل سے انتم کو رفع ہو اس فعل کو حذف کرنا اور بصورت ابتدا و خبر کے کلام ظاہر کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ بخیلی کے ساتھ بھی لوگ مخصوص ہین ۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور انسان بڑا بخیل ہے ۔ انسان اسواسطے نام ہوا کہ وہ اپنے نفس سے اُنس رکھتا ہو اسی واسطے ہر بات کو ٹھیک ۔ نہین جانتا ۔ اگر کہا جاوے کہ انسان مین بعض سخی و کریم ہوتے ہین جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ اصل انسان مین بخل ہو کیونکہ وہ محتاج پیدا کیا گیا اور محتاج کے واسطے ضرور ہوتا ہے کہ کچھ ترکہ چھوڑے جس سے اپنی حاجات کو دفع کرے اور اپنی اوقات پر لحاظ رکھے ولیکن کبھی وہ خارجی اسباب کے لحاظ سے جواد کریم ہوجاتا ہو ۔ دوم یہ کہ آدمی خیرات کرنے مین تعریف ، وغیرہ کا قصد کرتا ہو اور یہ کہ فرائض و واجب پورے کردے تو اُسنے جو خرچ کیا وہ اسی واسطے خرچ کیا کہ اسکا عوض حاصل کرے تو درحقیقت وہ بخیل ہو ۔ وجہ سوم یہ کہ مراد انسان سے یہان وہ ہین جو بیان سابق سے معہود ہین یعنی جنکو خطاب کیا گیا ہو کبیر و سراج اور بعض نے لکھا کہ یہان دو قول ہین ایک یہ کہ نزول اسکا مخصوص مشرکون کے حق مین ہو اور یہی حسن بصری کا قول ہو اور دوم یہ کہ آیت عام ہو اور یہی جمہور کا قول ہو جیسا کہ ماوردی رح نے حکایت کیا ہو تفسیر امام ابن کثیر رح مین ہو کہ قتورًا ابن عباس و قتادہ رح نے کہا یعنی بخیل روک رکھنے والا جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان الانسان خلق ہلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا الا المصلین اسکے نظائر قرآن مین بہت ہین پس اللہ تعالےٰ انسان کا من حیث الانسان ہونے کے یہ وصف فرماتا ہو کہ وہ بخیل ہو باستثناء اسکے جسکو اللہ تعالےٰ نے توفیق و ہدایت دی صحیحین مین موجود ہو کہ ید اللہ ملاٰی یعنی دست کرم اللہ تعالےٰ کا بھرا ہوا ہو اُسکو شب و روز کی بخشش عام کچھ کم نہین کرتی ہو مجھے بتلاؤ کہ بھلا کیا خرچ ہوا جب سے آسمان و زمین پیدا کیے ہین دیکھو اس خرچ نے اسکے داہین دست قدرت سے کچھ کم نہین کیا ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ قل لو انتم تملکون خزائن الآیہ ۔ اللہ تعالےٰ کے اس کلام مین اس بات پر آگاہی عطا ہوئی کہ نفس امارہ انسانیہ کی بجبلہ کیونکر واقع ہوئی ہو تو بیان فرمایا کہ وہ نفس بخیل پیدا ہوئی کہ جسکو یہ حرص ہو کہ دنیا جمع کرے اور دنیا پر ہر طرح متوجہ ہو اور پھر اُسکو اپنے پاس رکھکر روکے کیونکہ وہ آخرت سے اندھا ہو اور اُسکے عیش و دائمی بقا سے اندھا ہو اور ادھر بھی دنیا کی اصلیت و اُسکے فنا ہونے کو نہین پہچانتا ہو اور یہ نفس جب ایسی روح سے نزدیک پہونچتی ہو جو صادق و عاشق ہو اور ایسی عقل سے جو قدسی نوری ہو اور ایسے قلب سے جو ملکوتی ہو اور ایسے سر باطن سے جو جبروتی ہو تو یہ نفس اپنی جبلت و خلقت سے پگھل کر زائل ہوجاتے یعنی بخل وغیرہ صفات ذمیمہ اسکے مضمحل ہوجاتے ہین اور حرص سے ساکن ہوکر خیرات کے ساتھ سخی ہوجاتے ہین اور یہ نفس اولیاء و انبیاء کو حاصل ہوتا ہو اور نفس انبیاء تو کسی حال مین امارہ نہ تھا بوجہ عصمت الٰہی کے اور ہمیشہ سخی رہا جو حریص نہ تھا اور نفس عامہ ہر حال مین اپنی فطرت پر ہو سوا نادر نفوس کے کہ کبھی اللہ تعالےٰ بعض کافر کو سخی کردیتا ہو اور کبھی بعضے مومن کو بخیل کردیتا ہو شیخ حمدون رح نے کہا کہ

اللہ تعالے نے حقیقت طبائع وجبلت خلق سے آگاہ فرمایا تو خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم اسکے مالک ہوتے جنکا مین مالک ساہون اقسام خزائن و رحمت سے تو تمپر تمھاری طبیعت کی بدی بخل وجمع ومنع سب غالب ہوجاتے - پھر اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی کیونکہ جب اکثر لوگون نے آیات الہی ومعجزات سے انکار کیا اسلیے کہ اللہ تعالے نے انکے ضلال کا حکم فرمایا اور جسکی نسبت ضلال کا حکم ہوا اسکی ہدایت نہین ممکن تو بیان فرمایا کہ اگلے انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ

اور ضرور ہم نے دی تھین موسی کو نو آیتین کھلی ہوئین سو دریافت کرے بنواسرائیل سے جب موسی انکے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا مین تو

لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تجھے گمان کرتا ہون اے موسی جادو مین پھنسا ہوا کہا کہ ضرور تو نے جان لیا کہ نہین آتارا ہے ان آیات کو مگر رب السموات والارض نے

بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ

بصائر اور مین تو تجھے گمان کرتا ہون اے فرعون برباد ہوا پھر اسنے چاہا کہ منقطع کردے انکو زمین سے پس ہمنے غرق کردیا اسکو

وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

اور جو اسکے ساتھ تھے سب کو اور کہا ہمنے اسکے پیچھے بنی اسرائیل کو کہ رہو تم زمین مین پھر جب آویگا وعدہ

الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝

آخرت کا تولاوینگے ہم تم کو سمیٹ کر

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ یعنی ہم نے موسی علیہ السلام کو نو آیات بینات عطا فرمائین یعنی واضح دلائل جو اس کی نبوت پر قطعی دلیل تھین فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ پس دریافت کرے بنواسرائیل سے جب انکے پاس موسی آیا ہے۔ اسمین خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اور لوگ ہین اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ہی مقصود ہون مگر حکم تعمیلی نہین ہے کہ آپ پر سوال کرنا فرض ہوجاتا بلکہ غرض اس امر کا عام اظہار اور یہودیون پر حجت ہے جنکے کہنے سے قریش نے روح وغیرہ کا سوال کیا تھا۔ قولہ اذ جاءہم مین ضمیر ہم کا مرجع بنواسرائیل ہین پس اصل نبوت حضرت موسی علیہ السلام کی بنی اسرائیل کی طرف تھی اور فرعون انکے ضمن مین داخل ہوا کہ اس سے کہا گیا کہ بنواسرائیل کو رخصت کردے یا ضمیر ہم بنواسرائیل کی طرف بوجہ اسکے ہو کہ موسی علیہ السلام بھی بنواسرائیل مین سے تھے اور نبوت آپ کی اسرائیلیون وقبطیون دونون کی طرف ہو واللہ اعلم۔ پھر اسمین دو قول ہین کہ آیات بینات سے کیا مراد ہین آیات احکامی یا آیات معجزاتی پس بعض نے کہا کہ آیات احکام و آیات کتاب مراد ہین بدلیل اس حدیث کے جو امام احمد نے بطریق عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ کے صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک عالم یہودی نے دوسرے عالم یہودی سے کہا کہ آؤ چلو اس نبی کے پاس تو اس سے اس آیت کا سوال کرین ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات دوسرے نے کہا کہ نبی مت کہو کہ اگر وہ سنیگا تو اسکی چار آنکھین ہوجاوینگی پس دونون نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہین (۱) مت شریک کرو اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو (۲) مت چوری کرو (۳) مت زنا کرو اور (۴) مت قتل کرو اس نفس کو جسے اللہ تعالے نے حرام کیا ہے مگر حق (۵) مت جادو کرو (۶) مت سود کھاؤ (۷) مت کسی بیگناہ کو صاحب سلطنت وحکومت پاس لیجاؤ اس غرض سے کہ وہ اسکو قتل کردے (۸) مت بہتان لگاؤ

کسی پاک عورت شوہر والی کو۔ یا مت بھاگو جہاد مین لڑائی سے۔ ان دونون مین شعبہ رح کو شک ہی اور تم پر اے یہود خاصۃً یہ کہ سنیچر مین حد سے تجاوز مت کرو۔ پس دونون یہودیون نے آپ کے ہاتھون و پانون کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ نبی ہین آپ نے فرمایا کہ پھر کون بات تم کو میرے اتباع سے مانع ہی کہنے لگے کہ یہ وجہ ہی کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی ہی کہ ہمیشہ اُنکی اولاد مین نبی ہوا ور ہمکو یہ خوف ہی کہ اگر ہم مسلمان ہو جاوین تو یہودی ہم کو قتل کر ڈالینگے۔ رواہ ابن جریر فی تفسیرہ من طرق وابن ماجہ والنسائی وکذا رواہ الترمذی وقال حسن صحیح۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث مشکل ہی اور عبد اللہ بن سلمہ اگرچہ صالح ہین لیکن انکی یاد مین کچھ خرابی ہے اور محدثین علماے رجال نے انمین کلام کیا ہی اور شاید یہان بھی بات یہ ہوئی کہ یہودیون نے دس امور وصایا کا جو توریت مین موسیٰ ع پر نازل ہوے ہین سوال کیا اور اُنھون نے انکو نو آیات بینات خیال کیا یا یاد مین وہم ہو گیا اور یہ بات ظاہر ہی کہ یہ احکام وصایاے توریت ہین اور ایسی چیزین نہین ہین جنسے فرعون پر حجت قائم ہو حالانکہ اس تسع آیات بینات سے فرعون پر حجت مقصود ہی واللہ تعالےٰ اعلم۔ قول دوم یہ کہ یہان آیات معجزات مراد ہین شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہ نو آیات یہ ہین عصا[1] اور ید بیضا[2] و قبطیون پر قحط شدید[3] و فلق البحر[4] و طوفان[5] بارش و ٹیڑیان[6] و قمل[7] و مینڈک[8] و خون[9] آیات مفصلات علٰحدہ علٰحدہ دی گئین یہ قول ابن عباس رض کا ہی مترجم کہتا ہی کہ فلق البحر تو فرعون کے غرق کے وقت ہوا ہی۔ پھر لکھا کہ محمد بن کعب قرظی رح نے کہا کہ وہ عصا و ید بیضا و طوفان و ٹیڑیان و قمل و مینڈک و خون و طمس و حجر ہین یعنی قولہ ربنا اطمس علی اموالھم الآیہ سے جو طمس و حجر نکلتا ہی اور نیز ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و شعبی و قتادہ نے کہا کہ وہ عصا و ید بیضا و اناج کے قحط و پھلون کی کمی اور طوفان و ٹیڑی دل اور قمل اور مینڈک و خون ہی اور یہ قول ظاہر جلی حسن قوی ہی اور حضرت حسن البصری نے قحط اناج کا اور نقص ثمرات کا ایک ہی قرار دیا ہی اور اُنکے نزدیک نوین آیت وہ ہی کہ عصاے موسیٰ نے ساحرون کی رسّیان و ڈنڈے سب نگل لیے تھے۔ غرضکہ فرعونیون نے ان آیات سے تکبر کیا نہ مانا اور علم آلہی مین کافر تھے اور ظلم و سرکشی سے باز نہ آئے اور ان آیات واضحات نے انمین کچھ اثر نہ کیا۔ ایسے ہی جن لوگون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر کے مانگا تھا کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیہ۔ اگر یہ سب آیات انکو دیدی جاتین تو ایمان نہین لاسکتے تھے مگر وہی لوگ جنکو اللہ تعالےٰ چاہے ولیکن فرعون والے ایمان نہ لائے تو بعد ان آیات کے غرق کر دیے گئے جیسے کہ عادت آلہی عز وجل جاری ہی یون ہی یہ لوگ بھی بعد ان آیات کے مہلت نہ پاتے اور ایمان جب کہ مشیت آلہی عز وجل مین ہی تو آیات کا ہونا نہ ہونا حجت ہی پس جو آیات عطا کی گئین وہ نہایت اعلیٰ وادق تھین پھر یہ اُنکے حق مین رحمت تھی کہ چندے باقی رکھی جاوین اور اُن مومنون پر کرم تھا جو اُن کی اولاد مین سے ہوے ورنہ جو نہین ایمان لانے والے تھے انمین یہ آیات بھی اثر نہین کر سکتی تھین جیسے فرعون وغیرہ مین نافع نہ ہوئین چنانچہ فرمایا۔ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ پس فرعون نے موسیٰ سے کہا یعنی براہ انکار و تکبر کے کہا کہ اِنِّي لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا۔ اے موسیٰ مین تجھے مسحور گمان کرتا ہون یعنی تو فریب و دھوکے مین ہی تیری عقل مغلوب ہی تو جو کچھ آثار تجھسے ظاہر ہوتے ہین سحر کے ہین۔ اس زمانہ مین سحر غالب تھا اور اسکے کرشمہ اُسی طرح لوگون مین معروف تھے تو اسنے آیات موسوی کو بھی سحر گمان کیا جیسے قریش نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ قرار دیا۔ واضح ہو کہ دوسرے مقام پر آیا ہی کہ اسنے موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہا لہذا مسحور یہان دلالت کرتا ہی کہ اسنے ساحر کہنے مین مبالغہ کیا کیونکہ صفات مین عرب جب بجاے اسم فاعل کے مثلاً بجاے ساحر کے اسم مفعول مثلاً مسحور کہتے ہین تو مقصود مبالغہ ہوتا ہی گویا وہ سحر کرتے کرتے اس کمال کو پہونچا کہ خود مسحور ہو گیا۔ جب باوجود واضح آیات کے فرعون نے نہ مانا تو قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ لَقَدْ عَلِمْتَ تو ضرور جان چکا ہی کہ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ

نہین اُتارا ان آیات معجزات کو۔ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مگر رب نے آسمانون کے و زمین کے یعنی اُنکے پیدا کرنیوالے اور اپنی تدبیر و تسخیر مین رکھنے والے الحی القیوم نے بَصَآئِرَ درحالیکہ یہ آیات بصائر ہین یعنی ایسی بینات ہین کہ انہین میری تصدیق رسالت بچشم بصیرت نظر آتی ہو اور سحر تو ایک ایسی چیز ہو کہ وہ پہچان لیا جاتا ہو سحر کو معجزہ کے ساتھ کیا مقابلہ ہو۔ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اور مین تو اے فرعون تجھے مثبور جانتا ہون اور مثبور ہلاک ہو مراد یہ کہ تجھے ملعون مطرود جانتا ہون جو دوزخ مین اپنے اوپر ثبور و ہلاک پیٹ کر چلا ویگا فرعون نے جو گمان اپنا موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا وہ خالی عناد اور تکبر تھا اور محض غلط تھا اور موسیٰ نے جو بیان کیا وہ حق صحیح باعلام الٰہی عزوجل تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ گفتگو فرعون کے ساتھ آخر زمانہ مین اُسکے غرق ہونے کے قریب ہوئی ہے بچند وجوہ اول آنکہ یہان جملہ نو آیات کا انکار فرعونی مذکور ہو اور یہ سب یکے بعد دیگرے ختم ہوئین دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ اس سے نرم کلام کرین جب تک انکو امید ہو بقولہ تعالےٰ لعلہ یتذکر او یخشٰی یعنی تم امید کرو جبتک کہ وہ کچھ نصیحت پکڑے یا اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور یہان حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو مثبور کہدیا اور بعد مثبور ہونے کے کچھ امید بہتری اُسکے حق مین نہین ہے سوم اُس سے کہدیا کہ لقد علمت یعنی تو خوب جان چکا۔ اور یہ بعد وقائع ان جملہ آیات کے ہو کیونکہ اول مین تو صرف عصا و ید بیضا دکھلایا تھا اور فرعون کی سخت کلامیون کا بہت نرمی سے جواب ارشاد فرمایا تھا اور آخر مین اس قوم کے ہلاک و ازلی کفر سے آگاہ فرمایا ہو۔ بالجملہ موسیٰ علیہ السلام نے صرف گمان سے یہ کلام نہین کہا تاکہ وہم ہو کہ ایسا گمان کرنا بعید ہو۔ اور سراج مین اسکے واسطے ایک تکلف کیا کہ ظن بمعنی یقین نہین بلکہ بمعنی گمان ہو چنانچہ لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا گمان قریب یقین ہو اور ممنوع گمان مین سے اسوجہ سے نہین ہو کہ انھون نے ان امارات[نشانات ۱۲] سے ماخوذ کیا کہ یہ آیات و معجزات بہت ظاہر و باہر تھے جسمین کوئی عاقل یہ شک نہین کر سکتا تھا کہ یہ اللہ تعالےٰ کے پاس سے نہین ہین اور اسنے اسی بندہ موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق رسالت کے واسطے اُسکے ہاتھون جاری کیے ہین پس جب تو یہ جسم حسد و عناد و بغاوت و جہالت و تکبر و حب الدنیا کے ان سب سے منکر ہو گیا تو ایسے شخص کا انجام ثبور و ہلاک و لعن و طرد ہو۔ فی تفسیر الامام قولہ مثبورا ای ہالکا۔ یہ قول مجاہد و قتادہ کا ہو۔ ابن عباس نے کہا یعنی ملعون۔ و ضحاک نے کہا کہ مغلوب۔ ولیکن تفسیر مجاہد رحہ ان سب کا شامل ہو اور لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام سوا ے ان آیات مذکورہ کے اور بہت سے آیات دیے گئے تھے ازانجملہ انھون نے حجر کو عصاء سے مارا جس سے بارہ چشمے جاری ہوے۔ ازانجملہ بنو اسرائیل پر ابر کا سایہ کرنا و من و سلویٰ اترنا اور سواے انکے جو آیات بعد مصر سے برآمد ہونے کے بنو اسرائیل کو دکھلائے گئے۔ اور سراج مین زیادہ کیے کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے عقدہ جاتا رہا جس سے لکنت ہوتی تھی اور لکھا کہ بقاعی رحہ نے کہا کہ نو آیات توریت مین اس ترتیب سے ہین عصا پھر خون پھر مینڈک پھر قمل پھر بہائم کا مرنا پھر سخت سردی والے اولے جو اللہ تعالےٰ نے مع نار مضطرم کے بھیجے کہ جس حیوان و نبات پر گذرتی اسکو ہلاک کر دیتی تھی پھر ٹڈیان پھر تاریکی پھر آدمیون وغیرہ مین سے ابکار[پہلے مارے کی ۱۲] کی موت۔ اور مترجم کہتا ہو کہ بقاعی نے جو نقل کیا کہ توریت مین اس ترتیب سے ہو بالکل قابل اعتبار نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ توریت متواتر نہین رہی اور تحریف متعدد[کنوارے ۱۲] نسخون مین موجود ہو تو اعتماد ساقط ہو گیا۔ بیضاوی مین زائد ہے بنو اسرائیل پر پہاڑ اُٹھایا جانا مثل سایہ ابر کے۔ اور لکھا کہ محمد بن کعب قرظی رحہ نے بیان کیا کہ پتھر ہو جانا چنانچہ مرد اپنی جورو کے ساتھ چھونے پر تھا کہ دونون پتھر ہو گئے اور عورت کھڑی روٹی پکاتی تھی کہ پتھر ہو گئی۔ بالجملہ فرعون و اسکی قوم نے باوجود ان معجزات کے ایمان سے انکار کیا بلکہ ایذا دینے اور نیست کر دینے کا قصد کیا چنانچہ فرمایا۔ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ پس فرعون نے چاہا کہ انکو یعنی موسیٰ مع بنو اسرائیل کو

زمین سے منقطع کر دے خواہ اسطرح کہ سب کو ہلاک کرے تو دے زمین سے نیست کرے یا نکال باہر کرے اور زمین مصر سے برباد کرے جیسے
کفار قریش نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاہا کہ انکو آوارہ کرین یا قتل کرین ۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا پس ہمنے اسکو
اور انکو جو اُسکے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا یعنی دریاے قلزم مین ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فرعون نے بنو اسرائیل کو گرفتار کر کے برباد کرنا چاہا تھا
کہ زمین مصر سے بے کھٹکے ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ نے اس مکار کو مع ساتھیون کے ہلاک کر کے بنو اسرائیل کو ملک مصر بے کھٹکے دیدیا
اسی طرح کفار قریش کو خوف چاہیے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عذاب سے نہ بچینگے پس ایسی آیات مین آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے واسطے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ وہی طریقہ برتاؤ فرماویگا جو آپ کے سابق ۔ اور ان نبوت کے ساتھ ہوا کہ انکو نصرت و
فتح دی اور سرکشون کو ہلاک کیا ۔ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ اور ہم نے حکم دیا بعد غرق کرنے فرعون و قوم کے لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنو اسرائیل کو
جو فرعونیون کے تحت قدرت مین ذلیل و خوار تھے بعوض اُنکے صبر و تقوی کے کہ اسْكُنُوا الْاَرْضَ بسو تم زمین مین یعنے جہاں سے اُسنے
تم کو نکالنا و برباد کرنا چاہا تھا فَاِذَا جَآءَ پھر جب آیا یعنی خواہ مخواہ آویگا ۔ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ وعدہ آخرت کا یعنی قیامت کا جِئْنَا
بِكُمْ تو ہم اپنی عظمت قدرت سے تم کو لاوینگے یعنی دونون فریق کو ۔ لَفِيْفًا مختلط یعنی فرعونیون کو اور تم کو بعث قیامت مین زندہ
کر کے مختلط لاوینگے کہ اسوقت کسی کا حکم دوسرے پر نہ ہوگا اور نہ کوئی کسی کو دفع کر سکیگا یہ حالت نہ ہوگی جو دنیا مین تھی پھر بعد اسکے
تم اختلاط سے جدا جدا ممتاز کیے جاؤگے ۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و ضحاک نے کہا کہ لفیفا اے جمیعا ۔ اس آیت مین حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے واسطے فتح مکہ کی بشارت ہے اور سورہ مکیہ ہے قبل ہجرت کے نازل ہوئی اور یہی ہوا کہ اہل مکہ نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
نکال دینے کا ارادہ کیا بقولہ تعالیٰ وان کادوا لیستفزونک من الارض الآیہ لہذا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مکہ کو
قہراً فتح کیا اور یہی دو قول مین سے زیادہ مشہور ہے اور صلح سے فتح ہونے کا قول غیر مشہور ہے لیکن آپ نے حلم و کرم سے وہان کے لوگون کو
مملوک نہین کیا بلکہ آزاد رکھا ۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین دلالت ہے کہ بعد ہلاک فرعون کے بنو اسرائیل کو اسی زمین مصر مین رہنے کی
اجازت ہوئی تھی اور علما کے یہان دو قول ہین ایک یہ کہ بعد غرق فرعون کے بنو اسرائیل پھر مصر کو نہین گئے اور دوسرا قول یہ کہ پھر مصر
گئے تھے پس بنا بر قول اول کے آیت مین قولہ اسکنوا الارض کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ حکومت مین لاؤ اس زمین کو ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بنو اسرائیل
کثرت تھے پس جہانتک قابل جہاد لوگ تھے انکو لیکر حضرت موسی ؑ جہاد کو روانہ ہوے تاکہ شام کو کفار سے خالی کرین اور باقی لوگ
مصر مین رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے شام فتح کر دیا واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ف فی العرائس ولقد آتینا موسی تسع آیات حقائق اشارات
مین یہ آیات جو ظاہر ہین یقینا انکے آثار باطنی بھی تھے پس ملاحت نظر و حسن چہرہ و کشادگی عقدہ زبان و شرح صدر کما قال رب اشرح لی
صدری ۔ اور ہیبت از جانب حق عز و جل جو اُسپر چھائی ہوئی تھی بقولہ تعالیٰ وآتینا موسی سلطانا مبینا حتی کہ انھون نے بنو اسرائیل کو
حکم دیا کہ اپنے آپکو قتل کرو تو انھون نے گردن جھکائی اور انبساط لقولہ تعالیٰ ان ہی الا فتنتک تضل بہا من تشاء الآیہ اور سجدہ اور
قبولیت دعا لقولہ تعالیٰ ربنا اطمس علی اموالہم اور شریعت مجموعہ آیات ہین اور نیز فلق البحر و عصا کا قلب ماہیت ہو کر سانپ ہو جانا و
ید بیضا و مقام تجلی و سماع کلام پاک ۔ و غلبہ شوق و من و سلوی اور پتھر سے پانی جاری ہونا اور مورت سونے کو جلا کر خاک کر دینا ۔
شیخ جعفر رحمہ نے کہا کہ منجملہ آیات کے جنسے موسی ؑ کو مخصوص فرمایا تھا اصطناع یعنی قولہ واصطنعتک لنفسی ۔ اور القاء محبت لقولہ
والقیت علیک محبۃ منی ۔ اور کلام لقولہ کلم اللہ موسی تکلیما ۔ اور مقام خطاب مین ثابت قدم رکھنا اور سمندر مین محفوظ رکھنا اور ید بیضا

ید بیضاء دینا اور الواح عطاء کرنا۔ شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ منجملہ آیات کے مشاہدہ مین برداشت قوت خطاب۔ اور دیدار کے لیے درخواست بمراجعت اور یہ دونون بڑی آیات مین سے ہین۔ ف مترجم کہتا ہو کہ یہان ایک مقام لطیف اور باقی رہا وہ یہ ہو کہ عصاے موسی علیہ السلام اژدہا ہوجاتا تھا۔ پس یہان اصل مسئلہ یہ ہو کہ کیمیا جس سے خسیس دھات کو ترکیب سے شریف دھات بنا لیتے ہین۔ صحیح ہو یا نہین صحیح ہو۔ اس مسئلہ کی کوئی روایت متقدمین سے نہین ملتی ہو اور علامۂ ابن عابدین نے مقدمہ رد المحتار مین اسمین کلام کیا اُسکا خلاصہ یہ ہو کہ علامۂ ابن حجر رح نے اسکو ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا اور بناء اُسکی یہ ہو کہ آیا قلب ماہیت ممکن ہو یا نہین۔ پس شیخ ابو علی سینا وانطاکی وغیرہم سے نقل کیا کہ محال ہو ممکن نہین ہو اور بعضے فقہاء بھی اُسی طرف ہین۔ اور بعضے فلسفیہ کے نزدیک ممکن ہو اور امام رازی اور ایک جماعت نے اُسی طرف میل کیا ہو کیونکہ اگر ممکن نہو معجزہ باطل ہوجائیگا۔ پس اس قول کے موافق لکھا کہ جو شخص صناعت کیمیا جانتا ہو اور اُسپر اعتماد ہو اور جو دھات بناوے وہ اصل مین بدل گئی ہو کہ کبھی اُسمین تمویہ و ملمع ظاہر نہو تو جائز ہو ورنہ بدون اسکے حرام ہو اور مترجم کہتا ہو کہ صواب میرے نزدیک یہ ہو کہ مسئلہ مین اسطرح تفصیل ہو کہ انقلاب ماہیت سے اگر یہ مراد ہو کہ آدمی کی ترکیب سے ممکن ہو تو باطل ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ خالق عزوجل کیطرف سے ممکن ہو تو بالکل صحیح ہو۔ لہذا کیمیا کا حکم یہ ہو کہ وہ ممنوع و حرام ہے اور رہا یہ اعتراض امام رازی رح کا کہ معجزہ باطل ہوگا اس قول پر نہین وارد ہوتا ہو کیونکہ معجزہ بفعل باری تعالے ہو اور رسول صرف واسطہ ہوتا ہو بلکہ معجزہ اس قول پر قطعی دلیل نبوت ہو کیونکہ جب عصاے موسی ع مثلاً اژدہا ہوگیا اور حقیقت مین ہوگیا تو قطعی معلوم ہوا کہ یہ انقلاب ماہیت بفعل باری تعالے ہو پس صحیح ہو کیونکہ بشر کے امکان سے خارج ہو بخلاف اسکے اگر مانا جاوے کہ بشر سے بھی انقلاب ماہیت بترکیب کیمیا وغیرہ ممکن ہو تو یہان ہوسکتا ہو کہ کسی ترکیب سے ایسا کرلیا ہو۔ اسی واسطے ساحران موسی علیہ السلام نے جب یقین کرلیا کہ یہ عصا واقعی اژدہا ہوگیا تھا تو انھون نے قطعی یقین کرلیا کہ اسمین انسانی فعل کو بالکل دخل نہین ہو اور یہ فعل باری تعالے ہو فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب

پھر قرآن پاک کی فضیلت و نعمت بیان کی

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ

اور حق ہی کے ساتھ ہمنے اسکو اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا اور ہمنے تجھے نہین بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنانے والا اور اُتارا قرآن جدا کیا اسکو تاکہ تو اسکو پڑھے

عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ٥

لوگون پر ٹھوڑا کرکے طریقہ سے اور ہمنے کو اتارا ہی تنزیل سے تھوڑا تھوڑا

اللہ تعالے اپنی کتاب مجید سے خبر دیتا ہو۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ یعنی اور قرآن کو ہم نے متلبس بحق ہو اُتارا۔ یا مع حق اسکو اتارا مانند قولہ تعالے لکن اللہ یشہد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ یعنی مع علمہ یعنی متضمن علم الٰہی جسپر تمکو اطلاع دینا چاہی از صفات توحید و اوامر و نواہی وغیرہ۔ ابو علی فارسی رح نے کہا کہ با دونون جگہ بمعنی مع ہو۔ اور تقدیم واسطے تخصیص کے ہے یعنی حق کے ساتھ متضمن اتارا ہو اسمین باطل کا کچھ لگاؤ نہین ہو۔ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اور حق ہی کے ساتھ نازل ہوا۔ یعنی جیسا اُتارا ویسا ہی نازل ہوا۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ حق ہی کے ساتھ ہم نے اسکا نزول مقدر کیا اور جیسا مقدر کیا اسی طرح نازل ہوا۔ یا معنی یہ ہین کہ ہم نے اسکو آسمان سے حق ہی کے ساتھ اتارا اسطرح کہ ملائکہ کی رصد کے ساتھ محفوظ رہا اور یون ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُترا کہ اسمین شیطان کی تخلیط کچھ نہین ممکن ہوئی۔ بعض نے کہا کہ حق اول بمعنی امور حقہ اور حق دوم سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ہم نے اسکو امور حقہ ہی کے ساتھ اتارا اور وہ حق ہی پر اُترا جو کہ محمد صلے اللہ

وقف لازم

علیہ وسلم ہین - اس سے رد ہو کفار کا کہ وحی الجن یا وحی الشیطان کہتے تھے تو ظاہر کر دیا کہ یہ باطل آدمیون کے واسطے ہوا کرتی ہین اور محمد
رسول برحق ہین - شہاب کے حاشیہ مین ہو کہ حق دونون جگہ باطل کا ضد ہو پس اول سے مراد وہ حکمت الٰہیہ ہو جو اسکے اتارے جانے کو
مقتضی تھی پس اسی حکمت حقہ پر اُتارا ہو اور دوسرے حق سے مراد وہ عقائد و احکام ہین جو اسمین موجود ہین پس وہ علوم حقہ کے ساتھ
اُترا ہو - قال الامام ابن کثیر قولہ بالحق نزل یعنی حق کے ساتھ اے محمد تجھے پہونچا ہر طرح محفوظ محروس جسمین کسی خلط کا شائبہ بھی نہین
اور نہ کچھ زیادتی و نقص ہو کیونکہ اسکو فرشتہ امین مطاع ذو مرہ شدید القوی جبرئیل عم نے پہونچایا ہو - وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ
نَذِيْرًا یعنی اور ہم نے تجھکو کافرون کا ذمہ دار جوابدہ نہین بنایا کہ تجھے انکی سرکشی و تکذیب سے اضطراب ہو بلکہ تجھکو تو ہم نے مکرم رسول
بنایا صرف یہ تیرا فرض ہو کہ بشارت دیدے انکو جو اطاعت کرین اور ڈر سنادے اُنکو جو نافرمانی کرین - اور اللہ تعالےٰ اپنے بندون کا
دانا خبیر ہو ہر ایک کو اُسکے قول و فعل کی جزا و سزا دیگا پس تو انکے کفر سے کچھ غمگین مت ہو - پھر وہ جو مانگتے تھے کہ ہمکو مجموعہ کتاب لا دو تو
اسکے جواب مین ارشاد فرمایا کہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ یعنی اور کتاب یہ قرآن ہم نے تجھے دیدیا مبین و
مفصل کہ تو اسکو لوگون پر ایک مدت مین ٹھہراؤ کے ساتھ پڑھدے یہان جمہور کی قرات فرقناہ - از فرق تخفیف ہو یعنی اسکو واضح کر دیا
اور صاف بیان کر دیا یا اسمین حق و باطل کو جدا کر دیا ہو اور ابن کثیر رح نے لکھا یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین اتار دیا
یعنی رمضان کی لیلۃ القدر مین پھر وہان سے تئیس۲۳ برس مین بحسب وقائع و حکمت الٰہیہ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اُترا - یہ
عکرمہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا - اور ابن عباس رضہ سے قراۃ تشدید کی بھی روایت ہو ماخوذ از تفریق یعنی ہم نے قرآن کو مجموعہ
نہین آتارا بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا تاکہ لوگون پر مدت مین ٹھہر کر پڑھے ابو عبید رح نے کہا کہ قرارۃ تخفیف مجھے زیادہ پسند ہو کیونکہ اسکی
تفسیر یہ ہو کہ بیناہ یعنی واضح بیان کر دیا اور تشدید کی صورت مین معنی زائد نہین ظاہر ہوتے اسوجہ سے کہ آگے فرمایا - وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا
اور ہم نے اُسکو اُتارا تنزیل کے طریقہ سے یعنی تھوڑا تھوڑا کرکے - اور ابن الاعرابی نے کہا کہ کلام مین فرقناہ تخفیف ہو اور اجسام مین
فرقناہ بتشدید ہو - و علی ہذا دونون قراتون کے ایک معنی ہونگے جمل حاشیہ جلالین مین لکھا کہ تشدید کی قرات حضرت علی و ایک
جماعت صحابہ رضہ سے اور تابعین سے مروی ہو اور اسمین دو باتین مزید ظاہر ہوتی ہین یا تو تفریق آیات در بیان امر و نہی وغیرہ یا
متفرق اُتارا جانا - قولہ علی مکث یعنی آہستگی و ٹھہراؤ کے ساتھ کہ اس سے فہم مین خوب آتا ہو اور حفظ آسان ہو اور تنزیل مین ایک
رحمت و مصلحت عظیم ہو کہ اگر یہ لوگ مجموعہ کتاب دیدیے جاتے تو بھاگ جاتے اور اسکو برداشت نہ کر سکتے پس تنزیل مین انپر شفقت ہو
کذا ذکرہ الشیخ السیوطی فی الاتقان - ف قال الشیخ فی العرائس فی اشارات قولہ تعالےٰ بالحق انزلناہ و بالحق نزل - اشارت ہے کہ
ربوبیت کے حق کے ساتھ ہم نے قرآن کو صدیقین و مقربین کے دلون پر نازل فرمایا ہو تاکہ ہم انکو اپنی ذات پاک و صفات ازلی ابدی کی
معرفت عطا فرماوین اور اُنکے اسرار عالم غیب مین دور کرین تاکہ ہمارے اسرار کو اور خزانہ ہائے بادشاہت کاملہ کو اور عجائب قدرت کو
تمام ذرّون مین مشاہدہ کرین کیونکہ قرآن پاک تو ذات و صفات کے واسطے کنجی ہو بلکہ آیات کنجیان ہین اور ملک و ملکوت کے خزائن
انھین سے کھلتے ہین اور قرآن کا نزول بحق عبودیت بھی ہو تاکہ لوگون کو مراتب و مقامات عبودیت پہچنوائے جاوین جیسے صدق و اخلاص
وغیرہ معاملات تاکہ اس سمندر مین ارواح قدسیہ و قلوب روحانیہ اور عقول صافیہ سیر کرین اور پاکیزہ بدن اسمین صاف ہون کیونکہ
ان چیزون کو مقام خضوع معلوم ہو جاتا ہو اور حق مین فنا رہونا معلوم ہو جاتا ہو اور وہی انکا اسمین مطلوب ہو جاتا ہو قولہ وما ارسلناک الا

عہ یعنی بکلام مفروق ہے یعنی جدا جدا مضمون مفصل ہے اور بعد میں متفرق [illegible] ۱۲

مبشراً ونذیراً مبشر تو ہر ایسے شخص کے واسطے جو قرآن کے واسطے لائق اور اُسکا اٹھانے والا ہو اور قبول ویقین ومعرفت وتمکین کے ساتھ لیتا ہو اور نذیر اُس شخص کے لیے جو حکم آلہی تعالے سے مایوس ہوکر بیٹھ رہا اور شان آلہی عز وجل کو نہ پہچانا اور نہ اپنے آپ کو پہچانا شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ حق نے قرآن کو اپنے خاص بندون کے دلون پر نازل فرمایا اور اسکے مکنون فوائد وعجائب معانی اور لطائف نورانی سے اُنکے اسرار روشن ہوگئے اور اُنکے دل اُسکے صیقل سے پاک ہوگئے اور جوارح واعضا اُسکے نور سے روشن ہوگئے۔ اور نزول اسکا بحق ہوا یعنی حق سبحانہ عز وجل ہی تا فضل سے اُنپر قرآن واسکے انوار وبرکات مذکورۃ الصدر کا نزول ہوتا ہو پس ذو الفضل وہی ہو اور اس کی معرفت وہدایت اسی کی طرف سے ہوتی ہو شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ مبشر اس شخص کے واسطے جو متوجہ ہوکر اپنا دل لگا دے اور نذیر اس شخص کے واسطے جو اپنا منھ موڑے اور دوسری جانب جاوے

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ

کہدے تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جو لوگ کہ دیے گئے ہین علم اسکے پہلے سے جب وہ انپر پڑھا جاتا ہو تو گر پڑتے ہین

لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

ٹھوڑیون کے بل سجدہ کرتے اور کہتے ہین کہ پاک ہو رب ہمارا بے شک ہے وعدہ ہمارے رب کا بالکل پورا اور گر پڑتے ہین ٹھوڑیون کے بل

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

روتے ہوے اور قرآن بڑھا دیتا ہو انکا گڑگڑانا

سجدہ فرض

قُلْ کہدے اے محمد کہ اٰمِنُوْا بِهٖٓ ایمان لاؤ قرآن پر اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا یا مت ایمان لاؤ اے سوا انتم بہ ام لا یعنی قرآن تو بذات خود حق صریح ہو اسکو اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہو خواہ تم اسپر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ یہان سے واضح ہوا کہ آمنوا بہ صیغہ امر ہو اور لا تؤمنوا صیغہ نہی ہو پس یہ معنی نہین ہین کہ اول سے حکم مراد ہو یا دوسرے سے ممانعت مراد ہو پس امر ونہی سے ہر ایک کے معنی مراد نہین ہین بلکہ نہایت وعید ہو کہ تم مانو یا نہ مانو اپنے کیے کا بدلا پاؤ گے اور قرآن تو قطعی حق ہو اُسکے آثار ظاہر ہین اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ جن لوگون کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا یعنی اہل کتاب توریت وانجیل مین سے صالح لوگ جنکی صلاحیت یہ ہو کہ اپنی کتاب پڑھے اور اسکے احکام قائم کیے اور تبدیل وتحریف سے پرہیز کیا جیسے ورقہ بن نوفل وعبد اللہ بن سلام وسلمان فارسی وغیرہم تو انھون نے اگلی کتابون مین قرآن کی فضیلت وعظمت کو جانا اور حقیقت وحی کو پہچانا اور نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قطعی مطابق پایا تو ایسے لوگون کا یہ حال ہو کہ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ جب انپر یہ قرآن پڑھا جاتا ہو تو يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا گر پڑتے ہین ٹھوڑیون کے بل سجدہ کرتے زجاج رح نے کہا کہ ذقن پر دونون جبڑے ملتے ہین اور جب آدمی سجدہ مین جانا شروع کرتا ہو تو ذقن سب سے پہلے زمین سے قریب ہوتی ہو۔ بعض نے کہا کہ ذقن سے کنایہ جبڑے سے ہو اور جب زیادہ خشوع سے آدمی سجدہ کرتا ہو تو اکثر اپنی داڑھی کو خاک آلودہ کر دیتا ہو کیونکہ داڑھی کے پاک رکھنے مین مبالغہ کیا جاتا ہو تو جب اسی کو خاک آلودہ کر دیا تو انتہا سے تعظیم ادا کی۔ بعض نے کہا کہ آدمی پر جب خوف غالب ہوتا ہو تو اکثر وہ اوندھا زمین پر گرتا ہو تو اذقان پر گرنا کنایہ ہو کمال خوف وجذبہ شوق سے۔ اگر کہا جاوے کہ یخرون للاذقان . کی جگہ یسجدون نہ فرمانے مین کیا حکمت ہو جواب یہ ہو کہ یسجدون کہنے مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ جیسے سہولت سے آدمی سجدہ کرتا ہو ویسی سجدہ کرتے ہین اور یخرون سے ظاہر ہوا کہ ایسی جلدی اس تعظیم بجا لانے مین کرتے ہین کہ گویا گر پڑتے ہین مگر ساتھ ہی قولہ سجدًا سے تصریح کر دی کہ یہ فعل اضطراری

نہین ہو بلکہ معنی یہ ہین کہ دل سے اس تعظیم کے بجالانے مین جلدی کرتے ہین اگر سجدہ کرتے ہوے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ علم سابق سے یہ لوگ قرآن کی تعظیم و تکریم کو جانکر جب وہ پڑھا جاتا ہو تو اللہ تعالے کے لیے سجدہ مین گرجاتے ہین۔ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا۔ اور کہتے ہین یعنی سجدہ کی حالت مین کہ پاکی ہو ہمارے رب کی اُسکا وعدہ جو سابق کتابون مین ہو کبھی دروغ نہین ہوسکتا۔ إِنْ ای انہ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا۔ بیشک ہمارے رب کا وعدہ مفعول ہو۔ مفعول کے معنی کردیا گیا یعنی ایسا وعدہ ہو کہ گویا وہ ہوگیا پس جو وعدہ اگلی کتابون مین فرمایا تھا کہ قرآن مجید نازل کیا جائیگا اور محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونگے اور جملہ انوار و برکات و ثواب و عقاب سب ٹھیک ہو اس مین قریش کے جاہلون پر تشنیع ہو کہ جہالت سے اُسکو ٹھیک نہین سمجھتے ہین۔ بالجملہ جو لوگ علم سابق سے وعدہ پاتے تھے وہ محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اور قرآن کے نزول سے جب وعدہ پورا دیکھتے جاتے ہین تو اللہ تعالے کی تسبیح کرتے ہین پھر جب مواعظ قرآن انمین اثر کرتے ہین تو روتے ہوے دوسرا سجدہ کرتے ہین کما قال وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ اور گرتے ہین سجدہ مین يَبْكُونَ روتے جاتے ہین یعنی نرمی قلب سے جو مواعظ قرآن سے پاتے ہین۔ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا اور زیادہ کرتا ہے سماع قرآن انکے لیے خشوع کو۔ کمال تواضع و عاجزی سے اللہ تعالے کی طرف رجوع کرنا انپر قرآن کا اثر ہوتا ہو۔ آداب القرآن سے ہو کہ اسکی تعظیم مین مبالغہ کرے اور رونا مستحب ہے اور اگر رولائی نہ آوے تو رولائی لاوے اور مترجم کہتا ہو کہ اس سے یہ مراد نہین کہ ظاہری صورت بناوے بلکہ یہ معنے ہین کہ جب انوار عظمت و معرفت قلب مین ہوتے ہین تو سنتے ہی جذب شوق سے آنسو بہنے لگتے ہین اور وہ بے اختیاری ہے اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہو تو غور سے اپنے دھیان کو لگاوے اور خوف و عذاب و ثواب کے سمجھنے سے دل کو لگاوے کہ وہ خوفناک ہوکر رویگا اور میل دھوویگا۔ ابوہریرہ رضہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کے خوف سے رویا وہ داخل جہنم نہوگا جبتک کہ دودھ دوہا ہوا پھر تھنون مین واپس نہ جاوے اور کسی شخص پر راہ جہاد کا غبار اور جہنم کا دھوان جمع نہین ہوگا رواہ الترمذی والنسائی۔ خلاصہ یہ کہ جیسے دوہا ہوا دودھ پھر تھنون مین نہین جاسکتا ایسے ہی خدائے تعالے کے خوف سے رونے والا جہنم مین نجائیگا[ف] اور اللہ تعالے کی راہ مین چلنے سے جو غبار پڑا اُسکے ساتھ پھر جہنم کا دھوان جمع نہ ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ دو آنکھین ہین جنکو آگ نہین چھوئیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالے کی خوف سے روئے اور ایک وہ آنکھ جو رات کو جہاد مین نگہبانی کرتی رہے رواہ الترمذی یعنی جہاد مین جہان لشکر اترا اس لشکر کے شبخون دشمنون سے نگہبانی کرنے والے پر جہنم حرام ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ان الذین اوتوا العلم الآیہ۔ اشارت سے ظاہر ہوتا ہو کہ قرآن کا اثر ان بندون پر زیادہ ہوتا ہے کہ جنکو قبل خلق کے ابتداے ازل مین معرفت دی گئی اور یہ ارواح عارف تجرّا اور عالم بصفات حق تھین اور شرائع و عبودیت ظاہر ہونے سے پہلے وہ حق تعالے سے حق کو بلا واسطہ و حجاب کے سماعت کرتی تھین جب عالم وجود مین آنے کے بعد بواسطہ بدن کے انپر کلام الٰہی پڑھا جاتا ہو تو یہ اُن کے جوش کو اُبھار دیتا ہے کہ محبت بھڑک جاتی ہے اور شوق الٰہی مین جنبش کرتی ہین اور لذت خطاب الٰہی سے راحت پاتی ہین اور اس کی مراد کو پہچانتی ہین پس اُسکے حکم کیواسطے خضوع و خشوع کرتی ہین جب کلام حق انھون نے سُنا تو انکے قلوب مین ہیجان محبت ہوتا ہو پس اس وجود کے قربان کرنے پر جوش کرتے ہین اور اس کی عظمت و جبروت کے سامنے گرپڑتے ہین اور کوئی حیلہ نہین پاتے مگر یہی کہ خاک پر سر رکھکر اسکی عظمت و سلطنت کے سامنے خضوع کرتے ہین اور شرک و شریک و مخالفت و مساہم سب سے اسکی پاکی بیان کرتے ہین کما قال تعالے ویقولون سبحان ربنا۔ اور اسکے شوق مین بوجہ گرفتاری کے

[ف] یعنی جیسے یہ محال ہو ویسے ہی اسکا جہنم مین جانا محال ہے ۱۲

مگر سجدہ کرتے اور روتے ہین کما قال تعالے ویخرون للاذقان یبکون الآیہ اسکے شوق جمال مین روتے ہین اور اُسکی محبت مین آنسو بہاتے ہین اور اُسکی عظمت کے سامنے دم بخود ہوجاتے ہین یہ خوف کرتے ہین کہ وہ پاک بے پرواہ اتنی بے صبری پر ناخوش نہ ہو یہ رونا کیسا پاکیزہ ہو یہ گڑگڑانا کیسا لذیذ ہو رونا اسی سے اسی کی طرف ہو ؎ دلآرام در بر دلآرام جو۔ محبوب بغل مین اور پھر ڈھونڈھتے ہین پاپا ہو نہ پانے پر رونا ہو اور نہین پایا گر پانے مین رونا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ سماعت قرآن کس شان پر ہو بندہ نے جب قرآن سنا تو اسکا سر باطنی واسطے سماع قرآن کے خشوع مین آیا اور سچے برہان سے اُسکا قلب منور ہوا اور جوارح اسکی فرمانبرداری کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رونا کئی قسم کا ہے ایک رونا اللہ تعالے کی طرف سے اور وہ اسطرح ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے جو سعادت یا شقاوت جاری ہوئی اُسکے خوف سے روئے دوم اللہ تعالے پر رونا اور وہ اسطرح ہو کہ حسرت و افسوس کرکے روئے اور جو حصہ کہ اللہ تعالے سے اسکو ملنا چاہیے تھا اس کے ضایع ہونے پر روئے۔ سوم اللہ تعالے کے واسطے رونا اور وہ اسطرح کہ اللہ تعالے کے ذکر سے اور اُسکے وعدہ و وعید و قرب و منزلت کی یاد سے روئے۔ چہارم رونا اللہ تعالے کے ساتھ اور یہ رونا کمال معرفت ہو کہ اس رونے مین اس سے کوئی حظ اُسکو نہ ہو۔ شیخ قاسم رحمہ اللہ نے کہا کہ رونا کئی طرح پر ہوتا ہو ایک جاہلون کا رونا کہ جو اپنے جاہل ہونے پر روئین دوم عالمون کا رونا جو اپنے قصور پر روتے ہین سوم صالحین کا رونا جو اس خوف سے روتے ہین کہ فضل و عنایت مین سے کچھ کم نہ کردیا جاوے۔ چہارم اماموں کا رونا جو اس خوف سے روتے ہین کہ سبقت نہ ہوئی قلت اسکے دو معنی ہوسکتے ہین ایک یہ کہ بحکم قولہ منہم سابق بالخیرات۔ یہ سبقت نہ ہوئی۔ اور دوم یہ کہ اُنپر اوروں کو سبقت دی گئی ہو جیسے معراج کی حدیث مین حضرت سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم جب موسی علیہ السلام سے تجاوز فرما گئے تو وہ روئے کہ مجھپر سبقت دی گئی ہے۔ پنجم شہسواران توحید کا رونا کہ وہ ہیبت و محبت و متواتر انوار سے روتے ہین۔ شیخ استاد رحمہ نے فرمایا کہ قرآن کا سننا ایک قوم کے دلون مین مؤثر ہو اور ایک قوم کے اسرار کو حیرت مین ڈالنے والا ہو پس جنکے دلون مین مؤثر ہوتا ہو وہ علما ہین اور جنکے دلون کو حیرت مین ڈالتا ہو اسطرح کہ اسرار متحیر ہوجاتے ہین وہ موحد ہین پھر علما کے دلون مین اُسکی تاثیر یہ کہ صحیح استدلال دیکھتے ہین اور موحدین کے اسرار مین حیرت ہونا جمال و جلال کے شہود سے ہو۔ پھر جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف نبوت کو ظاہر فرمادیا اور منکرون کے شبہات رد کردیے تو عموماً دعاے الٰہی عزوجل اور اسکے کمال توحید کو مع طریقہ عبادت کو بیان فرمایا بقولہ تعالے

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ج وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ

تو کہہ دے کہ نام لو اللہ یا لو رحمٰن کسی نام کو تم پکارو وہی ہو اس کے واسطے نام ہین بہت اچھے اور مت جہر کر اپنی نماز کے ساتھ

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ

اور مت مخافت کر اسکے ساتھ اور ڈھونڈھ بیچ مین اسکے ایک راہ اور تو کہہ کہ سب حمد ہی اللہ کو جسنے نہین بنایا فرزند اور نہ تھا

يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝

اسکا کوئی شریک (ساجھی) بادشاہت مین اور نہ اسکا کوئی متولی جہت ذلت سے اور بزرگی بیان کر اسکی بہت بزرگی

قُلْ کہدے اے محمد ان مشرکون سے جو اللہ تعالے کے واسطے رحمن کے نام سے منکر ہین صفت رحمت سے گویا انکار ہو تو انسے کہدے کہ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا پکارو اللہ یعنی اللہ تعالے کا نام اللہ لیکر پکارو یا نام الرحمن پکارو کچھ فرق نہین

یا دونون بہتر ہین۔ فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کیونکہ اسکے بہت نام اچھے ہین۔ ابن عباس و مکحول سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ مین کہتے تھے کہ یا اللہ یا رحمن۔ اسکو ایک مشرک نے سنا تو کہا کہ محمد زعم کرتے ہین کہ مین ایک ہی کو پکارتا ہون حالانکہ وہ دو کو پکار رہے ہین پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری۔ رواہما ابن جریر رح کذا فی تفسیر ابن کثیر۔ سراج و معالم وغیرہ مین اس مشرک کا نام ابوجہل لکھا ہو اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آوازسے دعا کرتے اور کہتے یا اللہ یا رحمن تو اہل مکہ نے سنکر کہا کہ دو کو پکارتے ہو اور توحید کا دعوی کرتے ہو پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور مترجم کہتا ہو کہ اس قول پر یہ آیت مکی ہو اور جن لوگون نے کہا کہ تمام سورہ مکیہ ہو انکے واسطے مؤید ہو ولیکن اس سے پہلے کی آیت سجدہ مین قولہ اذا یتلی علیہم یخرون للاذقان الآیہ مین تامل ہو اسلیے کہ اہل کتاب پر قرآن کی تلاوت مدینہ مین واقع ہوئی ہو اور جواب یہ ہوسکتا ہو کہ ورقہ بن نوفل مکہ مین تھے یا کہا جاوے کہ اہل مکہ مین سے بعض نے مدینہ مین جاکر ان آیات قرآنیہ مین سے کچھ سنا یا ہو واللہ تعالے اعلم۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اول جب قرآن اُترا ہو تو اسمین الرحمن کا نام قلیل تھا اور اہل کتاب مین سے جو لوگ مسلمان ہوے تھے مانند عبداللہ بن سلام و ابن یامین وغیرہ علمار کے انکو ایک گرانی تھی کیونکہ توریت مین یہ نام بہت ہو پس انھون نے الرحمن کے نام سے دعا کرنے کو دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی چاہو اللہ کے نام سے دعا مانگو یا الرحمن کے نام سے دونون اچھے ہین پس قریش نے کہا کہ یہ کیا حال ہے کہ محمد ایک کو پکارتے تھے اب دو کو پکارتے ہین اور ہم تو رحمن اسی یمامہ والے کو جانتے ہین یعنی مسیلمہ کذاب کو رحمن الیمامہ کہتے تھے پس نازل ہوا قولہ وہم بذکر الرحمن ہم کافرون۔ اور یہی نازل ہوا قالوا وما الرحمن مشرکین کہنے لگے کہ الرحمن کون ہو پس مومنین اہل کتاب تو خوش ہوے اور کفار قریش بحکم قولہ وزادہم نفورا۔ انکو نفرت بڑھی اور یہی ہو قولہ تعالے الذین آتیناہم الکتاب یفرحون بما انزل الیک ومن الاحزاب من ینکر بعضہ۔ یعنی جن لوگون کو ہم نے کتاب دی وے خوش ہوتے ہین اس سے جو تجھپر اتارا گیا اور احزاب مین سے وہ ہو جو اسمین سے بعض کا انکار کرتا ہو۔ ذکرہ فی السراج وغیرہ۔ وعلی ہذا یہ آیت مدنیہ ہو لیکن اس روایت کا ثبوت حضرت ابن عباس سے چاہیے ہے اور شاید کہ بیان مین تقدیم و تاخیر ہو پس مشرکین مکہ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم مین الرحمن سے منکر تھے اور کہتے کہ رحمن ہم نہین جانتے ہم تو یمامہ والے رحمن الیمامہ کے سوا کوئی رحمن نہین جانتے ہین اور واللہ ہم کبھی اسکے نام پر نہین پکارینگے اور نہ مانینگے پھر انکو تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالے کے اسمائے حسنی ہین جنمین سے اللہ و الرحمن بھی ہو جس سے چاہو پکارو بہتر ہو پھر مانند قولہ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم الآیہ وغیرہ سے جب مدینہ مین تشریف لائے تو اہل کتاب خوش ہوے واللہ تعالے اعلم۔ سراج مین لکھا کہ اگر کہا جاوے کہ ادعوا زیدا او ادعوا عمروا تو ظاہر ہوتا ہو کہ زید و عمر دونون الگ الگ ہین پس ابوجہل کا شبہہ تو ہوسکتا تھا جواب یہ ہو کہ ادعوا یہان پکارنے کے معنی مین نہین ہو بلکہ بمعنے سموا ہو یعنی نام لو اللہ کا یا تم نام لو الرحمن کا پس مراد یہان مسمی نہین ہو بلکہ اسم ہو اور حرف او بمعنی اختیار ہو چاہو یہ نام لو یا وہ نام لو۔ اور واضح ہو کہ حسنی صیغہ مونث اسم تفضیل ہو بوجہ جمع ہونے لفظ اسمار کے جو موصوف واقع ہوا ہو اور جمع حکم مین مونث کے ہوتا ہو صفت کو بھی مونث لایا گیا اور وہ اصلی مونث نہین ہو۔ اور اللہ یا الرحمن وغیرہ کے احسن الاسمار ہونے کے یہ معنی ہین کہ انمین تحمید و تقدیس و تعظیم کے مستقل معانی موجود ہین۔ اور اسمار حسنی مین سے ننانوے کا بیان قولہ وللہ الاسمار الحسنی کی تفسیر مین گذرچکا ہو۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ اور جہر مت کر اپنی نماز کے ساتھ۔ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا۔ اور مخافت مت کر اسکے ساتھ۔ یعنی نہ جہر کر اور نہ مخافت کر۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور اسکے درمیان مین راہ تلاش کر۔ یعنی جہر و مخافت کے درمیان پڑھنا چاہیے اور ظاہر کلام مین نماز کا ذکر موجود ہو لیکن سلف سے یہان متعدد

اقوال مروی ہین ازانجملہ یہ کہ نزول اسکا نماز کے بارہ مین ہی جیسا کہ ظاہر کلام ہی اور ازانجملہ یہ کہ نزول اسکا دعا یا تشہد کے بارہ مین ہی ازانجملہ
یہ کہ اہل کتاب کے طریقہ سے جو اچھا نہ تھا احتراز کرنے کے حکم مین ہی شیخ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ امام احمد رح نے بطریق سعید بن جبیر رحمہ اللہ
ابن عباس رض سے روایت کی کہ نزول اس آیت کا کہ ولا تجہر بصلوتک الآیہ اسوقت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین پوشیدہ متواری تھے
اور کہا کہ یہ بات یہی تھی کہ جب آپ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرارة قرآن کے ساتھ جہر کرتے تھے پس جب مشرک لوگ سنتے تو قرآن کی
بدگوئی کرتے اور جس نے اُتارا اسکی برائی کرتے اور جو لایا اُسکے ساتھ بدزبانی کرتے تھے کہا ابن عباس رض نے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا
ولا تجہر بصلوتک یعنی مت جہر کر اپنی قرارت کے ساتھ کہ مشرکین سنکر قرآن کے ساتھ بدزبانی کرین ولا تخافت بہا اور اسکی قرارت مین مخافت
بھی مت کر اپنے اصحاب سے کہ انکو نہ سنا دے کہ تجھ سے سیکھ نہ سکین وابتغ بین ذلک سبیلا یعنی درمیانی طریقہ اختیار کر۔ یہ روایت صحیحین مین بھی
موجود ہی اور ایسا ہی ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور اتنا بڑھا دیا کہ پھر جب آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہ حکم ساقط ہوگیا
پھر جو چاہتے وہ کرتے تھے۔ اور محمد بن اسحق نے بطریق عکرمہ از ابن عباس روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز مین قرآن جہر سے
پڑھتے تھے تو مشرکین متفرق ہوجاتے اس سے انکار تھا کہ قرآن سنین اور کوئی آدمی جب یہ قصد کرتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
آپ کی کچھ تلاوت سنے جب آپ نماز مین ہون تو مشرکون کے خوف سے انکی چوری سے کان لگا کر سنتا اور اگر ان مین سے کسی کو دیکھتا تو
اس کی ایذا کے خوف سے چلا جاتا اور نہ سنتا سو اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخافت سے پڑھتے تو جو لوگ چوری سے سننا چاہتے تھے
وے کچھ نہین سن سکتے تھے تب اللہ تعالے نے نازل فرمایا ولا تجہر بصلوتک یعنی تاکہ مشرکین متفرق نہ ہوجاوین ولا تخافت بہا۔ یعنے
پھر وہ شخص نہ سُن سکے جو چوری سے سننا چاہتا تھا شاید کہ وہ بعضی سنی ہوئی بات سمجھے اور نفع اُٹھاوے وابتغ بین ذلک سبیلا یعنے
درمیان کا طریقہ اختیار کر۔ یہی قول عکرمہ وحسن بصری وقتادہ کا ہے کہ نزول اس آیت کا نماز کی قرارت کے بارہ مین ہی اور شعبہ رح نے
اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعود رض سے روایت کی کہ جس نے اپنے کانون کو سنایا اُسنے مخافت نہین کی۔ اقول اس روایت سے
ظاہر ہوتا ہی کہ مخافت ممنوعہ یہ ہے کہ اپنے کانون کو بھی نہ سنا دے اور ظاہر مذہب حنفیہ یہی ہی کہ اگر ایک شخص نے اس طرح پڑھا کہ خود بھی
نہ سنا تو قرارت نہین جائز ہے اور بعض روایت مین ہی کہ ادنی درجہ مخافت کا یہ ہے کہ حروف کی تصحیح ہو اور مترجم کے نزدیک اسکی تاویل
یہی ہے کہ خود سنے اسلیے کہ حروف کی تصحیح وبے تصحیح بغیر اسکے معلوم نہین ہوسکتی ہے۔ اور شیخ ابن جریر نے اپنی اسناد سے روایت کی کہ محمد
بن سیرین نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز مین قرارت پڑھتے تو اپنی آواز خفض کیا کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بلند کیا
کرتے تھے تو ابوبکر رض سے کہا گیا کہ ایسا کیون کرتے ہو کہا کہ مین اپنے رب عز وجل سے مناجات کرتا ہون اور وہ میری حاجت جانتا ہی کہا گیا
کہ اچھا کرتے ہو اور عمر رض سے کہا گیا کہ ایسا کیون کرتے ہو تو کہا کہ مین مطرود کرتا ہون شیطان کو اور جگاتا ہون اونگھتے ہوے کو تو کہا گیا کہ
اچھا کرتے ہو پھر جب یہ آیت اُتری ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا الآیہ تو ابوبکر رض سے کہا گیا کہ آواز کچھ بلند کرو اور عمر رض سے کہا گیا کہ
آواز کچھ پست کرو۔ ہکذا ذکرہ الشیخ ابن کثیر اور معالم وغیرہ مین یہ روایت اسی قدر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اپنے
اصحاب رض کے گھرون کا دورہ کیا تو ابوبکر رض نماز مین اپنی قرارت آواز خفی پڑھتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ باواز بلند پڑھتے تھے پھر صبح کو
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض سے کہا کہ اپنی آواز کیون پست کرتے ہو انھون نے کہا کہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہون اور وہ میری
حاجت جانتا ہی اور عمر رض سے فرمایا کہ کیون بلند کرتے ہو عرض کیا کہ شیطان کو ہانکتا ہون اور سوتون کو جگاتا ہون پس آپ نے ابوبکر رض کو کہا کہ

اپنی آواز کچھ بلند کرو اور عمر رضہ سے فرمایا کہ اپنی آواز کچھ پست کرو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ روایت بعض صحاح مین بھی ہو اور ظاہر یہ ہو کہ یہ قصہ مدینہ کا ہے اور مکہ مین تو فرائض بھی متقرر نہ ہوے تھے مگر ہجرت سے ایک سال پہلے معراج مین مگر شاید کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اسوقت مین تہجد ادا کرتے ہون جیسے سورۂ مزمل سے ظاہر ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عکرمہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ نزول اس آیت کا دعا کے بارہ مین ہے اور ایسا ہی حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کما فی الموطا۔ و ایسا ہی مجاہد رح و سعید ابن جبیر و ابو عیاض و مکحول و عروہ بن الزبیر رح نے کہاہے۔ عبد اللہ بن شداد رضہ سے روایت ہے کہ بنی تمیم مین سے ایک اعرابی مسلمان ہوا جب آنحضرت صلعم سلام پھیرتے تو وہ بلند آواز سے کہتا کہ اللھم ارزقنی ابلا و ولدا۔ الٰہی مجھے اونٹ و اولاد روزی کر۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اقول اس سے معلوم ہوا کہ دعا مین جہر کرنا بدرجۂ اوسط جائز ہے ولیکن لازم ہوگا کہ پست کرنا جائز تھوا اور جواب یہ ہو کہ پست کرنے سے یہ مراد ہو کہ خود بھی نہ سنے تو وہ نہین جائز ہو ولیکن وارد ہوتا ہو کہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ سے دعا خفیہ مستحسن ہو پس بعض نے کہا کہ اول آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہو اور امام رازی نے کہا کہ یہ قول بعید ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ جب مخافت ممنوعہ وہ ہوئی کہ خود بھی نہ سنے تو آیت مین خفیہ سے اسقدر لینا چاہیے کہ خود سُن لے پس نسخ کی حاجت نہ رہی البتہ یہ بات معلوم ہوئی کہ قولہ بین ذلک بین مراتب ہین یعنے اسقدر پست کہ خود نہ سنے ممنوع ہو اور اسکے بعد ایک درجہ یہ کہ خود سنے فقط اور دوم یہ کہ پاس والا بھی سُنے اور تیسرا یہ کہ اول صف والے سُن لین چوتھا یہ کہ دوسری صف والے بھی سنین۔ بالجملہ امام کی قراءت اسقدر کہ تمام صف والے سنین ممنوع نہ ہوگی بشرطیکہ صفین اسقدر ہون کہ آواز معقول سے اُنکو سُنا سکے۔ پھر اس سے زائد جہر مکروہ ہوگا۔ اور پہلے معلوم ہو چکا کہ ضحاک نے ابن عباس سے جو روایت کی کہ آیت دربارہ قراءت کے ہو اور مکہ تک اس کا حکم رہا پھر مدینہ مین آپ کو اختیار ہوا کہ جسطرح چاہین پڑھین یہ دلیل ہو کہ یہ حکم منسوخ ہوا۔ واللہ تعالے اعلم۔ قول دیگر یہ کہ آیت دربارہ تشہد ہو چنانچہ ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ عائشہ رضہ سے روایت کی کہ قولہ لا تجہر بصلوتک الآیہ کا نزول تشہد کے بارہ مین ہو۔ اور یہی محمد بن سیرین سے مروی ہو۔ اقول اس صورت مین صلوٰۃ کا اطلاق تشہد پر ہوا ہو۔ قول دیگر یہ کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تجہر بصلوتک یعنی لوگون کے لیے آئینہ کرنے کو مت پڑھ و قولہ ولا تخافت بہا یعنی لوگون کے خوف سے ترک مت کر۔ اور حسن بصری رح سے مروی ہو کہ قولہ لا تجہر بصلوتک الآیہ کہا کہ معنی یہ ہین کہ ظاہر مین نماز کو خوب بنا کر مت پڑھ اور باطن مین اُسکو خراب مت کر۔ ایسا ہی عبد الرزاق نے بواسطۂ معمر رح کے حسن بصری سے روایت کی ہو اور یہی عوف رح و قتادہ نے حسن سے روایت کیا۔ قول دیگر یہ کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم رح نے کہا کہ اہل کتاب مخافت کرتے تھے پھر انہین سے ایک پادری ایک کلمہ کو آواز سے پڑھتا پس اسکے ساتھ اسکے پیچھے اور لوگ بھی اسی کلمہ پر چیختے پس اللہ تعالے نے اس آیت مین ایسے جہر سے منع کر دیا جیسے وہ شخص پادری کرتا اور ایسی مخافت سے منع کر دیا جیسے قوم والے کرتے پھر درمیانی راہ وہ تھی جو جبرئیل علیہ السلام نے نماز مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مقرر کر دی تھی۔ مترجم کہتا ہو کہ ان اہل تفسیر موجودہ مین سے کسی نے اس مقام پر کوئی قول تزئیفی نہین لکھا ہو اور مترجم کو جو ظاہر ہوتا ہو وہ یہ ہو کہ سبب اولی وہی قراءت نماز ہو اور ثانیاً اس مین دعا و جملہ ارکان نماز مین جہر و مخافت داخل ہو اور جہر و مخافت مین ریا کاری کرنا ممنوع یا ریا کے خوف سے بالکل ترک بھی ممنوع ہو اور خلاصہ یہ کہ توسط ان اعمال مین براہ عقل و نیت محمود ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ جب اللہ تعالے نے اہل شرک کے جہالات رد کر دیے اور کمال قدرت و عظمت و توحید ثابت فرما دی تو اب خلاصہ اپنی توحید کا حمد کے ساتھ فرمایا بقولہ۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور کہدے کہ سب تعریف اللہ تعالے کے واسطے ہو یعنی اُس ذات پاک خالق عز و جل کے لیے

جو سب کمالات والا ہے اور کوئی عیب جو مشرک لگاتے ہین اُسکی درگاہ عزت کے لائق نہین اور وہ پاک ہی ازانجملہ مشرکون کے رد کرنے کے تین صفات سلبی بیان فرمائے اول ۔ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وہ پاک جس نے نہین بنالیا فرزند۔ اس مین اشارت ہی کہ خالق وہی ہی تو جو کوئی ہوتا اُسکا مخلوق ہوتا پس اُسنے فرزند نہین لیا جیسے نصرانی کافر وغیرہ کہتے ہین کبیر مین رازی رح نے لکھا کہ الحمد یعنی تمام کامل حمد ایسی ذات کے لیے بتلائی جس نے فرزند نہین لیا یعنی وہ بیٹا وغیرہ سے پاک ہے تو اُسکے کئی وجوہ ہین اول یہ کہ کسی کا فرزند وہ ہوتا ہی جو اُسکے اجزا مین سے کسی جزو سے پیدا ہوا ہو پس جس کسی کا فرزند ہو وہ ضرور اجزا سے مرکب ہوگا اور جو چیز کہ مرکب ہوتی ہی وہ اجزا موجود ہوکر تب مرکب ہوکر پائی جاسکتی ہی تو مرکب کو احتیاج ہی اجزا کی طرف کیونکہ اگر اجزا نہ ہون تو یہ مرکب کبھی نہ ہوگا پس یہ مرکب قدیم نہین ہوسکتا اور قدیم وہ ہے کہ وہ بالکل کسی چیز کی طرف محتاج نہ ہو کیونکہ جو محتاج ہو وہ جسکی طرف محتاج ہو اُسی سے حادث ہے اور حادث مخلوق کو کمال کہان سے ہوا تو وہ کمال حمد کا مستحق نہ ہوا تو ولد والے کے لیے حمد نہین ہے پس حمد اُسی کے واسطے ہے جسکے فرزند نہین ہے۔ وجہ دوم یہ کہ جس کسی کے فرزند ہو وہ سب نعمتین اپنے فرزند کے لیے رکھتا ہے اور یہ نہین ہوسکتا کہ اُسکو طاقت وقدرت سب کچھ ہو پھر اُسکے غلام اُسکے فرزند کو قتل کر ڈالین جیسے نصرانی دعوی کرتے ہین یا جسکا فرزند ہوتا ہے وہ ہر طرح کی آسایش اُسی کے واسطے افضل دیتا ہی پھر جب فرزند نہین ہوتا تو نعمتین اپنے غلامون کو دیدیتا ہی مگر اللہ تعالے اپنے بندون کو بڑی بڑی نعمتین دیتا ہے چنانچہ بادشاہ بناتا ہے تو ثابت ہوا کہ اس نے فرزند نہین لیا جیسے کفار نصرانی انتہاے نادانی کی وجہ سے افترا باندھتے ہین پس حمد اُس کے لیے ہے جس نے بندون پر کمال انعام کیا اور فرزند نہین اُس کے لائق ہے ۔ وجہ سوم یہ کہ جسکے فرزند ہوتا ہے وہ بعد باپ کے قائم مقام ہوتا ہے تو باپ ایسا ہوگا کہ ہمیشہ انعام واکرام بندون پر نہین کرسکتا تو کمال حمد کا مستحق نہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالے ہمیشہ بے انتہا زمانہ تک اپنے بندون پر انعام واکرام کرنے والا ہے اور کوئی اسکے قائم مقام ہونے کے لائق نہین ہے کیونکہ وہ تو سب سے اعلی اور سب قدرت والا اور سب اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین تو ظاہر ہے کہ نادان نصرانی کے قول پر بیٹا ان سب باتون سے خالی ہوگا کہ وہ اُسی وقت سب سے اعلی نہ ہوا اور اگر کہا جاوے کہ کسی دوسرے وقت ہوجائیگا تو معلوم ہوا کہ اس مین تغیر ہوتا رہتا ہے تو وہ ضرور حادث ہے کیونکہ جسمین تبدل وتغیر ہو وہ حادث ہے پھر کہان سے وہ قدیم ہوسکیگا اور وہ قدرت والا بھی نہین ہے اور اسکے قبضہ مین سب مسخر بھی نہین بلکہ وہ خود مسخر ومقہور ہے تو وہ کہان سے قائم مقام فرزند ہوسکتا ہے اور یہ بالکل ظاہر وصاف باتین ہین جو انکو نہ سمجھے بڑا احمق ہے۔ قسم دوم صفات ثلثہ سلبیہ مین سے یہ ہے ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ اور نہ تھا اُسکا کوئی ساجھی بادشاہت مین ۔ کیونکہ وہ تو سب سے اعلی وسب کمال والا ہے پھر اُسکا ساجھی کس طرح کا ہوسکتا ہے اگر برابر کا ہو تو سب سے اعلی نہ ہوا اور اُس کے قبضہ مین مقہور ومسخر ہوا اور ساجھی سے اختیار کامل نہین رہتا گر وہ سب صفت مین کامل ہے تو ساجھی مجبور ہوتا پھر ساجھی کیونکر ہوسکتا ہے پس سلطان ذو الجلال والاکرام وہی وحدہ لاشریک ہے جسکا کوئی ساجھی بادشاہت مین نہین ہوسکتا پس ہر انعام واکرام جو بے انتہا طریقہ سے اُسنے بندون پر برسادیا ہے وہ اُسی کا انعام ہے وہی حمد کے واسطے مستحق ہے ۔ قسم سوم صفات سلبیہ سے قولہ ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ یعنی اور نہ تھا اُسکا کوئی ولی اس راہ سے کہ اس مین کوئی عاجزی یا ضرورت تھی جسکو اُس کے ولی نے بوجہ دوستی وموالات کے اُس سے دفع کی کیونکہ وہی قادر قوی کامل حاکم ہے جو چاہے کرے جو کچھ اس کے سواے ہے سب اس کی مخلوق اور اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ومجبور ہے ۔ پس اس کلام مین تمام اوہام شیطانی کی نفی کردی کہ اس کا کوئی شریک نہین ہوسکتا نہ تو اسکے جنس کا کیونکہ وہ جنس سے پاک ہی بیٹا وغیرہ کچھ نہ ہوا اور نہ اسکے غیر جنس کا اور نہ اختیار سے اور نہ مجبوری سے

کسی طرح شریک نہین ہوسکتا اور نہ اُسکا معاون ہوسکتا ہے جب یہ شان ہے تو کمال حمد و ثنا اُسی کے شایان ہے وہی کامل متفرد بالنعام و احسان ہے اُسکی عظمت و کبریائی کے تصور مین وہم و گمان بیچارے عاجز و عقل حیران ہے لہذا فرمایا۔ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا۔ اور اسکی کبریائی بیان کر انتہا سے درجہ کبریائی و عظمت کا وہ اپنی ذات مین متوحد و صفات مین متفرد کامل ہے وہی تمام محامد کا مستحق ہے تمام بے انتہا مخلوقات اُسکے ارادہ کُن سے موجود ہے تو یہ سب مخلوقات اُسکے ادنی اشارہ مین معدوم ہے پھر تو پہاڑون و آسمانون وغیرہ کی بڑائی مین حیران ہو رہا ہی تو اُسکی عظمت دیکھ جسکی قدرت کے سامنے یہ سب معدوم ذرہ کے برابر ہے اور جو انہین سے موجود ہے وہ اُسی کی شان عالی متعالی ہے اسی واسطے اُسکے حبیب اکرم نمونہ قدرت متوحد محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت العزت یہ ہے الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک آخر تک۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند مین معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ پہلے جنت مین بلائے جاوینگے وے لوگ ہونگے جو آسانی و سختی دونون حال مین اللہ تعالے کی حمد کرتے رہے ہین۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد سر ہے شکر کا جس بندہ نے اللہ کی حمد نہ کی اُسنے اُسکا شکر نہ کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل الدعاء الحمد ہے اور افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے کو سب سے زیادہ محبوب باتین چار ہین لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ ان چارون مین سے جس سے چاہے شروع کرے کچھ مضر نہین ہے۔ رواہ مسلم فی صحیحہ۔ سراج مین ہی کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یہ قول الٰہی عز و جل قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن الآیہ۔ تو فرمایا کہ یہ چوری سے امان ہے۔ کہا کہ مہاجرین مین سے ایک شخص نے سوتے وقت اس آیت کو پڑھ لیا تھا رات مین کافرون مین سے ایک چور اُسکے مکان مین آیا اور سب اسباب گھر کا جمع کیا اور لاد کر لے چلا۔ مالک مکان جاگتا تھا کچھ سوتا نہ تھا لیکن خاموش تھا یہانتک کہ چور دروازہ تک پہونچا دیکھا کہ دروازہ بند ہے پھر اُسنے آمد و رفت تین بار کی اور ہر بار دروازہ بند پایا پس مالک مکان ہنس پڑا اور کہا کہ مین اپنے مکان کو محفوظ کر لیتا ہون۔ روایت ہے کہ بندہ کا اللہ اکبر کہنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہی شیخ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہی کہ امام ابن جریر نے قتادہ رح سے روایت کی کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے لوگون کو یہ آیت سکھلایا کرتے تھے الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً الآیہ۔ خواہ چھوٹا ہوتا یا بڑا ہوتا سب کو سکھلاتے تھے۔ رواہ ابن جریر۔ عبد الکریم بن ابی امیہ سے روایت ہے کہ بنو ہاشم مین سے جو لڑکا صاف بولنے لگتا تو اُسکو انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سات بار قولہ تعالے الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً آخر تک سکھلاتے تھے۔ رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ ابن جریر رح نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن کعب القرظی رح سے روایت کی کہ یہود و نصاری کہتے کہ اللہ تعالے نے بیٹا لیا۔ اور عرب کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ و ما ملک۔ یعنی اے رب ہم تیری خدمت مین حاضر ہین کوئی تیرا شریک نہین سوا ے ایسے شریک کے جو تیرا ہے تو اسکا مالک ہے اور جسکا وہ مالک ہے اُسکا بھی تو مالک ہے اور فرقہ صابیہ اور فرقہ مجوس کہتے کہ اگر اللہ تعالے کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ الشیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایک حدیث مین آیا ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کا نام آیۃ العزۃ رکھا ہے اور بعض آثار مین وارد ہی کہ جس گھر مین رات کو یہ آیت[آیت عزت ۱۲] پڑھ دی جاوے اس مین چوری یا آفت نہ پہونچیگی واللہ اعلم اور حافظ ابو یعلی نے مسند مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسطرح نکلا کہ میرا ہاتھ آپ کے دست مبارک مین تھا یا آپ کا

مبارک ہاتھ میرے ہاتھ مین تھا پس آپ ایک مرد کے پاس آئے جو ذلیل ہیات سے تھا آپ نے فرمایا کہ اے فلان جو مین دیکھتا ہون تیری
حالت کس چیز سے پہونچی اُسنے عرض کیا کہ بیماری و محتاجی سے ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجھے چند کلمات نہ سکھلاؤن کہ تجھ سے بیماری و مفلسی
دور کرین اُسنے عرض کیا کہ ضرور سکھلا دیجیے اور مجھے ایسے کلمات کے بدلے اسکی خوشی نہین کہ مین آپ کے ساتھ جنگ بدر یا اُحد مین حاضر ہوتا
ابوہریرہ نے کہا کہ یہ سنکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مُسکرا دیے اور فرمایا کہ کیا اہل بدر و اہل احد وہ پاوینگے جو فقیر قناعت کرنے والا پاویگا
ابوہریرہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی سکھلا دیجیے فرمایا کہ اے ابوہریرہ کہہ توکلت علی الحی الذی لایموت الحمد للہ الذی
لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک الآیہ۔ پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور حالت میری اچھی ہو گئی تھی مجھ سے فرمایا
کہ اچھا ہے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ برابر مین وہی کلمات کہا کرتا ہون جو آپ نے مجھے سکھلا دیے ہین۔ قال الشیخ اسنادہ ضعیف و فی
متنہ نکارۃ واللہ اعلم۔ سراج مین ہے کہ عبداللہ بن کعب سے روایت ہے کہ توریت کا شروع وہ ہے جو سورہ انعام کا شروع ہے اور
خاتمہ یہ ہے جو اس سورہ شریف کا خاتمہ ہے۔ واضح ہو کہ کشاف مین زمخشری نے یہان فضائل مین ایک موضوع حدیث لکھی اور عجب
کہ صحاح احادیث سے منکر ہو جاتا ہے اور موضوعات کا مقر ہوتا ہے اور اسکی تبعیت مین اس موضوع کو بیضاوی و ابن عادل نے بھی
ذکر کیا ہے۔ ف فی العرائس فی اشارات قولہ تعالے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن الآیہ۔ تفسیر اسکی عام کے واسطے اوپر گذری اور اسمین
اہل معرفت کے لیے اشارات ہین پس جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کو ان دو اسم خاص کی معرفت کی طرف بلایا ان دونون
اسم مین اسرار تمام اسمار و صفات ذات کے اور نعوت و افعال کے موجود ہین پس اللہ اسم ذات ہے اور یہ اسم عین الجمع ہے اور الرحمن بھی
اسم عین الجمع ہے مگر الرحمن تحت اسم اللہ مندرج ہے کیونکہ اسم ذات عین الکل ہے چنانچہ جب تو نے اللہ کا ذکر کیا تو عین الکل کو ذکر کیا پس
قول تو خبر ہے اور خبر اثر ہے اور اثر ذکر ہے اور ذکر فکر ہے اور فکر نور فعل کا وقوع ہے اور نور فعل مقرون نور صفت ہے اور نور صفت مقرون
بنور ذات ہے پس جب تو نے اُسکا نام لیا تو ذکر کیا اور جب اُسکو ذکر کیا تو خشوع کے ساتھ صورت اُسکی فعل مین فنا ہو گئی اور جب صورت
فنا ہوئی تو عقل نے اسکو ذکر کیا پس عقل بھی اُسکے اسم مین فنا ہوئی اور جب عقل فنا ہوئی تو قلب نے اسکو وصف و صفت کے ساتھ
ذکر کیا اور قلب بھی صفت مین فنا ہوا اور جب قلب فنا ہوا تو روح نے اسکو ذات کے ساتھ ذکر کیا پس روح بھی مرتبہ قدم مین فنا ر
ہوئی اور جب روح فنا ہوئی تو اسکو سر باطن نے ذکر کیا مگر باطن علم کے ساتھ پس سر باطن بھی غیب مین فنا ہوا اُسوقت سر السر نے
غیب الغیب مین اسکا ذکر کیا تو وہان از راہ عبودیت کے نہ اسم درمیان ہے اور نہ کوئی وصف ہے اور حقیقت مین اسم بھی رہا وہ ایک مین
ایک ہی قال اللہ تعالے وکل شئ ہالک الا وجہہ۔ پس جب بندہ قول اللہ مین اسطرح ہوا یا الرحمن کہنے مین اسطرح ہوا تو یہ مصدر صفت القدم
والبقار ہے اور مصدر قدرت و حیات ہے پس جب اُسنے اللہ کہا تو سب فنا ہو گیا اور جب اُسنے الرحمن کہا تو براہ اتصاف و اتحاد کے سب کا
بقار ہو گیا تو متصف ہونا رحمانیت کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اتحاد الوہیت کے ساتھ ہو جاتا ہے شیخ حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی اللہ تعالے کو
نہین پکارتا مگر بطریق ایمان یعنی ہر بندہ جو اللہ کو پکارتا ہے تو یہ پکارنا و نام لینا براہ ایمان صحیح ہے اور یہی ہو سکتا ہے اور رہا حقیقی پکارنا
و نام لینا تو وہ ہو نہین سکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین اشارہ کیا کہ حقیقی پکارنا بلحاظ تمام حقیقت کے تو وہ اللہ تعالے جل شانہ کی خود صفت
ہی اور بندہ کا حقیقت مین پکارنا وہ از جانب حق عز وجل ہی جب اُسکو صفت البقار حقیقی حاصل ہوتی ہے اور وہ حدوث کی صفت نہین ہی
واللہ تعالے اعلم۔ شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اسماے الٰہی حصر مین داخل نہین ہین یعنی ننانوے نام اسقدر ہین کہ اگر بندہ حفظ کرے تو

جنت پاوے اور اسکے یہ معنی نہیں ہین کہ اُسکے صرف اسی قدر نام ہین بلکہ اُسکے نام داخل حصر نہین ہو سکتے ہین اور اسکی ذات کی طرف
اشارہ نہین ممکن ہی اور نہ وہ حقیقت مین کسی صفت سے موصوف ہو سکتا ہے سواے صفت مدح کے یعنی اللہ تعالے جل شانہ کے واسطے
اوصاف حقیقی ہین لیکن بندہ کا وصف کرنا اُسکے لیے درحقیقت وصف نہین ہو سکتا اور مدح کا مرجع وہی ہی تو مدح اسکے لیے ہے خواہ
کیسی ہی مدح ہو اور حق عز وجل وہ اوہام وافہام سے خارج ہے نہ کوئی وہم اُس تک پہونچ سکتا ہے اور نہ فہم کو اس تک رسائی ہے
پس جو کچھ وہم نے سوچا اور جو کچھ فہم نے سمجھا وہ سب وہم وفہم کے اندر مخلوق چیز ہے اور حق تعالے خالق عز وجل ہی پس دونون مین مباینت ہی
تو اُسکے نعوت وصفات اُسکے حیطۂ امکان مین کہان ہین۔ شیخ اُستاد رحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی بڑی نعمت اپنے بندون پر یہ ہے کہ اُس کے
پاک نامون سے انکے اسرار روشن کیے تو انکے ذکر مین ایک باغ سے دوسرے باغ مین سیر کرتے ہین اور ہر مقام پر نئے طور سے اُنس حاصل
کرتے ہین اور کہا جاتا ہے کہ تو انگورون کی نزہت خاطر اپنے باغون مین جہان ریاحین کے درخت اُگتے ہین حاصل ہوتی ہے اور فقرا کی
نزہت خاطر حق تعالے کی تسبیح مین ہے کہ اس سے جو انوار جلال وجمال کشف ہوتے ہین انکے اسرار راحت عجیب پاتے ہین کہ اُسکے سامنے
تمام دنیا ایک خارستان ہے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُسکی حمد کرے کیونکہ درحقیقت اُسکے
حمد کرنے کے لائق وہی حبیب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور کوئی اس لائق نہین ہے اپنے حمد کا حکم دیا اسطرح کہ بارگاہ قدم جل شانہ ہر
بت ہی کی ابتدا سے پاک ہے کیونکہ اُسکے قدم کی ابتدا خود قدم ہوا اور وہ زمانہ سے باہر ہے تو ابتدا اُس کا دخل ہی نہین ہو سکتا اور قدم القدم
اپنی پاکیزگی مین محل حوادث نہین ہو سکتا لہذا فرمایا لم یتخذ ولدا تمام چیزین جو اُسکے سواے ہے اُسکے حرف کُن سے موجود ہے تو کاف ونون
اس سے پاک ہے کہ محل حوادث ہو پس ظہور کونین از کاف ونون ہے کہ قدم کی قدرت سے عدم سے ظاہر ہوے اور جب کہ خیال واوہام کا
انقطاع ہو گیا کہ اولیت کو ادراک نہین کر سکتے تو اسرار موحدین کو فرحت وسرور مین کر دیا یہ بیان کرکے کہ قولہ ولم یکن لہ شریک فی الملک الخ
وہان کوئی مخالف ہمسر نہین ہو سکتا تو نقص فنا سے نکلکر اُسکے سایۂ بقا مین داخل ہونا انکے لیے عین سرور ہوا پس جب اسکی ذات پاک ہر
طرح کے نقص وعلت سے پاک ہے اور متفرد بلفردانیت حقیقی ہے اور منزہ از اوہام ہے جو عدد ووہم وخیال سے اسکی طرف اشارہ لاوین تو اپنے
حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُسکی تعظیم کمال سے تکبیر کہے بقولہ وکبرہ تکبیرا پس یہان تشبیہ نہین اور نہ تعطیل ہے بلکہ یہ تکبیر قلب مین
ظہور کبریائی کے ساتھ ہی پس اسکی درگاہ عالی متعالی اس امر سے بالکل پاک ہے کہ وہان کوئی منکر وسرکش ہو۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ
بڑی منت وکامل احسان تجھپر یہ ہے کہ تیرے دل کو آگاہ کر دیا کہ تو اُسکے شکر مین قصوروار ہی اور بعض نے کہا کہ جب تو اسکی تعظیم کرنے سے عاجز
ہی تو اُسی سے فریاد کر کہ تجھے موافق تعظیم کی رہنمائی فرماوے تم بحمد اللہ سبحانہ تعالے

سُوْرَۃُ الْکَہْفِ مَکِّیَّۃٌ

سراج مین لکھا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ تعالے واصبر نفسک الآیہ۔ اور اسمین ایک سو دس آیتین ہین اور ایک ہزار پانچ سو ستتر
کلمہ ہین جنکے حروف چھ ہزار تین سو ساٹھ ہین۔ شیخ جلال محلی رحمہ نے کچھ استثنا نہین کیا اور قرطبی رحمہ نے کہا کہ یہ سورہ تمام مفسرین کے قول
مین مکیہ ہی اور یہی قول ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا ہے اور چند علما سے مروی ہے کہ اول سورہ یعنی قولہ صعیدا جرزا تک مدینہ مین
نازل ہوا ولیکن اول قول اصح ہی۔ اور وہی شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا ہے کہ مکیہ ہے اور اُسکے فضائل مین جو احادیث وارد ہین اُنکو اسناد کے

ساتھ ذکر فرمایا ولیکن مترجم بحذف اسانید ترجمہ کرتا ہے کہ امام احمد رح نے ابو اسحٰق رح سے روایت کی کہ مین نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ صحابہ مین سے ایک شخص نے سورہ کہف کے تلاوت کی یعنی رات مین اور مکان مین گھوڑا بندھا تھا اُسنے بھڑکنا شروع کیا اُسنے نگاہ کی تو ایک پارہ ابر نے اسکو ڈھانکا ہے صبح کو اُسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے فلان پڑھا کر کہ یہ سکینت تھی جو قرآن کے وقت نازل ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی اپنی اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور یہ شخص جس نے سورہ کہف پڑھی تھی وہ حضرت اُسید بن حضیر تھے جیسا کہ طبرانی نے بیان کیا ہو اور یہ اُسید بن حضیر انصار کے سردارون مین سے ہین اور امام احمد نے معدان بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اول سورہ کہف سے دس آیتین حفظ کین وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہا۔ رواہ مسلم فی صحیحہ وابو داؤد والنسائی اور ترمذی کی روایت مین تین آیات اول کہف حفظ کرنے کا لفظ ہے اور ترمذی نے بعد روایت کے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور واضح ہو کہ دس آیات اول کہف کی ایک رکوع معروف ہو اور توفیق دونون مین یہ ہے کہ اصلی حفظ تین آیات مین ہے ولیکن وے اس رکوع مین دس آیات کے اندر ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور امام احمد نے معدان سے اُسنے ابو الدرداء رض سے یون بھی روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کے آخر کی دس آیات پڑھین وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ اس حدیث کو بھی امام مسلم و نسائی نے روایت کیا ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فتنہ دجال سے محفوظ ہونے کے لیے اول دس آیات بھی کافی ہین اور آخر دس آیات بھی کافی ہین اور شاید یہ بات ہو کہ اول دس آیات کے حفظ کرنے سے فتنہ دجال سے محفوظ ہو جاوے اگرچہ مثلاً فتنہ کے روز اُسنے انکی تلاوت نہ کی ہو اور دس آیات اخیرہ مین حفاظت پڑھنے پر ہے اور واضح ہو کہ دجال اصلی کے وجود ظہور سے پہلے ایسے فتنہ واقع ہونگے کہ وہ بھی دجال کے فتن مین شامل ہین اور ایسے ہونگے کہ عقلمند آدمی بھی متحیر ہوگا کہ ان فتنون کو عوام پر سے کیونکر دفع کرے جیسے ہمارے زمانہ مین حالت ہو کہ دنیاوی سامان و اسباب ایسے طریقے اہل کفر و باطل لوگون کو دیا گیا کہ لوگ متحیر ہین حالانکہ اہل علم جانتے ہین کہ عقل جس نورانی جوہر کا نام ہے اس سے یہ دنیا کے اندھے بہرے بے نصیب ہین مگر عام جاہل نادان لوگ نہین سمجھتے ہین تو اہل عقل بھی حیران ہو جاتے ہین اور یہ اسوقت ہے کہ اہل عقل خود اس گرداب تحیر مین لغزش نہ کھاوین پس اسوقت لائق و ضروری ہے کہ دس آیات اول کہف سے حفظ کرا دی جاوین فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ نسائی کی ایک روایت مین ہے کہ جس نے دس آیات سورہ کہف سے پڑھین تو وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ اس روایت مین مطلق دس آیتین مذکور ہین اول یا آخر کی تصریح نہین ہو اور نسائی نے الیوم واللیلہ مین ثوبان رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس آیتین آخر سورہ کہف سے پڑھین تو یہ اسکے لیے دجال سے عصمت ہین۔ شیخ نے لکھا کہ سالم بن ابی الجعد رح نے اول روایت کو بواسطہ معدان کے ابو الدرداء رض سے روایت کیا اور الیوم واللیلہ کی روایت کو خود سالم نے ثوبان رض سے روایت کیا تو احتمال ہو کہ سالم رح نے اول کو ابو الدرداء رض سے بواسطۂ معدان رح سنا ہو اور ثوبان سے خود سُنا ہو پس دونون صحیح ہین اور راوی سب ثقہ ہین۔ اور امام احمد نے ابن لہیعہ کی جہت سے معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اول سورہ کہف کو اور آخر سورہ کہف کو پڑھا تو اُسکے لیے ایک نور اسکے قدم سے سر تک ہوگا اور جس نے سورہ کہف کو سب پوری سورہ کو پڑھا تو اسکے واسطے نور ہوگا جو آسمان و زمین کے بیچ مین ہے۔ اس حدیث کی تخریج مین امام احمد منفرد ہین دوسرے ائمہ حدیث نے تخریج نہین کی اور لکھا کہ امام حافظ ابو بکر بن مردویہ نے اپنی اسناد سے جو غریب ہے ابن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اُسکے واسطے اُسکے زیر قدم سے عنان السما تک ایک نور چمکیگا کہ قیامت کے روز اسکے لیے روشنی کر دیگا اور دونون جمعہ کے درمیان کی اُسکے واسطے مغفرت کیجائیگی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین تامل ہو یعنی قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہین معلوم ہوتا اور احسن احوال اُس کا یہ ہے کہ ابن عمر رضہ پر موقوف ہو یعنی قول حضرت ابن عمر رضہ ہے اور ایسا ہی سعید بن منصور نے اپنی سنن مین ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اسکے واسطے چمکیگا نور اُسکے اور بیت العتیق کے درمیان مین۔ یون ہی سفیان ثوری رح نے بھی ابو سعید رضہ سے موقوف روایت کی ہے ولیکن حاکم ابو عبد اللہ رح نے اپنی اسناد سے ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اسکے واسطے ایک نور چمکا جو کہ اسکے دونون جمعہ کے درمیان ہے پھر حاکم نے کتاب مستدرک مین بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسکو اپنی اپنی کتاب مین ذکر نہین کیا ہے۔ پھر اگر یہان وہم ہو کہ امام حاکم رح تساہل کرکے اکثر اسانید کو صحیح کہہ دیتے ہین تو ان کے شاگرد امام بیہقی کی جانب سے تقویت و تائید موجود ہے اس طرح کہ حافظ امام بیہقی ابو بکر رحمہ اللہ نے بھی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا پھر بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکو دوسرے ثقہ راویون نے بھی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورہ کہف جیسی نازل ہوئی ہے پڑھی تو قیامت کے روز اُس کے لیے نور ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ ان دونون روایتون کے معنے ایک ہین اور بات یہ ہے کہ جو کوئی اُس وقت تلاوت کرے گا تو اس کو یہ نور حاصل ہوگا لیکن ابھی اس کا ظہور نہین ہوگا بلکہ قیامت کی تاریکی مین جب لوگ اندھے ہونگے اس پڑھنے والے کو یہ نور ملجاوے گا والحمد للہ رب العالمین۔ حافظ ضیاء مقدسی نے مختارہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع روایت کی کہ جس نے سورہ کہف پڑھی جمعہ کے روز تو وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ ہے اور اگر اس اٹھوارے مین دجال نکلا تو وہ اس سے محفوظ رہیگا۔ کذا ذکرہ الحافظ الامام ابن کثیر رح اور ابن مردویہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تم کو آگاہ نہ کرون ایسی سورت سے جسکی عظمت نے درمیان آسمان و زمین کو بھر لیا ہے اور اس کے لکھنے والے کو اس کے برابر ثواب ہے اور جو اُس کو جمعہ کے روز پڑھے تو بخشا جائے گا وہ زمانہ جو اُس کے اور آیندہ جمعہ کے درمیان ہے مع زیادتی تین روز کے اور جس نے اس مین سے آخر کی پانچ آیات پڑھین اپنے سوتے وقت تو اللہ تعالے اُس کو اُٹھاوے گا رات مین جس وقت چاہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا کہ ہان یا رسول اللہ ہم کو ضرور آگاہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ سورہ کہف ہے۔ عبد اللہ بن مغفل سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر جس مین سورہ کہف پڑھی جاوے اس رات اُسمین شیطان نہین داخل ہوگا۔ رواہ ابن مردویہ۔ بالجملہ اس سورہ شریف کے فضائل مین احادیث و آثار وارد ہین اور جسقدر ذکر کیے گئے نیکبخت کے لیے کافی ہین اور اُسکی بعض آیات کی تفسیر مین سبب نزول کا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یعنی شروع ہے۔ اللہ تعالے کے نام سے جسکا کوئی ہمسر اور شریک نہین وہ الرحمن ہو جس نے کمال رحمت سے یہ قرآن اُتار کر کمال نعمت حاصل ہونے کے راستہ پر لگایا وہ الرحیم ہو کہ نیک بندون پر اسکی رحمت خاصہ دنیا و آخرت مین مبذول ہو کذا فی السراج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا
سب تعریف اللہ ہی کو ہے جسنے اُتاری اپنے بندہ پر کتاب (قرآن) اور نہین کی اسکے واسطے کچھ کجی وہ مستقیم ہے تاکہ خوف دلاوے عذاب سخت کا

مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝
اللہ کی طرف سے اور خوشخبری دے مومنون کو جو لوگ کیا کرتے ہین نیکو کاریاں یہ کہ انکے واسطے ثواب نیک ہی (جنت) اسمین برابر ٹھہرنے والے ہونگے ہمیشہ

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً
اور ڈر سناوے انکو جو کہتے ہین کہ لیا ہی اللہ نے فرزند نہین انکو اس کا کچھ بھی علم اور نہ انکے باپ دادون کو بہت بڑا بول ہی جو نکلتا ہے

تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝
اُنکے منھون سے نہین بولتے ہین مگر بالکل جھوٹ بات

شروع مین حق عزوجل نے اپنی حمد بیان فرمائی ابن کثیر رح نے کہا کہ ابتداے تفسیر مین گذر چکا کہ اللہ تعالےٰ شروع سورت مین اور آخر مین اپنی حمد فرماتا ہے کیونکہ وہ ہر حال مین محمود ہے لہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔ اول و آخر اُسی کے لیے حمد ہے لہذا فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اسکی پوری تفسیر سورہ فاتحہ مین گذر چکی ولیکن یہان اول مین کچھ مقدر نہین ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ بندون کو حکم دیا ہے کہ اسطرح کہین بخلاف سورہ فاتحہ کے کہ وہان قولہ ایاک نعبد الخ اس بات کی دلیل ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین۔ بندون کی زبان سے ہے یعنی حکم دیا کہ تم لوگ یون کہو کہ الحمد للہ آخر تک۔ اور یہان خود اپنی حمد فرمائی ہے لہذا شیخ جلال محلی رحمہ اللہ نے فائدہ خطاب مین یہان تین احتمال بیان فرمائے ایک یہ کہ مقصود اس سے آگاہ کرنا اس بات کا کہ تمام حمد مخصوص اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہے اور فائدہ اسکا یہ کہ بندے جو اپنے رب عزوجل پر ایمان لائے ہین اسبات سے آگاہ ہو کر ایمان رکھین کہ محامد اسی کے واسطے ہین۔ اور اس صورت مین یہ جملہ لفظاً و معنیً خبریہ ہوگا۔ دوم یہ کہ مراد اس سے انشار ثناء ہے یعنے اللہ تعالےٰ کے واسطے تمام حمد کرنا تو جملہ انشائیہ ہوا لفظ مین بھی اور عرفاً معنی مین بھی۔ سوم یہ کہ آگاہ کرنا اور تعریف کا انشار دونون مقصود ہین ولیکن یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور احکام مین ائمہ حنفیہ کے نزدیک ایسی جمع نہین جائز ہے۔ فافہم۔ اور ظاہر احتمال دوم ہے کہ وہ خبر سے منقول ہو کر عرف مین انشار کے معنی دیتا ہے کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے۔ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔ الکتاب معروف بلام سے مراد قرآن مجید ہے۔ سراج مین لکھا کہ یہان استحقاق حمد اس امر پر رکھا کہ اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی تو وہ مستحق حمد و شکر ہے پس اسمین تنبیہ ہے کہ کتاب نازل کرنا بہت ہی بڑا اُسکا انعام ہے جسکا شکر واجب ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص فرمایا اسوجہ سے کہ قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خاص نعمت ہے اور باقی تمام لوگون پر عموماً نعمت ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً نعمت اسطرح کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کتاب سے بہت سے علوم پر مطلع کر دیا۔ جیسے اسرار علوم توحید و تنزیہ حق تعالےٰ و صفات جلال و اکرام و اسرار احوال ملائکہ و انبیاء علیہم السلام و احوال قضا و قدر وغیرہ اور عالم زیرین کا تعلق عالم بالا سے کس طرح ہے اور عالم دنیا کو عالم آخرت سے کیونکر تعلق ہی اور نزول قضا از عالم غیب کس کیفیت سے ہوتا ہے اور عالم جسمانی کو عالم روحانی سے کس طرح ربط ہے اور مانند اسکے علوم پر مطلع فرما دیا اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور رہا یہ کہ کتاب کا نازل فرمانا ہم لوگون پر بھی نعمت ہے تو ایک تو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نعمت بواسطہ آپ کے ہم لوگون پر نعمت ہی اور دوم یہ کہ ہمارے اعمال و اعتقادات نفس و شیطان کے وسوسہ اور شہوات مین مختلط تھے انکا تمیز کرنا اور بھلا برا پہچاننا ممکن نہ تھا ہم نے کتاب سے امتیاز کیا اور وعدہ و وعید سے نیک و بد [illegible] نفس کو راہ راست پر آمادہ کیا اور

عذاب سے بچے اور ثواب حاصل کرنے مین کوشش کی پس اہل علم جانتے ہین کہ اس کتاب مین انتہاے درجہ کمال ہے ہر ایک اپنی مقدار فہم سے اس سے نفع پاتا ہے تو لازم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حمد وشکر ادا کرین وآپ کی تبعیت مین سب امت والے شکر ادا کرین۔ یہان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام مدح مین بجاے رسولہ یا نبیہ وغیرہ کے عبدہ فرمایا تو عبد ہونا کمال اور اعلی درجہ کی صفت ہے اور علماے اولیاے صالحین متفق ہین کہ عبودیت کمال اعلی واول ہی اور بعض علما رح نے لکھا کہ معبود عز وجل فرد ہے یون ہی عبدہ صلے اللہ علیہ وسلم فرد ہے تو سب سے اشرف ہونا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بسبب اکمل ہونے عبودیت کے ہے اور عبدہ مین اپنی طرف اضافت کرنا پوری بزرگی عطا کرنے کی راہ سے ہے یعنی ایسے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی جو سب مخلوق سے اشرف واکمل ہے گویا وہی عبد ہے باقی کوئی اس کمال پر نہین پہونچا پایا گیا۔ پھر اللہ تعالے نے کتاب کے دو وصف بیان فرمائے یعنی ایسی کتاب اُتاری جسکا پہلا وصف یہ کہ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ اور نہین کی اسکے اندر کجی یعنی اسمین کوئی اختلاف نہین اور نہ تناقض ہی کیونکہ وہ حق تعالے عز وجل کی طرف سے حق ہے وقال تعالے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی اگر وہ کتاب سواے اللہ تعالے کے غیر کے پاس سے ہوتی تو اسمین بہت اختلاف پاتے۔ اگر کہا جاوے کہ وصف کیونکر ہوا حالانکہ یہ واو ہے۔ تو جواب یہ کہ مراد وصف سے اصطلاح نحوی نہین بلکہ معنی لغوی مقصود ہین اور نحو کی ترکیب مین تو یہ جملہ کتاب کا حال ہی اور واو حالیہ ہی وصف دوم قولہ قَيِّمًا یعنی کتاب کو اس حال سے اُتارا کہ اس مین کچھ اختلاف بیانی نہین ہے اور اس حال سے کہ وہ قیم ہے اور قیم ایسے مستقیم کو کہتے ہین جسمین نہ کچھ جھکاؤ ہو اور نہ افراط وتفریط ہو۔ سراج مین ہے کہ ابن عباس رض نے کہا کہ قیم سے مراد یہ کہ مستقیم معتدل ہے نہ اسمین افراط ہی نہ تفریط ہی۔ اسی کو ابن کثیر رح نے اختیار کرکے اُسی پر اکتفا کیا ہے۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ میرے نزدیک اس معنی مین اشکال ہی کیونکہ جب اعوجاج نہین تو وہی استقامت ہے پس جب کہا کہ عوج نہین کیا تو معنی یہ کہ مستقیم کیا پھر قیم کی بھی تفسیر مستقیم کے ساتھ تکرار معنوی ہوگئی اور جواب دیا گیا ہے کہ تکرار نہین ہے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر مین ایک چیز مستقیم ہوتی ہے مگر اسمین کچھ نہ کچھ جھکاؤ ہوتا ہے تو قیما کہنے سے تاکید کردی کہ یہان حقیقی اعتدال مراد ہے اور بعض نے قیم کے اور معنی لیے مثلاً یہ کہ اگلی کتابون کے واسطے نگہبان ہے پس جو قرآن مین ہے وہی اگلی کتاب مین بھی ہے اور جو کوئی تحریف کرے قرآن بتلاویگا کہ یہ محرف ہے کتاب آسمانی مین اسطرح ہے جس طرح قرآن مین ہے۔ بالجملہ قیم کے وہ معنی لیے جیسے مال وقف پر ایک قیم ہوتا ہے یا یتیم بچون پر قیم ہوتا ہے کہ اُن کی اصلاح ودرستی پر ٹھیک قائم رہتا ہے ایسے ہی قرآن مجید اگلی کتابون پر محافظ ہی اور امام رازی رح نے کہا کہ حق میرے نزدیک کہ قیما سے مراد یہ کہ وہ مخلوق کے لیے سبب ہدایت ہے اور وہ قائم مقام اُس شخص کے ہے جو یتیمون کے مال پر محافظ ہوتا ہے یعنی مخلوق کے لیے دنیا ودین کی بھلائی کا متکفل ہے پس ارواح انسانی مانند اطفال کے ہین بلکہ نفوس بشری مانند اطفال کے ہین جو نیکی بدی مین امتیاز نہ کرنے سے اپنی خواہش مین سراسر ضرر کرنے والے بدچلنی کو اپنے نزدیک دل سے مرغوب ومحبوب سمجھتے ہین اگر اُسی پر چھوڑے جاوین تو سب برباد کرین ولیکن قیم انکی نگہداشت کرکے انکو اُن کی دلی رغبتون سے روکتا ہے جس سے انجام کو عیش تمام عمر کا عزت کے ساتھ پاتے ہین اسیطرح قرآن بمنزلہ قیم کے ہے جو شفقت سے نفوس انسانی کی اصلاح پر قائم رہتا ہے اور واضح ہو کہ جو چیز کہ دوسرے کو کامل بنانے والی ہو وہ چاہیے کہ اپنی ذات مین خود کامل ہو تب دوسرے کو کامل کرسکتی ہے اور خود اپنی ذات مین تمام ہو تو ناقص کے متمم ہوسکتی ہے پس قولہ لم یجعل لہ عوجا سے اشارہ ہے کہ قرآن بذات خود کامل ہے اسمین کچھ نقص نہین ہے۔ اور قولہ قیما۔ اشارہ ہے کہ وہ دوسرون کو کامل کرنے والا ہے اور کہا کہ نظیر اسکی قولہ تعالے لاریب فیہ ہدی للمتقین الآیہ پس لاریب فیہ۔ سے اشارہ ہے کہ کتاب بذات خود انتہاے صحت پر ہے جس مین ذرہ بھی شک کو گنجایش نہین ہے حتی کہ عاقل پر واجب ہی کہ اسمین کچھ شک نہ کرے۔ پھر ہدی للمتقین۔ سے اشارہ ہے کہ وہ سبب ہی ہدایت خلق کی اور

ان کو کامل کرنے والی ہے - پھر سراج مین ذکر کیا کہ قیماً کے نصب مین نحویون نے کئی وجوہ بیان کیے ہین - اول زمخشری نے کشاف مین اُس کو فعل مقدر سے منصوب قرار دیا چنانچہ کہا کہ قیماً حال الکتاب نہین ہوسکتا کیونکہ قولہ تعالے ولم یجعل لہ عوجا کا عطف انزل پر ہے پس وہ صلہ کی جگہ مین داخل ہے اور حال کا ایسی جگہ ہونا نہین جائز ہے اور کہا کہ جب یہ باطل ہوا تو ضرور ہوا کہ وہ فعل مقدر سے منصوب ہو یعنی وجعلہ قیما - کیونکہ جب اللہ تعالے نے فرمایا کہ اسکو عوج نہین کیا تو لازم ہوا کہ مستقیم کیا پس جملہ قیماً یعنی اُسکو مستقیم کیا - پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے کہنے سے معلوم ہوا کہ جب عوج نہین کیا تو لازم ہے کہ مستقیم کیا پھر قیماً کہنے سے فائدہ کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے تاکید کا فائدہ ہے کہ کلام اپنے حقیقی معنی پر محمول کیا جاوے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کو مستقیم کہتے ہین حالانکہ غور سے دیکھا جاوے تو اس مین خفیف کجی ہوتی ہے جسکا اعتبار نہ کر کے مستقیم کہہ دیتے ہین اور یہان قیماً کی تاکید سے ظاہر کر دیا کہ مراد استقامت حقیقی ہے جسمین کسی طرح کچھ بھی کجی نہین ہے - وجہ دوم یہ کہ قیماً حال دوم ہے اور ولم یجعل لہ عوجا - بواؤ حالیہ حال اول ہے اور ایک ذوالحال سے متعدد حال ہونا جائز ہے وجہ سوم یہ کہ قیماً حال ہے ولیکن بدل ہے حال اول سے اور جب جملہ حکم مین مفرد کے ہو تو اس سے مفرد بدل حال ہوسکتا ہے - پھر جس فائدہ کے واسطے اس کتاب موصوف کو اُتارا ہے اس کو بیان فرمایا بقولہ - لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ - تاکہ خوف دلاوے عذاب سخت کا حق تعالے کی طرف سے - یعنی عام کافرون کو اللہ تعالے کے عذاب شدید سے ڈراوے یہ کتاب - وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ اور یہ کتاب بشارت دے مومنون کو یعنی جو اس کتاب پر یقین لائے ہین اور اُسپر مضبوط جمے ہوے ہین جن کی شان یہ ہے کہ - الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ جو نیکو کاریان کرتے ہین - صالحات وہ اعمال ہین جنکے کرنے کا حکم دیا گیا خواہ وہ اعضاے ظاہری سے ادا ہوتے ہون خواہ دل و اعضاے باطنی سے ادا ہوتے ہون اور کوئی عمل جو اعضاے ظاہری سے ادا ہوتا ہے کبھی پورا نہین ہوتا جب تک باطنی فعل اسکے ساتھ نہ ہو اور ادنی اس مین خلوص نیت ہے اور بعضے اعمال فقط باطنی ہین جیسے تکبر کو حرام جاننا اور اس سے دور رہنا - پھر ان اعمال صالحہ کا کرنا اُسی صورت سے نیکیان ہوتا ہے کہ خلوص نیت سے اللہ تعالے کے واسطے بامید ثواب و بنظر فرمانبرداری ادا کرے - رہا یہ کہ جن امور سے منع کیا گیا جو کوئی اس ممانعت کی جہت سے باز رہے اُسکو ثواب ہے - پھر سوال یہ ہے کہ منہیات پر کس وقت ثواب ملتا ہے بعض نے کہا کہ ترک کرنے پر ثواب ہے اور بعض نے کہا کہ اُسوقت ثواب ہے کہ ممنوع فعل کے اسباب و متقاضی جمع ہون مثلاً زنا کاری کے اسباب جمع ہوے اور اُسنے بخوف الٰہی احتراز کیا اور جب تک اسباب جمع نہین تب تک ثواب نہین ہے ورنہ ہر دم آدمی کو لاکھون ثواب ہوتے رہین اور مترجم کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ جس وقت ایک شخص نے ایمان لا کر عزم کیا کہ احکام و اوامر ادا کرونگا تو اس کا مجموعی ثواب ملا اور جب اُسنے ہر ایک کو ادا کرنا شروع کیا تو اس عمل کا دس گونہ ثواب یا زیادہ ملتا گیا اور عزم کیا کہ ممنوعات سے احتراز کرونگا تو مجموعی ثواب حاصل ہوا پھر جب متقاضی اسباب جمع ہونے پر احتراز کیا تو خاص ثواب ملتا گیا اور اگر سرکشی نفس سے مبتلا ہو گیا تو گناہ لکھا گیا پھر اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالے غفور رحیم ہے اور پھر اسی طرح کلیہ احتراز کا ثواب ہے مگر ہر دم جدید نہین ہوتا واللہ تعالے اعلم - بالجملہ یہ کتاب بشارت دیتی ہے اُنکو جو اُسپر یقین لائے اور نیک کام کرتے ہین اس امر کی بشارت کہ - أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ان کے واسطے مزدوری نیک ہے اور وہ جنت ہے لہذا فرمایا - مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا درحالیکہ اس اجر حسن مین رہنے والے ہونگے ہمیشہ کو - یعنی کبھی موت و انقطاع نہین ہے - واضح ہو کہ اول تو عموماً کافرون کے واسطے انذار فرمایا تھا کہ لینذر باساً شدیداً یعنی انذار کرے کافرون کو عذاب سخت سے - پھر ان کافرون کے بعض جزئیات بیان کر دیے بقولہ - وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا اور خوف دلادے اُنکو جنھون نے کہا کہ بنا لیا ہے اللہ تعالے نے فرزند - اس سے تنبیہ فرمائی کہ اقسام کفر مین سے یہ

زیادہ قبیح ہے کہ خالق جل شانہ کے لیے فرزند کا بہتان لگایا جاوے۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحق نے کہا کہ یہ عرب کے مشرک لوگ ہین جو کہتے ہین کہ ملائکہ اللہ تعالے کی بیٹیان ہین بسراج وغیرہ مین ہے کہ جن لوگون نے اللہ تعالے کے واسطے فرزند کا بہتان باندھا وہ تین فرقہ ہین اول تو کفار عرب جو ملائکہ کو بیٹیان بتلاتے تھے دوم نصاریٰ جو مسیح کو بیٹا بتلاتے اور سوم وہ یہود جو عزیر کو بیٹا بتلاتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ سب بہت قبیح بات کہتے ہین ولیکن انہین سے نصرانی سب سے زیادہ قبیح ہین کیونکہ وہ فرزند و جورو دونون ثابت کرتے ہین بلکہ اللہ تعالے کو تین مین سے ایک کہتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے انکو رد کر دیا اور دو طور پر تہدید فرمائی ایک تو قولہ تعالے۔ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ۔ انکو اُسکا کچھ علم نہین ہے کیونکہ کچھ وجود کسی بات کا ہو تو اس سے علم کا تعلق ہو اور یہان کچھ نہین ہے پھر بدون علم کے اللہ تعالے کے جناب مین افترا باندھتے ہین ولیکن کہتے کہ ہم اپنے باپ دادون کی تقلید کرتے ہین تو اسکو رد کر دیا کہ وَلَا لِآبَائِهِمْ یعنی نہ اُن کے باپ دادون کو اسکا علم تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقلید ایسے اعتقادات مین نہین ہو ولیکن تقلید سے فی الجملہ علم آتا ہے مگر جسکی تقلید کی اسکو اسکا علم ہو۔ اسی واسطے اہل ایمان کے نزدیک عقائد مین تقلید نہین ہو سکتی ہے یعنی یون کہنا کہ فلان شخص کا جو عقیدہ ہے وہی ہمارا ہے بلکہ خود اُسکے دل مین یقین ہونا چاہیے۔ اور عقائد مین حقائق علمی پر مدار ہے اسی واسطے جناب باری تعالے کی طرف کوئی صفت نسبت کرنے مین قطعی دلیل چاہیے جسمین احتمال نہ ہو اور جب ہم جانتے ہین کہ مثلاً اللہ تعالے کسی مقام پر متمکن ہونے یا مخلوقات کے مانند ہونے سے پاک ہے تو قولہ تعالے الرحمن علی العرش استوی مین یہ تو قطعی ہے کہ اللہ تعالے کسی چیز پر خواہ عرش ہو یا کوئی ہو متمکن نہین ہے اور ظاہر آیت سے اگرچہ علم آتا ہے لیکن تاویل کو محتمل ہے تو قطعی نہین رہا پس ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کہ اللہ تعالے تمام مشابہت و نقائص سے پاک ہے اور ظاہر مین جو سمجھ مین آتا ہو کہ عرش پر متمکن ہے یہ بھی نہین ہے بلکہ وہ سب پر قادر ہے اور عرش ایک جسم ہے جو تمام عالم کو محیط ہے تو اس آیت سے ظاہر ہوا کہ عرش مع اپنی محاط کے اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے پس اس عقیدہ سے کوئی شک نہین ہے لہذا اس زمانہ مین جو استواء عرش کا مسئلہ عوام مین پھیلا ہے اُس مین بلا ضرورت گفتگو ہے اور بیفائدہ اوہام مین ڈالنا جسکا انجام کفر ہو خطرناک ہو۔ فافہم واللہ تعالے اعلم۔ امام رازی رح نے لکھا کہ اللہ تعالے کے واسطے فرزند تو ممکن ہی نہین محض محال ہے پھر یہ کیونکر فرمایا کہ مالہم بہ من علم ولا لآبائہم کیونکہ انکو یا اُنکے باپ دادون کو اسکا علم کہان سے ہوتا جب ایک چیز کا وجود ہی نہین ہے۔ جواب دیا کہ کسی چیز کا علم نہ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ وجود اُس چیز کا ہے مگر علم کے اسباب حاصل نہ ہونے سے بعض کو اُسکا علم نہ ہوا اور دوسری طرح یہ ہے کہ اُس چیز کا وجود ہی نہین ہے تو علم وغیرہ کچھ بھی نہین ہو سکتا اور یہان بھی دوسری صورت ہے اور پہلی صورت نہین ہے مگر اس طور سے بیان مین یہ فائدہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے اس بات کے کہنے مین کچھ جاننے کے پابند نہین تھے بلکہ جو چاہا وہ کہدیا تو تنبیہ کی کہ اسکے واسطے علم تلاش کرین اور ہرگز نہ پاوینگے تو چھوڑ دینگے اور ایسا سخت کلمہ پھر اللہ تعالے کی جناب مین نہ کہینگے جسکی نسبت فرمایا۔ كَبُرَتْ بڑی بات ہے كَلِمَةً بول کی راہ سے یعنی یہ کیسا بڑا بول قبیح ہے جو تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ انکے منھون سے نکلتا ہے۔ کلمہ تو ہمیشہ منھ سے ہی نکلتا ہے مگر تنبیہ کی کہ یہ بات جب اُنکے دلون مین آتی تھی تب ہی اُس سے خوفناک ہو کر دل سے دفع کر دیتے اور اللہ تعالے سے پناہ مانگتے مگر یہ نہین کیا بلکہ بیباک جاہل اسکو منھ سے بھی نکالتے ہین۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ تخرج یعنی نکالتے رہتے ہین یہ بھی نہین کہ زبان سے نکل گیا تھا تو اس سے توبہ و استغفار کرتے۔ پھر اللہ تعالے نے تنبیہ کر دی کہ اس کلمہ کا علم انکو کہان سے ہوتا وہ تو محال باطل ہے لقولہ۔ إِن يَقُولُونَ نہین کہتے ہین إِلَّا كَذِبًا مگر محض دروغ۔ یعنی جو کچھ اس بارہ مین کہتے ہین وہ محض دروغ ہے اور کچھ بھی نہین ہے پس کسی وجہ و طریقہ سے اسمین کچھ سچائی نہین

ہو سکتی ہے۔ حدیث قدسی مین ہے کہ آدم کی اولاد نے مجھے بدگوئی سے یاد کیا حالانکہ اسکو یہ نہین پہونچتا تھا اُسنے کہا کہ میرے واسطے فرزند و جورو ہے حالانکہ مین احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہون۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جناب باری تعالے مین ایسا سخت ہے جیسے کوئی کسی کو گالی دے بلکہ مین کہتا ہون کہ ایک آدمی دوسرے کو جو گالی دیتا ہے کیسی ہی بری گالی ہو اُسکی جنس ممکن ہے مثلاً بدھونے اپنی مان سے بدکاری کی تو ایک مرد بھی دوسرے اجنبی عورت سے بدکاری کرتا ہی بلکہ مان کے ساتھ قبیح زشت فعل کا وقوع ہوا ہے چنانچہ حدیث مین قرب قیامت والون کے نسبت ہے کہ اگلی امتون یہود و نصاری وغیرہ مین سے جس نے اپنی مان کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہے تو اس اُمت کے قیامت کے قریب والون مین سے ایسا شخص ملیگا جو اپنی مان کے ساتھ بدکاری کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ گالی ممکن بلکہ واقع ہے بخلاف اس کلمہ قبیح کے جو کفار جناب باری تعالی کی شان مین کہتے ہین کہ وہ ممکن ہی نہین سراسر محال ہے یہان سے اس کلمہ کی قبیح ہونے کو قیاس کرنا چاہیے ہے شیخ ابن کثیر رح نے بعد اسکے لکھا کہ محمد بن اسحاق رح نے اس سورہ کریمہ کے سبب نزول مین لکھا کہ مجھ سے اہل مصر کے ایک شیخ نے جو ہمارے یہان چالیس برس سے آتا ہے حدیث بیان کی عکرمہ سے اُسنے ابن عباس رض سے کہ قریش نے نضر بن الحارث و عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ مین احبار یہود کے پاس بھیجا اور کہا کہ احبار سے محمد کا حال پوچھنا اور سب حال بیان کر دینا اور صفت پوچھنا کیونکہ وہ لوگ اگلی کتاب والے ہین اور انبیاء کا جو علم اُنکے پاس ہے وہ ہمارے پاس نہین ہے پس یہ دونون روانہ ہو کر مدینہ مین آئے اور احبار یہود سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کر کے پوچھا کہ تم کیا جانتے ہو اور کہا کہ تم اہل توریت ہو ہم تمھارے پاس اس غرض سے آئے ہین کہ تم کو ہمارے اُس شخص کی حالت سے آگاہ کرو پس یہود نے انسے کہا کہ ہم تمکو تین باتین بتلاتے ہین تم انکو اُس سے دریافت کرو اگر وہ تم کو آگاہ کر دے تو جان لو کہ وہ پیغمبر رسول ہے اور اگر نہ بتلا وے تو جان لو کہ اسنے جھوٹا دعوی کیا ہے پھر تم اسکے بارہ مین اپنی راے تجویز کرنا جو تمھارے خیال مین آوے ایک تو یہ پوچھو کہ اگلے زمانہ مین کچھ جوان کافرون کے خطر سے علٰحدہ چلدیے تھے اور انکی ایک شان عجیب واقع ہوئی وہ کیا قصہ ہے اور ایک یہ پوچھو کہ ایک مرد مشارق و مغارب زمین تک پہونچا اسکی خبر کیونکر ہے اور ایک اُس سے روح کو پوچھو کہ وہ کیا ہے پس اگر تم کو اس سے آگاہ کر دے تو نبی مرسل ہے اور ایک روایت مین ہے کہ مراد یہ تھی کہ روح کا یہ جواب دے کہ وہ علم الٰہی مین ہے تم کو اس قدر علم نہین ہے اور باقی دونون کا قصہ بیان فرما دے بالجملہ کہا کہ تم کو جواب دیدے تو پیغمبر رسول ہے اسکی اتباع کرو اور اگر نہ بتلاوے تو وہ مفتری ہے پھر جو تمھاری راے مین آوے اسکے حق مین کرنا پس عقبہ و نضر دونون واپس آئے اور قریش سے کہا کہ اے گروہ قریش ہم تمھارے و محمد کے درمیان ایک قول فیصل لائے ہین ہمکو احبار یہود نے چند امور بتلا دیے ہین پھر وہ قریش سے بیان کیے انھون نے آ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان امور کا سوال کیا آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ کل کے روز مین تمھارے سوالات کا جواب دونگا اور آپ نے انشاء اللہ تعالے نہین کہا پس قریش واپس گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پندرہ روز تک وحی نہ آئی اور نہ جبرئیل آئے یہانتک کہ اہل مکہ مین ہل چل پڑی کہ محمد نے ہم سے کہا تھا کہ ہم کل کے روز تم کو آگاہ کرینگے اور اب ہمارے سوالات کا کچھ جواب نہین دیتے ہین یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی کے دیر کرنے سے غمگین ہو گئے اور اہل مکہ کی گفتگو آپ کو بہت گران گذرنے لگی پھر جبرئیل علیہ السلام سورہ اصحاب کہف کو اللہ تعالے کی طرف سے لائے جسمین اللہ تعالے نے اُنکے سوالات کا جواب فرمایا ہے۔ انہم فتیۃ آمنوا بربہم الی آخرہ اور قولہ یسئلونک عن ذی القرنین الی آخرہ اور قولہ یسئلونک عن الروح الآیۃ اور اسمین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حکم دیا کہ انشاء اللہ تعالے کہا کرین اور کافرون پر محزون ہونے سے

منع فرمایا ہے ف فی العرائس من حقائق قولہ تعالے الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب الآیہ۔ اللہ تعالے نے اول مین اپنے ذات پاک کا وصف فرمایا اور وہ سبحانہ تعالے موصوف بحمد ازلی ہے جس وقت حمد کرنے والون مین سے کسی کا وجود بھی نہ تھا اُسکی حمد کافی رہی ہے جسپر کتاب اپنے بندہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمائی ہے اور اگر کتاب نازل فرمانے کے واسطے اپنی حمد کو اپنے بندے کی طرف موکول فرماتا تو اس کی حمد تمام جہان کو بیچاتی اور کوئی اسکی حمد کو برداشت نہ کرسکتا تھا پس احسان فرماکر اپنے بندے کی طرف سے خود اپنی حمد فرمائی اور وہی کتاب اُتارنے کا شکریہ ہوگیا تاکہ اپنے بندے پر راہ عبودیت آسان فرماوے کیونکہ قدیم کی حمد کو قدیم کے سوائے کوئی نہین اٹھا سکتا ہے پس اس سے اپنے بندے کو تمام مخلوق پر مشرف فرمایا۔ اقول حاصل یہ ہے کہ الحمد للہ کلام قدیم اور وصف قدیم ہے کیونکہ صفات باری تعالے قدیم ہین پس حمد آلہی قدیم ہے جس حال مین کہ حادث کا وجود ہی نہ تھا اور کتاب اُتارنا اسی پر مترتب کیا پس ظاہر ہوا کہ کتاب اتارنے کا شکریہ جو بندے پر واجب تھا اسکو خود ہی قدم مین ادا فرمایا کیونکہ اگر خود ادا نہ فرماوے تو کوئی بندہ اس حمد کو ادا نہین کرسکتا ہے کیونکہ قدیم کی لائق وہی حمد ہے جو قدیم سے ہو پس اس سے اپنے بندے پر شرف وکرامت دوچند کردی کہ ایک تو کتاب دی اور شکریہ اسکا خود ادا فرمادیا اور اگر بندہ پر موکول فرماتا تو تمام مخلوق اسکی عظمت کو اٹھانے سے عاجز ہوتی اور سب فنا ہوجاتی فافہم۔ اور بندے کو اپنا بندہ فرمایا اسمین تشریف وتکریم مزید ہے اور اس سے بڑھکر کون بزرگی ہوگی کہ کسی کے حق مین وصف بندے ہونے کا ثابت فرماوے کیونکہ تمام مخلوقات اسکی عبودیت کے لائق نہین اور کیونکر عبودیت اٹھا سکتے ہین کہ اول سطوات عظمت مین تمام جہان فنا ہے اسمین گویا بندون کو تعلیم ہے کہ حمد کرو اللہ تعالے کی جس نے کلام ازلی سے اپنے بندہ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو معرفت دی اسطرح کہ پہلے اُسکو وہ طاقت دیدی کہ اُسکے کلام کو سنے اور وحی کی استعداد پاوے اور دیدار کی قوت ہو تاکہ اُسکو ایسی زبان سے ادا کرے کہ جسمین کچھ کجی نہو اور اغیار اسکی سمجھ سے قاصر ہون اور اپنے نزدیک سمجھ جاوین اور اگر اسکو بزبان ازلی اتارا جاتا تو عرش سے فرش تک اسکو کون سمجھتا مگر وہی جو اسکی صفات سے متصف ہوتا پس حمد سب لوگون پر واجب ہے اس جہت سے کہ اُسنے اپنے بندہ پر اپنا ایسا کلام اتارا کہ اسمین صفات ازل کا مشاہدہ ہے اور بندہ مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی کتاب سے اُسکی مراد کو بیان کیا شیخ ابن عطار رح نے کہا قولہ علی عبدہ اسمین پوری عبدیت کو اپنی طرف نسبت فرمایا یعنی عبد مخلص اور عبد حقیقت مین وہ ہے جسکی کچھ ملک خود نہ ہو۔ اقول اس سے ظاہر ہوا کہ جس مین کچھ خودی ہو وہ عبودیت مین کامل نہین ہے۔ اور یہ بھی شیخ نے کہا کہ کتاب ایک فرمان ظاہر ہے جسمین اسرار باطنی مقرر ہوتے ہین۔ قولہ الذین یعملون الصالحات ان لہم اجرا حسنا حقیقت مین عمل صالح یہ ہے کہ وجود حق عزوجل کے سامنے اپنے وجود سے بیزار ہو تب اجر حسن یہ کہ مشاہدہ بلا حجاب حاصل ہو اور بہشت کے واسطے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ عمل صالح وہ ہے جس سے خالص رضائے الٰہی مقصود ہو کچھ اور غرض نہ ہو اور اجر حسن یہ ہے کہ بندہ کو حضوری مالک سے محجوب نہ کیا جاوے قولہ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم جس نے رب عزوجل کا مقام مشاہدہ نہین پایا ولیکن اُسکی معرفت کا دعوی کرتا ہے اور اپنے واسطے احوال اسکی معرفت کے بیان کرتا ہے حالانکہ ذات وصفات سے جاہل ہے نہ اُسکو دیدار مشاہدہ ہوا اور نہ سماعت خطاب ہے اور کلمہ معرفت سے اسکی طرف اشارہ کرتا ہے تو اللہ تعالے کے نزدیک اُس کی طرف سے یہ بڑا بول ہے کیونکہ اُسنے اللہ تعالے پر جھوٹ باندھا اور جو معرفت بیان کی وہ بے علم وبلا دلیل ہے اور بات تو یہ ہے کہ جس نے مشاہدہ کیا اور اُس سے خبر دی وہ بھی غیر کی خبر ہے اور وہ بھی بیجا ہے اس کلمہ بے ادبی کے شمار ہے اسی واسطے فرمایا۔ ان یقولون الا کذبا۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اُسنے اللہ تعالے پر افترا باندھا شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ سب سے بڑا بول اسکا دعوی ہے جس نے اللہ تعالے کی

معرفت مین کچھ دعوی کیا اور اللہ تعالے کی طرف اشارت کی اور اللہ تعالے کی طرف سے کچھ بات کہی یا مقام انبساط مین پڑگیا کیونکہ یہ سب جھوٹون کی باتین ہین اور جو سچا ہوتا ہے وہ اپنے اوپر احوال مین سے کچھ ظاہر نہین ہونے دیتا ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ جس نے قبل از وقت ان معارف مین سے کسی مین کلام کیا وہ انھین لوگون مین سے ہے جنکی حق تعالے نے مذمت فرمائی ہے۔ قال المترجم ظاہرا شیخ رحمہ اللہ کے قول کے یہی معنی ہین کہ جو معرفت کا حق ہے اس سے مخلوق عاجز ہے جبکہ خود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عجز کا اعتراف فرمایا ہے تو دوسرے کا یہ دعوی دروغ ہوگا اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انکشاف کے مراتب نہ ہون۔ لیکن یہ سب مراتب خود انسان کو اپنی ذات کے معارف ہین اور مقام انبساط یہ ہو کہ اللہ تعالے کی رحمت پر مغرور ہو کر گستاخی کے کلمات جنھین اپنے وجود نفس کو کچھ دخل ہو بیان کرے اور کبھی اہل فنا کی زبان سے بیخودی مین کلمات نکلتے ہین جنکو حق عز وجل رحمت سے معاف فرماتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ پھر چونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کافرون کی گمراہی سے اور بے ادبی سے غمناک ہوتے تو تسلی فرمائی

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا

شاید تو ہلاک کرنیوالا ہے اپنے آپ کو ۔ انکے منھ موڑ کر بھاگنے کا نشان قدم پر اگر وے نہین ایمان لاوین اس بات پر غم کرکے ۔ ہمنے تو بنا دیا ہے

مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا

جو زمین پر ہے زمین کی زینت کے لیے تاکہ ہم ان لوگون کو امتحان کرین کہ ان مین کون نیک کام مین اچھا ہے۔ اور ہم کر دینے والے ہین جو کچھ زمین پر ہے

صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

سپاٹ کو بے نشان ہلاک کیا

جس قوم کی کیفیت اللہ تعالے عز وجل سے جاہل ہونے اور گستاخانہ کلمات مین اس حدتک بڑھی ہوئی ہے کہ جو اوپر بیان ہوئی اور قول انکے کذب ہی ہین تو ایمان لانے والے نہین ہین۔ اُسپر دل کو ثابت کرلینا چاہیے کہ توحید کے سنتے ہی منھ موڑ کر چل دینگے اور آیات و معجزات رسالت پر خواہ کچھ ہی ہون ایمان نہین لاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسبب کمال شفقت کے چاہتے کہ یہ لوگ مسلمان ہوجاوین تو جب وے لوگ بھاگتے تو آپ غمگین ہوتے لہذا اللہ تعالے نے فرمایا کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ شاید کہ تو ہلاک ہو اپنے نفس کا اُن کے نشان قدم پر۔ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ اگر وے ایمان نہ لاوین اس حدیث یعنی قرآن پر بوجہ شدت غم کے یعنی اگر وے اس قرآن پر ایمان نہ لاوین اور منھ موڑ کر چلین تو شاید تو شدت غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ بخع کے معنی مین اخفش و فراء رح نے کہا کہ جہد یعنی تھکا ڈالنا۔ کسائی رح نے کہا ضعیف کر ڈالنا اور بہت لاغر و ورکر دینا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ہلاک کرنا پس معنی یہ کہ شاید تو اپنے نفس کو تھکا ڈالنے والا یا لاغر و ورکر دینے والا یا ہلاک کرنے والا ہے۔ یمین رح نے کہا کہ لعل یہان اپنے معنی مین ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے فعل پر امید دلائی خوفناک امر کی یعنی تو اپنے اس شفقت پر اپنے حق مین یہ امید کر کہ شاید یہ نتیجہ ہو اور بعض کے نزدیک بمعنی استفہام ہے یعنی کیا تو ایسا کرنے والا ہے اور یہ نحاۃ کوفیین کی راے ہے اور بعض کے نزدیک بمعنی نہی ہے یعنی ایسا مت کر جیسے قولہ تعالے فلا تذہب نفسک علیہم حسرات یعنی اُنپر حسرت و افسوس کے ہجوم لاکر اپنی نفس کو ضائع مت کر۔ وقولہ علی آثارہم یعنی اُن کے جدا ہونے اور منھ موڑنے کے بعد۔ اور اسفا قتادہ رح نے کہا کہ غم و اندوہ۔ مجاہد رح نے کہا کہ جزع۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و ابو جہل و نضر بن الحارث و امیہ بن خلف و عاص بن وائل و اسود بن المطلب اور ابو البختری وغیرہ سب

ایک بات پر متفق ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قوم کا انکار قرآن سے و مخالفت توحید سے گران گذرا اور آپ کو سخت غم و اندوہ لاحق ہوا تو اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری اور حاصل اسکا یہ ہے کہ یہ قوم اگر ازلی مردود ہین تو انکے انکار سے تجھے نہین چاہیے کہ اپنی نفس کو شدت غم سے ہلاک کرے پھر وجہ بیان فرمائی بقولہ تعالے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا یعنی ہم ان لوگون سے انتقام فی الفور لیتے ولیکن ہم نے روے زمین کے لیے جو روے زمین پر ہے زینت کی ہے خواہ درخت و نباتات و جمادات ہون یا آدمی و دیگر حیوانات ہون۔ سراج مین لایا کہ بعض نے کہا کہ مراد آدمی ہین کہ وے زینت زمین ہین۔ بالجملہ زمین پر تین چیزین ہین جمادات و نباتات و حیوانات پھر حیوانات مین سے اشرف انسان ہے۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ مراد علما و مردان خدا ہین کہ زمین کے لیے زینت ہین اور سعید بن جبیر رض سے اسکی مثل مروی ہے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ وے مردان خدا جو اللہ تعالے کی توحید و عبادت کرتے ہین بعض نے کہا کہ زینۃ لہا یعنی زینت لاہل الارض۔ امام رازی رح نے کہا کہ جیسے بحکم قولہ تعالے زینا السماء بزینۃ الکواکب۔ آسمان کی زینت ستارے ہین اسی طرح زمین کی زینت ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جو روے زمین پر اسکی خوبصورتی پیدا کرتی ہے۔ قال الامام الحافظ رح اللہ تعالے نے خبر دی کہ ہم نے دنیا کو دار فانی بنایا اور اسکو زینت سے مزین کیا مگر وہ زینت باقی دائمی نہین بلکہ فانی زائل ہے۔ لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ تاکہ اس سے ہم لوگون کا امتحان کرین کہ انمین کون شخص بہت نیک ہے از راہ عمل کے۔ غرضکہ مقصود اس زینت کے ساتھ طرح طرح کے منافع و مستلذات پیدا کرنے سے لوگون کا امتحان ہے کہ کون اخلاص کے ساتھ حق تعالے کی توحید و طاعت پر قیام کرتا ہے اور کون اسے دنیا پر دل دھرتا ہے۔ قال الامام رح اور قتادہ رح نے ابو نضر رح سے انھون نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا شیرین خوشگوار سبزہ زار ہے اور اللہ تعالے تمکو اسمین خلیفہ کرنے والا ہے دیکھنے والا کہ تم اسمین کیسے عمل کرتے ہو پس بچو دنیا سے اور بچو عورتون سے کیونکہ پہلا فتنہ بنی اسرائیل مین عورتون سے پھیلا۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اسمین تنبیہ کی کہ عورتون کا فتنہ بھی سخت ہوتا ہے جس سے بنو اسرائیل برباد ہوے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس امت کا پہلا فتنہ بھی یہی ہون بلکہ دوسری حدیث مین آیا ہے کہ بنو اسرائیل کا فتنہ عورتین تھین اور میری اُمت کا فتنہ مال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ اب تو اس اُمت مین مال و عورتین دونون فتنہ ہین۔ پھر جب بیان فرمایا کہ زمین کو ہم نے اسکی اشیاء سے زینت دی ہے مگر امتحان کے واسطے نہ اسلیے کہ آدمی اُس مین عیش آرام سے سکون کرے اور ہمیشہ باقی رہے تو متنبہ کر دیا کہ ان لذات کو ترک کرنا چاہیے اور آخرت اختیار کرنا چاہیے کہ یہ سب فانی و فتنہ و امتحان ہے پس فرمایا۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا یعنی بعد زینت و آرائش امتحانی کے ہم زمین کو صعید جرز کرنے والے ہین اسطرح کہ جو زمین پر ہے اُسکو نیست کرینگے۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی یعنی جو کچھ زمین پر ہے اُسکو ہلاک کرنے والے ہین۔ قتادہ نے کہا کہ صعید وہ زمین جسپر درخت و نباتات کچھ نہ ہو اور ابن زید نے کہا کہ جسپر کچھ بھی نہ ہو ابن اسحاق رح نے کہا کہ یعنی جو زمین پر ہے فانی ہے اور مرجع سب کا اللہ تعالے کی طرف ہے پس تو جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے اس سے غمگین مت ہو۔ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا الآیہ پڑھی تو مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اسکے کیا معنی ہین فرمایا کہ امتحان کیا جاوے کہ کون احسن ہے از راہ عقل کے اور محارم الٰہی سے زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ تعالے کی طاعت مین زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ سراج مین کہا کہ ظاہر آیت مین دلالت ہے کہ ما علیہا فنا ہونگے اور زمین کا فنا ہونا نہین ظاہر ہوتا مگر دیگر آیات سے معلوم ہوا کہ زمین بھی باقی نہ رہیگی۔ قال المترجم یہان تو بیان سے اسی قدر ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پر جن لذات مین منہمک ہین وے مع ان لذات

کے فانی ہین اور جب فنا رہونگے تو زمین ایک صعید جرز رہجائیگی پھر چاہے زمین تبدیل کیجاوے اور فنا رکیجاوے۔ اور اس توجیہ سے ظاہر ہوا کہ صعید جرز اصل مین زمین ہے اور ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ما علیہا ہی پس بعض نے تاویل کی کہ صعید جرز بمعنی ہلاک معدوم ہے یعنی جو کچھ روے زمین پر ہے وہ نیست و برباد کیا جائیگا اور ظاہر یہ ہے کہ ما علیہا کو صعید جرز کرنا اسطرح کہ ما علیہا کو نیست کرنے سے زمین صعید جرز ہو جائیگی اور بعض نے ذکر کیا کہ ابو عبیدہ رح نے کہا کہ صعید وہ زمین جو مستوی ہو۔ زجاج رح نے کہا کہ سبزہ اُگانے والا قطعہ ہونے کے بعد جو راستہ ہو کر بالکل بے نبات ہو گیا۔ اور جرز کو فرا رح نے کہا کہ جس زمین مین نباتات نہ ہو جرز ہے۔ صفت صعید کی جرز کے ساتھ مجاز بوجہ علاقہ مجاورت ہے۔ و الحاصل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کافرون کی تکذیب و مخالفت کی وجہ سے غم و اندوہ کرنے سے منع فرمایا اس جہت سے کہ روے زمین ان چیزون سے جو اُسپر موجود ہین زینت اسی واسطے کی ہے کہ اس سے سعید و شقی امتحان کیے جاتے ہین اور یہ ایک وقت تک کے واسطے ہے جب دنیا کی عمر پوری ہوگی اُسوقت ہم اس سب کو فنا کرکے ان لوگون مین سے ہر ایک کو اُسکا بدلا دینگے شقی ہوا تو شقاوت و عذاب پاویگا اور سعید ہے تو سعادت و ثواب پاویگا اور یہ ہر ایک کے واسطے لازم ہے ف ع اس مین اشارات مین سے فرمایا کہ قولہ تعالے فلعلک باخع نفسک علی آثارہم۔ اس مین اظہار ہے کہ حبیب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو جناب باری تعالے مین محبت کمال ہے کہ نظام طریق محبت و عبودیت عباد کو محبوب رکھا اور مخلوق الٰہی پر شدت سے اہتمام و حرص فرمائی۔ اور اسی کے غلبہ سے آپ نے دریاے اولیت و سابق عنایت مین غوطہ مارا کہ قدر مقدر مین درخواست نسخ ہو نہ بذات خود کیونکہ آپ کو توحید و تنزیہ جلال الٰہی کا علم تھا کہ جو چاہے وہ ہو حتی کہ جسقدر مقدرات ہین چاہے سب بدل دے اور تمام کافرون کے لیے چاہے تو مغفرت کر دے اور اُسکے برہان و سلطان مین کچھ نقص نہ آوے پس حق تعالے جل شانہ نے آگاہ فرمایا کہ یہ رسم اسرار ربوبیت ہے اور اس پردہ کو منکشف تو نہین کرسکتا کہ محیط ہو کیونکہ حق تعالے اپنے اسرار غیوب پر غیور ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اپنے سر باطن کو ان کافرون کی طرف مشغول مت کر بلکہ ظاہری ابلاغ رسالت کر دے اور ہدایت دینا ہمارے اختیار مین منحصر ہے جسکو چاہتے ہین دیتے ہین۔ قولہ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا۔ اللہ تعالے نے زمین مین تو آیات سفلیہ ظاہر فرمائین ہر ایک چیز سے جو از قسم دریا و سمندر و درخت و پہاڑ و زمین و نباتات و جمادات و ریاحین اسمین پیدا فرمائین اور ہر چیز پر قدرت الٰہی کا لباس ہے اور اسکو آئینہ نظر عارفین بنا دیا تاکہ اسمین نظر کرین اور اسکے انوار جمال و جلال کو اُسمین دیکھین اور اس سے بڑھکر اس چیز مین زینت نہین کہ نور بہار و صنعت آلہیہ اس مین سے نظر آوین۔ ؎ عاشق صنع خدا با فر بود۔ پھر امتحان مین اس صنعت کے دیکھنے والے ایک گروہ مختار ہین اور دوسرے لوگ اس نور سے اندھے ہین صرف محل زینت کو دیکھتے ہین ؎ عاشق مصنوع او کافر بود۔ یہ لوگ انھین مصنوعات پر دلدادہ ہین چنانچہ فرمایا القولہ تعالے لنبلوہم ایہم احسن عملا۔ نیک عمل یہان یہ ہے کہ زینت کو اور جس چیز مین زینت ہے اسکو دونون کو چھوڑے اور زینت دینے والے مین مشغول ہوا سکے آثار جمال ہر ذرہ مین ظاہر ہین تو جس نے اسطرح نظر کی اُسنے تو اشیا رکو بنظر حقیقت دیکھا اسی واسطے مروی ہے کہ اللہم ارنا الاشیاء کما ہی۔ الٰہی ہمکو اشیا ر اس حال پر دکھلا دے جیسے حقیقت مین ہین۔ یہ بھی اشارہ ہے کہ زمین کی زینت اولیاء اللہ ہین اور مخلوق کا اُنکے وجود سے امتحان ہو کہ انکے حقوق کون پہچانتا ہی پس جس نے انکو نظر حرمت سے دیکھا وہ نیک عمل کرنے والا ہے شیخ ابن عطا رح نے بنا بر تفسیر اول کے کہ زینت سے اشیاء مخلوقہ نباتات و حیوانات وغیرہ کی زینت ہی یہان فرمایا کہ نیک عمل اُسکا ہی جس نے دنیاے فانی کی چیزون سے اعراض کرکے ترک کیا۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ احسن العمل وہ ہی کہ دنیا مین اُسنے صرف اللہ تعالے پر بھروسا کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ احسن العمل وہ ہے کہ

سنت طریقہ کے موافق مستقیم رہا۔ قاسم رح نے کہا کہ زینۃ الارض انبیاء و اولیاء و علماء ربانی و اوتاد ہین اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے کے بندے جملہ اہل معرفت و محبت و توحید والے زمین کی زینت ہین کہ ستارے و چاند و سورج ہین شیخ جنید رح نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالے کی طرف سے فہم دی گئی ہو انہین کا یہ حال ہو کہ جو روے زمین پر اُسکی زینت ہو اُس سے وے عبرت حاصل کرتے ہین اور اسی عبرت کی نگاہ سے وہ کسی زینت کی چیز سے مشغول نہین ہوتے ہین اور زینت کے واسطے کوئی کام نہین کرتے بلکہ اُنکے کام اُس پاک خالق عز و جل کے واسطے ہین جس نے ان زینت کی چیزون کو پیدا کیا ہے اور قولہ تعالے لنبلوہم ایہم احسن عملا یعنی کون اعلی ہمت والا ہے کہ ہمت بلند سے بخوشی خاطر ان فانی چیزون سے منھ موڑکر باقی کے ساتھ مشغول ہو۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ امتحان ہین دیکھا جاتا ہے کہ کس نے اپنے قلب کو خوب فارغ کیا اور نیت کو اچھی طرح صاف کیا کہ اسکو ماسواے زینت پیدا کرنے والے کے کسی چیز سے تعلق یا قصد نہین ہے۔ بعضے فرماتے ہین کہ مخلوق بندون سے تو زینت روے زمین کی ہے اور جنت کی زینت اہل معرفت سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمین کی زینت اولیاء اللہ سے ہے جو زمین کے واسطے امان ہین۔ اقول حدیث مین بھی آیا ہے کہ آسمان کے واسطے امان ستارے ہین جب جاوین تو آسمان پر اُسکا وقت موعود آویگا اور میرے اصحاب اس زمین کے واسطے امان ہین جب جاوین تو زمین پر اُسکا وعدہ موعود آویگا والحدیث فی الصحاح۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ اسرار موحدین مین جب انوار توحید کے روشن ہوتے ہین تو اُنکے نور سے تمام زمین جگمگا جاتی ہے شیخ استاد رح نے کہا کہ احسن العمل وہ ہے کہ اُسکی نیت صادق اور طویت خالص ہو۔ پھر جب اللہ تعالے اپنے اولیاء کو اپنی درگاہ قدیم مین جگہ دیگا تو زمین اپنی زینت سے صعید جرز یعنی زمین خشک بے نبات ایک چٹیل میدان رہجائیگی۔ حادث فانی ہین اور بقا فقط وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کو ہے فقال تعالے وانا لجاعلون ما علیہا صعیدا جرزا۔ اشارہ ہے کہ انوار صفات کے آفتاب مغارب افعال مین غروب ہو جائینگے پس آئینہ فعل مین کوئی اثر نور صفت کا نہ رہیگا کیونکہ نور صفت اپنے معدن نور الذات کی طرف رجوع کر جائیگا اور اسکا ظہور اس جہت سے ہوگا کہ اولیاء صدیقین کے قلوب کو اپنے مقامات معہود کی طرف سلب کر لیا جائیگا جب وے اپنے ٹھکانے پہونچ جائینگے تو انکے ساتھ انوار صفات بھی چلے جاوینگے شیخ واسطی رح نے اس آیت مین کہا کہ دیکھو یہ تمام مخلوقات عظیم و وسیع ہے ایک اشارہ مین اسکو صعید جرز کر دیا تو تمام عالم کروڑون اجسام بمقابلہ قدرت حق عز و جل کے وہ ذرہ بھی نہین جو ہوا مین ناپید ہو کر اُڑا پھرتا ہے۔ اب اللہ تعالے نے سوالات قریش سے اصحاب کہف کا ذکر فرمایا فقولہ تعالے

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ

کیا تو خیال رکھتا ہے کہ غار اور کھوہ والے ہمارے قدرتون مین اچنبھا تھے جب جا بیٹھے وہ جوان کھوہ مین

فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى

پھر بولے اے رب دے ہمکو اپنے پاس سے مہر اور بنا ہمارے کام کا بناؤ پھر تھپک دیے ہمنے انکے کان اس

الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ○ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ○

کھوہ مین کئی برس گنتی کے پھر ہمنے انکو اٹھایا کہ معلوم کرین دو فرقون مین کسنے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے

ع ۲ ۱۴

یہان سے اللہ تعالے نے اصحاب کہف کے واقعہ سے آگاہ فرمایا ہے پس پہلے تو مجمل ذکر فرمایا پھر ضروری تفصیل فرمائی ہے فقال ام حسبت بل حسبت۔ یہان حرف بل واسطے اس معنی کے ہو کہ ایک بیان سے دوسرے بیان مین منتقل کیا اور اضراب کے لیے نہین ہے اور بعض نے استفہام کو متضمن لیا اور خطاب اگرچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن یہ تعریض ہے کافرون پر کہ نہایت عجیب و قدرت و شان الوہیت

قرآن پاک سے ظاہر ہے لیکن کافرون نے اس قصہ سے صدق نبوت پر دلیل تسلیم کی اور اُن کے اندھے بہرے ہونے کی دلیل ہو پس فرمایا
ام حسبت کیا تو نے خیال کیا کہ۔ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ۔ کہف والے ورقیم والے کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا تھے ہماری آیات مین سے
عجیب۔ قال ابن کثیر رح یعنی امر اصحاب کہف ورقیم ہماری آیات وقدرت عظیم کے سامنے کچھ ایسا عجیب نہین ہے کیونکہ اس سے زیادہ عجیب
تو ان آسمانون وزمین وپہاڑ وسورج وچاند وغیرہ کی پیدایش اور ان سب کو عجیب حکمت سے ہر روز جاری رکھنا اور نہایت عجیب صنائع
قدرت جو انمین ظاہر ہین نظر آتا سب کے سامنے موجود ہے یعنی اصحاب کہف انھین مخلوقات مین سے تھے اور فعل الٰہی جیسا بعض کے ساتھ ویسا
کل کے ساتھ ہو پس ایک بتی جو زمین سے پیدا ہوتی ہو دراصل وہ خاک کی ترکیبی نمود ہے اور غور سے دیکھو کہ عجائب صنعت نے تمام جہان کو اسکے
مثل لانے سے حیران کر دیا مگر لوگ بیہوشی مین نظر ہی نہین ڈالتے ہین۔ غرضکہ قدرت الٰہی ظاہر باہر ہے وہ نہایت عجیب ہے چنانچہ مجاہد رح نے
کہا کہ یعنی ہماری آیات مین سے اس سے زیادہ عجیب موجود ہین۔ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہم نے جو تجھے قرآن وسنت وعلم
دیا ہو وہ اصحاب کہف کی شان سے افضل ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ یعنی جو حجتین مین نے اپنے بندون پر ظاہر کر دی ہین وہ اصحاب کہف سے زیادہ
عجیب ہین یعنی اُسکی قدرت مین جس نے آسمان وزمین وغیرہ پیدا کر کے محفوظ فرمایا تو اُسکی قدرت مین کچھ عجیب نہین کہ اُسنے ایک گروہ کو مدت تک
خواب مین اُسکے جنس کے لوگون سے محفوظ رکھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ کہف تو وہ ایک غار تھا پہاڑ مین یعنی چھوٹا ہوتا ہو تو غار کہتے ہین
اور بڑا وسیع ہوتا ہے تو کہف کہلاتا ہے اور اسی غار مین فتیۂ مذکورین نے پناہ لی تھی۔ رقیم کو عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کیا کہ وہ قریب
ایلہ کے ایک وادی ہو اور یہی عطیہ وقتادہ کا قول ہے اور ضحاک نے کہا کہ کہف وادی کا غار ہے اور رقیم اُس وادی کا نام ہے۔ مجاہد رح نے کہا
کہ رقیم اُنکے مکانات ہین اور بعض کہتے تھے کہ وہ وادی ہو جسمین اُنکا کہف تھا۔ عبدالرزاق نے اپنی اسناد سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ کعب کا
گمان تھا کہ رقیم وہ قریہ ہو جسمین اصحاب کہف رہتے تھے اور ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ رقیم وہ پہاڑ ہے جسمین کہف ہے۔ محمد
بن اسحاق نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اس پہاڑ کا نام بنجلوس تھا۔ قال المترجم حیات الحیوان مین منجلوس لکھا ہے
ولیکن اکثر روایت وہی ہے جو یہان مذکور ہے۔ ابن جریج نے شعیب جبائی سے روایت کی کہ پہاڑ کا نام بنجلوس ہے اور کہف کا نام حیزم ہے اور
کتے کا نام حمران ہے۔ ابن جریج نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ مجھے نہین معلوم کہ رقیم کوئی نوشتہ ہے یا عمارت ہے۔ علی بن
ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رقیم نوشتہ ہے۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ رقیم پتھر کی لوح ہے جسپر اُسوقت کے لوگون نے اصحاب کہف کا
حال لکھکر کہف پر رکھا تھا۔ اور یہی عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ رقیم نوشتہ ہے اور شاہد اسکا قرآن سے پڑھا کہ قولہ کتاب مرقوم شیخ ابن کثیر رح
نے کہا کہ یہی آیت سے بھی ظاہر ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور کہا کہ رقیم بروزن فعیل بمعنی مرقوم ہے جیسے مقتول وقتیل
ومجروح وجریح واللہ تعالےٰ اعلم۔ سراج مین لکھا کہ بعض کے قول مین وہ تختی رانگ کی تھی جسمین اصحاب کہف کا نام وانکا قصہ لکھکر در کہف پر
رکھدیا گیا تھا۔ امام محی السنہ نے معالم مین کہا کہ تمام اقوال مین یہی زیادہ ظاہر قول ہے اور بعض نے کہا کہ لوگون نے انکے نام وقصہ کو پہاڑ
مین کھود دیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان اور بھی اقوال ہین از انجملہ یہ کہ رقیم اُنکے درمون کا نام تھا اور یہ قول ضعیف ہے اور ابن عباس سے
روایت کیا جاتا ہے کہ اُنکے پاس ایک کتاب مرقوم تھی جسمین اصل توحید کی شریعت عیسیٰ علیہ السلام تھی جسپر وے تمسک کرتے تھے۔ اور یہ قول
جب صحیح ہو کہ وہ لوگ بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہون ولیکن تفصیلی قصہ جو آگے آویگا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وے لوگ مقدم ہین اور یہی شیخ
ابن کثیر رح کے قول سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور بعض نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رقیم انکے کتے کا نام ہے اور یہ روایت ضعیف ہو۔ سراج مین

ایک یہ قول ذکر کیا کہ اصحاب رقیم ایک دوسری قوم ہے علاوہ اصحاب کہف کے اور اُنکے حال کو موافق ایک حدیث کے بیان کیا جو صحاح مین ہے
مگر حدیث مین کچھ تغیر ہے مین اسکو موافق حدیث صحاح کے ترجمہ کرتا ہون کہ یہ تین آدمی تھے سراج مین لکھا کہ گھاس وغیرہ کی تلاش مین
نکلے تھے اور حدیث مین ہے کہ راہ طے کرتے تھے اتفاق سے آندھی پانی نے لیا تو ایک غار مین اُنھون نے پناہ لی پس پہاڑ سے ایک پتھر
جدا ہو کر گرا اور اس غار کے مُنھ پر ڈھنک گیا یعنی دانہ پانی کی اور نکلنے کی کوئی راہ نہ رہی آپس مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم لوگ
اپنا اپنا سب سے زیادہ امید کا کام یاد کرو اور اسکے وسیلہ سے دعا مانگو شاید اللہ تعالے اسکی برکت سے رحم کرے پس انھین سے ایک نے کہا
کہ مین نے ایک روز مزدور کیے تھے جب دوپہر کا وقت ہوا تو اور ایک مزدور آیا اسکو مین نے مزدوری پر رکھا اور باقی دن اُسنے بھی
باقیون کے ساتھ کام کیا شام کو مین نے سب کو مزدوری دی اور اُس مزدور کو بھی پورے دن کی مزدوری انکے برابر دی انھین سے
ایک مزدور غصہ ہو گیا اور اُسنے مزدوری نہ لی چھوڑ کر چلا گیا مین نے اسکی مزدوری کو ایک کونہ مین رکھدیا ایک روز میری طرف سے
گاؤن کا گلہ گذرا مین نے اُسکے واسطے ایک بچھیا خریدی پھر اُس بچھیا کی اولاد بڑھی جہانتک اللہ تعالے نے چاہا اتفاق سے وہی مزدور
ایک وقت میرے پاس آیا بوڑھا ضعیف ہو گیا تھا اُسنے مجھے اپنی شناخت بتلائی اور اپنی مزدوری یاد دلائی مین نے اسکو یہ سب گلہ
دیا اور کہا کہ یہ تیری مزدوری کا ہے الٰہی اگر مین نے یہ کام خالص تیری رضامندی کے لیے کیا ہو تو ہم سے یہ پتھر کشادہ کر دے پس وہ پتھر
اسقدر سرکا کہ انکو روشنی نظر آنے لگی۔ دوسرے نے کہا کہ ایک وقت میرے شہر مین قحط پڑا اور مجھے آسودگی تھی اور مین اپنے چچا کی بیٹی پر
عاشق تھا اس قحط مین اُسنے مجھ سے طلب کیا تو مین نے انکار کیا مگر اُسی شرط سے کہ وہ مجھ سے ملے اُسنے نہ مانا اور چلی گئی حتی کہ تیسری مرتبہ
اُسنے اقرار کیا اور مین نے اسکو دو سو یا تین سو دینار جو ٹھہرے تھے دیدیے جب مین نے اُسکا پردہ کھولا اور اُسکے ساتھ کام چاہا تو وہ تھرتھرائی
اور آنسو بھر لائی مین نے اُس سے کہا کہ کیا ہوا اُسنے کہا کہ خوف کر اللہ تعالے کا اور انگوٹھی کا نگ بغیر حق کے مت توڑ مین نے دیکھا کہ یہ عورت
اس سختی و مصیبت مین اللہ تعالے سے ڈرتی ہے اور مین اس راحت مین نہ ڈرون پس مین نے اُسکو چھوڑا اور اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ اشرفیان
بھی واپس نہ لین الٰہی اگر مین نے تیرے خوف سے یہ کام کیا ہو تو ہم پر سے اس پہاڑ کو کھول دے پس پتھر سرک گیا یہانتک کہ آپس مین ایک
دوسرے کو اچھی طرح پہچاننے لگے تیسرے نے کہا کہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے پاس بکریان تھین مین انکو چراتا اور پانی پلاتا پھر
گھر مین لاتا اور دودھ اپنے والدین کو پلا کر سیراب کر دیتا ایک روز مجھے مسافت بعید پڑی اور بارش نے روک لیا تو رات ہو گئی جب گھر
واپس پہونچا اور دوہانی لیکر مین نے دودھ دوہا اور والدین کے پاس لایا دیکھا کہ وہ دونون سو گئے ہین۔ مجھے گران معلوم ہوا کہ مین
انکو جگا کر بے چین کرون پس مین دودھ کا برتن لیے اُنکے سرہانے حاضر رہا کہ جاگین تو پہلے انکو پلاؤن پھر باقی خرچ مین لاؤن اور بال بچہ
بھوک سے روتے چلاتے تھے مگر مین نے والدین پر کسی کو ترجیح نہ دی اُنکے جاگنے کے انتظار مین رہا یہانتک کہ تمام رات گذر گئی صبح کو وے
دونون جاگے تب مین نے انکو پلایا الٰہی اگر مین نے تیری رضامندی کے واسطے یہ کام کیا ہو تو یہ پتھر ہم پر سے ہٹا دے کہ ہم راہ پا دین پس اللہ تعالے
نے کشادہ کر دیا۔ سراج مین معالم وغیرہ سے نقل کیا کہ ایسا ہی واقعہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقع ہوا ہے اور مترجم
کہتا ہے کہ روایت کیا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے بعض نے اصحاب کہف کو دیکھا اور جب اورون کو دکھلانے لائے تو وہ مقام
مخفی کر دیا گیا وہان اُنھون نے کچھ نہین دیکھا واللہ تعالے اعلم۔ اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ بیان کر جب جگہ ڈھونڈھی فتیہ نے
جمع فتی نوجوان۔ مراد وہی ہین جنکے حال سے سوال کیا گیا تھا وہ لوگ اپنی قوم و عزیز و اقارب ماں باپ کو چھوڑ کر اپنا دین لیکر بھاگے کہ

کافرون کی طرف سے فتنہ مین نہ پڑین اور انھون نے پناہ ڈھونڈھی۔ اِلَى الْكَهْفِ کہف مین وسیع غار مین یعنی غار مین گئے اور وہین
رہے اور اُس کو اپنا ملجا و ماوی بنایا۔ اور نوجوان اُسکی صفت ہے کیونکہ اللہ تعالے کے نزدیک نوجوان صالح زیادہ قبول ہوتا ہے بہ نسبت
ایسے بوڑھے کے جو مرنے کے قریب رجوع لایا۔ اور بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ اُنکے عزیز واقارب سب کافر تھے اور بادشاہ دقیانوس
بُت پرست ظالم تھا اُسنے مع قوم کے اُن نوجوانون کو بھی بُت پرستی پر مجبور کرنا چاہا اور یہ لوگ شہر افسوس کے رہنے والے تھے اور رومیون
کی زبان مین افسوس نام ہے اور عرب اُسکو طرطوس کہتے ہین جب انھون نے بادشاہ و قوم کی طرف سے جبر و سختی دیکھی کہ اللہ تعالے کے
سوا غیر کی عبادت پر مجبور کرتے ہین تو ہر ایک اپنے اپنے گھر گیا اور زاد راہ لیکر سب متفق ہوکر بھاگ گئے اور شہر کے قریب ایک غار مین پہاڑ
پر آئے اور اسمین چھپ رہے وہین اللہ تعالے کی عبادت کرتے اور کھاتے پیتے تھے اور خفیہ ایک شخص انھین سے طعام لاتا مگر وے
لوگ خوفناک رہتے تھے اور جب غار پر آئے تو یہ دعا کی تھی۔ فَقَالُوا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اے ہمارے رب ہم کو
اپنے پاس سے رحمت دے۔ اس رحمت مین دنیا مین امن کے ساتھ رزق و ضروریات ہین اور آخرت مین مغفرت ہے وَّهَيِّئْ لَنَا
مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا اور مہیا فرما دے ہمارے لیے ہمارے اس امر مین ہدایت یعنی جو توحید ہم نے پائی ہے اُسمین اصلاح و ہدایت پر
ہمکو ثابت فرما دے اور جو بات اس مین ہم لوگون کی سمجھ کے موافق درکار ہے مہیا کر دے۔ ابن کثیر رح نے کہا یعنی ہمارا انجام نیک و
تیری رضامندی ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اقضیت لنا من قضاء فاجعل عاقبتہ رشداً یعنی جو حکم تو ہم پر جاری فرما دے تو اس کا
انجام ہمارے واسطے نیک کر دے۔ اور مسند امام احمد مین بشر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ
آپ دعا فرماتے کہ اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ یعنی الٰہی نیک کر دے ہمارا انجام سب کامون
مین اور چھڑا دے ہم کو خواری دنیا سے اور عذاب آخرت سے۔ بالجملہ یہ گروہ اسمین اللہ تعالے کی توحید پر عبادت کرتا تھا مگر اپنی قوم و
کافرون سے خوفناک تھے ایک روز قبل مغرب کے یا بعد مغرب کے اس بارہ مین باتین کرتے تھے کہ اللہ تعالے نے اُنپر نیند غالب کر دی
کما قال تعالے۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ یعنی ہم نے انکو سُلا دیا کہف مین۔ گویا انکے کانون کو آواز مین سننے سے بند
کر دیا جو گہری نیند مین ہوتا ہے تو یہ کنایہ ہے کہ انکو گہری نیند سے سلا دیا۔ سِنِيْنَ عَدَدًا سالہائے معدود عرب کے نزدیک
قلیل تو گنتی مین آتے ہین اور جہان زیادہ ہوئے تو کثیر غیر معدود ہو جاتے ہین۔ اور اصحاب کہف اول نیند مین تین سو سے اوپر نو برس
سوئے تو یہان دو طرح توجیہ کی گئی اول یہ کہ ایک یوم اللہ تعالے کے یہان جیسے یہان کے ہزار برس پس یہ قلیل وقت ہے جسکو لوگ
کثیر خیال کرتے ہین اور دوم یہ کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک وہ وقت معدود ہے اگرچہ لوگ واقف نہ تھے بالجملہ یہ نیند بھی
انکی دعا قبول ہونے کے آثار مین سے تھی کہ تمام زحمت سے انکو بخوف آرام سے سلا دیا۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے اسکی تفسیر مین لکھا یعنی
جس وقت کہف مین داخل ہوئے تو ہم نے اُنپر نیند غالب کر دی پس بہت برسون تک سویا کیے۔ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو
اٹھایا یعنی اس نیند سے اٹھایا جیسے موت کے بعد لوگون کو قیامت مین اٹھاوینگے۔ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا
تاکہ ہم جانین یعنی ہمارے علم مین جو مدت ہے وہ ظاہر ہو کہ اختلاف کرنے والون مین سے کس نے شمار رکھا ہے اُنکے وہان ٹھہرنے کی
انتہائے مدت کا۔ اور بات یہ ہوئی کہ جب جاگے تو انھون نے آپس مین گفتگو کی کہ کس قدر سوئے بعض نے پورا دن یا اس سے کم بیان کیا
بعض نے کچھ زائد کہا پھر ایک کو روپیہ لیکر بازار سے خفیہ خرید طعام کو بھیجا وہان ایک زمانہ دراز کے بعد اس زمانہ کا روپیہ دیکھکر لوگون مین

چرچا ہوا اور بھید کھلا اور اُسوقت وہان کچھ لوگ کافر تھے اور کچھ مومن تھے پس احتمال ہے کہ حزبین دو گروہ سے مراد خود اصحاب کہف مین سے اختلافی دو گروہ ہون کہ جو علم آلہی مین ہے انپر ظاہر ہوجاوے تاکہ جان جاوین کہ وعدۂ آلہی بعثت قیامت کا برحق ہے اور احتمال ہے کہ اس زمانہ کے مومن وکافر دو گروہ مراد ہون جنھون نے اُنکی مدت قیام مین اختلاف کیا تھا۔ محی السنہ نے معالم مین کہا کہ جس زمانہ مین اصحاب کہف جگائے گئے اُسوقت کے مومنون مین باہم اُنکی مقدار لبث مین اختلافی دو گروہ مراد ہین۔ ابن جریج رح نے کہا کہ اُنھون نے اصحاب کہف کے شہر سے نکلنے کا دن اور تاریخ و مہینہ و سال لکھا تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے مجمل کردیا کہ اصحاب کہف کے بارہ مین جو دو فریق مختلف ہوے تھے انمین سے شمار کرنے والا ظاہر ہوجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ انکے مبعوث کرنے سے ایک فریق کا احصار ظاہر ہوا تو یہ دونون فریق پہلے سے مختلف ہونا چاہیے کہ ہر ایک فریق نے اختلافی شمار لگایا تھا وہ اُنکے مبعوث ہوتے فیصلہ ہوگیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصحاب کہف خود مختلف ہوئے کہ کس قدر مدت سوئے پھر بازار مین جانے سے وہ اختلاف رفع ہوا۔ یہانتک اس حال کو مجمل طور پر اللہ تعالے نے بیان فرمایا اور آگے تفصیل ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ حق تعالے نے آگاہ کیا کہ اسکی عظیم قدرت وعجائب شان اس سے کہین بلند ہے کہ کوئی شخص اصحاب کہف ورقیم کے تین سو برس کچھ اوپر کہف مین ایک انید سونے سے تعجب کرے اور وے لوگ مقام اُنس وباغات قدس مین غائب تھے مگر غیرون سے اور ہمارے حضور مین حاضر تھے اور وسعت قدرت آلہی مین سے ادنی نمونہ یہ ہے کہ اگر ایک پھول کھولدیا جاوے تو تمام عالم جنگلون میدانون مین سڑ کر اوین اور جو آیات ہمنے تجھ مین اے حبیب صلعم ظاہر فرمائی ہین وے اہل نظر کے لیے اصحاب الکہف سے کہین زیادہ عجیب ہین اور قدرت قدیم مین کسی موہوم ومعدوم پیدا کرنے سے عجز نہین ہے شیخ حسین رح نے فرمایا کہ اصحاب کہف سایۂ معرفت اصلیہ کے نیچے ہین وہ کسی حال مین اُنسے زائل نہین ہوتا ہے اسیواسطے مخلوق سے انکے آثار پوشیدہ ہوگئے ہین۔ شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ نیند یہ ہے کہ انکو اُنسے سلب کرلیا اور انکو انکی خودی سے لے لیا اور اُنکے واغیار کے درمیان پردہ فرمایا اور مانوس ہوکر غار مین جو غیرون کے لیے وحشت کا مقام ہے اُنکو راحت دی اور وہان امن سے رہے پھر اُنکو اپنی خودی سے فنا کردیا اور ارادت نفسی سے غائب کرکے سایۂ رحمت معرفت مین لیا پس حضرت قدیم عز وجل مین عشق کے ساتھ مقیم ہین قولہ عجبا۔ شیخ جنید رح نے کہا یعنی کچھ تعجب مت کر کہ تیری شان تو انکی شان سے بہت بڑھکر عجیب ہے کہ تجھے ایک رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصی کو معراج عطا فرمائی اور سدرۃ المنتہی کو پہونچایا اور آیات کبری کو دکھلادیا اور رات گذرنے سے پہلے بستر پر واپس کردیا۔ بعض نے کہا کہ اصحاب الکہف مثل سوتے ہوے آدمی کے ہین نہ انکو وقت وزمانہ کا علم ہے اور نہ محل ومکان کو پہچانتے ہین زندے ہین مگر مردہ کی صورت ہین افاقہ مین ہین مگر بظاہر بیہوش ہین ہوشیار ہین مگر ظاہر مین سوتے ہین نہ کسی کو انکی جانب راہ ہے اور نہ انکو کسی غیر کی جانب پرواہ ہے اُنکو ہیبت آلہی کا شامیانہ چھایا ہوا ہے اور پردہ تعظیم وحجاب عظمت نے انکو گھیر لیا ہے اور نور عرش سے نورانی ہورہے ہین۔ قولہ تعالے اذ اوی الفتیۃ الی الکہف۔ اول مرد اصحاب کہف سات آدمی تھے اور دوسرا زمرہ تین آدمی اصحاب رقیم تھے اور ان دونون گروہ کو اللہ تعالے نے معرفت عطا فرمائی تھی اور اصلی خلقت مین اللہ تعالے نے انکو فتوت دی تھی جس سے فتی وفتیہ ہوئے اور وہ فتوت اُنکی یہ تھی کہ سوائے اللہ تعالے کے سب سے اُنھون نے اعراض کیا اور کہف رحمت کیطرف متوجہ ہوے اور وہان سایۂ جمال اور شہود انوار مین جگہ پکڑی اور مانوس ہوکر اپنی جانون کو اللہ تعالے کے واسطے قربان کیا ایسے مقام پر جہان انکی نفس کے واسطے زراعت وتجارت وغیرہ کا کچھ حصہ نہین تھا پھر جب منزل انس ومشاہد قدس مین مستقیم ہوے اور اُنکے قلوب اپنے رب عز وجل کی رحمت سے منور ہوے تو انھون نے ہدایت ورعایت کی دعا مانگی۔ کما قال تعالے۔ فقالوا ربنا آتنا من لدنک رحمۃ الآیہ یعنی معرفت کاملہ د

توحید عطا فرماوے اور ایسی ہدایت عنایت فرما کہ تیری محبت مین بغیر زوال وامتحان کے مقام قرب و وصال مین پہونچین شیخ استاد رح نے کہا کہ
ظاہر مین انکو کہف جمال مین جگہ دی اور باطن مین وہ مقام اُنکے واسطے مہد اقبال تھا کہ سایہ عنایت و وصال مین سورہے اور جب انھون نے
قلب مین کشف و رضوان الٰہی معائنہ کیا اور صفاے وقت کو دیکھا اور اُسکے جاتے رہنے سے خوف کیا تو التجا کرکے دعا کی پس اللہ تعالیٰ نے
انکو انکی خودی سے غائب کردیا اور انکو خواب مین سلادیا قولہ تعالے فضربنا علی آذانھم الآیہ ان لوگون کے وجود سے فقط ایک کو حواس مین
سے ذکر کیا وہ کان ہین پس جملہ وجود و حواس کو انوار جلال مین مستغرق کردیا اور غیرت الٰہی نے اغیار سے انکو پوشیدہ و علحدہ کرلیا اور ایک
کان کا حاسہ باقی رہا تھا اُسپر پردۂ غیرت ڈالدیا کہ پھر اغیار کی آوازین نہین سنتے تھے اور انکو قبہ عصمت مین محفوظ فرمایا اور اپنے مشاہدہ
مین انکو اُنس عظیم دیا اور اپنی خودی سے خارج کرلیا اور رسوم بشریت اُنسے زائل ہوگئی پس بقا انکے حق کے ساتھ رہی کہ حق کو بحق دیکھتے رہے
یہان ایک نکتہ لطیف ہے کہ جب انھون نے انوار قدم کو دیکھا تو اسکی عظمت سے مبہوت ہوگئے کہ سماع خطاب کی طاقت نہ رہی اور اگر سنتے
تو مقام فنا مین مستحکم نہ ہوتے کیونکہ مقام خطاب مین استلذاذ وانس وانبساط و بقا ہے پس کمال توحید کے واسطے انکو ایسے استلذاذ سے بھی فنا
کردیا تاکہ تمام طیبات انکو توحید کی طرف سے ہون۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ انکے ظاہری کان بھی باطنی کانون کی طرف رجوع کرگئے تو دل کے
کانون سے اور ارواح واسرار کے کانون سے انھون نے خطاب حق عزوجل کو سُنا اور ظاہری آوازین غیرون کی انکو نہین پہونچتی تھین بعض نے
کہا کہ ظاہری سماعت اُنسے لے لی تاکہ سواے خطاب حق کے اور کچھ نہ سنین اور ظاہری آنکھین بھی معطل کردین کہ سواے حق کے دوسری طرف
نظر نہ کرین پس انکو غیرون کی طرف التفات نہ رہا اور غیرون کو اُنسے بھی سروکار نہ رہا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ خلاصہ اشارات یہ ہے
کہ ہم نے انکو صفات بشری سے باہر کردیا اور صفات قدسی مین انکو فنا کردیا ہم نے اُنکے ظاہر و باطن کو مقدس کردیا اور انکو قبضۂ قدرت مین
عین راحت کے ساتھ سُلایا پھر اظہار قدرت کے واسطے اُن کو پہلی شکل و ہیات پر پھیرا بقولہ تعالے ثم بعثناھم۔ اور یہ بھی شیخ ابن عطا رح
نے فرمایا کہ خواب مین کانون کو دخل نہین ہوتا ولیکن اللہ تعالے نے ضربنا علی آذانھم فرمایا ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ مختلف آوازین نہ سنین کہ
بیدار ہوجاوین بلکہ تمام خلق سے راحت مین رہین۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے انکو نفسانی حواس سے باہر کرلیا اور جو کچھ مشاہدہ
کرتے تھے اُس سے ماخوذ کیا اور یہ سب فانی چیزین تھین پس انکو عالم حقیقت کی طرف پھیرا تو آنکھون و کانون سے اُنھون نے حقائق
غیب کو دیکھا اور شہود احدیت اور صفات صمدیت مین مستغرق ہوے پس جب شہود غیب سے مقام سکر مین پہونچے اور اللہ تعالیٰ نے
چاہا کہ اس سکر سے مقام ہوشیاری مین تمکین و استقامت کے ساتھ قائم ہون تو انکو مبعوث فرمادیا بقولہ تعالے ثم بعثناھم لنعلم ای
الحزبین احصی لما لبثوا امدا۔ حالت سکر مین اور حالت بیداری مین اُنکا تفاوت ظاہر ہو پس اُنکو مقام استقامت مین لایا کہ منازل
قرب کو بیداری کے ساتھ جانین کیونکہ حالت سکر مین بوجہ وجد و حالت کے اُنھون نے ناپیدا کنار دوام و سرمد کو دیکھا اور معرفت
سے نہین دیکھا تھا پس اُنکو اس حال سے کامل کردیا جیسے اس حیات مین آدمی بوجہ اتباع طریق سنت کے کامل ہوتا ہے ان لوگون کو اس
طریقہ سے کامل فرمایا تاکہ اہل ارادت کی طرح مسالک حقیقت سے آگاہ و کامل ہون۔ پھر اللہ تعالے نے ان لوگون کا قصہ بعض
تفصیل سے ارشاد فرمایا

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰى

ہم سناتے ہین تجکو اُنکا احوال تحقیق وہ کئی جوان ہین کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہمنے انکو سوجھ اور گرہ دی اُنکے

قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ

دل پر جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمانون اور زمین کا نہ پکارینگے ہم اسکے سوا ے کسی کو ٹھاکر تو کہی ہم نے بات

اِذًا شَطَطًا ۝ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ

عقل سے دور یہ ہماری قوم ہے پکڑے ہین انھون نے اسکے سوا ے اور پوجنے کیون نہین لاتے اُنکے واسطے کوئی سند کھلی

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا

پھر اس سے گنہگار کون جسنے باندھا اللہ پر جھوٹھ اور جب تم نے کنارہ پکڑا اُنسے اور جنکو وہ پوجتے ہین اللہ کے سوا ے اب جا بیٹھو

اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝

اُس کھوہ مین پھیلا دے تم پر رب تمھارا کچھ اپنی مہر اور بنا دے تمکو تمھارے کام کا آرام

شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان سے تفصیلی قصہ شروع کیا بقولہ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ یعنی ہم اُنکی خبر تجھپر ظاہر کیے دیتے ہین صدق کے ساتھ۔ اہل حق کے اخبار مین بھی رحمت ہے کیونکہ قرآن عین رحمت ہے تو ان اخبار مین بھی رحمت ہے اسیواسطے بعض ائمہ تابعین سے وارد ہے کہ نیکون و صالحین کے تذکرہ سے رحمت نازل ہوتی ہے اور چاہیے کہ بزرگون کے تذکرہ کو سچائی و تحقیق سے بیان کرے اسمین بیہودہ جھوٹی روایات کو نہ ملاوے اور بیان حالات مین حقایق پر نظر ہو جیسے یہان خالق عزوجل نے اپنے ان بندون کا حال بتلایا کہ۔ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ یہ لوگ شباب نوجوان تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ انمین ایک شخص بادشاہ دقیانوس کا وزیر تھا اور یہ سب اس شہر کے اشراف لوگ تھے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ نوجوان تھے اور ایسے لوگ حق کے قبول کرنے مین زیادہ لائق ہوتے ہین بہ نسبت بڈھون کے جو تمام عمر باطل مین منغوس رہے اسی واسطے قریش مین سے اکثر نوجوان لوگ مسلمان ہوے اور جو لوگ کہ قریش مین سے بوڑھے تھے وہ اکثر دین باطل پر مرے اور سوا ے قلیل کے مسلمان نہ ہوے ایسے ہی اصحاب کہف کو اللہ تعالے نے بتلایا کہ وے نوجوان تھے اور مجاہد رح نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ انمین سے بعضون کے کانون مین بالے پڑے تھے پس اُنکا حال فرمایا۔ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے رب پر ایمان لائے یعنی دوسرون نے تو کسی محسوس چیز و مخلوق چیز کو اپنا خالق اور چھانٹ کر اپنا رب بنایا اور اکثر انکی قوم کے لوگ بت پرست تھے اور ان لوگون نے کسی چیز کو اپنا خالق و کفیل نہین مانا بلکہ یہ ایمان لائے کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور باقی ہم سب اُسکے مخلوق ہونے مین برابر ہین پس اقرار کیا کہ سب مخلوقات کا خالق ایک وحدہٗ لاشریک ہے۔ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور بڑھا دی ہم نے اُنکو ہدایت یعنی اس ایمان پر اُنکو توفیق دی و ثابت قدم رکھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایسی آیات سے امام بخاری وغیرہ بہت سے امامون نے دلیل پکڑی کہ ایمان بڑھتا گھٹتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک نفس ایمان نہین گھٹتا بڑھتا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ ایمان تو یقین ہے اور اللہ تعالے نے پہلے فرمایا کہ اٰمنوا بربھم۔ پس ایمان تو متحقق ہو گیا اور زیادتی و کمی اُسکے انوار مین ہوتی ہے اور اس سے کسی نے انکار نہین کیا اور نفس ایمان کی کمی بیشی کے کچھ معنی نہین ہین اسی واسطے امام غزالی شافعی وغیرہ نے نفس ایمان مین کمی بیشی کا اقرار بھی نہین کیا پس حق یہ ہے کہ یہ خواہ مخواہ کا اختلاف ہے اور جس راہ سے امام ابو حنیفہ رح کہتے ہین کہ گھٹتا بڑھتا نہین ہے اس سے کوئی منکر نہین اور جس طرح صفات کی راہ سے زیادتی کمی ہوتی ہے اس سے امام رح نے انکار نہین کیا تو اصل مسئلہ یہ ہوا کہ نفس ایمان یقین ہے وہ کمی زیادتی کو محتمل نہین ہے کیونکہ یقین جو ایمان کہلاتا

اگر اسمین کمی ہو تو ایمان نہ رہا پس زیادتی اسپر براہ صفات ہوتی ہے جیسے یہان ثابت قدمی و صبر و طاعت سے انوار زیادہ کیے اور اگر کوئی طاعت چھوڑے تو نور مین کمی ہوگی پس صفات مین زیادتی و کمی ہوتی ہے اور یہ سب کے نزدیک بالاتفاق ہے ربیع بن انس رح سے مروی ہے کہ ایمان کے ساتھ اخلاص بڑھایا۔ سراج و معالم وغیرہ مین لکھا کہ قولہ وزدناہم یعنی بعد ایمان لانے کے ہم نے بڑھا دیا۔ ہدی یعنی اُنکے دلون مین معارف ڈالدیے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے دین پر تھے اور اللہ تعالے خوب جانتا ہے کہ کیا بات تھی گو ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ ملت نصرانیہ سے پہلے تھے کیونکہ اگر یہ لوگ ملت نصرانیہ پر ہوتے تو یہودیون کو انکے اخبار و حالات پر توجہ نہ ہوتی ورنہ اُنپر اعتبار کرتے کیونکہ یہودیون کو اُنسے مباینت تھی اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قریش نے یہود کے پاس آدمی بھیجے تھے کہ ایسے چند سوالات ہم کو بتلا دو کہ جنسے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا امتحان کرین تو انھون نے منجملہ تین سوال کے یہ سوال بھی دیدیا تھا کہ ان لوگون کے حال سے دریافت کرین کیونکہ اُنکے واسطے ایک شان معرفت کی عجیب ہے۔ تو انہین دلیل ہے کہ یہ خبر اہل کتاب کے نزدیک محفوظ تھی اور یہ کہ ملت نصرانی سے یہ واقعہ پہلے ہوا ہے۔ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم نے اُنکے دلون پر ربط کر دیا یعنی جیسے چند چیزون کو رسی سے مضبوط باندھ دیتے ہین ہم نے انکے دلون کو باہم مربوط کر دیا تھا کہ بقول قتادہ رحمہ اللہ کے اُنکے دلون مین ایمان دیا اور صبر و استقامت کے ساتھ باندھ دیا کہ ثابت قدم رہے اور اُنکو تزلزل نہین ہوا۔ اِذْ قَامُوْا جبکہ کھڑے ہوے۔ فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس کہا کہ ہمارا رب آسمانون و زمین کا رب ہے۔ اُنھون نے کسی مخلوق و محسوس کو رب نہین بنایا بلکہ جان لیا کہ ان تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ایک رب ہے وہی ہمارا رب ہے۔ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا ہم اسکے سوائے کسی الٰہ کو کبھی نہین پکارینگے یعنی کسی کو اپنا معبود نہین بناوینگے نہ بطور شرک کے اور نہ مستقل کیونکہ رب تو واحد ہے۔ لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا جس وقت ہم دوسری چیز کو معبود بناوین تو ہم نے قول شطط کہا یعنی اپنی جان پر ظلم کیا قتادہ رح نے کہا کہ ظلم کیا یعنی اگر ایسا کہین تو ہمارا قول باطل و ظلم ہوگا۔ مجاہد رح سے روایت ہے کہ یہ لوگ بغیر وعدہ کے شہر کے ایک طرف باہر کو جمع ہو گئے اُنہین سے ایک بڑا تھا اُسنے کہا کہ مین اپنے دل مین پاتا ہون کہ ہمارا رب آسمانون و زمین کا رب ہے پس سبھون نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی پاتے ہین پس سب اس بات پر کھڑے ہو گئے کہ ربنا رب السموات والارض پس کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ سب اس اعتقاد توحید پر قائم ہو گئے۔ اور امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ سلف و خلف کے بہت سے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ روم کے بادشاہون و سردارون کی اولاد مین سے تھے اور ایک روز یہ لوگ اپنی قوم کی عید مین انکے ساتھ نکلے اور اُنکی قوم کا دستور تھا کہ سال مین ایک روز شہر کے باہر میدان مین جمع ہوتے اور اپنے اپنے بتون کو پوجتے اور انکے نام پر قربانیان کرتے تھے اور اُنکا ایک بادشاہ سرکش ظالم تھا اُسکا نام دقیانوس تھا وہی لوگون کو اس بات پر آمادہ کرتا اور شاہی حکم دیتا تھا کہ ایسا کرین پس جب تمام لوگ اُس دن وہان جمع ہوے تو یہ لوگ بھی اپنے اپنے کنبہ کے ساتھ گئے وہان انھون نے نظر غور سے دیکھا کہ انکی قوم جو بتون کو پوجتی ہے مخلوق کی پرستش باطل ہے اور جان کو جو اُنکے نام پر قربان کرتے ہین اس سے بدتر ہے یہ پرستش و قربانی اُسی کے نام پر ہونا چاہیے جس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے والا سب کا ایک ہی ہے پس ہر ایک اپنے کنبہ سے علیحدہ ہو گیا تاکہ اُنکے ساتھ اس بدکاری مین شریک ہونا نہ پڑے اور علیحدہ ہو کر ایک مقام پر قوم سے دور بیٹھ گیا اتفاق سے یہ لوگ سب اُسی مقام پر جمع ہوے اور وہ ایک درخت کا سایہ تھا اور ان مین سے ایک دوسرے کے قصد سے واقف نہ تھا بلکہ جس نے اُنکے دلون مین ایمان ڈالا تھا اُسی نے اُنکو وہان اکٹھا کر دیا تھا جیسا کہ بخاری رح کی حدیث مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح جنود مجندہ ہین جنہین باہم

تعارف ہوا ہے وہ محبت سے لجاتے ہین اور جنمین تناکر ہوا ہے وہ مختلف رہتے ہین یعنی جنھون نے اپنے رب عزوجل کو پہچانا ہے وے باہم الفت رکھتے ہین اور جنھون نے نہین پہچانا اُنمین اختلاف رہتا ہے اور اس حدیث کو امام مسلم رح نے بھی ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے بالجملہ ہر ایک دوسرے سے اس یقین کو چھپاتا تھا جو اُسکے دل مین تھا بوجہ خوف کے جو اُسکو دوسرے کی طرف سے اس بارہ مین تھا یہانتک کہ اُنمین سے ایک نے کہا کہ قسم ہے اے یارو کہ تم مین سے ہر ایک اپنے کنبہ سے کسی وجہ سے علیحدہ ہو گیا ہے تم کو چاہیے کہ اپنا اپنا بھید ظاہر کرو پس ایک نے کہا کہ مین نے تو اپنی قوم کے حرکات واعمال دیکھے تو مجھے بالکل باطل معلوم ہوے کہ یہ لوگ پتھرون ومخلوق کے آگے سر رکھتے ہین اور عبادت کے لایق تو وہی ہے جس نے یہ سب آسمان وزمین پیدا کیا ہے اب مین نے تو ظاہر کر دیا تم بھی بتلاؤ تو دوسرا بولا کہ واللہ میرے دل مین بھی یہی ہے اور تیسرے نے بھی یہی کہا غرضکہ سب نے یہی کہا حتی کہ سب کے سب ایک ہی کلمہ ایمان پر متفق ہو گئے اور سب باہم محبت سے بھائی ہو گئے اور سب نے اپنے واسطے ایک عبادتخانہ بنایا جسمین سب فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کرتے تھے اور کافر لوگ جو تعظیم بتون کی کرتے اُس سے زیادہ اپنے دل سے یہ لوگ حق عزوجل کی عبادت کرتے تھے اس مین کچھ روز گذرے آخر اُنکی قوم اس سے آگاہ ہوئی اور یہ خبر اپنے بادشاہ کافر کو پہونچائی اُسنے ان لوگون کو اپنے سامنے بلوایا اور حال دریافت کیا انھون نے اسکو حق جواب دیا اور توحید آلہی عزوجل کی جانب اُسکو بلایا یہی فرمایا کہ اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض یعنی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ خوف نہ کیا اور اُنکو تزلزل نہ ہوا بلکہ اللہ تعالے نے اُنکے واسطے ہدایت زیادہ کر دی تھی اور اُنکے دلون کو ربط دیدیا تھا پس اللہ تعالے کے ساتھ ایمان پر مربوط رہے اور اللہ تعالے کی طرف بلایا۔ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ان لوگون نے یعنی ہماری قوم نے بنا لیے ہین رب عزوجل کے سواے بہت معبود۔ یعنی شرک سے اُنکی عبادت کرتے اور اُنکے نام پر قربانی کرتے ہین۔ لَوۡلَا یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ۔ کیون نہین لائے کوئی کھلی دلیل ان بتون وغیرہ کی الوہیت وعبادت پر۔ یعنی اُنکے پاس شرک کی اور سواے حق تعالے کے غیرون کی عبادت والوہیت کی کوئی دلیل نہین ہے۔ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا پس جب اُنکے پاس شرک کی کوئی دلیل نہین تو ایسے شخص سے کون بڑھکر ظالم ہوگا جو اللہ تعالے پر بہتان باندھے۔ زمخشری نے کہا کہ آیت مین دلیل ہے کہ دین مین تقلید باطل ہے جب تک کہ حجت ظاہر نہ ہوا قول اعتقاد وہی برحق ہین جسپر اہل سنت والجماعۃ قائم ہین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اسی پر تھی اسی پر اہل سنت والجماعۃ ہین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ جب ان لوگون نے دقیانوس کو یہ جواب دیا تو اس نے توحید سے انکار کیا اور ان لوگون کو دھمکایا اور ڈرایا اور جو لباس اپنی قوم کی زینت سے پہنے تھے اُنکے اُتروانے کا حکم دیا اور ان کو ایک وقت تک مہلت دی تاکہ اس عرصہ میں اپنی ذلت وخواری کو دیکھکر جس راہ پر ہین اس سے پھرین اور قوم کافرون کے ساتھ شریک ہون۔ یہ بات مہلت کی اُنکے حق مین اللہ تعالے کا ایک لطف تھا کہ اس مین موقع پا کر وے لوگ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنی قوم کے گھر سے بھاگ گیے اور فتنے واقع ہونے کے وقت بھی امر مشروع ہے کہ دین کو لیکر فتنہ سے فرار ہو جاوے جیسا کہ حدیث مین ہے کہ قریب زمانہ ہے کہ تم مین سے آدمی کا بہتر مال بکریان ہون کہ اُنکو ہانک کر کسی پہاڑ کے درہ مین یا گھاس کی جگہ چلا جاوے فتنون کی وجہ سے بھاگ کر اپنا دین بچاوے۔ پس ایسی حالت مین لوگون سے عزلت اختیار کرنا مشروع ہے اور اسکے سواے اور حالت مین عزلت نہین کیونکہ اس سے ترک جمعہ وجماعات لازم آتی ہے پس جب انھون نے اپنی قوم سے سواے بھاگ جانے کے مفر نہین دیکھا تو اپنے دلون کو اس بات پر مضبوط کیا کہ راحت وآرام واہل واموال ومان وباپ سب کو چھوڑین اور باہم مشورہ مضبوط کر لیا جیسا کہ

اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا۔ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ اور جب تم نے اس قوم کافرون کو اور جسکو وے پوجتے ہین سواے اللہ تعالے کے سب کو چھوڑا تو۔ فَأْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ غار مین اپنا ٹھکانا پناہ کا ڈھونڈھو یعنی چلو غار کی طرف جاکر اُس مین اپنے واسطے پناہ کی جگہ بناوین۔ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ چھڑکیگا یعنی کشایش و وسعت دیدیگا تمھارے لیے تمھارا رب اپنی رحمت سے۔ پس تمھارے رزق مین وسعت دیدیگا اور تم کو تمھاری قوم سے چھپا وے گا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور آسان کردیگا سامان تمھارے لیے تمھارے اس کام مین ایسی چیز سے کہ تم نفع پاؤ اگر کہا جاوے کہ یہ قول انھون نے کیسے کہا تو جواب دیا گیا کہ خلوص نیت سے اور اللہ تعالے پر بالکل بھروسا کرکے کہا کہ اللہ تعالے رحمت فرماکر ہمارے کام کو درست کردیگا۔ جب یہ لوگ نکل کر غار مین چلے گئے اور قوم وکنبہ والون نے نہ پایا تو بادشاہ کو اطلاع کی اور سبھون نے اُنکو تلاش کیا پس کہا گیا ہے کہ تلاش کرنے والون نے پہاڑ و غار سب تلاش کیے مگر انکو نہ دیکھا اور اللہ تعالے نے اُنکو اندھا کردیا جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع صدیق رضی اللہ عنہ کے جب غار مین مخفی ہوے اور قریش والون نے کد و کاش سے تلاش کیا یہانتک کہ غار پر آئے اور حضرت ابوبکر رضہ نے کہا کہ یارسول اللہ اگر ان مین سے کوئی اپنے قدم کی طرف نگاہ کرے تو ہم کو دیکھ لیگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو بندون کے ساتھ کیا ہے جنکا تیسرا اللہ تعالے ہے یعنی اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین سب ہین کوئی نہین دیکھ سکتا ہے پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غار کا قصہ اصحاب کہف سے زیادہ عظیم الشان ہے بالجملہ کافرون نے اُنکو نہ دیکھا اور نہ پایا اور بعضے کہتے ہین کہ لوگون نے تلاش کرکے پایا کہ غار مین گھس گئے ہین تو بادشاہ نے کہا کہ ہم نے جو سزا چاہی تھی اُس سے زیادہ سزا انھون نے خود گوارا کرلی پس حکم دیا کہ غار کا مُنھ بند کردو کہ اُسمین مرجاوین ولیکن یہ روایت صحیح نہین ہے اسواسطے کہ وہ غار وسیع تھا اور ہر ایک اُس مین داخل ہوسکتا تھا اور اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا ہے کہ آفتاب دونون وقت اس مین جاتا تھا اور قولہ لو اطلعت علیھم سے ظاہر ہے کہ آدمی اُنکو دیکھ سکتا ہے۔ سراج و معالم سے یہ قصہ اسطرح معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار رح نے ذکر کیا کہ اہل انجیل نے بیباکی اختیار کی اور اُن مین گناہون کی کثرت ہوگئی اور بادشاہون نے یہانتک بیہودگی کی کہ بتون کو پوجنا شروع کیا اور بتون کے نام پر قربانیان کرنے لگے اور اُن مین کچھ لوگ دین مسیح علیہ السلام پر باقی تھے اور اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے تھے اور جس بادشاہ نے ان مین یہ فساد برپا کیا تھا وہ روم کے بادشاہون مین سے ایک شخص دقیانوس تھا جس نے بت پرستی کی اور بتون پر بھینٹ چڑھائی اور جس نے اُسکی مخالفت کی اُسکو قتل کیا اور وہ روم کے شہرون و قصبات مین اترتا پھر وہان کسی کو نہ چھوڑتا جو بتون کی پرستش نہ کرے ورنہ اُسکو قتل کردیتا پس سب کو اُنکے دین سے فتنہ کفر مین ڈالدیتا۔ اسی طرح وہ شہر افسوس پر اُترا اور اصحاب کہف کا بھی شہر تھا پس اہل ایمان پر یہ امر گران گذرا اور لوگ اس سے چھپنے و بھاگنے لگے جدھر جس نے راہ پائی بھاگا پس اُسنے فوج مین سے ایک دستہ متعین کیا انھون نے لوگون کو تلاش کیا اور گھرون و تہخانون وغیرہ سے نکال کر اُسکے سامنے پکڑ لائے اُسنے لوگون کو اختیار دیا کہ چاہو قتل ہونا منظور کرو یا کہ انعام کے ساتھ بتون کی پرستش کرنا بدل منظور کرو پس بعض نے دنیاوی زندگی کو اختیار کیا اور کفر مین پڑے اور اہل ایمان نے نہ مانا پس انھون نے اپنی جانین قتل و عذاب کے لیے سپرد کرنا شروع کین اور اس ظالم کافر نے انکو قتل کرکے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اُنکے ٹکڑے شہر پناہ کے ہر دروازہ پر رکھے اور یہ فتنہ دراز ہوگیا جب ان فتیہ یعنی اصحاب کہف نے یہ حال دیکھا تو سخت غمناک ہوے اور سب لوگ دعا و نماز و تسبیح و استغفار مین مشغول ہوے اور یہ سب روم کے اشراف مین سے سات یا آٹھ تھے ان سب نے رو کر اللہ تعالے کی طرف

تضرع وزاری کی کہ آلٰہی اپنے ایمان والے بندون پرسے یہ فتنہ دور کردے اور سب مجتمع ہوکر اپنے عبادت خانہ مین گئے وہان بادشاہی دستہ
فوج نے انکو پاکر گرفتار کیا اس حال مین کہ یہ لوگ سجدہ مین رو رہے تھے اور فوج والون نے اُنسے کہا کہ تم کیون بادشاہ سے مخالف ہوے تم
اُسکی خدمت مین حاضر ہوا اور فوج والے وہان سے چلے گئے اور جاکر بادشاہ سے کہا کہ ہم تو لوگون کو تیرے آلہہ کے لیے قربانی کرنے پر جمع کرتے
ہین مگر تیرے خاندان کے یہ نوجوان لوگ تیرے حکم کو مضحکہ بناتے ہین اور تیرا حکم کچھ نہین مانتے ہین جب اُسنے سُنا تو ان سب کو بلوایا یہ لوگ اس
حال سے آئے کہ اُنکی آنکھون سے آنسو جاری تھے اور چہرے خاک آلودہ ہو رہے تھے اُسنے کہا کہ تمھین کیا ہوا کہ تم ہمارے آلہہ کے ذبح قربانی مین
حاضر نہ ہوے اور کیون تم نے اس شہر کے سردارون کی طرح عبادت نہ کی اب مین تم کو اختیار دیتا ہون کہ چاہو سردارون کے مانند رہو اور
آلہہ کی عبادت کرو اور اُنپر قربانی چڑھاؤ اور چاہو تو خواری کے ساتھ قتل ہونا منظور کرو مین تم کو ضرور قتل کرونگا پس انہین سے جو بڑا تھا
اسکا نام مکسلمینا تھا اُسنے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جسکی عظمت نے آسمان و زمین کو بھر دیا ہے ہم کبھی اُسکے سوا کسی کی عبادت نہین کرتے ہین حمد
و تکبیر و تسبیح اُسی کے واسطے خالص ہے ہم اُسی کی عبادت کرتے ہین اور ہم اُسی سے نجات و بھلائی چاہتے ہین اور رہے یہ بت تو ہم کبھی انکی عبادت
نہین کرینگے جو تیرا جی چاہے تجھ سے ہوسکے کر اور ساتھیون نے بھی یہی جواب دیا۔ اس جواب کو سُنکر بادشاہ نے اُنکے لباس و زیور اُتارنے کا
حکم دیا جو اُنکے بدن پر از قسم خلعت و جواہر وغیرہ تھا اور کہا کہ عنقریب مین تم پر عذاب کرونگا جو مین نے تم سے کہا ہے اور جلدی کرنے مین
مجھے کوئی چیز مانع نہین ہے سوائے اسکے کہ مین تم لوگون کو ابھی نوجوان دیکھتا ہون تمھاری عمرین تھوڑی ہین لھذا تم کو جلدی ہلاک کرنا مجھے
پسند نہین کیونکہ تمھاری راے مضبوط نہین ہے مین تمھارے لیے ایک میعاد مقرر کرتا ہون اس عرصہ مین تم اپنے بارہ مین غور کرو اور اپنی
عقل کی طرف رجوع کرو شاید تمھاری سمجھ درست ہوجاوے اور اپنے پاس سے نکلوا دیا پھر وہ وہان سے قریب کے ایک دوسرے شہر مین
اپنی غرض سے گیا جب ان نوجوانون نے دیکھا کہ وہ دوسرے شہر کو گیا ہے تو اسکی آمد سے خوفناک ہوے کہ جب آویگا تو ہم کو یاد کرے گا اور
ہمارے حق مین راے قائم کریگا لھذا اُسکے آنے سے پہلے ہم خود اپنے حق مین مناسب راے تجویز کرین اور موقع فرصت کو غنیمت جانین پس باہم
مشورہ کو بیٹھے آخر انکی راے اس امر پر قائم ہوئی کہ ہر ایک اپنے اپنے گھر مین جاوے اور جو خرچہ میسر آوے اُسکو لاوے اور اس مین سے زاد راہ
خریدے اور سب کے سب چلکر اس شہر سے قریب ایک غار ہے اُس مین پوشیدہ ہوکر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرین پھر جب دقیانوس آوے گا تو
اُسوقت کوئی راہ نہ ہوگی جب باہم یہ راے قرار پائی تو ہر ایک نے اپنے گھر کی راہ لی اور موافق قرارداد کے وہان سے خرچہ لائے اور متفق ہوکر
زاد راہ لیکر غار کی طرف روانہ ہوے اور اُنکا ایک کُتّا تھا وہ بھی اُنکے پیچھے ہوگیا جب اس غار مین پہونچے تو وہین ٹھہر رہے اور کعب احبار نے
کہا کہ یہ لوگ راہ مین ایک کُتّے کی طرف سے گذرے وہ اُنکے ساتھ ہوگیا اسکو انھون نے ہانک دیا پھر وہ ساتھ ہوگیا پھر اُسکو مارا انکا پھر وہ
ساتھ ہوگیا کئی دفعہ انھون نے اسکو مارا اور بار بار وہ پیچھے ہولیتا تھا آخر اس کتے نے ان لوگون سے کہا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میرے کسی
صدمہ سے مت ڈرو اور مین تو اللہ تعالےٰ کے دوستون کو دوست رکھتا ہون تم سُونا اور مین تمھاری نگہبانی کرونگا۔ اور ابن عباس رضؓ
نے کہا کہ رات کو دقیانوس کے خوف سے بھاگے اور سات آدمی تھے راہ مین ایک چرواہے کی طرف سے گذرے وہ بھی اُنکے دین پر اُن کا
ساتھی ہوگیا اور اُسکا کُتّا بھی اسکے پیچھے ہوگیا اور شہر سے نکل کر غار مین آئے اور غار قریب شہر کے تھا۔ ابن اسحق نے کہا کہ پھر جب غار مین
آئے اور وہان ٹھہرے تو اُنکا کچھ کام نہ تھا سواے اسکے کہ رضاے آلٰہی کے لیے نماز پڑھتے روزہ رکھتے دن رات تسبیح و تکبیر کرتے تھے اور سب نے
اپنا زاد راہ ملاکر انہین سے ایک جوان کو دیدیا تھا جس کا نام تملیخا تھا وہ ان سب کے واسطے شہر سے پوشیدہ کھانا خرید لاتا تھا اور وہ

ان سب مین دلیر و خوبصورت عقیل تھا اور جب شہر مین جاتا تو اپنے اچھے کپڑے اُتار ڈالتا اور فقیرون کے سے کپڑے پہنکر جاتا جو دروازون پر ٹکڑے مانگتے ہین اور شہر سے طعام و پانی و ضروریات خرید کر خبر کی جستجو کرتا کہ میرے ساتھیون کا کچھ تذکرہ پھیلا ہے یا نہین پھر اپنے ساتھیون کے پاس واپس جاتا اسی حال پر جب تک اللہ تعالے نے چاہا یہ لوگ اس غار مین رہے پھر دقیانوس آیا اور شہر کے بڑے لوگون کو حکم دیا کہ بتون کے واسطے قربانی کرین اس حکم سے اہل ایمان کو گھبراہٹ ہوئی اور تملیخا اپنے لوگون کے واسطے اُسوقت طعام خریدتا تھا وہ اپنے ساتھیون کے پاس روتا ہوا آیا اور اُسکے ساتھ تھوڑا طعام تھا اور اُسنے ساتھیون کو آگاہ کیا کہ وہ ظالم آج شہر مین داخل ہوا اور ہم لوگ بھی یاد کیے گئے ہین اور شہر کے بڑے لوگ ہمکو بھی تلاش کرتے ہین پس سب لوگ گھبرائے اور سجدے مین گر پڑے دعائین مانگتے تھے و عاجزی کرتے تھے کہ الٰہی ہمکو فتنہ سے محفوظ فرما وے پھر تملیخا نے کہا کہ بھائیو سجدہ سے سر اُٹھاؤ اور کھانا کھاؤ اور اپنے رب عز و جل پر بھروسا کرو پس اُنھون نے سجدہ سے سر اٹھائے انکی آنکھون سے آنسو جاری تھے اور اللہ تعالے پر بھروسا کرکے آفتاب غروب ہونے پر کچھ طعام کھایا پھر بیٹھکر باتین کرنے لگے اور اللہ تعالے کی رحمت و قدرت کا باہم ذکر کرنے لگے اتنے مین اللہ تعالے نے اُنپر گران خواب کی نیند ڈالی اور اُن کا کتا اپنے پانون پھیلائے غار کے دروازہ پر پڑا تھا جو حالت انکو پہونچی وہ اس کتے کو بھی پہونچی اور یہ لوگ اُسوقت اچھے ایمان و یقین کیساتھ تھے اور انکا نفقہ اُنکے سرون کے پاس رکھا تھا پھر جب دوسرا روز ہوا تو دقیانوس نے ان لوگون کو تلاش کیا مگر نہ پایا تو اُسنے اپنے سردارون مین سے اور شہر کے رئیسون مین سے بعض سے کہا کہ مجھے ان جوانون کی حرکت سے جو بھاگ گئے صدمہ پہونچا چونکہ میرے حال سے خوب واقف نہ تھے تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ مین اُنپر غضبناک ہون اور مجھے یہ نہ تھا کہ مین اُنکے ساتھ جہالت کا برتاؤ کرتا اگر وے رجوع کرکے میرے آلھہ کی تعظیم کرتے تو مین اُنکو بہت کچھ سرفرازی دیتا شہر کے رئیسون نے کہا کہ حضور کی سرفرازی بہت بڑی ہے اور یہ لوگ تو ایک بدکار نافرمان قوم تھی اور آپ نے تو انکو ایک وقت مہلت کا دیا تھا اگر اُنکو عقل ہوتی اور کچھ تمیز رکھتے ہوتے تو اُس مدت مین رجوع کرتے ولیکن ان لوگون نے توبہ نہین کی ہے یہ سُنکر اُسکو سخت غصہ آیا اور انکے والدین کے پاس آدمی بھیجا جب ہر ایک کا باپ حاضر ہوا تو پوچھا کہ سچ بتاؤ تمھاری اولاد کہان ہے جنھون نے میری نافرمانی کی ہے اُنھون نے کہا کہ ہم نے تو حضور کی کچھ نافرمانی نہین کی اور ہم کو حضور کے عدل سے امید ہے کہ ایسے سرکشون کے عوض مین ہم قتل نہ کیے جاوینگے جنھون نے حضور کی نافرمانی کی اور ہمارا مال لے گیے اور بازارون مین اُڑا دیا اور جاکر ایک پہاڑ پر چڑھے جسکو بنجلوس کہتے ہین۔ جب اُنھون نے یہ کہا تو اُسنے انکو رہا کر دیا اور سوچتا رہا کہ ان نوجوانون کے حق مین کیا کرے پس اللہ تعالے نے اُس کے دل مین یہ ڈالا کہ غار کا منھ بند کر دے اور اللہ تعالے نے ان نوجوانون کے حق مین چاہا کہ انکو بزرگ کرے اور انکو پچھلی قومین جو آنیوالی ہین اُنکے واسطے نشان قدرت الٰہی بنا دے اور ظاہر کر دے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اللہ تعالے قبر کے مردون کو ضرور اُٹھاویگا پس دقیانوس نے حکم دیا کہ غار کا دروازہ بند کر دیا جاوے اور کہا کہ جیسے اس غار مین گھُسے ہین ویسے ہی انکو مسدود کر دو کہ بھوکے پیاسے مر جاوین اور یہ غار جسکو انھون نے پسند کیا تھا اُنکے واسطے قبر ہو جاوے اور وہ گمان کرتا تھا کہ یہ لوگ جاگتے ہین جو اُن کے ساتھ کیا جاتا ہے اُسکو جانتے ہین حالانکہ اللہ تعالے نے انکو خواب کی طرح قبض فرمایا تھا پس خوب نیند مین تھے۔ پھر دقیانوس کے گھرانے مین سے دو مسلمانون نے جو اپنا ایمان چھپائے تھے باہم مشورہ کیا کہ ان نوجوانون کا حال رانگ کی دو تختیون مین لکھکر تانبے کے صندوق مین بند کرکے وہان کی عمارت مین دفن کر دین شاید قیامت سے پہلے کوئی قوم مومنین اُنکے حال پر واقف ہو اور صندوق کی تختی سے اُنکا حال کھُلے پس یہی کیا۔ پھر جبتک دقیانوس کی زندگی تھی وہ زندہ رہا اُس کے بعد مر گیا اور اُسکی قوم ہلاک

ہوئی اور بعد اسکے بہت سی پشتین ہلاک ہوئین بت حسیم کہتا ہے کہ ظاہر اصریح قصہ وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا ہے اور جو
اس مقام پر محمد بن اسحق رح کی روایت سے مذکور ہوا اسمین خلط ہو گیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا قصہ ولوح اصحاص جسپر حال
کندہ کیا اور غارت مین دفن کیا یہ اُسوقت واقع ہوا ہے جس زمانہ مین یہ لوگ خواب سے بیدار کیے گئے ہین اور اُنکے حال پر اُسوقت کے
مسلمانون نے وقوف پایا ہے اور وہان مسجد و عمارت بنائی گئی ہے ورنہ آگے کی آیات مشعر ہین کہ غار مذکور کھلا ہوا رہا اور آفتاب روان
رہتا تھا۔ واضح ہو کہ اصل مطلب قرآن پاک سے ظاہر ہے اور زیادہ تفصیل کی ہمکو فہم معانی و حقائق علوم کے واسطے حاجت نہین ہے
اور اصل قصہ کی تحقیق پر تمام گروہ یہود و نصاری کا جو اُسوقت موجود تھا متفق تھے پس اگر اُسوقت کوئی انہین سے یا غیرون مین سے
منکر ہو تو وہ جاہل ہے اُسکا کچھ اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے ایک اصل کلی مین جابجا بیان کر دیا کہ قرآن مجید اس امر کے واسطے اصل ہے
کہ اُسکے نزول کے وقت اہل کتاب یہود و نصاری جو بے شمار تھے کسی نے اُس سے انکار نہ کیا تو یہ خبر متواتر ہے اور متواتر کا انکار جہالت
وعداوت کہلاتا ہے۔ قولہ احصی بالبثو۔ احصی یہان فعل ماضی ہے اے ایہم اضبط الاوقات لبثہم۔ اور بعض نے اسکو اسم تفضیل کا صیغہ
خیال کیا۔ کشاف مین زمخشری نے کہا کہ یہ ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ اگر ہو تو احصی باب افعال سے اسم تفضیل ہو ولیکن ثلاثی مجرد
کے سوائے ابواب سے اسم تفضیل افعل کا لانا قیاسی نہین ہے اور مانند اعدی و افلس وغیرہ کے شاذ ہین اور شاذ پر قیاس نہین ہوسکتا
ہے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ مین اصحاب کہف کا قصہ حضرت عبید بن عمیر رض سے اسطرح نقل کیا کہ اصحاب کہف ہنوز نوجوان لڑکے
طوق و کنگن وغیرہ پہنے گیسو دار تھے اور اُنکے ساتھ اُنکے شکار کھیلنے کا کتا تھا اور یہ لوگ اپنی اپنی قوم کے ساتھ اپنی عید مین نکلے تھے جہان
قوم کے لوگ بتون کو پوجتے اور اُنپر بھینٹ چڑھاتے تھے اور انہین سے ایک شخص بادشاہ کا وزیر تھا پھر اللہ تعالے نے انکے دلون مین ایمان
ڈالا اور انھون نے اللہ تعالے سے خوف کیا اور تنہا تنہا اپنی قوم سے علیحدہ ہو گیے اور آخر تک مانند اسکے نقل کیا جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے
ذکر فرمایا ہے ف فی العرائس قولہ تعالے نحن نقص علیک نبأہم بالحق الآیہ۔ قصہ تو ظاہر تفسیر مین مذکور ہوا اور یہان کچھ تلویحات و اشارات
ہین از انجملہ یہ کہ اول اس قصہ کو مجمل فرمایا پھر مفصل شروع کیا تو تلویح ہے کہ حبیب کا تذکرہ حبیب سے خوشگوار ہوتا ہے اللہ تعالے نے
ان جوانون کا تذکرہ جنھون نے محبت مین اپنی جانین حق عز و جل کے واسطے قربان کین اپنے حبیب کریم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے
مکرر اجمال و تفصیل سے بیان فرمایا۔ تاکہ حبیب اکبر صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ مین اہل محبت منازل محبین و عارفین کو پہچانین کہ کیسے میدان
شوق و راہ عشق مین گھربار مان باپ یار اغیار چھوڑ کر نوجوانان محبت نے قدم رکھا تاکہ رغبت و شوق زیادہ ہو و قولہ نحن نقص علیک یعنے
ہم اُنکی خبر اسرار کی تحقیق تجھپر ظاہر فرماتے ہین تاکہ تو جان لے کہ میدان بے پایان قیومیت مین کس طرح سرگردان ہو کر مجلس قرب و بارگاہ
اُنس مین فائز ہوے اور دریاے دوام مین غوطہ مار کر معارف کے جواہر حاصل کیے واضح ہو کہ یہ جوانان محبت تھے جو اغیار سے منفرد ہو کر
میرے واسطے خالص ہو گئے اُنکے چہرے خوبصورت اور اُنکے دل انوار آفتاب جمال قدم سے روشن تھے اور اُنکے اسرار انوار قدس سے
مقدس تھے اور اُنکے اجسام و ابدان میری مجلس انس مین غائب ہو گئے انھون نے مجھے میرے فضل سے پہچانا اور مجھی سے مانوس ہو کر اغیار
سے متوحش ہوے اور غار مین قیام کیا کس قدر پاکیزہ اُنکا حال و مقال میرے ساتھ تھا کہ مین نے انکو زیادت نور جمال سے شوق و استقامت
بڑھا دی جس سے انھون نے راہہاے معارف ذات و صفات کو پہچانا اور یہ نور انکے واسطے ابد تک روز بروز بڑھتا جاتا ہے اسواسطے
کہ میرے نور کے لیے نہایت نہین ہے اور یہ بھی اشارت ہے کہ انکے واسطے مشاہدہ و قرب و وصال و معرفت و کمال محبت کو زیادہ کر دیا اور

یہ فتیہ اصحاب فتوت تھے کہ اُنھون نے حق عزوجل کے واسطے اپنی جانون کو قربان کیا اور اُنکی طلب درحقیقت معدن محبت تھی اور تمام جہان سے مُنھ موڑکر راہ معرفت مین آتے تھے اور وجود کو موجود قدیم کے واسطے قربان کرتے تھے۔ شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ قولہ زدناہم ہدی یعنی نور بڑھادیا اور زیادت الٰہی کی مقدار کون اندازہ کرسکتا ہے اسی واسطے آفتاب اُنکے غار سے پہلو بچا کر جاتا تھا بخوف انکے نور کے کہ ایسا نہو کہ انکے نور سے آفتاب کا نور مطموس ہوجاوے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قولہ نحن نقص علیک نباہم بالحق یعنی متلبس بانوار حق تاکہ اُنکو بچشم مشاہدہ دیکھ لیوے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انکو فتیہ کے نام سے یاد فرمایا کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالے پر بلاواسطہ ایمان لائے اور قیام اُنکا اللہ تعالے کی طرف اسطرح ہوا کہ اُنھون نے جوانمردی سے علائق کو قطع کردیا۔ شیخ فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوت جس سے فتیہ کا نام ہوتا ہے یہ ہے کہ بھائیون کی لغزشون سے چشم پوشی کرے۔ شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ فتوت یہ ہے کہ شرع کی اتباع کرے اور سنن کی راہ اختیار کرے اور سینہ کشادہ رکھے یعنی کسی واقعہ سے تنگدل نہو اور لوگون کے ساتھ تنگدلی نہ کرے اور نیک خلق کا برتاؤ رکھے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ زدناہم ہدی یعنی ہم نے انکو پیشوا بنادیا کہ اس راہ پر اُنکی ہدایت اختیار کیجاتی ہے اور خود انکو ہدایت کی راہ لینے والا کردیا۔ بعض نے اُسکے معنی مین کہا کہ انپر راہ قرب و وصال کو آسان کردیا۔ اقول یہ سب معانی متلازم ہین۔ فافہم۔ بعض نے کہا کہ نحن نقص علیک مین تلویح ہو کہ احباب کا ذکر زبان حبیب سے محبوب ہے اور زیادت اس مین کمال مرغوب ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ فتیہ اسواسطے ہوے کہ وے اللہ تعالے کے ساتھ قائم ہوے اور کہین نہین ٹھہرے یہانتک کہ اُنکو وصول الی اللہ حاصل ہوا۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ اول انکو بلاطفت سے حاضر کیا پھر قولہ زدناہم ہدی سے اُنکو کشف انوار بڑھائے پس اول اُن کو آگاہی دیدی پھر اس آگاہی کو یہانتک بڑھایا کہ یقین ہوگیا پھر اُنکے یقین و معرفت و ایمان و ثبات قلبی کو یہانتک بڑھایا کہ فرمایا وربطنا علی قلوبہم اذ قاموا یعنی جب مقام محبت مین بشرط وفات عبودیت قائم ہوے اور مشاہدہ مین اُنکے ابصار و اسرار نے نفوذ کیا اور براہین عقلیہ سے مطمئن ہوے۔ پھر اُنکے ارتباط قلبی کو اپنی طرف مضاف فرمایا یعنی یون کہا کہ ہم نے اُنکے قلوب مرتبط کردیے کیونکہ اپنی ذات پاک کی معرفت خود ہی بلاواسطہ انکو دیدی پھر جب وے لوگ عالم الملکوت مین داخل ہوے اور سبحات و عظمت و جبروت کو دیکھا تو قریب ہوتا ہے کہ ایسی حالت مین قلوب اول ہی دفعہ ظہور انوار عزت وہیبت مین فانی ہوجاوین پس اس سرزمین پر کوہ استقامت ڈالا اور مسمار محبت سے اُن پر میخ گاڑدی کہ معرفت مین مرتبہ استقامت حاصل ہو جب کہ وے بازوے شوق سے مقام وصلت کی طرف جنبش کرتے تھے اور یہ حالت امواج عظمت کے انوار کی ہے کہ بحر قدم کے تھپیڑے یہان برداشت کرنا مشکل ہے اسی واسطے انکو ترحم سے مشاہدہ انوار صفت الفعل مین ڈالا کہ عدم سے وجود مین کس نے ان چیزون کو نکالا ہے فقال عزوجل فقالوا ربنا رب السموات والارض۔ اگر انکو خوف زوال بحر قدم مین نہ ہوتا تو وہان سے غائب ہوکر رسوم عدم کی جانب توجہ نہ کرتے ولیکن پھر بھی اُنکے قلوب کو ربط اپنے معدن سے تھا اگرچہ رسم عدم کے مشاہدہ مین تھے اسواسطے فرمایا لن ندعوا من دونہ الٰہا۔ درمیان مین سب کو معدوم دیکھتے تھے اور اُسی کو موجود پاتے تھے اگر ہم وسائط کو نظر وسائط دیکھین تو لقد قلنا اذا شططا۔ ہم جب ہی ایسا کہہ سکتے ہین کہ ہم کو راہ کج ملے اور حدوث سے قدم کو افراد کرنے مین خطا کرین۔ شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ اُنکے اسرار کو حق تعالے نے نشان حق سے موسوم فرمایا بقولہ اذ قاموا پس قیام اُنکا حق کے واسطے حق کے ساتھ ہوا۔ فقالوا یہ اظہار ارادت ودعوت ہے۔ ربنا رب السموات والارض۔ یہ اپنے صفات سے بالکلیہ رجوع بجانب صفات حق عزوجل ہے اور اپنے علم سے رجوع بحقیقت علم حق تعالے ہے یعنی اُنھون نے معرفت مین علم الٰہی پر رجوع کیا کہ رب وہ ہے جو رب آسمانون وزمین کا ہے اور اُسکے جاننے کو ہمارا

علم نہین بلکہ خود اُسی کا علم ہے تو اللہ تعالےٰ کی معرفت خود اوتعالےٰ جل شانہ کو ہے ہم اُسی کے علم کی طرف رجوع لاتے ہین۔ لن ندعوا
من دونہ الٰہا کسی بات مین ہم اُسکے سواے غیر پر اعتماد نہین کرتے ہین پس صفات مین اسی کی صفات پر اعتماد ہے اور معرفت مین اسی
کے علم پر اعتماد ہے۔ لقد قلنا اذا شططا یعنی اگر اسکے سواے ہم اور کچھ کہین تو ہمارا قول شطط ہوگا یعنی حق سے بعید ہوگا پس قول وہ ہے
جو بحق ہو تو ہم اُسی پر اعتماد کرین ورنہ اسکے سواے جو قول ہو وہ بے اعتماد ہے اور حق سے بعید ہے۔ شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ قیام ان کا
حق کی جانب بحق ہوا اور یہ قیام ادب ہے اور اللہ تعالےٰ کا پکارنا دعاے صدق ہے اور انھون نے ادب کے ساتھ دعا کر کے اپنی محتاجی
ظاہر کی اور نہایت لجاجت سے اُسکی طرف پناہ ڈھونڈھی۔ اور اول مرحلہ مین انھون نے کہا کہ ربنا رب السموات والارض۔ یہ افتخار
و تعظیم کے طور پر ہے کہ وہ رب ہمارا رب ہے جس نے ان بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور اسمین کافرون کی نظر بھی دوڑتی ہے کیونکہ
انکو سواے محسوسات کے کچھ نظر نہین آتا ہے پس انھون نے کمال تعظیم سے یہ بیان کیا پھر حق تعالےٰ عز وجل نے اُنکے اس ادب و تعظیم کا
عوض کافی عطا فرمایا کہ اُنکو عمدہ جواب حسن خطاب سے اسطرح دیا کہ اُنپر اپنی آیات عظیمہ سے وہ کچھ ظاہر فرمایا کہ اس سے رسولون کو تعجب
ہے چنانچہ فرمایا ولو اطلعت علیہم لولیت منہم فرارا ولملئت منہم رعبا۔ یعنی اے رسول کرم اُنپر اپنی عظمت کا سایہ اسقدر ڈال دیا اور اسقدر
ہیبت الٰہی اُنپر چھائی ہوئی ہے کہ اگر اُنپر جھانکے تو اُلٹے پاؤن بھاگے اور رعب سے بھر جاوے۔ شیخ نے یہان ایک مسئلہ لکھا کہ بعضے
مشائخ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وقت سماع اور ذکر کے جو لوگ وجد مین آکر متحرک ہوتے ہین وہ جائز ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ توضیح یہ ہے کہ مزامیر و باجا وغیرہ تو اکثر فقہاء و مشائخ صوفیہ کی تصریح سے ناجائز ہے اور اسکا ضرر مبتدیون پر زیادہ ہوتا ہے اگرچہ مشائخ
پر اسکا اثر کم ہو لیکن ناجواز اسکا ظاہر ہے اب راگ کا نا تو ظاہر فقہ مین فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وہ بھی نہین جائز ہے جیسا کہ حنفیہ کے معتمدات کتب فقہ
مین مصرح ہے اور بعض نے تفصیل کی کہ جو بطور راگ کے تال و سُر و گت وغیرہ پر ہو وہ حرام ہے اور جو خوش آوازی سے ہو وہ جائز ہے اور اسی طرف
اکثر فقہاء حنفیہ و شافعیہ و مشائخ نے میل کیا ہے اور شیخ نے یہان بعض مشائخ سے اسکا جواز اس آیت سے نقل کیا اور دلیل اسکی یہ بیان کی کہ
جب قلوب کا ارتباط عالم ملکوت و مقام قدس سے ہوگا تو اسکو ہر طرح کے اذکار اور طرح طرح کے سماع جو اُسپر وارد ہون متحرک کرینگے اور
شیخ نے خود تحقیق کیا کہ اصل اسمین قولہ تعالےٰ وربطنا علی قلوبہم اذ قاموا ہے یعنی بجہت ربط قلبی کے قیام ہوا۔ تو جو معنے بعض مشائخ نے
بیان کیے ہین خوب ہین بشرطیکہ قیام یہان قیام بصورت ہو یعنے بصورت ظاہری قائم ہوگئے بسبب جذب کے۔ اور اگر قیام یہان
از راہ حفظ و رعایت ہو یعنی اس بات پر جم گئے اور مستقیم ہوگئے اور ربط یہان اس راہ سے ہو کہ انکو مقام تلوین سے نقل کر کے مقام تمکین
مین پہونچا دیا تو ایسی حالت مین اس آیت سے استدلال کرنا اس امر پر کہ حالت وجد مین سکون چاہیے ہے اولی و احسن ہے جبکہ
ربط بمعنے تمکین ہو اور قیام بمعنے استقامت ہو۔ انتہی مترجما اور مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہان استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے
فرمایا ربطنا علی قلوبہم اذ قاموا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ربط قلبی کی صورت مین جذب دل سے آدمی کھڑا ہو جاتا ہے جیسے اصحاب کہف
کو ربط قلبی عالم ملکوت کے ساتھ ہوا تو جذب شوق مین کھڑے ہو گئے فقالوا ربنا رب السموات والارض الآیہ۔ تو ثابت ہوا کہ سماع کے
وقت جب ربط عالم ملکوت سے ہو تو وجد مین کھڑے ہو جانا جائز ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس استدلال مین یہ کلام کیا کہ یہان قاموا کے
معنے کیا ہین اگر یہ معنے ہین کہ کھڑے ہو گئے یعنے جیسے آدمیون مین کھڑا ہو جانا پاؤن کے بل ہوا کرتا ہے اور ربط سے قلب کو تعلق عالم ملکوت
سے دینا مراد ہے تو یہ استدلال ہو سکتا ہے اور اچھا ہے اور اگر یہان قاموا سے مراد یہ کہ اس بات پر قائم ہو گیے تو یہ ظاہری صورت کا

قیام نہین ہے بلکہ بمعنے استقامت ہے یعنے اس بات پر مستقیم ہوگئے اور جم گئے اور ربط سے مراد تسکین دلی و اطمینان قلبی ہے جو کہ مرتبہ
استقامت و تمکین مین حاصل ہوتا ہے تو معنے یہ ہونگے کہ وے لوگ محل تلوین و اضطراب سے بلند ہوکر مقام تمکین و طمانینت پر پہونچ گئے
پس آیت سے استدلال ہوگا کہ حالت وجد مین سکون کے ساتھ رہے مترجم کہتا ہے کہ یہی دوسرے معنے اولی ہین اسواسطے کہ مقام
تلوین تو ابتدا ر مقام تھا جو اُن کے واسطے اول بیان فرمایا تھا پھر قولہ زدناہم ہدی۔ کے بعد قولہ ربطنا علی قلوبہم۔ بیان فرمایا ہے تو یہ
مرتبہ تمکین و استقامت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اور شیخ رح نے اسپر بعض مشائخ کے قول سے شاہد پیش کیا کہ بعض نے اُس کی
تحقیق مین کہا کہ قولہ ربطنا علی قلوبہم ہم نے اُن کے دلون پر ربط کیا یعنے اس خیر سے کہ جس سے ہم نے اُن کے دلون کو یقین کامل دیا تو پھر
دلون مین نفس کے وساوس و گمان کو اور شیطانی خطرات داوہام کو گنجایش نہ رہی۔ قولہ تعالے واذا اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ
فاووا الی الکہف۔ اللہ تعالے نے اصحاب کہف کے صدق و اخلاص سے آگاہ فرمایا کہ وے لوگ نہایت سچائی کے ساتھ خلوص دل سے
ایمان لائے تھے اور اللہ تعالے پر ایمان لانے سے اور نجات حاصل ہونے سے کہ کفر و ضلالت سے چھوٹے نہایت خوش ہوے تھے
اور بہت فرحت اُنکو اس بات سے تھی کہ مقام خلوت مین مجتمع ہوے پس اُسکے حقائق اشارات مین سے ہے کہ جب تم نے مقامات
نفوس و خواہش کو اور اُن کے قرب و یگانگت کو چھوڑا اور سچے یقین کے ساتھ منفرد ہوے ہو تو تم کو چاہیے کہ اللہ تعالے کے سایہ
کرم و جوار قدم مین پناہ لاؤ۔ قولہ ینشر لکم ربکم من رحمتہ۔ یعنی لطائف علم غیبیہ تم کو عطا فرماوے اور نعمت مشاہدہ تم کو بخشے اور انوار
قرب و محبت سے سرفراز کرے قولہ ویہیی لکم من امرکم مرفقا۔ یہی کام ایمان کا جسکے وسیلہ سے تم اپنی مراد چاہتے ہو کہ منزل قرب و دیدار
سے فائز ہو اس مین تم کو مرفق و آسانی عطا فرماوے اور وہ دولت اُنس و محبت قدسی ہے اقول اس مین اشعار ہے کہ بار عبودیت کی
برداشت ذرہ محبت سے بآسانی اُٹھ سکتا ہے شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ جب غیر سے عزلت اختیار کی جاوے تو یہ اللہ تعالے کے
قرب کا وسیلہ ہوتی ہے بلکہ قرب الٰہی نہین حاصل ہوتا جب تک غیر دل سے عزلت و انقطاع نہ ہو مترجم کہتا ہے کہ حکمار نے لکھا ہے
کہ انقطاع اغیار کے دو طریقہ ہین بعضے تو لوگون کی جماعت مین اُنکے حقوق ادا کرنے کے باوجود ہر ایک سے منقطع رہتے ہین اور یہ اعلی مرتبہ
کے مرد ہین اور دوم یہ کہ بخوف فتنہ لوگون سے عزلت اختیار کرے اور یہ دلیل ہے کہ بسبب ضعف کے بوجھ نہین اُٹھ سکتا ہے
شیخ نے لکھا کہ پھر اللہ تعالے نے اپنے مزید لطف سے جو اصحاب کہف پر تھا آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُن پر سے تاثیر عناصر کو
دفع کیا جس کی اصل گویا طبیعت آفتاب و ماہتاب و سیارات سے ہے اور اُنپر سے حرارت آفتاب و اُس کی شعاع کو دور کیا تاکہ
اُن کے اجسام کو احکام روحانی سے تغیر نہ ہو گویا اُن کو عالم قدس کے حجلۂ اُنس مین داخل کر دیا اور یہ عالم قدس اُسی غار مین بنا دیا
اور حق تعالے قادر ہے کہ ایک چیونٹی کی آنکھ مین ہزار جنت پیدا کر دے پس جب اُنکو حجلۂ انس مین جگہ دی تو حدثیت کے تغائر کو
اُنسے دور رکھا اور غیرت قدم سے کسی خلقت کو اُنپر مطلع نہین فرمایا اور اسی غیرت سے ہے کہ آفتاب کو اُنپر طلوع سے محجوب کر دیا حالانکہ
آفتاب فلک چہارم پر ہے پس جب آفتاب کو کہ سبب انور عالم ہے اُنسے محجوب کر دیا تو دوسری مخلوقات کو اُنپر کیسے اطلاع ہو سکتی ہو لہذا
خاصہ کرامات کو جو عطا فرمائین بیان کیا

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ

اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ جاتی ہے انکے کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہو کترا تی ہے اُنسے

الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ط مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ج وَمَنْ يُّضْلِلْ

بائوے کو اور وہ میدان مین ہین اُسکے یہہ قدرتون ہے اسکی جسکو راہ دیوے اللہ وہی آوے راہ پر اور جسکو وہ بچلاوے

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝

پھر تو نہ پاوے اُسکا کوئی رفیق راہ پر لانے والا

کرے ہے اور دیکھتا ہے تو خطاب ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا ہر ایک ذی عقل کو۔ سراج مین کہا کہ مراد اس خطاب سے یہ نہین
مخاطب ہے وہ اس کیفیت کو دیکھتا ہے ولیکن بول چال اُسی محاورہ پر ہوتا ہے۔ اقول اور بعض نے کہا کہ خطاب حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو ہے اور جیسے پردہ دور کرکے بیت المقدس وغیرہ آپکے روبرو معائنہ کرائے گئے تھے اُسی طرح یہ بھی آپ کو معائنہ کرا دیا گیا۔ اس
ن خطاب مجاز نہین بلکہ حقیقت ہے کہ تو اس کیفیت کو اللہ تعالے کے دکھلانے سے دیکھتا ہے کہ اَلشَّمْسُ اِذَا طَلَعَتْ
وقت طلوع کرتا ہے یعنی اول وقت۔ تَّزٰوَرُ مالک رح نے زید بن اسلم سے روایت کی اور ابن عباس وسعید بن جبیر
نے کہا یعنی میل کرتا و جھکتا ہے۔ عَنْ كَهْفِهِمْ انکے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ داہین ہاتھ کی طرف یعنی آفتاب اپنے داہین
کہف کے سامنے سے جھکتا ہے۔ وَاِذَا غَرَبَتْ اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے یعنی قریب غروب کے تَّقْرِضُهُمْ
کترا جاتا ہے اُنسے بائین جانب یعنی تو آفتاب کو دیکھتا ہے کہ جب اول وقت طلوع کرتا ہے تو انکے کہف سے داہین
تاکہ اُنکو حرارت و تیزی نہ پہونچے اسی طرح برابر چڑھتا رہتا ہے اور غروب کے واسطے جب ڈھلتا ہے تو اُنکے غار سے بائین
داہان و بایان طلوع کے وقت سے لحاظ کیا گیا ہے پس طلوع کے وقت داہین جھکتا ہے اور بائین چڑھتا ہے اور غروب کے
تا ہے۔ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وے لوگ کہف کے بیچ مین کشادگی مین ہین کہ اُنکو ہوا سے خوشگوار پہونچتی رہتی ہے
کہا کہ مراد یہ کہ آفتاب اُنپر نہین پہونچتا کیونکہ اگر دھوپ پہونچتی تو اُنکے بدن و کپڑے جلنے لگتے۔ پھر واضح ہو کہ مفسرین کے
ل وہ جو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا کہ اس غار کا دروازہ جانب شمال کو ہے کیونکہ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ آفتاب
اُنپر داخل ہوتا ہے تو دھوپ داہین جانب گھٹتی جاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جتنا آفتاب اونچا ہوتا جاتا ہے اتنی ہی دھوپ
ن جانب جھکتی جاتی ہے تا آنکہ دوپہر تک ایسے مقام پر کچھ بھی دھوپ نہین رہتی ہے اور وقت غروب کے فرمایا کہ تقرضھم
ہوتا ہے اُنکے غار مین شمال دروازہ سے تامل کرنے سے جو ہم نے کہا اُسکی حجت ظاہر ہو جاتی ہے اور ابن عباس
کہا کہ تقرضھم یعنی تترکھم انکو چھوڑ دیتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہماری زبان مین اسکا ترجمہ کہ کترا جاتا ہے نہایت نفیس ہے۔
کی کیفیت مین کوئی امر عجیب نہین ہے ولیکن یہ تردد ہے کہ اگر پہاڑ اس غار کے جنوب ہے تو بعد طلوع کے اسمین تھوڑی دیر بعد
دی ہوگی اور علی ہذا غروب کے وقت بھی اور اگر دوسری جانب ہے تو ایسے طور پر ہونا ضرور ہے کہ آندھی پانی سے بچاؤ ہو
تمام چیزون کو اپنے قبضۂ قدرت مین رکھا ہے ہر ایک چیز جب ہی اثر کر سکتی ہے کہ وہ تاثیر دے فافہم۔ دوم وہ جو بعض
جو دیکہ یہ لوگ کھلے مقام مین ایک غار کے اندر ہین اور وہ وسیع مقام ہے کہ اُنپر ہر وقت تمام دن دھوپ آ سکتی ہے
الٰہی اور آفتاب مسخر ہے کہ بظاہر وہان دھوپ ہو ولیکن آفتاب کی تاثیر کچھ نہین ہے کہ وقت طلوع کے داہین جانب
میل کرتا ہے اور اُنکو وسیع فضاء غار مین چھوڑتا ہے بدلیل قولہ تعالے۔ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ط یہ بات کہ آفتاب

باوجود اُنکے مکان وسیع کشادہ ہونے کے جہاں از راہ عادت کے آفتاب پہونچنا چاہیے نہیں پہونچتا تو یہ آیات الٰہی سے ہے اور اسکی قدرت واختیار کے دلائل سے ہے۔ زجاج رح نے کہا کہ آفتاب کا یہ فعل بدون اسکے کہ دروازہ کہف کا ایسی جانب ہو کہ جس سے یہ لازم آتا ہو اللہ تعالیٰ کے افعال قدرت میں سے آیت ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ وہاں ابر وغیرہ کی جہت سے ایسے اسباب بھی ہوں جس سے اُنکو معتدل وخوشگوار ہوا پہونچتی ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس غار کا مقام نہیں بتلایا کہ وہ کس ملک کی کس زمین پر ہے کیونکہ ہم کو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے علاوہ اسکے لوگ شرک وکفر میں مبتلا ہوتے اور وہاں مجاورت وآبادی پیدا کرکے ایذا دیتے اور امتحان میں بھی نقص ہوتا اور اس سے کوئی شرعی فائدہ متعلق نہ تھا بلکہ اسکے اخفا میں مصلحت ظاہر ہے ولیکن بعض مفسرین نے تکلف کیا ہے اور اقوال ذکر کیے ہیں از انجملہ ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ ایلہ کے قریب ہے اور محمد بن اسحٰق نے زعم کیا کہ وہ نینوی کے قریب ہے اور بعض نے کہا کہ روم کے شہروں میں سے ایک جگہ ہے اور بعض نے کہا کہ بلقار کے شہروں میں سے کسی جگہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سعید بن جبیر رح سے روایت ہے کہ ابن عباس رضنے کہا کہ ہم نے معاویہ رض کے ساتھ روم کی جانب جہاد کیا اور ہمارا گذر اُس کہف کی طرف ہوا جسمیں اصحاب کہف تھے تو معاویہ رض نے کہا کہ کاش ہم اُنکو کشف کرتے تو اُنکو دیکھتے تو ابن عباس رض نے کہا کہ اس سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا جو تجھ سے بہتر تھے بقولہ تعالیٰ لو اطلعت علیھم لولیت منھم فرارا۔ پھر معاویہ رض نے کچھ لوگوں کو خفیہ غار کے اندر روانہ کیا کہ جاکر دیکھو وہ لوگ دل مضبوط کرکے کچھ دور گئے اور بھاگ کر بیان کیا کہ اُدھر سے ایک جھونکا آیا جس نے ہمکو باہر پھینک دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کی اسناد دیکھنی چاہیے ولیکن مترجم کہتا ہے کہ دوسری ایک روایت صحیح ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض پر اصحاب کہف کشف کر دیے گئے تھے اُس نے رضی اللہ عنہ چاہا کہ اپنے ساتھیوں کو بھی دکھلاؤں فوراً واپس ہوکر بعض کو ساتھ لیکر گیا تو پھر کسی طرح راہ کا نشان نہ پایا واللہ تعالیٰ اعلم بالجملہ یہ امور مخفی ہیں اور یہ بھی عجائب قدرت الٰہی میں سے اس روے زمین پر ہے جسمیں اہل عقل جنکو نور بصیرت حاصل ہے حیران رہجاتے ہیں اور اہل غفلت اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہی راہ پر ہے وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا اور جسکو اُسنے بھٹکایا اور راہ نہیں دی تو ہرگز تو اسکے واسطے کوئی ولی نہ پائیگا جو اُسکو راہ پر لاوے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفھم الآیہ۔ اہمین حقایق کا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو کہف اسرار میں مخفی کیا اور وسیع مقام انوار میں اُنکو جگہ دی اور مشاہدۂ جمال میں حاضر کیا اور آفتاب عظمت وعزت کبریا سے جو مطلع قدم سے طلوع کرتا ہے اور مغرب ابد میں پھر رجوع کرتا ہے اور وہی ایک شان قدیم ہے اور حدوث کو اُسکی تاب نہیں ہے اس آفتاب سے اُنکو ایسے حال میں رکھا کہ خوشگوار بقار دوام سے زندہ رہیں اور فنا نہ ہوجاویں گویا اُنکو مشاہدۂ نور جمال میں تربیت فرمایا اور قہر عزت جلال سے محفوظ رکھا کہ متلاشی وفانی نہ ہوجاویں اور ہوشیاری وبقار کے ساتھ باقی رہیں اور اگر ایسا فضل عظیم نہوتا تو انوار حدوث میں باقی نہ رہتے پس خود انکی نگہداشت اپنی ذات سے فرمائی اور اب وے پُرفضا مقام وصال میں ہیں کہ آفتاب کبریائی اُنکے کہف قدرت سے داہنی جانب ازل وبائیں جانب ابد میں مائل ہے اور وے لوگ وسط مشاہدۂ جمال وجلال میں قہر سلطان ذات سے محروس ومحفوظ ہیں ورنہ اول ظہور میں فنا ہوجاتے اور اس سے بڑھکر کون آیت ہے کہ عین ظہور میں فنا نہیں ہوتے اور بقار بالحق مع الحق ہے اور الانس بالحق للحق ہے اسطرح کہ شاہد باللہ علی اللہ ہیں اور اپنے حواس سے باہر ہیں یہ کمال غیرت قدم ہے کہ انکو اُنکی خودی سے محجوب کردیا اور احساس اُنسے دور کردیا اور حوادث کو اُنسے رفع کیا تاکہ کشف نہایت صافی اور قرب بہت واضح وکبیدہ بہت خفی ومشاہدہ نہایت لطیف اور روح نہایت

قریب و وقت نہایت خوشگوار ہوا اور اس اشارہ کو وہی سمجھ سکتا ہی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذوق مستقیم رکھتا ہو قال تعالیٰ من یہدی اللہ فہو المہتدی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اولیاء کی قدر جانی وہ اللہ تعالیٰ سے عارف ہے اور جو کوئی ازل مین محروم رہا وہ ہرچند اپنی جان کو مجاہدہ مین بیجان وحیران کرے ہر حال مین محروم ہی۔ قال تعالیٰ ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا۔ جو شخص لائق وصال نہ ہو اُس کی سب خوبیان گناہ ہین۔ سبحان اللہ یہ سبعہ سیارہ یعنی سات مردان خدا کہان غیب مین غائب ہوئے اور مشاہدہ رب عز وجل مین فائز ہوئے انکی جستجو کرنے والے میدان معارف وکواشف مین دور دور پھرے اور کہین اُنکو دیکھنے نہ پائے بہت زمانہ گذرا اور آسمان نے چکر کھائے اور بہت اُمتین اس درمیان مین انکو ڈھونڈھتے پھرین مگر کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ یہ غیرت حق اُنپر چھائی ہی وہ سلاطین ملک معرفت ہین کہ تاج کرامت سر پر رکھے ملک غیب مین سلطنت کرتے ہین۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ تری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم۔ یہ بات اسوجہ سے ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو نور ہدایت سے ایک نور نہایت قوی عطا فرمایا ہی اور آفتاب کے واسطے ایک روشنی ہی حالانکہ اُنکا نور ہی تو آفتاب پر جب نور غالب ہی تو آفتاب کو کسوف آجائیگا لہذا اس خوف سے آفتاب اُنکے کہف سے ایک طرف جھکا رہتا ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ آدمی کا دایان اُسکا قلب ہی اور بایان اُسکا نفس ہی اور رعایت دونون پر دور کرتی ہی اور اگر یہ نہو تو وہ ہلاک ہوجاوے۔ شیخ ابن عطاء رح نے قولہ من یہدی اللہ فہو المہتدی الآیہ مین کہا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی محجوب نہین ہوتا مگر وہی جو یہ چاہے کہ اپنی حرکات سے اُس تک پہونچے ولیکن اُس تک کوئی نہین پہونچتا مگر وہی جو اُسکی صفت سے اُس تک پہونچنا چاہے۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہے اول ایمان بلا علت ہی اور آخر بلا علت ہی اور یہ حق عز وجل کی صفت ہی اسمین کسی خلق کو دخل نہین ہی اور ظاہر ہوگیا کہ جس نے ہدایت پائی وہ ہی جو اپنے تمام اوصاف سے جُدا ہو کر متصف بصفات حق عز وجل ہوگیا پھر حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اُن کے حالات زائد بیان فرمائے کہ وے لوگ اپنی ارواح سے انوار قدم مین غائب ہین اور اسرار وعقول وقلوب ونفوس واجسام اُنکے اپنے اپنے مواقع مین اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کے حضور مین بکرامت عبودیت مستغرق ہین فقال اللہ تعالیٰ

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ

اور تو اُنکے جاگتے خیال کرتا ہی حالانکہ وے میٹھی نیند مین ہین اور ہم انکو کروٹین دیتے ہین داہنے پہلو پر اور بائین پہلو پر اور اُنکا کتا پھیلائے ہے

ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ○

اپنے دونون بازو دروازے پر اگر اُنپر تو جھانکے تو مُنہ پھیر کر اُنسے بھاگے اور اُنسے رعب مین بھر جاوے

وَتَحْسَبُهُمْ یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی یا ہر ایک ذی عقل کو ہے اور معنی یہ کہ تو اُنکو خیال کرتا ہی یعنی دیکھے تو ایسا خیال کرے کہ أَيْقَاظًا جاگتے ہوئے ہین۔ وَّهُمْ رُقُودٌ اور حال یہ کہ وے سوتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُنکے کانون پر پردہ کردیا تو اُنکی آنکھین کھلی رہین تاکہ بند ہونے سے خراب نہ ہوجاوین۔ اور بھیڑیے کا حال بیان کیا ہی کہ وہ بھی ایک آنکھ بند اور ایک آنکھ کھلی سوتا ہے جیسے عرب کے شاعر نے بھیڑیے کے حال مین لکھا ہی کہ ؎ ینام باحدی مقلتیہ ویتقی + باخری الرزایا فہو یقظان نائم ۔ یعنی ایک آنکھ بند کیے سوتا ہے اور دوسری کھلی ہوئی سے آفات کو بچاتا رہتا ہے تو وہ جاگتا سوتا دونون ہی وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ یعنی اور ہم انکی نیند مین اُنکو دونون طرف کروٹین بدلتے رہتے ہین تاکہ زمین اُنکے اجسام کو نہ کھاوے یہ سعید بن جبیر رح سے مروی ہے اور امام رازی رح نے کہا کہ یہ قول اس واقعہ سے بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

جمع یقظ بکسر قاف ۱۲

جب قادر ہے کہ اُنکو تین سو برس سے زیادہ سونے مین زندہ رکھے تو وہ زیادہ قادر ہے کہ زمین اُنکے اجسام کو نہ کھانے پاوے بغیر اسکے
کہ اُنکی کروٹین بدلی جاوین انتہی وکرخی وخطیب نے جواب دیا کہ اللہ تعالے کی قدرت مین کچھ شک نہین ولیکن غالباً ہر چیز کا ایک
سبب کردیا ہی اور یہ موافق عادت کے ہے اور ارواح کو روک رکھنا خلاف عادت ہی تو اسپر قیاس نہین ہوسکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ
یہ بھی خلاف عادت ہے کہ کوئی جسم صدہا سال زمین پر سے نہ اُٹھے اگرچہ وہ کروٹین لیتا رہے اور نہ کھاوے نہ پیوے پس امام رازی رح کا
یہ مطلب ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے نے اُنکے عجائب احوال مین ذکر فرمایا اُسکے سبب کو منحصر نہ کرنا چاہیے ہان اگر اسطرح کہا جاوے کہ تقلیب مین
یہ بھی فائدہ نظر آتا ہے اور اصل حقیقت اُسکی اللہ تعالے عز وجل کے علم مین ہے تو یہ درست ہے۔ ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس رض
نے کہا کہ اگر کروٹین نہ لوائی جاوین تو زمین اُنکو کھا جاوے۔ اور لکھا کہ بعض سلف سے روایت ہے کہ سال مین دو مرتبہ کروٹ بدلوائی جاتی
ہین سراج ومعالم وغیرہ مین ہے کہ یہ ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ دو بار تقلیب سال مین ہوتی ہے اور مجاہد رح سے مروی ہے کہ نو برس
ایک کروٹ اور نو برس دوسری کروٹ رہتے ہین بعض نے کہا کہ سال مین عاشورا کے روز ایک دفعہ کروٹ بدلی جاتی ہی۔ زجاج نے کہا
کہ کثرت سے کروٹین بدلی جانے کی وجہ سے آدمی اُنکو جاگتا خیال کرتا ہے۔ امام رازی رح نے کہا کہ ان تقدیرات مین عقل کو کچھ دخل نہین ہے
صرف اللہ تعالے کی طرف سے اعلام ہونے سے معلوم ہوسکتے ہین اور اللہ تعالے نے قرآن مین کچھ نہین فرمایا اور نہ کسی صحیح حدیث مین بیان آیا
تو کیونکر یہ بات معلوم ہو کہ کب کروٹ بدلی جاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور ظاہراً یہ تقدیرات یہود ونصاری کی روایت سے
مسلمانون نے بیان کی ہین واللہ تعالے اعلم پھر کروٹین لوانا قدرت الٰہی سے ہوتا رہتا ہی اور قرطبی نے کہا کہ شاید ملائکہ بحکم الٰہی بدلواتے ہون
اُسکو اللہ تعالے نے اپنی طرف نسبت فرمایا ہو لیکن اول اقوی واظہر ہے۔ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور اُنکا کتا پھیلائے
ہی اپنے دونون ہاتھ دروازہ کے صحن پر۔ ابن عباس ومجاہد وسعید بن جبیر وقتادہ نے کہا کہ وصید دروازہ کا فنا ہے اور یہ لفظ وصید و
اصید دونون ہے اور اُنکے کتے نے غار کے دروازے پر اپنی عادت کے موافق ہاتھ پھیلائے اور ابن جریر نے کہا کہ اُنکے دروازہ کی نگہبانی
کرتا ہے اور یہ اُسکی طبیعت کی بات ہی کہ کتے دروازے پر نگہبانی کرتے رہتے ہین اور وہ دروازہ غار کے باہر تھا کیونکہ ملائکہ ایسے گھر مین نہین
جاتے جسمین کتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح مین ہی اور نہ ایسے گھر مین جسمین تصویر یا صورت ہو اور نہ جسمین جنبی ہو اور نہ اسمین جسمین کافر ہو جیسا کہ حدیث
حسن مین آیا ہی۔ بعض نے لکھا اللہ تعالے نے اُنکے کتے کو اُنکے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ کتے نے مردان خدا کو محبوب رکھا پس اللہ تعالے نے اسکو
بھی اُنکے ساتھ ذکر کیا پھر مسلمانون کی کیا حالت اندازہ کیجاتی ہے کہ انہین تو عقد ایمان ہے وکلمہ اسلام ہے اور رسول کریم مصطفے حبیب اکرم
محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور آپ کے آل واصحاب سے محبت کرتے ہین پس اسمین ان مسلمانون کے واسطے تسلی وتشفی ہی جو قصوروار
گنہگار ہین مگر دل سے صالحین بندگان الٰہی عز وجل کو دوست رکھتے ہین و اولیاء اللہ سے محبت کرتے ہین اور یہ محبت دل سے فقط آخرت
ورضاے الٰہی عز وجل کے واسطے ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان اصحاب کہف کی برکت اس کتے کو پہونچی اور اس حالت مین نزول
رحمت جو خواب کی صورت مین اُنپر ہوئی اُنکا ساتھی یہ جانور بھی اس برکت مین شامل ہوگیا اور نیکون کی صحبت کا یہ فائدہ ہی کہ اس کتے کا
ذکر ونام وکام مشہور ہوا حتی کہ قرآن پاک مین مذکور ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین اہل الذکر کے پاس آجانے والے کو جو اس طرف سے
آتا تھا صرف دیکھنے کھڑا ہوگیا اُسکی نسبت آیا کہ اللہ تعالے نے اسکو بھی ساتھ مین بخشدیا تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب وہ تو انہین سے
نہ تھا صرف اسطرف آیا اور کھڑا ہوگیا تھا فرمایا۔ ہم القوم لا یشقی جلیسہم۔ یہ ایسی قوم ہین کہ جو اُنکے پاس بیٹھ جاوے وہ شقی ومحروم نہ ہوگا۔ دیکھو

کہ موافق اس حدیث کے آدمی محروم نہ تھا اس آیت سے کتا تک محروم نہ ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے ذکر کیا کہ یہ کتا انہین
سے کسی کے شکار کا کتا تھا اور یہی قول اشبہ ہی اور بعض نے کہا کہ بادشاہ کے باورچی کا کتا تھا اور اُسنے اصحاب کہف کے ساتھ موافقت کی
اور دین قبول کیا اور ساتھ دیا تھا تو کتا بھی اُنکے ساتھ ہوگیا تھا واللہ تعالے اعلم۔ اور امام حافظ ابن عساکر نے ہشام بن الولید دمشقی کے
حال مین لکھا کہ حدثنا صدقة بن عمر الغسانی حدثنا عباد المنقری سمعت الحسن البصری یقول یعنی حسن بصری فرماتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام
کے مینڈھے کا نام جریر تھا یعنی جو مینڈھا بجاے فرزند کے انکو قربانی مین دیا گیا تھا اور سلیمان علیہ السلام کی ہُدہُد کا نام عنفز تھا اور
اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ اقول مجاہد رحہ نے اُسکا نام قطمورا کہا ہے واللہ اعلم۔ اور حسن گو سالہ کو نبو اسرائیل نے پوجا تھا اُسکا
نام بہموت تھا۔ اور آدم علیہ السلام ہندوستان مین گرے تھے اور حوا رضی اللہ عنہا جدہ مین گری تھین اور ابلیس ملعون دشت بیسان[له] مین
گرا تھا اور سانپ اصفہان مین گرا تھا۔ شیخ نے کہا کہ شعیب جبائی نے اسکا نام حمران بیان کیا ہے اور اسکے رنگ مین کئی اقوال ہین مگر ان
باتون کا کچھ حاصل نہین اور نہ کچھ فائدہ ہے اور نہ اسکی ہمکو کچھ حاجت ہے اور نہ ہمارے پاس اُسکی کوئی دلیل ہی بلکہ یہ رجم بالغیب ہے
جس سے ہم کو ممانعت کی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ اور اگر تو اُنپر اطلاع کرے یعنی اوپر سے انکو جھانکے لَوَلَّيْتَ
مِنْهُمْ فِرَارًا تو اُلٹے پاؤن اُنسے بھاگے وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا اور رعب سے انکی طرف سے بھر جاوے یعنی اللہ تعالے نے اُن پر
ایک ہیبت ڈالدی ہی کہ کوئی اُنسے قریب نہین ہو سکتا اور نہ چھو سکتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالے انکو اس خواب سے جگاوے اور زجاج
و مہدوی و قشیری و نحاس نے ذکر کیا کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ انکے ناخن و بال بڑھے ہوے و آنکھین کھلی ہوئین اور اجسام بہت لنبے چوڑے
اور وہ جگہ نہایت متوحش ہے اس سبب سے کوئی نہین دیکھ سکتا اور دیکھے تو خوفناک ہو جاوے ولیکن رد کر دیا گیا کہ جاگنے مین انھون نے
باہم اختلاف کیا تھا کہ ایک دن سوئے یا اُس سے کم سوئے پس اگر بال بڑھے و ناخن بڑھے اور ہیات بدلی ہوتی تو خود جان لیتے ایسا
اختلاف نہ ہوتا۔ بعض نے کہا کہ آنکھین کھلی ہونے سے ہے بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے رعب سے روک دیا کہ کوئی اُن تک نہین پہونچ
سکتا ہے۔ ابن عطیہ رحہ نے کہا کہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انکو اسی حالت مین محفوظ فرمایا ہے جسپر وے سوئے تاکہ اُنکے واسطے اور
غیرون کے واسطے اللہ تعالے کی قدرت کی نشانی ہو پس نہ اُنکے کپڑے بگڑے اور نہ اُنکی کوئی حالت متغیر ہوئی اور جاگنے کے بعد آپس
مین کچھ نئی ہیات انکو نہین معلوم ہوئی بلکہ جو شخص بازار کو بھیجا گیا اُسنے شہر کی عمارات وغیرہ سے البتہ انکار کیا اور نہ پہچانا اور اگر خود
اپنی حالت و صفت مین تغیر پاتے تو وہی اُنپر اہم ہو جاتی کذا ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے وتحسبهم ایقاظا وہم رقود
اللہ تعالے نے انکو عالم غیب مین وہ کمال حسن دیا کہ ظاہر مین بھی انوار قربت اُنسے ظاہر ہین اور سوتے ہوے آدمی کے چہرے پر جیسی وحشت
ہوتی ہے اور چہرہ بگڑا ہوا ہوتا ہے وہ اُنپر کچھ نہین ہی بلکہ اُنکی صورت سے آثار حسن ان پیشانی کے جاگتے ہوے معلوم ہوتے ہین اُن کی
روحین مانند اُنکے اجسام کے تھین اور اُنکے اجسام مانند اُنکی ارواح کے ہین اسی واسطے مروی ہے کہ ہمارے اجسام مانند ارواح کے
ہین گویا کمال حسن غیبت و تمکین سے غائب نہ ہونے کے مانند ہین اور یہ تو غور کر کہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا
کہ انکو تو جاگتا ہوا دیکھے۔ اور یہ شواہد تمکین سے ہے اور کمال لطافت حال ہی کہ جب مشاہد قرب مین حاضر ہوے تو قرب سے بھی قرب
مین غائب ہوے اور قرب القرب سے بھی غیب الغیب مین غرضکہ اُنکی مسافرت ازلی مین برابر ایک مقام سے دوسرے مقام کو ترقی ہے
وقال المترجم اہل حق جو اپنے آپ سے فانی ہوتے ہین وہ عالم فانی سے سوتے اور عالم باقی مین جاگتے ہین اور انکا پہچاننے والا کسی درجہ

[له] دشت بیسان [illegible] ۱۲

ہین اعلی منازل کا سردار چاہیے کیونکہ مشارب متفاوت ہین پس آیت مین واللہ اعلم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال علوے مرتبت کا
بیان ہے کہ قرب کے تمام منازل آپ کے واسطے مفتوح ہین تو آپ بہر حال اُنکے اس رقود مین دوسری جانب عالم غیب کی بیداری
مین جانتے ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ قولہ تعالے ونقلبہم ذات الیمین وذات الشمال اللہ تعالے نے تقلیب اُن کی اپنی طرف
خاص فرمائی کہ ہم اُنکو تقلیب دیتے ہین تو اسوجہ سے کہ اُنکو نور ازل وابد مین خود مستغرق فرمایا اور خود ہی وہان منازل بے انتہا مین
منقلب فرماتا ہی چنانچہ دیدار افعال سے انوار اسمار مین اور انوار اسمار سے انوار نعوت مین اور انوار نعوت سے انوار صفات مین اور
وہان سے انوار ذات مین قلب فرمایا غرضکہ ہردم انکو ایک عالم سے دوسرے عالم مین ایک صفت سے دوسری صفت مین تقلیب
دی اور وے دونون صفت کے درمیان سائر ہین پس ارواح کو انوار ازل مین اور ازل الازل مین کہ جسکے واسطے پایان نہین ہے
اور اُنکے قلوب کو ابد مین اور ابد الابد مین جسکے واسطے انتہا نہین ہی اور عقول کو آسمانہاے حقائق مین اور اسرار کو باغہاے علوم مین
سیر دی اور ہردم لطف سے منزلت رفیع فرمائی اور وصول بمراد مین ترقی دی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وے تقلب مقامات وسیر حالات مین
پڑے رہتے ولیکن اپنے لطف ورحمت سے اُنکو تقلب سے عالم صفات مین لایا اور اگر انکو انکے نفوس کے ساتھ چھوڑتا تو ازل سے ابد تک ایک
صفت سے دوسری صفت کو نہ پہونچتے بلکہ خود کرم سے انکو عالم صفات مین لایا اور دریاے وحدت مین ڈالا کہ وہان بحر ذات مین
مستغرق ہوے اور تقلب سے اُنکو موج طوفان کبریا وعظمت نے دریاے ناپیداکنار بقار مین پہونچایا اور مسند تمکین کے قرب سر الاسرار
نے کبھی تو قدم کی نکرت کو اور کبھی بقار کی معرفت کو دیکھا شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ تقلب اُنکا دونون حالت قبض وبسط مین
اور جمع وتفرقہ مین ہوتا رہا پس جہان تفرق تھا وہان انکو جمع کیا پس مقام عین الجمع مین جمع ہوے اور بعض نے کہا کہ ہر دو حالت
فنار وبقار مین اور کشف واحتجاب مین وتجلی واستتار مین تقلیب دیتے ہین یعنی کبھی مقام فنار مین رکھتے ہین اور کبھی حالت بقار مین
اور کبھی حالت حجاب مین رکھتے ہین اور کبھی حالت کشف مین غرضکہ ان حالات مین تقلیب دیتے ہین شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ
وتحسبہم ایقاظا وہم رقود۔ یعنی کمال عیش کے ساتھ بارگاہ جمال وجلال مین مقیم ہین اور انکو وقت وزمانہ ومکان کا کچھ علم نہین ہے زندہ ہین
اور لوگ انکو مردہ خیال کرتے ہین سوتے ہین مگر جاگتے ہین نہ انکی طرف کسی کو راہ ہے نہ اُنکو کسی سے تعلق ہے اور حضوری ومشاہدہ کا
مقام وہی ہے کہ سایۂ صفات مین سکون عیش ہو شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ یہ مقام فنار وبقار کا ہے فانی بحق اور باقی بحق ہین نہ
وے سوتے ہین جیسے لوگ سوتے ہین اور نہ جاگتے ہین جیسے لوگ غفلت کے مارے ہین اُنکے بشری اوصاف اُنسے زائل ہوے اور اب
اوصاف حق اُنپر ظاہر ہین حیات قدیم سے زندۂ جاوید ہین اور یہ بھی کہا کہ یہ لوگ اہل وجد مین سے واصل بحق ہین جب اُنھون نے
ایمان پر استقامت کی تو حق تعالے نے اُنپر جلال قدرت کو کشف فرمایا کہ وے حق تعالے کی حفاظت مین مدہوش ہین اور شیخ اُستاد رح
نے کہا کہ یہ لوگ اپنی خودی سے فانی کرکے وجود حق عزوجل سے باقی کیے گئے پس اپنی خودی سے سوتے ہین اور وجود حق سے جاگتے ہین اور
فرمایا کہ قولہ عزوجل نقلبہم۔ یہ بیان ہے کہ رب عزوجل جس نے پیدا کیا تھا اُسنے اس مرتبہ پر انکو نہایت اچھی پرورش مین لیا کہ اُن کے ظاہر
وباطن کا وہی کفیل ہے اور وے عین راحت مین مسرور ہین بعضون نے فرمایا کہ اہل الحق کی پہچان وہ ہے جو اللہ تعالے نے اصحاب کہف
کے واسطے اشارہ فرمایا ہی کہ تحسبہم ایقاظا وہم رقود ظاہر مین باطن سے فرق ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ مقام عین الجمع مین ہین تو احوال ایک
وقت تک جاری رہتے ہین مگر وے لوگ حفظ الٰہی مین ہین شیخ نے کہا کہ قولہ نقلبہم مین ایک امر آیات متشابہات کے ہے کہ ذات الیمین و

ذات شمال کی تقلیب جناب باری عز وجل مین اسی شان سے ہی جو آدم علیہ السلام کے حق مین ہوا پس ان لوگون مین وہ صفت حضرت آدم کی خلقت سے ملی ہی کہ فرمایا خلقت بیدی پس اُنکو انوار دست قدرت بقار وقدم کی حاصل ہوئے اور تقلب بذات انمین ربوبیت محض صفت سے حاصل ہوئی وہان تشبیہ وحلول کا امکان نہین ہی اور بجانب شمال عبودیت واقع ہوئی اور اگر یہ نہ ہوتا تو سلطان کبریائی کی عظمت سے فانی ہوجاتے پس صفات سے بجانب حدوث منقلب فرمایا کہ بقار بحق مع الحق ہو ورنہ قدم کے ساتھ حدوث کی بقار نہین ہوسکتی ہی لیکن تلخی حدوث سے انکو دریاے عرفان مین لایا کہ مقام فنار وبقار مین اور قبض وبسط مین وجمع وتفرقہ مین سیر کرین اور عارفون کے مقامات سیر مین سے یہ لطیف ہین اور اہل توحید کا تقلب عالم ملکوت وجبروت کے درمیان دائر ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت عظیم کا نمونہ جو بندگان عارفین اولیار پر رکھتا ہی اسطرح ظاہر فرمایا کہ اُنکی برکت سے ایک کتے کو شامل کرلیا چنانچہ ذکر فرمایا بقولہ وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید بعض نے اشارہ کیا کہ اس کلب مین اللہ تعالیٰ نے کافرون سے مخالف قلب رکھا کیونکہ کافرون کو اولیار الٰہی سے نفرت ہوتی ہے اور اس مین ایک قلب روحانی رکھا جس نے اُنکے ساتھ مین معارف کا نور پایا اور بجانب حق عز وجل جذب ہوا پس رب عز وجل خالق نے اُسکو شان ربوبیت وطریق عبودیت بواسطۂ ان اصحاب کے ظاہر کیا پس اسکی روح بھی روحانی تھی اور حق تعالیٰ نے اصحاب کو جو لباس کرامت پہنایا اُنکے سایہ مین یہ کلب بھی اُنکا ہوکر داخل ہوگیا اسی واسطے اُسنے حدوث کے مقامات سے فرار کرکے اُس وحشت کے غار پر قیام کیا اور وہان اُسنے برخلاف ظاہر کے عین موانست ووصلت کو پایا۔ اے عاقل تجھکو کلب کی صورت نہ دیکھنا چاہیے کیونکہ صفات کو برداشت کرنے والے اُسکے حقائق فعل ہین اور فعل مین کلب ہویا اور ہو سب برابر ہین کہ سب اسی کے فعل سے موجود ہین اور افعال وصفات اپنے اپنے معاون مین تفضیل سے پاک ہین اور فعل جس سے کلب کو پیدا کیا وہ کچھ کم نہین اور جس نے غیر کو بنایا وہ افضل نہین بلکہ فعل ایک شان پر ہے اور یہ اختیار ہے کہ ایک کو دوسرے پر فضل دیا پس بعض کو بعض پر فضیلت براہ علم وحکمت ہی اور جب اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی مخلوق مین سے کسی کو اپنی محبت ومعرفت وحسن عنایت کے واسطے اختیار فرماتا ہی تو یہ ازلی ہے پس اُسکے واسطے سبب نہین ہوتا اور نہ اُسکا نسب وصورت دیکھی جاتی ہے اور نہ اُسکا رتبہ دیکھا جاتا ہے بلکہ اُسکے ارادہ قدیم کے موافق اُسپر ازلی عنایت کے احکام جاری ہوتے ہین اور وہ جوہر فائق وتریاق لائق ہوجاتا ہے اسی اختیار وقدرت قدیم سے اُس کتے کو نمونہ بنایا کہ ہزارون انسان صورت کافرون سے افضل کیا اور ان کافرون کے حق مین کہا کہ اولئک کالانعام بل ھم اضل پھر اس کلب کو وصید پر رکھا تو اس مین فضل کا تفاوت ہی جو فضل کہ اصحاب کہف کا انسانون پر تھا وہ فجوۃ کہف مین تھے اور کلب ادب سے وصید پر تھا۔ شیخ ابوبکر الوراق نے فرمایا کہ صالحین کے ساتھ بیٹھنے اور اُنکے جوار مین رہنے سے مخلوق کو اثر حاصل ہوتا ہے اگرچہ اُنکے ہم جنس نہون۔ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو ذکر فرمایا تو اُنکے ساتھ کتے کو بھی ذکر فرمایا ؎ نام من رفت ست روزی برلب جانان بسہو ۔ اہل دل را بوی جان می آید از نامم ہنوز ۔ بعضے کہتے ہین کہ کلب اسی ادب سے مذکور ہوا کہ اُسنے ادب کے ساتھ اپنا مقام وصید پر دیکھا اور وہان سے تجاوز نہ کیا پھر حق تعالیٰ نے اُسکے بیان مین زیادہ کیا کہ انکو لباس ہیبت پہنا دیا تھا اور انوار جلال وعظمت سے اُنپر سایہ کردیا بقولہ لو اطلعت علیھم الآیہ۔ یہان شیخ رح نے طول کلام سے خطاب کی اس صورت مین توجیہ کی کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے ولیکن شیخ محی الدین ابن العربی رح نے خطاب کو عام کی طرف لیا اور کہا کہ ہم نے اُنپر انوار عظمت سے لباس دیدیا تھا اور تو نے نفوس مجرد نہین دیکھے تھے تو ہیبت سے تو فرار ہوجاتا اور رعب سے بھر جاتا اور شیخ ابو الحسن رح نے خطاب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونے مین یہ توجیہ کی کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتداء خلق سے روح وعقل وقلب وسر و نفس سے ہر طرح حسن مشاہدہ و نور جمال سے تربیت فرمایا اور انتہاے قرب وصال مین جگہ دی اور وداد وانس وانبساط وبسط وغیرہ جہات رحمت سے تربیت فرمایا لہذا آپ عین رحمت تھے اور قہریات بھی آپ پر لباس لطف کے ساتھ ظاہر ہوے پس جیسے موسی علیہ السلام نبیؑ مرید نہین بلکہ نبی مراد کیا تھا اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حبیب محبوب موصول بوصال کمال ومعروف بجمال فرمایا بلکہ موسی علیہ السلام سے اکمل وافضل تھے تو جنکو اسطرح تربیت فرمایا ہے اُنھون نے قہریات کو بلباس قہر نہین دیکھا اسی واسطے موسی علیہ السلام نے جب عصا کو اژدہا لوٹتے دیکھا تو خوف سے ہٹے اور یہ خوف اس قہر سے تھا جس کا لباس اللہ تعالے نے انکو پہنا دیا تھا اسی طرح اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی عظمت وہیبت کا لباس اُنکو پہنا دیا ہی تاکہ غیرت حق سے ان لوگون پر اختفار رہے اور کوئی غیر اُن پر واقف نہ ہو پس اسقدر ہیبت وعظمت کا لباس پہنایا ہے کہ کوئی اُنکو جھانک نہین سکتا ہی اور تیرے واسطے عین بصیرت ہے ولیکن مراد الٰہی ہر چیز سے جسطرح مقصود ہے بلا ممالغت ظاہر ہوتی ہی پس تجھکو اور زیادہ بصیرت کے ساتھ ظاہر ہو گی کہ اگر تو مطلع ہو تو کمال بصیرت سے قہریات کو دیکھکر فرار ہوا ور رعب الٰہی سے بھر جاوے حالانکہ اس لباس کے تحت مین وہ لوگ عین رحمت کے ساتھ آرام مین ہین اور اسکا اجرا ر تجھپر اسواسطے ہو کہ تو نے ہمہ تن رحمت مین تربیت پائی ہے کبھی قہریات کو بلباس قہر نہین دیکھا اور اسی وجہ سے یہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کافرون کے واسطے ایمان کی تمنا کرتے تھے جو سراسر مقہور ملبوس بقہر ظاہری وباطنی تھے کیونکہ قہریات آپ کو بلباس رحمت ظاہر ہوتے تھے اور لکھا کہ اس مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے کچھ نقص نہین ہی کیونکہ آپ اگرچہ دیدار حسن و جمال سے تربیت دیے گئے اور دونون صفات الٰہی قہر ورحمت مین سے عین رحمت کا ظہور تھے جیسے شیطان مخالف عین قہر کا ظہور ہی تاہم جمیع صفات عظمت الٰہی ولغوت کبریا ر عالم عین الجمع وجمع الجمع وحدت مین آپ پر بلباس حسن وجمال منکشف تھے۔ شیخ ابو جعفرؒ نے کہا کہ اگر تو انخود انپر اطلاع فرماوے تو مرعوب ہوکر فرار کرے اور اگر اطلاع فرماتا تیرا لحق عز وجل ہو تو انہین آیات وحدت الٰہی بانی مشاہدہ کرے۔ قال المترجم اس مقام سے ایک وہم دور ہوگیا وہ یہ ہی کہ اول مین ہم نے بیان کیا ہی کہ قولہ وترى الشمس اذا طلعت مین خطاب بروجہ حقیقت ہے کہ آپ کو دکھلادیا گیا اور مجاز نہین ہی اور یہان فرمایا کہ اطلاع سے تو مرعوب ہوکر بھاگے تو جواب یہ ہے کہ یہ اطلاع الٰہی ہے اور فرار کا حکم خود کسی کے اطلاع سے ہے علاوہ برین ظہور قہریات بلباس رحمت کا مشاہدہ ممکن ہے اور اس معنی کا جان لینا بھی ممکن ہے کہ اگر بدون صنع الٰہی عز وجل کے نظر کرے تو خوفناک ہوکر بھاگے۔ پس اس سے یہ اندازہ صریح معلوم ہوگیا کہ اسی وجہ سے یہ مقام مخفی اور محجوب ہی کسی شخص کو اُنپر اطلاع کی مجال نہین ہے اور واضح ہو کہ یہود ونصاری وغیرہ اس واقعہ کی تاریخ وکتابون سے شاہد تھے اور اُنکے سوال مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی وارد ہوئی اور اسی وحی مین یہ اطلاع دی گئی کہ کمال ہیبت سے کسی کو انپر اطلاع کی مجال نہین ہی یعنی اللہ تعالے نے قدرت سے انکو مخفی ومحجوب رکھا ہی پس اس زمانہ مین جو بعضے جاہل لوگ سخیف العقل گمراہ جن کے علوم عقلی مین نادانی مشہور عام ہی اور محسوسات ریاضی مین دستکاری پر نازان ہین عجب جاہلانہ طور سے کہتے ہین کہ وہ غار کہان ہے اور یہ تعجب ہے کہ اُنھون نے یہ تسلیم کرلیا کہ لوگون نے پہاڑون اور اُنکے غارون مین سے سب کو معائنہ کرلیا اور یہ تسلیم نہ کیا کہ قدرت الٰہی سے وہ محجوب ہین حالانکہ کسی عاقل کے نزدیک بلکہ کوئی ریاضی جاننے والا بھی جسکو علم جغرافیہ مین مداخلت ہے کبھی اُسکو تسلیم نہین کرسکتا کہ روے زمین کے غار وپہاڑ ان لوگون نے یا کسی نے مطالعہ کرلیے ہین ہان اگر اسوقت یہ کہا گیا ہوتا کہ وہ غار فلان مقام پر ہی اور جاہلون کے

واسطے زیادت کا مقام ہو کہ اُسپر نذرین چڑھاوین اور منتین مانین تو بعد وہان جانے اور نہ پانے کے الزام ہوتا اور جو مقام مخفی کیا گیا ہے اُس سے اعتراض جہالت ہے ہان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا قدرت الٰہی مین ممکن ہے کہ وہ تمام مخلوق مین سے کسی مقام پر چاہے کہ مخلوق سے مخفی رہے تو ہو سکتا ہے یا نہین اور مانند اسکے جس چیز پر بناے کار ہو پہلے اُسمین کلام کیا جاوے تو ثابت ہو کہ باقی امور فروعی سب اخود طے ہو سکتے ہین اور پریشان گفتگو محض وسوسہ شیطانی اور بے فائدہ جہالت ہو واللہ تعالےٰ یہدی من یشاء ونعوذ باللہ من الضلال شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قرار اسوجہ سے کہ اُنپر اللہ تعالےٰ کے انوار کا ورود تھا اور شاہیانہ تعظیم ان پر تانا ہوا تھا اور اُسپر چادر ہیبت پڑی ہوئی تھی اور شیخ حسین رح سے نقل کیا کہ فرار تیرے نزدیک بے قدری سے ہے واقول یہ بہت بعید ہو اور شاید کہ خطاب عام ہوا اور پھر بھی حضرت صلعم داخل نہون اور پھر شیخ جعفر رح سے مانند اول کے نقل کیا اور ظاہر اشارت حقیقت وہ ہو جو اول بیان فرمایا واللہ تعالےٰ اعلم

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ

اور یون ہی ہم نے انکو اُٹھایا تاکہ آپس مین پوچھ گچھ کرین انہین سے ایک بولا کہ تم کتنا ٹھہرے بولے کہ ہم ٹھہرے ہونگے ایک روز

بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ

یا اس سے کچھ کم بولے تمھارا رب خوب جانتا ہو جو تم ٹھہرے سو بھیجو اپنے مین سے ایک کو اس روپیہ کے ساتھ جانب شہر کے سو غور کر دیکھے

اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ

کہ کون ہے پاکیزہ طعام مین سو لاوے تم کو کچھ رزق اُس سے اور تلطف کرے اور نہ آگاہ ہونے دے تمسے کسی کو وے لوگ اگر

يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا

قابو پاوینگے تمپر تو سنگسار کرینگے تم کو یا دوبارہ لوٹا وینگے تم کو اپنی ملت مین اور ایسا کرکے تم کبھی پھر چھٹکارا نہ پاؤگے اور یون ہی ہم نے اطلاع دی

عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ڱ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ

اُنپر تاکہ جان جاوین یہ کہ وعدہ اللہ کا سچ ہو اور یہ کہ قیامت ضرور ہو اسمین کچھ شک نہین ہو جب وے جھگڑتے تھے آپس مین

اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ

اپنے کام مین پس اُنھون نے کہا کہ بناؤ اُنپر عمارت اُنکا رب خوب جانتا ہے اُنکو بولے وہ جو غالب آئے اپنے امر پر

لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝

کہ ہم تو بناوینگے اُنپر ایک مسجد

وَكَذٰلِكَ اور یون ہی بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انکو مبعوث فرمایا یعنی جیسے ہم نے اُنکے ساتھ ایمان عطا کرنے اور کافرون سے محفوظ رکھنے اور انکو ایمان پر ثابت قدم رکھنے اور اسقدر طول مدت تک غار مین سلانے کی کرامتین فرمائین یون ہی ہم نے اُنکو خواب سے جگایا جس سے وے دنیا مین قدرت الٰہی کی آیت ہو جاوین اور اپنے حال سے آگاہ ہون اور خود قیامت پر یقین کرین اور دوسرے انکی ذات سے یقین لاوین پس ہم نے انکو اُٹھایا لِيَتَسَآءَلُوا بَيْنَهُمْ تاکہ اُنکے اظہار حال سے شروع ہو کر انجام کو اللہ تعالےٰ کی عجیب قدرت دیکھین چنانچہ انھون نے اسکا احساس کیا کہ ہم لوگ عادت معہودہ سے زیادہ سوئے ہین اور اوپر ہم نے دو روایتین لکھی ہین ایک

یہ کہ رات مین بادشاہ کے خوف سے بھاگے اور صبح ہوتے غار مین چھُپے اور وہان سو گئے اور دوسرے یہ کہ غار مین کئی روز تک رہے ایک روز
جب دقیانوس کی آمد سنی تو مغرب کے بعد باتین کرتے متفکر سو گئے۔ اور ظاہر روایت اول ہے اور اب یہ رہا کہ اُنھون نے کیون سوال کیا تھا
جیسا کہ فرمایا۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ انہین سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنا ٹھہرے بعض مفسرین نے لکھا کہ کہنے والا اُنکا
سردار مکسلمینا تھا بعض مفسرین نے کہا کہ اُنھون نے اپنی ہیات و ناخن و بال مین تغیر دیکھکر یہ سوال کیا اور یہ صحیح نہین ہے جیسا کہ اوپر
اُسکی تفصیل گذر چکی بلکہ وہ اسی صورت و ہیات پر اُٹھے تھے جیسے سوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ انھون نے یہ احساس کیا کہ ہم عادت سے
زیادہ سوئے ہین اور یہی ظاہر ہے تو اورون نے جواب دیا قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا۔ بولے کہ ہم ایک روز ٹھہرے ہین۔ کہا گیا کہ اسوجہ سے
یہ جواب دیا کہ قریب غروب آفتاب کے وہ بیدار کیے گئے تھے تو اُنھون نے گمان کیا کہ ہم آج صبح کو غار مین داخل ہوے اُسوقت تک قریب
ایک روز کے ہوا۔ ولیکن آفتاب اُسوقت باقی تھا لہٰذا بعضے بولے کہ اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ یا دن سے کچھ کم ٹھہرے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ
دو حزب ہوے ایک نے ایک یوم اور دوسرے نے بعض یوم کہا۔ اسی سے قولہ تعالےٰ ای الحزبین احصی لما لبثوا کی تفسیر انھین مین سے
دو حزب نکالی گئی ہے۔ اور ابن عباس رضہ نے اسی کلام سے استدلال کیا کہ انکی تعداد سات آدمی تھے کیونکہ قائل منہم ایک آدمی تھا
جس نے سوال کیا اور جواب دینے والے۔ قالوا لبثنا صیغہ جمع ہے تو تین سے کم نہ ہونگے اور یہ دو فریق ہین تو چھ ہوے اور ایک سائل
ملاکر سات کم سے کم ہین پھر اُنھون نے اس ناحق اختلاف کو حسن ادب کے ساتھ دور کر دیا۔ قَالُوا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ بولے
کہ تمھارا رب خوب آگاہ ہے کہ تم کتنا ٹھہرے یعنی اس بیکار گفتگو سے کچھ فائدہ نہین ہے اپنے کام کی بات کرو۔ فَابْعَثُوٓا اَحَدَكُمْ
بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ پس تم بھیجو اپنے مین سے ایک کو اپنا یہ ورق لیکر شہر کو۔ ورق چاندی خواہ سکہ ہو یا بے سکہ ہو
چنانچہ حدیث مین ہے کہ رقہ یعنی ورق مین دسوین کا چوتھائی ہے یعنی چالیسوان حصہ زکوۃ ہے۔ اسمین ایک تو یہ ادب ہے کہ کسی کو بھیجو
معین نہ کیا دوم احباب جس کو معین کرین وہ بے عذر چلا جاوے یا جو خدمت مقرر ہو بجا لاوے۔ سوم انھون نے اپنے ساتھ روپیہ
لے لیا تھا تو معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ ضرورت کی چیز رکھنا امر مشروع ہے اور یہان ورق سے مراد سکہ دار روپیہ ہے اور اسطرح رکھ لینے
سے اللہ تعالےٰ پر توکل باطل نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ حقیقت توکل کی تو یہ ہے کہ اسباب ہر کام کے آدمی مہیا کرے ولیکن نظر ان اسباب پر
نہ ہو بلکہ مسبب یعنی اللہ تعالےٰ پر ہو پس مسافر کو زادراہ لینا متوکل کا طریقہ ہے اسی واسطے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے بعض نے
دریافت کیا کہ اے مان جو شخص احرام مین ہو وہ اپنی کمر مین ہمیانی باندھے فرمایا کہ اپنا نفقہ اپنے ساتھ مضبوط باندھے رہے یعنی بالکل جائز
بلکہ مستحب ہے بلکہ واجب ہے کہ ضائع نہ کرے اور نقل ہے کہ علماء مین سے ایک شخص بہت مفلس تھا لیکن اُسکو بہت آرزو تھی کہ حج خانہ کعبہ
ادا کرے یہ بات اُسکے شہر والون کو معلوم ہو گئی تو جب کوئی قافلہ جاتا تو ان عالم کے پاس آتا اور الحاح کرتا کہ آپ چلیے آپ اُسکے حق مین
دعا کرتے اور شکریہ ادا کرکے رخصت کر دیتے ایک مرتبہ ایک شخص نے بعد قافلہ والون کے چلے جانے کے پوچھا تو فرمایا کہ اس سفر کے واسطے
دو چیزین چاہیے ہین کمر پر توشہ اور اللہ تعالےٰ پر بھروسا۔ کذا فی السراج اور المدینہ بالف لام سے معہود مدینہ یعنی اُنکا شہر افسوس ہے جیسا
کہ نیشاپوری و خطیب وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور وہ روم کے شہرون مین سے تھا جسکو زمانہ اسلام مین طرسوس کہتے ہین اور واحدی رحمہ نے کہا
کہ کشف مین ہے کہ یہ دوسرا شہر تھا کیونکہ افسوس اعمال طرسوس سے ناحیہ ہے اور شہر نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ کچھ نہین معلوم
کہ وہ کون مقام ہے اور تواریخ والے جسکا نام لیتے ہین اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی تاریخون سے سُنا جاتا ہے اُسکا نشان نہین ملتا

اور قیاس سے طرسوس پر محمول کرلیا ہے پس حاصل یہ کہ ان متوکلین نے کہا کہ اپنون مین سے ایک کو یہ روپیہ دیکر بھیجو شہر کو یعنی جہان اُنکا غار تھا اُس سے قریب کے شہر کو بتلایا کہ وہان بھیجو۔ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا پس وہ شخص جاکر نظر کرے کہ ایہا یعنی اے اہلہا ازکی طعاماً کون شخص ان شہر والون مین سے خوب پاکیزہ ہے طعام مین۔ ابن عباس نے کہا کہ ذبیحہ مین کون خوب حلال ہے کیونکہ عامۂ اہل شہر مجوس تھے اور انمین کچھ ایسے تھے جو اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ اُنکا بادشاہ ظالم تھا اور لوگ زبردستی غریبون کے اموال غصب کرتے تھے تو غصب وغیرہ سے پاک دیکھنے کو کہا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ ازکی بمعنی اکثر ہے یعنی زیادہ کہان سے مل سکتا ہے جو سستا دیوے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح قول اول ہے کیونکہ مقصود انکا حلال طیب تھا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اول تو قصہ مین بادشاہ دقیانوس بُت پرست کا ذکر ہے اور یہان روایت کی کہ عامۂ اہل شہر مجوس تھے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جوانان کہف نے اپنے شہر کے سواے بھاگ کر کہین اجنبی شہر مین کوئی غار پایا وہان چھپ رہے تھے ولیکن قوم وہی کافر یہان بھی تھے جنسے بھاگے تھے۔ اور وہ ازین اگر اپنا شہر ہوتا تو واقف ہوتے کہ کون ازکی الطعام ہے۔ بہرحال کچھ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اپنے ہی شہر مین سے ازکی الطعام کو اسوجہ سے نہ پہچانتے ہون کہ یہ لوگ سردار و اشراف قوم تھے اور مجوس ہونا بھی منافی نہین اس معنی مین کہ مراد یہ ہے کہ بازاری لوگ اس شہر کے اکثر مجوس تھے یا بت پرست گردن مارتے ہین جیسے مجوس بدین معنی مجوس کہا ہو۔ مقصود یہ ظاہر ہے کہ اُنھون نے اپنون مین ایک شخص کی روانگی کا مشورہ دیا کہ جاکر حلال پاکیزہ دیکھکر خریدے۔ فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ تو اس شخص سے خرید کر تمھارے پاس رزق لادے۔ چونکہ ایسی تفتیش مین وہ لوگ جان لیتے کہ یہ کسی دوسری ملت پر ہے اور وہ اسلام ہے کہ حلال کی جستجو کرتا ہے تو تاکید کی کہ بہت لطیف طریقہ سے یہ کام کرے بقولہ۔ وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہیے کہ لطافت و نرمی و آہستگی سے سب کام کرے آنے مین جانے مین اور وہان حلال کی تلاش مین اور خرید مین ہوشیاری و لطافت ہو۔ اور اسکا فائدہ مصرح بتلادیا کہ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا اور نہ شعور دلاوے تمھارے ساتھ کسی کو۔ سراج مین کہا یعنی خبر نہ دے تمھاری۔ اور صحیح یہ ہے کہ مراد انکی یہ تھی کہ ایسا برتاؤ نہ کرے نادانی سے کہ جس سے لوگ چوکچ جاوین اور آگاہ ہو جاوین۔ کیونکہ یہ شخص اصحاب مین سے تھا خود خبر نہ دیتا اور اُسپر بدگمانی جائز نہ تھی پس ہوشیار کردیا کہ ایسا برتاؤ نہ کرے جس سے لوگ ہوشیار ہو جاوین پھر اسکا ضرر بتلادیا کہ۔ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ اگر وے لوگ کفار قوم ظاہر ہونگے تم پر۔ ابن کثیر رح نے کہا یعنی تمھارا ٹھکانا جان لینگے۔ سراج مین کہا کہ تم پر مطلع ہونگے جانکر۔ مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین کہ وے لوگ اگر تم پر قابو پاوینگے یعنی آگاہ ہوکر غلبہ کرکے تم کو گرفتار کرکے اپنے قابو مین لاوینگے تو يَرْجُمُوكُمْ تم کو رجم یعنی پتھرون سے مار کر ہلاک کرینگے۔ یا تو اس قوم کا دستور ہوگا کہ اسطرح مارتے ہون یا مراد یہ کہ بری طرح تم کو ہلاک کرینگے گر جب کہ تم اُنکے دین کفر مین جانا منظور نہ کرو۔ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ یا منظور کرو تو دوبارہ ایمان سے نکال کر تم کو اپنی ملت مین لاوینگے۔ یعنی ہدایت سے پہلے جس برے حال ضلالت پر تم تھے اُسی مین یہ گمراہ لیجاوینگے غرضکہ تمھارا حال ان دو باتون مین منحصر ہوگا یا تو قتل ہو اور یا اُنکے ساتھ ملت کفر و گمراہی مین جاؤ اور جب تم نے گمراہی اختیار کی تو انجام برا ہے۔ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا اور ایسی صورت مین تم ہرگز کبھی فلاح نہ پاؤگے۔ سراج مین لکھا کہ انھون نے کیونکر یہ کہا کہ کبھی فلاح نہ پاؤگے حالانکہ اگر جان بچانے کو کسی کی زبردستی سے زبان پر کلمہ کفر جاری کردے اور دل مین ایمان ہو تو کچھ ضرر نہین ہوتا ہے جواب دیا گیا کہ انھون نے خوف کیا کہ اگر ظاہر مین کفر پر رہے اور وہی اقوال و اعمال کرتے رہے تو آخر زیادہ احتمال ہے کہ نفس حقیقت مین کفر پر جم جائیگا پس یہ خیال کرکے ڈرتے تھے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ اگر ایکی دفعہ وے لوگ تم پر قابو پاوینگے تو دو حال سے

خالی نہین یا تو قتل کرینگے یا اس حدتک تم کو سختی و تکلیف سے گرفتار کرینگے کہ تم انکی ملت مین عود کرو اور اسوقت تم کو چھٹکارا نہین ملے گا کیونکہ وے لوگ بہت نگہداشت رکھینگے جیسا کہ عادت سے معلوم ہوا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ انکی مراد یہ تھی کہ دقیانوس والون سے یہ خوف کرتے تھے کہ اگر تمھارا ٹھکانا انکو معلوم ہوگیا تو برابر تم کو عذاب و تکلیف دینگے یہانتک کہ تم اس سختی کو نہ اٹھا سکو پس یا تو انکی ملت مین عود کر جاؤ یا مر جاؤ اور اگر تم نے انکے ساتھ گمراہی و کفر مین موافقت کی تو ہرگز کبھی تم کو فلاح نہ ہوگی نہ دنیا مین اور نہ آخرت مین بلکہ مترجم کہتا ہے کہ سراج مین جو سوال موافق تفسیر کبیر امام رازی رح کے نقل کیا کہ تقیہ ہو سکتا ہے تو صحیح جواب یہ ہے کہ تقیہ اسوقت کچھ مشروع نہ تھا چنانچہ بنی اسرائیل نے تقیہ نہین کیا اور جانین دیدین بخلاف اس امت مرحومہ کے کہ انکے ضعف سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت و رحمت سے جان کے جانے کے وقت زبانی اظہار کفر جائز ہوا اور رہے اصحاب کہف تو انکو مسئلہ تقیہ سے کہان سے اطلاع ہوئی جو انپر یہ سوال وارد ہو بلکہ یہ دلیل ہے کہ تقیہ اسوقت روا نہ تھا۔ فافہم۔ بالجملہ اصحاب کہف نے ایک شخص کو اپنے مین سے سمجھا بجھا کر بھیجا اور یہی سبب ہوا انکے ظاہر ہو جانے کا کہ اس زمانہ کے لوگون نے انکو معلوم کیا اور جب سے غار مین داخل ہوکر تھکے ماندے سو گئے تھے اسوقت سے ابتک تین سو نو برس کا زمانہ گذر گیا تھا پس انھون نے یہ کوشش کی کہ ہم لوگ ظاہر نہ ہونے پاوین اور اللہ تعالے جل شانہ نے اسی سے انکو ظاہر کیا چنانچہ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اور یون ہی اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ اطلاع دیدی ہم نے انپر لوگون کو عثرت اگرچہ لغزش ہے ولیکن جب آدمی کہین جا پڑتا ہے حالانکہ غافل تھا تو اسکو دیکھکر پہچان لیتا ہے پس یہ لغزش سے جا پڑنا باعث علم ہو جاتا ہے اسی طرح یہان ہوا کہ لوگ بالکل غافل تھے اچانک انکے روپیہ پر انکی نظر پڑی اور دیکھکر جان گئے اور حکمت الٰہی اصل مین کسی کو معلوم نہین مگر جہانتک ظاہر فرمایا ایک یہ ہے کہ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ تاکہ جان لیوین یعنی یقین کر لین کہ وعدہ اللہ تعالے کا سچ ہے۔ بعض نے کہا کہ خود اصحاب کہف اسکی آیت اپنے اوپر دیکھکر جان لین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ لوگون کو انپر مطلع کیا کہ لوگ وعدہ الٰہی کو کہ مردے مبعوث کریگا بیقین جان لین وَاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اور یہ بات بیقین جان لین کہ قیامت مین کچھ شک نہین ہے وہ ضرور ہونیوالی ہے اور ہر شخص اپنے جسم کے ساتھ اٹھایا جائیگا مترجم کہتا ہے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین کہ جاننے والے دونون فریق ہون خود اصحاب کہف بھی اور دوسرے لوگ بھی پس قولہ کذلک بعثناہم یعنی ہم نے انکو خواب سے مبعوث فرمایا۔ اور قولہ کذلک اعثرنا علیہم یعنی ہم نے لوگون کو انپر مطلع کیا۔ ان دونون کا بڑا فائدہ جو ظاہر فرمایا گیا یہ ہے کہ لیعلموا ان الخ یہ لوگ یعنی اصحاب کہف بھی اور دوسرے لوگ بھی یہ جان لین کہ وعدہ الٰہی سچ اور قیامت بیشک آنے والی ہے۔ پھر اصحاب کہف نے اگر کسی شریعت سے توحید کو جانا تھا تو اب انھون نے ایک آیت دیکھکر اطمینان پایا اور اگر توحید کی ہدایت اللہ تعالے نے انکو بلا واسطہ دیدی تھی تو اب انکو قیامت کا علم دیا گیا کہ وہ ہونے والی ہے اور رہے وہ لوگ جنکو اطلاع دی گئی تو انکو بھی قیامت مین شک تھا چنانچہ شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ بہتیرے سلف رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ اس زمانہ والون کو قیامت کے معاملہ مین شک پیدا ہوگیا تھا اور عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انھین سے ایک گروہ کہتا تھا کہ فقط روحین اٹھائی جاوینگی اور اجسام نہین اٹھائے جاوینگے اور بعضے کہتے کہ نہین بلکہ اجسام و ارواح دونون سے بعث ہوگا ولیکن عقلی اوہام و فلسفی خیالات مین یہ لوگ گفتگو کرتے اور حقیقت مین عقلی علوم سے غافل تھے تو خواہ مخواہ اس خوض مین راہ باطل اختیار کرتے اور اوہام و خیالات پر جم جاتے تھے اور روز بروز گمراہی کی ترقی ہوتی جاتی تھی اور جو لوگ راہ راست پر تھے وہ کم ہوتے جاتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالے نے اصحاب کہف کو اٹھایا اور لوگون کو یہ آیت دکھلا دی۔ اور سلف رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ جب انھین سے ایک شخص نے چاہا

کہ نکلکر شہر مین جاکر روپیہ سے اپنے ساتھیون کے لیے طعام خرید لاوے تو اُسنے راستہ چھوڑ کر پگڈنڈی اختیار کی اور تعجب مین چلتے چلتے شہر تک پہونچا اور سلف رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس شہر کا نام افسوس تھا اور یہ شخص جو گیا تھا اپنے دل مین گمان کرتا تھا کہ وہی شہر ہے جس سے ہوکر عنقریب ہم لوگ غار مین گئے ہین حالانکہ وہان بالکل لوگ بدل گئے اور پشتین گذر گئین اور خاندان پرانے تباہ ہوگئے اور درمیان مین کتنے تباہ ہوے اور مرگئے اور اب نئے خاندان اور نئے لوگ ہین وہ پرانے خاندانون سے واقف بھی نہین رہے ملک بدل گیا سلطنت بدل گئی لوگ بدل گئے اب اُسنے جو دیکھا تو اس شہر کی کوئی علامت نہین جہان اُسکو گمان تھا اور کسی کو خواص و عوام سے کچھ نہین پہچانتا نہ صورت مین نہ لباس مین۔ نہ چال چلن مین۔ یہ دیکھکر اُسکو تحیر ہوا کہ الٰہی یہ کیا سانحہ ہے کیا مین خواب دیکھتا ہون یا مجھے جنون ہوگیا ہے مجھے تو کچھ نہین ہوا ولیکن مین ابھی کل کے روز اس شہر سے گذرا ہون تب اُسکی یہ صورت نہین تھی۔ پھر اپنے دل مین کہا کہ یہان زیادہ ٹھہرنا اچھا نہین ہے پس ایک طعام فروش کی دوکان پر پہونچا اور اپنا روپیہ دیکر اس سے طعام جلدی مانگا۔ اُسنے جب اس شخص کو دیکھا تو کچھ نہ پہچانا کہ کہان کا اجنبی ہے اور روپیہ دیکھا تو اور بھی تعجب کیا اور اپنے پڑوس کے دوکاندار کو دیا اُسنے بھی تعجب کیا اور تیسرے کو دیا اسطرح ہاتھون ہاتھ لوگون نے دیکھنا شروع کیا اور وہان جماؤ ہوگیا اور آخر کہنے لگے کہ شاید اسنے کوئی خزانہ گڑا ہوا پایا ہے تب اس سے پوچھا کہ سچ بتا کہ یہ کیا بات ہے اور تم کون ہو اس مرد خدا نے بتلایا کہ مین اسی شہر کا رہنے والا ہون اور کل تک تو مین یہان تھا اور بادشاہ دقیانوس ہے ان لوگون نے ایسی باتون سے اسکو مجنون تصور کیا یا کوئی جاسوس فریبی ہے اسکو گرفتار کرکے حاکم کے پاس لے گئے اُسنے دریافت کرنا شروع کیا اُسنے سب حال بیان کیا اگرچہ وہ متحیر تھا کہ یہ کیا بات ہوا اور مین کس حال مین ہون پس جب اُسنے حاکم و بادشاہ کو اس سے آگاہ کیا تو ان لوگون نے اُسکی تعظیم کی اور اُسکے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوے اور شہر والے بھی گئے یہانتک کہ غار پر پہونچے اُسنے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ پہلے جاکر اپنے لوگون کو مطلع کرون۔ پھر یہان روایت کی جاتی ہے کہ بادشاہ و لوگون کو یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کیونکر غار مین گیا اور اللہ تعالےٰ نے اُنکی نظرون سے غار پوشیدہ کردیا اور یہ بھی روایت کیجاتی ہے کہ نہین بلکہ بادشاہ وغیرہ وہان داخل ہوے اور اُنکو دیکھا اور باہم معانقہ و سلام کیا اور بادشاہ مسلمان تھا اُسکا نام تندوسیس تھا اس سے اصحاب کہف خوش ہوے اور باتین کین اور پھر اسکو سلام کرکے رخصت کیا اور اپنے مقام پر جاکر لیٹے اور اللہ تعالےٰ نے انکو وفات دیدی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید دونون روایتون مین توفیق اسطرح ہو کہ اول مین بادشاہ و ارکان شہر نے اُنکو پایا اور ملاقات ہوئی پھر بعد اسکے جب دوبارہ ان لوگون نے چاہا تو اللہ تعالےٰ نے مخفی کردیا اور ہیبت چھاگئی۔ قولہ وکذالک اعثرنا علیہم یعنی جیسے ہم نے انکو سُلایا تھا اُسی ہیات و شان سے جنمین کچھ تغیر نہین ہوا تھا اُنکو اُٹھادیا اور اس زمانہ والون کو انپر مطلع کیا لیعلموا ان وعد اللہ حق۔ تاکہ معلوم کرین کہ وعدہ الٰہی برحق ہے۔ وان الساعۃ لاریب فیہا اور قیامت ہونے مین کچھ شک نہین ہے۔ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ جب کہ وے لوگ اپنے درمیان اپنے امر مین جھگڑتے تھے یعنی اپنے اس عقیدہ مین کہ قیامت ہوگی یا نہوگی جھگڑتے تھے بعضے اسکو ثابت کرتے تھے اور بعضے منکر ہوتے تھے کہ اعادہ معدوم کا کیونکر ہوگا پس اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کا ظاہر ہونا منکرون پر حجت کردیا اور ثابت کرنے والون کے پاس ایک آنکھون دیکھی حجت ہوگئی حاصل یہ کہ ہم نے اُنکو خواب سے بیدار کرکے اُنپر لوگون کو اسوقت مطلع کیا کہ جب وے امر قیامت مین جھگڑتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اذیتنازعون کا تعلق اذکر فعل محذوف سے ہے کیونکہ مطلع ہونے کے بعد تنازع ہوا ہے اور مترجم کہتا ہے اس شخص نے تنازع دربارہ قیامت نہین کیا بلکہ تنازع اصحاب کہف کی تعداد و مدت وغیرہ مین کیا اور مروی ہے کہ اصحاب کہف کے قصہ کو بعض اُنکے وقت کے لوگون نے جو خفیہ مسلمان تھے

انکے غار کے دروازہ پر مدفون کر دیا تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں تنازع دربارہ قیامت مراد ہے فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا کہنے لگے کہ انکے اوپر عمارت بناؤ۔ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ۔ انکا رب اُنکے حال سے خوب آگاہ ہے شاید جب لوگوں نے راہ نہ پائی اور ہیبت سے عاجز ہوے تو وہاں ایک نشان چاہا کہ یادگار رہے۔ اور شاید اسوجہ سے کہ لوگ وہاں راہ نہ ڈھونڈھیں جیسے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار شریف ایک حظیرہ سے محفوظ ہوا اور بات یہ ہے کہ جب بادشاہ و اُسکے لوگ واقف ہوے اُسوقت وے زندہ تھے پھر اُن کو لوگوں کے سامنے اللہ تعالےٰ نے وفات دی تو پھر ان لوگوں نے تجویز کیا کہ عمارت بناویں۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا یعنی اُنکے غار کا دروازہ بند کر دو اور اپنے حال پر انکو چھوڑ دو۔ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا کہا ان لوگوں نے جو غالب تھے اُنکے امر پر کہ ہم تو بناوینگے اُنپر مسجد۔ شیخ ابن جریر رح نے انمین دو قول نقل کیے ایک یہ کہ انمین کے مسلمان تھے۔ دوم یہ کہ مشرک تھے اور ظاہر یہ ہے جنھون نے یہ کہا وے حاکم تھے جنکا حکم نافذ تھا لیکن رہا یہ کہ یہ لوگ اچھے تھے جو شرع مین محمود ہوتے ہین یا نہین تو غور نظر سے معلوم ہوتا ہے محمود نہ تھے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ یہود و نصاری پر لعنت کرے کہ انھون نے اپنے انبیاء و صالحین کی قبرون کو مساجد بنا لیا۔ آپ اُنکے فعل سے اہل اسلام کو ڈراتے تھے کہ ایسا نہ کرین مسجد بنانے سے غرض یہ نہین تھی کہ اُنکی قبرون کی طرف نماز پڑھتے تھے بلکہ یہ غرض تھی کہ وہان مسجد بنا کر اُسمین نماز پڑھتے تھے۔ اور روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین جب عراق مین دانیال پیغمبر علیہ السلام کی قبر پائی گئی تو حکم دیا کہ وہ لوگون کی نظر سے مخفی کر دیجاوے اور جو اوراق وہان پائے گئے جنمین کچھ ملاحم وغیرہ لکھے تھے وہ دفن کر دیے جاوین کذا فی تفسیر الامام رح۔ اور خازن نے کہا کہ۔ الذین غلبوا علی امرہم سے مراد بادشاہ تندوسیس و اُسکے ارکان دولت ہین کیونکہ اُنھین کا حکم نافذ تھا اور وے مسلمان تھے۔ اور مسجد بنانے سے یہ غرض تھی کہ وہان نماز پڑھین اور برکت حاصل کرین اور یہ اپنی رائے سے اختراع کیا تھا۔ اور زجاج رح نے کہا کہ اسمین اشعار ہے کہ اُنکے ظاہر ہونے پر مومنین غالب ہوے جو قیامت مین بعث و نشور کے قائل تھے کیونکہ مساجد تو مومنون کے واسطے ہوا کرتی ہین۔ واضح ہو کہ سراج و معالم وغیرہ مین یہ قصہ کسی قدر تفصیل سے مذکور ہے اور توضیح یہ کہ محمد بن اسحق بن یسار رح نے ذکر کیا کہ اصحاب کہف جس زمانہ مین جگائے گئے ہین تو اس ملک کا بادشاہ مرد صالح مسلمان تھا اسکو تندوسیس کہتے تھے اور دمیری کہتا ہے کہ حیات الحیوان مین تاددوسیوس مذکور ہے واللہ اعلم جب اسکی بادشاہت کو ایک مدت گذری تو اسکی بادشاہت مین لوگون نے جتھے جتھے بنانے شروع کیے اور لوگون مین فلسفی الحاد پھیلا بعضے تو دین اسلام پر رہے کہ قیامت و بعث کے قائل تھے اور بعضے جھٹلانے لگے اور بعضے کہتے کہ روح پر جہل وغیرہ کی تکلیف ہوگی اور جسم نہین اُٹھایا جا سکتا ہے اور بادشاہ اس بات سے بہت غمگین ہوا اور اُسنے جناب باری تعالےٰ مین گریہ وزاری کی کیونکہ اُسنے دیکھا کہ روز بروز ملحدین کی جماعت بڑھتی جاتی ہے اور مومنین مغلوب ہوتے جاتے ہین اور لوگ اسطرف رجوع ہین کہ سوائے دنیا کی زندگی کے پھر حیات نہ ہوگی اور بادشاہ نے سردارون کے پاس آدمی بھیجے جنکی پیروی عوام لوگ کرتے تھے اور فلسفہ وغیرہ کا انمین جوش تھا اور اُنسے اعتقاد قیامت وغیرہ عقائد اسلام کے بارہ مین فہمایش کی مگر انمین کچھ اثر نہ ہوا اور قریب پہونچا کہ تمام لوگ دین اسلام سے خارج ہو جاوین جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو اپنے گھر مین عبادت خانہ مین داخل ہوا اور مسوح پہنا اور اپنے بدن پر سے آرایش اُتار دی اور خاک پر بیٹھا اور جناب باری تعالےٰ مین شب و روز عاجزی و گریہ وزاری کرتا کہ اے رب عز و جل تو ان لوگون کا اختلاف دربارہ قیامت کے دیکھتا ہے اے رب عز و جل تو ایسی کوئی آیت بھیج کہ اُنکی جہالت کے فلسفی خیالات مغلوب ہون

لوگ اس جہالت سے نجات پاوین پس اللہ تعالے نے جو اپنے بندون کی ہلاکت نہین چاہتا ہے دعا کو قبول فرمایا اور فتیہ اصحاب کہف
کو ظاہر فرمایا تاکہ لوگون پر اُنکی شان ظاہر ہو اور لوگون پر حجت قائم ہو اور اہل حق جانین کہ قیامت برحق ہے اسمین کچھ شک نہین ہے
اور بندہ صالح تندوسیس کی دعا قبول ہو اور مومنون مین سے جو لوگ جاہلون کے اوہام و خیالات کے دلائل سے اسلام سے منتشر ہوگئے
تھے مجتمع ہو جاوین۔ اور اس غار پر ایک عمارت بنی تھی اللہ تعالے نے اس شہر والون مین سے ایک شخص کے دل مین ڈالا کہ یہ عمارت
توڑ کر اُسکے مصالح و اینٹون سے اپنی بکریون کا حظیرہ بناوے اسنے اس کام کے لیے دو مزدور مقرر کیے اُنھون نے اس عمارت سے
پتھر علیحدہ کرنا شروع کیے اور اُنسے یہ حظیرہ بناتے جاتے تھے یہانتک کہ جب غار کے مُنھ پر پہونچے تو وہان سے پتھر ہٹائے اُسوقت حضرت
باری تعالے نے جو قدرت عظیم والا مردون کو زندہ کرنے والا ہے فتیہ کو حکم دیا کہ وے اُٹھ بیٹھے اور غار کے مُنھ خوش و خرم چہرہ لہلہاتے
ہوے بیٹھکر آپس مین ایک دوسرے کو سلام کیا گویا وے اُسی وقت جاگے ہین جسوقت روز جاگتے تھے اور اُٹھکر نماز پڑھنے مین مشغول
ہوے جیسے روز پڑھتے تھے اُنکے چہرون یا رنگ و لباس و ہیات مین کسی طرح کا تغیر نہین محسوس ہوتا تھا جس سے ایک دوسرے کے
بارہ مین کچھ برائی دیکھتا بلکہ ویسی ہی ہیات تھی جیسے سوئے تھے اور انکو یہی معلوم ہوتا تھا کہ اُنکا بادشاہ دقیانوس ہے اور وہ اُنکی
تلاش مین ہے پھر جب نماز پڑھ چکے تو تملیخا سے جو اُنکے کھانے پینے کا منتظم تھا کہنے لگے کہ جاکر خبر لاؤ کہ کل کے روز ظالم بادشاہ سے لوگون نے
ہمارے معاملہ مین کیا کہا ہے اور اُن کے خیال مین یہی تھا کہ جیسے ہم سویا کرتے تھے ویسے ہی کچھ سوئے ہین ولیکن انھون نے کچھ احساس کیا
کہ زیادہ دیر تک سوتے رہے ہین تو بعض بولا کہ تم کتنا سوئے ہو دوسرون نے جواب دیا کہ ایک روز کی مقدار پھر اورون نے جواب دیا
کہ کچھ کم ہو تب سب بولے کہ اللہ تعالے جانے کتنا سوئے ہو یہ سب اُنکے نزدیک آسان سی بات تھی پھر تملیخا نے اُنسے کہا کہ کل تو شہر
مین تمھاری تلاش تھی کہ ظالم بادشاہ چاہتا تھا کہ تم کو سامنے بلاوے اور تم اُسکے بتون کے واسطے عبادت و قربانی کرو پھر اللہ تعالے
جو چاہے وہ ہوگا۔ یہ سنکر اُن کے سردار مکسلمینا نے اُنسے کہا کہ اے بھائیو۔ تم خوب جانو کہ اللہ تعالے سے ملنے والے ہو سو جب تم کو یہ
کافر بت پرستی وغیرہ کے واسطے بلاوے تو تم ایمان کے بعد کفر مت اختیار کرو اور موت برحق ہے پھر انھون نے تملیخا سے کہا کہ تو شہر کو جا اور
خبر لا کہ وہان ہمارے بارے مین کیا گفتگو ہوئی ہے اور لوگ آپس مین کیا باتین کرتے ہین اور ایسی لطافت و ہوشیاری سے کام کیجیو کہ
ہمارے حال سے کوئی آگاہ نہ ہو اور ہمارے واسطے طعام خرید لائیو اور یہ کام تملیخا ہی کے سپرد تھا اُسنے اپنے کپڑے اُتار دیے اور خراب
کپڑے فقیرون کے سے پہن لیے اور سب کے مشترک خرچہ مین سے ایک روپیہ لیا جسپر دقیانوس کا سکہ تھا اور تملیخا وہان سے روانہ ہوا
جب غار کے دروازے پر پہونچا تو پتھر ٹوٹے پائے مگر کچھ خیال نہ کیا اور وہان سے روانہ ہوکر بیراہ چلتے چلتے شہر کے دروازہ پر پہونچا تو خفیہ
راہ پر نگاہ رکھتا تھا اور کنارہ رہتا تھا اس خوف سے کہ شہر کی جان پہچان لوگون مین سے کوئی اسکو دیکھکر پہچان نہ لے کہ دقیانوس کے
یہان گرفتار ہو جاوے اور یہ نہین جانتا تھا کہ دقیانوس بدبخت مع اپنے ساتھیون کے قریب تین سو برس پہلے مرچکا ہے پھر جب
شہرپناہ کے دروازہ پر آیا تو اُسپر اہل ایمان کا نشان دیکھا کیونکہ اُسوقت امر ایمان ظاہر تھا تو تعجب سے اُسکو دیکھتا رہا اور خفیہ دائین بائین
نظر کی پھر یہ دروازہ چھوڑ کر دوسرے دروازہ پر آیا وہان بھی ایسی ہی علامتین دیکھین اور تعجب سے خیال کرنے لگا کہ کیا یہ وہ شہر نہین ہے
جسکو پہچانتا تھا اور وہان بہت لوگ نئے طرز و انداز کے دیکھے جنکو کبھی پہلے نہین دیکھا تھا انکو دیکھتا چلا جاتا اور تعجب مین تھا اور کبھی
خیال کرتا کہ وہ حیران ہے پھر اسی دروازہ پر لوٹ آیا جہان سے گیا تھا اور خود بخود متعجب تھا کہ الٰہی یہ کیا بات ہے ابھی کل تو مسلمان لوگ

ان علامتون کو چھپاتے تھے اور آج ظاہر ہین شاید مین خواب دیکھتا ہون پھر چادر سر پر ڈالکر شہر کے اندر گیا اور وہان کی بازار نئی دیکھی
اور لوگون سے سُنا کہ وے اسلام کی علامت ظاہر کرتے ہین تو ایک دیوار سے ٹیک کر سوچنے لگا کہ ابھی کل تو جو کوئی اسطرح کرتا قتل
کیا جاتا آج کیا بات ہے کہ اسطرح علامات اسلام ظاہر ہین اور غار سے قریب تو سوا ے اس شہر کے کوئی شہر نہین ہے پھر ایک جوان سے
ملکر پوچھا کہ بھائی یہ کون شہر ہے اُسنے کہا کہ افسوس اسکا نام مشہور ہے تو اور زیادہ متعجب ہوا کہ کیا مجھے جنون ہوگیا ہے مین کس حال مین ہون
آخر یہ رائے ٹھہرائی کہ فوراً یہان سے باہر جانا چاہیئے کہ مجھے کوئی آفت نہ پہونچے پس جلدی سے طعام فروش سے قریب ہوا اور اپنا روپیہ نکالکر
ایک کو دیا کہ مجھے اس کا طعام دیدے اُسنے جو اس روپیہ کو دیکھا تو اُسکے نقش و شکل سے تعجب کیا اور اپنے ساتھی کو دیا کہ یہ شخص مجھے یہ روپیہ
دیتا ہے اُسنے بھی غور سے دیکھا اور تیسرے کو دیدیا اسی طرح وہ ہاتھون ہاتھ پھرنے لگا اور لوگ آپسمین کہنے لگے کہ شاید اس شخص نے کہین سے
کوئی خفیہ خزانہ جو زمانہ دراز سے زمین مین دفن تھا پایا ہے یہ روپیہ اُسی مین کا ہے تملیخا نے جو دیکھا کہ یہ لوگ آپس مین مشورہ کرتے ہین تو اُسے
شک نہ رہا کہ اُنھون نے مجھے پہچان لیا ہے اور میرے ہی بارے مین یہ مشورہ ہے تو خوف سے کانپنے لگا اور جانا کہ یہ لوگ گرفتار کرکے
دقیانوس کے پاس لیجانا چاہتے ہین اور بازار کے اور لوگ جمع ہوتے جاتے اور تملیخا کی صورت کو غور سے دیکھتے اور نہ پہچانتے آخر تملیخا نے کہا
کہ مجھے مہربانی کرکے چھوڑ دو تم نے روپیہ لے لیا وہ دیکھو اور مجھے طعام کی حاجت نہین ہے لوگ کہنے لگے کہ اے جوان آخر تمھارا کیا نام ہے
اور کون ہو اور کہان سے آئے ہو ہم کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ تم نے کوئی خزانہ پایا ہے جو کسی اگلے زمانہ کا زمین مین مدفون تھا اور تم چاہتے ہو کہ
اسکو اکیلے اکیلے ہضم کرلو اگر ہم کو بھی اس مین شریک کرو تو البتہ ہم پوشیدہ رکھین ورنہ ہم تجھے سلطان کے سپرد کردینگے جب تملیخا نے یہ سُنا تو
کہا کہ واسطہ مین نے تو کوئی خزانہ مدفون نہین پایا اور مین نے تو ہر چیز جس سے خوف کیا دور کردی انھون نے کہا کہ باتین نہ بناؤ اور یہ روپیہ
تو خود شاہد ہے اگر بھلا چاہتے ہو تو ہم کو ساتھ لیے چلو اور اس خزانہ مین ہماری بھی شرکت کرو تملیخا یہ سنکر حیران ہوا اور کچھ جواب نہ
دے سکا اُنھون نے اُسکی چادر سے اُسکی گردن باندھکر حاکم کے مکان کا راستہ لیا اور شہر کے راستہ پر جدھر سے گذرتے تھے جو سنتا تھا
کہ اس جوان نے مدفون خزانہ پایا ہے ساتھ ہولیتا تھا مگر اسکو دیکھکر کہتے کہ یہ شخص تو اس شہر کا نہین ہے اور ہم نے تو اسکو کبھی نہین دیکھا
ہے جب لوگ بہت سے جمع ہوگئے اور باتین پوچھنے لگے تو تملیخا نے خاموشی اختیار کی اور اسکو یقین تھا کہ اُسکے باپ بھائی شہر مین ہین
جب سنینگے تو ضرور آوینگے اور وہ تو اس شہر کے بڑے رئیسون مین سے ہے اور آخر ان مین سے کوئی شخص آکر مجھے انکی قید سے چھڑا دیگا اتنے
مین لوگ اسکو سردار شہر کے پاس جنکے ہاتھ اس کا انتظام تھا لے گئے اور وہ دو شخص تھے ایک کا نام اریوس اور دوسرے کا نام
اسطیوس تھا جب اُنکی جانب چلے تو تملیخا کو گمان ہوگیا کہ ضرور مجھے دقیانوس کے پاس لیے جاتے ہین اور اسنے داہنے بائین دیکھنا شروع کیا
اور لوگ مسخرہ بناکر ہنستے اور وہ روتا تھا اور کبھی آسمان کو سر اٹھاتا تھا اور کہتا کہ الٰہی تو آسمان کا رب اور زمین کا رب ہے آج مجھے صبر جمیل
عطا کردے اور مجھے اس ظالم کے سامنے قوت دے اور اپنے دل مین کہتا کہ میرے اور میرے بھائیون کے درمیان جدائی ہوگئی کاش
وے لوگ جانتے کہ مین کس حال مین گرفتار ہوگیا ہون تو آتے اور ہم سب کے سب اس ظالم کے سامنے کھڑے ہوتے جیسے ہم سب نے ایمان پر
اتفاق کیا تھا کہ اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہ کرینگے اور زندگی و موت مین جدا نہ ہونگے پھر جب اسکو دونون حاکمون کے پاس لے گئے تو اُسنے
تعجب کیا اور دقیانوس کو نہ پایا تو رونا موقوف کیا اور سکون سے کھڑا ہوا پھر اریوس و اسطیوس نے روپیہ ہاتھ مین لیا اور پوچھا کہ اے جوان
تو نے یہ خزانہ کس زمین مین پایا ہے تملیخا نے کہا کہ مین نے کوئی خزانہ نہین پایا لیکن یہ روپیہ میرے باپ کا ہے اور اُسی شہر کا سکہ ہے لیکن مجھے

حیرانی ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ایک نے کہا کہ تو کہان کا ہے تملیخا نے کہا کہ مین اپنی دانست مین اسی شہر کا ہون پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اور تجھے کون پہچانتا ہے تملیخا نے اپنے باپ و بھائیون وغیرہ کو بیان کیا لوگون مین سے کسی نے اسکے باپ بھائیون و شناساؤن مین کسی کو نہ پہچانا اور حاکم نے کہا کہ تو مرد کذاب معلوم ہوتا ہے سچ بات نہین کہتا ہے۔ تملیخا سخت متعجب و متحیر ہوا اور اپنا سر جھکا لیا اتنے مین بعض نے کہا کہ یہ مجنون معلوم ہوتا ہے ایک بولا کہ جنون نہین مگر عمداً بنتا ہے کہ رہا کر دیا جاے تب ایک حاکم نے کہا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ ہم تجھ کو چھوڑ دینگے اور تیری تصدیق کر لینگے کہ یہ تیرے باپ کا مال ہے حالانکہ اس روپیہ پر تین سو برس سے پہلے کا سکہ ہے اور تو نوجوان آدمی ہے تو چاہتا ہے کہ ہم کو فریب دیکر مسخرہ بنا دے حالانکہ ہمارے بال سفید ہوگئے اور یہ تیرے گرد اس شہر کے عقلا رو جود ہین اور یہان کا خزانہ ہمارے ہاتھ مین ہے اس خزانہ مین اس ضرب کا کوئی روپیہ اشرفی نہین ہے میری راے ہے کہ مین حکم دون کہ تجھے جھوٹ بولنے پر سزا دیجاوے تاکہ تو سچ بتلا دے کہ یہ خزانہ کس زمین پر تو نے پایا ہے جب اُسنے یہ کہا تو تملیخا نے فرمایا کہ لوگو مجھے ایک بات بتلاؤ جو مین تم سے پوچھون اگر تم بتلا دوگے تو میری خبر سچ سچ تم کو ظاہر ہو جاویگی۔ بولے کہ پوچھو ہم نہ چھپا دینگے تملیخا نے کہا کہ بادشاہ دقیانوس کا کیا حال ہے کہنے لگے کہ اسوقت تو یہان کیا بلکہ روے زمین پر جہانتک ہم جانتے ہین ہم کو کوئی دقیانوس بادشاہ نہین معلوم ہے ہان ایک زمانہ دراز گذرا کہ اُسوقت یہان ایک بادشاہ دقیانوس تھا وہ مدت ہوئی مرگیا اور اُسکے بعد لوگون کی بہت سی پشتین گذر گئین اور زمانہ کا انقلاب ہوگیا تب تملیخا نے کہا کہ مین اسوقت سخت متحیر ہون اور کوئی شخص میرے قول کی تصدیق نہ کریگا ہم چند جوان تھے اور اُسی بادشاہ دقیانوس نے زبردستی چاہا کہ ہم بت پوجین اور اُنپر بھینٹ چڑھاوین ہم اُسکے خوف سے کل ہی راتون رات یہان سے بھاگے اور کوہ بنجلوس کے غار مین چھپے وہان سو گئے آج اسوقت ہم جاگے اور یہ روپیہ لیکر مین اپنے ساتھیون کو وہان چھوڑکر اُنکے واسطے طعام خریدنے آیا ہون اور یہ دریافت و پتا لینے کہ بادشاہ نے کیا کیا ہے جب یہان پہونچا تو اس حالت مین گرفتار ہون جو تم دیکھتے ہو اور میرے اصحاب وہان میرے انتظار مین ہونگے۔ جب تملیخا نے یہ بیان کیا تو لوگون نے کہا کہ ہان ہم نے یہ تذکرہ سُنا ہے کہ سات آدمی نوجوان گم ہوے تھے اور اریوس واسطیوس نے کہا کہ اے قوم شاید یہ اللہ تعالے نے ہمارے واسطے ایک آیت بھیجی ہے تو اس جوان کے ساتھ چلو پس دونون مع تمام شہر کے صغیر و کبیر کے اصحاب کہف کی طرف روانہ ہوے تاکہ انکو دیکھین اور یہان یہ حال تھا کہ جب ساتھیون نے دیکھا کہ تملیخا کو دیر ہوئی اور وہ مقدار معہود مین کھانا پانی نہ لایا تو گمان کیا کہ وہ گرفتار ہوگیا اور بادشاہ کے پاس اُسکو لے گئے اسی درمیان مین کہ وے خائف و غمناک تھے کہ اُنھون نے پہاڑ کی طرف گھوڑون کی آواز اور لوگون کا شور سُنا پس اُنکو یقین ہوا کہ لوگ ہماری گرفتاری کو دقیانوس کی طرف سے آتے ہین پس اُنھون نے آپس مین ایک دوسرے کو سلام کرکے وصیت کی اور وداع کیا اور نماز کو کھڑے ہوگئے اور بعد نماز کے آپس مین کہا کہ چلو اپنے بھائی تملیخا کے ساتھ ہون کہ وہ اسوقت بادشاہ ظالم کے روبرو ہوگا وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ اتنے مین اریوس واسطیوس مع لوگون کے دروازہ کہف پر پہونچے اور تملیخا نے پیشقدمی کی اور اندر گیا تو روتا تھا اُسکو دیکھکر اصحاب بھی رونے لگے اور پوچھا کہ کیا خبر ہے اُسنے سب حال بیان کیا پس سب نے جانا کہ یہ ایک قدرت الٰہیہ ہے کہ اُسکے حکم سے وے لوگ اتنے زمانہ طویل تک سوتے رہے اور اب اسواسطے جگائے گئے ہین کہ لوگون کے واسطے ایک نشان قدرت ہون اور بعث پر حجت ہون اور لوگ یقین کرین کہ قیامت آنے والی ہے اس مین کچھ شک نہین ہے پھر تملیخا کے نشان قدم پر اریوس مع لوگون کے داخل ہوا تو غار کے دروازے پر ایک صندوق تانبے کا دیکھا جسپر چاندی کی مہر تھی پس اُسنے رؤسا شہر کو بلایا اور اُنکے سامنے اس صندوق کو کھولا تو اس مین رانگ کی دو لوحین یعنی تختیان پائین جنمین

لکھا ہوا تھا کہ کسلمینا و مخشلمینا و تملیخا و مطرونش و کشطونش و بیرونش و مطبونش۔ نوجوان تھے جو ایمان لیکر دقیانوس بادشاہ ظالم سے بھاگے اس خوف سے کہ انکو دین سے فتنہ مین نہ ڈالے اور اس غار مین گھُسے جب اُسکو خبر ہوئی تو اُسنے غار کا دروازہ بند کر دیا اور پتھرون سے چنوا دیا اور ہم نے ان دونون تختیون مین اُنکا حال لکھدیا ہے کہ پچھلے لوگ اُنکی مضبوطی دین کے بارہ مین جانین جب کبھی اُسکو پاوین۔ جب انھون نے یہ پڑھا تو اللہ تعالے کی حمد وثنا کی اور تسبیح پڑھی جس نے انکو بعث کی آیت دکھلائی پھر بلند آواز سے تسبیح وتکبیر کہی اور اصحاب کہف کے پاس گئے تو دیکھا کہ وے خوش بیٹھے ہین اُنکے چہرے چمک رہے ہین اور اُنکے لباس اُسی طرح ہین کچھ میلے یا خراب نہین ہوے ہین پس اریوس و اُسکے لوگ سب اللہ تعالے کے واسطے سجدہ مین گرے اور تسبیح وتکبیر کہی پھر اصحاب کہف سے ملے اور اُنسے قصہ سُنا اور اریوس واسطیوس نے یہ خبر فوراً بادشاہ کو پہونچائی کہ جس نے غمناک ہوکر گوشہ اختیار کیا تھا اور وہ بادشاہ صالح تندوسیس تھا کہ آپ جلدی تشریف لائیے شاید آپ بھی اللہ تعالے کی آیات مین یہ آیت دیکھین جو آپ کی سلطنت مین اللہ تعالے نے ظاہر فرمائی ہے اور تمام عالم کے لیے یہ آیت کردی کہ لوگ بعث وحشر پر یقین لاوین پس آپ جلدی تشریف لائیے کہ اللہ تعالے نے انکو قریب تین سوبرس سے زیادہ سے وفات دی تھی اور اب جگایا ہے جب بادشاہ کے پاس یہ خبر پہونچی تو وہ کھڑا ہو گیا اور غم جاتا رہا اور اسکی عقل ٹھیک ہوئی پھر اُسنے اللہ تعالے کی حمد وثنا کی کہ اُسنے وہ نور نہین بجھایا جو اُسنے میرے باپ دادون کو اور بندہ صالح قسطنطینوس بادشاہ کو دیا ہے اور روانہ ہوا اور اسکے ساتھ اہل شہر بھی روانہ ہوے جب پہاڑ پر پہونچے اور غار مین آئے تو اصحاب کہف نے تندوسیس کو دیکھا اور خوش ہوکر سجدے مین گرے اور تندوسیس نے آکر اُنکو گلے لگالیا اور رویا اور وے اُسکے سامنے بیٹھے تسبیح وتکبیر کہتے تھے پھر انھون نے بادشاہ سے کہا کہ اب ہم آپ کو مع لوگون کے وداع کرتے ہین اور اللہ تعالے تجھکو اور تیرے لوگون کو انس وجن کے شر سے محفوظ رکھے یہ کہکر بادشاہ کو کھڑا چھوڑ کر وے لوگ اپنے اپنے بستر پر گئے اور سوئے اور اللہ تعالے نے اُنکو قبض کر لیا اور بادشاہ تندوسیس اُنکے پاس آیا اور اپنا لباس اتار کر اُنکو اڑھایا اور حکم دیا کہ ہر ایک کو ایک صندوق زری مین رکھدین پھر جب رات کو بادشاہ اپنے مقام پر سویا تو اُسنے خواب مین دیکھا کہ وے کہتے ہین کہ اے بادشاہ ہم لوگ سونے سے نہین پیدا ہوے اور نہ چاندی سے ولیکن ہم خاک سے پیدا ہین تو ہم کو وہین اُسی حال پر چھوڑ دے کہ ہمارا انجام خاک ہی کی طرف ہے یہانتک کہ اللہ تعالے ہم کو مبعوث فرماوے پس بادشاہ نے انکو اسی حال پر چھوڑا اور جب نکلے تو اللہ تعالے نے انکو پوشیدہ کر دیا اور وہان ایک رعب عظیم چھا گیا کہ پھر کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہان جاوے۔ بعض کا بیان ہے کہ تملیخا کو اول گرفتار کرکے بادشاہ تندوسیس کے پاس لے گئے اُسنے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ مین اسی شہر کا ہون اور مین کل کے روز رات مین بھاگا ہون اور اپنے ساتھیون کا نام لیا اور اپنے باپ دادون کو بتلایا ولیکن کسی نے انکو اور اُنکے ٹھکانے وگھرون کو کچھ نہین پہچانا بادشاہ نے کہا کہ میرے خزانہ مین ایک لوح ہے اُسپر لکھا ہے کہ چند جوان اگلے زمانہ مین گم ہوے ہین پس لوح منگوا کر جو ملایا تو اُس مین تملیخا کا نام نکلا اور تملیخا نے کہا کہ باقی میرے ساتھی ہین پس جب بادشاہ نے سُنا تو مع ارکان دولت وعوام ریاست کے سوار ہوا اور تملیخا کے ساتھ غار کے دروازہ پر آیا پس تملیخا نے کہا کہ مجھے پیشتر جانے دو کہ مین اپنے ساتھیون کو تمھارے آنے کی بشارت دون کیونکہ اگر وے لوگ تم کو اچانک دیکھینگے تو انکو خوف ہوگا پس اُسنے جاکر بشارت دی لیکن اُسکی روح مع ساتھیون کے قبض کی گئی اور بادشاہ واسکے ساتھی بیہوش ہوگئے جب ہوش ہوا تو انھون نے خوف ورعب سے راہ نہین پائی۔ کذا ذکرہ الخطیب رح اور تحقیق روایت سابق مین مع وجوہ مذکور ہوئی ہے واللہ تعالے اعلم اور شاید توفیق یہ ہو کہ ایک مرتبہ انھون نے عام طور پر اصحاب کو دیکھا پھر راہ نہین پائی اور خوف سے بیہوش ہوگئے واللہ تعالے اعلم۔ پھر خطیب رح نے لکھا کہ بعد

اسکے اہل شہر مین تنازع ہوا۔ کما قال تعالے اذ یتنازعون بینہم امرہم۔ درباره علامت عمارت بنانے کے فقالوا یعنی کافرون نے کہا کہ ابنوا علیہم بنیانا۔ اُنکے گرد عمارت بنادو۔ قال الذین غلبوا الخ یعنی مومنون نے مسجد کے واسطے کہا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ انپر عمارت بنادو کہ وہان کوئی جانے نہ پاوے اور کوئی اُنسے واقف نہ ہو اور بعض نے کہا کہ مسجد بناؤ کہ یہان نماز پڑھین اور اُس مین دلالت ہے کہ یہ سب لوگ مسلمان تھے واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وکذلک بعثناہم لیتساءلوا بینہم چونکہ باہمی سوال مین انتشار ہے اور کسی بات پر قرار نہین ہے اسواسطے شیخ رح نے اس سے اشارہ لیا کہ یہ لوگ مقام تمکین مین نہین پہونچے تھے بلکہ اول ہی وقائع غیب مین تھے اور اہل ابتدا مین سے ہین کہ مقام اُنکا ہدایت معرفت وہجوم مواجید ہے اسی واسطے اس ہجوم غیب مین انکو ایمان ہوا کہ نگاہ نہین ٹھہری اور مقام قرب مین متزلزل ہوے اور اگر وے لوگ محل تمکین مین ہوتے اور سلوک مین بیدار وہوشیار ہوتے تو احساس ورسوم معاملہ سے غائب نہو جاتے بلکہ اُنکا حال اس سے مشابہ ہوتا جو ہمارے سرور عالم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی یعنی قرب کامل مین ثابت ہوے اور منزل اعلی مین مستقیم ہوے اور انوار قدم وبقا مین مستقر ہوے مگر ہر طرح بیداری وصفائی کے ساتھ جسمین کمال تمکین تھی چنانچہ آداب عبودیت کے ساتھ فرمایا کہ لااحصی ثناء علیک مجھے محفوظ نہین کوئی ثناء جو تیری شان کے واسطے کافی ہو۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو اس ثناء کے لائق ہے جیسا تو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ جو احکام ربوبیت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئے اور مشاہدات عطا ہوے اگر فرض کرو کہ تمام اولین وآخرین اس لائق کرکے انپر وارد کیے جاتے تو سب کے سب ہیجان وحیران ہوجاتے عقلین پراگندہ ہوتین اور روحین اڑجاتین اور قلوب فنا ہوجاتے اور جانین ہلاک ہوجاتین لیکن مریدون ومحبین وعاشقین کے واسطے زمانہ سکر کیا خوب ہوتا ہی کہ سکر وصال انکو قیل وقال واشتغال سے لے لیتا ہے اور انوار جمال وجلال مین غائب کردیتا ہے حتی کہ ذوق وصال مین تمام جہان سے کسی چیز کا احساس نہین کرتے ہین اور یہ کیسے اچھے اوقات ہوتے ہین کہ مرور زمان سے انکو کچھ خبر نہین ہوتی ہے۔ اور عاشقان جمال کے لیے زمانہ وصال بہت قلیل ہوجاتا ہے کہ تمام دہر وزمانہ اُنکے حق مین ایک ساعت مشاہدہ ہے اور تمام اہل عالم کی عمرین جمع کرو تو اُن کی منزل اُنس مین ایک لمحہ ہے پس زمانۂ قرب تو قلیل ہے اور زمانہ فراق طویل ہے اور یہ غیرت عشق ہے کہ زمانہ ہجران دراز نہین ہے وے دن کو رات سے امتیاز نہین کرتے اور آفتاب کی گرمی وچاند کی سردی کچھ نہین پہچانتے ہین قولہ قال قائل منہم کم لبثتم الآیہ۔ مقام وصال مین ٹھہرے اور لذت جمال حاصل کی اور گفتگو مین یہ لغزش ہوئی تو نشہ حال سے یہ سکر ہے مقام فراق مین اُنھون نے زمانہ وصال یاد کیا اور منزل وحشت مین اُنس خلوت یاد کیا اور مقام ہجر مین مشاہدہ وقرب یاد کیا۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ حبیب کے ساتھ محب کا قیام اگرچہ طول ہو مگر اُسکے نزدیک قلیل ہے اور وہ اسکو ہیچ نظر آتا ہے اگرچہ تمام زمانہ گذرجاوے کیونکہ اُسکی انتہاء شوق کا حال جیسے ابتداء کا ہو پس جب مقام جذب سے مقام سلوک مین رجوع کیا اور مقام روحانیہ سے مقام بشریت مین رجوع کیا اور یہان ضرورت اسکی ہوئی جس سے انسان کی زندگی ہے تو حقائق طریقت کو کام مین لائے کما قال تعالے فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ الی المدینۃ الآیہ چونکہ مقام خلوت کی لذت اُنکو حاصل ہوچکی تھی تو سب نہ نکلے اور آخر ایک کے نام یہ مقرر کیا کہ جاکر رزق حاصل کرے اور سوال نہ کیا بلکہ کسب معاش کو اختیار کیا چنانچہ کہا فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ۔ پھر اسکو تاکید کی کہ ورع وپرہیزگاری وتقوی اختیار کرے کیونکہ طریقت مین پرہیزگاری ضرور ہے اور یہ حقیقت کے حقوق مین سے ہے اور یہی اماموں کا دستور رہا ہے اسی واسطے شیخ ذوالنون رح نے کہا کہ نور تقوی کو نور معرفت سے برابری نہین اور

نور معرفت کو نور تقوی سے کمال ہے اور اسکو مراقبہ یعنی نگہداشت کا حکم دیا تاکہ کوئی اُنپر مطلع نہ ہو۔ اس مین یہ بیان بھی ہے کہ کسب معیشت مین
سعی کرنا بھی توکل مین سے ہے کیونکہ اصحاب کہف بحمد اللہ کچھ مقام توکل سے خالی نہ تھے پھر بھی اُنھون نے اکتساب اختیار کیا تو یہ توکل سے
منافی نہین بلکہ یہ بھی توکل مین سے ہے اور ایک اسمین یہ بیان بھی ہے کہ جو لوگ وجد و حال و مکاشفہ و مقال مین سے ہین اُنکے واسطے غذار
محمود و لطیف طعام سے چاہیے کیونکہ اُنکی ارواح عالم قدس سے ہین اور اُنکو وہی لائق ہے جو اہل اُنس کو لائق ہے کہ کھانا پاکیزہ ہو جسکی طرف
رغبت ہو اور لباس خوبصورت ہو۔ شیخ جعفر بن احمد رازی رح نے کہا کہ یوسف بن الحسین رح نے اپنے بعض اصحاب کو نصیحت کی کہ جب تو
اہل معرفت کے واسطے کوئی چیز لیجاوے تو لطیف لیجائیو کیونکہ اللہ تعالے قصہ اصحاب کہف مین خریدار طعام کو فرمایا کہ ولیتلطف مترجم
کہتا ہے کہ معنی یہ لیے کہ رزق مین لطیف و پاکیزہ کو تکلف سے حاصل کرے فافہم۔ اور وصیت کی کہ جب تو زاہدون و عابدون کے واسطے
کوئی چیز لیجاوے تو جیسی ملے ویسی لیجا کیونکہ وے لوگ ہنوز اپنے نفس کو ذلیل و خوار کرنے مین مصروف ہین اور اُسکو خواہش کی چیزون سے
روکتے ہین۔ شیخ ابو عبد الرحمن رح نے فرمایا کہ مین نے حضرت ابو عثمان مغربی سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ مریدین کا ارفاق بعنف ہے
یعنے انمین کوئی لطافت نہین بلکہ سختی ہے اور عارفین کا ارفاق بلطف ہے یعنی مرفق انکے واسطے لطیف چاہیے۔ شیخ اُستاد رح نے
ولیتلطف کو لطف خلق کے معنی مین لیا یعنی جس سے کوئی چیز خریدنا اُسکے ساتھ حسن خلق و لطف کا برتاؤ رکھنا پس وصیت حسن خلق کی ہے
اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص اہل معرفت سے ہو اُسکو موٹا لباس اور موٹا جھوٹا کھانا موافق نہین ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ و ریاضت
مین ہون اُنکے لائق موٹا لباس و موٹا مہین کھانا ہے اور جو شخص معرفت کے مرتبہ پر پہونچ گیا اُسکو نہین موافق ہر گز عمدہ کھانا لطیف اور
خوبصورت کپڑا کیونکہ اُسکو جمیل سے رغبت ہے۔ قولہ تعالے ربھم اعلم بھم۔ اسمین بیان ہے کہ یہ قوم یعنی اصحاب کہف مشاہدہ جلال ازل
مین ایسے مرتبہ کو پہونچے تھے کہ دریاے توحید مین غرق ہو کر انھون نے جواہر توحید و اسرار محبت و قرب وصال مین سے وہ کچھ حاصل
کیا تھا کہ اغیار کو اُنپر اطلاع نہین ہو سکتی ہے لہذا غیر سے اُنکے حال کا وقوف رفع کیا گویا ظاہر فرمایا کہ سطوات عزت و قہر ربوبیت نے مستولی
ہو کر انکو فنا کر دیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ موجود مین فانی ہونے کے اس مقام پر وہ پہونچے ہین کہ نظر اغیار اُنسے بالکل محجوب ہے اور مشاہدۂ قدم
سے جس منزل کو اُنھون نے پایا ہے غیر نہین دیکھ سکتا ہے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ربھم اعلم بھم یعنی اُنکا رب ہی اُنسے آگاہ ہے کہ کیسے عجائب
قدرت و لطائف صنعت اُنپر ظاہر فرمائے ہین اور اُنکو آیات بینہ بتادیا پس اغیار انپر مطلع نہین ہو سکتے پھر اللہ تعالے نے اہل کتاب کے
اقوال جو اٹکل سے کہتے تھے دربارہ شمار اصحاب کہف کے مع اشارت تحقیق بیان فرمایا۔

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ
پوچھے تو کہینگے کہ — تین تھے — چوتھا — اُنکا کتا — اور کہینگے کہ — پانچ ہین — چھٹا اُنکا — کتا ہے — غیب کی گفتگو
وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۵ فَلَا
اور کہینگے کہ — سات ہین — اور اُنکا آٹھوان اُنکا کتا ہے — تو کہدے کہ میرا رب خوب جانتا ہے اُنکا شمار — نہین اُنکو جانتا کوئی — مگر قلیل لوگ — پس
تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ۵
نہ گفتگو کر اُنکے بارہ مین — مگر سرسری — ظاہر طور پر — اور مت فتوی لیجیو اُنکے بارہ مین ان لوگون مین سے کسی سے بھی

قصہ اصحاب کہف ختم ہونے اور سوال کا جواب ہو جانے کے بعد اللہ تعالے نے اسقدر رمز پر آگاہی دی کہ لوگ اُنکی تعداد مین مختلف ہین پس

سوال مذکور جوکہ امتحان کی غرض سے کافرون نے پیش کیا تھا اُسپر مزید اعلام فرمایا کہ ان لوگون کے اُنکی تعداد مین مختلف اقوال ہین اور بعض
نادانی سے بلا دلیل اٹکل سے اُنکی تعداد مین کلام کرتے ہین اور اس کلام الٰہی مین ایک لطیف بیان اور علم ہے جسکی جانب انشاء اللہ تعالےٰ
اشارہ آویگا اور یہان تین اقوال بیان فرمائے بقولہ۔ سَيَقُولُونَ حرف سین زبان عرب مین زمانہ استقبال کے واسطے مخصوص ہے تو
ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکا اختلاف پہلے سے نہ تھا بلکہ اب آیندہ ہوگا حالانکہ اہل کتاب کا اختلاف پہلے سے ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ
ہین کہ اہل کتاب یہ قصہ سُنکر اُنکی تعداد بیان کرنے مین اختلاف کرینگے گویا یون کہا کہ بعد اس قصہ کے تو ان لوگون سے جو جاننے کا دعوی کرتے
ہین اور امتحان کا سوال پیش کرتے ہین اُنکی تعداد دریافت کر تو تجھے یہ جواب دینگے کہ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ای ہم ثلثہ حال کون الکلب
جاعلھم اربعۃ یعنی ثلثہ خبر مبتدا ے محذوف ہے اور رابعہم کلبہم جملہ حال ہے اور واحدی رح نے ابو علی الفارسی رح سے نقل کیا کہ یہان جملہ پر واؤ
حالیہ نہین ہے حالانکہ جب اسمیہ جملہ حال ہوتا ہے تو واو حالیہ آتا ہے تو اسوجہ سے نہین آیا کہ جملہ اول ہم ثلثہ متضمن ذکر واو ہے یعنی ثلثہ کے بعد
رابع ہوتا ہے تو اور ایک زائد ہوا۔ اور یہی حال ہے قولہ۔ وَيَقُولُونَ اے وسیقولون خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ غرضکہ چھ تک
عدد مین ایک ایک کی ترقی سے متضمن حرف عطف ہے جسکے اظہار واو کی ضرورت نہین ہے سات پر آکر ایک عقد پورا ہوجاتا ہے۔ بالجملہ یہ
دو قول بیان فرمائے کہ بعض تو یہ بیان کرینگے کہ تین وے اور چوتھا اُنکا کتّا تھا مفسرین نے کہا کہ یہ نصاری کا قول ہے جو عرب کے نصارے
نجران کہتے تھے اور بعض یہ بیان کرینگے کہ پانچ تھے اور چھٹا اُنکا کتّا تھا اور بیضاوی مین ہے کہ یہ یہود کا قول تھا اور سدی رح سے مروی ہے
کہ یہ بھی نصاری کے ایک فریق کا قول ہے اور بعض نے اسی کو ٹھیک خیال کیا یعنی دونون قول نصاری کے ہین اور ظاہر اسکی وجہ یہ ہے کہ
محمد بن اسحق نے تاریخ مین اصحاب کہف کو حضرت عیسی علیہ السلام کی باقی اُمت مین سے خیال کیا ہے ولیکن پہلے گذرا کہ یہود بھی انکے قائل تھے
اور انھین نے انکو سوال مین پیش کیا تھا پس اگر یہ اُمت عیسی علیہ السلام سے ہوتے تو یہود اُنکے دشمن ہوتے علاوہ اسکے یہ واقعہ ایسے قریب زمانہ کا
ہوتا کہ اس سے بہت لوگ واقف ہوتے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان دونون قولون کو مردود کردیا بقولہ۔ رَجْمًا بِالْغَيْبِ۔ یہ مصدر فاعل یقولون سے
حال ہے بتاویل اسم فاعل اے راجمین بالغیب۔ اور رجم دراصل پتھر پھینکنا اور غائب پر پتھر پھینکنا ایک محض اٹکل ہوتی ہے کہ جو بیکار جاتا ہی
اور اگر شکار کے لگ بھی گیا تو بلا قصد لگا کیونکہ غائب اسکو معلوم نہ تھا پھر یہ کلمہ کنایہ ہوگیا ہر ایسی بات سے جو گمان واٹکل سے کہی جاوے اور
اُسپر کوئی دلیل وشاہد علمی نہ ہو کما قال الطیبی والخطیب وغیرہما۔ خلاصہ یہ ہوا کہ یہ دونون کہنے والے اٹکل سے بلا دلیل یہ تعداد بیان کرتے
ہین اور اٹکل سے سچائی نہین ملتی ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان تین قول بیان کیے ہین تو اسمین دلالت ہے کہ چوتھے قول کا کوئی
قائل نہین ہے یعنی چوتھا قول یہان نہین ہے پھر جب دونون قول اولین کو ضعیف کردیا کہ رجم بالغیب ہین تو باقی تیسرا قول معلوم ہوا کہ
صحیح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ تین قول بیان فرمائے ان تین کے کہنے والے موجود تھے اور شاید کہ جو بات صحیح ہے اُسکا کہنے والا کوئی نہ ہو تو
اس سے یہ یقین نہین ہوسکتا کہ تیسرا قول صحیح ہے ہان بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح تیسرا قول ہے یعنی قولہ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ
كَلْبُهُمْ اور ایک فریق کہینگے کہ سات تھے اور آٹھوان اُنکا کتّا تھا۔ اس قول کی نسبت یہ نہین فرمایا کہ رجم بالغیب ہے اور جب اول دونون
کو رجم بالغیب کہا تو اسمین دلالت نکلی کہ اُسکے سوائے تیسرا قول رجم بالغیب نہین ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہان وثامنہم پر واو عطف بیان کیا
بخلاف اول ودوم کے تو اس واو سے یہ معنی ہین کہ تیسرا فریق کہیگا کہ سات تھے پھر فرمایا کہ وثامنہم کلبہم اور اس قول پر مقرر رہا کہ آٹھوان کتّا
ہے پس واو عطف سے آٹھوان بیان کرکے گویا مقرر کردیا کہ سات تھے لیکن وارد ہوتا ہے کہ اسکے آگے فرمایا۔ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ تو کہدے

کہ میرا رب اُنکے شمار سے خوب آگاہ ہے۔ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ اُنکو کوئی نہین جانتا مگر قلیل یعنی قلیل لوگون کے سواے کوئی
نہین جانتا ہے۔ یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ انکی تعداد کا علم اللہ تعالے کی طرف سپرد ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے جواب دیا کہ اس سے یہ
مراد ہے کہ ایسی باتون مین زیادہ خوض و اختلاف کرنا نہین چاہیے بلکہ اللہ تعالے کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ اس سے کوئی امر شرعی متعلق
نہین اور نہ کوئی کمال نفس ہے۔ اور یہ مراد نہین کہ سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا کیونکہ خود ہی قلیل کو مستثنی فرمایا ہے تو معلوم ہوا
کہ قلیل اُسکو جانتے ہین۔ تو اُنکے واسطے دلیل و برہان ہوگی۔ قتادہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مین بھی ان قلیل مین سے ہون
جنکو اللہ تعالے نے مستثنی فرمایا ہے وے سات تھے۔ ایسا ہی عطاء خراسانی نے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنا
محمد بن بشار قال حدثنا عبد الرحمن بن مهدی حدثنا اسرائیل عن سماک بن حرب عن عکرمة عن ابن عباس قال انا من القلیل کانوا سبعة۔ یعنے
ابن عباس نے کہا کہ مین بھی قلیل مین سے ہون وے سات آدمی تھے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ روایتین ابن عباس سے صحیح اسانید
کے ساتھ ہین۔ اور محمد بن اسحق نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے اُسنے مجاہد رح سے روایت کی کہ مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ اُن مین بعضے
ایسے کمسن تھے کہ ہنوز اُسکی گردن مین چاندی کی ہنسلی پڑی تھی۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کہف کے بارہ مین جدال سے
منع فرمایا بقولہ۔ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا اور مت جدال کیجیو اصحاب کہف کے بارہ مین۔ مگر مراء ظاہر یعنی سرسری کلام
سے تنبیہ کر دینا کافی ہے۔ رازی رح نے لکھا یعنی انکی تعداد مین اہل کتاب کی خواہ مخواہ تکذیب کرنا کچھ حاصل نہین یعنی جیسے رسول پر
واجب ہے کہ مشرکون و بدکارون کے شرک و بدکاری کو رد کرے ویسے یہان اصحاب کہف کی تعداد مین رجماً بالغیب والون پر رد کرنا
لازم نہین کیونکہ یہ کوئی امر شرعی نہین ہے پس اگر وے جھوٹ بکتے ہین تو بکا کرین رازی نے کہا کہ مراء ظاہر یہ کہ اُنسے صرف اسقدر کہنا
کافی ہے کہ تمھارے اس عدد معین کرنے پر کوئی دلیل موجود نہین ہے۔ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِنْهُمْ اَحَدًا ان مین سے کسی سے اصحاب کہف
کے بارہ مین کچھ مت پوچھ۔ ابن عباس رض نے کہا یعنی جو ہم نے تجھپر نازل فرمایا وہ کافی واضح ہے اس سے زیادہ کچھ ضرور نہین ہے اور
مقصود اس سے اہل اُمت کو تنبیہ ہے کہ اہل کتاب سے اصحاب کہف کے حالات نہ پوچھین کیونکہ وہ بیباک ہین شاید جھوٹ باتین
بتا دین تو اُس کی تصدیق کرلین اور شاید بعض باتین سچ کہین اور اس کی تکذیب کیجاوے اور اس کا کوئی حاصل نہین ہے تو پوچھنا
بیکار ہے بلکہ متضمن خطرات ہے۔ واضح ہو کہ اہل تفسیر نے یہان اصحاب کہف کے نام بھی بیان کیے ہین چنانچہ اول مین بھی خطیب سے
اُنکے نام نقل ہو چکے ہین اور اس مقام پر خطیب نے لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اُنکے نام یہ ہین مکسلمینا و تملیخا و مرطونس و بدیونس
و ونواقس و کشفططونس و مسلینا۔ اور امام رازی نے کبیر مین لکھا کہ اُنکے نام یہ ہین کہ مکسلمینا و تملیخا و مسلمینا۔ اور یہ تین آدمی بادشاہ کے
داہنے جانب والے ہین اور مرنوش و دبرنوش و شاذنوش۔ اور یہ بادشاہ کی بائین جانب والے ہین ان لوگون سے بادشاہ مہمات مملکت
مین مشورہ لیتا تھا اور ساتوان کشفططیوس اور یہ چرواہا تھا جو اُنسے موافق ہو گیا تھا جب بھاگے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ شاید بائین جانب
والون کے نام بطور لقب کے بیان کیے ہون۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے محمد بن اسحق کی روایت مین لکھا کہ اُنکے نام یہ ہین مکسلمینا اور وہ سب مین
بزرگ تھا اور اُسی نے سب کی طرف سے بادشاہ سے گفتگو کی تھی اور محشلینا و تملیخا و مرطونس و کشطونس و بیرونس و دنیموس و بطونس و قابوس
شیخ نے لکھا کہ اسیطرح اس روایت مین واقع ہوا ہے یعنی یہ تعداد نو ہین اور شاید کہ ابن عباس کا یہ کلام نہو گا کیونکہ اُنسے صحیح روایات مین
سات ہین پس محتمل ہے کہ محمد بن اسحق نے اپنی طرف سے بیان کیا ہو یا کسی راوی نے زیادہ کیا ہو واللہ اعلم اور لکھا کہ اصحاب کہف کے نام ان

ناموں سے رکھنا اور کتے کا نام حمران وغیرہ رکھنا اُسکے صحیح ہونے مین تامل ہے اور غالبًا یہ نام وغیرہ اہل کتاب سے لیے گئے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے اشارہ سے کہ اہل کتاب سے اس بارہ مین کچھ مت پوچھو کیونکہ صحیح معلوم ہوجاوے تو کچھ فائدہ مترتب نہین ہے ف علماء نے اسمین کلام کیا کہ قولہ تعالیٰ ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم مین واو عاطفہ ہے اور پہلے دونون جگہ واو عاطفہ نہین ہے تو یہ واو کیسا ہے اور اول مین ہم نے واحدی سے نقل کیا کہ ابو علی الفارسی رح نے بدون واو کے توجیہ مین کہا کہ جملہ اول متضمن واو ہے حالانکہ تیسرے قول مین بھی ویسی ہی ترکیب ہے پھر یہان واو کا اظہار ہے۔ پھر اگر جواب دیا جاوے کہ مضمر کرنا اور ظاہر کردینا دونون جائز ہے تو اسمین کچھ شک نہین ولیکن سوال یہ ہوگا کہ یہان اظہار مین فائدہ کیا ہے۔ اسکے جواب کے لیے انتظار کرنا چاہیے۔ اور یہان دوسرے علماء کے اقوال نقل کیے جاتے ہین اخفش و کوفیون کی راے مین یہ واو زائد ہے کیونکہ اصل معنی کے فائدہ دینے مین واو کے ہونے یا نہ ہونے کو کچھ دخل نہین ہے۔ یہ کرخی نے نقل کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اسمین یہ مراد نہین ہوسکتی کہ اصل معنی کے سواے اس واو کو کسی مزید معنی کے افادہ مین دخل نہین ہے کیونکہ اس صورت مین لازم آویگا کہ ایک محض بیفائدہ حرف داخل ہے اور یہ قرآن مجید مین محال ہے تو قول وہ کہنا چاہیے جو بیضاوی رح کی تفسیر مین ہے کہ یہ واو زائد اسی فائدہ کے وسطے ہے کہ صفت کا لصوق موصوف کے ساتھ ہو اور دلالت پائی جاوے کہ موصوف کا اس صفت سے متصف ہونا امر ثابت ہے۔ اور اسی طرف زمخشری نے میل کیا اور اسی کو ابن ہشام نے مغنی مین اختیار کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان معنوی فائدہ اس سے خواہ واو عاطفہ ہو یا زائد ہو ایک نکتہ ظاہر ہے کہ یہ کلب ہر قول پر انکے ساتھ ہے اور بمنزلہ اتصاف بصفت کے ہے ولیکن دونون قول سابق مین واو مقدر ہے اور تیسرا قول جو مختار ہے اسمین اظہار ہے کہ یہ کتا اُنسے علحدہ مگر شمول رحمت مین انکے ساتھ ہے اور ان سات کے ساتھ یہ آٹھوان شمار ہے ولیکن ان سب کا درجہ یکسان بڑھا ہوا ہے اور یہ اس درجہ پر نہین ہوسکتا ہے اور اول دونون قول مین یہ معنی ظاہر نہین ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ بعض کے نزدیک واو عاطفہ ہے گویا فریق ثالث کا قول یہ ہے کہ ہم سبعۃ اور اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا وثامنہم کلبہم۔ اور بعض نے کہا کہ واو حال ہے۔ ابن ہشام رح نے کہا کہ ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ واو ثمانیہ ہے یعنی سات کی گنتی کے بعد آٹھ پر واو لایا جاتا ہے اسکو واو ثمانیہ نام رکھا ہے چنانچہ ادبا مین سے مانند حریری وغیرہ کے اُسکے قائل ہین اور نحویون مین سے مانند ابن خالویہ وغیرہ کے اور مفسرین مین سے مانند ثعلبی رح کے اسکے قائل ہین ولیکن اسکو کوئی نحوی نہین پسند کرسکتا اس لیے کہ اُس سے نہ کوئی حکم اعرابی متعلق ہے اور نہ کوئی معنوی بھید اسمین موجود ہے کہ سات کے بعد آٹھ پر واو آیا کرے۔ کافیجی رح نے اُسکی توجیہ مین کہا کہ یہ واو کوئی جدید نہین بلکہ درحقیقت واو عطف ہے ولیکن چونکہ اسکا استعمال ایک محل خاص کے ساتھ ہوتا ہے یعنی شمار مین سات کے بعد آٹھ پر واو ہوتا ہے تو متضمن امر غریب واعتبار لطیف ہے اسوجہ سے اُسکا نام بھی خاص کردیا اور واو ثمانیہ رکھا بوجہ مناسبت سبعہ کے کیونکہ سبعہ اُنکے نزدیک عقد کامل ہوگیا کیونکہ مراتب اعداد مین اکثر اصول کو شامل ہے جیسے ہمارے شمار مین دس ہے تو آٹھ سے وے لگ جدید عقد شروع کرتے ہین تو ان دونون مین ایک وجہ سے اتصال و ایک وجہ سے انفصال ہے اور یہی مقتضی عطف ہے مترجم کہتا ہے کہ کبھی نہین سے فقط وجہ اتصال کا لحاظ کرتے ہین جہان سات کے بعد ایک ہی نسق سے (کیونکہ شمار اعداد کا ہو[12] دوسرا عقد ہو[12]) ارتباط مقصود ہوتا ہے تو واو عطف نہین لاتے ہین پس توجیہ مذکور اس بیان کے واسطے ہے کہ واو لانا اس مراد سے ہے اور یہ غرض نہین کہ وہ ضروری ہے پس قفال رح نے جو اعتراض کیا کہ واو ثمانیہ کچھ چیز نہین ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر۔ حالانکہ سات صفات کے بعد آٹھوین پر واو نہین ذکر کیا۔ تو یہ اعتراض وارد نہین ہوتا کیونکہ واو مذکور ضروری نہین ہے اور یہان صفات کو ایک نسق مین شمار کرنا مقصود ہے چنین

کوئی جہت فصل کی مراد نہین ہے اور نظیر واو ثمانیہ کی تین آیات مین موجود ہے از انجملہ قولہ تعالے والناہون عن المنکر کہ سات کے بعد الناہون کو واو سے بیان کیا۔ اور قولہ تعالے جاؤہا وفتحت ابوابہا۔ یہ جنت کے بارہ مین بواو ہے اور وہین جہنم کے بارہ مین بدون واو ہے کیونکہ ابواب جہنم سات ہین اور ابواب جنت آٹھ ہین اور قولہ تعالے ثیبات وابکارا۔ کیونکہ صفات بدون واو ذکر کرکے آٹھوین مین بواو بیان فرمایا ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ سابق مین گذرا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قصہ اصحاب کہف پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مین کل جواب دونگا پس وحی مین پندرہ روز تاخیر ہوگئی اور آپ محزون وغمگین ہوے اور نازل ہوا قولہ تعالے

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسٰى

اور مت کہیو کسی چیز کو کہ مین اُسکو کرنے والا ہون کل کے روز مگر یہ کہ اللہ تعالے چاہے اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جاوے اور کہہ کہ قریب امید ہے

أَنْ يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

کہ ہدایت دے مجھے میرا رب اس سے بھی زیادہ نزدیک کے از راہ رشد کے

اسمین اللہ تعالے کی طرف سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے ایک ادب کا جب کہ کسی چیز کے کرنے کا عزم ہو آئندہ زمانہ مین تو فرمایا وَلَا تَقُولَنَّ۔ اور مت کہیو لِشَایْءٍ کسی چیز کے بارہ مین یعنی جسکے کرنے کا عزم ہو کہ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا مین اسے کر دینے والا ہون کل کے روز۔ یعنی یون مت کہو کہ مین کل کے روز اس بات کو کرونگا۔ کل کی کوئی خصوصیت نہین ہے زمانہ مستقبل مراد ہے تو کسی آیندہ وقت کے حق مین کسی بات کے کر دینے کا دعوی نہ کرے۔ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ مگر اس شرط کے ساتھ کہ کر دونگا اگر اللہ تعالے نے چاہا۔ اور یہ استثناء اعم احوال سے ہے یعنی کسی حال مین یہ مت کہ الا بحال مشیت الٰہی عز وجل۔ رازی رح وغیرہ نے لکھا کہ اسمین سبب یہ ہے کہ جب آدمی نے کہا کہ مین یہ کام کر دونگا فلان وقت تو کچھ ابعید نہین کہ اُسوقت سے پہلے مر جاوے اور یہ بھی بعید نہین کہ اگر زندہ رہے تو ایسے موانع مجبوری کے پیش آوین کہ اسکو نہ کر سکے تو اس حالت مین اُسکی بات لغو ہوگی اور انبیاء علیہم السلام سے یہ زیادہ بعید ہے لہذا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب کر دیا کیونکہ جب مشیت الٰہی پر موقوف رکھا ہو تو پورا نہ ہونے سے کچھ لازم نہین ہے ولیکن واضح رہے کہ وقت وعدہ کے اُسکے دل مین قصد اُسکے پورا کرنے کا ہوا ور اگر اسوقت قصد نہ ہو تو آدمی باطن مین جھوٹا ہوگا۔ بالجملہ لازم ہے کہ اللہ تعالے کی مشیت پر اسکو چھوڑے جو ہونے والا ہے کیونکہ غیب کا علم اُسی کو ہے کہ ہوگا یا نہین اور اگر ہوگا تو کس کیفیت سے ہوگا چنانچہ صحیحین مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے قسم کے ساتھ کہا کہ مین اُس رات اپنی ستر عورتون اور ایک روایت مین اپنی نوے عورتون اور ایک روایت مین اپنی سو عورتون کے پاس جاؤنگا یعنی اپنی بیویون وباندیون کے پاس رہونگا تو ہر عورت اُنمین سے ایک لڑکا جنیگی جو اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کریگا پس فرشتہ نے اُس سے کہا کہ کہہ انشاء اللہ تعالے مگر سلیمان نے نہ کہا یعنی یہ توفیق نہ پائی پھر ان جوروون کے پاس گئے مگر اُنمین سے کوئی عورت نہ جنی سواے ایک عورت کے جو آدھا بچہ ڈال گئی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اگر سلیمان انشاء اللہ تعالے کہتا تو قسم مین حانث نہ ہوتا اور اپنی مراد پا جاتا اور ایک روایت مین ہے کہ تو وے سب لڑکے ہوتے جو سوار ہوکر اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے بعض نے کہا کہ قولہ الا ان یشاء کے یہ معنے ہین کہ الا ان یاذن اللہ یعنی مگر جب کہ تجھے اللہ تعالے اجازت دے۔ پس حاصل یہ ہوگا کہ کسی چیز کے کرنے کو اپنی طرف سے مت کہا کرو اور اُسوقت کہا کرو کہ جب اللہ تعالے کی طرف سے اجازت ہو۔ اس صورت مین اس کلام سے یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالے قادر مختار ہر کسی کا اُسپر

حکم نہین ہے تو کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ ایسا کرینگے پھر اللہ تعالے اُسکو کردے کیونکہ اُسکو اختیار ہے کہ پورا کرے یا نہ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ
مآل دونون کا قریب قریب ایک ہی ہے لیکن دوسرے معنی مین یہ حکم مخصوص نشان نبوت ہوگا کہ کسی چیز کے کرنے کو نہ کہے جبتک اجازت
از جانب حق تعالے منہو جاوے اور اول معنی مین ہر ایک کہہ سکتا ہے لیکن اسی شرط کے ساتھ کہ اللہ تعالے چاہے۔ اور اسی کو جمہور نے اختیار
کیا ہے۔ سراج مین لایا کہ بہت سے فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھے انشاء اللہ تعالے طلاق ہے تو عورت پر طلاق
نہین واقع ہوگی کیونکہ جب اسنے اللہ تعالے کی مشیت پر معلق کیا تو جب ہی واقع ہوگی کہ ہمکو مشیت الٰہی اس عورت پر وقوع طلاق کی
معلوم ہو اور وہ ہم سے پوشیدہ ہے ہم اسکو جان نہین سکتے مگر اس طور پر کہ اس عورت پر طلاق کسی طرح واقع ہوجاوے تو مشیت ہونا
جب ہی معلوم ہو کہ طلاق پڑجاوے اور طلاق پڑنا جب ہی معلوم ہو کہ مشیت ہو تو یہ دور ہے کہ ہر ایک کا جاننا دوسرے کے جاننے پر
موقوف ہے پس طلاق واقع نہ ہوگی۔ اقول یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے کہ طلاق یا قسم یا معاہدہ وغیرہ جس عقد کے ساتھ ملا کر انشاء اللہ
تعالے کہا جاوے وہ عہد نہین رہتا حتی کہ اگر قسم کھائی کہ انشاء اللہ تعالے ایسا کرونگا پھر نہ کیا تو کچھ کفارہ وغیرہ نہین ہے اور طلاق مین بھی
جیسا کہ مذکور ہوا طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر معاہدہ وغیرہ کے آخر مین انشاء اللہ تعالے لکھا تو عہد لازم نہین رہا۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا
نَسِيتَ اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جاوے۔ ابن عباس رض نے کہا یعنی جب انشاء اللہ تعالے کہنا بھول جاوے رواہ الطبرانی
اور دوسری روایت مین ہے کہ یعنی جب انشاء اللہ بھول جاوے تو جس وقت یاد آوے استثناء کہہ لے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور ہم مین سے کوئی اسطرح پیچھے استثناء نہین کرسکتا لیکن قسم وغیرہ مین ملا کر استثناء کرے۔ ابو العالیہ و
حسن بصری نے کہا کہ جب استثناء بھولے تو وقت یاد ہونے کے انشاء اللہ تعالے کہہ لے۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جس نے قسم
کھائی اسکو چاہیے کہ جب انشاء اللہ تعالے یاد آوے کہہ لے اگرچہ سال بھر ہوجاوے۔ کذا فی تفسیر الامام الحافظ رح اور سراج وغیرہ مین ہے
کہ کلام کو بغیر انشاء اللہ تعالے کہنے بعد پھر انشاء اللہ تعالے ملانے مین اختلاف ہے ابن عباس رض نے کہا کہ اگر مدت دراز کے بعد استثناء
یاد آوے اور وہ استثناء کہے تو قسم کا حنث دور ہونے کو کافی ہے۔ طاؤس سے روایت ہے کہ اسی مجلس مین استثناء ملا سکتا ہے۔ عامہ فقہاء کے
نزدیک جب تک کلام مین ملا کر نہ کہے اُسکا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور لکھا کہ ابن عباس نے اسطرح استدلال کیا کہ قولہ تعالے واذکر ربک اذا
نسیت کسی وقت معین کے واسطے مخصوص نہین ہے بلکہ جملہ اوقات کو شامل ہے تو اس سے لازم آیا کہ جس وقت یاد کرے استثناء صحیح
ہوگا۔ عامہ فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اگر اسطرح استثناء مراد ہو تو لازم آوے کہ کوئی عقد و کوئی عہد دنیا مین درست نہ ہو چنانچہ نقل ہے
کہ خلیفہ منصور بغدادی نے سنا کہ ابو حنیفہ رح نے استثناء منفصل مین ہمارے دادا حضرت ابن عباس سے مخالفت کی ہے اسطرح کہ
ابن عباس کے نزدیک علحدہ کلام سے مدت کے بعد انشاء اللہ تعالے کہنا کافی ہوتا ہے اور ابو حنیفہ کا قول ہے کہ نہین مفید ہے تو ابو حنیفہ کو
طلب کیا اور اُنسے اس خلاف مین انکار کیا تو ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اسکا وبال تیری ہی طرف رجوع کریگا کیونکہ تو لوگون سے اپنی خلافت
کی بیعت قسم سے لیتا ہے تو کیا تو راضی ہے کہ یہان تیرے پاس بیعت پر عہد قسم سے دیجاوین اور باہر نکل کر انشاء اللہ کہہ لین تو اُنپر تیری بیعت
پوری کرنا لازم نہ ہوئی۔ یہ سنکر ابو حنیفہ رح سے راضی ہوگیا اور انکی دلیل کی بہت تعریف کی۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض سے جو
کلام خطیب رح نے نقل کیا اور جو استدلال ذکر کیا در حقیقت وہ کلام ابن عباس کا نہین ہے اور نہ اُنکا یہ استدلال ہے بلکہ اُنکے کلام اصلی
سے یہ کلام ماخوذ کیا اور کلام کے موافق یہ استدلال بنا دیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجاہد رح نے اُنسے روایت کی کہ جس آدمی نے قسم کھائی ہو اور

انشاء اللہ تعالے بھولا تو وہ شخص انشاء اللہ تعالے کہے اگرچہ یہ سال بھر ہو گیا ہو۔ اس سے لوگون نے سمجھا کہ اُنکا مطلب یہ ہے کہ قسم کا حنث دور ہونے کو کافی ہے اور وہ پھر حانث نہ ہوگا اور خیال کیا کہ اُسکی دلیل یہ ہوگی کہ قولہ اذا نسیت سے وقت تذکر عام نکلتا ہے پس یہی اُنکی دلیل بیان کی اور صحیح یہ ہے کہ مطلب ابن عباس رض کا یہ ہے کہ جب وہ استثناء بھول گیا تو سنت یہ ہے کہ جب یاد آوے استثناء رکھے پس سنت کا ثواب پاویگا اور غفلت کا گناہ اس سے ساقط ہو جائیگا اگرچہ قسم مذکور مین حانث ہو چکا ہو تب اسکو یاد آوے تب بھی کہہ لے اور رہا حانث ہونے کا حکم تو یہ اُسپر لازم رہیگا جب کہ اُسنے بلا کر نہین کہا ہے جب کہ دوسری روایت طبرانی کی جو اوپر مذکور ہوئی شاہد ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح سے بھی تاویل نقل کرکے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور ابن عباس کے کلام کی تاویل کے واسطے یہی معنے لائق ہین واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت مین ایک معنی دیگر نکلتے ہین قولہ واذکر ربک اذا نسیت یعنی جب تو بھولے تو اپنے رب کو یاد کر۔ پس تعلیم ہے کہ نسیان کے وقت اللہ تعالے کی یاد کرنی چاہیے کیونکہ نسیان از جانب شیطان ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ یعنی مجھے اُسکی یاد مین لانے سے شیطان ہی نے بھلا دیا تھا پس نسیان از جانب شیطان ہے اور رب عز وجل کی یاد اس نسیان کو دور کرنے والی ہے۔ وَقُلْ عَسَىٰٓ أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا (تو کہہ کہ نزدیک امید ہے کہ مجھے میرا رب ہدایت دے اس سے زیادہ قریب کی۔ رَشَدًا از راہ رشد و صواب کے یعنی زیادہ صواب و رشد کی مجھے ہدایت دیدے اور معنی یہ ہین کہ جب تجھ سے کوئی چیز پوچھی جاوے جسکو تو نہین جانتا ہے تو اسکے واسطے اللہ تعالے سے سوال کر اور اسکی طرف متوجہ ہو کہ اس بارہ مین تجھے بہتر رشد و صواب کی توفیق دے اور تجھکو آگاہ کردے۔ ذکرہ الامام اور سراج مین لکھا کہ یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ قصہ اصحاب کہف بیان کرنے سے میری صدق نبوت پر دلیل دی تو مجھے اور بھی زیادہ رشد کی اُمید ہے چنانچہ اس سے زیادہ دلیل انبیاء علیہم السلام کے حالات و اخبار غیب دیے جو صدق نبوت و تحقیق رسالت حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر نہایت واضح دلائل ہین۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولا تقولن لشی انی فاعل ذلک غدا الآیہ۔ اللہ تعالے نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منازل عبودیت و مشاہد ربوبیت مین ادب سکھلایا کہ وجود کو ظہور وجود قدیم ازلی مین محو کر دے اور کل کو مقام توحید مین قائم باللہ دیکھے اور یہ مقام عین الجمع ہے اور قدم کو حدوث سے منفرد دیکھے اور یہ محض تجرید و تفرید ہے اور علم مخلوق کو مشیت ازلی سے منقطع کر دیا پس دو باتین بتلائین اثبات کسب یعنی مخلوق کو چاہیے کہ علم حاصل کرنے کا طریقہ جاری رکھے اور سابقہ تقدیر پر یقین رکھے پھر قولہ الا ان یشاء اللہ سے اسرار مشیت سب پر مبہم کر دیے بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خود مختار نہین چھوڑا کہ شریعت کے سوا اُسکے اسرار مین سے جو چاہین خبر دین بلکہ جو حق عز وجل نے خبر دی اُسی قدر خبر دینے کا اختیار دیا پھر اپنی قدرت و اسرار علوم غیب بیان کرنے کی اجازت نہین دی قولہ واذکر ربک اذا نسیت۔ اس مین تنبیہ ہے کہ جس نے مشاہدہ حق مین اپنی نفس کو دیکھا اور اُسپر حکم کی جہت سے علوم حاصل کرنا لازم ہوا ہے اور اس سے اکتساب و سہو دنفس ساقط نہین ہوا ہے تو اُسکو حق سے نسیان ہوتا ہے کیونکہ پہلے قولہ لا تقولن لشیٔ الآیہ کہنے کے بعد قولہ اذکر ربک الخ دلیل ہے کہ جب کسی نے اپنی نفس کو مشاہدہ کیا تو مشاہدہ رب عز وجل سے غائب ہوا پس اسکو یاد کر یعنے اُسکے مشاہدہ مین اپنے نفس سے غائب ہو اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب تو متصف بصفات و متحد ہوا اور تجھپر انانیت کا بھید غالب ہو پس جب تو نے مقام انانیت مین رب کو یاد کیا تو وہان التباس کو جو مکر قدم کہلاتا ہے کچھ دخل نہین رہا تو جب قدم کو یاد کیا تو اُسکا عدم ظاہر ہو گیا اور جب اُسکا عدم ظاہر ہوا تو حدوث فانی ہو گیا اور قدم باقی رہا اور وہان

ربوبیت کے نزدیک امر عبودیت ظاہر ہوا۔ اور یہان یہ بھی اشارت ہے کہ یاد کر اپنے رب تعالےٰ کو جب کہ تو اُسکے مشاہدہ مین غائب
ہوجاوے جسکو ذکر کرتا ہے تاکہ وحدانیت مین فنا رسے چھوٹ جاوے اور بقاے حق عز وجل کے ساتھ باقی رہے اور دیدار ابدی حاصل
ہو کیونکہ اگر رب عز وجل کا ذکر نہ ہو اور ذات مذکور سے اُسکے ذکر کی طرف رجوع نہ ہو تو اسمین فنا رہو جاوے اور حقائق وجود کو نہ پاوے
کیونکہ مجذوب فانی کو وہ نہین ملتا ہے جو سالک متمکن کو حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یاد کر اپنے رب کو جبکہ اُسکے مشاہدہ سے
اپنا حظ فراموش ہوجاوے اور اُسکے شہود سے اپنے اوپر غائب ہوجاوے پس یاد کر تاکہ ذکر سے دیدار مذکور پر فائز ہوا اور یہ بھی اشارہ ہے
کہ یاد کر رب کو جب کہ اُسکا ذکر کرنا تجھکو تجھے فراموش ہو کیونکہ مذکور کے دیدار مین ذکر کو دیکھنا درحقیقت مذکور کا نسیان ہے اور یہ بھی اشارہ ہے
کہ جب حدوث اپنا فراموش ہوجاوے تو رب عز وجل کو یاد کرے کیونکہ اُسکا ذکر درحقیقت ذکر نہین ہوگا جب تک کہ ماسواے اِسکے
سب فنا رہو جاوے اور جب حدوث قدم مین فنا رہو جاتی ہے تو ذکر صافی ہوجاتا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب نسیان ہو بوجہ
خیال اس چیز کے جو تو نے اُس سے پایا ہے تو رب عز وجل کو یاد کر اسلیے کہ ذکر کے مقامات مین توقف کرنا ذکر کے واسطے حقیقت مین
حجاب ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب نسیان تیرے نفس کا درمیان مین ہو تو رب عز وجل کو یاد کر کیونکہ اپنے وجود کو باقی دیکھنے سے
ذکر درحقیقت انفراد کے ساتھ نہ ہوا اور قدم کو حدوث سے منفرد نہ دیکھا۔ پھر حق تعالےٰ نے خطاب مین اشارہ کیا کہ اہل معرفت کو
امیدوار فرماوے کہ اعلیٰ واقرب مراتب کے امیدوار ہین بقولہ وقل عسی ان یہدین ربی لاقرب من ہذا رشدا۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو تمام خلق سے اللہ تعالےٰ عز وجل کی جناب مین نفس معرفت و اصطفائیت ازلی کے ساتھ قرب حاصل تھا لیکن بحر معرفت
ازلی ناپیدا کنار ہے باوجود اس کامل شرافت کے آپ کی معرفت اُسکے مقابلہ مین گویا ایک قطرہ تھی پس حق عز وجل نے حکم دیا کہ
حقائق معرفت ازلی مین سے زیادہ مانگین اور اقرب جو وصول الوصول مین زائد قرب ہو کیونکہ حق تمام وجوہ سے غیر متناہی ہے شیخ
ابن عطا رح نے کہا کہ جب تو اپنی نفس کو اور خلق کو بھول جاوے اسوقت رب عز وجل کو یاد کر کیونکہ اورون کے اذکار سے میرا ذکر
ممتزج نہین ہوتا ہے اور شیخ جنید رح نے کہا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذاکر اُسمین فنا رہو جاوے اور مشاہدہ مذکور مین ذکر ہو۔ شیخ شبلی رح
مخلوط ۱۲
نے کہا کہ یہ خطاب اہل حقیقت کو حقیقی نہین ہے کیونکہ محق کب حق کو فراموش کرتا ہے۔ قال المترجم اس مین تامل ہے کیونکہ حقیقت ذکر
موافق مذکور ہے اور مذکور جب جملہ وجوہ سے غیر متناہی ہے تو ذکر بھی غیر متناہی ہے اور مخلوق اس غیر متناہی کو متحمل نہین ہوسکتا پس
غایت یہ ہے کہ اہل الحق کو حق سے فراموشی نہین ہوتی بدین معنی کہ اہل غفلت کو فراموشی ہوتی ہے یہ فراموشی اہل حق کو نہین ہو لیکن یہ
کہ اہل حق کو جمیع وجوہ سے یاد رہے یہ مشکل ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ شیخ جنید رح سے یہ بھی مروی ہے کہ حقیقت ذکر یہ ہے کہ مذکور کے
ساتھ ذکر سے بھی فراموش ہو پس قولہ واذکر ربک اذا نسیت مین اشارت ہے کہ جب ذکر کو بھی بھول جاوے تو مذکور تیری صفت ہوگی۔
شیخ رح نے کہا کہ مجھے یہان ایک نکتہ ظاہر ہوا کہ حق جمیع صفات و ذات سے غیر متناہی ہے اور سب کا ذکر مخلوق پر واجبی حق ہے اور صفات
قدیمہ و ذات پاک کا ذکر حادث سے غیر ممکن ہے تو گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ جمیع الذکر مخلوقات کا اُسکی صفات پاک قدیم
کے ایک ذرہ برابر نہین پہونچا پس تمام مخلوق کے تمام اوقات جو ذکر مین صرف ہون وہ درحقیقت مرتبہ نسیان مین ہین کیونکہ اس
ذکر کا مرتبہ قدم تک نہین پہونچتا ہے تو گویا اشارہ ہے کہ ہر ذکر کے بعد ذکر چاہیے اور درمیان مین کچھ فتور نہ ہو کیونکہ یاد تو ہمیشہ برابر ہو اور جب
ہو کیونکہ بعد ہر ذکر کے باقی سے نسیان ہے تو ذکر کبھی منقطع نہ ہوگا۔ لہذا ارشاد ہوا کہ قل عسی ان یہدین ربی لاقرب من ہذا رشدا۔ یعنے

مجھے ایسی معرفت عطا فرماوے کہ معرفت مذکور بصفت مشاہدہ و دیدار ذات وصفات عطا ہو اسطرح کہ مین اور میرا ذکر اسمین فنا ہو۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ ذکر کے اوپر ایک مرتبہ ہے کہ وہ رشد مین اقرب ہے اُسکے ذکر سے اور وہ تجدید نعوت ہے کہ تجھے اُسکے یاد کرنے سے تجدید ہوتی ہو قبل اسکے کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر سے اللہ تعالےٰ کی طرف سبقت ہو۔ اور مجھے یہان ایک اور نکتہ ظاہر ہوا کہ ذکر وقت نسیان کے بدین معنی کہ جب اُسکو بزبان حدوث ذکر کیا تو یہ نسیان ہے اور اگر حقیقت ذکر چاہیے تو متصف بصفات حق ہو کر مجھے میری صفت سے ذکر کر یعنے اُس زبان سے جو مجھ سے تجھے عطا ہوئی ہے بعد اتصاف مذکور کے تاکہ اس صورت مین حقیقی ذکر پر فائز ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے قصہ اصحاب کہف مین آخر آیت بیان فرمائی بقولہ

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ٥ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهٗ

اور مدت گذری انپر اپنی کھوہ مین تین سو برس اور اوپر سے نو تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت وہ رہے اُسی پاس

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ

ہین چھپے بھید آسمان وزمین کے عجب دیکھتا اور سنتا ہے کوئی نہین بندون پر اُسکے سوا مختار اور نہین شریک کرتا

فِي حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ٥١

اپنے حکم مین کسی کو

مفسرین کے یہان دو قول ہین ایک یہ کہ یہ آیت بھی کہنے والون کے قول کا بیان ہے اور دوم یہ کہ اس آیت سے اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کی مقدار لبث بیان فرمائی ہے۔ شیخ ابن جریر رح نے ذکر کیا کہ بنو اسرائیل نے اختلاف کیا تھا کہ لوگون کے اطلاع ہونے کے بعد اصحاب کہف کب تک غار مین رہے تو بعض نے کہا کہ تین سو برس اور بعض نے کہا کہ تین سو نو برس فعلی ہذا معنی یہ ہین کہ کہا لوگون نے وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ اور ٹھہرے اصحاب کہف اپنے غار مین تین سو برس یعنی بعد لوگون کے اطلاع کے۔ اور یہ ایک فریق کا قول ہے اور دوسرا فریق تو کہا۔ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ اور بڑھائے نو برس پس اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ یہ لوگ کہنے والے غلطی کرتے ہین بلکہ یہ مدت تو وہ ہے جب تک سوتے رہے ہین اور اُسکے بعد جگائے گئے ہین اور اسکے بعد کی مدت کسی بشر کو معلوم نہین ہے تو حکم دیا کہ اس بارہ مین مخالفانہ گفتگو فضول امر ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے علم پر چھوڑنا چاہیے۔ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا۔ کہدے اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے جسقدر وے ٹھہرے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ آدمی کسی آیت کی تفسیر کرتا ہوا اور جانتا ہے کہ یون ہی ہے ولیکن جتنی آسمان وزمین مین دوری ہے اتنی دور چلا جاتا ہے اصل معنی نہین پاتا ہے پھر پڑھا قولہ تعالےٰ ولبثوا فی کہفھم الآیہ۔ اور کہا کہ قوم کتنے دنون ٹھہری تو لوگون نے کہا کہ تین سو نو برس تو فرمایا کہ اگر یہی مقدار ہوتی تو اللہ تعالےٰ نے پھر فرمایا کہ قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ ولیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے لوگون کے بیان اور بیہودہ اختلافات کو ذکر فرمایا کہ سیقولون ثلثۃ رابعہم کلبہم ویقولون الی آخرہ پھر فرمایا وسیقولون لبثوا فی کہفھم الآیۃ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ قوم کے لوگ مطلقاً اسکی لبث کی مقدار اسقدر خیال کرتے حالانکہ بعد اطلاع کے پھر اُنکا حال مخفی ہوگیا تو اگر قبل اطلاع کے اول دخول غار سے جگائے جانے تک یہ مقدار کہتے اور پھر اللہ تعالےٰ کے علم پر چھوڑتے یا مطلقاً اللہ تعالےٰ کے علم پر چھوڑتے تو دلیری وجرأت زبان کی نہ ہوتی کیونکہ غیب کی بات زبان سے نکالنا جہالت اور دلیری ہے۔ قرطبی رح نے کہا کہ اسمین دو قول ہین کہ اصحاب کہف کس حال مین ہین بعض نے کہا کہ مر گئے اور

اجسام اُنکے خاک مین مل گئے اور بعض نے کہا کہ زندہ ہین خواب مین ہین اجسام اُسی طرح ہین پس ابن عباس سے مروی ہے کہ بعض غزوات
شام مین لوگ انکے ساتھ تھے اور مقام کہف پر گذرے اور وہان ہڈیان دیکھین تو ابن عباس نے کہا کہ وہ قوم تھی کہ مدت طویل سے مرکر فانی
ہو چکی ہین۔ اقول شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ قتادہ رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے حبیب ابن مسلمہ کے
ساتھ جہاد کیا اور بلاد روم مین اُنکا گذر ایک غار پر ہوا جسمین انھون نے ہڈیان دیکھین تو ایک نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیان ہین تو
ابن عباس رح نے کہا کہ خاک ہو گئین انکی ہڈیان اکثر تین سو سال سے رواہ ابن جریر رح۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُنکا گذر مقام کہف پر نہین
ہوا تھا جیسا کہ قرطبی کے کلام سے وہم ہوتا ہے بلکہ ایک غار تھا اُسکو کہف مذکور گمان کیا ورنہ فی الحقیقت کہف مذکور مخفی ہے اور رہا کلام ابن عباس
تو محتمل ہے کہ انھون نے ہڈیون پر یہ حکم لگانے سے ناخوش ہوکر طعن کیا ہو کہ تین سو سے زیادہ سال تک تو اللہ تعالےٰ نے اُنکو خواب مین رکھا
کوئی کیونکر دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ اُنکی ہڈیان ہین بلکہ معلوم نہین کیا حال ہے واللہ اعلم۔ پھر قرطبی نے کہا کہ ایک فرقہ نے یہ روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حج خانہ کعبہ ادا کریگا اور اسکے ساتھ والون مین اصحاب کہف بھی ہونگے کیونکہ
انھون نے ہنوز حج نہین کیا ہے۔ یہ شیخ ابن عیینہ رح نے ذکر فرمایا ہے اور اسی کے مانند توریت و انجیل موجودہ مین ہے اور ہم نے اس روایت کو
پورا پورا اپنے تذکرہ مین بیان کر دیا ہے پس اس روایت کے موافق وے مرے نہین اور نہ مرینگے بلکہ قبل قیامت کے مرینگے۔ انتہی مترجماً۔ یہ تو
ایک تفسیری قول تھا اور قول دوم یہ کہ یہان اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ آیت خبر ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے
اپنے رسول علیہ السلام کو کہ کس قدر مدت اصحاب کہف اول مرتبہ جگائے جانے تک سوتے رہے ہین تو یہ تین سو برس شمسی ہین اور نو برس
قمری حساب سے اُسپر زیادہ ہین کیونکہ شمسی حساب سے ہر سو برس پر قمری تین برس بڑھتے ہین لہذا تین سو برس شمسی پر نو برس قمری حساب
سے زیادہ ہوے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ حساب سے یہ کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا ہے
اور مین کہتا ہون کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ سرسری حساب جسمین عوام کو بھی تردد نہین ہے یہ ہے کہ ہر تین سال مین ایک مہینہ بڑھتا ہے بلکہ
کچھ زیادہ تحقیق ہے تو تین سو سال مین سو مہینہ سرسری طور پر اور ایک سو آٹھ مہینہ تحقیق حساب مین بڑھے ولیکن مترجم کے نزدیک شمسی و قمری
کے حساب کو آیت مین داخل کرنا بلا ضرورت ہے جبکہ آیت مین مصرح ہے کہ تین سو پر نو برس زائد یعنی تین سو نو برس تھے اب رہا بیان
اسکا کہ عنوان کلام مین ازدیاد نو برس کو اسطرح کیون فرمایا ہے تو یہ بلیغ ہے کہ نفس بیدار ہوکر قدرت آلٰہیہ مین خوض کرتا ہے کہ تین سو پر
اور نو برس بڑھے ہوے ہین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وقولہ تعالےٰ قل اللہ اعلم بما لبثوا اسکے یہ معنی ہین کہ جب تجھ سے سوال کیا جاوے کہ
کتنے دن ٹھہرے اور تیرے پاس علم نہو اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے آگاہی بھی نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت مین اُسکا علم اللہ تعالےٰ پر مفوض کردے
کہ وہی خوب جانتا ہے جسقدر ٹھہرے۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی مثلاً دریافت کیا جاوے کہ اول سے درمیانی جگائے جانے تک اور پھر اُسوقت
سے ابتک کیا مدت ہے تو تجھے چاہیے کہ کہدے اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ وے کس قدر ٹھہرے۔ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی
کے واسطے مخصوص ہے غیب آسمانون و زمین کا یعنی وہی اُسکو جانتا ہے یا جس شخص کو اپنی مخلوق مین سے ان غیوب مین کسی بات پر مطلع کردے
تو وہ جان جاوے۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس آیہ کے یہ جو معنی ہم نے بیان کیے ہین اسی پر ہین اکثر علماے تفسیر جیسے مجاہد رح اور اکثر علماے سلف و
خلف رحمہم اللہ تعالےٰ اور قتادہ رح نے کہا کہ قولہ تعالےٰ ولبثوا فی کہفہم الآیہ۔ اہل کتاب کا قول اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا کر اُسکو رد کردیا بقولہ تعالےٰ
قل اللہ اعلم بما لبثوا الآیہ۔ اور کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رض کی قرأت مین بھی یون ہے وقالوا ولبثوا فی کہفہم الآیہ۔ یعنی یہ قول اور لوگون کا ہے

پس یہ قول قتادہ ومطرف ابن عبداللہ کا ہے ولیکن قتادہ رح کے اس قول مین تامل ہے کیونکہ اہل کتاب جوبات کہتے ہین وہ یہ ہے کہ تین سو
برس وہ لوگ رہے یعنی شمسی حساب سے پس اگر اللہ تعالیٰ اہل کتاب کا قول نقل فرماتا تو ازدیاد نوبرس کا بیان نہ ہوتا۔ اور ظاہر یہان یہ ہے کہ یہ
اللہ تعالےٰ کی طرف سے اخبار ہے کہ اصحاب کہف اتنے دنون ٹھہرے ہین اور اہل کتاب کی حکایت قول نہین ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح
نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ قتادہ نے جو قرأۃ ابن مسعود رض نقل کی ہے وہ روایت منقطع ہے پھر جمہور کی قرأۃ کے مقابلہ مین شاذ ہے تو اس سے
حجت قائم نہین ہوسکتی ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ کذا ذکرہ الحافظ رح اور ابن عطیہ نے کہا کہ قولہ لبثوا فی کہفہم۔ سے مراد وہ لبث ہے جو اول خواب
سے تا بیداری درمیانی ہوا جو لوگون کو مطلع کرنے کے واسطے ہوئی اور قولہ قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ سے وہ لبث مراد ہے جو اس بیداری کے
بعد ہوا ہے اور شاید کہ اہل کتاب اپنی اٹکل سے اسمین گفتگو کرتے ہون تو ذکر دیا کہ اول مقدار تین سو نو برس ہے اور بعد کی مقدار کو سواے
اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا غیب اسی کے واسطے ہے۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ خوب البصیر ہے وہ غیب کا اور خوب سمیع ہے۔ ابن جریر رح
نے کہا کہ مدح مین کمال ہے گویا کہا کہ ما ابصرہ وما اسمعہ۔ اور تاویل کلام یہ ہے کہ کیا خوب دیکھنے والا ہے اللہ تعالےٰ ہر موجود کو اور کیا
خوب سننے والا ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے۔ قتادہ نے کہا کہ پس کوئی دیکھنے والا اللہ تعالےٰ سے زیادہ نہین اور نہ زیادہ سننے والا ہے۔
ابن زید نے کہا کہ جو چیز مخلوقات سے موجود ہے حاضر وغائب سب کے افعال واقوال دیکھتا وسنتا ہے کذا فی تفسیر الامام رح اور دوسری
تفاسیر مین ہے کہ مفاد اس کلام کا تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی شان دیکھنے کی چیزون مین اور سننے کی چیزون مین قیاس سے باہر ہے کوئی
دیکھنے وسننے والا اسکے مانند دیکھنا وسننا نہین رکھتا ہے بلکہ قیاس سے ادراک نہین کرسکتا ہے اسکے دیکھنے مین غائب وحاضر ورات و
دن وزمین کی تہ در تہ کی اندر اور ہزارون پردون مین مخفی اور ہزار در ہزار ظاہر سب یکسان ہین اور ہر چیز کا رخ وپشت وجوف وذرہ
ذرہ اور کرورون بے شمار چیونٹیان وبے انتہا پتیان وگھاس کے باریک ریگین اور بے انتہا خلقت ہر دم وہر ساعت اسکے دیکھنے مین یکسان
ہین اور یہی حال سننے مین ہے پس غیب السموات والارض اسی کے واسطے مخصوص ہے۔ بعض نے کہا کہ ابصر بہ صیغہ التعجب نہین ہے بلکہ
ضمیر راجع بحق عزوجل ہے اور معنی یہ ہین کہ دیکھ اسکے ساتھ یعنی دیکھنا اس نظر سے ہو جو اللہ تعالےٰ نے وحی سے یا نور ایمان سے دیدی اور مترجم
کہتا ہے کہ اول اولی بظاہر تفسیر ہے اور دوم قول اگر اشارات مین شامل ہو تو مناسب ہے اور اسی صورت مین مراد اس سے ابصار بحق
عزوجل یعنی نعوت حق ہے اور وہ معنی قرب نوافل کے ہین جیسا کہ سابق مین توضیح گذری ہے فافہم۔ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ
نہین ہے اہل سموات وارض کے لیے یا اصحاب کہف کے لیے کوئی متولی امور سواے اللہ تعالےٰ کے تو وہی انکے حال سے خوب آگاہ ہے خلق
اسی کی ہے اور حکم اسی کا ہے۔ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهٖٓ اَحَدًا اور وہ اپنے حکم مین کسی کو شریک نہین کرتا ہے۔ پس لازم ہے کہ کوئی اسکے
غیب مین باتین نہ بناوے اور کسی بات پر حکم نہ لگاوے اور جوبات اسنے بتلا دی اسکا بیان کرنا اسی کا حکم ہے۔ سراج مین لکھا کہ قولہ فی
حکمہ ای فی قضاءہ یعنی جوبات اللہ تعالےٰ نے جاری کی انہین مخلوقات آسمان وزمین وغیرہ مین سے کسی کو شریک نہین کرتا یعنی کسی کو اسمین
کچھ دخل نہین ہے کیونکہ وہ بذات خود غنی ہے اور بعض نے کہا کہ حکم یہان غیب ہے یعنی اسکے غیب مین کسی کو دخل نہین ہے اور اس سے
لازم ہے کہ ہر شخص اعتقاد رکھے کہ اسکے حکم وغیب اور سب باتون مین کوئی اسکا شریک نہین ہے۔ واضح ہو کہ کرامات اولیاء اللہ کچھ شرک
نہین ہے لیکن جو شخص جہالت سے انکی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ ولی مختار ہے جو چاہے کرے یا یہ چاہے تو ہمارے واسطے ایسا ہو جاوے تو یہ
جہالت ہے اور اسنے اعتقاد توحید مین خلل ڈالا اور بعضے سمجھدار لوگ کبھی کہہ بیٹھتے ہین کہ فلان ولی چاہے تو یہ ہو جاوے ولیکن انکا مطلب

یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے قصد وارادہ سے فانی ہے اور قبضۂ قدرت آلٰہی میں مثل بے اختیار اطفال کے پرورش پاتا ہے تو اس کی زبان
جب ہی جاری ہوگی جب اللہ تعالےٰ جل شانہ چاہے تو اُنکا یہ قصد ہوتا ہے کہ اُسکی زبان پر کچھ جاری ہو تو ہم کو پتہ معلوم ہو کہ اللہ تعالےٰ کا
اسمین کیا حکم ہے. پھر جس نے بڑی نعمت پہچان لی کہ قبول بارگاہ آلٰہی ہونا کمال بزرگی ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ ظاہر و باطن بندہ کا ولی
و متولی امور ہوا اور دنیاے فانی سے فنا ہو یہ عین حیات و زندگانی دائمی ہے تو وہ ولی کی قدر پہچان گیا اور اُسنے دیکھ لیا کہ اصحاب کہف
رحمہم اللہ تعالےٰ کیسے سایۂ رحمت مین دنیا سے غافل اور قبضۂ قدرت آلٰہی مین پرورش پاتے اور زندہ جاوید ہین اور اگر یہ دنیاے ناچیز
و ناپائدار کچھ چیز ہوتی تو خواب سے بیدار ہونے پر تو انکو ایک روپیہ کا طعام لذیذ کھلا دیا جاتا بلکہ جن نعمتون مین وے لوگ سرفراز ہین انکے
مقابلہ مین دنیاوی لذائذ تلخ و ناگوار ہین ولیکن یہ عجیب پردہ و بھید ہے کہ دنیاوی بیداری حاصل ہونے مین انھون نے دنیاوی
بھوک و غذا کی خواہش کی پس اس قصہ مین ایک مسلسل بیان ہے جس سے سب حال معلوم ہوگیا اور یہ بیان جسقدر ہے بہت سے کمالات
علمی کو شامل ہے. فافہم. سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ اہل السنۃ والجماعۃ نے اسی قصہ سے کرامات اولیاء حق
ہونے پر حجت پائی اور تمام منکرون کو جو کرامات اولیاء سے اور عادت کے برخلاف امور جاری ہونے سے انکار کرتے ہین مغلوب و مقہور کیا.
اور ہم نے سورہ یونس مین تحت قولہ تعالےٰ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون. ولی کی پہچان وصفت بیان کردی ہے جسکا خلاصہ
یہ ہے کہ وہ اہل سنت کے اعتقادات پر اور فرائض و واجبات پر مستقیم اور جہانتک ممکن ہوسکتا ہے طریق سنت کے اتباع پر حریص ہوتا ہے اور
ظاہر و باطن یکسان ہوتا ہے. پھر کرامات اولیاء صحیح ہونے پر آیات قرآن و احادیث صحیحہ و آثار متواترہ اور عقل سب شاہد ہین پس قرآن مجید
مین سے حجت چند آیات ہین. الحجۃ الاولیٰ قصہ مریم علیہا السلام ہے جسکی تفسیر سورۂ آل عمران مین گذری اور اس مین بہت سی کرامات
ہین کیونکہ وے نبی نہ تھین تو ملائکہ نے اُنسے باتین کین. بچپن مین اُنکو رزق ملا بقولہ کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا قال یامریم
انی لک ہذا الآیہ. جذع نخلہ سے پختہ تازے چھوہارے گرے. وہاندا اُسکے وہان غور کرو. الحجۃ الثانیۃ قصہ اصحاب کہف ہے تین سو
نو برس سوتے رہے. آفتاب اُنسے کتراتا تھا دہن اُن کو ضرر نہین پہونچاتی تھی. بھوک پیاس اُن کو نہین ستاتی تھی. بغیر کھانے پانی کے
اتنی دراز مدت زندہ رہے. بغیر بیداری کے تندرست رہے. آندھی پانی وہان نہین پہونچتا تھا. الحجۃ الثالثۃ قولہ تعالےٰ قال الذی
عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک. یعنی سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کی نسبت حکم دیا ہے تو ایک شخص نے
جسکے پاس کتاب سے علم تھا سلیمان ؑ سے یہ کہا کہ مین اُسکے تخت کو تمھارے پاس لاتا ہون قبل اسکے کہ تمھاری پلک پھرے. اور فوراً حاضر
کردیا. اس سے کرامت ظاہر ہے اور وہ اسقدر دور کی مسافت کیونکر طے کرگیا و لایا اور یہ شخص علم کتاب رکھتا تھا تو ولایت کی کرامت ہے
اور متعصب کہتا ہے کہ اگر یہ آیت استدلال مین نلیجاوے تو قرآن مین آیات ہین کہ صریح شاہد ہین. اور ثبوت کے واسطے اگر اسقدر آیات
نہ ہون بلکہ ایک ہی ہوتی تو کافی تھی اور انکار اُس کا جہالت و گمراہی و قلب کی کجی و ایمان کا خلل ہے پھر اُسکے ساتھ احادیث صحیحہ
مشہورہ بہت ہین ولیکن خطیب رحمہ اللہ نے ان احادیث مین اختصار و اجمال کیا ہے پس جو مقصود ہے وہ صاف بیان ہے اور
اصل حدیث اپنے مقام پر کتب حدیث مین دیکھ لے جسکا جی چاہے ازانجملہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گہوارہ مین نہین کلام کیا مگر تین بچون نے ایک عیسی علیہ السلام اور ایک طفل نے زمانہ جریج مین اور ایک
طفل دیگر پس عیسی علیہ السلام کا کلام کرنا تو معلوم ہے اور جریج ایک شخص بنی اسرائیل مین سے عابد زاہد تھا اور اُسکی ماں زندہ تھی وہ ایک روز نماز

پڑھتا تھا اسکی ماں کو اسوقت اپنے بچہ کے دیکھنے کو جی چاہا تو اُسنے پکارا کہ او جریج - وہ نماز مین تھا اُسنے رب عزوجل سے عرض کیا کہ اے رب میری ماں و میری نماز ہے یعنی ماں کا دیکھنا اچھا یا نماز پڑھنا پھر نماز پڑھنے لگا پھر اُسکی ماں نے دوبارا پکارا اُسنے پھر جناب باری تعالے مین مانند اول کے عرض کیا اور نماز پڑھنے لگا پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا یہ بات اُسکی ماں کو ناگوار گذری اور اُسنے بد دعا کی کہ الٰہی اسکو موت نہ آوے جب تک یہ بدکار عورت کا مُنھ نہ دیکھے اور بنو اسرائیل مین ایک عورت بدکار تھی اُسنے لوگون سے دعوی کیا کہ مین ایسی ہون کہ جریج کو فتنہ مین ڈالدونگی کہ وہ مجھ سے زنا کرے - پھر وہ جریج کی طرف آئی اور کوشش کی مگر کچھ قابو نہ پایا مجبور ہوئی اور وہان ایک چرواہا تھا جو رات کو جریج کے صومعہ مین آکر سو رہتا تھا جب یہ بدکار عورت اپنے مکر مین جریج سے عاجز ہوگئی تو اُسنے اس چرواہے کو اپنی طرف لبھایا اور اُسنے اُسکے ساتھ زنا کیا اور اُسکے پیٹ رہا جس سے بچہ پیدا ہوا پھر کہنے لگی کہ میرا یہ بچہ جریج کے نطفہ سے ہے پس بنو اسرائیل جریج کے پاس آئے اور اسکا صومعہ توڑ ڈالا اور اُسکو بُرا بھلا کہا اس مرد خدا نے صبر کیا اور اس طفل کو چونکا اور کہا کہ تیرا باپ کون ہے ابو ہریرہ کہتے ہین کہ گویا مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہون جب آپ نے مبارک ہاتھ سے اشارہ کیا کہ او لڑکے تیرا باپ کون ہے اُسنے کہا کہ چرواہا یہ دیکھکر بنو اسرائیل نادم ہوے اور جو حرکت اُنسے سرزد ہوئی تھی جریج سے اُسکا عذر کیا اور کہا کہ ہم آپ کا صومعہ سونے و چاندی سے بناوین اُسنے انکار کیا اور جیسا تھا ویسا ہی بنا لیا مترجم کہتا ہے کہ تیسرے طفل کا حال بیان ہونے سے پہلے جریج کے طفل سے ایک مسئلہ نکلتا ہے وہ سن لینا چاہیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے جو اسکی جورو نہین اور نہ اسکی باندی ہے جس سے وطی حلال ہو بلکہ اُسپر حرام ہے ایسی عورت سے زنا کیا اور بچہ پیدا ہوا تو امام ابوحنیفہ و شافعی و سب فقہار کے نزدیک یہ بچہ اس زنا کار مرد کا وارث نہین ہوسکتا اور اپنی ماں کے ساتھ لاحق کیا جائیگا اور اگر بجاے اسکے لڑکی جنی ہو تو مرد بدکار کا بھائی یا خود اسکی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہین تو امام شافعی و بخاری و دیگر فقہار کا یہ قول ہے کہ اُن مین رشتہ نہین قائم ہوگا اور نکاح کرنا جائز ہے اور یہ قول حضرت علی رض یا ابن عباس رض سے بخاری رح نے روایت کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہین بھید یہ ہے کہ رشتہ ایک حرمت و کرامت ہے اور جب یہ نہین تو استحقاق کرامت نہ ہوا یا یہ شیطان کے دخل سے ہے بہرحال کچھ ہو یہ ان فقہار کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک یہ نہین جائز ہے اور ان مین رشتہ قائم ہوگا اور زنا کرنے والا اس دختر کا باپ ہوگا چنانچہ شاہد منصوص اُسپر جریج کا قصہ ہے کہ وہ طفل جو زنا سے پیدا ہوا تھا اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اُسنے کہا کہ چرواہا تو معلوم ہوا کہ وہ باپ ہوگیا پس اب نکاح حرام ہے اور یہی قول واللہ اعلم صحیح و ماخوذ ہے - فافہم - رہا تیسرا طفل تو ایک عورت تھی اُسکے ساتھ ایک طفل تھا جو اُسکا دودھ پیتا تھا اتنے مین اُدھر سے ایک مرد نوجوان خوبصورت سوار گذرا عورت نے دیکھکر کہا کہ الٰہی میرے لڑکے کو ایسا کیجیو پس لڑکا بولا کہ الٰہی مجھے ایسا نہ کیجیو پھر اُدھر سے ایک عورت گذری لوگ کہتے جاتے تھے کہ اُسنے چوری کی اُسنے زنا کیا اور ماری جاتی تھی اُسکو دیکھکر طفل کی ماں نے کہا کہ الٰہی میرے بیٹے کو ایسا نہ کیجیو پس لڑکے نے کہا کہ الٰہی مجھے ایسا ہی کیجیو طفل کی ماں نے اس لڑکے سے اُسکی شکایت کی تو پھر بول اُٹھا کہ وہ سوار تو ایک مرد ظالم تبہ کار تھا مین نے نہین چاہا کہ مین اُسکے مثل ہون - اور یہ عورت تو لوگ اسکو کہتے کہ ارے تو نے زنا کیا ہے حالانکہ اُسنے زنا نہین کیا اور لوگ اسکو کہتے کہ تو نے چوری کی ہے حالانکہ اُسنے چوری نہین کی ہے اور وہ کہتی کہ حسبی اللہ مجھے میرا اللہ تعالے کافی ہے پس مین نے چاہا کہ اُسکے مثل ہون مترجم کہتا ہے کہ مصیبت مین مبتلا ہونے والے کے مثل کیونکر اُسنے خواہش کی حالانکہ یہ حدیث مین منع ہے تو جواب یہ ہے کہ آخر کا حرف کہ حسبی اللہ اسکا جواب ہے یعنی مصائب کی خواہش کرنا اسواسطے ممنوع ہے کہ مصیبت مین

صبر نہ کرنے سے زیادہ ابتری ہوجاتی ہے ولیکن جو شخص کہ اللہ تعالے کی بلاؤن مین اسطرح صابر وشاکر ہو کہ اُسنے سب کچھ چھوڑ کر صرف اللہ تعالے کو
اپنا کافی کرلیا تو اُسکے واسطے ثواب عظیم اسقدر ہے کہ وہ اندازہ سے باہر ہے فافہم - ازانجملہ خبر غار ہے اور وہ مشہور ہے صحیح مین ابن عمر رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگون مین سے تین آدمی تھے کہ انکو رات مین جگہ ایک غار مین ملی وے
اسمین گھس گئے پس پہاڑ مین سے ایک پتھر ٹوٹ کر گرا اور اُسنے اُنکے غار کا مُنہ بند کر دیا الی آخر الحدیث اور مین نے یہ حدیث تحت قولہ
ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا - پوری بیان کر دی ہے - ازانجملہ حدیث ہے کہ بہت سے پراگندہ بال وگرد پڑے ہوئے شکستہ
وخستہ جنکا کچھ شمار نہ کیا جاوے اگر وہ اللہ تعالے پر قسم کھالے تو اللہ تعالے اُسکی قسم پوری کرتا ہے - اِس حدیث مین کوئی تفریق وتفصیل اس
بات کی نہین کہ کس بات پر قسم کھاوے تو اُس کی کرامت کے واسطے ہر بات پوری ہوجاویگی - اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری کی
حدیث ثلاثی مین حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا حال مذکور ہے کہ انکی دختر ربیع بنت انس نے انصار مین سے ایک لڑکی کے دانت
توڑ دیے یعنی کھیل مین اور انھون نے قصاص کا دعوی کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم بیان کیا - انس رضہ نے کہا کہ
یارسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑینگے واللہ یارسول اللہ اُسکے دانت نہ توڑیے آپ نے فرمایا کہ اے انس اللہ تعالے کی کتاب مین
قصاص ہے قسم مت کھا پس مدعی لوگ قصاص کے دعوی سے باز آئے اور دیت پر راضی ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندون
مین سے ایسے ہین کہ اگر اُسپر قسم کھالین تو وہ انکی قسم پوری کرتا ہے - یعنی باوجود فہمایش کے مدعی لوگ دیت پر راضی نہ ہوے تھے اور آپ ہی
دیت پر بعد قسم حضرت انس کے راضی ہوگئے - ازانجملہ وہ حدیث ہے جو سعید بن المسیب نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درمیان مین کہ ایک شخص اپنی گائے ہانکے لیے جاتا تھا اُسپر بوجھ لادا تھا کہ گائے نے منھ موڑا اور متوجہ ہوکر بولی -
کہ مین اسواسطے نہین پیدا کی گئی ہون مین کھیتی کے لیے مخلوق ہون پس لوگون نے آپس مین کہا کہ سبحان اللہ گائے بولتی ہے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان لایا مین اس بات پر اور ابوبکر وعمر - مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث طویل ہے اور اسمین بھیڑیے کی گفتگو وغیرہ بھی مذکور ہے
اور صحابی جو حدیث کے راوی ہین انھون نے کہا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اسوقت مجلس مین موجود تھے - اہل الحق نے کہا ہے کہ اسمین اشارہ
ہے کہ یہ دونون رضی اللہ عنہما اسوقت اپنے غوث رسالت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنے وبائین وزیر تھے جیسے ہر زمانہ مین ایک قطب
کے ایسے دو وزیر ہوتے ہین اور ترمذی کی روایت مین مذکور ہی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے آسمانی دو وزیر جبرئیل و
میکائیل ہین اور زمینی دو وزیر ابوبکر وعمر ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضہ کے جنازہ پر کھڑے ہوے اور
فرمایا کہ اللہ تعالے تم کو اپنے دونون صاحبین کے ساتھ داخل کرے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضہ کے ساتھ داخل کرے کیونکہ
مین نے بہت سُنا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوے کہ داخل ہوا مین اور ابوبکر وعمر اور نکلا مین وابوبکر وعمر یعنی اپنے ساتھ دونون کو
شریک کیے رہتے تھے - ازانجملہ حدیث ابوہریرہ رضہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بیچ مین کہ ایک شخص تھا اُسنے بادل سے
آواز سُنی کہ باغ فلان بن فلان کو سیراب کر دے پس وہ بادل روانہ ہوا تو یہ شخص بھی اُسکے پیچھے روانہ ہوا جا کر اُسنے آگے دیکھا کہ پانی
نے اس باغ کو سیراب کر دیا پس یہ شخص اندر گیا کہ یہ کون شخص ہے جا کر دیکھا کہ ایک آدمی بیلچہ کدال سے اُسکو درست کر رہا ہے پانی کے راستہ
بناتا ہے اس سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اُسنے بتلایا کہ فلان بن فلان جو اُسنے بادل سے سنا تھا - پوچھا کہ تو اپنے اس باغ مین کیا کرتا ہے جب
اُسکو توڑتا ہے اُسنے کہا کہ تجھے اس پوچھنے سے کیا فائدہ ہے وہ شخص بولا کہ مین اسوجہ سے پوچھتا ہون کہ مین نے بادل سے ایسی ایسی آواز سُنی

تب اُس آدمی نے کہا کہ خیر جب تو نے یہ بات کہی تو مین کہتا ہون کہ جب مین اسکا غلہ لیتا ہون تو اُسمین سے ایک تہائی اپنے عیال کے واسطے رکھ لیتا ہون اور تہائی مسکینون و محتاجون کو خیرات کر دیتا ہون اور ایک تہائی اسی باغ مین لگاتا ہون۔ یہ سب احادیث صحیحین مین و صحاح مین بھی موجود ہین۔ اور صحاح مین احادیث کثیرہ موجود ہین جنکا لانا تطویل ہے اور رہے آثار تو اس کثرت سے ہین کہ اُنکا شمار نہین ہو سکتا ولیکن تھوڑے آثار صحابہ خلفاء راشدین سے شروع کر کے لکھتا ہون۔ از انجملہ صحیح ہوا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور آپ کا جنازہ لیکر قبر مبارک رسول اللہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہونچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سلام کیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ یہ جنازہ ابو بکر کا دروازہ پر ہے پس دروازہ فوراً کھل گیا اور آواز آئی کہ لاؤ حبیب کو حبیب کے پاس۔ یہ ایسی کرامت ہے کہ اُسکا مثل نہین دیکھا جا سکتا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامات بسند صحیح مروی ہین از انجملہ آپ نے ایک لشکر آذربیجان کو بھیجا اور اُسپر ساریہ بن الحصن کو سردار کیا پھر ایک روز مدینہ مین جمعہ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے اور جماعت صحابہ نماز مین حاضر تھے کہ ناگاہ خطبہ پڑھتے پڑھتے آپ زور سے چلائے کہ اے ساریہ پہاڑ پہاڑ۔ اس مین بعضے صحابہ متحیر ہوے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین نے وہ تاریخ لکھ لی پھر تھوڑے دن بعد اس لشکر کی طرف سے قاصد آیا اور بیت المال کا حصہ غنیمت لایا اور اُسنے بیان کیا کہ یا امیر المومنین یہ عجیب بات ہوئی کہ ہم سے جمعہ کے روز کفار سے لڑائی ہوئی اور ہم نے اُنکو شکست دی اور وقت نماز جمعہ کا تھا اور کافرون نے ہمارے واسطے پہاڑ پر کمین کی تھی اور قریب تھا کہ ہم لوگ اس غفلت مین سب ہلاک ہو جاوین کہ ناگاہ ہم نے ایک آواز سُنی کہ یا ساریہ الجبل الجبل اے ساریہ پہاڑ پہاڑ پس ہم نے ہوشیار ہو کر انتظام کیا اور اللہ تعالے نے مومنون کو بچایا اور کافرون نے شکست پائی اور بہت مال غنیمت ہم نے پایا اُسمین سے یہ پانچوان حصہ بیت المال کا سردار نے بھیجا ہے۔ قاصد چاہتا تھا کہ وہ آواز لوگون نے حضرت عمر رضہ کی وہان پہچانی تھی تو اس ذکر سے تحقیق ہو جاوے۔ آپ نے کچھ نہین کہا ولیکن وہ بات مشہور ہو گئی۔ واضح ہو کہ ولی کی کرامت دراصل اپنے پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق کا معجزہ ہوتا ہے جسکی پیروی سے اس ولی کو یہ کرامت ملی ہے اور امام رازی رح نے کہا کہ بعض اہل تذکیر سے مین نے نکتہ سُنا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر کو اپنے سمع و بصر کی منزلت پر فرمایا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے بصر ہونے کی فضیلت سے اتنے دراز فاصلہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ از انجملہ یہ ہے کہ مصر کے دریاے نیل مین جاہلون کے زمانہ مین یہ رسم جاری تھی کہ سال مین وہ ایک وقت پر تھم جاتا اور اسکا سیلاب نہین ہوتا تھا اور تمام مصر کی کھیتی اسی پر ہے تو وہ جب سیلاب نہ لاتا تو اہل مصر نہایت پریشان ہوتے یہانتک کہ ایک خوبصورت لڑکی کو زیور سے آراستہ کر کے اس مین ڈالتے تب اُسمین جوش و سیلاب آتا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین مصر فتح ہوا اور اسلام کا زمانہ آیا تو وہان کے فتح کرنے والے سردار نے جو عمرو بن العاص رضہ تھے اُنھون نے جب یہ سنا تو انکار کیا وہان کے لوگون نے کہا کہ اے سردار ہم لوگ پریشان ہونگے چنانچہ وقت آیا تو وہ سیلاب نہ لایا پس عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سب حال لکھا کہ وہ سیلاب نہین لایا پس عمر رضی اللہ عنہ نے لڑکی چڑھانے کی سخت ممانعت لکھی اور ایک پرچہ پر لکھا کہ از جانب بندۂ خدا عمر بجانب نیل مصر خبردار ہو کہ اگر تو اپنے حکم سے جاری ہوتا ہے تو مت روان ہو اور اگر اللہ تعالے کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو برابر جاری ہو۔ اور حکم دیا کہ میرا یہ پرچہ اُس مین ڈالا جاوے جیسے یہ خط آپ کا اس مین ڈالا گیا تو دریاے نیل جوش مین آیا اور بڑے شور سے اُسمین آواز ہوئی اور ایسا سیلاب آیا کہ کبھی نہین آیا تھا اور پھر کبھی وہ نہین رکا اور یہ دیکھکر ہزارون کافر مسلمان ہو گئے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جب مدینہ مین حضرت عمر رضہ کے وقت مین زلزلہ آیا اور لوگون کو

نقصان پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو تم نے کچھ احداث شروع کیا ہے خبردار رہو اور لوگ روئے پھر زلزلہ آیا تو زمین کو دُرہ مارا کہ ٹھہر اللہ تعالے کے حکم سے پس فوراً سکون ہوگیا اور پھر زلزلہ نہ آیا۔ از انجملہ مدینہ کے ایک محلہ مین آگ لگی اور لوگون کو خوف ہوا کہ شہر جلجائیگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پرچہ پر لکھدیا کہ اے آگ بجھ اللہ تعالے کے حکم سے۔ لوگون نے یہ پرچہ آگ مین نیزہ پر باندھکر جیسے پہونچایا ہے فوراً آگ بجھ گئی از انجملہ بادشاہ روم نصرانی کا ایلچی حضرت امیر المؤمنین عمر رضہ کے پاس آیا اور مدینہ مین پہونچکر اُسنے تعجب کیا کہ خلیفہ کا دربار دولت کہان ہے اور گمان کیا کہ شاہان روم کی طرح محل و قصر ہوگا لوگون نے کہا کہ اُنکے واسطے یہ کچھ نہین ہے وہ تو کسی جنگل مین اُٹھتے بیٹھتے ہونگے وہ جنگل کی طرف روانہ ہوا اور آخر لوگون نے دور سے پتہ دیا کہ وہان اس پانی پر ہین اُسنے آکر دیکھا کہ اپنا درہ اپنے سر کے نیچے رکھکر خاک پر سوگئے ہین ایلچی کو خواہ مخواہ خوف نے گھیرا لیکن اُسنے تعجب کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس سے تمام مشرق و مغرب کے لوگ تھرتھراتے ہین اور یہ تو اس حال پر ہے پھر اپنے دل مین قصد کیا کہ لاؤ اکیلا پاکر سوتے مین اُسکو قتل کردون کہ لوگ اُس سے خلاصی پاوین جب ہی اُسنے تلوار نکالی اور اُٹھاکر چلا کہ ناگاہ زمین سے دو شیر نکلے اور اُسکی طرف غصہ مین چلے یہ خوف سے کپکپانے لگا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑی اُسکے شور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوے اور کچھ نہ دیکھا تو اس سے خوف و چلانے کا سبب پوچھا اُسنے یہ سب حال سچ سچ بیان کیا اور قدمون کو بوسہ دیکر مسلمان ہوگیا۔ امام رازی رحہ نے کہا کہ اس سے زیادہ متواتر یہ معانی ہین کہ زینت دنیا سے بالکل دور رہتے اور اپنی مزدوری سے کھاتے اور ہیبت اور شوکت کے سامان مین سے کچھ نہین رکھتے تھے باوجود اسکے اسقدر دور دراز تک کی بڑی سلطنت پر مشرق سے مغرب تک اُنکی حکومت تھی اور دبدبہ و ہیبت الٰہی اُنپر اسقدر تھی کہ کسی کو سرتابی کی مجال نہ تھی اور جس نے تواریخ کو دیکھا وہ خوب جانتا ہے کہ زمانہ حضرت عمر رضہ سے اسوقت تک جو اُنکو میسر ہوا کسی کو میسر نہین ہوا ہے پھر باوجود اس حالت کے جسمین زینت و ہیبت کی کوئی چیز نہین تھی کچھ شک نہین کہ رعب و ہیبت الٰہی سے انھون نے تمام سلطنتون پر سیاست کی ہے اور یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضہ سے بھی بہت سی کرامات مروی ہین از انجملہ بعض صحابہ رضہ سے مروی ہے کہ مین راستہ مین جاتا تھا ناگاہ میری نظر ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور پھر مین نے اسکو غور سے دیکھا پھر مین وہان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپکے پاس لوگ تھے پس آپ نے ناگاہ خشم سے فرمایا کہ تم مین سے بعض کا کیا حال ہے کہ میرے پاس آتے ہین حالانکہ اسکی آنکھون نے زنا کیا ہے آیندہ اگر مین نے ایسا پایا تو اسکو حد مارونگا بعد اسکے مین نے پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی آتی ہے فرمایا کہ نہین لیکن فراست ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ ڈرو فراست مومن سے کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہے۔ از انجملہ یہ کہ جب آپ شہید ہوے اور زخم سے خون ٹپکا تو قرآن مجید پڑھتے تھے پہلا قطرہ اس آیت پر پڑا فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم یعنی قریب ہے کہ تیرے واسطے اللہ تعالے کافی ہوگا انکو سزا دینے مین۔ اور یہی ہوا کہ جن لوگون نے یہ فتنہ برپا کیا تھا پریشانی مین پڑے اور ادھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضہ کے خون کا دعویٰ کیا اور بہت لڑائیان ہوئین ولیکن حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ بعد کو خلیفہ ہوے اور حق ہر حال مین آپکے ساتھ تھا اور آپکے اتباع مین اہل فتنہ کے واسطے بھی غنیمت ہوا کہ عذاب ظاہری سے بچ گئے ولیکن پریشانی اٹھاکر مرے۔ از انجملہ روایت ہے کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا کھینچکر آپکے گھٹنے پر مارا تھا پھر بعد اسکے جہجاہ کے گھٹنے پر آکلہ کی بیماری ہوئی یعنی وہ بیماری کہ بدن سڑنے لگتا ہے اور کسی تدبیر سے نہین اچھا ہوتا ہے اندر ہی اندر کھاتا جاتا ہے نعوذ باللہ منہ۔ رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ تو آپکی کرامات مین بہت کثرت ہے از انجملہ یہ ہے کہ ایک غلام اسود آپ سے محبت

رکھتا تھا اُسنے چوری کی وہ آپ کے سامنے لایا گیا آپ نے اُس سے کہا کہ کیا تو نے چوری کی ہے اُسنے کہا کہ جی ہاں پس آپ نے اُسکا ہاتھ کاٹ دیا اور چھوڑ دیا وہ جاتا تھا کہ راہ مین اُسکو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ و ابن الکوا رحمہ اللہ ملے۔ ابن الکوا نے کہا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹ ڈالا اُسنے جواب دیا کہ امیر المومنین یعسوب المسلمین داماد رسول و زوج بتول کرم اللہ وجہہ نے۔ سلمان رضہ نے پوچھا کہ انھون نے ہاتھ کاٹا اور تو مدح کرتا ہے اُسنے کہا کہ کیون نہ مدح کرون کہ اُنھون نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے آگ سے چھڑایا سلمان رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حال بیان کیا آپ نے اسود کو بلایا اور اپنا ہاتھ اُسکے بازو پر رکھا اور ایک رومال سے ڈھانک دیا اور کچھ دعائین پڑھین تو ہم نے آسمان سے ایک آواز سُنی کہ رومال ہٹاؤ پس ہم نے ہٹایا تو وہ ہاتھ اچھا ہو گیا تھا یعنی پورا درست ہو گیا تھا کرامات آپ کی مشہور و مستفیض ہین اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت سے بہت کچھ کرامات مروی ہین انمین سے ہم چند ذکر کرتے ہین۔ ازانجملہ محمد بن المنکدر نے سفینہ مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ مین کشتی مین سوار ہو کر روانہ ہوا ناگاہ وہ کشتی ٹوٹ گئی جس مین مین سوار تھا اور مین ایک تختہ پر رہگیا اور وہ تختہ مجھے ایک جنگل گنجان مین پھینک گیا جس مین شیر رہتا تھا وہ شیر نکلا اور میری طرف کو آیا مین نے اُس سے کہا کہ اے ابوالحارث مین سفینہ ہون مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پس شیر میرے آگے آگے ہو گیا مجھے راستہ بتلاتا چلا جب مین جنگل سے باہر ہو گیا تو اُس نے گونجتی ہوئی آواز کی میری سمجھ مین آیا کہ مجھے وداع کرتا ہے اور لوٹ گیا۔ ازانجملہ انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ عشار کے بعد اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی انصاری دونون حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد مین باتین کرتے رہے یہانتک کہ رات زیادہ آئی پھر آپ کے پاس سے نکل کر روانہ ہوے اور رات بہت اندھیری تھی پس انمین سے ایک کا عصا روشن ہو گیا دونون اُسکی روشنی مین چلے جہان راستہ بدلا وہان دوسرے کے ساتھ بھی آدھی روشنی ہو گئی اور ایک روایت مین ہے کہ دوسرے کا عصا روشن ہو گیا پس ہر ایک اُس روشنی مین اپنے اپنے گھر پہونچ گیا۔ ازانجملہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنسے کہا گیا کہ تمھارے لشکر مین بعضے لوگ شراب پیتے ہین پس رات کو سوار ہو کر لشکر مین پھرے تو ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہے اور اسکے ساتھ شراب ہے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے اُسنے کہا کہ سرکہ ہے فرمایا کہ الٰہی سرکہ ہو وہ شخص خوش ہو کر اپنے لوگون کی طرف چل دیا کہ مین بچ آیا جب اپنے ساتھیون کے پاس گیا تو کہا کہ یارو ایسی شراب لایا ہون کہ کبھی عرب نے پینے کو نہ پائی ہوگی فخر سے بیان کیا جب انھون نے کھولا تو دیکھا کہ سرکہ ہے تو اُس سے کہا کہ ارے تو سرکہ لایا ہے اُسنے دیکھا تو نادم ہوا اور کہا کہ واللہ یہ خالد کی دعا سے ہوا ہے۔ ازانجملہ مشہور واقعہ خالد رض کا زہر پی لینے کا ہے کہ بادشاہ کفار کے ایلچی نے منجملہ تحفہ کے زہر ہلاہل کی ایک شیشی دی کہ بادشاہ کے خزانہ کی ہے اور آپ لڑائی مین جس دشمن کو دیدین فوراً مر جاوے اور اُسکی بہت تعریف کی اور اسکے واسطے تاثیرین بیان کین یہانتک کہ آپ نے تکبیر کہی اللہ اکبر اور اُسکو کھول ڈالا اُسنے ہر چند گھبرا کر عجز کیا کہ یہ قاتل ہے آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر اُسکو پی لیا اور کچھ بھی نہ ہوا یہ دیکھکر وہ ایلچی سخت متحیر اور نادم ہوا ازانجملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ راستہ مین جاتے تھے اس راہ مین شیر کھڑا تھا اور اسطرف لوگون کی جماعت اسکے ڈر سے نہین جاسکتی تھی پس آپ نے راستہ سے اس درندہ کو ہانک دیا پھر فرمایا کہ آدمی پر درندے اُسوقت تک مسلط ہوتے ہین کہ آدمی اُنسے ڈرتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی سے نہ ڈرے تو اُسپر کوئی چیز مسلط نہ ہو۔ ازانجملہ علاء حضرمی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علاء حضرمی کو غازیون کے ساتھ بھیجا یہ لوگ جاتے تھے راہ مین ایک دریا حائل ہو گیا پس علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے اسم اعظم پڑھا اور سب کے سب پانی پر چلے گئے۔ تقریب التہذیب مین بعضے صحابہ رضی اللہ عنہ کے ذکر مین ہے کہ بعد موت کے لوگون سے باتین کین پھر جنازہ پر سو رہے اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے

اسد الغابہ کی تلخیص اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بہت کچھ کرامات مین سے لکھی ہین ولیکن صحابہ رضہ مین ایسے خوارق عادات کم تھے بوجہ اسکے کہ وہ لوگ استقامت مین درجہ اعلیٰ رکھتے تھے اور نور نبوت اُسوقت تک دلون مین مستقر تھا اور خود اُنکے چہرے سے ظاہر تھا اسیواسطے کرامات متاخرین مین بعد صحابہ وتابعین کے بہت ظاہر ہوے ہین اور اولیاء اللہ کی حالات وتذکرات کی کتابین اس سے بھری پڑی ہین جنکو کوئی شمار نہین کرسکتا ہے جو چاہے اُنکو مطالعہ کرلے اور امام رازی وغیرہ نے کرامات کے جواز پر دلائل عقلیہ بھی بیان کیے ہین اور وہ کئی وجہ سے ہین۔ وجہ اول یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی کو ایذا دی تو مین نے اُس سے لڑائی کا اشتہار دیا۔ یہ کمال تہدید ہے کہ ولی کی ایذا کو اپنے ساتھ لڑائی قرار دیا اور کون مخلوق ہے جو اُس خالق عز وجل وحدہ لا شریک سے محاربہ کرے پھر یہ معنی اس حدیث سے زیادہ موکد ہوگئے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز فرماویگا کہ اے آدمی مین مریض ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ مین نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے نہ پلایا مین نے تجھ سے کھانا چاہا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ عرض کریگا کہ الٰہی مین یہ کیسے کرسکتا تھا اور تو رب العالمین ہے اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اُسکی عیادت نہ کی اور تجھے یہ نہین معلوم تھا کہ اگر تو عیادت کرتا تو اُسکو میرے پاس پاتا اور ایسا ہی کھانے وپانی مین مذکور ہے اور اصل حدیث صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے پس معلوم ہوا کہ اولیاء الٰہی ان درجات عالیہ ومقامات رفیعہ پر پہونچتے ہین تو ایسی صورت مین کون مشکل رہی کہ اللہ تعالےٰ انکو روٹی پانی دے یا جانور مسخر کردے۔ بلکہ کچھ بھی مشکل نہین ہے کہ تمام جہان اُسکے لیے مسخر کردے ولیکن سب کچھ اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے تو چاہیے اُسکی زبان وہاتھ سے جاری کردے۔ وجہ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کسی بندے نے میری طرف تقرب اس سے زیادہ محبوب فعل سے نہین چاہا کہ جو مین نے اُسپر فرض کیا ہے اُسکو ادا کیے اور بندہ نوافل سے برابر میری طرف تقرب چاہتا ہے یہانتک کہ مین اُسکو محبوب کرلیتا ہون پھر جب مین نے اسکو محبوب کرلیا تو مین اُسکے لیے کان ہوجاتا ہون کہ مجھ سے سنتا ہے اور آنکھ ہوجاتا ہون کہ مجھ سے دیکھتا ہے اسیطرح زبان وہاتھ وپاؤن کو بیان کیا اور فرمایا کہ پھر وہ مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا ہے اور مجھی سے بولتا ہے اور مجھی سے چلتا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ اُنکے کان وغیرہ مین اللہ تعالےٰ کے سواے غیر کے لیے کچھ حصہ نہین رہا ہے اور یہ مقام بہت زیادہ شریف ہے اس سے کہ سانپ اژدہا یا درندہ کسی کے واسطے مسخر ہو یا خوشۂ انگور کسی کو لیجاوے پس جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے بندہ ان درجات عالیہ کو پہونچا تو اسمین کون مشکل ہے کہ جنگل مین اُسکو ایک روٹی اور ایک گھونٹ پانی دیدیا جاوے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے بندہ کو محبت وطاعت وایمان وشکر ورضامندی وغیرہ نعمتین عالی عطا فرمائین تو بعد انکے دنیاوی مخلوقات کی چیزین سب ہیچ وفانی ہین سے جو کچھ دیدے بالکل بعید نہین ہے تو کرامات سے انکار کرنے والے باوجود ظہور ان امور کے محض جہالت سے انکار کرتے ہین منکرون کے چند اوہام ہین جنکو بیان کرکے انکی غلطی پر تنبیہ کردینا مناسب ہے۔ وہم اول یہ کہ خرق عادت کو اللہ تعالےٰ نے رسول کی تصدیق کے لیے معجزہ رکھا ہے پس اگر یہ خرق عادت ولی کی طرف سے کرامت ظاہر ہو تو پیغمبر کی رسالت پر دلیل نہ رہے۔ اس وہم کا جواب یہ ہے کہ ولی کی کرامت درحقیقت اپنے پیغمبر کی تصدیق کا معجزہ ہوتی ہے کیونکہ ولی وہ ہے جو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی اُمت مین سے اُسکی رسالت کی تصدیق کرتا ہے اور لوگون کو اُسکی سنت پر ہدایت کرتا ہے حتی کہ اگر وہ ایسا نہ ہو تو گمراہ ہے ولی نہین ہے پس اُسکی کرامت سے پیغمبر کی رسالت کی زیادہ تصدیق ہوتی ہے برخلاف متوہم کے کہ اُسنے اپنے وہم سے اُسکو برعکس سمجھا تھا یہ کیسی نادانی ہے اور حاصل یہ ہے کہ پیغمبر صاحب شرع ودعوی نبوت ہے اور ولی متبع شرع وسنت پر قائم ہونے کا حریص اور اس امر سے خوفناک ہوتا ہے کہ اسکے افعال

موافق سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نہین ہین اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تصدیق کرنے والا ہوتا ہے پس اُسکے ہاتھ سے جو کرامت ہوتی ہے وہ دلیل ہے کہ یہ شخص راہ راست پر ہے اور وہ شرع اُسکے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم صحیح وصادق رسول ہین اور یہی معنی ہین کہ ولی کی کرامت در حقیقت اُسکے پیغمبر کی تصدیق کے واسطے معجزہ ہی اور جسقدر نبوت کا زمانہ زیادہ گذرے اُسیقدر ولی کی کرامات زیادہ افضل ہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ولی وہ ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع وسنت پر مستقیم ہو۔ وہم دوم یہ کہ شرع مین مدعی پر گواہ لانا واجب ہے اور منکر پر قسم ہے پس اگر ولی مدعی ہو تو اُسکی کرامت کی تصدیق سے چاہیے کہ اُسپر گواہ لانا لازم نہو ورنہ لازم آتا ہے کہ اُسکو جھوٹا سمجھین اور اگر گواہ نہ مانگین تو شرع کا حکم نہ مانین۔ اس وہم کا جواب یہ ہی کہ کرامت امر باطنی ہی اور اس سے لازم نہین آتا کہ ولی کو سہو نہوا ہو تو ممکن ہی کہ اُسنے سہو سے دوسرے پر دعوی کیا ہو پس گواہ ضرور ہین علاوہ اسکے یہ امر کچھ اُسکی کرامات مین سے نہین ہے۔ علاوہ اسکے شرع کا اتباع اسکی ولایت کی تصدیق ہے پس حکم الٰہی جو عام کے واسطے ہے وہی اُسکے واسطے ہی۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ کرامت ایک فعل حق عزوجل ہے جو اُسنے بندۂ مقرب مین پیدا کر دیا اور ولی کا فعل اختیاری نہین ہی پس ولی پیمانند اورون کے یہ لازم ہے کہ شرع کے افعال واحکام بجالاوے اور جب کبھی اللہ تعالے چاہے اُسکے ہاتھ وزبان وغیرہ سے کرامت ظاہر کردے اور ہمارے نزدیک ولی کے واسطے یہ شرط نہین کہ وہ معصوم ہو۔ وہم سوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ہجرت مین مکہ سے مدینہ کو کئی روز مین پہونچے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ ولی ایک روز مین مکہ معظمہ پہونچ جاوے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس۔ یعنی یہ جانور تمھارے بوجھ کو ایسے شہر مین پہونچاتے ہین کہ جہان تم نہین پہونچتے مگر اپنی جان پر مشقت اٹھا کر۔ پس اگر ولی ایک شہر سے دور ملک کو دم مین پہونچ جاوے تو اس آیت مین طعن ہوگا۔ جواب وہم یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبل ہجرت کے رات مین بیت المقدس تک اور وہان سے جہانتک اللہ تعالے نے چاہا تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے مگر مکہ سے مدینہ کو کئی روز مین تشریف لے گئے تو جیسے ہر ایک فعل باختیار الٰہی عزوجل ہے یون ہی اگر ولی بغیر کرامت کے جاوے تو بہت مدت مین پہونچے اور اگر اللہ تعالے اُسکو بطور کرامت پہونچاوے تو جتنی جلدی چاہے پہونچاوے اور رہا آیت مین بیان اسی قدر ہے کہ جیسے عادت مین لوگ جاتے ہین اسیطرح بدون سواری مشقت سے پہونچو اور یہ ولی کے حق مین بھی مسلم ہے اور یہان تو کرامت کے طور پر فعل الٰہی سے پہونچنے مین کلام ہے۔ اب تمام اوہام دفع ہوگئے اور خوب جان لینا چاہیے کہ جن لوگون کو ایسے اوہام طاری ہوتے ہین اُنکو معارف الٰہی واحوال قلوب وقرب نوافل وغیرہ مدارج کرامت سے بالکل غفلت وجہالت ہوتی ہے اسی وجہ سے طرح طرح کے حیلے اُنکا نفس اٹھاتا ہے اور شیطان اپنے وسواس سے اُنکو پستی مین گراتا ہی اور اگر طریق سنت پر مستقیم ہوتے اور قلب مین انوار وفیوض حاصل ہوتے تو خود ہی پہچان لیتے کہ حق کیا ہے اور وہ اسطرح ظاہر ہے کہ کسی وہم کو وہان گنجایش نہین ہے۔ امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ولی اپنی ولایت کا دعوی کرے یا نہین پس محققین مین سے ایک قوم نے کہا کہ نہین جائز ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ اختلاف کا اشارہ کچھ بھی نہین ہے اہل الحق کے نزدیک بالاتفاق کوئی شخص اپنی نسبت مرتبہ ولایت کا دعوی نہین کرسکتا ہے حتی کہ وے اپنے واسطے مرتبہ ہی نہین ثابت کرتے ہین پھر جو لکھا کہ جواز دعوی کے قول پر ولی ونبی مین فرق یہ ہے کہ کرامت قطعی نہین ومعجزہ قطعی ہے مترجم کے نزدیک یہ دو وجہ سے سہو ہے اول یہ کہ مدعی ہونے کا جواز ہی غلط ہے اور دوم یہ کہ کرامت تو اتباع سنت ہی اور خرق عادت اُسکی دلیل ہی پس قطعی وبے قطعی کی تفصیل ایک اجنبی بات بیان فرمائی پھر ایک بات کا افادہ فرمایا کہ اہل الحق کے نزدیک ولی کو چاہیئے کہ ہمیشہ خائف وترسان ہو اور اکثر اوقات جو حق تعالے سے بندہ کو انقطاع ہوجاتا ہی [illegible]

کرامات کے مقام مین ہوتا ہے اسی واسطے تو محققین کو دیکھتا ہے کہ وے کرامات سے ایسے ڈرتے ہین جیسے کوئی سخت قسم کی بلا سے ڈرتا ہے
اور کرامت سے اُنس ہونا راہ سے قاطع ہونے پر چند امور دلالت کرتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہی کہ کرامت سے اُنس ہونا راہ سے قاطع ہی اول یہ کہ
کرامات ایسی چیزین ہین جو حق سبحانہ تعالے سے مغائر ہین اور غیر حق سے اُنس ہونا حجاب ہی اور جو شخص کہ محجوب از حق ہو وہ کیونکر مرتبہ قرب
ومنزلت مین پہونچیگا وجہ دوم یہ کہ جس شخص نے اپنے دل مین اعتقاد کیا کہ وہ مستحق کرامت ہو گیا بوجہ اپنے اعمال کے تو اسکے دل مین اپنے
اعمال کی ایک وقعت بہت بڑی ہوگی اور جسکے دل مین اعمال کی وقعت عظیم ہو وہ رب عز وجل سے جاہل ہی کیونکہ اگر وہ رب عز وجل کو
پہچانے تو جان لے کہ تمام طاعات جسقدر ممکن ہین اگر سب جمع کیجاوین تو جلال الٰہی کے مقابلہ مین سراسر قصور ہین اور جسقدر شکر کیا جاوے
اگرچہ بے انتہا ہو جب اُسکی نعمت کے مقابلہ مین آوے بالکل ہیچ ہی اور جسقدر معارف وحقائق وعلوم ہین سب اسکی عزت وشان کے مقابلہ
مین حیرت وجہالت ہین اور مین نے بعض کتابون مین پڑھا ہی کہ شیخ ابو علی الدقاق رحمہ اللہ کی مجلس مین یہ آیت پڑھی گئی الیہ یصعد الکلم الطیب
والعمل الصالح یرفعہ۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس امر کی علامت کہ تیرے عمل کو حق تعالے نے اُٹھایا ہے یہ ہے کہ تیرے ذہن مین تیرے عمل
کے واسطے اُٹھانے کا نشان نہ رہے اور اگر باقی رہے تو جان لے کہ تیرا عمل تیری نظر کے سامنے ہی وہ نہین اٹھایا گیا اور اگر تیری نظر مین نہ رہے تو وہ
مقبول اور اٹھالیا گیا ہی۔ وجہ سوم یہ کہ صاحب کرامت نے یہ کرامت اسی وجہ سے پائی کہ اُسنے عاجزی وتضرع جناب باری تعالے مین کیا اور
جب اُسنے تکبر وسربلندی کی اور کرامات سے اپنے آپ کو کچھ سمجھا تو وہ چیز تو باطل ہوگئی جسکے وجہ سے اُسنے کرامات کا درجہ پایا تھا تو یہ ایسا طریق ہے
کہ اُسکے ثبوت سے عدم ہو جاتا ہی یعنی اگر وہ شخص اپنی کرامت کو اپنی نظر مین ثابت کرے تو نیست ہو جائیگی اور اگر نیست کرے تو ممکن ہی کہ ثبوت ہو جاوے
اسی وجہ سے جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل ومناقب شریف کو بیان فرماتے تو آخر مین فرمادیتے کہ لا فخر یعنی مین فخر سے نہین کہتا
ہون بلکہ رسالت پہونچانے کے طریق پر آگاہ کرتا ہون اور فخر میرا اپنے رب عز وجل سے ہی جس نے یہ کرامات وفضائل مجھے عطا فرمائے ہین۔ وجہ
چہارم یہ کہ اللہ تعالے نے مخلص بندون کے وصف مین فرمایا کہ یدعوننا رغبا ورھبا پس رغبت ثواب مین اور رہبت عذاب سے اور بعض نے کہا
کہ رغبت وصال مین اور رہبت عقاب سے اور بعض محققین رحمہ نے کہا کہ احسن یہ ہے کیون کہا جاوے کہ رغبت ہم مین اور رہبت ہم سے یعنی
ہمارے واسطے رغبت کرتے ہین اور ہم سے ڈرتے ہین اور یہ معنی سب امور کو شامل ہین پس اسقدر بیان مین اہل عقل واہل سعادت کے واسطے
کفایت ہے اللہ تعالے ہمکو مع اقارب وعشائر واحباب کے اہل ولایت محمدیہ مین سے کردے بطفیل سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پھر
جب قرآن مجید جو کہ عجائب قدرت الٰہی واسکی شان عالی متعالی پر مشتمل ہی اور اسمین قصص اصحاب کہف وغیرہ مذکور ہین اس بات پر صریح دلیل ہی
کہ وہ معجزہ وحی الٰہی ہی تو حکم دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب مومنین اسکی تلاوت رکھین

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝

اور تلاوت کر جو وحی کیا گیا تجھے تیرے رب کی کتاب سے کوئی نہین بدلنے والا اُسکے کلمات کا اور کبھی نہ پاویگا تو سوا رب کے کوئی ملجا

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

اور روکے رکھ اپنے نفس کو ان لوگون کے ساتھ جو پکارتے ہین اپنے رب کو اول وقت اور آخر وقت چاہتے ہین اسکی رضامندی اور نہ

تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

تجاوز کرین تیری آنکھین اُنسے چاہتی ہون زینت حیات دنیا کو اور مت اطاعت کیجیو اُس شخص کی کہ غافل کردیا ہمنے اسکے دل کو اپنی یاد سے

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝

اور وہ پیچھے لگا اپنی خواہش کے اور اسکا امر حد سے بڑھا ہوا ہو

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ اور تلاوت کر جو وحی کی گئی تجھپر تیرے رب کی کتاب سے یعنی قرآن کی تلاوت کر سراج مین کہا کہ یعنی اسکی تلاوت کر اور جو اُسمین حکم ہے اُسی اتباع کر اور اُسپر عمل کر۔ واضح ہو کہ اتل از تلاوت ہے تو اسکے یہی معنی ہوے کہ تلاوت کر اور اگر تلو سے ہے جسکے معنی اتباع کے ہین تو یہ معنی ہوے کہ اتباع کر اُسکی جو تجھے وحی ہوئی ہے پس شاید کہ سراج مین دونون سے اشتقاق کے معنی بیان کر دیے اور شاید کہ مقصود یہ ہو کہ تلاوت کرنے سے مقصود عمل ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ تلاوت تو آپ کرتے تھے بعض نے جواب دیا کہ مراد یہ ہے کہ تلاوت پر مواظبت کر ہمیشہ تلاوت کیا کر۔ پھر واضح ہو کہ اگر آیت کا مقصود عمل کی تاکید ہے تو تلاوت آپ پر واجب ہوئی اور مقدار معلوم نہین کہ کل یا البعض۔ اور من کتاب بیان ما اوحی کا ہے یعنی جو وحی کی گئی وہ کتاب ہے اور بعض مراد نہین ہے۔ اور میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ مقصود آیت سے ابلاغ رسالت ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے رسول علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے کہ کتاب عزیز کی تلاوت کرین اور لوگون کو پہونچا دین۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ نہین بدل ہے اُسکے کلمات کا کوئی یعنی کوئی تغییر یا تحریف نہین کر سکتا وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور نہین پاویگا تو اُسکے سواے کو ملجا۔ ابن جریر رح نے کہا کہ فرماتا ہے کہ اے محمد اگر تو نہ تلاوت کرے اُسکی جو تجھے وحی کیا گیا ہے قرآن سے تو تیرے واسطے کوئی جاے پناہ سواے اللہ تعالے کے نہین ہے بمانند قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اور بمانند قولہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد یعنی تجھسے سوال کریگا کہ رسالت پہونچائی۔ کذا ذکرہ الامام رح اور یہ صریح ہو کہ مقصود آیت کا تاکید عمل نہین کیونکہ وہ تو آپ کا داب خلقی تھا بلکہ مقصود ابلاغ قرآن ہے کہ لوگون پر تلاوت کرو۔ پھر قولہ لا مبدل لکلماتہ مین بعض نے سوال کیا کہ نسخ سے تو تبدیل ہوتی ہو اور جواب دیا کہ نسخ سے کلمات کی تبدیل نہین ہوتی ہے بلکہ نسخ یہ ہے کہ منسوخ کا حکم ایک وقت معین تک کے واسطے ہوتا ہو اسوقت تک رہا پھر دوسرے وقت کے واسطے دوسرا حکم آیا تو منسوخ کلمات اپنے وقت پر بحال خود ہین اور ناسخ کلمات بجاے خود ہین اور سراج مین لکھا کہ اس سوال وجواب کی کچھ حاجت نہین جب کہ کہا گیا کہ کوئی شخص اُسکے کلمات کا مبدل نہین ہے سواے اُسکے۔ اور مین کہتا ہون بلکہ شیخ ابن کثیر رح کا قول اولی ہو کہ کوئی اُسکے حکم مین تغییر وتحریف نہین کر سکتا ہے۔ قولہ ملتحدا بعض نے کہا کہ تفسیر وبیان مین سواے اسکے کسی اور کی طرف مرجع نہین ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ اور روک رکھ اپنے نفس کو۔ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ ان لوگون کے ساتھ جو پکارتے ہین اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ اول وقت وآخر وقت يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہین اسکی رضامندی یعنی اُن لوگون کے ساتھ مجالست فرما جو اللہ تعالی کی تسبیح وتہلیل وتقدیس وتحمید وتکبیر کرتے ہین اللہ تعالے کے بندون مین سے خواہ وے فقیر ہون یا تونگر ہون قوی ہون یا ضعیف ہون۔ عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت ہے کہ وے لوگ ہین جو پانچون نمازون مین حاضر ہوتے ہین اور ایسا ہی ابن عباس رضہ سے مروی ہو یعنی اول وقت وآخر وقت سے پانچون نمازین مراد ہین سبب نزول آیت مین مروی ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہ جن لوگون کی تالیف قلوب منظور تھی جیسے عیینہ بن بدر واقرع بن حابس وعباس بن مرداس وغیرہ یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اچھا ہو تا کہ آپ صدر مجلس مین بیٹھتے اور ان لوگون وانکے جبون کی بدبو سے پوشید رہتے اور مراد انکی سلمان وابو ذر وفقراء مسلمین تھے جنپر بالون کے جبے رہتے اور اُن مین پسینہ آتا تھا تو ہم لوگ آپ کے ساتھ بیٹھتے اور آپ سے باتین کرتے اور آپ سے قرآن اخذ کرتے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا

واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک تا قولہ تعالےٰ انا اعتدنا للظالمین نارا الآیہ۔ رواہ البیہقی وغیرہ اور ابو الشیخ نے اپنی روایت مین یہ بھی زیادہ کیا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے اور انکو ڈھونڈھنے لگے جنکی نسبت فرمایا کہ واصبر نفسک مع الذین الآیہ تو آپ نے انکو مسجد کے موخر مین پایا کہ وہان اللہ تعالےٰ کی یاد کر رہے تھے پس فرمایا کہ الحمد اللہ کہ اُسنے مجھے موت نہین دی یہانتک کہ میری اُمت مین ایسے لوگ کردیے کہ اُنکے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تمھارے ہی ساتھ میری زندگی و موت ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے اس سبب نزول کو نہین لیا بلکہ ذکر کیا کہ اس آیت کے نزول مین کہا جاتا ہی کہ اشراف قریش کے بارہ مین نازل ہوئی جب انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ تنہا ہمارے ساتھ بیٹھیے اور بلال و عمار و صہیب و خباب و ابن مسعود وغیرہ ضعفاء مسلمین کو اس مجلس مین شریک نہ ہونے دیجیے بلکہ اُنکے واسطے کوئی جلسہ علیحدہ رکھیے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی الآیہ پس وہان تو حکم دیا کہ انکو طرد مت کرو یعنی اپنی مجلس سے کافرون تونگرون کو بٹھلانے اور اُنکے ایمان کی حرص مین انکو مت ہانکو اور یہان فرمایا۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم یعنی بلکہ اُنکے ساتھ اپنی نفس کو صبر دو اور بیٹھو کیونکہ محتاجون و مساکین کے ساتھ بیٹھنے سے دنیا نظرون مین خوار ہوجاتی ہی اور نفس کو اس فانی مین سے کفاف پر صبر رہتا ہی۔ صحیح مسلم مین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی کہ ہم چھ نفر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مین اور ابن مسعود اور ایک ہذیل کا آدمی اور بلال اور دو کے نام مین بھول گیا ہون تو مشرکون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان لوگون کو ہانک دیجیے ایسا نہو کہ ہم پر جرأت کرین پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل مین کچھ آیا جو اللہ تعالےٰ نے چاہا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیہ۔ انفرد بہ مسلم فی صحیحہ۔ پھر شیخ رحمہ نے غداۃ و عشی کے ذکر مین فضیلت کی احادیث مع بعض روایات متعلق تفسیر ذکر فرمائین مع اسانید جنکی تلخیص یہ ہے کہ امام احمد نے ابو امامہ باہلی رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے اور ایک قاص یعنی واعظ کچھ وعظ کرتا تھا وہ خاموش ہورہا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر بیان کر کہ مین اگر بعد نماز فجر کے بیٹھون یعنی ذکر مین یہانتک کہ آفتاب طلوع ہوجاوے تو مجھے چار بردے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہی۔ اور امام احمد نے کردوس بن قیس سے جو کوفہ مین عامہ لوگون کے واعظ تھے روایت کی کہ مجھے ایک شخص نے اصحاب بدر مین سے خبر دی کہ مین نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ آپ فرماتے تھے اگر مین ایسی مجلس مین بیٹھون تو مجھے چار بردے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہی شعبہ راوی کہتے ہین کہ مین نے پوچھا کہ کیسی مجلس۔ تو مجھ سے عبد الملک بن میسرہ میرے شیخ نے کہا کہ کوئی شخص نصیحت و ذکر کرتا تھا ابو داؤد طیالسی نے انس رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین ایسی قوم کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہون نماز فجر سے یعنی بعد نماز فجر کے طلوع آفتاب تک تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہی جسپر آفتاب طلوع کرتا ہی یعنی تمام دنیا وما فیہا سے محبوب تر ہی اور اگر مین اللہ تعالےٰ کا ذکر کرون نماز عصر سے غروب آفتاب تک تو مجھے زیادہ محبوب ہی اس سے کہ مین آٹھ بردے اولاد اسمٰعیل سے آزاد کرون جنمین سے ہر ایک کی دیت بارہ ہزار ہی۔ راوی نے کہا کہ ہم نے وہین حضرت انس کی مجلس مین شمار کیا تو سب دیتین ملکر چھیانوے ہزار ہوئین اور یہان بعض کہتے ہین کہ چار بردے اولاد اسمٰعیل سے اور قسم اللہ تعالےٰ کی کہ نہین فرمایا مگر آٹھ بردے کہ دیت ہر ایک کی بارہ ہزار ہی مترجم کہتا ہی کہ ابو داؤد طیالسی کی اسناد یہ ہی حدثنا محمد حدثنا یزید بن ابان عن انس رضہ یون ہی تفسیر ابن کثیر کے نسخہ مین ہی اور یہ اسناد صحیح ہی اور واضح ہو کہ راوی نے دیت اسی مجلس مین شمار کرنے کو جو بیان کیا تو یہ تمہید اُسکی تھی کہ بعضے چار بردے روایت کرتے ہین جنکے دیت ۴۸ ہزار ہوئی حالانکہ ہم کو آٹھ کی روایت یاد ہی اور دیت کا حساب بھی ہم کو ۹۶ ہزار یاد ہی فافہم۔ اور حافظ ابو بکر البزار رح نے ابو مسلم الاغر کوفی سے مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کی طرف گذرے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا تھا وہ خاموش ہورہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ مجلس ہی کہ جنکے ساتھ مجھے صبر سے

نفس کو روکنے کا حکم ہوا ہی۔ اور بزار رح نے دوسری اسناد سے اُسکو ابو مسلم الاغر سے اُنّے ابو ہریرہ و ابو سعید خدری سے مرفوع روایت کیا ہی اور امام احمد نے
انس بن مالک رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی قوم کہ مجتمع ہو کر ذکر کرین اللہ تعالے کا انکی کچھ غرض نہ ہو
سواے رضاے الٰہی کے مگر ضرور ہی کہ آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ کھڑے ہو درحالیکہ تمھاری مغفرت کردی گئی ہی تمھاری برائیان بدل کر
بھلائیان کردی گئی ہین۔ تفرد بہ احمد رحمہ اللہ۔ اور طبرانی رح نے عبد الرحمن بن سہل بن حنیف سے روایت کی کہ جب نازل ہوا قولہ۔ واصبر
نفسک مع الذین یدعون ربہم الآیہ تو اسوقت آپ اپنے ازواج مین سے کسی گھر مین تھے تو نکلکر ان لوگون کو ڈھونڈنے لگے تو آپ نے ایک قوم
کو پایا جو اللہ تعالے کی یاد کر رہے تھے بعضے انمین پریشان بال اور خشک کھال اور ایک ہی کپڑے مین لپٹے تھے جب انکو دیکھا تو انکے ساتھ بیٹھ گئے
اور فرمایا کہ حمد ہے اللہ تعالے کو جس نے میری اُمت مین ایسے لوگ کیے کہ مجھے حکم دیا کہ اپنی نفس کو انکے ساتھ مین صبر دون۔ سراج بن خطیب نے
ذکر کیا کہ ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ مین ایک ٹکڑی ضعفاء مہاجرین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا انمین بعضے بعض کو بسبب برہنگی کے
چھپاتے تھے اور ایک قاری انمین قرآن پڑھتا تھا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے تھے ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم مین
سے ایک آدمی قرآن پڑھتا تھا اور ہم سنتے تھے پس آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ جس نے میری امت مین ایسے کردیے کہ مین اپنے نفس کو انکے ساتھ صبر دون
پھر ہمارے درمیان مین بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بشارت ہو تم کو اے فقراء مہاجرین قیامت کے روز پورے نور کی سو تم تونگرون سے پانچ سو برس پہلے
جنت مین داخل ہوگے۔ بالجملہ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کے ساتھ اپنے نفس کو صبر دے جو اول وقت و آخر وقت یعنی
ہمیشہ اپنے رب عز وجل کو پکارتے ہین کچھ انکا مطلب نہین ہی صرف اُسکی رضامندی چاہتے ہین۔ اور فرمایا کہ۔ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ
اور نہ تجاوز کرین تیری دونون آنکھین اُنپر سے یعنی تو اُنسے بالکل تجاوز مت کر غیرون کی طرف جو ظاہر مین شرف و ثروت والے کافر ہین۔ تُرِیْدُ
زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ درحالیکہ تو ارادہ کرتا ہو زینت حیات دنیا کا یعنی مساکین ہین اور دوسرون مین زینت دنیا کا فرق دیکھ کر مساکین سے
نظر ہٹا کر دوسرون پر ڈالے۔ اس سے یہ مطلب نہین ہی کہ تو زینت حیات دنیا کو چاہتا ہی بلکہ انمین امتیاز کرنا فقط زینت دنیا کی وجہ سے ہوگا کیونکہ
عقبیٰ کی راہ سے تو مساکین ممتاز ہین۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور اسکی اطاعت
مت کیجیو جسکا قلب ہم نے غافل کردیا ہی اپنی یاد سے اور وہ پیچھے پڑگیا اپنی خواہش کے اور اسکا کام حد سے بڑھا ہوا ہی یعنی اُسکے اقوال و افعال
سارے غفلت و حماقت ہین۔ واضح ہو کہ قولہ لا تعد عیناک عنہم۔ سے یہ معنی نکل آئے تھے لیکن خوب تاکید سے ممانعت کے واسطے قولہ ولا
تطع من اغفلنا۔ کو بڑھا دیا۔ بعض نے کہا کہ وہ امیہ بن خلف ہی اور بعض نے عیینہ بن بدر کو بیان کیا اور صحیح یہ ہی کہ وہ لوگ جنھون نے ذاکران
حق عز وجل کو دور کرنے کو کہا تھا مراد ہین اور ابن بریدہ رض سے روایت ہی کہ ایک روز گرمی کے وقت عیینہ بن حصن فزاری قبل مسلمان ہونے کے
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے پاس سلمان رضی اللہ عنہ تھے جنکے جبہ سے پسینہ کی بو اٹھتی تھی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا
کہ جب ہم لوگ آپ کے پاس آوین تو آپ ایسے لوگون کو ہٹا دیا کرین کہ ہمکو ایذا نہو جب ہم چلے جاوین تو آپ جانین اور وے جانین تب یہ قول
نازل ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ سورہ مکیہ ہی اور سلمان رض کا اسلام مدینہ مین تھا اور فزاری بھی وہین آیا تو روایات مذکورہ کی صحت اسی وقت ہو سکتی
ہی کہ آیت مذکورہ مستثنیٰ ہو فافہم واللہ تعالے اعلم۔ ف عرائس مین ہی کہ قولہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم الآیہ اہل حقیقت یہان بکمال
اشارہ لیتے ہین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا مین صبر گران تھا تو اس آیت سے تسلی فرمائی کیونکہ آپ قلب سے ملکوت مین اور روح سے
جبروت مین اور سر باطن کے ساتھ مشاہدہ قدم مین اور عقل کے ساتھ انوار غیب مین مشتاق بحق تھے اور دنیا مین آپ پر صبر گران تھا بایں طور

کہ بصورت خلق کے ساتھ ہون گویا منازل قاب قوسین مین مشاہدہ جمال وجلال مین چاہتے پس حق سبحانہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کو
اُن فقرار عاشقین کے ساتھ محبوس فرماوے جو تمام اوقات مین مشتاق جمال ہین ہر وقت خواہش وجہ کرتے ہین چاہتے ہین کہ بازوے محبت سے
عالم وصال مین پرواز کرین پس تیرے حضور مین انکو تسلی رہیگی کیونکہ تیرے دیدار سے اُنکو ظہور اس جمال کا ہو پس تو اُنکے ساتھ مرافقت وموافقت
فرماویگا اور سر وعقل وروح وقلب سے عالم غیب مین ہوگا کیونکہ یہ سب تجلی کبریا کے مقامات ہین اور تیرے جوار قلب مین دونون جہان کو
گنجایش نہین ہو کیونکہ تیرا قلب معدن اسرار العلیین وعرش تجلی قدم ہو وہان کسی عدم کو گنجائش نہین ہو قولہ ولاتعد عیناک عنہم کیونکہ وے لوگ
تیری چشم پاک سے جب کہ وہ میرے مشاہدہ مین ہو آئینہ سے میری صفات کو مشاہدہ کرینگے قولہ ولاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ اور وہ درمیانی
وسائط پر نظر ہے واسطے زیادت معرفت کے اور وجہ یہ کہ وسائط درحقیقت مورث غفلت ہین اور حق سبحانہ تعالے نے قلوب خلق کو خود خلق سے
امتحان مین محجوب کیا ہو چنانچہ وہ مخلوق کو دیکھکر حقیقت سے غافل ہوجاتے ہین پس بعضے غافل کا سبب غفلت جنت ہے اور بعضے غافل کا
سبب غفلت خوف جہنم ہے اور بعضے غافل کا سبب غفلت غرور عبودیت ہو یعنی عبادت پر غافل ہو اور بعض کا سبب غفلت خواہش مزدوری
وثواب ہو اور بعضے غافل خواہش کرامات مین غافل ہین اور بعضے مجاہدات مین۔ اور بعضے غافل کا سبب غفلت عیش دنیا ہو اور سب سے زیادہ
باریک سبب غفلت کا لذت وسکون اُس چیز پر ہو جو وہ حق سے پاوے اور مقام حظوظ پر توقف کرجاوے پس یہ سب خالص ازل کے مشاہدہ
سے محجوب ہین پس ظاہر مین تو اہل دنیا سے پرہیز مراد ہو اور اشارہ مین ایسے لوگون سے بھی پرہیز مراد ہے جو اپنے مقامات پر متوقف اور احوال کے
حظوظ مین محجوب ہورہے ہین۔ شیخ ذوالنون رح نے کہا کہ اسد تعالے نے اس آیت مین تونگرون کو حکم دیا کہ فقیرون سے مخلوط رہین اور
فقیرون کی سنت اختیار کرین۔ شیخ عمر والمکی نے کہا کہ صالحین وفقرار صادقین کی صحبت اہل جنت کے واسطے عیش ہو کہ رضا سے یقین کی
طرف اور یقین سے رضا کی طرف آمد ورفت ہوتی رہتی ہو۔ شیخ ابوعثمان رح سے پوچھا گیا کہ غفلت کیا ہو فرمایا کہ جو اسد تعالے نے حکم دیا اُس کو
چھوڑ بیٹھے اور اُسکی متواتر نعمتون کو بھول جاوے اور بعض مشائخ رح نے کہا کہ غفلت ایک سر قلب کو دیجاتی ہو اور اس سے منعم حقیقی سے پردہ
ہوجاتا ہو۔ شیخ سہیل رح نے فرمایا کہ غفلت یہ ہے کہ اپنا تمام وقت بیکاری مین بیفائدہ ضائع کرے اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ یہان آیت مین
واصبر نفسک مذکور ہو اور قلبک نہین فرمایا ہو تو اسوجہ سے کہ قلب آپکا ہر حال مین مع الحق عز وجل تھا پس آپ کو فقرار کی صحبت کا ظاہری طور پر
حکم دیا اور باطنی سر کو اپنے ساتھ رکھا واسد تعالے اعلم۔ جب کافرون نے زور دیا کہ آپ فقرار صادقین کو اپنے پاس سے ہٹادین تاکہم بیٹھین
اور آپ کی بات سنین شاید ایمان لاوین اور اسد تعالے نے اہل الذکر مخلصین کو ہٹانے سے منع فرمایا یا کہ حکم دیا کہ اپنے نفس کو انکے ساتھ صبر سے
رکھین اور اہل غفلت کی تباع نہ کرین تو حکم فرمایا کہ

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ
اور کہدے کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہو سو جسکا جی چاہے وہ مانے اور جسکا جی چاہے وہ نہ مانے ہمنے تو مہیا کرلی ہے ظالمون کے لیے آگ جسکے
بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝
سرادق نے ظالمون کو گھیرا ہو اور اگر فریاد چاہینگے تو مدد دیے جاوینگے ایسے پانی سے جو مثل تلچھٹ کے ہو منھون کو بھون دیتا ہو بری خراب چیز پینے کو ہو اور بڑی خراب چیز ہو جسپر اتفاق ہو دوزخ کا

یہان حکم دیا کہ کافرون کی بات پر التفات نہ فرماوے۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ یعنی اور کہدے اے محمد لوگون سے کہ یہ جو مین تمھارے پاس
لایا ہون تمھارے رب عز وجل کی طرف سے یہ حق ہو اسمین کچھ شک نہین ہو۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ سو جس کا

جی چاہے ایمان لاوے وجسکا جی چاہے کفر کرے ۔ یہ بطور تہدید و سخت وعید کے ہے۔ جو ایمان لایا وہ سعید ہے کہ اُسنے حق کو لیا تو اُسکی ظاہری حیات کا
اعتبار نہ ہوگا اور جس نے کفر کیا اُسنے حق کو چھوڑا وہ بدبخت ہے اگرچہ تونگر و ملبوس بلباس ظاہری ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین وہ بڑا ظالم ہے اِنَّآ اَعْتَدْنَا
لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ہم نے ظالمون یعنی مشرکون وکافرون کے لیے مہیا کی ہے آگ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا جسکے سرادق نے ظالمون کو گھیرا ہے
سرادق نار اُسکے چار طرف کی دیوارین۔ امام احمد رح نے ابوسعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول الله صلے الله علیہ وسلم نے سرادق لنار کو
فرمایا کہ چار دیوارین ہین ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی راہ ہے۔ رواه الترمذی وابن جریر ایضاً۔ ورواه الحاکم وصححہ۔ ابن جریر رح نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ سرادق یعنی آگ کی دیوار۔ راغب رح نے لکھا کہ سرادق فارسی معرب ہے اور واحد ہے اور اُسکے مثل کوئی مفرد
نہین کہ اُسمین الف کے بعد دو حرف ہون۔ جوہری نے کہا کہ لغت مین سرادق وہ شامیانہ ہے جو صحن پر تانا جاتا ہے اور قتیبی رح نے کہا کہ سرادق
وہ حجرہ جو خیمہ کے گرد ہوتا ہے اور آیت مین گویا آگ کے محیط ہونے کی تشبیہ اس حجرہ سے ہے جو اپنے اندر والے کو ہر طرف سے محیط ہوتا ہے۔ امام احمد نے
یعلی بن امیہ سے روایت کی کہ رسول الله صلے الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان البحر ہو من جہنم یعنی سمندر وہ جہنم سے ہے پھر یہ آیت پڑھی نارا احاط بہم
سرادقہا۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا ۔ اور اگر اُنھون نے غوث مانگا یعنی اگر شدت آتش وحرارت سے چھوٹنے کے لیے اُنھون نے مدد چاہی يُغَاثُوْا بِمَآءٍ
غوث دیے جاوینگے پانی سے مگر اس پانی کی دو صفتین بیان کین صفت اول۔ كَالْمُهْلِ مانند مہل کے ہوگا اور صفت دوم۔ يَشْوِي الْوُجُوْهَ
منھون کو بھون دیگا پس یہ درحقیقت غوث دینا نہین ہے کیونکہ مقصود غوث سے یہ ہوتا ہے کہ وہ فریاد کرنے والے کو اس سختی ومصیبت سے چھڑاوے
اور جو پانی اُنکو دیا گیا اور اُسکے پینے پر لاچار ہوے اُسنے انکی تکلیف کو اور بڑھادیا لہذا فرمایا۔ بِئْسَ الشَّرَابُ کتنا برا یہ شربت ہے جس سے انکو مدد
دی گئی ہے۔ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا اور کتنا برا مرتفق ہے یہ مقام جہنم اصل مین ارتفاق یہ کہ گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ لہذا کہا گیا راحتگاہ۔ قتیبی رح
نے کہا کہ مرتفق مجلس ومنزل۔ مجاہد رح نے کہا کہ مجتمع یعنی جہان اکٹھا ہونگے سعید بن جبیر رح نے کہا کہ اہل جہنم جب بہت بھوکے ہونگے تو فریاد کرینگے
انکو درخت زقوم دیا جائیگا اُسمین سے کھاوینگے تو انکے منھ کی کھال جُھلس جائیگی اگر وہان کوئی گذرے تو زقوم مین انکی کھال کا نشان پاوے پھر انپر
پیاس غالب ہوگی تو فریاد کرینگے پس انکو پانی دیا جائیگا مانند مہل کے اور وہ انتہائے درجہ کا گرم ہوگا جب اسکو منھ کے قریب لیجاوینگے تو اُسکی
حرارت سے اُنکے چہرون کی کھال بھنکر گر پڑے گی مہل ابن عباس رض نے کہا کہ مہل گاڑھا پانی جیسے زیت (روغن ۱۲) کی تلچھٹ گیتھ ہوتی ہے مجاہد رح
نے کہا کہ وہ مانند خون وپیپ کے ہے۔ عکرمہ رح نے کہا کہ وہ شے ہے کہ اسکی حرارت انتہا کو پہونچی ہے۔ دوسرے علما تابعین اہل تفسیر نے فرمایا
کہ ہر چیز جو پگھلائی جاوے۔ قتادہ رح نے کہا کہ ابن مسعود رض نے ایک ٹکڑا سونے یا چاندی کا پگھلایا اور کہا کہ مہل سے اسکو زیادہ مشابہت
ہے۔ ضحاک نے کہا کہ جہنم کا پانی سیاہ اور جہنم سیاہ اور اُسکے لوگ سیاہ ہونگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان اقوال مین باہم کچھ منافات
نہین ہے کیونکہ مہل ان سب بری صفتون کو شامل ہے کیونکہ وہ سیاہ بدبودار گاڑھا شدت کا گرم ہوتا ہے اسی واسطے دوسرے مقام پر فرمایا
يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ اور امام احمد کی حدیث ابوسعید خدری رض مین جو اوپر سرادق کے بارہ مین مرفوع گذری ہے اُس مین مذکور ہے کہ اور
فرمایا کہ مار کالمہل یعنی جیسی زیت کی تلچھٹ تو جب کافر اُسکو اپنے منھ سے نزدیک کریگا تو اُسکے چہرے کی کھال اُس مین گر پڑے گی اسیطرح
ترمذی نے جامع مین بروایت رشدین بن سعد اُسکو اخراج کیا اور رشدین کے حفظ مین کلام کیا گیا ہے۔ اور عبدالله بن المبارک نے
ابو امامہ رض سے روایت کی کہ رسول الله صلے الله علیہ وسلم نے قولہ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ کی تفسیر مین فرمایا کہ اپنے منھ سے قریب کریگا پھر
اُس سے اُبکائیگا پھر جب پاس لاویگا تو اسکا چہرہ بھن جائیگا اور کھال کی پوستین جو سر پر ہے اُسمین گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو آنتین کٹ

گرینگی اللہ تعالے فرماتا ہی وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ الآیہ۔ پھر شیخ نے مرتفقا کی تفسیر مین کہا کہ جہنم بری منزل و مقیل و مجمع و موضع ارتفاق ہی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وقل الحق من ربکم الآیہ۔ علم آلہی مین تھا کہ حضرت حق سبحانہ تعالے کے علوم غیب و اسرار عجیب و احکام متشابہ کی جانب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفقت سے اپنی اُمت کو لیجاتے ہین اور زیادہ بوجھ اُنپر نہین ڈالتے جو اُنکی فہم سے باہر ہو تو حکم دیا کہ قل الحق من ربکم۔ طریق ہدایت کو گمراہی سے ممتاز بیان فرما دے تو وہی تابع ہوگا جو توفیق ازل سے سعید ہوا ورنہ مانیگا جو ازلی گمراہ ہی پس حق رب عز وجل کی جانب سے ہی جو وہ کرتا ہی اسکی تقدیر حکمت بالغہ کے ساتھ حق ہی۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ حق عز وجل نے خلق کے واسطے راہین ہدایت و حقیقت کی بیان فرما دی ہین پس جو اس مین سالک ہی وہ توفیق ہی اور جو اعراض کرتا ہے وہ خذلان ازلی ہی بعض نے کہا کہ جسکے واسطے حق نے ہدایت چاہی اُسکو ایمان کی راہ دیدی اور جسکے لیے گمراہی چاہی اُسکو راہ کفر دیدی اور یہی ضلال بعید ہی پھر اللہ تعالے نے اہل ایمان کی بزرگی بیان فرمائی۔ بقولہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کیے نیک کام تو ہم نہین ضائع کرتے اجر اُس شخص کا جو خوب رہا اپنے کام مین ایسے لوگ ہین جنکے باغات ہین اقامت کے

تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ

جاری ہین انکے نیچے سے نہرین زیور پہنائے جاوینگے اہین کنگنون سے سونے کے اور پہنائے جاوینگے کپڑے سبز سندس سے

وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝

اور استبرق سے درحالیکہ وے لوگ تکیہ دیے ہونگے اسمین اریکہ یعنی تختون پر بہت خوب ثواب ہی اور بہت خوب المنزل ارتفاق ہی

یہ انعامات مومنین کا بیان شروع ہی بعد عقوبات کافرین کے ذکر کرنے کے مومنین معتقدین کو بیان کیا۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے یعنی اس حق پر جو تجھے وحی کیا گیا ہی یعنی قرآن پر۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کیے اعمال صالحات پس علم و عمل دونون مین حق کے ساتھ ہین تو اُنکے واسطے اُنکا ثواب ہے۔ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا کیونکہ ہم ضائع نہین کرتے ثواب نیکوکار کا۔ لانضیع اجرہم ہم اُنکا اجر ضائع نہین کرتے۔ بجاے اسکے لانضیع اجر من احسن عملا۔ کہا تو اسمین بجاے ضمیر کے اسم ظاہر کو لانا ہوا جس سے فضیلت کا بیان ہوتا ہی اور اشارہ ہوگیا کہ صالحات پر عمل کرنا چاہیے کہ نیکی کے طور پر ہو۔ ریاکاری وغیرہ نہ ہو پس جس نے ریاکاری سے نماز پڑھی تو عمل تو صالحات مین سے ہے اُسکو کیا ولیکن اُسے احسان نہ کیا یعنی نیک نہ ہوا اپنے عمل مین۔ کذا ظہر للمترجم واللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ انا لانضیع الآیہ جملہ معترضہ ہے اور قولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ کی خبر آگے کا قول ہے یعنی قولہ۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ ایسے ہی لوگ ہین جنکے واسطے جنات اقامت ہین یعنی باغات جنمین محل و قصور بنے ہین انمین ہمیشہ کی اقامت ہی۔ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ انکے نیچے نہرین جاری ہین۔ بعض نے کہا کہ اُنکے مکانات و قصور و محل کے نیچے بہتی ہین اور اللہ تعالے نے فرعون کا قول بیان فرمایا کہ ہذہ الانہار تجری من تحتی۔ یہ نہرین میرے نیچے جاری ہین۔ تو معلوم ہوا کہ اس شہر کے نیچے بہتے ہونا بھی یہی محاورہ ہی یا میرے تحت تصرف ہین۔ بالجملہ مکانات انکے ایسے ہونگے اور يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ حلیہ یعنی زیور دیے جاوینگے جنت مین کنگن سے سونے سے۔ زجاج رح نے کہا کہ اساور جمع اسورہ ہے اور اسورہ جمع سوار ہی اور وہ ایک زیور ہے کہ ہاتھ کے پہونچے پر پہنتے ہین اور وہ بادشاہون کی زینت کا لباس ہے جیسے سابق بادشاہان ایران پہنتے تھے ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اساور جمع سب ذہب کے ہونگے ولیکن دوسری آیت مین فضہ اور لولو بھی

ہین۔ اور من اساور۔ بیان بعض حلیہ کا ہے تو ایک زیور شاہانہ بیان کر دیا بخاری ومسلم وغیرہما نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے حلیہ وہان تک پہونچیگا جہانتک وضو پہونچتا ہی۔ پھر واضح ہو کہ معنی اس زیور کے اور سونے وچاندی کے صحیح
ہین ولیکن تمھارے پاس جو سونا مثلاً ہی اُسپر قیاس مت کرو گویا اصل ونقل کا فرق ہے وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا۔ عطف ہے یحلون پر
بفعل مجہول جس سے اشعار ہی کہ پہنانے والے خادم وغیرہ ہونگے اور معنی یہ کہ پہنائے جاوینگے لباس سبز۔ مِّنْ سُنْدُسٍ۔ سندس کا
سبز تو نظر مین خوبصورت معلوم ہوتا ہی اور اُس سے تازگی ہوتی ہے۔ کسائی نے کہا کہ سندس رقیق باریک جمع ہے واحد اسکا سندسہ ہی۔ وَّ
اِسْتَبْرَقٍ اور استبرق کا۔ استبرق جو گندہ ہو اور واحد اسکا استبرقہ ہے یہی مفسرین کا قول ہی کہ دونون جمع ہین اور بعض نے کہا کہ جمع
نہین ہین اور کہا گیا کہ استبرق دیباج اور کہا گیا جو سونے کے تارون سے بنی ہو قتیبی نے کہا کہ وہ فارسی معرب ہے۔ جوہری نے کہا کہ
اسکی تصغیر ابیرق آتی ہے۔ بغوی رح نے تفسیر مین لکھا کہ اہل لغت مین اختلاف ہی کہ استبرق عربی ہی تو مشتق از بریق ہی اسمین چمک ہوتی ہی یا معرب
استبرہ ہی۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ولباسہم فیہا حریر۔ انکا لباس جنت مین حریر ہوگا۔ اور یہان اسکی تفصیل فرمائی کہ سندس
واستبرق کا۔ سندس تو باریک کپڑے بڑھیا جیسے قمیصین واسکے مانند چیزین۔ اور استبرق گندہ دیباج اور اسمین چمک ہوتی ہی۔ انتہی مترجما
اور محمد بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جنت مین ایک درخت ہی جس سے سندس پیدا ہوتا ہے اسی کے اہل جنت کے لباس ہین۔ عکرمہ سے
مروی ہے کہ استبرق دیبائے گندہ۔ اور ایسا ہی مجاہد سے مروی ہے۔ سورۃ الرحمن مین فروش کے حق مین آیا کہ بطائنہا من استبرق یعنی فرشون کے
استر استبرق کے ہین۔ شیخ جلال محلی رحمہ اللہ نے سورہ ہل اتی کی تفسیر مین کہا کہ لباسہم فیہا حریر۔ تو لباس کا ابرہ تو سندس کا ہوگا اور استر استبرق کا
ہوگا۔ واضح ہو کہ طوبی کی تفسیر مین مروی ہے کہ اس سے اہل جنت کے لباس پیدا ہونگے۔ مسئلہ اس حیات دنیا مین جو زیور مرد کو سونے چاندی کا
ممکن ہی وہ یہی ہے جو تم دیکھتے ہو اور جیسے دنیا کو آخرت سے نسبت ہی ویسے ہی اسکی چیزون کو آخرت کی چیزون سے نسبت ہی اگرچہ نام مشترک ہین
تو جن لوگون نے آخرت اختیار کی ہی اسکی نظیر دنیا مین اُنپر حرام ہی پس زیور سونے وچاندی وغیرہ کا مرد پر حرام ہی اور انگوٹھی مہر کی ضرورت کی قدر
ساڑھے چار ماشہ چاندی کے جائز ہی اور بعض فقہاء نے کہا کہ صرف اُسکو جائز ہی جسکو مہر کی ضرورت ہو۔ اور سونا مرد پر بالکل حرام ہی عورتون کو یہ دونون
زیور واُنکے سواے جائز ہین۔ مرد پر کوئی چیز جو زیور کے طور پر پہنے حرام ہی حریر ریشم کا مرد پر حرام ہی۔ بالجملہ اہل جنت اس ناز ونعمت سے مزین بزیور و
لباس فاخرہ ومُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ۔ تکیہ لگائے ہونگے جنت مین ارائک پر۔ خواہ چارزانو بیٹھکر یا کروٹ سے ابن کثیر رح نے کہا کہ یہان
چارزانو مراد ہونا اشبہ ہی اور یہی معنی حدیث مین ہین جہان فرمایا کہ اما انا فلا اکل متکئا یعنی مین اپنے آپ کھاتا نہین متکی ہو کر یعنی چارزانو بیٹھکر۔ یعنے
مغرور نشست نہین بیٹھتا تو یہ مکروہ ہی۔ اور ارائک جمع اریکہ کی وہ تخت ہی جو حجلہ کے اندر ہو اور حجلہ ایسا ہی ہوتا ہی قبہ جو ہمارے زمانہ مین معروف ہی
اور عبد الرزاق نے معمر سے اُسنے قتادہ سے روایت کی کہ ارائک خود حجلہ ہین اور معمر نے کہا کہ سوائے قتادہ کے اورون نے کہا کہ ارائک وہ تخت ہین
جو حجلون مین ہون۔ انتہی مترجما۔ اور یہی اخیر قول زجاج نے لکھا اور بعض نے تفسیر کی کہ یہ سونے کے تخت ہین موتی ویاقوت سے جڑاؤ۔ اور ابن عباس رضہ
نے فرمایا کہ ارائک تخت ہین جو حجال کے اندر ہین اُنپر فرش گدگدے ایک فرسخ کے اونچے ہین اور کہا کہ تخت اریکہ نہین کہلاتا جب تک حجلہ مین نہ ہو
ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد کے ساتھ ہیثم بن مالک طائی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد جنت مین تکیہ لگائیگا بقدر
چالیس برس کے اس ہیأت کو بدلیگا نہین اور اس سے کچھ ملول نہ ہوگا اور اس حال مین اُسکے پاس وہ سب آتا رہیگا جو اُسکا جی چاہے اور اسکی
آنکھون کو ٹھنڈک دے۔ نِعْمَ الثَّوَابُ بہت اچھا ثواب ہی یہ جو اُنکو اللہ تعالے نے مقام رضوان وکرامت یعنی جنت مین نیک بندون کو

روزی کیا۔ وَحَسُنَتْ اور نہایت خوب ہے یہ حجلہ کے اندر تختون پر۔ مُرْتَفَقًا تکیہ گاہ یا پہ نشین جنت و منزل و مجلس۔ اس مین پانچ اقسام بیمثل ہین اول جنات عدن دائمی دوم انہار جاری اقسام اقسام کے جو بے مثال ہین سوم آرایش زیور جو اُنھون نے دنیا مین سے ترک کیا چہارم لباس حریر بے مثال جو دنیا مین ترک کیا پنجم شاہانہ تختون پر متکا و جلوس۔ ف قولہ تعالے نعم الثواب وحسنت مرتفقا۔ اللہ تعالے نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ رضوان من اللہ اکبر یعنی رضائے الٰہی سب سے بڑھکر ہے اور اُسکی تفسیر نہین فرمائی کیونکہ وہ لوگون کے خیال سے باہر ہے۔ شیخ نے عرائس مین لکھا کہ جن لوگون نے نیک اعمال کیے اللہ تعالے نے انکے واسطے اپنے کرم و رحمت سے جزائے بیمثال مقرر فرمائی و قرب و مشاہدہ عطا کیا اور تخت کرامت پر حجلہ انس مین انکو لباس انوار جمال و جلال سے مزین فرمایا پس زیور کرامت و لباس لطف و رحمت سے مزین ہوے اور اُنکا استناد و بھروسا اُسی کی طرف ہے۔ اقول اس سے یہ مراد نہین ہے کہ زیور و لباس جو ظاہر مین مذکور ہے وہ نہ ہوگا بلکہ ظاہر مذکور کے ساتھ کرامت و رحمت انوار مشاہدہ و رضوان الٰہی عظیم ہے جسکا اندازہ آدمی کو بعد تقوی و پرہیزگاری کے ہوتا ہے۔ اور لکھا کہ نعم الثواب اُسکا دیدار ہے اور سب سے بہتر انکو نعمت دیدار جمال و جلال ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ حجلہ قرب مین تخت انس پر ریاض قدس مین باغ وصال کے اندر ہر حال مین دیدار جمال حضرت سلطان عز و جل مین مستغرق ہونگے۔ استاد رح نے کہا کہ انکو جسطرح کی نعمت ہے حلہ وصال مین تاج کرامت پہنے ہوے زیور رحمت سے آراستہ تخت راحت پر تمکن حجلہ قرب و منزلت مین شراب محبت پیتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے دنیا چاہنے والے و آخرت چاہنے والے کی مثال فرمائی

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا

اور بتا اُنکو کہاوت دو مردون کی بنا دیے ہمنے ایک کو دو باغ انگور کے اور گرد اُنکے کھجورین اور رکھی

بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا لا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ج

دونون کے بیچ مین کھیتی دونون باغ لاتے اپنا میوہ اور نہ گھٹاتے اسمین سے کچھ اور بہائی ہمنے ان دونون کے بیچ نہر اور اسکو پھل ملا

فَقَالَ لِصٰحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج قَالَ

پھر بولا اپنے دوسرے سے اور جب باتین کرنے لگا اُس سے مجھ پاس زیادہ ہے تجھسے مال اور آبرو کے لوگ اور گیا اپنے باغ مین اور وہ برا کر رہا ہے اپنی جان پر بولا

مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ۝ وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً لا وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا

مجکو نہین آتا خیال مین کہ خراب ہو یہ باغ کبھی اور مجکو خیال مین نہین آتا کہ قیامت ہوتی ہے اور اگر کبھی پہونچایا مجکو میرے رب کے پاس پاؤنگا بہتر اس سے

مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

اُسطرف پہونچکر کہا اسکو دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر ہوگیا اُس شخص سے جسنے بنایا تجکو مٹی سے پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تجکو

رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا

مرد پر مین تو کہون وہی اللہ ہے میرا رب اور نہ مانون ساجھی اپنے رب کا کسی کو اور کیون نہ جب تو آیا تھا اپنے باغ مین کہا ہوتا جو چاہا اللہ کا کچھ

قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ج إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

زور نہین مگر دیا اسکا اگر تو دیکھتا ہے مجکو کہ مین کم ہون تجھسے مال اور اولاد مین تو امید ہے کہ میرا رب دیوے مجکو تیرے باغ سے بہتر

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ

اور بھیجدے اُسپر ایک بھبھوکا آسمان سے پھر صبح کو رہجاوے میدان چٹپڑ یا صبح کو ہو رہے اسکا پانی خشک پھر نہ سکے تو اسکو

لَهُ طَلَبًا ۝ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ

ڈھونڈھ لاوے اور سمیٹ لیا اسکا سارا پھل پھر صبح کو رہگیا ہاتھ نچاتا اُس مال پر جو اسمین لگایا تھا اور وہ ڈھا پڑا تھا اپنی چھتریون پر اور کہنے لگا

يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝

کیا خوب تھا اگر مین ساجھی نہ بناتا اپنے رب کا کسی کو اور نہ ہوئی اسکی جماعت کہ مدد کرین اُسکو اللہ کے سوائے اور نہ ہوا وہ کہ بدلہ لے سکے

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

وہان سب اختیار ہی اللہ سچے کا اسی کا انعام بہتر ہے اور اسی کا دیا بدلہ

یہ مثل عجیب ایسے دو شخصون کی ہی کہ ایک نے دنیاوی مال دولت پر بھروسا کیا اور تن کی پرورش کی اس حال مین کہ اللہ تعالے سے کفر کیا اور دوسرے نے دنیاوی مال سے قدر ضرورت و حاجت اکتفا کیا اور اپنے تن و روح کو طاعات الٰہی مین لگایا اور اپنے ساتھی پر کفر سے ملامت کی جو اپنی حالت مجموعی کو باقی سمجھتا تھا یعنی غرور و غفلت سے ایسا ہوگیا تھا کہ اپنا انجام نہین دیکھتا تھا پس ساتھی نے اُسکو ہر چند سمجھایا اُسکے خیال مین نہ آیا آخر کو ایک روز موت آئی اور مال برباد ہوا اور اسکا بدن خراب ہوا اور وہ گرفتار عذاب ہوا اور اپنی غفلت و جہالت پر افسوس کرنے لگا اور دوسرا بندہ مومن عیش و راحت مین آیا اور اُسکو اپنے دنیاوی قلت کے عوض اللہ تعالے نے کثرت آخرت و عیش و نعمت عطا فرمائی اور کافر نے وہان کچھ نہ پایا اور سب شرک بھول گیا اور افسوس اسکا بیفائدہ ہوا اور وہان کوئی شرک اُسکا مددگار نہ ہوا کہ ولایت سب اللہ تعالے ہی کے لیے ہی۔ لہذا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے اللہ تعالے نے اُن مشرکون کا حال بیان کیا جو مفلس و محتاج مسلمانون کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرتے اور تکبر سے عار سمجھتے اور اُنپر اپنے اموال و اولاد سے فخر کرتے تھے اور اللہ تعالے عزوجل سے جس نے اُنکو دیا تھا شرک و کفر کرتے تھے پھر اب کافرون متکبرون و مومنان مفلس کی مثل دو شخصون سے بیان فرمائی ایک مالدار و ایک غریب سے اور دونون کا انجام جو لامحالہ ضروری ہی بیان فرمایا تاکہ تنبیہ ہو۔ اور مانند اسکے بیضاوی و معالم و سراج وغیرہ مین ہی کہ جب کافرون نے اپنے اموال کی کثرت سے اور اعوان و انصار کی قوت سے غریب مسلمانون پر افتخار کیا تو اللہ تعالے نے اس مثل مین بیان کیا کہ یہ چیزین موجب افتخار نہین ہین ہوسکتا ہی کہ فقیر تونگر ہوجاوے اور تونگر فقیر ہوجاوے اور آخر مین یہی ہوا اور تونگری و فقیری سب زائل و فانی چیزین ہین یہ پائدار نہین ہین اور جس بات پر افتخار ہوسکتا تھا وہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری و عبادت مین کثرت و قلت ہی اور یہان تو یہ فقط فقرا ار مومنین کو حاصل ہی پس مثل سے بیان فرمایا بقولہ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اور بیان کردے اُنکے واسطے ایک مثل یعنی اُن کافرون کے لیے جو اپنی تونگری پر تکبر کرتے اور مومنون مین سے غریبون پر نظر حقارت ڈالتے ہین اور انکے ساتھ بیٹھنے سے تکبر و غرور کرتے اور اُنکے ہانک دینے کی درخواست کرتے ہین یہ مثل بیان کردی رَّجُلَيْنِ دو مردون کی آخر تک۔ نصب مثلاً و رجلین کا اس بناپر کہ دونون اضرب کے مفعول ہین بعض نے کہا کہ مفعول اول رجلین اور مفعول دوم مثلا ہی یعنی بیان کردے دو شخصون کو مثلاً۔ اور بعض نے کہا کہ رجلین کی ذات مراد نہین بلکہ خبر رجلین مراد ہی یعنی مثل بیان کردے خبر دو مردون کی۔ اور واضح ہو کہ مثل مذکور کی جو مراد ہی وہ تو اول مذکور ہوچکی اور وہ ہر وقت ہر زمانہ مین ایسے شخصون پر صادق ہی ولیکن اس مین کلام ہی کہ جن دو شخصون کو مثل گردانا گیا ہے یہ مثال مین مقدر کیے گئے ہین یا حقیقت مین بھی کوئی دو شخص تھے جنکا یہ حال ظاہر مین واقع ہوا ہو۔ پس مثال مین مقدر ہونا تو اصلی معنی ہین اور سب مفسرین نے اُسپر اتفاق کیا کیونکہ مقصود وہی ہے ولیکن بعض نے کہا کہ دو شخص محقق بھی تھے۔ معالم و سراج وغیرہ نے سوائے شیخ ابن کثیر رح کے ذکر کیا کہ بعض کے قول مین بنو مخزوم مین سے

دو شخص اہل مکہ کے حق مین نازل ہوئی ایک حضرت ابو سلمہ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر تھے اُنکے انتقال کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین پس ایک تو ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن یالیل ہین یہ مومن تھے اور دوسرا انکا بھائی کافر اسود بن عبدالاسد بن یالیل تھا- ان دونون کی مثل ہو اور بعض نے کہا کہ عینیہ بن حصن فزاری واُسکے ساتھیون کو اور حضرت سلمان فارسی واُنکے ساتھیون کو بنی اسرائیل کے دو بھائیون سے تشبیہ دی مترجم کہتا ہے کہ مثال مین آخر تک انجام مقصود نہو گا کیونکہ عینیہ بن حصن آخر مین مسلمان ہو گئے تو وہ کافر مرے نہین ہین یا ظاہری مثال مقصود ہو بہر حال بنو اسرائیل کے دو بھائیون سے مثال ہے کہ ان مین سے ایک مومن تھا کہ ابن عباس کی روایت مین اُسکا نام یہودا تھا اور مقاتل کی روایت مین تملیخا تھا اور دوسرا بھائی کافر تھا اُسکا نام قطروس تھا اور وہب رح کی روایت مین اُسکا نام قطفر تھا اور انھین دونون کا قصہ سورہ والصافات مین بقولہ قال قائل منہم انی کان لی قرین آلخ سے مذکور ہو اور قصہ انکا جیسا کہ عبداللہ بن المبارک نے معمر رضہ سے اُسنے عطاء خراسانی سے روایت کیا یون ہو کہ دو بھائیون نے بنو اسرائیل مین سے آٹھ ہزار دینار اپنے باپ کی میراث سے مشترک پائے پھر دونون نے آدھے آدھے بانٹ لیے پھر کافر نے ہزار دینار کو ایک زمین خریدی پس مومن نے کہا کہ الٰہی فلان نے ہزار دینار کو ایک زمین خریدی ہو اور مین تجھ سے ہزار دینار کو جنت مین زمین خریدتا ہون پس ہزار دینار صدقہ کر دیے پھر اُسکے کافر بھائی نے ہزار دینار سے ایک مکان عمدہ بنوایا پس مومن نے کہا کہ الٰہی اسنے ہزار دینار کو دنیا مین عمدہ عمارت بنائی ہو اور مین تجھ سے ہزار دینار کو جنت مین ایک مکان خریدتا ہون پس ہزار دینار صدقہ کر دیے پھر اُسکے ساتھی کافر نے ہزار دینار لگا کر اپنا بیاہ کیا اُسنے کہا کہ الٰہی فلان شخص نے ہزار دینار سے دنیا مین اپنا نکاح کیا اور مین تجھ سے ہزار دینار سے جنت کی عورتون سے ایک عورت کے نکاح کی اُمید رکھتا ہون پس اسنے ہزار دینار صدقہ کر دیے پھر اُسکے ساتھی نے ہزار دینار سے خادم واسباب آرایش وغیرہ تجمل کی چیزین خریدین اُسنے کہا کہ الٰہی فلان شخص نے دنیاوی آرایش چاہی ہو اور مین تجھ سے جنت مین نعمت چاہتا ہون پس ہزار دینار صدقہ کر دیے خلاصہ مطلب یہ کہ جسقدر اُسنے دنیا واُسکی آرایش مین غلو کیا اُسی قدر دوسرے نے آخرت کی طلب کی- روایت ہو کہ مرد مومن ایک دفعہ اُسکے پاس گیا تو وہ اسکو لیے ہوے پھرا اور اپنی شوکت وحشمت کے اموال واولاد سب دکھلائے اور تکبر وافتخار کیا اور مومن کی تفہیم کو کہ یہ سب فانی ہو اس سے آخرت درست کرتا جا اُسنے کچھ نہ مانا مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ مرد مومن نے سب خیرات نہین کیا اور شاید کہ میراث سب خیرات کر دی ہو اور جس سعی ومحنت سے وہ پہلے بسر کرتا ہو اُسی پر اکتفا کیا ہو ورنہ آدمی کے واسطے یہ ممنوع ہو کہ اسقدر خیرات کر دے کہ خود فقیر ہو جاوے اور پھر اُسکو سوال کرنے کی نوبت آوے ولیکن اگر اسقدر ہمت والا ہو کہ فقیری مین معاش حاصل کرنے پر مستعد ہو اور کمی بیشی مین گذر کیے جاوے کسی سے سوال نہ کرے اور عیال کو فاقہ مین نہ ڈالے تو وہ بہتر ہے اور مضائقہ نہین ہے واللہ تعالے اعلم- بالجملہ مومن کی نصیحت کہ اس کافر نے نہ مانا اور آخر ایک وقت کے بعد اس دنیا سے دونون فنا ہوے اور انجام اس کافر کے حق مین خراب ہوا تو یہ مثال ان دونون پر مطابق ہو مترجم کہتا ہو کہ خواہ یہ دونون شخص مراد ہون یا نہ ہون مقصود اصلی مثال سے یہ ہو کہ دنیا پر مغرور شخص اور دنیا کو فانی جانکر طالب آخرت شخص کی مثال ایسی ہو کہ دو مرد تھے جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ ہم نے دونون مین سے ایک کیواسطے دو باغ دیے یعنی کافر کے لیے دو باغ کر دیے- سدی رح نے بنو اسرائیل کی روایت کے قصہ مین کہا کہ باغ تو اسکا ایک تھا مگر درمیان مین وسیع نہر جاری تھی تو دو باغ ہو گئے تھے یحیی بن ابی عمرو الشیبانی رح نے کہا کہ نہر ابو فرطس کی وہی دونون باغون کی نہر تھی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہ نہر شہر رملہ مین مشہور ہے- پھر دونون باغون کی کیفیت تازگی کی بیان کی کہ یہ دونون باغ تھے مع

اَعْنَابٍ انگور کے یعنی درختان انگور تھے وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ اور ہم نے دونون کو گھیر دیا تھا نخل یعنی درختان خرما سے یا پھلدار درختون سے
یہ ایک لطافت ہو کہ باغ انگور کے گرد سب طرف سے درختان پھلدار ہون تو انگور عمدہ ہوتے ہین علاوہ اسکے ہر موسم مین پھل موجود ہوتا ہو اور
اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہین اور اُسپر مزید یہ کہ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا۔ اور ہم نے دونون کے بیچ مین زراعت کر دی تھی جس سے قوت
روزینہ حاصل ہوتا تھا کہ وسط اسکا زراعت سے بھرا ہوا اور گرد اسکے انگور کے درخت اور اُنکے گرد نخلستان اور درمیان مین نہر جاری پس
دونون باغ قوت حبوب و فواکہ و پھلون سے نہایت خوبصورت شکل پر بھرے ہوے تھے عمارات ملی ہوئی پھر اُنمین پیداوار ہر قسم کی بھی خوب
ہوتی تھی چنانچہ فرمایا كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا (اناج) دونون باغ ہر ایک لایا اپنے پھل۔ وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ اور نہین کمی کی کسی باغ نے
پھلون سے شَيْـًٔا کچھ بھی۔ یعنی جیسے افراط سے آنے چاہیے تھی ویسے ہی نخل کے پھل اور انگور آئے اور خوب اناج پیدا ہوا۔ ابن عباس رضنے
کہا کہ کسی درخت مین کچھ کمی نہین ہوئی بعض نے کہا یعنی کسی سال مین کمی نہین ہوتی تھی تو یہ باغ برخلاف باغون کے کہ جنمین ایک سال زیادتی
اور ایک سال کمی ہوتی ہو یہ دونون باغ عجیب تھے کہ ہر سال اُنمین کثرت سے برابر پیداوار ہوتی تھی۔ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا۔ اور ہم نے
جاری کر دی دونون کے وسط مین ایک نہر یعنی ہمیشہ وہ دونون کو پانی پہونچاتی اور کبھی منقطع نہین ہوتا تھا وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اور اُس
شخص کے واسطے ثمر تھا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہو کہ یعنی مال تھا یعنی سوائے دونون باغ کے اقسام
مال سونا چاندی وغیرہ تھا جس سے وہ ہر طرح کے خرچہ پر قادر ہوتا تھا جو اس باغ کی تعمیر و زراعت مین صرف ہو۔ اور بعض نے کہا کہ ثمر سے
پھل مراد ہین اور ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی اظہر ہو اور مؤید اسکی دوسری قرأت ثُمُر بضمتین ہو کہ وہ جمع ثمر بمعنی پھل ہو مترجم کہتا ہو کہ ثمر سے مراد
اموال بطور مجاز ہو تو ہو سکتا ہو کہ ثمر بضمتین سے انواع اموال مراد ہوا اور ظاہر مین یہان اموال کے معنی زیادہ معقول ہین اور شاید شیخ نے جو پھل
کے معنی اظہر لیے وہ اسوجہ سے کہ قولہ اُحِيطَ بِثَمَرِهٖ مین پھلون کی آفت مراد ہو تو یہان بھی یہی مراد ہو۔ واللہ اعلم۔ بالجملہ بیان فرمایا کہ اسکے واسطے
پھل تھے یعنی اقسام پیداوار سے موجود تھے یا دیگر اموال بھی تھے۔ پھر ایک وقت مین اس کافر کا بھائی جو مومن تھا اُسکے پاس آیا اور دونون
جمع ہوے۔ فَقَالَ پس کافر بولا لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی یعنی مومن سے۔ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ درحالیکہ اس سے باتین کرتا تھا یعنی وہ کہتا اور
یہ کہتا باہم دونون مین گفتگو ہو رہی تھی اس حال مین اس کافر نے اس مومن سے تین باتین نالائق کہین اول یہ کہ۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا
وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔ نفر بمعنی رہط اور وہ دس سے کم پر بولتے ہین یعنی مین بہ نسبت تیرے مال مین زیادہ ہون اور میرا گروہ زیادہ ہو تجھپر غالب ہون
شاید کہ اولاد و عشیرہ و خدمتگار وغیرہ مراد ہین غرضکہ ایک بات شنیع تو اُسنے یہی کہ جس سے مال و اولاد کے ساتھ مومن پر افتخار کیا اور تکبر کے
ساتھ تعلّی کی کہ مین تجھ سے برتر ہون اور دوسری آگے آتی ہو مفسرون نے کہا کہ پھر وہ کافر اپنے ساتھی مومن کا ہاتھ پکڑے ہوے اپنے اموال کی سیر
کراتا ہوا تاکہ اُسکو وہ چیزین دکھلاوے جنپر تکبر و افتخار کرتا تھا وہان سے لے چلا۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ اور ساتھ لیے ہوے داخل ہوا اپنے باغ مین
واضح ہو کہ یہان دو باغ مین سے ایک باغ بصیغہ مفرد فرمایا تو علماء نے کہا کہ شاید اسوجہ سے کہ وہ اسکو ایک ہی باغ مین فقط لے گیا ہو یا یہ کہ
دونون متصل ہونے سے بمنزلہ واحد ہین یا پہلے ایک مین لے گیا پھر دوسرے مین لے گیا تو اول ایک ہی جنت مین داخل ہونا لازم ہو یا یہ کہ
دونون کے ذکر سے کوئی غرض متعلق نہین کیونکہ جو بات ہو وہ ایک ہی سے حاصل ہو یا صرف ایک ہی کے بیان پر کفایت فرمائی شیخ جلال محلی رح
نے فرمایا کہ جنت کا اسم مفرد اسوجہ سے ہو کہ مراد روضہ ہے یعنی دونون باغ کو شامل ہو اور شہاب رحمہ اللہ نے حاشیہ بیضاوی مین کہا کہ جنت کی
اضافت جب اُسکی طرف ہوئی تو مفید استغراق ہوئی جیسے الف لام استغراق سے فائدہ ہوتا ہو کیونکہ اس باغ کے سوائے اسکا کوئی باغ نہ تھا اور

کشاف میں زمخشری نے بھی یہی اشارہ کیا کہ مراد جنت سے اسکی جنت ہے مومن کی جنت نہیں تو یہ تحقیر ہے یعنی وہ اپنی اس جنت میں گیا جسپر
آیندہ اُسنے کلمات کفر بیان کیے ہیں۔ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ درحالیکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا یعنی کافر اپنے رب تعالےٰ کے ساتھ تھا۔ اسی
سبب سے قَالَ۔ اُسنے کہا کیونکہ شدت سے غافل اور اپنی حرص میں گرفتار و اوہام وخیالات کا پابند تھا کہ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ
اَبَدًا میں نہیں گمان کرتا ہوں کہ فنا ہو جاوے یہ جنت۔ یعنی مومن نے جو اسکو کفر کرنے پر خوف دلایا کہ اللہ تعالےٰ کفر کی شامت سے اسکو برباد
نہ کردے اس سے خوف کر اور ایمان لا کر اسکی بندگی کر اور نعمت کا شکر ادا کر تو اُسنے باغ میں لیجا کر وہ نہر لبریز بھری ہوئی اور شاداب باغ دکھلایا
اور کہا کہ یہ سب تمہارے خیالات ہیں اور میں نہیں گمان کرسکتا کہ یہ برباد و خشک ہو جاوے جتنے اسباب چاہیے سب موجود ہیں۔ یہ اُسکا
دوسرا قول شنیع ہے پس اُسنے دنیا پر بھروسا کیا اور ساری انسانی پیدائش کا نتیجہ یہی دنیاوی زندگی خیال کیا اور انسان کو اُسنے مانند خود رو
گھاس و درختوں کے کردیا بلکہ اُنسے بدتر کیونکہ جنگل میں ہزاروں درخت ہیں کہ ہزاروں برس رہتے ہیں کہ آدمی چند روز میں اُنکے سامنے فنا
ہو جاتا ہے اور جو سمجھدار ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سب فنا ہے اور باقی آخرت ہے یہاں کی زراعت کا پھل وہاں ہے مگر اس کافر نے تیسرے قول
سے اسکا بھی انکار کیا۔ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں تو گمان نہیں کرتا قیامت کو آنیوالی۔ زجاج رح نے کہا کہ اسنے اپنے ساتھی کو
آگاہ کردیا ان دونوں قول سے کہ وہ کافر ہے تیری طرح مومن نہیں ہے۔ پھر اُسنے ایک کلمہ اپنے تکبر کے ساتھ مومن کی تضحیک کے طور پر ایسا کہا کہ آیندہ
نصیحت کا دروازہ بند ہے۔ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ اور اگر میں بالفرض تیرے اعتقاد کے موافق اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو واللہ
میری شان یہ ہے کہ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا میں وہاں منقلب ہو کر اس سے بھی بہتر پاؤنگا۔ جیسے قریش میں سے عاص بن وائل
نے کہا تھا کہ لئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی یعنی اگر میں مان لوں کہ میں اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤنگا تو ضرور مانو کہ مجھ ایسے شخص کے لیے
وہاں بھی بڑی نعمت وخوبی ہے یعنی اپنے آپ کو تکبر سے اس لائق خیال کیا کہ یہاں میری شان وخوبی و پسندیدگی کی وجہ سے مجھے یہ سب ملا ہے
وہاں اگر وہ ملک ہو تو مجھے اس سے بھی بہتر ملیگا۔ یہ گویا تعریض بھی کہ تم تو رب عز وجل کے نزدیک ہیچ ہو کہ یہاں تمہارے واسطے کچھ نہیں ہے
ایسا ہی وہاں بھی نہ ہوگا۔ یہ کمال درجہ کی جہالت تھی اور اللہ تعالےٰ کی قدرت وحکمت وشان سے بالکل جاہل احمق تھا۔ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ
جواب دیا اُس کافر کو اُسکے ساتھی مومن نے۔ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ درحالیکہ اُس سے محاورت میں باتیں کرتا جاتا تھا یعنی اسکی باتوں پر انکار کیا اور
اللہ تعالےٰ کی عظمت وجلال کے سامنے اس کی باتوں کو بہت قبیح پا کر اُس سے کہا کہ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ارے کیا تو نے
کفر کیا اُس خالق عز وجل سے جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے۔ یعنی تیری اصل خلقت مٹی ہے کہ اس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوے تو بھلا تو نے اُسپر
ایمان لانے سے انکار کیا اور اُسکے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے خاک سے اپنی قدرت کے ساتھ بنایا کہ اُسکو نطفہ کی صورت کیا۔ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر
تجھے نطفہ سے نکالا۔ اسوقت طفل مجبور محض ہوتا ہے نہ وہ کمائی کرسکے نہ اُسکے پاس مال اور نہ کچھ سمجھ واختیار، مردہ بدست زندہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی
قدرت سے والدین یا اور لوگ اُسکو پالتے ہیں اور درحقیقت اللہ تعالےٰ پرورش فرماتا ہے۔ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا پھر تجھے اُسنے پورا آدمی کردیا یعنی
ایسا تجھے اُسکی قدرت وکمال میں شک ہے کہ کیونکر مرکر دوبارہ پیدا ہوگا اور قیامت تیرے گمان میں نہیں آتی ہے اور اُس خاک ونطفہ کی پیدائش پر
تو اسقدر مغرور ہے حالانکہ جب خاک ونطفہ تھا تو تجھے کیا غرور ہو سکتا تھا تو اب اُسکا شکر فرض ہے جس نے تجھکو پورا آدمی کردیا اور کمانے پینے کو
دیا اسی اور نے تیرے ساتھ ایسا نہیں کیا اور نہ کوئی کرسکتا ہے جسکو تو اپنا رب سمجھتا اور اسکی بندگی کرنے پر مرتا ہے اور شرک لاتا ہے۔ لٰكِنَّا۟ لٰكِنْ اَنَا قول
ولیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ۔ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وہی اللہ میرا رب ہے جسکا کوئی شریک نہیں ہے وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا اور میں بھی اپنے

رب کے ساتھ کسی کو شریک نہین کرتا ہون۔ اول تو مومن نے اللہ تعالے کی توحید کہ وہ وحدہ لاشریک ہی بیان کی پھر اپنا حال بتلایا کہ مین اُسکی ہدایت
سے اُسکے ساتھ شرک کرتا بھی نہین ہون۔ قفال رحہ نے یہان کئی وجوہ بیان کیے اول یہ کہ مین کسی بات مین شرک نہین کرتا بس مین تونگری فقیری
کو اُسی کی طرف سے دیکھتا ہون پس جب اُسنے مجھے دیا تو اسکی حمد کرتا ہون اور اگر وہ کچھ مجھے مبتلا کرتا ہی تو مین خاموش رہتا ہون وصبر کرتا ہون اور
اُسی سے عافیت چاہتا ہون اور میری یہ حالت نہین ہی کہ جس وقت وہ مجھے نعمت دیتا ہے تو مین اُسکی ناشکری کرون اور اموال و اولاد اور
اعوان و انصار کی کثرت کو اپنی ذات کی خوبی خیال کرون۔ یہ جواب اس معنی مین کہ جب کافر مذکور نے کثرت مال وجاہ پر اپنی ذات کا غرور
کیا تو اُسنے اپنے نفس کو گویا اللہ تعالے کا شریک ثابت کیا۔ دوم یہ کہ کافر مذکور شاید بُت پرست تھا تو اسکے شرک پر انکار کیا۔ سوم یہ کہ اُسنے بعث
و قیامت سے انکار کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہی تو اللہ تعالے کی قدرت سے انکار کیا اور عاجز قرار دیا تو مثل مخلوق کے اعتقاد کیا اور یہ شرک ہی تو رد
کر دیا کہ فضل الٰہی سے مین ایسا نہین کرتا ہون کہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک کرون یعنی نہ اعتقاد مین اور نہ فعل مین جیسے تو کرتا ہی۔ ولولا اور
تو نے یہ کیون نہ کیا کہ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ جب تو اپنے باغ مین آیا تھا تو قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ کہا ہوتا کہ ماشاء اللہ جو اللہ تعالے نے چاہا وہ
پیدا کیا اور مجھے دیا تو یہ ساری قدرت وصفت اُسی کی ہی لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کچھ قوت نہین مگر اللہ تعالے کے ساتھ یعنی نہ کسی کو قوت کہ خود حاصل
کرے اور نہ کسی مین طاقت کہ اسکو باقی رکھے مگر جو ہی اللہ تعالے کی قوت سے ہی۔ واضح ہو کہ یہ کلمہ جو اس کافر کو تعلیم کیا نہایت بزرگ کلمہ ہی اس کلمہ سے
خوبی پر نظر نہین لگتی ہی نہ اپنی اور نہ پرائی۔ ابن ابی حاتم نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات
تعلیم فرمائے ہین کہ مین انکو کرب و سختی کے وقت کہتی ہون اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً یعنی اللہ میرا رب ہی مین نہین شریک لاتی اُسکے ساتھ کسی
چیز کو۔ ابو یعلی و ابن مردویہ و بیہقی نے انس رض سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور یہی بات ہی کہ جس بندہ پر اللہ تعالے کوئی
نعمت اہل یا مال یا فرزند کی دے پھر وہ کہے کہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ تو اللہ تعالے اُس سے ہر آفت کو دور فرماویگا یہانتک کہ اسکی موت آوے اور
یہی آیت پڑھی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد مین عیسی بن عون عن عبد الملک بن زرارہ عن انس رض ہی اور حافظ ابو الفتح ازدی رح
نے کہا کہ اسکی حدیث صحیح نہین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اسناد ضعیف ہی ولیکن اُسکو تقویت حاصل ہی کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ معنی موقوف مروی
ہین ولیکن موقوف یہان بمنزلہ مرفوع کے ہے اور شیخ نے لکھا کہ بعض سلف نے فرمایا ہی کہ جس شخص کو کوئی بات اپنے حال یا مال یا فرزند سے اچھی
معلوم ہو تو اُسکو چاہیے کہ یون کہے کہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ یعنی زبان سے کہے اور دھیان کریگا کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ جو اللہ تعالے نے چاہا
ویسا ہوا ہی کچھ قوت نہین مگر اللہ تعالے کے ساتھ تو تمام خوبی اللہ تعالے کی طرف راجع ہوگی۔ اور امام احمد نے ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تجھے راہ نہ بتاؤن ایک خزانہ کی جنت کے خزانون سے اور ایک روایت مین زیادہ کہا کہ جو عرش کے نیچے ہی
مین نے عرض کیا کہ ہان بتلا دیجیے میرے مان باپ آپ پر فدا ہون فرمایا کہ کہا کر لا قوۃ الا باللہ۔ شیخ نے کہا کہ امام احمد اس روایت مین منفرد
ہین۔ صحیح مین ابو موسی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی کہ مجھسے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تجھے راہ نہ بتاؤن ایک خزانہ کی جنت کے
خزانون سے جو عرش کے نیچے ہے مین نے عرض کیا کہ ہان تو فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کلمہ کی تعریف و بزرگی مین آثار و احادیث وارد
ہین۔ پھر جب مومن نے اُسکو توحید اعتقادی سکھلائی اور توحید عملی بتلائی اور سکھلایا کہ سب باتون کو اللہ تعالے کے سپرد کیا کرے تو کافر نے جو
اُسیر ان اموال فانی اور دوستان خیالی کی وجہ سے تکبر کیا تھا اُسکا جواب دیا کہ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا اگر تو نے دیکھا
مجھے کہ مین تجھسے کمتر ہون از راہ مال و فرزند کے فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ تو مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے دیوے بہتر تیری

جنت سے خواہ دنیا مین یا آخرت مین یا دونون جگہ کیونکہ اُسکی قدرت مین سب ہی وَیُرْسِلَ عَلَیْھَا اور بھیجدے تیری جنت پر حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے حبان۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ حبان جمع حبانہ بمعنی سحاب و وسادہ و صاعقہ۔ ابن عباس و قتادہ و ضحاک نے کہا کہ حبانا من السمار یعنی عذاب آسمان سے بھیجے اور یہی مالک رح نے زہری نے روایت کیا اور ظاہر یہ ہی کہ مراد بارش عظیم ہی جو کھیتی و درختون کو جڑ سے اُکھاڑ دے۔ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا پس صبح کو وہ اس حال مین ہو کہ صعید ہو جسپر گھاس کا نام نہین اور زلق ہو یعنی پھسلو کہ جسپر قدم پھسلتا ہی۔ حاصل یہ ہی کہ تونے جو یہ دعوی کیا کہ تیری یہ جنت ایسی ہی کہ اسپر کوئی آفت نہین آسکتی اور فنا نہین ہو سکتی ہی یہ تو بہت شاداب ہی تو مجھے لگتا ہی کہ اللہ تعالے اسپر آسمان سے زور شور کا آندھی پانی بھیجے کہ بجلیون سے درخت تباہ ہون پانی سے برباد ہون زمین بے نبات رہجاوے وہ بھی کیچڑ کہ جسپر پاؤن نہ ٹھہرے۔ مترجم کہتا ہی کہ ویرسل کا عطف یؤتین پر ہی اور حسبی کے تحت مین داخل ہی پھر اگر یہ قصہ کسی دو شخص کا ہی تو یہ بندہ مومن کی ولایت مین سے ہی کہ اُسنے کہا کہ مجھے لگتا ہی کہ اللہ تعالے تیرے باغ پر یہ آفت نازل کرے اور وہی ہوا پھر یرسل پر عطف کیا قولہ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا یا صبح کرے پانی اُسکا غائر ہو کر یعنی نہر وغیرہ سب جذب ہو جاوے کہ کسی حیلہ سے ہاتھ نہ آوے علاوہ از زمین جب زمین سے پانی جذب ہو گیا تو خشک زمین پر درخت نہین ٹھہر سکتا اگرچہ کنوین سے پانی مل بھی جاوے اور ہر حال مین پانی جذب ہو جائیگا تو ایسی غائر حد پر پہونچ جاوے کہ فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا پھر تو نہ استطاعت پاوے اُسکے طلب کی۔ یہانتک کہ اس بندہ مومن نے اس مشرک کافر کو سمجھایا دلیکن حق عزوجل اپنی مخلوق کا دانا تر ہی اُسنے اس وقت تک اس کافر کو سمجھ نہ دی اور وہ اُسکی نصیحت پر ایمان نہ لایا۔ پھر جو کچھ مومن کی زبان سے نکلا تھا وہ اس کافر کے باغ کے ساتھ واقع ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ اور ہلاک کر دیا گیا اس کافر کا ثمر یعنی باغ یا مع دیگر اموال جنپر وہ تکبر کرکے اتراتا تھا اور بندہ مومن کو خوار سمجھتا تھا۔ احاطہ گھیرنا اور مراد اس سے جب کہ مجہول ہو آفت کا گھیرنا ہوتا ہی پس کنایہ ہی اُسکی بربادی سے۔ اور ثمر کہا نہین فرمایا کہ جنت کی طرف ضمیر راجع ہوتی بلکہ اس کافر کے ثمر کو بتلایا تو مراد یہان اُسکا باغ مع حاصل ہی کہ سب آفت مین برباد ہوئے فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ پس صبح کی اس حال مین کہ اپنی ہتھیلیان لوٹتا تھا یعنی کف افسوس ملتا تھا یعنی اُسکے ہاتھ مین کچھ نہ تھا تو حسرت کھاتا و افسوس کرتا تھا عَلَىٰ مَآ أَنفَقَ فِيهَا اُس مال پر جو باغ مین صرف کیا تھا۔ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا اس حال مین کہ وہ باغ ڈھا پڑا تھا اپنے کھمبون پر اسکی اصل یہ ہی کہ دیوارین دستون عمارت کی گرین اور اوپر سے چھت بیٹھ جاوے گویا بالکل برباد ہو جاوے تو یہ کنایہ برباد ہو جانے سے ہی۔ اور بعض نے کہا کہ عروش و عریش وہ ستون جنپر درختان انگور کی بیل چڑھائی جاتی ہی جب وے گرے تو مع انگورون و درختون کے لے گرے۔ ولیکن اول اظہر ہی پس اس حال کو دیکھکر وہ کف افسوس ملتا تھا۔ وَيَقُولُ يَـٰلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّيٓ أَحَدًا اور کہتا تھا کہ کاش مین نے شرک نہ کیا ہوتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ پس اُسکو ندامت اُسوقت ہوئی کہ جب کچھ فائدہ نہین ہی اور وہ بھی اسوجہ سے کہ دنیا اُسکے ہاتھ سے جاتی رہی نہ اسوجہ سے کہ وہ ایمان کیون نہین لایا تاکہ عقبی مین نور کرامت ہوتا اور یہ سب اُسکی عقل کا قصور ہی کہ جو چیزین اُسکو ان خواہش سے نظر آتی ہین پس فقط انھین پر اسکا وقوف تھا اور اسکے آگے نہین مانتا تھا۔ غرضکہ جب اسنے اپنے باغ کی بربادی دیکھی تو جانا کہ یہ اُسکے شرک کی شومی ہی پس اُسنے تمنا کی کہ کاش مین مسلمان ہو گیا ہوتا کہ یہ میرا باغ تو بربادی سے بچ جاتا۔ سراج مین لکھا کہ اس کلام سے یہ وہم ہوتا ہی کہ یہ آفت ہلاکت اُسکے شرک کی نحوست سے پڑی اور شرک مین ایسی ہی نحوست ہوا کرتی ہی کہ اموال برباد ہوتے ہین حالانکہ یہ مراد نہین ہی کیونکہ دنیا مین مشرکون کو زیادہ یہ چیزین آرام سے دیجاتی ہین اور مومنون پر بلا نازل کیجاتی ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتہم سقفا من فضۃ یعنی اگر یہ نہوتا کہ لوگ ایک ہی گروہ ہو جاوینگے تو ہم کر دیتے کہ جو شخص کفر کرتا اللہ تعالے سے اسکے بیوت کی چھت

چاندی کی یعنی جب اُنھون نے دنیاہی اختیار کی اور اللہ تعالے سے کفر کیا تھا تو ہم انکو دنیا اسقدر دیدیتے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے کافرون کو دنیاوی دولت تو بہت زیادہ ملی۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ بلا کے ساتھ مخصوص انبیا علیہم السلام ہین پھر اولیا ہین پھر امثل فامثل یعنی درجہ بدرجہ رتبہ والے ہین تو پھر یہ مشرک کیون محروم ہوا۔ جواب دیا گیا کہ تمام عمر اُسنے تحصیل دنیا مین صرف کی اور تمام عمر مین ہردم آخرت سے مُنھ موڑے رہا توجب دنیا بالکل جاتی رہی تو پھر دنیا و دین دونون نہ رہے محض محروم رہگیا تو اسکی حسرتین بہت بڑھگئین۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ اور نہ تھی اُسکی کوئی جماعت کہ اسکی مدد کرین جس بلا مین پڑگیا ہے اُس سے خلاصی مین مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوا اللہ تعالے کے جس سے وہ منکر و کافر و مشرک رہا ہے۔ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور وہ نہ تھا اپنی ذات سے انتصار رکھنے والا یعنی سوا اللہ تعالے کے کسی مین طاقت نہین ہے اور وہ کافر نہ خود طاقت رکھتا تھا اور نہ اسکے انصار کوئی ہو سکتے ہین۔ اور اسنے جو لوگ یا جو چیزین شرک بنائی تھین وہ محض خیالات تھے۔ پھر اگر یہان وہم ہو کہ اُسنے جب افسوس کیا کہ کاش مین نے اپنے رب سے شرک نہ کیا ہوتا تو شرک سے نادم ہوا چاہیے تھا کہ مومن ہوجاوے پھر کیونکر فرمایا کہ اسکا کوئی ناصر نہین ہے تو جواب یہ ہے کہ اسنے یہان شرک سے ندامت اسواسطے کی کہ مین مسلمان ہوجاتا تو میری جنت باقی رہتی تو اسکی رغبت اسلام کی بوجہ دنیا کے تھی کچھ اللہ تعالے عزوجل کی توحید کے واسطے نہ تھی اسی واسطے اللہ تعالے نے قبول نہین فرمایا۔ اور جب اس مثل سے یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا کافر کی جنت ہے تو بعد موت کے وہ شرک پر افسوس کریگا مگر اسی جنت کی بربادی پر نہ اللہ تعالے کی توحید پر اور اُسوقت قبول نہین ہے۔ یہ بھی نتیجہ نکلا کہ حکم اللہ تعالے ہی کا ہے جو نصرت دیتا ہے اپنے اولیا کو بعد اُنکی ذلت کے اور تونگر کرتا ہے اُنکو بعد انکی فقیری کے اور ذلیل کرتا ہے اعدا، کافرون و مشرکون کو بعد اُنکے تکبر و سرکشی کے اور انکو محتاج و خوار کردیتا ہے بعد انکی تونگری کے تو حکم فقط اسی کا ہے اور جو کوئی اسکے سوا ہے مانند خیالی تصویر کے ہے کہ حقیقت مین اسکا کچھ وجود نہین ہے تو اسکو مصرح فرمادیا بقولہ تعالے۔ هُنَالِكَ ایسے شدائد عظیمہ کے وقت مانند موت و قیامت مین۔ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ولایت واسطے اللہ تعالے حق عزوجل کے ہے جمہور کی قرأت ولایت بفتح واو ہے۔ سراج مین کہا یعنی نصرت یعنی وہان تو نصرت صرف اللہ تعالے ہی کی ہے کسی اور کی نہین ہو سکتی ہے. درحقیقت کہین بھی کسی اور کی نصرت نہین ہے لیکن دنیا مین آسایش کے وقت تو امتحان کی حالت مین نظرین خطا کرتی ہین اور وہان ظہور ہوجاتا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ولایت کی قرأۃ مختلف ہے۔ جمہور نے ولایت بفتح الواو پڑھا تو معنی یہ ہین کہ وہان تو موالات واسطے اللہ تعالے ہی عزوجل کے ہے یعنی وہان ہر ایک مومن و کافر سب ہی اللہ تعالے کی موالات کی طرف رجوع لاوینگے اور اُسی کی درگاہ مین عاجزی کرینگے مانند قولہ تعالے فلما راوا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین یعنی جب ہمارا عذاب دیکھینگے تو کہینگے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالے وحدہ پر اور کفر کیا ہم نے اُس سے جسکو ہم شریک لاتے تھے اور جیسے فرعون نے وقت معائنہ عذاب کے ایمان کا اقرار کیا۔ بعض نے واو کو کسرہ دیا ہے یعنی حمزہ و کسائی رحمہم اللہ تعالے کی قرأت مین واو مکسور ہے بمعنی ملک پس معنی یہ ہین کہ وہان حکم فقط اللہ تعالے حق عزوجل کا ہے۔ پھر الحق کو بعض نے رفع دیا اس بناپر کہ وہ صفت ولایت ہے یہی قرأت ابو عمرو اور کسائی کی ہے یعنی ولایت حق وہان اللہ تعالے ہی کے لیے ہے جیسے قولہ تعالے الملک یومئذ الحق للرحمن۔ اور سراج مین کہا کہ اسمین تنبیہ ہے کہ ایسے وقت لوگون کا جزع و فزع صرف اللہ تعالے ہی کی طرف نہ غیر کی طرف ہونا دلیل قطعی ہے کہ وہی حق ہے اور جو اسکے سوا ہے باطل ہے اور عارضی چیز پر فخر کرنا نہایت جہل ہے اور مومنون کو فخر نہین پہونچتا اور اُنکا مانگنا دنیا کسی حال مین روا نہین ہے اور حقیقت مین اُنکا فقر تونگری ہے جو عنقریب حقیقت کے طور پر ظاہر ہوگا اور باقیون کی قرأت مین الحق بکسر قاف ہے اس بناپر کہ وہ صفت اللہ کی واقع ہے مانند قولہ تعالے ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق الآیۃ۔ لہذا فرمایا۔ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وہی خیر ہے از راہ ثواب کے وَّخَيْرٌ عُقْبًا اور خیر ہے از راہ انجام و عاقبت کے یعنی جو اعمال کہ خالص اللہ عزوجل کے واسطے ہوتے ہین

ثواب انکا بہتر اور انجام اُنکا بالکل محمود و مسعود ہے امام رازی رح وغیرہ نے اسکو بر تقدیر لیا یعنی اگر بر تقدیر اسکے کہ کوئی غیر ثواب دے سکتا تو اس سے ثواب الٰہی بہتر ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہاں اسم تفضیل کسی کی نسبت کر کے نہیں ہے بلکہ بذات خود بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ھنالک الولایۃ للہ الحق۔ اسمین اشارہ ہے کہ قیامت مین اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو محفوظ فرماویگا کہ ظہور جلال مین متحیر نہون پس جب انکو قہر ربوبیت سے محفوظ فرماویگا اور انکو منازل وصل مین داخل کریگا پس یہ ولایت و مودت حقانی ہے کہ ازل مین اسکے ساتھ اہل الوداد کو مخصوص فرمایا ہے اور یہ منزلت بہت رفیع ہے جسکے اندازہ مین زبان قاصر ہے اور ولایت حق دنیا و آخرت مین وہ ہے کہ جو اسکے اختیار ازلی سے اور ارادہ قدیمہ سے صادر ہوئی ہے اور حقیقت اس ولایت کی یہ ہے کہ جسکو اس ولایت سے سرفراز فرمایا ہے اُسکو خوار نہین کریگا۔ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جسکا متولی فی الحقیقت ہے وہی ولی ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ حق تو اس بندہ کے محق صادق ہونے سے سابق ہے اور وہ تجھے اپنے حق کی جانب بلاتا ہے پس جب تو اپنی ذات کے واسطے اُسکا طالب ہو تو تجھے حاصل ہو پس قولہ ہو خیر ثوابا یعنی ان لوگون کے لیے جو اسکے طالب ہون وہ بہتر ثواب ہے نہ طالب جنت کے لیے کیونکہ وہ طالب جنت ہے۔ چونکہ ظاہر مین کافرون کو دنیا حاصل ہے تو اس حیات دنیا کی حقیقت بیان فرمائی

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

اور بیان کردے اُنکے لیے مثال زندگانی دنیا کی جیسے مینھ کا پانی کہ ہمنے اُسکو آسمان سے اُتارا پس اسکی وجہ سے گنجان ہوگئی نبات زمین کی پھر ہوگئی

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وہ سوکھی تنکی کہ اڑائے پھرتی ہین اسکو ہوائین اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کے اوپر خوب قدرت والا ہے مال اور بیٹے زینت ہین زندگانی دنیاوی کے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝

اور باقیات صالحات بہتر ہین تیرے رب کے یہان از راہ ثواب کے اور بہتر ہین تمنا کی راہ سے

وَاضْرِبْ لَهُمْ یعنی ان کافرون کے لیے جو اموال و اولاد پر فخر کرتے ہین بیان کردے مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مثال اس ادنی حیات کی جو دنیا ہے کہ کیسی جلد ہری بھری معلوم ہوتی ہے پھر کیسی جلدی زائل ہو جاتی ہے۔ كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جیسے پانی کہ ہم نے اسکو آسمان سے اُتارا۔ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس اس پانی سے مختلط ہوئی نبات زمین کی یعنی اُگی اور بڑھکر آپس مین گندھی جیسے کثرت سے گھاس کے جھنڈ مین دیکھا جاتا ہے تو اسپر خوشہ و تازگی و سبزی معلوم ہوتی ہے پھر جب پانی منقطع ہوا تو خشک ہو گئی۔ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا پس سوکھی تنکے ہو گئی۔ تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ کہ اُسکو ریاح ہر طرف اڑائے پھرتی ہین خلاصہ یہ کہ حیات دنیا کو اللہ تعالیٰ نے امطار السماء سے تشبیہ دی کہ جب تک امطار السماء سے مدد ملے گھاس ہری رہے وہ منقطع ہوا اور سوکھکر تنکے ہو کر اُڑ گئی اسی طرح جب تک حیات کا قوام رہا زندگی رہی منقطع ہوا اور خاک ہو گیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے یہ بھی اپنی قدرت سے کر دیتا ہے اور وہ بھی کر دیتا ہے اول اُسکو اُگاتا پھر بڑھاتا پھر زائل کر دیتا ہے اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ پہلے تو ہوس کے ساتھ پیدا ہوتی ہے پھر اُسکے حسن و تازگی مین دل مبتلا ہوتا ہے پھر انحطاط ہو کر زوال ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے حیات دنیا کی مثال کئی جگہ بیان فرمائی ایک یہان اور ایک سورۂ یونس مین بقولہ انما مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض الآیہ اور سورہ زمر مین بقولہ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض الآیہ۔ اور سورہ حدید مین بقولہ کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ الآیہ اور حدیث صحیح مین ہے کہ الدنیا خضرة حلوة یعنی دنیا ہری بھری شیرین ہے الی آخر الحدیث جب بیان فرمادیا کہ صحیح بات کو غور سے دیکھو کہ امتداد زمانہ کا مدت دراز سے ہے اور آدمی کی دنیاوی حیات کی مثال جیسے مینھ کا پانی

برسات تک گھاس ہری رہی اور منقطع ہوا کہ تنکے ہوکر اڑگئی اور یہی حال دنیا کا ہو کہ جو چیز ہے آدمی کے حق مین جلد زائل ہونے والی ہے وہ فنا کے لیے آمادہ بیٹھی ہے تو فرمایا کہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ مال اور بیٹے یعنی اولاد بیٹا ہو یا بیٹی ہو ولیکن کافرون کو بیٹے زیادہ عزیز تھے اُنھین پر فخر کرتے تھے تو انھین کو بیان کردیا کہ مال اور بیٹے زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا زینت ہین حیات دنیا کی۔ اور مذکور ہوا کہ کل حیات دنیا سریع الزوال آمادہ فنا ہو تو مال و اولاد بھی زائل ہونے والے ہین اور جو چیز زائل ہوجانے والی ہو اُسپر ایسا دل لگانا کہ آخرت خراب ہو عاقل کا ہرگز کام نہین یا اُسپر فخر کرنا محض حماقت ہو تو نتیجہ نکلا کہ مال و اولاد پر دل لگانا بے عقلی اور فخر کرنا محض حماقت ہو اور یہ بھی نتیجہ نکل سکتا ہو کہ جو شخص فانی پر دل لگاوے اُسکا انجام حسرت و افسوس ہے جیسے مثال رجلین مین کافر نے مومن کی نصیحت نہ مانی اور انجام کو حسرت و افسوس اٹھایا۔ پھر کفّار جن مسلمانون پر فخر کرتے تھے ان مسلمانون نے اموال وغیرہ سے دل اٹھا کر اپنی آخرت کے واسطے سامان جمع کیا تھا تو جو کچھ کافرون کے پاس تھا وہ فانی و سریع الزوال تھا اور جو ان مومنون کے پاس تھا وہ اُنکے ساتھ آخرت مین باقی تھا۔ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا یعنی ثواب و اُمید مین اللہ تعالےٰ کے یہان باقیات صالحات بہتر ہین۔ اسمین مومنون کو بھی نصیحت ہو کہ جو کام کرتے ہین اگرچہ وہ جواز شرعی کے ساتھ ہون لیکن بعضے محض خیر و باقی ہین اور بعضے مخلوط ہین اور بعضے جائز و مباح ہین جیسے پیٹ بھر کر روٹی کھانا جائز ہے لیکن بیفائدہ ہے اور جیسے مسائل خرید و فروخت کے کہ یہ خود آخرت کی باقیات سے نہین ہین بلکہ اُنکے سیکھنے و لوگون کو بتلا دینے مین ثواب ہے وہ آخرت مین باقی ہو اور جیسے نماز و ذکر الٰہی کہ یہ بالکل خیر و آخرت مین باقی ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان دو مقام ہین کہ آدمی توقف کر کے سمجھ لے اول یہ کہ مال و اولاد مین اللہ تعالےٰ کا حکم کیا اور حال کیونکر ہے دوم یہ کہ باقیات صالحات سے کیا مراد ہو پس مقام اول مین دو باتین ہین ایک یہ کہ مال تو اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کو اپنی مشیت کے موافق مقدر دیا ہو بندہ مومن کو اپنے باقیات صالحات کے اہتمام کے ساتھ ضروری ہے کہ کھانے پینے مین قدر کفایت حاصل ہو تو اُسکے حاصل کرنے مین جو جائز طریقہ شرع سے اختیار کرے اس وقت بوجہ وجوب و ضرورت کے امید ہو کہ باقیات صالحات مین شمار ہو اور قدر کفایت وہ ہے کہ تن ڈھک جاوے اور کپڑے کی ضرورت رفع ہوجاوے اور نفقہ فرض اُسپر سے ساقط ہوجاوے اور اوسط درجہ مین کہ کچھ آسانی کے ساتھ ہو کسی قدر حصہ مین کمی ہے واللہ اعلم اور حدیث مین ہو کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ یعنی حلال مال مرد صالح کے واسطے خوب ہوتا ہے اور یہ اُسوقت ہو کہ اُسنے یہ مال حلال اپنی صلاحیت کے ساتھ پایا ہو اور صلاحیت یہ کہ باقیات صالحات کا اہتمام ضائع نہ کیا ہو جیسے مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے مقرر کیا اور اُسکو نفع کثیر حاصل ہوا اور یہ شخص اپنی باقیات صالحات کے اہتمام مین ہے اور اللہ تعالےٰ نے آیات مین مال خرچ کرنے و اسکی حفاظت کا طریقہ بیان فرمایا ہو اور احادیث مین بھی آیا ہے ولیکن یہ مال اس بندہ صالح کے اعتقاد مین اور اعمال مین تفاخر و زینت نہین ہوتا بلکہ راعت آخرت ہوتا ہے پھر باوجود اسکے علمار محققین نے کہا ہے کہ فقیری کا درجہ اس سے بڑھکر اسوجہ سے ہے کہ اسکو اللہ تعالےٰ نے دنیا مین نہین دیا اور باوجود اسکے وہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر پر دل سے راضی و آخرت کے اہتمام مین ہے اور حدیث صحیح مین یہ مضمون ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے فقرار نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ تونگر لوگ سب حصہ لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہو انھون نے عرض کیا کہ جیسے ہم نماز پڑھتے ویسے وہ بھی پڑھتے ہین جیسے ہم روزہ رکھتے وے بھی رکھتے ہین اور وے زکوٰۃ دیتے و صدقہ کرتے اور بمانند اسکے ثواب مالی حاصل کرتے ہین اور ہم نہین حاصل کرسکتے تو فرمایا کہ مین تم کو سکھلا دون کہ جو تم اُسکو کرو تو کوئی تمھارے برابر نہ پہونچیگا مگر جو ایسا کرے پس آپ نے انکو سکھلایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳۔ بار سبحان اللہ ۳۳۔ بار الحمد للہ و ۳۴۔ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ انھون نے یہی کرنا شروع کیا جب اہل مال نے سنا تو انھون نے بھی یہی

پڑھنا شروع کیا تو پھر فقرا نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ وے بھی ایسا کرتے ہین تو فرمایا کہ اللہ تعالے کا فضل ہو جسکو چاہے دے۔ اصل حدیث صحاح مین ہو لیکن واضح ہو کہ فقرا باوجود اسکے جنتی تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے۔ اور علما رمین اختلاف ہے کہ صلاحیت کیساتھ تونگری بہتر ہو یا فقیری بہتر ہو اور دلائل ہر ایک کے اپنے مقام پر مذکور ہین ولیکن صحیح یہ ہو کہ فقیر صالح مطلقاً بہتر ہے جب کہ فقر پر راضی ہو۔ حاصل یہ ہوا کہ آیت مین جو مال کی مذمت ظاہر ہوتی ہو وہ ان کافرون کے اطوار پر جو اس پر دل لگاتے و زینت دنیا چاہتے اور جمع کرنے مین سرگرم اور اُسپر فخر کرتے اور محتاجون کو ذلیل سمجھتے تھے اور خلاصہ اسکا ایک بات کہ مال زینت حیات دنیا کی غرض سے مذموم ہے خواہ کافر کے پاس ہو یا مسلمان کے دل مین ایسا خیال ہو۔ دوسری بات اولاد ہو تو جب اولاد بھی زینت حیات دنیا کے واسطے مقصود ہو تو یہ اُس شخص کے حق مین مذموم ہو اور اگر ولد صالح چاہے جو اسکے حق مین دعا کرے بعد موت کے یا مثلاً یہ شخص عامی ہو اور اُس سے عالم ہونے کی یا ولی ہونے کی اُمید کرے تو یہ زینت دنیا نہین ہو اور اللہ تعالے نے مدح کے ساتھ فرمایا والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ تو اسمین اولاد کی خواہش اسطرح ممدوح ہو اور قوله تعالے والذین یکنزون الذھب والفضة الآیہ کی تفسیر مین گذر چکا کہ جب صحابہ رضہ نے پوچھا کہ پھر ہم کیا جمع کرین تو فرمایا کہ عورت صالحہ جو اپنے شوہر کے لیے آخرت کے کام مین معین ہو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی بشارت دی گئی لیکن وے اس حال مین تھے کہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین انکو اولاد کی محبت مانع و مخل نہین ہوتی تھی چنانچہ فرزند کو قربانی کرنے مین کچھ خیال نہ کیا اور آمادہ ہوگئے تھے بلکہ اپنے نزدیک چھُری پھیر دی تھی اور قدرت آلہیہ تھی کہ چھری دنبہ کی گردن پر چلی اور اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر کو سچا کر لیا اور ایک پیغمبر کو ذبح سے بچا دیا اور حدیث مین ہو کہ مین اور یتیم کی کفالت کرنیوالا جنت مین اسطرح ہونگے اور اپنے بیچ کی انگلی اور کلمہ کی دونون ملائین۔ اور اولاد کی پرورش کے فضائل بھی احادیث مین ہین پس حاصل یہ کہ اولاد جب بغرض زینت حیات دنیا ہو اور اُسکو آخرت کے کام سے مانع ہو بوجہ اسکے کہ اُسکو اولاد سے کثرت سے الفت ہو تو یہ مذموم ہو۔ مقام دوم یہ کہ باقیات صالحات کیا ہین تو شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت ابن عباس و سعید بن جبیر و بہت سے سلف نے فرمایا کہ باقیات صالحات پانچون نمازین ہین۔ اقول شاید مراد اس سے نماز مع اپنے توابع اذکار و تسبیح وغیرہ کے ہین ولیکن روزہ بھی خالص ہو کہ حدیث قدسی ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ یعنی روزہ میرے واسطے ہو اور مین ہی اُسکا ثواب ہون۔ اور عطاء بن ابی رباح و سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ باقیات صالحات سبحان اللہ والحمد للہ ولا آلہ الا اللہ واللہ اکبر ہین اور امیر المومنین عثمان بن عفان رضہ سے پوچھا گیا کہ باقیات صالحات کیا ہین فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ وسبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم ہین۔ اور امام احمد نے حارث مولی عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز عثمان رضہ بیٹھے اور ہم انکے ساتھ بیٹھے پھر موذن آیا یعنی جماعت تیار ہو پس آپ نے ایک برتن مین وضوء کو پانی منگوایا میرا گمان ہو کہ اسمین ایک مد ہوگا پھر وضوء کیا پھر فرمایا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ جس نے میرے اس وضوء کے مانند وضوء کیا پھر کھڑے ہوکر ظہر کی نماز پڑھی تو ظہر و صبح کے درمیان مین جو اس سے ہوا ہو بخشدیا جائیگا پھر اُسنے عصر پڑھی تو عصر اور ظہر کے درمیان جو ہوا ہو بخشا جائیگا پھر اُسنے مغرب پڑھی تو مغرب و عصر کے درمیان جو ہوا ہو بخشا جائیگا پھر اُسنے عشاء پڑھی تو جو عشاء و مغرب کے درمیان اس سے ہوا وہ بخشا جائیگا پھر وہ شاید سوئے کہ رات بھر لوٹتا رہے پھر اگر وہ اُٹھا اور اُسنے وضوء کیا اور صبح کی نماز پڑھی (یعنے تہجد نہ پڑھے) تو عشاء اور صبح کے درمیان جو اس سے ہوا بخشا جائیگا انھین کے حق مین ہو ان الحسنات یذھبن السیات۔ یہی حسنات ہین کہ دور کر دیتے ہین سیات کو لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ تو تفسیر حسنات کی معلوم ہوئی پھر

باقیات صالحات کیا ہین فرمایا کہ یہ لا الٰہ الا اللہ و سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہین تفرد بہ الامام احمد۔ امام مالک نے بواسطہ عمارہ بن عبد اللہ بن قسیط کے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ باقیات صالحات سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ ہین اور دوسری روایت سعید رح سے ہو کہ یہ پانچ کلمات ہین یعنی جو اوپر مذکور ہوے۔ ابن عمر رض نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و سبحان اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ باقیات صالحات ہین۔ اس روایت مین الحمد للہ نہین ہو۔ مجاہد رح کے قول مین الحمد للہ ہو لیکن لا حول و لا قوۃ الا باللہ مذکور نہین ہو اور ایسا ہی عبد الرزاق نے حسن و قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہو۔ اور ابن جریر نے ابو سعید رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات مین سے بہت زیادہ جمع کرو۔ عرض کیا گیا کہ وے کیا ہین فرمایا کہ ملت۔ عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہو فرمایا کہ تکبیر و تہلیل و تسبیح و الحمد للہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ و قد رواہ الامام احمد۔ مترجم کہتا ہو کہ مین یہان دیگر مفسرین کے اقوال نقل کرکے پھر باقی حصہ تفسیر امام ابن کثیر رح کا نقل کرونگا۔ باقیات صالحات کی تفسیر مین اقوال ہین اول یہ کہ جو فقرا مہاجرین کرتے تھے جنکے حق مین نزول اس آیت کا ہوا ہو۔ یہ قول رد کردیا گیا کہ سبب خاص کا اعتبار نہین ہوتا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار ہو تو جو چیز باقی و نیک عمل ہو داخل ہونا چاہیے۔ قول دوم نمازہاے پنجگانہ۔ اور اعتراض ہوا کہ انکے سواے بھی اعمال صالحہ ہین۔ قول سوم اذکار جو اوپر مذکور ہوے۔ قول چہارم پاکیزہ قول۔ قول پنجم یہ کہ باقیات صالحات وہ نیک اعمال ہین جنکے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہین۔ سراج مین لکھا کہ یہ قول اعم و اشمل ہے اسمین نماز و اعمال حج و روزہ رمضان و سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور پاکیزہ کلام اور سواے انکے ہر قول و عمل جو تجھے محبت الٰہی و اسکی معرفت و خدمت کی جانب داعی ہو یہ سب باقیات صالحات ہین برخلاف اسکے جو قول و عمل تجھے خلق کی جانب مشغول کرے وہ اس سے خارج ہو کیونکہ ماسواے حق عز و جل کے جو کچھ ہو سب فانی ہو تو اس سے مشغول ہونا اور اسپر خرچ کرنا اور اسکے لیے سعی کرنا سب ضائع ہو اور حق عز و جل تو وہ بذات پاک خود باقی ہو تو اُسکی محبت و معرفت و طاعت و خدمت مین مشغول ہونا بھی باقی ہو اُسکو زوال نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ شاید تحقیق یہان وہ ہو جسکی جانب اول مین نے اشارہ کیا ہو کہ باقیات صالحات وہ اعمال ہین جو خالص توحید و تعظیم صفات الٰہی عز و جل و خالص اُسکے طاعات ہین پس نماز و روزہ و تسبیح و تہلیل وغیرہ اسمین داخل ہونگی اور نماز کے واسطے وہان باقی ہونا ایک صورت کے ساتھ آیا ہو اور ایسے ہی روزہ و تلاوت قرآن وغیرہ اور اُنکے سواے اور بھی اعمال خیر ہین حتی کہ حدیث مین ہو کہ حتی اللقمۃ تجعل فی فی امراتک۔ یعنی وہ بھی نیکی ہو جو لقمہ تو اپنے جورو کے مُنھ مین دے یعنی جورو کا نان نفقہ جو دیوے وہ نیکی ہو ولیکن بقا ان نیکیون کا براہ ثواب ہو کہ اُنکا عوض جنت مین نعمتین ہین اور خود یہ خیرات بذاتہا باقی نہین ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ پھر شیخ امام ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہو کہ سالم بن عبد اللہ کے آزاد کیے ہوے عبد اللہ بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ مجھے سالم رح نے ایک ضرورت سے محمد بن کعب القرظی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ محمد بن کعب سے کہدینا کہ مجھ سے زاویہ قبر کے پاس ملاقات کرین مجھے کچھ ضرورت ہو۔ کہا کہ پھر دونون مین وہان ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے کو سلام کیا پھر سالم رح نے فرمایا کہ آپ باقیات صالحات کس کو شمار کرتے ہین انھون نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر و سبحان اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ تو سالم نے کہا کہ تم نے لا حول و لا قوۃ الا باللہ کو کب سے اسمین داخل کیا ہو انھون نے کہا کہ مین برابر اسمین داخل رکھتا ہون۔ پھر دو یا تین مرتبہ کلام کو لوٹایا مگر محمد بن کعب اسی پر جمے رہے اور کہا کہ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔ سالم رح نے کہا کہ ہان تو محمد بن کعب نے کہا کہ مجھ سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث فرمائی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ پھر مجھے چڑھا یا آسمان کو وہان مین نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور پوچھا کہ اے جبرئیل یہ تیرے ساتھ کون ہو جبرئیل نے کہا کہ محمد ہیں انھون نے مجھے مرحبا و اہلا و سہلا کہا اور فرمایا کہ اپنی امت کو تاکید کرو کہ وہ اس جنت مین استکثار کرین کہ اُس کی تربت

طیب و اُسکی زمین وسیع ہی مین نے پوچھا کہ غراس جنت کیا ہین کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مترجم کہتا ہو کہ محمد بن کعب نے اس حدیث سے نکالا کہ یہ
کلمہ بھی باقیات صالحات مین سے ہی یعنی بذات خود باقی رہتا ہی اور یہ نہین ہو کہ اُسکا ثواب خالی ملتا ہو فافہم۔ امام احمد رح نے باسناد خود روایت کی اسطرح
کہ حدثنا محمد بن یزید عن العوام عن رجل من الانصار قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی انصار کے ایک شخص نے جو اولاد نعمان بن بشیر
مین سے تھے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلکر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم لوگ مسجد مین تھے یہ بعد نماز عشاء کا حال ہی پھر آسمان کی
طرف اپنی نظر اُٹھائی پھر نیچی کرلی یہانتک کہ ہم نے گمان کیا کہ آسمان مین کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہی پھر فرمایا کہ تم لوگ خبردار رہو کہ میرے بعد قریب زمانہ
مین ایسے امراء ہونگے کہ جھوٹ بولینگے اور ظلم کرینگے پس جس نے کہ اُنکے جھوٹ مین اُنکی تصدیق کی اور موافقت کی اُنکے ظلم مین تو وہ مجھسے نہین اور نہ مین
اُس سے ہون اور جس نے کہ نہین تصدیق کی اُنکے جھوٹ مین اور نہ موافقت کی اُنکے ظلم مین تو وہ مجھ سے ہی اور مین اُس سے ہون اور خبردار ہو کہ
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر یہی باقیات صالحات ہین۔ امام احمد رح نے ابو سلام سے اُسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک مولی سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتون کے واسطے مبارک خوبی ہو وے کیسی بھاری ہین میزان مین لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور
سبحان اللہ اور الحمد للہ اور پانچوان فرزند صالح جو وفات پاوے اور اسکا والد ثواب کے واسطے صبر کرے اور فرمایا کہ مبارک خوبی ہی پانچ باتون کے لیے
جو اللہ تعالے کی ملاقات کرے درحالیکہ ان باتون پر یقین رکھتا ہو تو جنت مین داخل ہوگا ایمان لاوے اللہ تعالے کے ساتھ اور دن قیامت پر اور
جنت پر اور دوزخ پر اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر اور حساب پر۔ امام احمد رح نے حسان بن عطیہ سے روایت کی کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ
سفر مین تھے پھر ایک منزل پر اُترے پس اپنے غلام سے کہا کہ میرے پاس شفرہ (چھری) لا کہ مین اُس سے کھیل کرونگا تو مین نے انپر اس فعل سے انکار کیا تو فرمایا کہ
جب سے مین اسلام لایا ہون کوئی کلمہ نہین بولا مگر آنکہ مین نے اسکی لگام دیدی یا مہار دیدی سواے اپنے اس کلمہ کے پس تم اسکو مجھپر یاد مت رکھو اور
یہ یاد رکھو جو مین تم سے کہتا ہون مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب لوگ سونے و چاندی کا خزانہ جمع کرین تو تم لوگ ان
کلمات کا خزانہ جمع کرو۔ اللہم انی اسالک الثبات فی الامر۔ آلہی مین تجھ سے درخواست کرتا ہون ثابت قدمی کی دین پر۔ والعزیمۃ علی الرشد۔ اور
مضبوطی کا قصد ہدایت پر۔ واسالک شکر نعمتک۔ اور درخواست کرتا ہون توفیق شکر نعمت کی۔ واسالک حسن عبادتک۔ اور مانگتا ہون توفیق بہتر
حسن عبادت کی۔ واسالک قلبا سلیما۔ اور تجھ سے مانگتا ہون قلب سلیم۔ واسالک لسانا صادقا۔ اور تجھ سے سچی زبان مانگتا ہون۔ واسالک من
خیر ما تعلم۔ اور جو تیرے علم مین بہتر ہو اسمین سے تجھ سے مانگتا ہون۔ واعوذ بک من شر ما تعلم۔ اور تیرے علم مین جو شر ہو اُس سے مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون
واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب۔ اور تجھ سے اُن سب گناہون کی مغفرت چاہتا ہون جو تو جانتا ہی تو ہی تو پوشیدہ باتون کا اچھا جاننے والا
ہی۔ پھر اس حدیث کو امام احمد نے ونسائی نے دوسری وجہ سے روایت کیا ہی۔ طبرانی رحمہ اللہ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جو لوگ
طائف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اول آئے اُنمین مین بھی تھا پس اول وقت مین اپنے اہل کے پاس سے نکلا اور عصر کے وقت منی مین آیا
پس مین پہاڑ پر چڑھا پھر اُترآیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مسلمان ہوگیا اور آپ نے مجھے قل ہو اللہ احد سکھلائی اور یہ کلمات سکھلائے
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور فرمایا کہ یہ باقیات صالحات ہین۔ اور اسی اسناد سے طبرانی رح نے روایت کی کہ جو شخص رات مین اٹھا
اور وضو کیا اور کلی سے مُنھ صاف کیا پھر اُسنے سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ الحمد للہ کہا اور سو مرتبہ اللہ اکبر کہا اور سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کے
گناہ بخشدیے جاوینگے سواے ناحق خون کے کہ وے باطل نہین ہوا کرتے ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ باقیات
صالحات یہ ذکر الٰہی ہین لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور تبارک اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور استغفر اللہ اور صلے اللہ

على رسول اللہ اور روزہ وحج وصدقہ اور آزاد کرنا اور جہاد اور صلہ رحم اور تمام نیک اعمال اور یہ سب باقیات صالحات ہین کہ اپنے لوگون کے ساتھ جنت مین رہینگے جب تک آسمان وزمین قائم ہین مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت مین منصوص مذکور ایسے ہی اعمال ہین جو بذات خود باقی ہین اور خالص لوجہ اللہ تعالے ہین فافہم۔ عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ باقیات صالحات وہ پاکیزہ کلام ہی عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحہ جملہ اعمال صالحہ ہین اور اسی قول کو شیخ ابن جریر نے اختیار فرمایا ہی۔ فافہم۔ ش فی العرائس قولہ تعالے والباقیات الصالحات خیر عند ربک الآیہ۔ محبت دائمی پر غبار حرمان کا اور داغ حدوث کا نہین آتا ہی اور سبزہ معرفت ہی جو اللہ تعالے کے دیدار ذات صفات سے عارفون کے دلون مین آتی ہے اور باقیات صالحات ہین سے انس باللہ عز وجل اور اسکی توحید مین اخلاص اور غیر سے منفرد ہو کر اللہ تعالے عز وجل کے ساتھ ہونا اور یہ منازل عارفون کے ساتھ باقی ہین اور یہ صالحہ ہین انہین کچھ کجی نہین ہی اور یہ اچھے منازل ہین کیونکہ یہ وصف بقاے عارف مع بقاء الحق ہین یعنی حق عز وجل ہمیشہ باقی ہی تو وصف بقاے عارف دائمی ہی جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ جو امور تفرید توحید کے ہین وہ باقیات صالحات ہین کیونکہ وہ توحید کرنیوالے کی بقاء کے ساتھ اور توحید کرنیوالا بقاے حق عز وجل حی دائمی باقی ہی شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ اعمال صالحہ خالص اور نیات صادقہ اور ہر وہ فعل جس سے خالص رضاے الٰہی مقصود ہو باقیات صالحات ہین۔ قال المترجم یہی سابق مین مترجم کو توفیق عطا ہوئی اور الحمد للہ کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کے اس قول سے متوافق ہی شیخ یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ وہ نصیحت خلق ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ قول استنباط حدیث سے ہی کہ الدین النصیحۃ یعنی دین یہی نصیحت ہی یعنی اپنے آپ کو اور تمام مخلوق کو اور تفسیر اسکی حدیث مین آئی ہی کہ اللہ تعالے کے واسطے اور رسول کے واسطے خیر خواہی اور سردار مسلمانون کے لیے اور عام مسلمانون کے لیے خیر خواہی کرنا۔ پھر جب اللہ تعالے نے دنیا کی بے ثباتی و ناپائداری بیان فرمائی اور آخرت کو لازم بتلا دیا اور باقیات صالحات کی جانب ارشاد کر دیا تو اب بیان فرمایا کہ جن لوگون نے عقل نہین حاصل کی دنیا پر مغرور رہے انکا اور جو نصیحت سے ہوشیار ہوے انکا انجام ضروری کیا ہے

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ

اور جس دن ہم روان کرینگے پہاڑون کو اور تو دیکھے گا زمین کو کھلا ہوا اور جمع کرینگے ہم انکو سو ہم باقی نچھوڑینگے انہین سے کسی کو اور پیش کیے جاوینگے تیرے رب کے سامنے

صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتَابُ

صف کرکے تم ہمارے پہان آئے جیسے ہم نے تم کو پیدا کیا تھا اول بار بلکہ تم نے گمان کر لیا تھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ گاہ نہ کرینگے اور رکھی جاویگی کتاب

فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا

سو تو دیکھیگا گنہگارون کو کانپتے خوف سے اس چیز سے جو اسمین ہی اور کہینگے کہ ہاے خرابی ہماری کیا ہی اس کتاب کے لیے کہ نہین چھوڑتی کسی گناہ چھوٹے کو اور نہ

كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

بڑے کو مگر سبکو گھیر لیا ہی اور پایا ان لوگون نے جو کیا سامنے اور ظلم نہین کریگا تیرا رب کسی پر

آیت کریمہ مین اللہ تعالے نے ہولناک واقعات قیامت سے آگاہ کرنے کو چند انواع ذکر فرمائے ہین۔ اول ویوم نسیر الجبال اور بیان کر دے وہ دن کہ ہم روان کر دینگے پہاڑون کو یعنی انکی جگہون سے انکو زائل کر دینگے۔ کما فی قولہ تری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب۔ وقولہ تعالے وتکون الجبال کالعہن المنفوش۔ اور مانند اسکے آیات کثیرہ ہین اور آیت مین یہ بیان نہین ہی کہ پہاڑ زائل کرکے کہان جاوینگے۔ رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ محتمل ہی کہ اللہ تعالے انکو کسی جگہ منتقل فرماوے اور اسکو مخلوقات کے واسطے بیان نہین فرمایا یعنی مخلوق الٰہی علاوہ اس زمین کے

بیشار ہی پس یہ تو کوئی تردد نہین ہوسکتا ہی کہ پہاڑ کہان جاوینگے بلکہ غایت یہ ہی کہ بیان نہین فرمایا۔ اور حق یہ ہی کہ اللہ تعالے پہاڑون کو منتقل نہین فرماویگا بلکہ زائل و معدوم کردیگا بدلیل قولہ تعالے ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفها ربي نسفا فیذرها قاعا صفصفا الآیہ اور بدلیل قولہ تعالے وبست الجبال بسا فکانت ہباء منبثا یعنی دھنی روئی کی طرح ہوکر پھر پارہ پارہ ہوکر پھر ذرہ ذرہ اُڑجاوینگے۔ ابوعمر اور ابن عامر کی قراءۃ تسیر بضم التاء و فتح السین و فتح الیاء یعنی روان کیے جاوینگے پہاڑ جیسے قولہ تعالے وسیرت الجبال فکانت سرابا یعنی پہاڑ اپنی جگہون سے زائل کیے جاوینگے پس ریگ سراب ہوجاوینگے اور قولہ تعالے واذا الجبال سیرت۔ اور جبکہ پہاڑ زائل کیے جاوینگے یعنی انہین صیغہ مجہول ہی ویسے ہی یہان تسیر مجہول ہی اور فاعل حقیقی اللہ تعالے ہے اور باقیون نے نسیر بنون و کسر الیاء پڑھا بقیاس قولہ وحشرناہم کہ وہان اسناد فعل اپنی قدرت کیطرف ظاہر ہے۔ بہرحال معنی واحد ہین کہ پہاڑون کو اللہ تعالے زائل و معدوم فرماویگا۔ اور واضح ہو کہ صریح نہین فرمایا کہ جسدن ہم پہاڑون کو زائل کرینگے۔ اسواسطے کہ مخلوق انکی ہولناک حالت فنا ہونیکی کہ اپنے مقامات سے اکھڑ کر روئی کیطرح اُڑتے ہوے ریزہ ریزہ ہوکر سراب ہونگے آنکھون دیکھین۔ نوع دوم۔ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً۔ اور تو زمین کو دیکھیگا کھلا ہوا۔ یعنی ہر مقام سے صاف ایک قاع صفصف برابر میدان کہ نہ اُسمین اونچائی ہوگی اور نہ نیچائی اور نہ پہاڑ اور نہ وادی اور اسمین کسی کا نشان نہوگا اور نہ کوئی مکان جسکی آڑ مین مخلوق دم لے اور نہ درخت ہوگا نہ سایہ ہوگا پس اُس دن سایہ کسی کے واسطے نہین سواے سایہ اللہ تعالے کے یعنی اُسکی قدرت سے نیک بندون کو سایہ ملیگا۔ اور بعض نے کہا کہ زمین کے بارز و ظاہر ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو کچھ اسکے پیٹ مین ہی سب اُگل دیگی پس جوف ظاہر ہوجائیگا۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین ہی کہ زمین اُسدن ایک شفاف آئینہ ہوگی اور خون و مظالم بندون کے سب اپنے جوف سے نکال دیگی تو وار پار نظر آئیگا اور قولہ تعالے یوم تبدل الارض غیر الارض الآیہ کی تفسیر مین تفصیل و تحقیق گذر چکی ہی بالجملہ یہ بھی ایک ہولناک منظر ہوگا اور نوع سوم قولہ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ یعنی ہمنے حشر کیا خلائق کو ایسے وقت کہ ہر بات پوشیدہ ظاہر ہوگی اور ہر قبیح کھل جائیگا اور حساب بال بال کا ہوگا اور حساب لینے والا علام الغیوب عزوجل ہوگا سو فرماتا ہی کہ ہم نے نہین چھوڑا اولین و آخرین مین سے کسی کو کیونکہ اللہ تعالے پر بھول نہین اور نہ عجز ہی کما قال تعالے قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم الآیہ وقال تعالے ذلک یوم مجموع لہ الناس الآیہ حشر کے معنے جمع کے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے تو نسیر مستقبل اور تری مستقبل فعل ہین اور یہان حشرنا ماضی ہی تو اسمین کیا حکمت ہی بعض نے کہا کہ ماضی واسطے اس دلالت کے کہ محشور ہونا ایسا قطعی ہی گویا ہم نے حشر کردیا تو ہر ایک اپنا انجام سوچے۔ پس ماضی سے مراد مستقبل ہی ولیکن مستقبل کو بطور ماضی تعبیر کرنے مین یہ اشارہ ہی۔ بعض نے کہا کہ واؤ یہان اور مابعد مین حالیہ ہی یعنی پہاڑون کی تسییر ہم کرینگے اس حال مین کہ محشور کیا ہم نے سب کو تاکہ سب لوگ ان ہولناک وقائع کو مشاہدہ کرین پس قبرون سے اُٹھانا قبل سے ہوگا گویا یون فرمایا کہ اور حال یہ کہ ہم نے لوگون کو ان ہولناک وقائع سے پہلے مبعوث کرکے اُٹھاکر محشور کردیا تاکہ انکو مشاہدہ کرین یہ معنی زمخشری وغیرہ نے ذکر کیے ہین۔ اور نغادر مغادرت سے ہی اور باب مفاعلت دونون طرف سے ہوتا ہی جیسے مقاتلت باہم ایک دوسرے کو قتل کا قصد کرنا مگر یہان ایک طرف سے ہی جیسے تعاقب اللصوص ہم چورون کا پیچھا کرتے ہین تو یہ معنی نہین کہ اور چور بھی ہمارا پیچھا کرتے ہین اسی طرح یہان ہی کہ ہم نے نہین چھوڑا انمین سے کسی کو۔ پھر منہم کی ضمیر ذوی عقل کے واسطے ہی حالانکہ محشور تو جانور و بہائم و چرند پرند سب ہونگے لیکن مقصود یہان اہل جنت و دوزخ ہین لہذا بعد اس حشر کے کیفیت پیش ہونے کی بیان فرمائی۔ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا۔ اور پیش کیے گئے تیرے رب کے حضور مین صف کرکے۔ شاید ایک صف ہو بقولہ تعالے یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ یا صفوف ہر ایک کے علحدہ ہون کما فی قولہ جاء ربک والملک صفا صفا۔ اور شاید کہ صفوف بمنزلہ ایک صف کے ہون جیسے خانہ کعبہ کے گرد صفوف بمنزلہ صف واحد ہین اور بعض نے کہا کہ صف سے مراد یہان قیام ہی بقولہ تعالے فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف۔ یعنی کھڑے ہوکر۔ وقد قال تعالے یوم یقوم الناس لرب العالمین جس دن کھڑے ہونگے لوگ رب العالمین کے واسطے۔ پھر جو لوگ

قیامت سے منکر اور دار آخرت کے قائل نہین ہوتے تھے انکو ملامت فرمائی جاویگی بقولہ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا تم تو آگئے ہماری حضور مین۔ کَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہم نے تمکو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اسمین دو باتین نکلی ہین کہ منکرون کو دوبارہ مبعوث ہونے سے انکار تھا حالانکہ جسنے اول مرتبہ پیدا کیا وہ دوبارہ اعادہ پر صریح قادر ہے تو ملامت کردی کہ تم ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تم کو عدم سے اول مرتبہ پیدا کر دیا تھا۔ اور دوسری بات یہ نکلی کہ دنیا مین جن چیزون پر مرتے تھے اور اموال و اولاد و گھر بار و باغ و مکانات پر تفاخر و تکبر کرتے تھے وہ تمھارے پاس اسوقت کچھ بھی نہین ہے ویسے کورے ننگے آئے ہو جیسے اول مرتبہ پیٹ سے پیدا ہوے تھے پس تم آئے ضرور اور محتاج آئے تم نے اپنا انجام نہین سوچا۔ اور اُسکے واسطے کچھ فکر نہ کی اور سامان جمع نہ کیا۔ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا بلکہ تم نے تو یہ زعم کر لیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کوئی میعاد نہین کرینگے۔ موعد مقام و وقت موعود یعنی قیامت۔ غرضکہ اس گھمنڈ پر تم رسولون سے منکر ہوتے اور انکو ایذا دیتے اور دنیاوی حیات پر مغرور اُسکے واسطے اموال و انصار جمع کرتے اور آخرت کا سامان جمع کرنے والے بندون مومنون پر طعن کرتے اور اُنکو ذلیل و خوار بناتے اور اُنپر تکبر کرتے تھے حالانکہ آج اُن کے پاس سامان و سلطنت ہے آرام و راحت ہے نور و منزلت ہے حسن و جمال ہے اور تم پر خواری و ذلت ہے بے یار و مددگار ہو ننگے ہاتھ خالی محتاج ہو شدت و تکلیف ہے عذاب سامنے ہولناک ہے بدشکل ہو مُنھ سیاہ ہین آنکھون کے سامنے اندھیرا چھایا ہے نہ کہین درخت ہے نہ سایہ ہے نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔ واضح ہو کہ ابتدا بعث مین جب قبر سے اُٹھائے جاوینگے مومن و کافر سب برہنہ اصل پیدائش پر ہونگے۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم مین کھڑے ہوے اور نصیحت کا خطبہ پڑھا پس فرمایا کہ اے لوگو تم محشور کیے جاوگے اللہ تعالے کی طرف ننگے پاؤن ننگے بدن بغیر ختنہ کیے ہوے اللہ تعالے فرماتا ہے کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین یعنی جیسے ہم نے تم کو پیدا کیا اول پیدائش پر ویسا ہی دوبارہ اعادہ کرینگے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم ضرور اُسکو کرنے والے ہین اور خبردار ہو کہ سب سے پہلے جسکو لباس پہنایا جائیگا قیامت کے روز وہ ابراہیم علیہ السلام ہے اور خبردار ہو کہ وہان میری اُمت سے کچھ لوگون کو لایا جائیگا پس انکو گرفتار کیے باءین جانب کا راستہ لیا جائیگا یعنی جہنم کی طرف کا جدھر کفار ہین پس مین عرض کرونگا کہ اے رب میرے اصحاب ہین پس کہا جائیگا کہ تجھے معلوم نہین کہ ان لوگون نے بعد تیرے کیا احداث کیا پس مین یہی کہونگا جیسے بندہ صالح یعنی عیسی علیہ السلام نے کہا کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم تا قولہ العزیز الحکیم۔ پھر مجھ سے کہا جائیگا کہ جب سے تو نے اسکو چھوڑا یہ برابر اپنی ایڑیون کی طرف پیٹھ پھیرے گئے۔ علما نے کہا کہ ان لوگون سے مراد وہ اکھڑ بعض عرب کے گنوارون کا ہے جو مجبوری سمجھکر مسلمان ہو گئے تھے بعد آپ کی وفات کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سرکشی کی اور مرتد ہو گئے اور آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لشکرون سے لڑائی مین مقتول ہوے اور بعضے بھاگ گئے اور واضح ہو کہ اول پیدائش کے مانند اعادہ ہونا جو مذکور ہے اُس سے سب ہر طرح اول کے مثل ہونا مراد نہین ہے کیونکہ اول مین تو طفل بے عقل نابالغ ہوتا ہے بلکہ مراد صرف ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ بریدہ ہونے مین ہے۔ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشور کیے جاوینگے لوگ ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ بریدہ۔ تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مرد اور عورتین سب بعض کو بعض دیکھینگے تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ وہ واقعہ اس سے زیادہ سخت ہولناک ہے کہ کسی کی نظر اُسطرف ہو۔ رواہ البخاری و مسلم اور ایک روایت مین نسائی کی زیادہ ہے کہ ہر ایک آدمی کی اُس دن ایک حالت ہوگی کہ اسی مین مشغول سب سے بے پروا ہوگا بقولہ تعالے لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ مترجم کہتا ہے کہ ہول قیامت سے آنکھین پھٹی رہجاوینگی بقولہ تعالے لا یرتد الیہم طرفہم۔ اور ٹکٹکی اوپر کو باندھے ہونگے بقولہ فاذا ہی شاخصۃ ابصار الذین کفروا۔ اور دل اُڑے ہوے ہونگے بوجہ ہول و دہشت کے بقولہ وافئدتہم ہواء۔ غرضکہ وہ منظر ایسا ہولناک ہے کہ ہر شخص دوسرے سے غافل

ہوگا اور غضب الٰہی و عذاب کے معائنہ سے کوئی کسی کی طرف التفات بھی نہین کریگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشور ہونگے لوگ تین گروہ رغبت کرنے والے ڈرنے والے اور دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ
پر اور دس ایک اونٹ پر اور باقیون کو آگ اکٹھا کرکے محشر کو ہانکیگی جہان یہ لوگ قیلولہ کرین وہان انکے ساتھ قیلولہ کریگی اور جہان یہ لوگ رات
گذارین وہان اُنکے ساتھ رات گذاریگی اور جہان صبح کرین اُنکے ساتھ صبح کریگی اور جہان شام کرین وہان شام کریگی یعنی برابر ہر حال و وقت
مین اُنکو ہانکے چلیگی۔ اور قولہ تعالیٰ نحشرہم علی وجوہہم عمیا وبکما وصما۔ کی تفسیر مین گذر چکا کہ کفار لوگ مُنھ کے بل محشور ہونگے پھر واضح ہو کہ اُس
دن ہر ایک پڑھ سکیگا خصوص اپنے نامۂ اعمال کو اور اس مین پڑھا و بے پڑھا سب برابر ہونگے۔ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ۔ اور رکھی جائیگی کتاب
یعنی نامۂ اعمال۔ اور مفرد اس وجہ سے ہے کہ معنی اسکے جنس و جمع ہین یعنی ہر ایک کا نامۂ اعمال جس مین صغیرہ و کبیرہ و جلیل و حقیر و ذرہ ذرہ
تک ہوگا اس کے ہاتھ مین رکھا جائیگا نیک ہے تو داہنے مین اور شقی ہے تو بائین مین۔ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ۔ پس
تو دیکھیگا گنہگارون کو خوف سے کانپنے والا اس چیز سے جو نامۂ اعمال مین ہے۔ یعنی شرک و کفر سے اور افعال قبیح و اعمال شنیع سے اور تمام ہمت دنیا
کی طرف اموال و اولاد کے ساتھ فخر و تکبر اور اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت و طرح طرح کی بدکاریان کہ خود آدمی اُنکو بھول جاتا و فراموش کرتا
ہے بلکہ سمجھتا بھی نہین ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور مجرمین کہینگے کہ يٰوَيْلَتَنَا۔ ہائے حسرت و افسوس و ہلاکت و بربادی اس مین تو ہمارے لیے
مفر نہین ہے۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ اس نامۂ اعمال کو کیا ہے یعنی کیسا نامۂ اعمال ہے کہ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا
اَحْصٰىهَا چھوڑتا نہین صغیرہ کو اور نہ کبیرہ کو مگر آنکہ سب کو گھیرے ہوے ہے۔ کرام کاتبین نے ہر ذرہ ذرہ لکھدیا ہے اور یہ اُنپر حجت ہے ورنہ
اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے سب جانتا ہے اور واضح رہے کہ کرام کاتبین کی تحریر اُنپر اُنہی ذاتی حجت ہوگی جیسے کسی نے خود لکھا ہو اور یہ معاملہ
اُسوقت صاف ظاہر ہو جاوے گا۔ صغیرہ و کبیرہ کی مثال مین ابن عباس رضہ کا قول مروی ہے کہ صغیرہ تبسم اور کبیرہ قہقہہ۔ مترجم
کہتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہوگی کہ فرق صغیرہ و کبیرہ مین ایسا ہوتا ہے جیسے تبسم و قہقہہ مین ہے ورنہ تبسم تو گناہ نہین ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے اور قہقہہ کبیرہ نہین ہے اصح تو یہ ہے کہ جائز ہے مگر مکروہ اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور صغیرہ و کبیرہ کی مثال
سعید بن جبیر رح سے مروی ہے کہ صغیرہ چھونا اور بوسہ لے لینا اور کبیرہ زنا کرنا۔ بعضے علماء نے کہا کہ پہلے انکو صغائر نظر آوینگے کیونکہ صغائر سے
ہی بڑھکر کبائر کے مرتکب ہوے پس صغیرہ گناہون سے احتراز کرو بخوف اسکے کہ کبائر مین مبتلا ہو جاؤ اور سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار خبردار بچو ایسے گناہون سے جنکو تم حقیر سمجھتے ہو کہ حقیر گناہون کی مثل ایسی ہے جیسے
ایک قوم ایک وادی مین اُتری اور ہر ایک اُن مین سے ایک پتلی پتلی لکڑی لایا انھون نے ان سب سے روٹیان اپنی پکالین اور یاد
رکھو کہ جن گناہون کو حقیر سمجھا جاوے وہ ہلاک کرنے والے ہوتے ہین۔ طبرانی رح نے سعد بن عبادہ رضہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہوے تو ہم لوگ ایک خشک میدان مین اُترے جہان کچھ نہ تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جمع
کرو جو کوئی لکڑی پاوے لے آوے اور جو کوئی جھرکی پاوے یا کچھ پاوے لا دیے تو ایک ہی ساعت گذری تھی کہ وہان انبار ہو گیا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسکو دیکھتے ہو ایسے ہی آدمی پر گناہ جمع ہو جاتے ہین جیسے تم نے اسکو جمع کیا ہے پس چاہیے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے
ڈرے اور کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ نہ کرے کیونکہ وہ اسپر شمار ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین یہ مطلب نہین ہے کہ آپ نے اس دکھلانے
کے واسطے اس انبار کو جمع کرایا تھا بلکہ اُس لشکر کی لکڑیون کی حاجت رفع فرمائی ولیکن جب سامنے جمع ہو گیا تو اس کو دیکھکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو

یہ نصیحت فرمائی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم - بالجملہ یہ لوگ اپنے نامہ اعمال مین ہر صغیرہ وکبیرہ کا احاطہ پاوینگے - وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا اور پاوینگے جو اُنھون نے کیا تھا حاضر - اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اپنے نامہائے اعمال مین اپنے سب کردار حاضر پاوینگے یعنی لکھے ہوئے ہونگے - اور دوم یہ کہ جیسے نماز روزہ وغیرہ اعمال صالحہ اپنے خوبصورت اشکال کے ساتھ آوینگے - شاید ویسے ہی کافرون کے قبائح تمام خبیث صورتون کے ساتھ موجود ہون ولیکن مذکور قول اول ہے - وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور تیرا رب کسی پر ظلم نہین کریگا بلکہ نیکوکارون کو انکے اعمال صالحہ کا عوض پورا پورا اور اپنی طرف سے فضل عظیم کے ساتھ زیادہ کرکے ثواب عطا فرماویگا اور یہ اُنپر کرامت ہے اور بدکارون کو اُن کے اعمال قبیحہ کا بدلا اُسی قدر بدون زیادتی کے دیدیگا وہ اُنکی سزا جہنم ہو اور یہ عدل دیکھو کہ پہلے سے ہر ایک کو آگاہ کر دیا کہ ایسے اعمال کا یہ عوض و ثواب ہے اور ویسی بدکاریون کا یہ عذاب ہے پس قیامت کے روز سب کو حاضر کرکے عدل سے فیصلہ فرماویگا - ابوالقاسم عبدالرحمن بن مندہ رح نے کتاب التوحید مین معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آواز رفیع سے جسمین خوف دہشت نہین ہے منادی فرمائیگا کہ اے میرے بندو یعنی مومنین بندو مین ہون اللہ لا الٰہ الا انا - کوئی اللہ نہین سوائے میرے مین ارحم الراحمین ہون اور احکم الحاکمین ہون اور بہت جلد حساب کرنے والا ہون اے میرے بندو تم پر آج خوف نہین اور نہ تم غمگین ہوگے اپنی حجت پیش کرو اور آسانی پاؤ جواب دینے مین کہ تم سے سوال و حساب ہوگا اے میرے ملائکہ تم میرے بندون کو اُن کے قدمون کی انگلیون کے اطراف پر حساب کے لیے کھڑا کرو - قرطبی رح نے کہا کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر مین واضح بیان ہے مین نے اُسکو کتاب تذکرہ مین لکھدیا ہے اور بہت سے مفسرین نے اسکو نہین ذکر کیا شیخ ابن کثیر رح نے حدیث صحیحین یہان ذکر فرمائی کہ ہر غدر کرنے والے کے لیے قیامت کے روز جھنڈا اسکے چوتڑون کے پاس ہوگا جس سے وہ پہچانا جائیگا - اور لکھا کہ قولہ لا یظلم ربک احدا یعنی کسی پر اپنی مخلوق مین سے ظلم نہ فرمائیگا بلکہ عفو فرماویگا درگذر فرماویگا بخشیگا رحم فرماویگا اور جسکو چاہیگا بقدر اس کے گناہ بمقتضائے حکمت و عدل کے عذاب کریگا اور جہنم کو کافرون سے اور گنہگارون سے بھر دیگا پھر مسلمان گنہگارون کو اسمین سے نجات دیگا اور کافرون کے واسطے وہان ہمیشگی کر دیگا وہی حاکم ہے - امام احمد رح نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جابر رض نے کہا کہ مجھے ایک حدیث پہونچی کہ ایک شخص نے اُسکو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے پس مین نے ایک اونٹ خریدا اور اُسپر کجاوہ درست کرکے اُسکی جانب روانہ ہوا ایک مہینہ چلا یہانتک کہ شام مین اُسکے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہین مین نے دربان سے کہا کہ جاکر کہدے کہ دروازے پر جابر کھڑا ہے تو اس سے کہا کہ جابر بن عبداللہ مین نے کہا کہ ہان پس جلدی سے اپنا کپڑا روندتے ہوئے نکلے اور مجھے لپٹالیا اور مین نے بھی گلے سے لگایا پھر مین نے بیان کیا کہ مجھے تم سے روایت پہونچی ہے کہ تم نے ایک حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے دربارہ حساب قیامت کے تو مین ڈرا کہ قبل اسکے کہ مین اُسکو تم سے سنون شاید تم مرجاؤ یا مین مرجاؤن - تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ عز وجل لوگون کو قیامت کے روز یا کہا کہ بندون کو محشور فرماویگا ننگے بدن بے ختنہ بریدہ بہم مین نے کہا کہ بہم کیا تو کہا کہ اُنکے ساتھ کچھ نہ ہوگا پھر اُنکو آواز دیگا ایسی آواز کہ دور والا ویسا ہی سُنے جیسا قریب والا سُنے کہ مین بادشاہ ہون مین دیان ہون یعنی بدلا دینے والا اور قصاص کرا دینے والا ہون پس کسی شخص کے لیے اہل جہنم مین سے نہین ہوسکتا کہ وہ جہنم مین جاوے درحالیکہ اس کا کسی شخص پر اہل جنت مین سے حق ہو جبتک کہ مین اُس سے اُسکا قصاص نہ دلادون اور کسی کے لیے اہل جنت مین سے یہ نہین ہوسکتا کہ وہ جنت مین جاوے درحالیکہ اس کا کسی شخص پر اہل جہنم مین سے حق ہو جبتک کہ مین اُس سے قصاص دلادون

اگرچہ ایک چپت ہو تو صحابہ لوگون نے یعنی جو اسوقت رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر تھے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ حق کا بدلا کس چیز سے دلوایا جائیگا ہم تو ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ بریدہ اور بالکل کوئی چیز نہ رکھتے ہونگے فرمایا کہ نیکیون و بدیون سے قصاص دلوائیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین جو مذکور ہے کہ دور والا ویسا ہی سنے جیسا قریب والا سنے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہان کوئی دوری و نزدیکی نہوگی تو آواز ہر شخص کو ہر جگہ یکسان سنائی دیویگی فافہم۔ عبد اللہ بن امام احمد نے حضرت عثمان بن عفان رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے جانور سے بے سینگون والون کے لیے قصاص لیا جائیگا۔ شیخ نے کہا کہ اسکے شواہد موجود ہین اور مترجم کہتا ہے کہ صحاح مین خود موجود ہے اور اسقدر زیادتی کے ساتھ کہ پھر بعد قصاص لیے جانے کے ان جانورون کے واسطے حکم ہوگا کہ تم خاک ہو جاؤ یعنی سب خاک ہو جاوینگے اور یہ اللہ تعالے عزوجل دانا تر ہے کہ اس حالت مین انکے آرام وغیرہ کی کیا کیفیت و کیا انجام ہوگا۔ سراج مین خطیب نے ذکر کیا کہ امام رازی رحہ نے یہان ایک حدیث رسول اللہ کی جانب نسبت کر کے نقل کی ہے یعنی تامل ہے کہ حدیث ہے یا نہین ہے بہرحال مضمون یہ ہے کہ قیامت کے روز یوسف و ایوب و سلیمان بلائے جاوینگے پھر لوگون سے حساب لیا جائیگا پس مملوک بلایا جائیگا اور اس سے کہا جائے گا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ تو نے مجھے آدمی کا غلام کر دیا تھا اُسنے مجھے فراغت نہ دی پس یوسف علیہ السلام بلائے جاوینگے کہ یہ تیرے مانند مملوک کر دیا گیا تھا مگر اسکو میری عبادت سے کوئی چیز مانع نہوئی پس اُسکے واسطے دوزخ کا حکم دیا جائیگا پھر مرض مین گرفتار بلایا جائیگا اور پوچھا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ مجھے بیماری نے روک دیا تو ایوبؑ بلائے جاوینگے کہ اس کو تجھ سے زیادہ سخت بیماری دی گئی تھی مگر وہ اسکو میری عبادت سے مانع نہوئی پس عذر نہ سنا جائیگا اور دوزخ کا حکم دیا جائیگا پھر بادشاہ بلایا جائیگا اس سے کہا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ مجھے سلطنت کے کاروبار سے فرصت نہوئی تو سلیمانؑ بلائے جاوینگے کہ مین نے اسکو تجھ سے زیادہ دیا تھا مگر وہ اسکو میری عبادت سے مانع نہوا تیرا عذر کچھ نہین ہے پس اسکو دوزخ کا حکم دیا جائیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کو حدیث کہنے مین تامل کیا جاوے جب تک اُسکی اسناد معلوم نہو اور یہ کہ کس محدث نے اسکو اخراج کیا ہے اور شاید کہ بعضے وعظ کہنے والون نے اسکو ترغیب دلانے یا خوف دلانے کے واسطے ذکر کیا ہو اور اسمین عوام کو انبیاء اولو العزم پر قیاس کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ معاذ بن جبل رضہ نے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ سے بندے کے قدم قیامت کے روز نہ ہلنے پاوینگے یہانتک کہ اس سے چار باتون کا سوال کیا جاوے اسکے جسم سے کہ اسکو کس مین مبتلا کیا تھا اور اسکی عمر سے کہ اسکو کہان کھویا اور اُسکے مال سے کہ اسکو کہان سے کمایا اور کس مین خرچ کیا اور اسکے علم سے کہ اُس سے کیا عمل کیا۔ رواہ الترمذی وغیرہ ورواہ یحیی بن معین کما فی البستان للشیخ عبد العزیز الدہلوی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ الآیہ اشارات سے ہے کہ اللہ تعالے عزوجل قیامت کے روز اپنی عظمت سے پہاڑون پر تجلی فرماویگا پس وے جڑ سے اکھڑ جاوینگے اور ہوا مین اُڑینگے اور بعض سے بعض ٹکراوینگے اور اللہ تعالے کے خوف و ہیبت سے غبار ہو جاوینگے اور زمین صاف ہموار کشادہ رہجاویگی حتی کہ جو اسپر کھڑے ہونگے ان مین ایک دوسرے مین کچھ حجاب نہوگا۔ شیخ ابن عطاء رحہ نے کہا کہ اس کلام سے ارشاد و دلالت بتلائی کہ اُس دن تمام جبروت و عظمت کا اور تمام قدرت و ہیبت کا ظہور ہوگا تاکہ بندہ اس موقف کے واسطے سامان کرے اور اپنا ظاہر و باطن اُس روز کے خطاب کے لیے درست کرے۔ اور شیخ استاد رحہ نے کہا کہ اسوقت ابدال سب کو موت دیدی جائیگی جو اس زمین کے واسطے اوتاد ہین اور انھین مین قطب بھی ہوگا پس زمین کے پہاڑ جو اوتاد ہین قیامت کے روز اُکھاڑے جاوینگے اور جو حقیقت مین اوتاد عالم ہین یعنی سردار صالحین اُنکو موت دیدی جائیگی

پس پہاڑ زائل ہو جاوینگے۔ قولہ تعالے وعرضوا علی ربک صفا۔ ہر ایک گروہ اپنی صف مین ہوگا تاکہ لوگ اہل مقامات و ولایات کو پہچانین اور ہر ایک جسکو دعوی انبساط عزت کا ہے اپنے موقع پر ہوگا بقدر اسکے کہ اُنھون نے دار فنا مین تکلیف برداشت کی ہے پس بعضے تو مشاہد منت مین ہونگے اور بعضے مشاہد وصلت مین ہونگے اور بعضے مشاہد صفات مین اور بعضے مشاہد ذات مین ہونگے پس جسکا مشرب محبت ہو وہ بحر جمال مین ہوگا اور جسکا مشرب ہیبت ہو وہ بحر جلال مین ہوگا اور جسکا مشرب معرفت ہو وہ بحر صفات مین ہوگا اور جسکا مشرب توحید ہو وہ بحر ذات مین ہوگا اور جسکا مشرب یہ ہو کہ وہ قدرت افعال مین جولان تھا تو اس کا مقام جوار جنت ہے اور جو کوئی ان سب سے محجوب ہو تو اس کا مقام جہنم ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ یوم العرض کے روز ہر ایک اپنے اپنے مقام پر شاہد ہوگا اور ہر ایک اپنے مقام کے لائق لباس پاویگا پس بعض تو لباس تقوی سے آراستہ ہونگے یعنی انھون نے دونون جہان سے پرہیز کیا اور ذات پاک کو چاہا اور بعضے قمیص ہدایت سے مزین ہونگے اور بعضون کو وجد کی صدری ملیگی اور بعضے محبت کے لباس مین ہونگے اور بعضون کو لباس شوق ملیگا اور بعضے حلہ وصال سے آراستہ ہونگے۔ کہا جاتا ہے کہ سب لوگ ان صفات سے جن کو انھون نے اپنے واسطے بنایا ہے سب ہر ایسی صفت سے مجرد کر دیے جاوینگے سوا اس صفت کے جسپر اُن کو فطرت سے پیدا کیا ہے پس منادی ندا کریگا کہ یہ وہ ہے جس نے اطاعت وتقوی کیا۔ اور وہ یہ ہے جس نے نافرمانی وکفر کیا اور یہ وہ ہے جس نے حاضر ہو کر پایا اور یہ وہ ہے جو مُنھ موڑ کر منکر ہو گیا اور یہ وہ ہے جس نے پہچانا اور اقرار کیا اور یہ وہ ہے جس نے نہ مانا اور اصرار کیا اور یہ وہ ہے جس نے نعمت ہم سے پائی اور شکر کیا اور یہ وہ ہے جسنے احسان بھلایا اور کفر کیا اور یہ وہ ہے جسکو ہم نے شراب محبت سے سرشار کیا اور القاے رحمت کے لیے ہوشیار کیا اور حفظ وعنایت سے بیدار کیا اور ایک وہ ہے جسپر ہم نے محبت کا داغ لگا دیا اور راہ وصال سے محروم کر کے گمراہی کے راستہ لگا دیا اور توفیق سے محروم کیا اور خجالت سے معموم کیا۔ قولہ لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ۔ اس مین اشارہ ہے کہ اہل الحق جو وہان حاضر ہو کر پاوینگے وہ مشاہدہ فطرت ازلیہ پر ہوگا جہان اعمال واحوال نہ تھے اور نہ نطق واقوال تھے اسکی نظر رحمت کے محتاج تھے کہ جس آنکھ سے اُسکو دیکھین اور اُسکے سمع کرم کے محتاج تھے کہ اس سے اسکا خطاب سنین اور اسکی طرف سے قلب کے محتاج تھے کہ اُس کو اسی سے سمجھین اور اُسکی طرف سے روح کے محتاج تھے کہ اسی کے ساتھ زندہ رہین وہان اوصاف بشریت سے فانی اور اسرار قہر ازلی سے مغلوب تھے اور دہشت جبروت سے اثقال عظمت کے تحت مین تھے گویا عدم سے ساتھ عاجزی کے نکلکر انوار قدم مین آئے اپنے آپ سے پوچھتے ہوے کہ تم کس حال پر تھے اور معرفت جلال ومحبت جمال مین اب کہان ٹھہرے ہو پس فضل عمیم خالق وکرم رازق عزوجل اُنکو جواب پر آمادہ فرماویگا کہ ہم لوگ مہد ولایت مین بچون کی طرح شیر محبت پیتے اور قرب منزلت مین رہتے اور غبار وحشت سے بچوف تھے اور اب ہم لباس عبودیت پہنے ہوے دار محنت وامتحان سے ملامت لادے آئے ہین تیرے کرم کے محتاج ہین قولہ ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ نامہ اعمال زاہدون وعابدون کے واسطے ہے اور نامہ اطاعت ومعصیت عوام کے لیے ہے اور نامہ محبت وشوق وعشق ان لوگون کے واسطے ہے جو خاص ہین انمین کتنے کثرت سے آہ وزاری وعجز وانکساری مکتوب ہوگی اور کس کثرت سے غیرت واشتیاق وغیرہ ہونگے اور ان نامہ اعمال مین حقائق انوار اسرار بھرے ہونگے جس سے فضائل ان بزرگون کے مکشوف ہو جاوینگے اور اُنکے نامہ اعمال کو اولین و آخرین دیکھکر اپنی نادانی وعاجزی واللہ تعالے کی معرفت سے جہالت وسرکشی کا اقرار کرینگے۔ اور واضح ہے کہ بہت سے اہل معرفت اس شان پر ہونگے کہ اُنکے نامہ اعمال نہین ہو سکتے ہین اور وہ اہل سر السر ہین اور وہان جو کچھ جاری ہے وہ کراماً کاتبین نے نہین معلوم کیا اور کیونکر

لیکھتے جو اُنھون نے نہ دیکھا اور نہ پہچانا پس ایسے عارف کے اعمال قلبی ہین اور اُس کا قلب غیبی ہے اور غیب ازلی ہے کہ اُسپر سولے حق سبحانہ تعالے کے کوئی مطلع نہین ہے چنانچہ مروی ہے کہ اللہ تعالے کے ایسے بندے ہین کہ اُنکے حال سے کوئی فرشتہ مطلع نہین ہوتا ہے اور یہ خاص خاص لوگ ہین - ظاہر اشارہ اس آیت مین یہ ہے کہ جس شخص کے دل مین کوئی خطرہ ہو جو مذموم ہے اس سے پرہیز کرے اور خوف کرے کہ وہ سب اُس دن ظاہر ہونگے اور کوئی دم جو وہ غیر حق عز وجل کی طرف ملتفت ہوا ہے وہ مکتوب ہوگا - شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن پاک مین سب سے زیادہ سخت آیت میرے دل پر یہ ہے کہ فرمایا ووجدوا ما عملوا حاضراً اہل خصوص نے مخالفات کو دیکھا تو اُنہین ہلاکت ہے یعنی جن اعمال مین حکم الٰہی سے مخالفت کی ہے اس مین ہلاکت ہے اور جب انھون نے موافقات کو دیکھا یعنی ایسے عمل جو حکم کے موافق اور شرع مین محمود ہین تو انکو ریاکاری وغیرہ سے مخلوط پایا اور آخری خوف خواہش عوض یا لذت نفس ہے تو جو لوگ نیک ہین اُن کو مخالفت کی بہ نسبت موافقت کے افعال سے زیادہ خوف ہے اقول ظاہر امرادیہ ہے کہ مخالفت کرنے والے اسقدر نہین ڈرتے جسقدر یہ لوگ حکم کی فرمانبرداری کرنے والے قصور سے ڈرتے ہین کیونکہ مخالفت کے مقابلہ مین تو عفو و مغفرت الٰہی ہے اور شفاعت حضرت سید المرسلین صلعم ہے اور موافقت مین جو بے ادبی ہوئی وہ سخت اور زیادہ خطرناک ہے اور اگر اس مین کوئی اور خطرہ نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا کہ اللہ تعالے نے فرمایا لیسأل الصادقین عن صدقهم یعنی وہان صادقین سے انکے صدق کا سوال ہوگا اور ظاہر ہے کہ اہل صدق خطرناک اور خوفناک ہین کہ کون اس سوال مین پورا اُترتا ہے - فافہم - پھر جب کافرون نے حق تعالے سے کفر کیا اور اموال و اولاد پر فخر و تکبر کیا اور اہل طاعت ایمان کو حقیر دیکھا تو اُنھون نے شیطان کی پوری اتباع کی اور جو لوگ آدم عم کی اتباع پر تھے اُنسے مخالفت ہے لہٰذا اللہ تعالے نے قصہ ابلیس پر مطلع کیا

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ

اور جب ہمنے فرمایا ملائکہ کو تم سجدہ کرو آدم کے لیے سو انھون نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ وہ تھا جن مین سے سو اُسنے فسق کیا (نکل گیا) حکم اپنے رب سے

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ

سو کیا تم بناتے ہو اسکو اور اسکی اولاد کو اپنے ولی دوست حالانکہ وے تمھارے دشمن ہین بُرا ہے ظالمون کے لیے بدلا نہین

اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝

مین نے ان لوگون کو شاہد کیا تھا پیدا کرنے مین آسمانون اور زمین کے اور نہ پیدا کرنے مین خود انکے اور مین نہ تھا گمراہ کنندون کو اپنا مددگار بنانے والا

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

اور جس دن کہ فرماویگا کہ پکارو میرے شریکون کو جنکو تم نے زعم کیا سو پکارینگے انکو پس وے جواب نہ دینگے اُنکو اور بنادیا ہمنے انکے درمیان مین

مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

جہنم کا وادی اور دیکھا مجرمون نے آگ کو سو گمان کیا انھون نے کہ وے ضرور اسمین پڑنے والے ہین اور کہین نہ پایا انھون نے آگ سے مقام بچاؤ کا

ابلیس علیہ اللعنۃ نے آدم علیہ السلام پر اپنے زعم مین اپنے اصل و نسب کی راہ سے فخر کیا اور کہا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین - تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسکو تو مٹی سے بنایا ہے یعنی مین اُس سے اصل و نسب مین اشرف ہون سو مین کیسے اُسکے لیے سجدہ کرون اور اُسکے سامنے تواضع کرون یون ہی مشرکون نے فقراء مسلمین کے ساتھ یہی معاملہ کیا یا اُس سے بڑھ کر کیا کہ ہم کیونکر ان رذیل فقیرون کے

ساتھ بیٹھیں کیونکہ ہم لوگ شرفا رخاندانی لوگ ہین اور یہ لوگ رذیل ہین اور ہم لوگ تونگر اور یہ لوگ محتاج فقیر ہین پس اللہ تعالے
نے یہان سجدہ آدم علیہ السلام کا حال بیان فرمایا کہ تنبیہ ہو کہ یہ طریقہ ابلیس کا ہے جو اُسنے آدم علیہ السلام کے ساتھ اُسوقت برتا تھا
جب ملائکہ کے ساتھ مین ابلیس کو بھی آدم علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا کما قال اللہ تعالے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور
جب کہا ہم نے ملائکہ سے یعنی تمام ملائکہ سے جنکے اندر ابلیس بھی تھا۔ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ تم سجدہ کرو آدم کو۔ یہ سجدہ بعض کے نزدیک
رکوع کے مانند جھک کر بدون سر ٹیکنے کے سجدہ تحیہ تھا۔ یہ شیخ سیوطی رح کا مختار ہے اور بعض کے نزدیک سر ٹیک کر تھا۔ شیخ امام
ابن کثیر رح نے کہا کہ سجدہ تشریف و تکریم تھا یعنی جیسے اگلی اُمتون مین جائز تھا۔ کما قال تعالے فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا
لہ ساجدین۔ یعنی جب مین اُسکو پورا کرون واُس مین اپنے پیدا کی ہوئی روح پھونکون تو گر پڑو اُسکے لیے سجدہ مین۔ تو معلوم ہوا کہ یہ
اس کی تکریم تھی اور سجدہ گر پڑنے یعنی پیشانی کے بل تھا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ پس سب ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے
یہ ترجمہ جب ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ سے ہو۔ اور اگر اُن کی جنس سے نہ ہو تو ترجمہ یہ ہے کہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا لیکن ابلیس کہ اُسنے
سجدہ نہ کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اصل خلقت مین ایک جنس ہونے کی ضرورت نہین ہے اگر جنس ساجدین کا اعتبار کیا جاوے یعنی جن
لوگون کی طرف سجدہ کرنے کا حکم تھا ان سب نے حکم کی فرمانبرداری کی اور سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ كَانَ مِنَ الْجِنِّ کہ وہ جن مین
سے تھا۔ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ پس نافرمانی کی اور باہر ہوگیا حکم سے اپنے رب کے۔ اس مین دلالت ہے کہ باعث نافرمانی اسکا
یہ ہے کہ وہ جن مین سے تھا یعنی ملائکہ مین سے ہوتا تو نافرمانی نہ کرتا پس ملائکہ کے حق مین یہی اصح ہے کہ وے نافرمانی نہین کرتے ہین لقولہ
تعالے لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یومرون۔ یعنی نافرمانی نہین کرتے اللہ تعالے کی جو اُنکو حکم دیا اور وہی کرتے ہین جو حکم دیے جاتے
ہین یعنی جو حکم دیا جاتا ہے اس کی فرمانبرداری کرنے لگتے ہین اور کام اُنسے وہی ہوجاتا ہے جو حکم ہے اس مین کچھ خطا بھی نہین ہوتی ہے
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ من الجن یعنی خباثت اُس کے اصل مادہ کی تھی کیونکہ وہ مخلوق مارج النار سے ہے کما فی قولہ تعالے
والجان خلقناہ من مارج من نار۔ اور دوسری آیت مین ہے من نار السموم۔ اور حدیث صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدا کئے گئے ملائکہ نور سے اور پیدا کیا گیا ابلیس من مارج من نار۔ مارج النار سے اور پیدا کیا گیا
آدم اس طور سے کہ قرآن مین تم کو بتلایا گیا ہے۔ غرضکہ ضرورت کے وقت ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس مین ہے اور حاجت کے وقت
اُس کی طبیعت خیانت کرتی ہے اور بات یہ تھی کہ ابلیس نے ملائکہ کے ساتھ تعبد پیدا کیا اور انھین کے افعال سے متوسم ہوا اور عبادت
اختیار کی اسی واسطے ملائکہ کے خطاب مین وہ بھی داخل ہوا گر مخالفت سے اُس نے گناہ کیا اور اللہ تعالے نے خبر دیدی کہ وہ اصل مین جن
سے ہے یعنی آگ سے پیدا ہوا ہے کما فی الآیہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ یعنی شیطان نے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے
اور حسن بصری رح نے فرمایا کہ ابلیس کبھی ایک دم کے واسطے بھی ملائکہ مین سے نہ تھا اور وہ جن کی اصل ہے جیسے آدم علیہ السلام بشر کی
اصل ہین۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح عنہ۔ اقول حسن رح سے مروی ہے کہ بُرا کرے اللہ تعالے ان قومون کا جو گمان کرتے ہین کہ ابلیس ملائکہ
مین سے تھا اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ کان من الجن۔ اور بعض کے نزدیک جن کے معنی لغت مین اجتنان وستر ہین یعنی جو نظر سے پوشیدہ
ہو اسی واسطے پیٹ کے لڑکے کو جنین کہتے ہین پس اس معنی مین ملائکہ وغیرہ جو پوشیدہ ہین سب جن ہین اور اسی معنی مین ہے قولہ تعالے وجعلوا
بینہ وبین الجنۃ نسبا۔ اور قرار دیا اُنھون نے درمیان اللہ تعالے اور درمیان جنہ کے نسب یعنی قریش کہتے کہ ملائکہ بیٹیان اللہ تعالے کی ہین

تعالے اللہ علوا کبیرا۔ ولیکن مین کہتا ہون کہ یہ معنی یہان لینا اور ملائکہ کی جنس مین شامل کرنا بہت بعید بلکہ قریب ہی کہ صحیح نہ ہون اسواسطے
کہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ کے معنی یہ ہونگے کہ ابلیس چونکہ ان چیزون سے تھا جو آدمی کی نظر سے پوشیدہ ہین یعنی ملائکہ مین سے
تو اُس نے نافرمانی رب کی کی حالانکہ یہ وجہ کچھ نہین کہ پوشیدہ ہونے پر نافرمانی متفرع ہو تو ظاہر یہی ہے کہ استثنا منقطع ہے اور وہ جنس
ملائکہ سے نہین ہے علاوہ اسکے مابعد کلام سے معلوم ہوا کہ ابلیس کی ذریات اولاد ہین اور ملائکہ کے توالد وتناسل نہین ہے پھر اگر کسی مشترک
وصف کی وجہ سے جنسیت کہی جاوے جیسے مثلاً اجتنان و پوشیدگی کی وجہ سے تو حقیقی جنسیت نہین ہے مجاز ہے اور ایسے تو انسان کو بھی بوجہ
عاقل ہونے کے جنس ملائکہ وجن سے کہہ سکتے ہین مگر کلام یہان اصل جنس مین ہے پھر واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضہ سے ایسی روایات ہین
جو سرسری نظر مین دلالت کرتی ہین کہ ابلیس جنس ملائکہ سے ہے ولیکن انہین دو طرح سے غور نظر لازم ہے اول یہ کہ اس روایت کے معنے
کیا ہین دوم یہ کہ وہ کلام کیسے راویون نے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضہ نے بنو اسرائیل سے نقل کیا ہے کیونکہ حدیث مین تو
تصریح موجود نہین ہے بلکہ برخلاف مراد کی یہ مصرح ہے کہ خلقت آدم وجن وملائکہ کی مختلف اصل سے ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے
ذکر فرمایا کہ ضحاک نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ابلیس ملائکہ کے احیاء مین سے ایک حی سے تھا جسکو جن کہتے ہین اُن کی پیدائش
نار سموم سے ہے اور وہ ملائکہ مین رہتا تھا اس کا نام حارث تھا اور جنت کے خازنون مین سے خازن تھا اور ملائکہ کی پیدائش ایک نور
سے ہے سوائے اس حی کے۔ اور کہا کہ جن جو قرآن مین مذکور ہین وہ مارج النار سے پیدا ہوے ہین یعنی آگ جب التہاب پاتی ہے تو اوپر اُسکے
لپٹ اور زبانہ پیدا ہوتا ہے اس سے جن پیدا ہوے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین تصریح ہے کہ ملائکہ اور جن کی اصل مادہ مین
اختلاف ہے اور پوشیدگی کی وجہ سے جن کا اطلاق ملائکہ پر بھی ہے۔ اور ابلیس اسی قسم کے ملائکہ مین سے تھا اور وہ اصلی ملائکہ مین رہتا تھا
انکی اصل سے نہ تھا اور خود تصریح کر دی کہ ملائکہ کی پیدائش نور سے ہے اور اس گروہ کی جسمین ابلیس ہے انکی پیدائش مارج من النار سے
ہے پھر ضحاک نے ابن عباس رضہ سے یہ بھی روایت کی کہ ابلیس اشرف ملائکہ سے انمین اکرم از راہ قبیلہ کے تھا اور جنت پر خازن تھا اور
اُسکو آسمان دنیا کی سلطنت تھی اور زمین کی سلطنت تھی قضاے الٰہی سے اُسکے دل مین یہ خیال آیا کہ مجھے اس سے تمام اہل آسمان پر
شرف ہے جس سے اُسکے دل مین تکبر آیا اسکو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا تھا پھر اللہ تعالےٰ نے اس سے یہ غرور ظاہر کرایا جبکہ
اسکو آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کا حکم دیا تو اُس نے استکبار کیا اور وہ علم الٰہی مین کافرون مین سے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ معنی اس روایت
کے یہ ہین کہ ابلیس کو ملائکہ مین شرف تھا اور اسکی شرافت سے اُس کے قبیلہ کو شرف تھا اور اس سے یہ لازم نہین کہ وہ ملائکہ کی اصل سے
ہو بلکہ وہ اصل مین جن اس معنی مین تھا جو مارج من النار سے پیدا ہوے ہین۔ ابن جریر رح نے ابن عباس سے روایت کی کان من الجن
یعنی وہ خازن جنان مین سے تھا جیسے آدمی کو کوفی و بصری و مکی کہتے ہین۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ابن عباس رضہ
نے فرمایا کہ ابلیس خازنان جنت مین سے تھا آسمان دنیا کے کام کا مدبر تھا۔ سعید بن المسیب رح نے فرمایا کہ وہ ملائکہ دنیا کا رئیس تھا۔
اقول ان دونون روایتون مین کوئی بات نہین جس سے معلوم ہو کہ وہ ملائکہ کے اصل سے تھا۔ ابن اسحٰق نے بواسطہ طاؤس کے ابن عباس رضہ
سے روایت کی کہ ابلیس قبل اس کے کہ یہ گناہ اس سے سرزد ہو ملائکہ مین سے تھا اُسکا نام عزازیل تھا اور ملائکہ مین سب سے زیادہ
عبادت مین کوشش کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اُسی نے اُسکو غرور پر آمادہ کیا اور ایک حی مین سے تھا جن کو جن کہتے ہین۔
مترجم کہتا ہے کہ اخیر کا یہ فقرہ اُسکے اصل کا بیان ہے کہ وہ جن مین سے تھا جو مارج النار سے مخلوق ہین اور اول مین جو بیان کیا

کہ قبل ارتکاب معصیت کے وہ ملائکہ سے تھا اُسکے یہ معنی ہین کہ وہ ملائکہ مین رہتا تھا اور اُن مین شمار ہوتا تھا اور یہ معنی نہین کہ اصل
خلقت مین بھی اُن مین سے تھا۔ اور دوسرے طریق سے ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ملائکہ سے ایک قبیلہ جن سے ہے اور ابلیس
انھین سے تھا اول یعنی جن مین سے ایک قبیلہ بھی ملائکہ کے ساتھ کردیا گیا تھا اُن مین سے ابلیس تھا۔ اور کہا کہ آسمان وزمین کے بیچ مین
موسوس تھا پس اُس نے خداے تعالے کے حکم کی نافرمانی کی تو اللہ تعالے نے اُسکو مسخ کرکے شیطان کردیا۔ اور کہا کہ اگر آدمی کی خطا تکبر
مین ہو تو اُس سے اُمید مت کر اور اگر کوئی اور گناہ ہو تو اُسکے حق مین اُمید کر۔ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قولہ کان من الجن یعنی
وہ اُن خازنون مین سے تھا جو جنت مین کام کرتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس بارہ مین بہت سے آثار سلف سے مروی ہین اور اکثر
اُن مین سے اسرائیلیات سے ہین یعنی جو انھون نے بنو اسرائیل کی روایتون سے نقل کیے ہین تا کہ اُن مین غور کیا جاوے اور بہت اُنمین
سے ایسے ہین کہ ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کذب ہین کیونکہ قرآن حق کے صریح مخالف ہین اور یون تو کوئی نہین لکھتا کہ تبدیل وزیادت
و نقصان و تحریف سے خالی ہو اور ہمارے پاس قرآن پاک موجود ہے کہ اُسکے ہوتے ہوے ہم کو غیرون کی باتون سے استغنا رہے اور
بنو اسرائیل نے بہت سی باتین بنالی تھین اور اُن مین سے حفاظ نہین تھے جو بناوٹ اور کذب کو دور کرتے ہین جیسے اس اُمت مرحومہ
کے واسطے اللہ تعالے نے پیدا کیے جنھون نے نہایت حفظ و اتقان کے ساتھ احادیث کو پرکھا اور اُن مین سے صحیح و ضعیف و موضوع کو الگ
کیا اور بنانے والون کی جڑ پکڑی کہ تم کس اسناد سے کہتے ہو اور جن بزرگون سے اُنھون نے نشان دیا اُن کے دوسرے شاگردون سے
مقابلہ کیا جنھون نے اُس کے دروغ کو کھول دیا اور خود شیخ نے تکذیب کی حتی کہ بنانے والے نے خود اقرار کیا کہ مین نے اس غرض سے
یہ بہتان باندھا تھا اور یہ سب توفیق الٰہی اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حفظ ہے والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ معلوم ہوا
کہ اصل ملائکہ نور سے ہے اور اصل جن کی مارج من النار ہے غایت یہ ہے کہ ابلیس و اُسکا گروہ جو جن کہلاتے ہین پہلے ملائکہ مین تھے
بلکہ وہ بڑا معزز و مکرم اور اُس کا قبیلہ اُس کی وجہ سے مکرم تھا پھر وہ نافرمانی پر مسخ ہو کر مع قبیلہ و ذریات کے خارج کیا گیا۔ اور آدم مع کا
مع ذریات آدم کے دشمن ہو گیا لہذا فرمایا۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ سو کیا تم لوگ بناتے ہو اُس کو اور
اُسکی ذریات کو اولیا سواے میرے یعنی تم کو وہ حقارت سے دیکھے اور ہم تمہاری جہت سے اُس کو مطرود کرین پھر یہ نتیجہ ہو کہ تم اُسی
دشمن جانی و اُسکی ذریات کو اپنے نزدیک دلی دوست بناؤ۔ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ حالانکہ وے تمہارے دشمن ہین۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ
بَدَلًا ظالمون کے لیے بہت برا بدل ہے کہ اللہ تعالے ارحم الراحمین کو جس نے انکو مکرم و مشرف کیا ہے چھوڑ کر اُس کے عوض اپنے
دشمن شیطان و ذریات کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہین۔ آیت مین دلیل ہے کہ شیطان کے ذریات ہین اور عرب مین ذریت لڑکا
و لڑکی دونون پر بولا جاتا ہے۔ معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ شعبی رح نے کہا کہ مین ایک روز بیٹھا تھا کہ جمال سامنے آیا اور اُسنے پوچھا
کہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ ابلیس کی جورو ہے مین نے کہا کہ مین اُس کے عرس مین حاضر نہین ہوا پھر مجھے اللہ تعالے کا قول یاد آیا افتتخذونه
وذریته اولیاء من دونی۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ ذریت بغیر جورو کے نہین ہوتی تو مین نے کہا کہ ہان ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ شیاطین کے
اولاد پیدا ہوتی ہے جیسے بنو آدم کے ہوتی ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ شیطان کی ذریت مین سے لاقیس۔ ولہان یہ دونون طہارت و
نماز مین وسوسہ ڈالتے ہین۔ اقول ولہان کا ذکر حدیث طہارت مین بھی باب وسوسہ مین آیا ہے۔ اور ہفاف و مرہ ہے اور مرہ سے
اُسکی کنیت ابو مرہ ہے۔ زلنبور یہ بازارون مین لوگون کو لغو بولنے و لغو فعل اور جھوٹی قسمون پر آمادہ کرتا ہے لوگ اپنے اسباب کی تجبا

تعریف کرتے ہین اور نیز یہ شخص مصائب مین افعال حرام کے واسطے وسوسہ دیتا ہے جیسے عورتین مصیبت مین مُنھ نوچتی اور مُنھ پر طمانچہ
مارتی ہین اور لوگ گریبان پھاڑتے ہین اور اعور وہ نہ ناپاک مور ہے کہ مرد کے احلیل مین پھونکتا ہی اور عورت کے چوتڑ مین پس دونون
اس فعل پر آمادہ ہوتے ہین اور مطروس وہ جھوٹے اخبار و باتون کو لوگون کی زبان پر ڈالتا ہے اور وے بیان کرتے ہین حالانکہ
اس کی کوئی اصل نہین پاتے ہین اور داسم وہ ہے کہ جب آدمی اپنے گھر مین داخل ہوا اور بسم اللہ نہ پڑھی اور نہ اللہ تعالےٰ کو یاد کیا تو
اُسکے ساتھ داخل ہوتا ہے اور جب اُس نے کھایا اور بسم اللہ نہ پڑھی تو ساتھ کھاتا ہے۔ اعمش نے کہا کہ مجھے کئی بار اتفاق ہوا کہ مین گھر مین
داخل ہوا اور بسم اللہ بھول گیا اور مین نے سلام بھی نہین کیا پھر یہ ہوا کہ مین نے لوٹا رکھا دیکھا تو کہا کہ اُسکو یہان سے اٹھاؤ اور لوگون
سے جھگڑا کرنے لگا پھر مجھے یاد آگیا تو مین نے کہا کہ یہ داسم ہے داسم یعنی پھر فوراً بسم اللہ پڑھ لی اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا
اور اُبی بن کعب نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسکو ولہان کہتے ہین پس پانی مین وسواس
سے بچو قلت قدر رواہ الترمذی وغیرہ۔ اور واضح ہو کہ بعضے وہمی لوگ زیادہ پانی سے وضو کرتے ہین اور وہم و وسواس مین پڑتے ہین اور
اپنے فعل کی خوبی پر بعضے سلف کے آثار لاتے ہین جیسے مثلاً عبد اللہ بن عمر رض وضو مین آنکھین پھاڑ کر اندر پانی ڈالتے تھے اور شیخ ابن القیم
نے اغاثۃ اللہفان مین اُس کی تحقیق کر دی حاصل اسکا یہ ہے کہ احتیاط اور چیز ہے اور وسواس اور چیز ہے اور فرق یہ ہے کہ آدمی اگر احتیاط
نہ کرے تو بھی اُس کے دل مین کوئی وسواس نہین ہوتا اور جسکو وسواس ہے جب تک وہ پانی بہت سا نہ بہا دے تا اینکہ وسواس دور
ہو تب تک اُسکے دل مین خلجان رہتا ہے اور کہا کہ ابن عمر رض سے جو مروی ہے تو اس مین دو باتین ہین ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ نے چہرہ دھونے کا
حکم دیا ہے اور چہرہ مین آنکھین داخل ہین اور وہ کھلی بھی رہتی ہین اور بند بھی رہتی ہین تو شاید اُنکا مذہب یہ ہو کہ آنکھون کا اندر بھی کھلے ہوئے
مین داخل ہے تو اس کا دھونا فرض ہے دوم احتیاط یہ ہو کہ اُنکو بھی دھو لیا جاوے جیسے غسل مین ظاہری بدن دھونا چاہیے اور منھ کے اندر
کبھی کھلتا ہے اور کبھی نہین لہذا حنفیہ کے نزدیک احوط اس مین مضمضہ وکلی ہے اور ناک کے اندر بھی اور یہان احتیاط واجب ہے پس
یہ معنی تو احتیاط کے ہین اور وسواس از جانب شیطان ہوتا ہے جسکا نام ولہان ہے وہ مذموم ہے فافہم۔ صحیح مسلم مین عثمان بن ابی العاص
سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شیطان آکر میرے درمیان اور میری نماز و میری قرأت کے درمیان حائل
ہو گیا اور میری قرأۃ کو مجھ پر متلبس کرنے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک شیطان ہے اسکا نام خنزب ہے جب تجھے وہ محسوس
ہو تو اللہ تعالےٰ کی جانب مین اُس سے پناہ مانگ اور اپنے بائین جانب تین مرتبہ تھوک دے مین نے ایسا ہی کیا پس اللہ تعالےٰ نے مجھ سے
اُس کو دور کر دیا۔ امام مسلم نے صحیح مین جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا
تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکرون کو بھیجتا ہے جو لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہین پھر اس سے بہت قریب مرتبہ والا وہ ہوتا ہے جو سب سے
بڑا فتنہ کر آیا ہو پھر اُن مین سے ایک آتا ہے کہتا ہے کہ مین نے ایسا ایسا کیا تو کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہین کیا پھر اور ایک آتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ مین نے
اُسکو نہ چھوڑا یہانتک کہ اُس مین اور اُسکی جورو مین جدائی کرائی تو اُسکو اپنے نزدیک کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے اور اعمش تابعی
جو راوی حدیث ہین کہتے ہین کہ مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ یون کہا تھا کہ اپنے گلے سے لگا لیتا ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ اکثر مفسرین کے نزدیک
معنی یہ ہین کہ نہین شاہد کر لیا تھا مین نے اُنکو جنکو کافرون نے اپنا دلی دوست بنایا ہے یعنی شیطان و اسکی ذریت کو خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ پیدا کرنے مین آسمانون و زمین کے۔ یعنی مین نے آسمانون و زمین کے پیدا کرنے مین ان شیاطین کو شاہد نہین کیا تھا۔ وَلَا

خلقَ اَنفُسِهِم اور نہ پیدا کرنے مین خود اُن کے یعنی نہ اُن کے بعض کو پیدا کرنے مین اُنکے بعض دیگر کو شاہد کر لیا حتی کہ اللہ تعالے نے بغیر
کسی کے شاہد کرنے کے آسمانون و زمین کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو مع ابلیس و ذریات وغیرہ کے خود بدون کسی کے شاہد کرنے کے پیدا کیا
تو جب اُن مین سے کسی کا وجود ہی نہ تھا پھر اُنکو پیدا کیا تو اُنکے پیدا کرنے مین یہ خود شاہد کیونکر ہو سکتے تھے اور جب شاہد ہی نہین ہو سکتے
تو مددگار یا مشیر و صلاح کار کیونکر ہوتے اور پھر ہوتے بھی تو گمراہ کرنے والے مددگار و مشیر ہوتے یہ کامل جہالت کافرون کی ہے لہذا فرمایا۔
وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا اور مین نہین تھا بنانے والا گمراہ کنندون کو مددگار اصل عبارت تو یہ تھی کہ مین اُن کو
مددگار بنانے والا نہ تھا۔ مگر بجاے اُن کے گمراہ کرنے والے بیان فرمائے تاکہ ذرا غور کرو کہ کہان شرک کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ کافر
لوگ تو بتون وغیرہ کو اپنے آلہہ و شرکا ربتلاتے تھے اور شیاطین کو تو نہین بتلاتے تھے پھر بات کیا ہے کہ اللہ تعالے نے کافرون کو ملامت کی
کہ وے شیاطین کو اولیا بناتے ہین جواب یہ ہے کہ جو بات واقع مین ہے اُسکو غور کرو تو معلوم ہو جاوے کہ کافرون نے درحقیقت
شیاطین کو اولیا بنایا ہے اور اپنی اصل یعنی آدم علیہ السلام سے منقطع ہو کر شیطان کے ساتھ واصل ہو گئے ہین اور بتون کی تعظیم و شرک
کے اعتقادات وغیرہ بھی اس انقطاع کے اسباب و وسائط ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے آپکو بادشاہ سمجھے تو اُسکے
سمجھنے سے کچھ نہین ہو سکتا ایسے ہی اگر غیر کو سمجھے تو بھی لغو ہے جب تک کہ وہ حقیقت مین بادشاہ نہ ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ شیطان نے انکو
قبولیت سے جو آدمؑ کو اور جو اُن کے قدم پر اُنکی ذریت ہو عطا کی گئی تھی اس قبولیت سے اور رحمت سے اسطرح جدا کیا کہ ان وسواس
ڈالے کہ تم مین جو فلان شخص بڑا بزرگ ہے لہذا وہ چاہے تو تم کو رزق ملے اُس کی خوشامد و تعظیم کرو اُنھون نے وسوسہ قبول کیا اور یہی کیا تو
اُنکو مل گیا پس یقینی و قطعی ہو گیا اور خواب مین بھی اُن کو صورت دکھلا دی کہ اسطرح کیا کرو چلو اسی پر جم گئے اور لوگون مین پھیل گیا پس
درحقیقت یہ شیطان کی پیروی ہے کہ اُسکے وسوسہ کو مان لیا اور اللہ تعالے کی توحید قطعی کو جس نے اُنکو پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اور وہی
ہر طرح خالق و مالک ہے اس وسوسہ کے مقابلہ مین چھوڑ دیا تو اللہ تعالے کے بدل مین شیطان رجیم کو لیا۔ پھر اللہ تعالے نے سمجھایا کہ مین نے
شیاطین کو نہ آسمانون و زمین کے پیدا کرنے مین شاہد کیا اور نہ خود اُن کی پیدائش مین شاہد کیا اور نہ میری شان ہے کہ گمراہ کرنے والون کو
مددگار بناؤن۔ یہ معنی جو مذکور ہوے اکثر مفسرین کا قول ہے اور دوم معنی بنا براینکہ ضمیر اشهدتهم۔ راجع بجانب کفار ہے جنھون نے حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے فقراء مسلمین کو مجلس سے ہانک دینے کو کہا تھا پس معنی یہ ہین کہ نہین شاہد کیا تھا مین نے آسمانون و زمین کے پیدا
کرنے مین اور اُن کی جانین پیدا کرنے مین پس وے لوگ عالم کی تدبیر مین میرے شریک نہین اور نہ مین نے کسی امر مین دنیا و آخرت کے
امور مین اُنسے معاضدت چاہی کیونکہ یہ گمراہ لوگ ہونگے وما کنت متخذ المضلین عضدا۔ پھر یہ لوگ کس بات پر ایسی سرکشی کرتے ہین جیسے
تمام مخلوق پڑی ہے یہ بھی پڑے رہین بلکہ یہ لوگ گمراہ ہین اور جو تکبر کرتے ہین وے راہ پر نہین۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ معنی میرے
نزدیک اقوی ہین اور کہا کہ اس معنی کے واسطے موکد یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تمام مذکورات مین سے جو اقرب ہو وہ چاہیے اور یہان بئس للظلمین
مین ظالمین مرجع قریب تر ہے جس سے مراد کفار ہین پس یہان بھی وہی مراد ہین۔ معنی سوم اس بنا پر کہ کفار اس امر سے جاہل ہین
جو ازل مین ہر ایک کے واسطے واقع ہوا کیونکہ سعادت علم الٰہی سے ازلی ہے اور شقاوت بھی ازلی ہے اور ازل کو سواے اللہ تعالے کے کوئی
نہین جانتا تو سب کے سب جاہل ہین کیونکہ ما اشهدتهم خلق السموات الی آخرہ۔ اور جب تم لوگ مع تمام کافرون کے حکم الٰہی سے جاہل ہو
تو کیونکر تم اپنے نفس کے واسطے بلندی و علو مرتبت و کمال کا حکم لگاتے ہو اور زعم کرتے ہو کہ تم ایسے ہو کہ اگر قیامت ہو تو بھی تمھارے واسطے

یہان سے بڑھ کر خوبیان ہونگی اور دوسرون پر ذلت و کمینگی کا حکم لگاتے ہو بلکہ تکبر و ترفع تو شیطان کا شیوہ ہے جنکو یہان تکبر ہے وہ شیطان کے ساتھ وہان ملعون و مطرود ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اظہر معنی اول ہین کہ جن لوگون کو تم نے سواے حق عز و جل کے اولیاء بنایا ہے وے تمھارے مثل مخلوق عاجز ہین اور احکام قضا و قدر جو جاری ہوتے ہین موافق حکم ازل کے ہین کچھ نئے احکام نہین ہین جن مین کوئی مددگاری و مشورہ جاری ہو پس تمام مخلوق اور یہ لوگ سب برابر عاجز ہین کسی چیز کے مالک نہین اور نہ اللہ تعالے نے آسمانون و زمین کی پیدایش مین ان کو شاہد کیا تھا اور نہ وے اُسوقت موجود تھے پس حق تعالے نے بذات خود سب چیزون کو پیدا کیا اور وہی سب کا مدبر ہے اور ہر ایک کے واسطے اُسی کی تقدیر ہو چکی ہے کوئی وزیر و مشیر و نظیر نہین ہو سکتا ہے۔ کما قال تعالے قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر یعنی کہدے کہ بلاؤ اُن کو جنکو تم سواے اللہ تعالے کے آلہہ گمان کرتے ہو وے ایک ذرہ کی نہین قدرت رکھتے ہین نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین اور نہ اُن کی کچھ ان دونون مین شرکت ہے اور نہ کوئی ان مین سے اللہ تعالے کا مددگار ہے۔ پھر جب بیان فرمایا کہ حالت اصلی لوگون کی یہ ہے کہ تم نے اصل مین تو شیاطین کو اپنا دلی دوست بنایا ہے اور ظاہر مین اپنے مثل کچھ مخلوق بندون کو اللہ تعالے کا شریک بناتے ہو تو انجام تمھارا قیامت مین یہ ہوگا جو فرمایا بقولہ۔ وَيَوْمَ يَقُولُ اور اے محمد بیان کر دے اُن کو یاد کرو وہ دن کہ فرماویگا اللہ تعالے یعنی بواسطہ ملائکہ کے کیونکہ بحکم قولہ لا یکلمھم اللہ یوم القیامة۔ اللہ تعالے قیامت مین کافرون سے کلام نہین فرماویگا یعنی خود اور ملائکہ کے واسطہ سے بطور جھڑکی و غضب کے حکم دیگا کہ نَادُوا شُرَكَاءِيَ پکارو میرے شرکا کو۔۔۔ اور شرکا در حقیقت تو کوئی بھی نہین پس مراد یہ ہے کہ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ اُن کو جنھین تم نے اللہ تعالے کے شرکا گمان کیا ہے فَدَعَوْهُمْ پس وے پکارینگے فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ سو اُن کو وے کچھ جواب نہ دینگے۔ اگر یہ مراد ہے کہ ان گمراہون پر ظاہر کیا جاوے کہ وے بالکل عاجز ہین تو ظاہر ہے کہ انکی سفارش وغیرہ کسی مین اُن کو اختیار نہین ہے خواہ کوئی ہون کیونکہ بت و گذرے نیک لوگ و شیاطین و ملائکہ و عیسی علیہ السلام کوئی بھی اُن کے پکارنے پر جواب نہین دے سکتے ہین کیونکہ کافرون کی سفارش کرنے کا اختیار ہی نہین ہے بلکہ مومنون کی سفارش بھی اُسوقت کر سکینگے کہ آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اجازت ہو جاوے تو آپ کی تبعیت مین اورون کو بھی اجازت ہوگی اور کافرون کے واسطے بت وغیرہ تو محض بیہودہ ہین اور حضرت عیسی وغیرہ نیک لوگ بجاے سفارش اور کافرون کی پکار سننے کے اُنکے دشمن ہو جاوینگے اور خوف سے جناب باری تعالے مین عرض کرینگے کہ اے رب عز و جل تجھے معلوم ہے کہ ہم ان گمراہون کے فعل سے ناواقف اور ہم جانتے بھی ہون تو بالکل تیرے ساتھ شرک پر راضی نہین ہین اور رہے شیاطین جو اُنکے اصلی اولیا ہین وے خود مطرود ہین۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ یہ گمراہ اپنے زعم کے شرکا بلاوین تو یہ لوگ جہالت سے اُنکو پکارینگے مگر وے اُنکو کچھ جواب نہ دینگے اور اُسوقت انکی مایوسی بڑی خوفناک ہوگی۔ وے خود اپنی جان کی فکر مین ہونگے ان بدبختون کو کیا جواب دین بلکہ ان بدبختون کے ساتھ انکو عداوت ہوگی اور یہ لوگ بے حساب دائرۂ کفر مین رہجاوینگے شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ تمام مجمع حشر کے سامنے ان گمراہون کو بطور ملامت کے حکم ہوگا کہ جن کو تم شرکا گمان کرتے تھے پکارو یہ لوگ پکارینگے اور جواب نہ پاوینگے تو خوار و ناامید رہجاوینگے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا اور ہم نے اُن کے درمیان ایک موبق کر دی۔ موبق جاے ہلاک۔ شیخ امام نے لکھا کہ ابن عباس و قتادہ اور بہت سے سلف نے فرمایا کہ موبق مہلک یعنی جاے ہلاک اور قتادہ نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ موبق ایک وادی عمیق ہے کہ

قیامت میں اہل ہدایت و اہل ضلالت کے درمیان اُس سے تفریق کر دیجائیگی۔ قتادہ رح نے کہا کہ موبق وادی جہنم ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ موبق وادی جہنم ہے اُس میں خون و پیپ بھرا ہے رواہ ابن جریر۔ حسن بصری رح نے کہا کہ موبق عداوت یعنی دونون کے درمیان عداوت حائل ہوگی۔ شیخ نے کہا کہ ظاہر سیاق یہان یہ ہے کہ مراد موبق سے مہلک ہے جہان ہلاک ہوجاوین اور چھٹکارا نہ ہوا اور یہ ہوسکتا ہے کہ موبق جہنم کے کسی وادی کا نام ہوا اور موبق سوائے جہنم کے بھی کوئی ہولناک مقام ہو۔ اور آیت مین اللہ تعالے نے بیان فرما دیا کہ کافرون کو اُن لوگون سے جنکو شریک بناتے تھے کچھ نصیب نہ ہوگا بلکہ بجائے اُنکے ہلاک کا مقام ملے گا اور اگر بینہم کی ضمیر مومنون و کافرون کی طرف ہو جیسا کہ عبداللہ بن عمرو کی روایت سے ظاہر ہے تو معنی یہ ہوے کہ کافرون نے جن مومنون کو اپنے واسطے آلہہ بنایا تھا اُن تک کافرون کی رسائی کی کوئی صورت نہین ہے کیونکہ دونون مین سے ہر ایک کا مقام علیحدہ ہے اور درمیان مین موبق حائل ہے۔ وقد قال تعالے ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون۔ یعنی قیامت کے روز دونون جُدا ہوجائینگے وقال تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ یعنی مجرم علیحدہ کردیے جاوینگے۔ بالجملہ بجائے مدد و شفاعت کے کافرون کو موبق نظر آویگا جو جہنم کی راہ ہے وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ اور دیکھین گے گنہگار لوگ آگ کو یعنی کفار کو آگ نظر آوے گی۔ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا۔ پس یقین کرینگے کہ وے لوگ اس سے خلط ہونے والے ہین۔ جب کوئی چیز دوسری چیز سے پوری قریب ہوتی ہے تو اُس کو مواقعت کہتے ہین تو معنی یہ کہ ضرور اس سے بالکل ملجانے والے ہین یعنی کفار جب جہنم کو دیکھینگے جو اسطرح لائی جاویگی کہ اُس کے واسطے ایک شور و جوش ہوگا اور ستر ہزار باگ ہونگی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہونگے اور وہ اپنے رب عز وجل سے درخواست کرتی ہوگی کہ اے رب آج میرا حصہ مجھے عطا کر دے اور مجھے بھر دے پس کفار یقین کرینگے کہ لامحالہ وے لوگ اس مین جانے والے ہین۔ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا اور اس سے کوئی مصرف نہ پاوینگے یعنی کوئی راہ نہ پاوینگے کہ اُس سے پھر جاوین۔ شیخ ابن جریر رح نے باسناد حسن حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر جہنم کو دیکھیگا پس گمان کرے گا کہ وہی اس مین ملنے والا ہے چالیس برس کی راہ سے یعنی دیکھنا و گمان ہونا اُس کو اُسوقت سے ہوگا کہ چالیس برس کی راہ ہوگی۔ امام احمد رح نے ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر بقدر پچاس ہزار برس کے قیامت مین رکھا جائیگا جیسے اُس نے دنیا مین عمل نہین کیا اور کافر جہنم کو چالیس برس کی راہ سے دیکھکر یقین کرے گا کہ وہ اس مین جاملنے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ عذاب اول سے دیدیا گیا۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے افتتخذونہ وذریتہ اولیاء الآیہ۔ اللہ تعالے نے صریح بیان فرمایا کہ اس کی ساحت کبریائی تمام اضداد و انداد سے پاک ہے اور نور و ظلمت و ابلیس و اُس کی ذریت و بت و صورت کوئی اُس کی بارگاہ عزت مین لگاؤ نہین رکھتی جو چیز ہے اُس کے سطوات عزت کی چمک مین فنا ہے تو کوئی شناعت اُس سے بدتر نہین ہے کہ سوائے اس کی عزت و کبریائی کے کسی اور چیز پر اعتماد کیا جاوے۔ شیخ یحیی بن معاذ رح نے فرمایا کہ کوئی شخص کبھی اللہ تعالے کا ولی نہ ہوگا اور نہ مقام ولایت کو پہونچیگا جس نے سوائے اللہ تعالے کے کسی چیز پر اعتماد کیا اور دوسرے پر نظر رکھی اور دوست و دشمن مین امتیاز نہ کیا۔ شیخ حسن رح نے کہا کہ اس آیت سے اللہ تعالے نے مجھے نہایت لطیف طریقہ سے سوائے اپنے سب سے چھوڑایا اور اپنی طرف بلایا ہے۔ قولہ ما اشہدتہم خلق السموات والارض الآیہ اس مین اللہ تعالے نے اپنے قدم ذات و صفات پر متنبہ کیا کہ اُسوقت کچھ نہ تھا اور حدوث کا نام و نشان نہ تھا اُس کا وجود پاک بجمال و جلال و صفات کمال

ہمیشہ سے قدیم ہے اُسکے واسطے ابتدا اور انتہا نہین ہے وہ حدوث کے نقص سے پاک ہے اور وہان کسی عقل و فہم و علم کو ادراک نہین ہے پھر جب اُس نے خلق کو پیدا کرنا چاہا تو اپنی صفت بطریق تجلی مشاہدہ فرمایا تو عدم سے خلق کو نکالا تو وہان کون حادث تھا اور قدم تو منزہ و پاک ہے کہ وہان حدوث کی معیت ہو اور خلق کو دخل ہو تو جب یہ شان عالی متعالی خارج از حد عقل و ادراک ہے تو حادث کی وہان مداخلت کا ذکر کیا ہو سکتا ہے ولیکن اللہ تعالےٰ نے صفات مقدسہ کو اپنے بندون پر ظاہر فرمایا اور کافرون پر حجت تمام کر دی اور حقیقت مین اسرار صفات مندرج تحت اسرار ذات ہین اور اُسکے اسرار ذات مخفی اور اسرار صفات ہین وہان عقول عاجز ہین اور قلوب کو اُسکے عرفان کی منزلت نہین ہے اور ارواح کو بھی اُسکے ادراک کا خطرہ نہین ہے اور اسرار کو بھی اتنی ہمت نہین ہے وہ پاک معبود جل شانہ بذات پاک ممتنع ہے کہ تمام مخلوق اُسکے اسرار ذات و صفات کا ادراک کر سکے اور تمام خلق تو ایک تجلی عزت مین فنا ہے۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ تمام مخلوق اُس امر سے عاجز ہے کہ اس کو یہ ادراک ہو کہ اُسکی کوئی صفت فی ذاتہ کیونکر ہے یا اسکی کنہ حقیقت کیونکر ہے اور اُسکو یہ بھی نہین معلوم کہ خود اُسکی ذات کی کنہ حقیقت کیونکر ہے تو پھر وہ ذات و صفات خالق عز و جل کو کیونکر جان سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ مخلوق ۱۲
نے بعد بیان امثال و ہول قیامت کے قرآن کی جامعیت بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ وَمَا
اور ہمنے تو خوب بیان کر دیا اس قرآن مین واسطے لوگون کے ہر شے سے مثال اور آدمی سب سے بڑھکر ہے جدال مین اور

مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ
نہین روکا لوگون کو ایمان لانے سے جب اُنکے پاس ہدایت آئی اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے مگر اس امر نے کہ آوے اُنپر طریقہ اگلون کا یعنی عذاب

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ
یا آوے اُنپر عذاب روبرو ہوکر اور ہمنے نہین بھیجا رسولون کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑا کرتے ہین

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ وَمَنْ
وہ لوگ جنھون نے کفر کیا باطل کے ساتھ تاکہ کمزور کرین باطل کے ذریعہ سے حق کو اور بنایا اُنھون نے میری آیات کو اور جس سے ڈرائے گیے مضحکہ اور کون

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ
بڑھکر اس سے ظالم ہے کہ جو نصیحت دیا گیا اپنے رب کی آیات سے سو اُسنے مُنھ پھیر لیا اور بھولا جو آگے بھیجا ہے اُسکے ہاتھون نے ہمنے کر دیے ہین اُنکے دلون پر

اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝
پردے اس بات سے کہ قرآن کو سمجھین اور اُنکے کانون مین ٹھینٹھ اور اگر تو اُنکو بلاوے ہدایت کی راہ تو کبھی نہین راہ لینگے اُسوقت ابد تک

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ
اور تیرا رب بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے اگر اُنکو گرفتار کرے بیزا مین اُسکے جو کمایا تو جلد بھیجے اُنپر عذاب بلکہ اُنکے واسطے ایک موعد مقرر

يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝ع
ہرگز نہین پاوینگے اس سے نجات کا ٹھکانا اور یہ شہر ہین کہ ہلاک کر دیا ہمنے اُنکو جب اُنھون نے ظلم کیا اور کر دیا ہمنے اُنکی ہلاک کے لیے ایک وقت مقرر

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا۔ تصریف گردانا اور اُلٹ پھیر کرنا صاف کر بیان کرنا و معنی یہ کہ اور ہم نے بیان کیا لوگون کے واسطے اور توضیح کر دی

امور کی اور تفصیل کردی۔ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ اس قرآن مین آدمیون کے لیے۔ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر مثل کی جنس سے مثال تاکہ وے حق سے نہ بھٹکین اور راہ راست سے خارج ہون باوجود ایسے بیان کے انسان جھگڑے کرتا ہے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا اور نوع انسان سب سے بڑھکر ہے جدال مین یعنی انسان کی جبلت مین مجادلہ ومخاصمہ ہے کہ حق کے مقابلہ باطل کے ساتھ جھگڑتا ہے یہ توانسان کی جبلی طبیعت ہے لیکن جنکو اللہ تعالے ہدایت ونور سے سرفراز فرماتا ہے وے ایسا نہین کرتے مگر یہ کہ سہو ہو جاوے۔ اور واضح ہو کہ جدال کبھی توحید الٰہی مین کرتا ہے یا رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دیگر رسولون مین اور قیامت یا مانند اسکے اعتقادات ایمانی مین تو یہ جدال کفر ہے اور کبھی سچی بات مین اور اس کا حکم یہ کہ جیسی بات ہو ولیکن جب اُسنے توحید وایمان مین جدال نہ کیا تو وہ مومن ہے اور ماسواے ایمان کے جس بات مین جھگڑے وہ گناہ ہوگا اور کبھی ادب مین جھگڑتا ہے تو یہ بے ادبی ہے اور کبھی مستحب کے خلاف مین تو یہ ترک استحباب ہے کہ اُس مین نہ جھگڑنا اچھا تھا۔ بالجملہ اس تفسیر مین توانسان سے عام مراد ہے خواہ کافر ہو یا مومن ہو ولیکن کافر تو توحید وایمان وباقی امور سب مین اُسکی طبیعت جھگڑالو ہوگی سواے ان امور کے جو اسکی خواہش یا دنیاوی لذات ہین اور مومن کبھی توحید وایمان مین نہ جھگڑیگا اور بعد اس کے پھر جب اس کا قلب منور ہو اُسی قدر حق بات زیادہ پہچانیگا اور کبھی مستحب کے خلاف بھی سہو سے سرزد ہوجاتا ہے چنانچہ امام احمد نے صحیح اسناد سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک رات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے ہین اور آپکی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھے تو فرمایا کہ تم دونون نماز نہین پڑھتے یعنی رات مین نوافل ادا نہین کرتے تو مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمارے نفس اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین ہین جب ہم کو اُٹھانا چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے جب ہی مین نے یہ کہا ہے کہ آپ پھر چلے اور مجھ سے کچھ نہین کہا اور مین نے سُنا کہ آپ پھرنے مین اپنے ہاتھ اپنی ران مبارک پر مارتے اور یہ کہتے ہین وکان الانسان اکثر شئی جدلا۔ یہ حدیث صحیحین مین بھی موجود ہے جسکو حضرت امام زین العابدین علی بن الحسینؑ نے اپنے والد حسینؑ بن علیؓ کے واسطہ سے اپنے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت عام ہے اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہی اصح ہے اور بعض نے کہا کہ انسان سے مراد فقط کافر ہین۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ مراد نضر بن الحارث ہے جو قرآن مین جھگڑتا تھا اور کلبی نے کہا کہ وہ ابی بن خلف جمحی ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ یعنی لوگون پر جب ہدایت وقرآن آیا تو انکو ایمان لانے ورب عز وجل کی جناب مین توبہ واستغفار کرنے سے کوئی امر مانع نہین ہوا اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا مگر یہ بات مانع ہوئی کہ چاہا کہ اُنپر وہ عادت الٰہی جاری ہو جو اگلون پر وقت جدال وانکار کے جاری ہوئی تھی کہ عذاب سے تباہ وہلاک کردیے گئے یا آوے اُنپر عذاب قبلا بضمتین قرأت اہل کوفہ جمع قبیل یعنی انواع عذاب طرح طرح کے آوین اور بکسر اول وفتح دوم۔ ابن عباس رضؓ نے کہا یعنی مقابلہ مین آنکھون کے سامنے۔ مجاہد رحؒ نے کہا یعنی یکایک آوے۔ حاصل یہ کہ ایمان لانے مین فقط اسکے منتظر ہو رہے کہ یا تو اگلون کی طرح ہلاک کیے جاوین تب یقین ہو یا طرح طرح کے عذاب انکی آنکھون کے سامنے ظاہر ہون تب مانین یعنی جدال سے واضح آیات وحجت کو نہین مانتے بلکہ یہ چاہتے ہین کہ وہ عذاب آجاوے تو مانین حالانکہ جب عذاب سے تباہ کیے گئے تو کیا مانینگے یا چاہتے ہین کہ عذاب آنکھون دیکھ لین حالانکہ اُسوقت نجات کہان سے پاوینگے شیخ ابن کثیر رحؒ نے لکھا یعنی کوئی چیز اُنکو اتباع ہدایت وقرآن سے نہین مانع ہے سواے اُنکی اس خواہش کے کہ جس عذاب سے وہ ڈرائے جاتے ہین اُسکو آنکھون سے معائنہ

کرلین چنانچہ قریش کے کفار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین۔ اور بعضون نے کہا ائتنا بعذاب اللہ ان کنت من الصادقین۔ اور بعض سخت جھگڑالو کہنے لگے کہ اللھم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ خلاصہ یہ کہ واضح آیات وروشن حجتین ومعجزات قاہرہ قطعی تھے انکا نہ کچھ جواب دیا اور نہ اُن مین کوئی وجہ نکال سکے ولیکن جدال سے نہ مانا اور ایمان لانا اسپر موقوف رکھا کہ عذاب آوے یا آنکھون دیکھلین اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکو طلب کیا وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ یعنی ہم تو رسولون کو بشارت دینے اور ڈر سُنانے کے واسطے بھیجتے ہین اُنپر یہ لازم نہین کہ خواہ مخواہ لوگون سے قبول کراوین یا جو وے مانگین اُن کو لاوین کیونکہ اللہ تعالے اپنے بندون کا علیم وخبیر ہے۔ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ اور کفار لوگ جھگڑتے ہین باطل کے ساتھ تاکہ سُست کردین حق کو۔ یعنی کافرون کی غرض اس جدال سے یہ ہوتی ہے کہ حق کو ضعیف کرین اور باطل کو قوی کرین جیسے کہتے ہین کہ تم تو ہمارے ایسے بشر ہو اور کیا اللہ تعالے کو رسول بھیجنے کے لیے آدمی ملا۔ غرضکہ ایسی باطل باتون سے جو محض جہالت ونادانی ہین کافرون کی یہ غرض ہوتی ہے کہ سچ کو جھوٹ کرین اور جھوٹ کو سچ بناوین وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا۔ اور اُنھون نے بنالیا میری آیات کو اور جسکے ساتھ ڈرائے گئے مضحکہ پس مراد ما انذروا سے مراد۔ ما انذروا بہ ہے جس چیز کے ساتھ ڈرائے گئے تھے اور شاید کہ مراد قرآن ہو اور شاید کہ عذاب جہنم وغیرہ ہو۔ اور ابوحیان نے ما انذروا۔ مین ما مصدریہ قرار دیا یعنی انذار وڈرانے کو مضحکہ بنالیا اور یہ سخت گناہ وکمال بے ادبی ہے کہ خالق عز وجل کی آیات کو مضحکہ بنایا جاوے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ۔ یعنی اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے یعنی اپنی نفس پر ظلم کرکے تباہ کرنے والا ہے کہ جسکو اُسکے پروردگار کی آیات سے نصیحت دی گئی اور ہوشیار کیا گیا مگر اُسنے ان آیات سے مُنھ موڑا یعنی نہ مانا اور مضحکہ بنالیا اور فراموش کردیا جو اُسکے ہاتھون نے آگے بھیجا ہے یعنی اپنی بدکاریان بھول گیا یعنی اُنسے استغفار وتوبہ نہین کی اور آیات کے ساتھ ایمان نہین لایا۔ واضح ہو کہ مخلوق پر واجب ہے کہ اپنے خالق عز وجل کو پہچانے اور اُسپر ایمان لاوے اور اُسی کی طاعت کرے کیونکہ اُسی نے پیدا کیا ہے۔ پھر نہ مانا تو سخت گناہ کیا۔ اُسی نے پھر رزق دیا عافیت دی سلامتی دی اولاد دی مال دیا تو اُسی کی طاعت فرض ہے۔ پھر نہ مانا۔ پھر اُسنے رسول بھیجا اور رسول نے خالص اللہ تعالے کے واسطے اُنکو نصیحت کی اور کچھ اُنسے نہین مانگا تب نہ مانا اللہ تعالے نے آیات وحجتین نازل فرمائین اور رسول کو معجزات دیے اور ہر طرح سمجھایا۔ تب بھی نہ مانا۔ اب اس سے بڑھکر کون گمراہ ظالم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے سرکش نافرمان نے جو کچھ عمر بھر کیا وہ سب ایسی حالت مین کہ خالق عز وجل ومالک رزاق سے برخلاف رہتا ہے بالکل گناہ ہی گناہ ہین۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنی عظمت وتوحید وتمام قدرت وسلطنت کا اشارہ فرمایا کہ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ ہم نے کردیے ہین اُن کے دلون پر پردے تاکہ قرآن کو نہ سمجھین یعنی اُن کے دلون پر مہر ہے پس وہ اظلم ہین اور آیت مین دلیل ہے کہ سمجھ وہ معتبر ہے جو دل کی سمجھ ہو اور جو حواس آنکھ کان ناک وخیال وغیرہ سے سمجھ ہو وہ بغیر دل کے سمجھ کے ہیچ ہے خصوصًا انسان مین کیونکہ حواس کے افعال تو جانورون مین بھی موجود ہین پھر جیسے بیا پرند جھوجھ بناتا ہے آدمی کبھی نہین بنا سکتا جبکہ اُسکے ہاتھ کاٹ دیے جاوین اور گدھ یا چیل کی طرح بہت دور سے نہین دیکھ سکتا اور شیر کی طرح طاقت نہین رکھتا۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے کافرون کے حق مین فرمایا کہ لھم قلوب لا یفقھون بہا۔ یعنی اُنکے قلوب ایسے ہین کہ اُنسے سمجھ نہین پاتے ہین۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

اور اُن کے کانون مین وقر یعنی گرانی وٹھینٹھ ہین یعنی سنتے وہ ہین جو باطل ہو اور حق کے سننے سے بالکل بہرے ہین اور یہ اللہ تعالے کی ایک حکمت بالغہ ہے۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا اگر تو اُن کو حق کی طرف بلاوے تو اُسوقت کبھی اُس کی جانب راہ نہ پاوینگے پس معلوم ہوا کہ وے اندھے و گونگے و بہرے و جانور ہین بلکہ جانورون سے بدتر ہین جو اپنی جہالت سے اپنے آپ کو سب سے عمدہ و صاحب فخر و ثروت و مال و دولت سمجھتے ہین اور مسلمانون پر نظر حقارت ڈالتے ہین جیسے کتا ایک پہاڑ پر یا سور جنگلی اونچے پر کھڑا ہو کر سب سے اپنے آپ کو بلند سمجھے۔ اور اُسی پر اعتماد کرے۔ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اور تیرا رب بڑا بخشش کرنے والا صاحب رحمت عام ہے دنیا ے حقیر و مردار کو اُس نے پیدا کیا اس دنیا سے یہ لوگ اور سب ایک وقت تک پرورش پاتے ہین ولیکن کافر لوگ سرکشی و بے ادبی و گستاخی کرتے ہین تو رب عزوجل غفور اور رحمت والا ہے اُسکی عام رحمت و خاص رحمت دو طرح ہے پس عام رحمت یہان سب کو شامل ہے پس کافرون کو بھی عذاب نہین کرتا۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ اگر اُن کے افعال پر جو اُنھون نے کمائے ہین جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اُنسے مواخذہ کرے تو جلدی اُنپر عذاب کرے حتی کہ وے آخرت کی رحمت خاص سے تو محروم ہین یہان کی عام رحمت سے بھی محروم ہو جاوین اور پھر سوا ے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہ پاوین بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ بلکہ اُنکے واسطے ایک جگہ و وقت مقرر ہے اور وہ موت کے بعد سے ظہور آثار کا ہے اور قیامت کے روز خاص ہے کہ وہان اس عذاب کو جہنم مین دیکھینگے۔ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا اور ہرگز نہ پاوینگے سواے اسکے کوئی چھٹکارے کی جگہ پس موعد وہی جہنم ہے یا موعد روز قیامت ہے جس سے چارہ نہین کہ وہ وقت و روز لامحالہ اُنپر آنے والا ہے۔ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اور یہ دیکھو قری یعنی شہر و بستیان ہین جیسے عاد و ثمود و مدین و قوم لوط وغیرہ۔ یعنی ان شہرون کے لوگون کے حال پر نظر کرو کہ اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا جب اُنھون نے ظلم و کفر و شرک کیا۔ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا۔ اور ہم نے اُن کی ہلاکت کے لیے ایک موعد کر دیا یعنی ایک وقت معلوم مقرر کر دیا کہ نہ اُس سے پہلے اور نہ اُس سے پیچھے ایک ساعت کا بھی درنگ و فرق نہ ہوا اسیطرح قریش وغیرہ جو انتہاے سرکشی مین غرق ہوے تو مقام بدر و دیگر فتوحات مین اپنے اپنے وقت مقدر پر سب مارے گئے اور دنیا و دولت سب برباد ہوئی اور عذاب دیکھ لیا۔ حدیث مین ہے کہ بدر کی لڑائی کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین دن وہان ٹھہرے اور تیسرے روز اُس گڈھے پر گئے جس مین ابوجہل وغیرہ قریش کے سرکش قتل ہونے کے بعد ڈالے گئے تھے اُنسے آواز بلند فرمایا کہ ہم نے تو وہ پایا جو ہمارے رب عزوجل نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور تم نے پایا جو تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ تمام حدیث صحاح مین ہے

ف واضح ہو کہ جیسے ظلم کرنے سے اہلاک جسم کا بطور قتل یا موت ہوتا ہے اُسی طرح قدرت الٰہی باطن انسان مین جاری ہے چنانچہ آدمی موجود اور اُس کا قلب مردہ کر دیا جاتا ہے اور یہی حال نفس و روح وغیرہ کا ہے اور ہر ایک اُنھین سے بہت سے احکام و اشیا کو شامل ہے گویا فی نفسہ ایک شہر ہے لہذا شیخ عارف رح نے عرائس مین قولہ وتلک القری اہلکناہم الآیہ کی اشارت مین لکھا کہ نفوس و قلوب و عقول و ارواح و اسرار و صدور و اجسام یہ سب حقیقت مین شہر ہین ولیکن اُنکا ظہور عموماً نہین ہے بلکہ محض عوام لوگ جن مین کفار شامل ہین وہ تو صرف اجسام کو دیکھتے ہین اور اسی شہر مین رہتے ہین اور اُسکے واسطے ظاہری حواس ہین اور ہر ایک حس کے لیے احکام کثیرہ ہین تو جب یہ لوگ ان حواس کو اس کام مین نہین لگاتے جسکے واسطے اللہ تعالے نے اُنکو پیدا کیا ہے یعنی اُنکو خالق عزوجل کی عبودیت مین نہین لگاتے ہین اور کان مثلاً خطاب حق عزوجل سننے کے لیے ہو اُسکو نہین سنتے تو ایسی حرکتون سے ظلم ہوتا ہے اور جب وہ حد سے بڑھا تو اللہ تعالے

ان حواس کو مسخ کر دیتا ہو کبھی تو ظاہری حالت مین بھی جیسے قولہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین۔ اور کبھی صرف باطنی حالت سے چنانچہ بہت لوگ باطن صورت سے مسخ ہو جاتے ہین اور خود آگاہ نہین ہوتے ہین کیونکہ اپنے نفس کے مخلوق ہونے پر شاہد نہین تھے تو اپنے نفس کی ماہیت وحقیقت نہین پہچانتے ہین یہین سے کہا گیا کہ جو نفس کو پہچانے رب تعالیٰ کو پہچانے۔ پھر اہل الصدر یعنی جنکے سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیے گئے ہین اُنھون نے اگر اُسکی نگہداشت نہ کی اور شائبہ نفاق سے پاک نہ رکھا تو اسیر وسواس کے لشکرون کا ہجوم ہوتا ہو اور وے اُسکو تباہ وخراب کر دیتے ہین تو قریہ مذکورہ اسطرح تباہ ہوتا ہے۔ اہل النفوس جنکو مکائد نفس سے آگاہی ہوئی اگر اُنھون نے نفس کو اسطرح پاک نہ کیا کہ مجاہدہ سے اُسکو صاف کرین تو چھوڑ دیے جاتے ہین کہ نفس اپنی شہوات مین چرے اور صفاء ذکر سے محجوب ہو۔ اور اہل قلب نے اگر قلب کو انوار غیب کے ساتھ رعایت نہ رکھا اور خطرات مذمومہ کو اُس سے دور نہ کیا تو ملاک آخرت کے دیدار سے قلب محجوب ہوتا ہو اور اگر اہل عقل نے عقل کو اسطرح استعمال نہ کیا کہ وہ افکار صفات مین جولان ہو اور لطائف اذکار مین سیر کرے تو وہ عزائب انوار سے محجوب ہو جاتی ہے اور اہل ارواح نے اگر روح کو میدان ملکوت مین بطلب مشاہدہ جبروت جولان نہ کیا تو رسوم کی پابندی مین وہ حق سے شاغل ہو جاتی ہو اور اہل الاسرار نے اگر اُسکے حقائق وماہیت کو نہ پہچانا اسطرح کہ اسرار تو اسد تعالیٰ کے علوم غیبی کے راستہ ہین تو وہ احکام ربوبیت کے کشف سے خالی چھوڑے جاتے ہین۔ اہل الظاہر نے اگر منعم کو نہ پہچانا اسطرح کہ نعمت کی طرف مشغول رہے تو اسد تعالیٰ اُنکو اپنی طرف سے مُنھ موڑے ہوے نعمت مین مشغول کر کے ہلاک کر دیتا ہو۔ شیخ ابو بکر بن طاہر رح نے کہا کہ جب لوگون نے اسد تعالیٰ کی نعمتون کا جو اُنپر تھین شکر نہ کیا اور بمقابلہ بلاء کے رضامندی وصبر نہ کیا تو ہلاک کر دیے گئے۔ شیخ واسطی رحمہ اسد تعالیٰ نے کہا کہ جب اُنھون نے ہمارے اختیار کی خوبی کو ناخوش جانا یعنی جو کچھ ہمنے اُنکے واسطے مقدر کیا تھا اُسپر راضی نہ ہوے تو ہم نے اُنکو اُنکے سوء تدبیر کے حوالہ کیا اور ہلاک ہوے نعوذ باسد منہ۔ پھر اسد تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا حال بیان فرما کر تنبیہ کی کہ یہودیون نے امتحانی سوالات قریش کو دیے تھے کہ اگر یہ اخبار بیان کر دین تو محمد صلے اسد علیہ وسلم نبی ہین اور اصل یہ ہو کہ نبوت کے واسطے یہ شرط نہین ہو کہ تمام اخبار اسکو معلوم ہون بلکہ شان نبوت وحی ہو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس نور نظر کے خضر علیہ السلام کے امور سے واقف نہ ہوئے کما قال تعالے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو مین نہ ہٹونگا جبتک نہ پہونچون دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤن قرنون پھر جب پہونچے دونون دریا کے

بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز

ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اُسنے اپنی راہ کر لی دریا مین سرنگ بنا کر پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز

ہمنے پائی اپنے اس سفر مین تکلیف بولا وہ دیکھا تو نے جب ہمنے جگہ پکڑی اس پتھر پاس سو مین بھول گیا مچھلی

وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ صلے عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق

اور یہ مجھکو بھلایا شیطان ہی نے کہ اُسکا مذکور کرون اور وہ کر گئی اپنی راہ دریا مین عجب طرح کہا یہی ہو جو ہم چاہتے تھے

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ

پھر اُلٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندون مین کا جسکو دی تھی ہمنے اپنی مہر اپنے پاس سے اور

عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰى هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ۝

سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم کہا اُسکو موسی نے کہے تو تیرے ساتھ رہون اِسپر کہ مجھکو سکھادے کچھ جو تجھکو سکھائی ہے بھلی راہ

قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ۝ وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِىۡۤ

بولا تو نہ سکے گا میرے ساتھ ٹھہرنا اور کیونکر ٹھہرے دیکھکر ایک چیز جو تیرے قابو مین نہین اُسکی سمجھ کہا تو پاوے گا

اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِىۡ لَـكَ اَمۡرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡـئَلۡنِىۡ عَنۡ شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ

اگر اللہ نے چاہا مجھکو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالونگا تیرا کوئی حکم بولا پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہو تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جبتک مین شروع

لَـكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ۝ ع

کردون تیرے آگے اُسکا مذکور

واضح ہو کہ اس قصہ مین عجائب علوم و غرائب اشارات ہین اور جہانتک مترجم کو استخراج و تصریحات علماء و ائمہ اولیاء رحمہم اللہ تعالے سے توفیق ہوگی مختلف مقامات مین اشارہ سے تنبیہ کرتا جائیگا اور اسقدر اشارت بھی کافی ہے کہ اُسکی آیات غرائب سے مملو ہین خصوص احادیث مرفوعہ کے ملانے سے استخراج ہوتے ہین۔ پھر علماء تفسیر رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ بندہ جسکو علم لدنی دیا گیا تھا وہ خضر علیہ السلام ہین اور اسمین دو قول ہین کہ وے پیغمبر تھے یا ولی تھے پھر اُسمین اختلاف ہے کہ وے برابر زندہ ہین یا انتقال کیا۔ اسمین سے ہر ایک کی توضیح و تحقیق انشاء اللہ تعالے آویگی۔ اور جو شخص کہ خضر علیہ السلام کے پاس بغرض سیکھنے کے گیا تھا وہ موسی علیہ السلام ہین اور علماء رح نے کہا کہ موسی وہی موسی بن عمران از اولاد لاوی بن یعقوب ہین جو بنی اسرائیل مین سے اُنکے رسول اور صاحب توریت ہین جنکا تذکرہ قرآن مجید مین جا بجا مذکور ہے۔ اور چند لوگون نے جن مین نوف بکالی تابعین مین سے بھی ہین کہتے تھے کہ یہ موسی بن عمران نہین تھے بلکہ موسی بن میشا بن یوسف بن یعقوب تھے اور یہ موسی علیہ السلام سے پہلے نبی ہو گذرے ہین۔ امام محی السنہ نے کہا کہ قول اول اصح ہے اور قفال رح نے اسپر حجت پیش کی کہ قرآن مین جہان اللہ تعالے نے موسی کا ذکر فرمایا مراد اس سے موسی بن عمران صاحب توریت ہین اور یہان بھی مطلق نام موسی مذکور ہے تو واجب ہے کہ اسی طرف منصرف ہو اور اگر ایسی صورت مین کوئی دوسرا شخص مراد ہوتا تو ضرور تھا کہ پہلے اسکا کچھ حال بیان کر دیا جاوے جس سے اُسکی پہچان ہو جاوے اور موسی بن عمران سے امتیاز ہو جاوے ورنہ بالکل بلاغت و عقل کے خلاف ہوگا جیسے ابو حنیفہ تو فقہ مین امام معروف کی طرف منصرف ہے اگر اس نام سے ہم کوئی اور شخص ارادہ کرین تو قید تعریفی لگانا واجب ہے مثلاً ابو حنیفہ دینوری نے کہا یا مانند اسکے جس سے مشہور اطلاق سے شبہہ رفع ہو اقول یعنی عرف بھی حقیقت عرفی ہے اور جب عرف فقہاء مین ابو حنیفہ کا اطلاق امام اعظم کو فی پر ہے تو حقیقت عرفی ہے پھر اگر اسی طرح اطلاق کے ساتھ ہم دوسرا شخص مراد لین تو حقیقت عرفی چھوڑ کر مجاز لین تو لازم آویگا کہ لفظ بدون قرینہ کے مجاز کی طرف راجع کرین اور یہ ممنوع ہے۔ اور جن لوگون نے کہا کہ یہان موسی سے صاحب توریت نہین مراد ہین اُنکی طرف سے یہ جواب مذکور ہے کہ قرینہ یہان یہ ہے کہ موسی علیہ السلام پر توریت اُترنے اور کلام بلا واسطہ ہونے اور اسقدر معجزات عطا ہونے کے بعد یہ بعید ہے کہ وہ سیکھنے و استفادہ حاصل کرنے کے لیے بھیجے جاوین اور یہ جواب رد کر دیا گیا کہ اسمین کچھ بھی بعید نہین ہے کہ ایک عالم بہت کچھ جانتا ہو و لیکن علم مثلث نہ جانتا ہو مثلاً تو اُسکو سیکھنے کے واسطے ایسے شخص کی طرف رجوع لاوے جو اور علوم مین اس سے کمتر ہے اور یہ تو امر متعارف ہے۔ بالجملہ یہی معتمد ہے کہ موسی علیہ السلام وہی صاحب

توریت ہین۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور بیان کردے اے محمد جب کہ کہا موسیٰ نے یعنی جو بنو اسرائیل کا رسول تھا اور اُسپر توریت اُتاری گئی
اور بنو اسرائیل اس سے خوب واقف ہین اُسنے کہا۔ لِفَتٰىهُ اپنے جوان سے اور وہ یوشع بن نون علیہ السلام ہین جو بعد موسیٰ علیہ السلام
کے پیغمبر ہوے اور اُسوقت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب خاص مین سے تھے۔ ابن کثیر رح نے لکھا یعنی یہ مضمون کہ مجھ سے کہا گیا ہو کہ مجمع البحرین
پر ایک بندہ اللہ تعالےٰ کے بندون مین سے ایسا علم رکھتا ہو کہ موسیٰ کو اُسکی خبر نہین ہو مین چاہتا ہون کہ اُسکی جانب کوچ کرون۔ لَاۤ
اَبْرَحُ یعنی برابر مین چلا جاؤنگا حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ یہانتک کہ پہونچ جاؤن جہان دونون سمندرون کا مجمع ہے۔ اَوْ
اَمْضِيَ حُقُبًا یا چلا جاؤن برسون یعنی اگرچہ مدتون چلا جاؤن۔ ابن جریر رح نے کہا کہ بعض اہل علم کے قول مین قبیلہ قیس کی زبان
مین حقب ایک سال ہے اور عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ حقب اسی برس اور مجاہد رح نے کہا کہ ستر خریف بترجم کہتا ہو کہ ایک
حقب اسی برس ہو تو حقبا جمع کی مقدار نامعلوم رہے اسی طرح مجاہد کا قول بھی لہذا علی بن ابی طلحہ والبی رح نے ابن عباس رض سے قولہ
امضی حقبًا۔ کی تفسیر مین کہا یعنی دہر طویل تک۔ اور قتادہ و ابن زید نے بھی ایسا ہی کہا ہو۔ پھر بحرین کی تفسیر بھی مروی ہوئی ہو قتادہ سے
مروی ہے کہ وہ بحر فارس و بحر روم ہو اقول انکا مجمع کہان ہے وہ مقام متعین نہ ہوا۔ محمد بن کعب سے مروی ہے وہ انتہاے ملک افریقہ پر
یعنی انتہاے مغرب پر طنجہ کے قریب ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہو کہ وہ افریقہ مین ہو یعنی اُسکے گرد ہے اور
ابن عباس رض سے نقل کیا جاتا ہو کہ بحرین وہ موسیٰ و خضر علیہما السلام ہین بترجم کہتا ہو کہ یہ ظاہری تفسیر نہین ہو بلکہ اشارہ البتہ یہ ہوسکتا ہے
کہ موسیٰ علیہ السلام ایک علم کے بحر زخار تھے اور خضر علیہ السلام کو دوسرا علم لدنی دیا گیا تھا ان دونون کے اتصال سے آب حیات ہے۔
سراج مین ہو کہ بخاری رح نے حدیث روایت کی کہ موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل مین خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے پس پوچھا گیا کہ روے زمین پر
کون سب سے زیادہ عالم ہو موسیٰ نے کہا کہ مین ہون پس اللہ تعالےٰ نے عتاب کیا جب کہ یہ نہین کہا کہ اللہ تعالےٰ جانتا ہو کہ کون سب سے
زیادہ عالم ہو پس اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو وحی کی کہ مجمع البحرین پر میرا ایک بندہ ہو وہ تجھ سے زیادہ عالم ہو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رب
کیونکر مین اس سے مل سکون فرمایا کہ مچھلی کو لیکر ایک مکتل مین رکھ لے جہان تو اسکو گم کرے وہ وہین ہو۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ مچھلی نمکین بھونکر
لے لی تھی۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا پھر جب دونون موسیٰ و یوشع مجمع بین البحرین پر پہونچے۔ نَسِيَا حُوْتَهُمَا تو دونون بھول گئے
اپنی مچھلی۔ اصل بھولنا تو یوشع بن نون سے تھا ولیکن محاورہ مین یون بولتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ وہ لوگ روانہ ہوے اور اُنھون نے
فلان مقام سے اپنا توشہ لادا حالانکہ اس کا متعہد وہی ہوا جسکے سپرد یہ کام تھا۔ بالجملہ وہ مچھلی جو پیٹ پھاڑی ہوئی بھونی ہوئی نمکین ساتھ
لے لی تھی اور طعام کے وقت اسمین سے کھاتے جاتے تھے اُسکو وہان بھولے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب مجمع البحرین پر پہونچے تو وہان ایک چشمہ پہاڑ
کے اندر تھا اور اتفاق سے اُسکے قریب جاکر اُترے اور پتھر پر سر رکھکر سو گئے تھے اور مچھلی کو اس پانی کے اثر سے پہونچا تو وہ مضطرب ہوئی اور مکتل
سے تڑپ کر پانی مین جا پڑی پس یوشع علیہ السلام جاگ پڑے اور مچھلی کو دیکھا کہ پانی مین چڑھتی جاتی ہو اور پانی اُسکے لیے مثل طاق کے
ہوگیا ہے اور آپس مین ملتا نہین ہے۔ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا پس بنا لیا اُسنے اپنا راستہ سمندر مین مانند سرب کے یعنی
جیسے زمین سرب یعنی سرنگ ہوتی ہے۔ ابن جریر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ اُسکا اثر پانی مین ہوگیا گویا پتھر ہے پانی نہین ہو
اور عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مچھلی جہان پانی کو چھوتی تھی وہ خشک مثل پتھر کے ہو جاتا تھا۔ محمد بن اسحٰق نے حدیث
حضرت صلعم مین روایت کیا کہ ایسا حوض کبھی آدمیون نے نہ دیکھا جیسا کہ مچھلی کی چال سے پانی مین بنا تھا کہ مثل روشندان کے بنا ہوا

چلا گیا تھا یہانتک کہ موسیٰ ؑ نے لوٹ کر اُسکو دیکھا اور سمجھا ناکہ ہم یہی چاہتے تھے۔ اقول حدیث آگے آویگی۔ اور یہ سرب دور تک کنارے کی طرف سے چلی گئی تھی یہانتک کہ اسکی انتہا ایک جزیرہ تک تھی اسی کے نشان پر موسیٰ وہاں پہونچے اور خضرؑ کو پایا۔ ولیکن یوشع ؑ کے جاگنے اور یہ حال عجیب دیکھنے کے بعد جب موسیٰ ؑ جاگے تو یوشع ؑ اُنکے ادب و رعب مین اُنسے یہ حال بیان کرنا بھول گئے فَلَمَّا جَاوَزَا پھر جب دونون تجاوز کرکے اس مقام سے جو پتھر کی چٹان کے پاس تھا وہان سے گذر گئے ابن کثیر رح نے لکھا کہ ایک مرحلہ نکل گئے تھے قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا تو موسیٰ نے یوشع سے کہا کہ لا ہمارا صبح کا کھانا یعنی مچھلی کے ساتھ تاکہ قوت حاصل ہو لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ہمکو پہونچا تعب اپنے اس سفر مین یعنی جو اس مقام سے جہان سوئے تھے یہانتک گذرا ہے پس سفرنا ہذا مین ہذا سے اسی مرحلہ کی طرف اشارہ ہے جو مچھلی گم ہونے کے بعد تجاوز کر گئے تو اسی سفر مین موسیٰ علیہ السلام کو تھکن معلوم ہوئی۔ قَالَ کہا فتی یعنی یوشع نے موسیٰ سے اَرَاَيْتَ یہ آپ نے دیکھا کہ۔ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ جب ہم آپہونچے صخرہ تک۔ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ تو مین مچھلی کو بھول گیا۔ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۔ اور نہین بھلایا اُسکو مجھے مگر شیطان نے کہ مین اُس کا ذکر کرون وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا۔ اور اُس نے تو لیا تھا اپنا راستہ سمندر مین عجیب یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے کھانے کو مانگا اور غذا مین اس مچھلی سے ٹکڑا ہوتا تھا تو فتی یوشع نے جواب مین بطور استفہام تعجب کے کہا کیونکہ یہ عجیب بات ایسی تھی کہ آدمی قریب تھا کہ ایسی قدرت الٰہی کو نہ بھولے اور بیان کرے ولیکن بھول گئے تو تعجب سے کہا کہ آپ نے یہ دیکھا کہ جب ہم صخرہ پر پہونچے تو وہان مین نے مچھلی کو گم کیا وہی مجمع البحرین اور میعادگاہ ہوگی ولیکن مجمع البحرین نہین کہا کیونکہ صخرہ تو ایک خاص مقام تھا اور شاید کہ مجمع البحرین وسیع مقام مراد ہو تو جہان وقوع ہوا اُسکو بیان کر دیا کہ صخرہ کے پاس جب اُترے تو مین نے مچھلی کا واقعہ آپ سے ذکر نہین کیا اور یہ مراد نہین کہ مین خود مچھلی کو بھول گیا بلکہ یہی مراد ہے کہ مچھلی کے واقعہ کو ذکر کرنا بھول گیا اُسوقت جب کھانے مین مانگی گئی تو اُس کا واقعہ یاد آیا اور مجھے شیطان نے وسوسہ ڈالکر اسکا ذکر کرنا فراموش کرا دیا تاکہ ہم لوگ اس مقام سے یہانتک تعب اُٹھاوین اور وہ مقام بھول جاوین جہان مانند مجمع البحرین کے مجمع موسیٰ و خضر سے علوم حاصل ہوتے اور جس سے شیطان کو سخت غم ہوتا پس اُسنے مجھے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور مچھلی وہان گم ہوئی اسطرح کہ اُسنے سمندر مین اسطرح اپنا راستہ لیا کہ وہ عجیب ہے۔ طبری کی تاریخ مین ابو الشجاع سے مروی ہے کہ مین وہان گیا اور مین نے اُس کو دیکھا تو وہ مچھلی کا ایک طرف ہے اُسمین اُسی طرف والی آنکھ ہے اور دوسری طرف کچھ گوشت نہین ہے بلکہ کھال باریک ہے جسکے نیچے کانٹے نظر آتے ہین۔ بہرحال وہ مچھلی وہان گم ہوئی۔ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذٰلِكَ یہی مقام تو مَا كُنَّا نَبْغِ وہ ہے جسکو ہم تلاش کرتے تھے نبغ کی یا رحالت وقف مین مرسوم نہین ہوتی اور حالت وصل مین بھی مرسوم ہوتی ہے اور ابن کثیر قاری کے نزدیک دونون حالت مین مرسوم ہوتی ہے۔ فَارْتَدَّا پس دونون لوٹ پڑے۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا اپنے نشان قدم پر۔ قَصَصًا در حالیکہ انھین نشان پر قدم دھرتے آتے تھے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی جیسے گئے تھے انھین پیرون لوٹے۔ سراج مین ہے کہ اگر کہا جاوے کہ یوشع علیہ السلام کو شیطانی وسواس سے مغلوبیت کیونکر ہوئی کہ اُسکو بھول گئے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا انما سلطانہ علی الذین یتولونہ۔ یعنی شیطان کا غلبہ انھین پر ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ دوستی کرین تو جواب یہ ہے کہ غلبہ شیطان اور چیز ہے اور وسوسہ سے فراموشی ہونا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ مضر ہو اور دوم یہ کہ اُس مین مزید قرب و منزلت ہو تو یہان غلبہ نہ تھا کیونکہ اب انھون نے یاد کر لیا اور اُنکے حق مین مضر نہ تھا جس سے کوئی طاعت فوت ہوئی ہو بلکہ اُنکے حق مین ترقی ہوئی اسطرح کہ اول سفر سے صخرہ

تک موسی علیہ السلام کو تعب معلوم نہین ہوا اور یہ اللہ تعالے کی قدرت تھی تو جو سفر نیک کہ مشقت کے ساتھ ہو اُس مین زیادہ عروج
ہے لہذا اسی سفر مین اس ایک مرحلہ مین وہ مشقت جمع کر دی گئی تاکہ کامل ہو پس شیطان نے جو اُنپر مکر کا داؤن چلنا چاہا تھا اللہ تعالے
نے اس مکر کو اُن کے حق مین عین صواب کر دیا اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ انہون نے صخرہ تک پہونچکر پانی کو اسی طرح منجاب وسرب کی حالت
مین دیکھا اور وہ سرب مقام مطلوب تک منتہی ہو چکا تھا۔ اور مانند اسکے دوسرے خوارق عادات ہین۔ ایک تو بھونی ہوئی مچھلی
زندہ ہو گئی اور دوم یہ کہ مچھلی مین سے جو کھایا گیا جو ایک طرف کا حصہ تھا وہ پورا ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ یہی ظاہر ہے کہ وہ مچھلی مسلم ہو گئی
اور تاریخ طبری سے جو روایت گذری چندان معتبر نہین ہو سکتی اور اگر وہی صحیح ہو تو زیادہ عجیب ہے کہ نصف مچھلی اسطرح زندہ روان
ہوئی اور سوم یہ کہ پانی اپنے مدخل سے رکا رہا و مانند اسکے آیات قدرت ہین۔ اور ایسے امور کچھ بھی مستبعد نہین چنانچہ امت محمدیہ علی صاحبها
الصلوٰۃ والسلام مین واقع ہوئے ہین بیہقی نے اواخر دلائل النبوۃ مین اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس ایک بھونی ہوئی بکری لائی گئی پس آپ نے بعض اصحاب سے فرمایا کہ مجھے اسکا دست دیدے اور بکری مین سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو دست زیادہ پسند تھا پس اُسنے پیش کیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اسکا دست دیدے پس اُسنے دوسرا دست
پیش کیا اُسکے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ اُس کا دست مجھے دیدے تو قبل اسکے کہ وہ شخص ہاتھ ڈالے پہلے سے بول دیا کہ یا رسول اللہ دست تو
دو ہی ہوتے ہین اور مین آپ کو پیش کر چکا ہون پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر
تو خاموش رہتا تو برابر مجھے دست دیے جاتا جب تک مین کہتا کہ مجھے دست دے۔ وقد رواہ غیرہ ایضاً اور اس مین خبر صریح ہے کہ اگر
خاموش رہتا تو اللہ تعالے اُس کے دست یکے بعد دیگرے پیدا فرماتا اور وہ دیے جاتا۔ اور رہا اس مچھلی کا زندہ ہونا تو نظیر اُس کی وہ ہے جو
خیبر کے ایک یہودیہ نے بکری بھونکر اُس مین زہر ملا کر بعد فتح خیبر کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی تو جب آپ نے اس مین سے
دست کو لیا تو اُسنے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے نہ کھایئے کہ مجھ مین زہر ملایا گیا ہے۔ بلکہ یہ اُس سے بہت بڑھکر ہے کیونکہ وہ مچھلی بھُنی ہوئی تو فقط زندہ
ہو گئی اور اُس بھونی بکری کے دست نے باتین کین اور وہ باتین بزبان انسانی۔ اور ایسے ہی جذع خشک کا رونا اور پتھرون کا سلام کرنا
اور سنگریزون کا تسبیح پڑھنا اور درختون کا روان ہونا اور مانند اسکے اور بھی زیادہ بڑھکر بہ نسبت زندہ کے اندر حیات عود کرنے کے بیہقی
نے دلائل النبوۃ مین عمرو بن سواد سے روایت کی کہ امام شافعی رح نے کہا کہ جو اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا وہ کسی نبی کو نہین
دیا تو مین نے امام سے کہا کہ پھر عیسی ع کو تو مردے زندہ کرنا دیا تھا تو امام نے فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹیک سے خشک ستون زندہ کرنا دیا
جس سے تکیہ دیکر آپ خطبہ پڑھتے تھے اور جب منبر تیار کیا گیا تو وہ بچون کی طرح رویا کہ خوب اُس کی آواز سنی جاتی تھی تو یہ اُس سے
بہت بڑھکر ہے انتہی مترجم خطیب رح نے کہا کہ مردے زندہ کرنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بلکہ آپ کی بعض اُمت سے بہت کچھ
مروی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صفہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی
اور اُس کے ساتھ اس کا لڑکا تھا پس آپ نے عورت کو تو عورتون کی مہمانی مین بھیجدیا اور اُس کے لڑکے کو ہمارا مہمان کر دیا پھر وہ کچھ ہی دن
ٹھہری تھی کہ اُسکے لڑکے کو مدینہ کی وبا لگی اور وہ چند روز بیمار رہکر انتقال کر گیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی آنکھین بند کر دین اور
اس کی تجہیز کا حکم دیا پھر جب ہم نے اُسکو نہلانا چاہا تو آپ نے حکم دیا کہ جاکر اُسکی ماں کو اطلاع کر دے پس اسکی ماں آئی اور اُسکے قدمون کے
پاس بیٹھ گئی اور دونون قدم اُسکے پکڑ لیے اور کہنے لگی کہ الٰہی مین اپنی خوشی کے ساتھ تیری فرمانبردار ہوئی ہون و اسلام لائی ہون اور مین نے

بتون سے بیزاری کرلی ہے اور رغبت سے تیری طرف ہجرت کرکے آئی ہون الٰہی مجھے بت پرستون کا مطعون نہ بنائیو اور اس مصیبت سے
مجھپر ایسے بار کو مت ڈالیو کہ مجھ سے اُٹھ نہ سکے انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ واللہ اس عورت نے اپنا کلام تمام نہ کیا تھا کہ یکایک اس لڑکے
نے اپنے قدم ہلائے اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور اُسکے بعد پھر زندہ رہا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور
یہانتک کہ اُس کی مان نے انتقال کیا۔ اور رہا یہ کہ اس قصہ مین پانی کا جم جانا تو چاہے پہلے پھٹ کر جم جاوے اور چاہے ضرورت
کے واسطے پہلے سے نہ پھٹے یکسان ہے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور اسپر علاء بن الحضرمی رض کو سردار
کیا پس راہ مین اُنکو سخت گرمی پہونچی اور دے بہت پیاسے ہوے۔ بعض اہل لشکر نے کہا کہ جب آفتاب غروب ہونے کو ڈھلا تو سردار نے
ہمارے ساتھ دو رکعتین پڑھین پھر اپنے ہاتھ دعا کو بڑھائے اور ہم لوگ آسمان مین کچھ نہین دیکھتے تھے پس قسم ہے اللہ تعالے کی کہ سردار نے
اپنے ہاتھ نیچے نہ کیے تھے کہ اللہ تعالے نے ایک ہوا بھیجی اور سحاب پیدا کیا اور اُسنے پانی اُنڈیل دیا کہ ہم نے ہانڈیان و مشکین بھر لین اور
پیا و پلایا پھر ہم لوگ روانہ ہوکر دشمن تک پہونچے تو ہم کو ایک خلیج اُترکر جزیرہ مین جانا تھا تو سردار نے خلیج پر توقف کیا اور کہا کہ یا علی یا عظیم
یا حلیم یا کریم پھر کہا کہ بسم اللہ پار اُترو پس ہم روانہ ہوگئے اور پانی نے ہمارے جانورون کے کھر نہین تر ہوتے تھے پس ہم نے وہان دشمن کو
پاکر حملہ کیا اور فتح کرکے قتل و گرفتار کیا پھر ہم لوٹ کر خلیج پر آئے تو پھر وہان سردار نے مثل اول کے کہا اور ہم اُسی طرح اُتر آئے
خطیب رح نے کہا کہ ایسی کرامات مین روایات بہت کثرت سے ہین۔ اب ہم تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام
مع اپنے فتی کے اپنے نشان قدم پر لوٹے۔ بقاعی رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین ریگ کی تھی تو ظاہر واللہ اعلم یہ ہے کہ
وہ مجمع نیل و بحر شور کا مقام رشید یا دمیاط پر ملک مصر سے ہے اور مؤید اسکا وہ ہے جو حدیث مین آیا کہ ایک چڑیا نے کشتی مین جاتے
وقت پانی پیا تھا کیونکہ بحر شور سے چڑیا پانی نہین پیتی ہے اور بلاد رشید مین یہ بات مشہور بھی ہے کہ یہ واقعہ انھین کے وہان واقع ہوا ہے
کہ ایک مچھلی کا ایک طرف کا دھڑ ندارد تھا اور پانی مین روان تھی اور کہتے ہین کہ وہی مچھلی تھی واللہ اعلم انتہی کلامہ۔ اور شیخ ابن عادل رح
نے کہا کہ کلام مین کوئی ایسا لفظ نہین ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ بحرین کون ہین اور مجمع انکا کس مقام پر مراد ہے پھر اگر کسی حدیث صحیح سے
کچھ ثابت ہو تو البتہ اُسپر اعتماد ہوگا ورنہ اُسمین قیاسات کی گفتگو سے سکوت کرنا چاہیے انتہی کلامہ۔ بالجملہ موسی علیہ السلام مع فتی کے
نشان قدم پر آتے آتے وہان پہونچے جہان مچھلی گم ہوئی تھی تو وہان پانی مین اُسکا نشان پایا مثل سرب کے اور وہ نشان چلا گیا تھا
ایک جزیرہ تک تو اُسی نشان پر وہان پہونچے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا وہان اُنھون نے ہمارے بندون مین سے ایک
بندہ پایا یہی خضر علیہ السلام ہین جیسا کہ احادیث صحیحہ مین دلیل موجود ہے۔ اور اسمین اختلاف ہے کہ انکا نام و نسب کیا ہے بعض نے کہا کہ
بنو اسرائیل مین سے تھے اور بعض نے کہا کہ اُن بادشاہون مین سے تھے جنھون نے دنیا ترک کرکے زہد اختیار کیا اور کہا گیا کہ نام انکا بلیا بن ملکان ہے
اور وہ نوح علیہ السلام کی نسل سے ہین اور کنیت ابو العباس ہے اور ابن عباس رض سے روایت کیجاتی ہے کہ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہین اور
انکی عمر مین تاخیر دی گئی ہے یہانتک کہ وہی دجال کو جھوٹا بتلاوینگے اس روایت کی صحت مین نظر ہے بلکہ دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح نہین ہے
بخاری وغیرہ نے ابو ہریرہ رض سے مرفوع روایت کی کہ وہ ایک صاف خشک زمین پر بیٹھے تھے وہ اُنکے نیچے سبز ہری بھری ہوگئی بعض نے کہا
کہ وہ ایک فرشتہ تھے اور یہ صحیح نہین اور نہ قابل اعتبار ہے۔ اور شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی المنطقین مین لکھا کہ بعضے ملحد صوفی یہ
گمان کرتے ہین کہ ارسطو وہی خضر تھا جو موسی علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور یہ قول انکا نہایت کھلا ہوا بدتر جھوٹ ہے اور خضر بقول صواب اس سے

بہت پہلے انتقال کر چکے ہین اور جو لوگ کہتے ہین کہ خضر زندہ ہین جیسے مسلمانون مین سے بعضے عابدین و زاہدین و عامہ اور بہت سے یہود و
نصاریٰ تو اُنھون نے اسمین ایسی غلطی اُٹھائی کہ جسمین کچھ شک نہین ہی اور اُنکے غلطی کھانے کا سبب یہ ہوا کہ اکثر ایسے مقامات مین جہان آدمی کا
گذر نہین یا کمتر ہی اُنھون نے ایسے شخص کو دیکھا جو صورت سے زائد معلوم ہوتا ہی اور اُسنے کہا کہ مین خضر ہون حالانکہ یہ ایک شیطان ہوتا
ہی جو بصورت آدمی متمثل ہوگیا اور اُسنے ظاہری راہ بتلانے وغیرہ سے اُسکو مطمئن کیا اور باطن مین عقیدہ فاسد کر دیا اور ہم نے تو اس
بات کو بہت سے واقعات سے معلوم کر لیا ہی حتی کہ یہین ربوہ دمشق مین جہان ہم نے یہ کتاب لکھی ہی ایک شخص نے دونون پہاڑون کے بیچ
مین ایک شخص کی صورت دیکھی جس نے دونون پہاڑون کے درمیان کو بھر لیا اور اسکا سر پہاڑ کے چوٹی تک پہونچا تھا اُسنے کہا کہ مین
خضر ہون اور مین نقیب الاولیا رہون اور جس شخص نے اُسکو دیکھا تھا اُس سے کہا کہ تو مرد صالح اور تو ولی اللہ ہے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر
اُس شخص کا کدال جسکو ایک میل پر بھول آیا تھا اور لینے جاتا تھا اُٹھا کر اُس شخص کو دیدیا۔ اور ایسی حکایات بہت ہین اور ہر وہ شخص
جس نے خبر دی کہ مین نے خضر کو دیکھا ہی اور وہ شخص سچا آدمی ہی تو تین حال سے خالی نہین یا تو جو اُسکے ذہن مین ہی وہ اُسکے واسطے متخیل
ہوگیا اور اُسنے گمان کیا کہ مین نے خضر کو دیکھا جیسا کہ بہت سے ارباب ریاضات کو واقع ہوتا ہی کہ قوت تصور قوی ہو کر بعضے مظنون اُن کے
واسطے خارج مین متخیل ہو جاتے ہین اور یا یہ ہوا کہ کوئی جنّی اُسکے واسطے بصورت انسان متصور ہوا تا کہ اُسکو ظاہری راستہ بتاوے یا دنیا
کی کوئی چیز دیدے و باطن مین اُسکو گمراہ کرے اور یہ بہت زیادہ واقع ہوتا ہے اور ہم نے اس قسم سے بہت معلوم کیا جسکا بیان کرنا طویل ہی۔
اور یا یہ ہوا کہ اُسنے در واقع کسی انسان کو دیکھا مگر گمان کیا کہ ایسے مقام پر آدمی کا کیا کام ہی یہ تو خضر ہی پھر اگر اُس جنّی یا انسی نے بھی کہدیا کہ ہان
مین خضر ہون تو لیجیے اُسکو بالکل یقین ہوگیا حالانکہ اُسنے غلط کہدیا اور سچی بات تو ان اقسام ثلثہ سے خارج نہین ہی۔ اور احادیث تو اس
بارہ مین بہت ہین جنسے معلوم ہوا کہ خضر زندہ نہین ہین تو مقصود شیطان کا اس سے قریب ہی اور لوگ اسمین دھوکا کھاتے ہین اسی واسطے
کسی صحابی سے منقول نہین کہ اُسنے خضر علیہ السلام کو دیکھا اور نہ کبھی خضر سے ملاقات کی حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بہ نسبت تمام خلائق کے
علم و ایمان مین اکمل تھے اور یہی وجہ تھی کہ شیطان کو اُنپر تلبیس کا قابو نہ ملا جیسا کہ اُسنے بہت سے عابدون پر اپنا دام تلبیس پھیلا دیا اور اسی
وجہ سے بہت سے کفار یہود و نصاریٰ کے پاس وہ آتا ہے جسکو خضر گمان کر لیتے ہین اور اُن کی بیعہ و کنیسہ مین آتا ہے اور اکثر اُنسے باتین کرجاتا
ہے اور در حقیقت وہ شیطان ہے کہ اُن کو گمراہ کر جاتا ہی اور خضر علیہ السلام زندہ نہین ہین اور دلیل قطعی اسپر یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے
تو اُنپر واجب تھا کہ حضرت رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
عہد لیا ہے بقولہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الآیۃ اور خضر نے
تو عوام الناس مین بعض کی کشتی درست کر دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم مین کیون نہ آتے اور وہ اگر نبی ہون تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
اُنسے افضل ہین اور اگر وہ نبی نہ ہون تو ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیرین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اُنسے افضل ہین جیسا کہ اپنے
مقام پر مفصل مدلل مذکور ہے انتہی مترجما من الفتح اور اس مین کلام آخر قصہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ غرضکہ موسیٰ و فتی نے وہان خضر کو
پایا جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون مین سے ایک بندہ بیان فرمایا۔ اور اُسکے دو وصف بتلائے اول۔ اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا
ہم نے اُسکو اپنے پاس سے رحمت دی تھی۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رحمت یہان نبوت و ہدایت ہے۔ اور جمہور مفسرین وغیرہم
کے نزدیک وہ ولایت ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ خضر کی نبوت کا قول بعض کا ہی اور جمہور کے نزدیک وہ ولی تھے۔ اور دوسرا وصف۔

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہمنے اسکو اپنے پاس سے ایک علم سکھلایا تھا یعنی علم الغیب مین سے کچھ علم اُس کے لیے مخصوص کر دیا تھا پس اسقدر اور ون کے نزدیک غیب تھا اور خضر کے واسطے غیب نہین رہا تو یہ نہین کہا جا سکتا کہ خضر علم الغیب جانتا تھا تاکہ لازم آوے کہ علم الغیب اللہ تعالےٰ کے واسطے مخصوص نہین ہے ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے بہ نسبت وہ ایسی چیزین جانتا تھا جو غیب ہین۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ اس قصہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص خوب علم جانتا ہو اُسکو یہ نہ چاہیے کہ طلب علم ترک کرے اور نہ چاہیے کہ اپنے کو سب سے زیادہ عالم جانے۔ امام بخاری وغیرہ نے اسی سے استدلال کیا کہ علم طلب کرنے کے واسطے رحلت وسفر افعال ثبوتا سے ہے۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام خضر کے پاس پہونچے تو کہا کہ السلام علیک اُنھون نے کہا کہ تیری اس زمین پر سلام کہان ہے پھر کہا وعلیک السلام یا نبی بنواسرائیل تو موسیٰ نے کہا کہ آپ کو کس نے بتلایا کہ مین بنواسرائیل کا نبی ہون کہا کہ جسنے آپ کو بتلایا کہ مین اس جگہ ہون۔ اور لکھا کہ خضر علیہ السلام زمانہ فریدون مین تھے اور ذوالقرنین کے مقدمہ لشکر پر تھے اور زمانہ موسیٰ علیہ السلام تک باقی رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ضعیف قول ہے یعنی اس کا ثبوت قوی نہین ہے اور لکھا کہ بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالےٰ سے سوال کیا تھا کہ اے رب تیرے بندون مین سے تجھے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا کہ جو مجھے یاد کرے اور نہ بھولے پوچھا کہ تیرے بندون مین کون اچھا قاضی ہے فرمایا کہ جو حق کے ساتھ حکم کرے اور خواہش نفس کو دخل نہ دے۔ پوچھا کہ تیرے بندون مین کون زیادہ عالم ہے فرمایا کہ جو لوگون کے علم تلاش کر کے اپنے علم مین ملاتا ہے تاکہ شاید ایسا کلمہ پا جاوے جو اُسکو نیک خصلت کی ہدایت کرے یا بدخصلت سے احتراز بتلاوے پوچھا کہ تیرے بندون مین اگر مجھ سے افضل ہو تو مجھے اُس کی راہ بتلاوے فرمایا کہ خضر تجھ سے زیادہ عالم ہے پوچھا کہ مین کہان تلاش کرون فرمایا کہ کنارہ سمندر پر صخرہ کے پاس پوچھا کہ کیسے پاؤن فرمایا کہ مکتل مین ایک مچھلی رکھ لے جہان گم ہو وہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن جریر نے روایت کی ہے ولیکن صحیح اس بارہ مین وہ ہے جو آگے حدیث شریف وروایات صحیحہ مین آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور رازی وغیرہ نے قولہ علمناہ من لدنا علما مین لکھا یعنی ایک علم ہمنے اُسکے دل مین بغیر واسطہ ڈالدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ غزالی رحمہ نے احیاء مین لکھا جسکا حاصل یہ ہے کہ ریاضات وغیرہ سے قلب کا دروازہ جانب اعلیٰ کو مفتوح ہو جاتا ہے جس سے علم لدنی بغیر طریقہ تعلم وتعلیم کے حاصل ہوتا ہے اور رازی وغیرہ نے کہا کہ اہل تصوف ایسے علم کو جو بطریق مکاشفہ حاصل ہو علم لدنی کہتے ہین پس جب بندہ نے ریاضات مین سعی کی اور ظاہر کو عبادات سے مزین کیا اور نفس کو علائق سے خالی کیا اور اخلاق رذیلہ سے پاک کیا اور اخلاق جمیلہ سے زیور دیا تو قواے حسی وخیالی ضعیف ہو جاتے ہین اور قواے عقلیہ قوی ہوتے اور انوار آلہیہ جوہر عقل مین منور وروشن نظر آتے ہین اور معارف حاصل ہو کر علوم بغیر واسطہ کے کامل ہوتے ہین اور اسی کو علم لدنیہ کہتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اہل تصوف کے نزدیک جسم وقواے ظاہری ونفس کو ظاہر وباطن جب شریعت پر مضبوط ومتمرن کر لیتا ہے اور قلب مین نور ایمان راسخ ہو جاتا ہے تو اسمین وہ علم حاصل ہوتا ہے جو کشف ہے اور طبرانی وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب آدمی نے عمل کیا اُسپر جو جانتا تو اللہ تعالےٰ اُسکو علم اسکا دیتا ہے جو اسے نہین جانا پس یہی علم خضر علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى یعنی کہا موسیٰ نے خضر سے بطور ادب تلطف کے هَلْ اَتَّبِعُكَ کیا مین آپ کی اتباع کرون عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ تعلمنی ثبت رکھا یا کو نافع وابوعمرو نے وصل مین نہ وقف مین۔ و ابن کثیر نے دونون حالتون مین اور باقیون نے حذف کیا۔ اس شرط پر کہ آپ مجھے سکھلا دیجیے۔ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا کچھ اس مین سے جو آپ کو سکھلایا گیا ہے رشد یعنی علم کہ جو مجھے راہ صواب کا ارشاد کرے۔ اسمین دلیل ہے کہ سیکھنے والا تابع سکھلانے والے کے ہے اور اس سے یہ نہین

ثابت ہوتا کہ خضر کا مرتبہ موسی سے بڑھا ہوا ہی کیونکہ کبھی فاضل کوئی بات اپنے شاگرد سے لے لیتا ہی جسکو فقط شاگرد ہی جانتا ہو اور یہان علم موسی علیہ السلام کا علم شریعت و حکم بحسب ظاہر تھا اور علم خضر علیہ السلام کا علم بعض غیب کا و معرفت باطن کا تھا۔ اور بعضے گمراہون نے یہان سے زعم کیا کہ ولی کا مرتبہ نبی سے بڑھا ہوا ہوتا ہی چنانچہ موسی علیہ السلام نبی کو خضر ولی سے سیکھنے کا حکم ہوا ہی اور یہ زعم بالکل کفر ہی جب حضرت موسی علیہ السلام نے خضر سے یہ درخواست کی تو۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا خضر نے کہا کہ آپ نہین استطاعت پاوینگے میرے ساتھ صبر کی۔ شاید حضرت خضر نے یہ بھی علم لدنی سے معلوم کیا ہو جب ہی حرف انّ ولن وغیرہ سے تاکید کے ساتھ کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کرسکوگے۔ یا اس دلیل سے کہ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا اور کیسے آپ صبر کروگے ایسی بات پر کہ آپنے اسکا احاطہ نہین کیا آگاہی سے یعنی جس بات کا آپ کو علمی احاطہ نہین ہے اُسکے فقط ظاہری حال کو دیکھکر آپ کیونکر صبر کرینگے حالانکہ ظاہر مین وہ منکر و مذموم معلوم ہوتے ہین اور مرد صالح ایسے کامون کو دیکھکر اُنپر صبر نہین کرتا ہی۔ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا موسی نے کہا کہ عنقریب آپ پاوینگے۔ انشاء اللہ تعالے صابر اور مین نہین نافرمانی کرونگا آپ کی کسی امر مین یہی طریقت ہی کہ شیخ صالح جو اپنی نفس کے واسطے امور شریعت و طریق سنت پر مستقیم ہی اُسکے اتباع مین اُسکے کسی امر مین نافرمانی نہ کرے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہان مجھپر ایک سوال وارد ہوا کہ موسیٰ نے انشاء اللہ کہا تھا مگر پھر بھی کام پورا نہ ہوا اور جواب یہ ظاہر ہوا کہ اگر اُسی قدر رہتا تو انشاء اللہ تعالے پورا ہوجاتا ولیکن بعد اسکے خضر علیہ السلام نے اُنپر ایک شرط لگائی کہ سوال نہ کرین اور موسی علیہ السلام نے اُسکی نسبت کچھ جواب نہین دیا سوا ے منظوری ظاہری کے اور آخر اسی شرط مین خلل ہوا کہ قبل از وقت اُنھون نے سوالات کیے اور وہی باعث افتراق ہوا فافہم اور مین نے کسی تفسیر مین اس سے تعرض نہین دیکھا کبیر و سراج وغیرہ مین ہی کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسی علیہ السلام نے آداب کے اور تلطف کیے بہت انواع کی رعایت رکھی اول تو پہل ابتک مین اجازت چاہی کہ مین اپنی نفس کو آپ کے تابع کرون دوم اپنے نفس کو اُن کے تابع کرنے کی تصریح کردی اقول ضرور ہی کہ نفس تابع حکم شیخ ہو و فی الحدیث کوئی مومن نہ ہوگا جبتک اُس کا نفس یعنی خواہش اُس کے تابع نہو جو مین لایا ہون۔ سوم قولہ علی ان تعلمنی سے اقرار کیا کہ مجھے نہین معلوم اور آپ عالم ہین۔ چہارم مما علمت سے بعض وہ علم مانگا جو خضر کو معلوم تھا گویا کہا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ آپ مجھے اپنے برابر کردین بلکہ جو آپ کو علم ہی اس مین سے ایک جزو مجھے بھی عطا کرین۔ پنجم اسمین یہ صریح اقرار ہی کہ آپ کو اللہ تعالے کی طرف سے یہ علم حاصل ہی مجھے اس مین کچھ وہم وشک نہین ہے۔ ششم رشدا سے درخواست ارشاد و ہدایت ظاہر ہی۔ ہفتم ستجدنی ان شاء اللہ صابرا مین اُنکی مرضی پر نظر ہی۔ ہشتم ولا اعصی لک امرا۔ آپ کے حکم کی نافرمانی نہین کرونگا پس معلوم ہوا کہ متعلم پر واجب ہی کہ پورے طور سے تواضع و عاجزی کا اظہار کرے اور معلم کی شان مین نظر عظمت کا لحاظ رکھے اور معلم پر ہمیشہ نرمی واجب نہین بلکہ اگر وہ سختی کو مناسب سمجھے تو احیانا یا کسی وقت تک سختی کرے واللہ تعالے اعلم۔ روایت ہی کہ جب موسی علیہ السلام نے تعلیم کی درخواست کی تو خضر نے کہا کہ علم کے واسطے توریت کافی اور شغل کے واسطے بنو اسرائیل کافی ہین تو موسی علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالے کے حکم سے حاضر ہوا ہون۔ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ خضر نے کہا کہ پھر اگر آپ میری اتباع کرتے ہین تو مت پوچھو مجھ سے کوئی چیز حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا یہانتک کہ مین خود آپ سے اُسکا ذکر بیان کرون حضرت خضر نے اپنی اتباع کے واسطے خود نہین کہا بلکہ اختیار دیا کہ اگر تم یہ اختیار کرو تو ایسا نہ کرنا یعنی یہ شرط کی کہ جبتک مین خود نہ بیان کرون تم اس مین سوال نہ کرنا پھر اللہ تعالے نے انکے درمیان کے وقائع فرمائے

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ

پھر دونون چلے یہانتک کہ جب چڑھے ناؤ مین اُسکو پھاڑ ڈالا موسی بولا تونے اُسکو پھاڑ ڈالا کہ ڈباوے اسکے لوگون کو تونے کی ایک

شَيْـــًٔـا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا

چیز انوکھی بولا مین نے نہ کہا تھا تو نہ سکے گا میرے ساتھ ٹھہرنا کہا مجھکو نہ پکڑ میری بھول پر اور نہ

تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓي اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ

ڈال مجھ پر میرا کام مشکل پھر دونون چلے یہانتک کہ ملے ایک لڑکے سے اُسکو مار ڈالا موسی بولا تونے مار ڈالی ایک جان ستھری بن بدلے

نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔـا نُّكْرًا ۝

کسی جان کے تونے کی ایک چیز نامعقول

مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ حدیث مین بھی آیا ہے اور امام ابن کثیر رح وغیرہ نے حدیث کو اس مقام پر وارد کرکے پھر آیات کی تفسیر بھی لکھی ہے اور مترجم چاہتا ہے کہ حدیث شریف کے سیاق مین آیات کی تفسیر اپنے اپنے موقع پر آجاوے اور بعضے مضامین جو تفاسیر مین مزید ہین آیت کے ذیل مین مذکور ہوکر پھر بقیہ حدیث بیان کردیجاوے تاکہ مضامین کو حاوی اور اختصار کے ساتھ ہو اور بعضی آیات پیچھے سے تفسیر کیجاوین پس امام بخاری رح نے سعید بن جبیر رح سے روایت کی کہ مین نے ابن عباس رض سے کہا کہ نوف بکالی رح (واعظ اہل کوفہ جسکی مان کعب احبار کے نکاح مین آ گئی تھین) زعم کرتا ہے کہ موسی جو خضر کی ملاقات کو گیا تھا وہ موسی نہین جو صاحب توریت و نبو اسرائیل کا رسول تھا۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ وہ عدو اللہ جھوٹا ہے (یہ غصہ مین کہدیا کہ خلاف حدیث کے اہل کتاب کی تحریفات پر اعتماد کرتا ہے ورنہ نوف بکالی مرد مسلمان سچے مسلمانون مین سے تھے اور یہ اُنسے غلطی ہوگئی تھی) مجھسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے (یہ علماء اہل کتاب مین سے ہین) حدیث بیان فرمائی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ موسی علیہ السلام بنو اسرائیل مین خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے مترجم کہتا ہے کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ بعد ہلاک فرعون کے جب بنو اسرائیل مصر مین مستقر ہوے تو اللہ تعالے نے موسی ع کو حکم دیا کہ بنو اسرائیل ع کو وقائع قدرت الٰہی یاد دلاوے کما قال تعالے وذکرہم بایام اللہ۔ اور بخاری رح کی دوسری روایت مین ہے کہ موسی رسول اللہ نے ایک روز لوگون کو وعظ فرمایا یہانتک کہ جب لوگون کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور لوگون کے دل نرم ہوگئے تو آپ واپس چلے پس موسی سے سوال کیا گیا کہ آدمیون مین سے سب سے زیادہ علم والا کون ہے تو فرمایا کہ مین ہون۔ اقول دوسری روایت بخاری مین یون ہے کہ جب واپس ہوے تو ایک شخص نے ان تک پہونچکر پوچھا کہ اے اللہ تعالے کے رسول بھلا تم سے زیادہ علم والا بھی کوئی اس زمین پر ہے فرمایا کہ نہین پس اللہ تعالے نے اُنپر عتاب کیا جبکہ اُنھون نے اللہ تعالے کی طرف علم کو نہ پھیرا یعنی یہ نہ کہا اللہ تعالے اعلم ہے پس اللہ تعالے نے اُنپر وحی بھیجی کہ ہان میرا ایک بندہ ہے مجمع البحرین مین وہ تجھ سے زیادہ علم والا ہے۔ موسی نے عرض کیا کہ یارب کس طرح مین اُس سے مل سکتا ہون حکم فرمایا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی لے اور اُسکو مکتل مین رکھ پھر جہان تو اس مچھلی کو گم کرے وہ وہین ہے پس ایک مچھلی لیکر اُسکو مکتل مین رکھا اور چلے اور اُنکے ساتھ اُنکا فتی یوشع بن نون علیہ السلام چلا۔ اقول دوسری روایت مین ہے کہ ایک مردہ مچھلی لی۔ اور تیسری روایت مین ہے کہ وہ مالح یعنی نمکدار کھونی تھی۔ جہان اُسمین روح پھونکی جاوے وہان ہے پھر مچھلی لیکر اُسکو مکتل مین لیا اور اپنے فتی سے کہا کہ مین تجھے تکلیف نہین دیتا مگر مجھے آگاہ کردیجیو جہان تجھ سے مچھلی جدا ہو یوشع نے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی تکلیف آپ نے نہین دی ہے پھر چلے یہانتک کہ جب دونون صخرہ کے پاس آئے

تو دونون نے سر رکھا اور سو گئے اور مکتل مین مچھلی تڑپی اور اُس سے نکل گئی اور جا کر سمندر مین گری فاتخذ سبیله فی البحر سربا سمندر مین اُسنے اپنا راستہ سرب بنایا اور اللہ تعالے نے مچھلی سے پانی کا روان ہونا روک دیا کہ وہ اُسپر مثل طاق کے ہو گیا پھر جب موسی جاگا تو ساتھی بھولگیا کہ اُسکو مچھلی کی خبر دے اقول دوسری روایت مین ہو کہ پھر ایک وقت مین کہ وہ ایک درخت کے سایہ مین ایک مقام آبشار مین تھے کہ ناگاہ مچھلی تڑپی اور موسی اُسوقت سو رہا تھا تو فتی نے کہا کہ مین اُسکو نہ جگاؤن یہانتک کہ جب موسی جاگا تو ساتھی مچھلی کی خبر دینا بھول گیا اور مچھلی تڑپی یہانتک کہ سمندر مین جا پڑی اور اللہ تعالے نے اُس سے پانی کا روان ہونا روک دیا گویا اُسکا نشان پتھر مین ہو اور عمرو بن دینار راوی نے پان کی طرح اُسکی شکل بتلائی پھر دونون باقی دن اور رات بھر چلے حتی کہ جب دوسری صبح ہو گئی اور دن ہوا تو موسی علیہ السلام نے اپنے فتی سے کہا کہ لاؤ ہمارا اسوقت کا کھانا کہ ہم کو اس سفر مین تعب پہونچا کما قال تعالے آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ہذا نصبا۔ اور موسی نے تعب نہین پایا یہانتک کہ اُس مقام سے جہان اللہ تعالے نے اُسکو حکم دیا تھا آگے بڑھ گیا تو فتی نے کہا کہ ارایت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ واتخذ سبیله فی البحر سربا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مچھلی کے واسطے سرب تھا اور موسی و فتی کے لیے عجب تھا۔ اقول ظاہرا موسی کو اُسوقت فتی کے قول کی تصدیق سے عجب ہوا اور واپس ہو کر دیکھ کر عجب معائنہ ہو گیا۔ تو موسی نے فرمایا ذلک ما کنا نبغ فارتدا علی آثارہما قصصا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دونون واپس ہوے اپنے نشان قدم پر ڈھونڈتے چلے آتے تھے۔ اقول یعنی کوئی راہ معمول نہ تھی بلکہ ایسا مقام تھا جہانتک آدمیون کا گذر نہ تھا فافہم۔ یہانتک کہ اُس صخرہ تک پہونچے تو ناگاہ پایا ایک مرد کہ مسجی بثوب ہو یعنی کپڑے مین لپٹا ہوا ہو۔ اقول ایک روایت مین چادر مین لپٹا ہوا پایا۔ اور ایک روایت مین ہو کہ پس خضر کو پایا جو کنارہ سمندر پر ایک سبز نہالچہ پر تھا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ ایک کپڑے مین جسکا ایک کنارہ اپنے پاؤن کے نیچے اور دوسرا کنارہ سر کے نیچے کیا تھا مترجم کہتا ہو شاید لپٹے ہوے تھے اور سبز نہالچہ سے شاید کنایہ ہو کہ ہری گھاس پر تھے واللہ تعالے اعلم پس موسی نے اُسکو سلام کیا تو خضر نے کہا کہ کہان ہو تیری زمین مین سلام۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ موسی نے اُس کو سلام کیا تو اُسنے اپنا چہرہ کھولا اور کہا کہ کہان میری زمین مین سلام ہو تو کون شخص ہو موسی نے کہا کہ مین موسی ہون تو خضر نے کہا کہ بنی اسرائیل کا موسی ہو کہا کہ ہان اور کہا کہ مین آپ کے پاس آیا ہون کہ مجھکو اُس مین سے رشد سکھلا دو جو تم کو سکھلایا گیا ہو۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ۔ کہا کیا حال ہو کہا کہ جبتک تعلمنی مما علمت رشدا قال انک لن تستطیع معی صبرا۔ اے موسی مین ایک علم پر ہون اللہ تعالے کے علم سے جو اُسنے مجھے سکھلایا ہو تو اُسکو نہین جانتا ہو اور تو ایک علم پر ہو اللہ تعالے کے علم سے جو اللہ تعالے نے تجھے سکھلایا ہو مین اُسکو نہین جانتا ہون اقول دوسری روایت مین ہو کہ خضر نے کہا کہ کیا تجھے یہ کافی نہین ہو کہ توریت تیرے ہاتھ مین ہو اور تجھے وحی آتی ہو اے موسی مجھے ایک علم ہے کہ مجھے سزاوار نہین ہو کہ تو اُسکو جانے اور تجھے ایک علم ہو کہ مجھے سزاوار نہین کہ مین اُسکو جانون موسی علیہ السلام نے کہا کہ ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا۔ تو خضر نے موسی سے کہا کہ فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شئ حتی احدث لک منہ ذکرا مترجم کہتا ہو کہ یہ عذر تو پہلے بیان کر دیا تھا کہ دونون قسم کے علوم مختلف ہین ایک دوسرے کو حاصل نہین ہین یا جمع نہ ہونا چاہیے تو اب خضر کے علم پر جو بعضے آثار مترتب ہوتے ہین وہ دیکھ لیتا رہیگا تو اسکی نسبت یہ شرط لگائی کہ وجہ نہ پوچھنا یہانتک کہ مین خود ہی بیان کرونگا اور بعد ملاقات موسی و خضر علیہما السلام کے یوشع بن نون فتی موسی کا ذکر نہین ہو شاید اسوجہ سے کہ بقول بعض کے یوشع کو واپس کر دیا تھا اور شاید اسوجہ سے کہ اصل مقصود دونین موسی علیہ السلام ہین تو انہین کا ذکر رہا اور یہی صحیح ہو فافہم واللہ اعلم پھر دونون روانہ ہو کر سمندر کے کنارے کنارے چلے پس

ایک کشتی گذری ان لوگون سے باتین کین کہ ہم کو سوار کر لو انھون نے خضر کو پہچانا۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ انہین اس کنارے سے
اُس کنارے پار اتارنے کی ڈونگی تھی ایک کشتی گذری تو اُنسے باتین کین اُنھون نے خضر کو پہچانا اور کہنے لگے کہ عبد اللہ الصالح یعنی اللہ تعالیٰ کا
نیک بندہ ہو۔ سعید بن جبیر نے کہا یعنی خضر پس انھون نے آپس مین کہا کہ بغیر کرایہ کے ہم اسکو سوار کر لینگے۔ فحملوہم بغیر نول یعنی یہ کہکر انھون نے
خضر کو بغیر اُجرت کے سوار کر لیا پھر جب دونون کشتی مین بیٹھے تو موسی آگاہ نہ ہوے مگر اُسوقت کہ خضر نے ایک تختہ اس کشتی کے تختون مین سے
بسولے سے اُکھاڑ لیا تھا دوسری روایت مین ہو کہ اُسمین شگاف کیا اور اُسمین میخ گاڑ دی اور تیسری روایت مین ہو کہ اُس شگاف سے
پانی نہین آیا تو موسی علیہ السلام نے کہا کہ ایسی قوم ہو جس نے ہمکو بغیر اجرت سوار کر لیا اور تم نے قصد کر کے عمداً اُنکی کشتی مین شگاف کر دیا۔
اخرقتہا لتغرق اہلہا لقد جئت شیئاً امرا۔ قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا۔ قال لا تواخذنی بما نسیت ولا ترہقنی من امری عسرا۔
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار سوال تو موسی علیہ السلام سے نسیان تھا۔ اور فرمایا کہ ایک عصفور (چڑیا ۱۲) آکر کنارہ سفینہ پر گری
اور اُسنے سمندر مین ایک چونچ ماری پس خضر نے موسی سے کہا کہ نہین میرا او تیرا علم بمقابلہ علم الٰہی کے مگر جیسے اس عصفور نے اس سمندر سے
کم کیا پھر دونون اُس کشتی سے باہر ہوے پس اس بیچ مین کہ دونون سمندر کے کنارے چلے جاتے تھے کہ خضر نے ایک طفل کو دیکھا جو لڑکون
کے ساتھ کھیل رہا تھا پس خضر نے اُسکا سر پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اُکھاڑ لیا کہ اُسکو قتل کر دیا۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ اول سوال
موسی نے بھولے سے کیا اور دوم شرط اور تیسرا عمداً تھا۔ یعلی نے کہا کہ سعید رح نے روایت کی کہ خضر نے لڑکون کو کھیلتا پایا اُن مین سے
ایک طفل کافر خوبصورت کو پکڑ کر لٹا کر چھری سے ذبح کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر اوہان چھری کی حاجت نہ تھی جیسے کشتی توڑنے مین بسولے
کی حاجت نہ تھی ولیکن ممکن ہو کہ ظاہر اسباب کا استعمال کیا ہو جو اپنے ساتھ لائے ہون یا اُسی وقت حاصل ہو گئے ہون پھر اول
روایت و دوسری روایت مین اختلاف نہین بلکہ اتفاق اسطرح ہو کہ اول اُسکو چھری سے کاٹا پھر ہاتھ سے اُسکا سر اُسکے دھڑ سے الگ کر لیا
فافہم پس موسی علیہ السلام نے خضر سے کہا کہ اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا۔ قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا۔
دوسری روایت مین ہو کہ ایسی نفس زکیہ کو جو حنث کو نہین پہونچا تھا یعنی بالغ نہین ہوا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس
مرتبہ سوال موسی علیہ السلام کا بہ نسبت اول کے سخت تر ہو گیا۔ قال ان سالتک عن شئی بعدہا فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا
فانطلقا حتی اذا اتیا اہل قریۃ استطعما اہلہا فابوا ان یضیفوہما فوجدا فیہا جدارا یرید ان ینقض۔ یعنی جھکی ہوئی دیکھی پس خضر نے اپنے ہاتھ سے
اشارہ کیا۔ فاقامہ یعنی ہاتھ کے اشارہ سے اُسکو سیدھا کر دیا۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ یون اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہاتھ اونچا
کیا پس وہ سیدھی ہو گئی اور یعلی رح نے کہا کہ مجھے خیال پڑتا ہو کہ سعید رح نے حدیث کی تھی کہ اپنے ہاتھ سے مسح کیا پس سیدھی ہو گئی مترجم
کہتا ہو کہ اسمین صریح ہو کسی آلہ و اسباب کا استعمال نہین کیا اور بعض راویون نے روایت کی جو صحیح کی نہین ہین کہ گرا کر اسکو گارے وغیرہ
سے اُٹھایا اور یہ سہو ہو ٹھیک وہی ہو جو صحیح مین مروی ہو فافہم پس موسی نے کہا کہ ہم لوگ ایک قوم پر آئے جنھون نے نہ ہمکو کھانا دیا اور نہ
ہماری ضیافت کی۔ لو شئت لاتخذت علیہ اجرا۔ تم چاہتے تو اس کی اجرت لے لیتے دوسری روایت مین ہو کہ سعید نے کہا کہ اجرت وہ لیتے
کہ جسکو ہم کھاتے۔ قال ہذا فراق بینی وبینک سانبئک بتاویل ما لم تستطع علیہ صبرا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمکو آرزو رہی
کہ کاش موسی علیہ السلام صبر کرتے تا کہ ہم پر اُنکے اور واقعات بیان کیے جاتے۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ ابن عباس اسطرح پڑھتے وکان
امامہم ملک یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا۔ اور پڑھتے کہ واما الغلام فکان کافرا وکان ابواہ مومنین۔ اقول دوسری روایت مین ان بزرگ ثقات

نے سوائے سعید کے روایت کی غیرون سے گمان کیا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ غاصب بادشاہ کا نام ہدد بن بدد تھا اور طفل مقتول کا نام
جیسور تھا مترجم کہتا ہے کہ یہان تک حدیث صحیح مذکور ہوئی اور اب مین تفسیر آیات کو ذکر کرتا ہون۔ قال تعالےٰ۔ فَانْطَلَقَا پس چلے دونون
یعنی موسیٰ و خضرؑ۔ قشیری نے کہا کہ اظہر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد ملاقات خضر کے یوشع کو واپس کر دیا تھا اور ابو العباس نے کہا کہ
نہین بلکہ متبوع کا ذکر کیا اور تابع کو چھوڑ دیا ورنہ یوشع ساتھ تھے اور مترجم کہتا ہے کہ یہی اصح ہے جیسا کہ مین نے صحیح حدیث سے اُسکا صریح اشارہ
ذکر کر دیا ہے پس معنی یہ ہین کہ موسیٰ و خضر دونون روانہ ہوئے اور ساتھ مین یوشع علیہ السلام بھی تابع تھے دونون سمندر کے کنارے کنارے
چلے جاتے تھے یہانتک کہ ایسے مقام پر پہونچے کہ وہان اس کنارے سے اُس کنارے پار ہو سکتے تھے وہان چھوٹی کشتیان پڑی ہوئی تھین
اور لوگون کو عبور کراتی تھین جیسا کہ بعض روایات حدیث مین ہے پھر ایک کشتی گذری اُس سے خضر نے سوار کرانے کی درخواست کی کشتی والون
نے خضر کو پہچان کر بغیر اجرت کے سب کو سوار کر لیا۔ حَتّٰىٓ اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ یہانتک کہ جب سوار روانہ ہوئے کشتی مین۔ بعض
روایات حدیث مین ہے کہ کشتی دھار مین پہونچی تو خَرَقَهَا خضر نے اُسکو پھاڑ دیا یعنی شگاف کر دیا اسطرح کہ اُسمین سے ایک تختہ اکھاڑ دیا
تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک امر فظیع دیکھا کہ اُنکے احسان کے عوض یہ بُرائی ہے اور بڑھکر یہ کہ کشتی والے سب پانی بھرنے سے اس بیچ دھارے
مین ڈوب جاوینگے تو قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا کہا کہ تو نے اسکو پھاڑ دیا کہ جسکا نتیجہ ہو کہ تو کشتی والون کو غرق کرے یعنی سب
جانین ضائع ہون اور احسان کا بدلا بدی ہو۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا البتہ تو نے کیا ایک امر عجیب۔ یہ قتیبی کا قول ہے اور قتادہ رح
سے مروی ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اِمْر بڑی سخت آفت اور اسی کے قریب اخفش نے ذکر کیا۔ حاصل یہ کہ تو نے بڑی سخت آفت برپا کی۔
یعنی احسان کا بدلا بدی اور مال برباد اور سب سے بڑھکر جانین برباد۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا خضر نے کہا کہ
مین نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کریگا۔ روایت ہے کہ کشتی مین پانی نہین چڑھا جب خضر علیہ السلام نے شرط یاد دلائی تو موسےٰ
علیہ السلام نے عذر کیا۔ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ کہا کہ مجھ سے مواخذہ نہ فرما ایسی بات کا کہ مین بھول گیا۔ یہ اُس صورت مین
کہ ما موصولہ ہے اور اسمین دلالت ہو گی کہ جو کام آدمی بھولے سے کرے اُسپر مواخذہ نہین ہے جیسے روزہ مین بھول کر کھانے سے روزہ نہین ٹوٹتا اور
ائمہ حنفیہ کے نزدیک عذاب آخرت کا مواخذہ نہین ہوتا و لیکن دنیا مین بعض امور مین پورا کرایا جائیگا مثلاً نماز مین بھولے سے باتین کین تو نماز
ٹوٹ گئی اُسکو پھر پورا پڑھے۔ بھولے سے قسم جھوٹی کر لی تو کفارہ دیوے اور جہانتک قسم کی حد ہے پورا کرے و لیکن گناہ نہ ہوگا۔ آیت مین ما مصدریہ
بھی دوسری تفسیر ہے تو اس صورت مین ائمہ حنفیہ کے واسطے تصریح ہے اور معنی یہ ہین کہ مجھ سے مواخذہ نہ فرما میری بھول پر یعنی جو مین نے وعدہ
کر دیا تھا کہ آپ کے اتباع مین اپنے کو سپرد کر کے کچھ انکار فعل پر نہ کرونگا اس مین فراموشی ہو گئی تو فراموشی معاف کرو سراج مین ہے کہ
ابن عباس رضہ نے کہا کہ موسیٰ بھولے نہ تھے و لیکن یہ کلام تعریض کے طور پر ہے یعنی صرف استقدر کہا کہ میری فراموشی پر مواخذہ مت کیجیو اور یہ
نہین کہا کہ میرے اس معاملہ مین فراموشی پر مواخذہ نہ کرو تا کہ یہان بات بنی رہے و لیکن صحیح کی حدیث سے مذکور ہوا کہ اول سوال موسیٰ سے
نسیان تھا اور دوم شرط تھا اور سوم عمداً تھا۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث سے مراد یہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اس عجیب معاملہ کا کشف جلدی
چاہتے تھے لیکن جب اُنھون نے انکار کیا تو اُسکو نسیان پر محمول کیا یعنی یون ٹال دیا کہ مجھ سے فراموشی پر مواخذہ مت کرو۔ وَلَا تُرْهِقْنِيْ
مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا اور میرے معاملہ مین مجھپر ضیق کی سختی مت ڈال۔ سراج مین لکھا کہ روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات
دیکھی تو اس شگاف مین اپنا کپڑا بھر دیا۔ اور روایت ہے کہ اس شگاف سے پانی ہی نہین چڑھا۔ تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ

موسی علیہ السلام کا یہ قول کہ این تو نے شگاف کر دیا کہ لوگون کو غرق کرے اگر یہ قول صادق ہو تو لازم آویگا کہ خضر سے بڑا گناہ سرزد ہوا اور
اگر وہ نبی ہون تو لازم آوے کہ نبی سے معصیت سرزد ہوئی اور اگر یہ قول کاذب ہو تو موسی علیہ السلام سے کذب سرزد ہونا لازم آوے جواب دیا کہ
ہر ایک دونون مین سے صادق ہو مگر اس علم کے موافق جو اُسکے نزدیک ہو اور مترجم کہتا ہو کہ موسی علیہ السلام نے کوئی خبر نہین دی جس مین
صدق وکذب جاری ہو بلکہ استفہام کیا ہو اور استفہام مین صدق وکذب جاری نہین ہوتا ہو۔ پھر سوال ذکر کیا کہ موسی علیہ السلام نے
عہد کیا تھا کہ خضر پر اعتراض نہ کرین تو خلاف عہد کیونکر کیا جواب دیا کہ ہر ایک نے اپنے قصد کے موافق وفاے عہد کیا کیونکہ موسی ؑ کے
خیال مین یہ نہین گذرا کہ مین عہد کرتا ہون کہ ایسی چیز پر انکار نہ کرونگا جو میری شریعت مین منکر معلوم ہو اور خضر نے یہ قصد کیا تھا کہ نفس الامر
مین جو فعل منکر ہو وہ مجھ سے صادر نہ ہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ حق یہ ہو کہ اول تو موسی ؑ سے نسیان تھا اور دوم شرط کہ اگر پھر کرون تو ساتھ نہ
رکھنا پھر تیسری مرتبہ جلدی کی اور چاہا کہ یہ اسرار معلوم ہو تو شرط کے موافق عذر کر لیا پھر یہان ایک سوال ہو کہ خضر سے تعرض کیون نہین
ہوتا تھا اور عنقریب سوال مع جواب آتا ہو۔ فَانْطَلَقَا پھر دونون روانہ ہوے یعنی کشتی سے اُتر کر ساحل پر روانہ ہوے حَتّٰٓی اِذَا لَقِيَا
غُلٰمًا یہانتک کہ جب دونون ایک غلام سے ملے یعنی ایک طفل کو پایا جو لڑکون کے درمیان کھیل رہا تھا اور بلوغ کو نہین پہونچا تھا
اور وہ خوبصورت تھا اُسکو پچھاڑ کر چھری سے ذبح کیا پھر اُسکا دھڑ ہاتھ سے الگ کر دیا۔ فَقَتَلَهٗ پس اُسکو قتل کر دیا حتی کہ جب یہ فعل کیا تو
قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ موسی نے کہا کہ تو نے ایک نفس زکیہ کو قتل کیا بغیر قصاص کے یعنی بغیر عوض کسی جان کے جسکو
اُسنے مارا ہوتا تو یہ نفس زکیہ یعنی نفس معصوم محترم رہا جسکا قتل کرنا روا نہین ہو طفل کا نام حیسور مذکور ہو حسن بصری وغیرہ سے مروی ہو کہ یہ طفل
نہین بلکہ جوان تھا اور رہزنی وغیرہ کیا کرتا اور مال چھین لاتا اور والدین کے پاس آجاتا تھا اور ضحاک سے مروی ہو کہ طفل تھا ولیکن فساد
پھیلاتا پھرتا جس سے اُسکے صالح والدین اذیت پاتے تھے۔ اور اُبی بن کعب سے مروی ہو کہ وہ کافر پیدا ہوا تھا اگر رہتا تو والدین کو طغیان
وکفر مین مبتلا کرتا۔ اور ابن جریر رح نے اُبی بن کعب سے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طفل کو خضر نے
قتل کیا وہ جس روز مخلوق ہوا تو کافر مخلوق ہوا تھا۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ قرآن مین بیان نہین کہ اس طفل کو تنہا پایا تھا یا لڑکون مین
کھیلتا تھا وہ مسلمان تھا یا کافر تھا اور بالغ تھا یا صغیر تھا ولیکن غلام کا لفظ لائق ہو کہ صغیر کے واسطے ہو اگرچہ بالغ پر بھی بولا جاتا ہو اور
قولہ بغیر نفس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ طفل نہ تھا کیونکہ طفل تو قصاص مین بھی قتل نہین کیا جاتا ہو تو بالغ ہوگا۔ بقاعی نے کہا کہ شاید اُن کی
شریعت مین طفل سے بھی قصاص ہو۔ رازی رح نے یہ بھی کہا کہ قرآن سے یہ بھی ظاہر نہین ہوتا کہ اُسکو چھری سے ذبح کیا یا اُسکا سر دھڑ سے
اُکھاڑا یا سر اُسکا دیوار سے مارا۔ مترجم کہتا ہو کہ تجھے حدیث مرفوع سے معلوم ہوا کہ ایک روایت مین چھری سے ذبح ہو اور دوسری روایت
مین ہاتھ سے اُکھاڑنا اور مین نے دونون مین توفیق بیان کر دی ہو اور بعض سلف سے یہ بھی مروی ہو کہ دیوار سے مار دیا اور شاید کہ بعد کو
اُسکا اُکھاڑا ہوا سر دیوار سے مار دیا ہو یا اول دیوار سے مار کر ذبح کر کے جدا کر دیا ہو اور اسی پر موسی علیہ السلام نے فوراً انکار کیا کہ تو نے نفس محترم
کو بغیر قصاص کے مار ڈالا۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا یعنی فعلت فعلاً منکرا۔ تو نے بلاشک یہ فعل منکر کیا بعض نے کہا کہ اول مین جب
کشتی پھاڑی تو کہا کہ شیئًا امرًا۔ اور یہان شیئًا نکرًا کہا اور نکر بہ نسبت اول کے زیادہ قبیح ہو کیونکہ کشتی کا تدارک ممکن ہو کہ تختہ پھر جڑ دیا جاوے
بخلاف اس قتل کے کہ اُسکا تدارک ممکن نہین ہو۔ اور بعض نے کہا کہ اول ہی زیادہ آفت وفساد ہو تو گویا اُمر زیادہ ہو کیونکہ اس قتل مین
ایک جان ضائع ہوئی اور کشتی کے غرق مین بہت سی جانین تلف ہوتین بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے اسکو مستبعد جانا کہ نفس کو

بغیر نفس قتل کیا جاوے اور یہ تاویل نہ کی کہ سواے اس وجہ کے اور وجوہ سے بھی قتل نفس حلال ہو یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے کیونکر کشتی کو پھاڑ دیا اور کیونکر اس طفل کو قتل کیا حالانکہ لوگ موجود تھے وہ منکر ہوتے بعض نے جواب دیا کہ شاید بغیر اطلاع لوگون کے یہ فعل کیا ہو اور شاید کہ لوگون نے انکو پہچان لیا اور جانا کہ جو کرتے ہین وہ موافق حکم الٰہی تعالٰے کے کرتے ہین تو حکم الٰہی پر راضی ہوگئے ہون اور مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ظاہر ہے کہ لڑکون مین وہ لڑکا کھیلتا تھا اسکو پکڑ کر اسطرح قتل کیا اور عدم اطلاع ایسی حالت مین غیر ممکن ہے اور رہا یہ کہ لوگون نے انقیاد حکم کیا ہو تو زیادہ بعید ہے جبکہ گانون والون نے انکو مہمان نہ کیا اور کھانا نہین دیا۔ اور ظاہر وہی ہے جو ابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ خضر اللہ تعالٰے کا ایسا بندہ تھا کہ اسکو آنکھ نہین دیکھتی تھین سواے اسکے کہ اللہ تعالٰے نے جسکے واسطے چاہا کہ اسکو دیکھ لے تو اسنے دیکھ لیا اور جب چاہا دکھلا دیا پس قوم مین سواے موسیٰ علیہ السلام کے اورون نے اسکو نہین دیکھا اور اگر قوم والے اسکو دیکھ پاتے تو کشتی غرق کرنے مین مانع ہوتے اور طفل کو قتل کرنے مین مانع ہوتے بعض لوگون نے اسپر اعتراض کیا کہ کشتی والون نے خضر کو پہچانا اور بغیر اجرت سوار کر لیا تھا جیسا کہ حدیث سے مروی ہے تو معلوم ہوا کہ آنکھین دیکھتی تھین اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ و یوشع کو ضرور آنکھین دیکھتی تھین اور انکو سوار کرتا تھا تو خضر ظاہر ہوئے تاکہ انکے ساتھ سوار کر لیے جاوین۔ بالجملہ جو اثر کہ حضرت ابو العالیہ رح سے مروی ہے قابل توجہ و فکر اہل عقل ہے اور وہ بہت سے مقامات مین اس قصہ مین مداخلت رکھتا ہے واللہ تعالٰے اعلم۔ عطار رح سے روایت ہے کہ نجدہ حروری نے یعنی خوارج کے سردار نجدہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا اور انسے سوال کیا کہ لڑائی مین اطفال کو قتل کرنیکا کیا حکم ہے تو ابن عباس رض نے لکھا کہ اگر تو خضر ہو کہ کافر کو مومن سے تمیز کر سکے تو اطفال کو قتل کر و لیکن تو نہین پہچانتا ہے اور حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اطفال کے قتل سے منع کیا ہے تو اطفال کے قتل سے علٰحدہ ہو۔ مسلم وابوداؤد و ترمذی وغیرہم نے ابی بن کعب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ غلام جسکو خضر نے قتل کیا تھا وہ کافر مطبوع ہوا جب مطبوع ہوا تھا اور اگر وہ بلوغ کو پہونچتا تو اپنے والدین کو طغیان و کفر مین ارہاق کرتا۔ اقول یہ حدیث صریح ہے کہ قبل بلوغ کے اسکو قتل کیا ہے اور امام رازی رح کو ظاہر اس حدیث پر اطلاع نہین ہوئی یا سہو ہوا ہو فافہم۔ بالجملہ جب موسیٰ ع نے اعتراض کیا کہ تم نے ایک نفس محترم کو بدون اسکے کہ اسپر قصاص ہو قتل کر دیا تو یہ بڑا گناہ کیا

آیندہ پارہ شانزدہم شروع ہے

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰ر
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲ر
[illegible]الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی [illegible]سلطان خان۔ ۴ر
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔
[illegible]الہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱ر

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عـ۵ر
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف۔ ۸ر
نجح النجح۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عـ۴ر
تذکرۃ الجمعۃ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام۔ ۶ر
تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔ ۱ر
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲ر
تمام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۰ر
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶ر
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ عـ۴ر
مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان۔ عـ۴ر
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ۸ر
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔ ۱۵ر
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳ر
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۴ر
شرح مختصر وقایہ کورمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ۸ر
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱ر
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح۔ ۲ر
فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چہار مجلد جلائی کندہ ضخیم جدید الطبع۔ عـ۵ر
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ للعہ
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ سعہ ر
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح۔ ۴ر
شرح وقایہ خرد مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰ر
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ۸ر
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے۔ ۴ر
مستخلص الحقایق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ ۴ر
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں۔
(۱) جلدین اولین عبادات میں۔ ۱۲ر
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔ ۱۱ر
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱۰ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی - ۷ر

باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۰۲ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۲ر

تجربۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۰۳ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۰۳ر

انجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ منشی کامتا پرشاد - ۰۳ر

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم و ادب - ۰۲ر

پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع

(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع

تحفۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم بترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ر

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اُردو پند نامہ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۳ر

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل ۵ر

تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۱۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر

گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۹ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر

گلستان محشی اُردو - اسمین طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر

گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ر

گلستان خرد - فارسی - ۰۵ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہو کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر

خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر

بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۲ر

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر

بوستان محشی خرد - ۰۵ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی گلچین بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے - ۱۸ر

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہو اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۱۴ر

اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہو اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر

اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر

مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہو از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر

مجموعۂ صد پند سود مند - حضرت لقمان کے نسخہ قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی -

المشتہر مہتمم صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ